آتاترک مصطفی کمال

از

ڈاکٹر محمد عبداللہ اعوان منشی فاضل

منصور حیدر راجہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں!

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ

ھو المعین

اللہ اکبر

سوانحعمری

فیلڈ مارشل غازی مصطفیٰ کمال پاشا

با تصویر

جلد اول

از ڈاکٹر محمد عبداللہ اعوان منشی فاضل ایم ڈی ہومیو

جسکو

اعوان بک ایجنسی سیالکوٹ نے ۱۹۳۹ء میں

تعلیمی پرنٹنگ پریس بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور میں
باہتمام ایم محمد فاضل منیجر چھپوا کر شائع کیا

CHECKED

فہرست مضامین سوانحعمری مصطفےٰ کمال پاشا جلد اوّل

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
دیباچہ طبع اوّل	٥	سفر جرمنی	١١٥
" " دوم	۴	جرمنی سے واپسی	١١٨
تمہید	٨	سیریا کے محاذ پر تعیناتی	١٢٠
پہلا باب		سیریا کے محاذ کو روانگی	١٢٠
مصطفےٰ کمال کا خاندان	٥١	دوسرا باب	
مصطفےٰ کمال کی پیدائش و تربیت	٥٢	عارضی صلح	١٢٧
فوجی سکول میں داخلہ	٥٦	قسطنطنیہ کو واپسی	١٢٨
سیاست کا شوق	٥٨	قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ	١٢٩
انجمن کا قیام	٦١	عزّت پاشا سے ملاقات	١٣٠
قید و بند	٦٢	صلح کانفرنس	١٣٣
جلا وطنی	٦٣	قوم پرستوں کے حالات	١٣٣
جنگ روس	٦۴	یونان پر قبضہ	١٣٨
عزم سالونیکا	٦٥	مصطفےٰ کمال کی روانگی	١٣٨
موت کی سزا	٦٧	مصطفےٰ کمال کی قومی تحریک	١٣٩
سالونیکا میں تبدیلی	٦٨	استعفےٰ	١۴٣
انجمن اتحاد و ترقی	٦٨	کانفرنس ارض روم	١۴٥
انقلاب ٹرکی	٦٩	سیواس کانفرنس	١۴٦
جدید نظام ٹرکی۔	٧٢	نئی پارلیمنٹ	١۴٩
جنگ طرابلس	٧۴	قسطنطنیہ میں پارلیمنٹ کا اجلاس	١٥٠
جنگ بلقان	٧٧	قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ	١٥٣
انقلاب پارلیمنٹ	٨١	قوم پرستوں کی حالت	١٥۴
جنگ یورپ	٨٥	فوجی قبضہ کے خلاف صدائے احتجاج	١٥٥
حملہ درہ دانیال	٨٥	تیسرا باب	
محاذ گیلی پولی	٨٧	قوم پرستوں کی تحریک کو دبانے کی کوشش	١٥٦
محاذ کاکیشیا	١٠٩	سلطان کی مخالفت	١٥٩
محاذ بغداد	١١٣	مرکزی حکومت کی مخالفت	١٦٢

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
فتوے	۱۶۴	معاہدہ روس و ٹرکی	۲۰۹
قوم پرستوں کے کارنامے	۱۶۵	ترکوں پر الزام	۲۱۲
انگورا میں پہلی قومی پارلیمنٹ	۱۶۹	نیا عہد نامہ	۲۱۳
غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی استدعا	۱۷۱	بالشویک حکومت کے نمائندہ کا جواب	۲۱۴
مصطفےٰ کمال پاشا کا ایک اور خط	۱۷۳	افغانستان سے عہد نامہ	۲۱۵
اناطولیہ پر حملہ کی تیاریاں	۱۷۴	شرائط معاہدہ	۲۱۶
جماعت احرار کے اعلانات	۱۷۷	انگورا میں افغانی مشن	۲۱۹
چوتھا باب		افغانی سفارت کا نشان	۲۲۰
پیرس کانفرنس	۱۷۸	ایرانی اور ترکی عہد نامہ	۲۲۱
ولی عہد ٹرکی کی گرفتاری	۱۸۱	قارص کانفرنس	۲۲۲
داماد فرید پاشا کی چال	۱۸۲	معاہدہ قارص کی شرائط	۲۲۳
ترکان احرار اور باب عالی میں گفتگو	۱۸۵	یوکرائین جمہوریہ بخارا اور انگورا کا اتحاد	۲۲۷
قوم پرستوں کے معرکے اتحادیوں کے خلاف	۱۸۶	انگورا گورنمنٹ اور یوکرائین کا معاہدہ	۲۲۷
معرکہ اصمہ	۱۸۸	شیخ سنوسی	۲۳۵
قسطنطنیہ کو بچانے کی کوشش	۱۹۰	**چھٹا باب**	
ادھم	۱۹۵	انگورا	۲۳۹
مصطفےٰ صغیر	۱۹۹	نظام حکومت	۲۴۲
پانچواں باب		افواج کی تنظیم	۲۴۴
قوم پرستوں اور بالشویکوں کا اتحاد	۲۰۳	کارخانہ اسلحہ سازی	۲۴۴
مصطفےٰ کمال اور روسی وزیر خارجہ	۲۰۶	حکومت انگورا کا نظام آئینی	۲۴۴
مصطفےٰ کمال پاشا کا خط	۲۰۷	تقاریر	۲۴۶
مصطفےٰ کمال پاشا اور لینن	۲۰۸		

۷۸۶

دیباچہ طبع ثانی

مصطفےٰ کمال کی سوانحمری جلد اوّل طبع اوّل کا خاتمہ ہوا۔ اور دوبارہ اسکی اشاعت کا موقعہ بہم پہنچا۔ خدا کا شکر ہے۔

اِس اشاعت میں کافی تبدیلی کیگئی ہے۔ بعض واقعات کی ہمارے پاس کمی تھی۔ مثلاً جنگ گیلی پولی۔ سیریا اور قفقاز وغیرہ کے واقعات۔ چنانچہ یہ واقعات گرے ولف" مصنفہ آرم سٹرانگ سے بڑے شکریہ کے ساتھ لے کر واقعات کے تسلسل کو مکمّل کیا گیا ہے۔ پہلی اشاعت میں یہ حصّہ چار ابواب پر شامل تھا۔ اور صفحات ۲۲۴ تھے۔ لیکن اب دوسری طبع میں یہ حصّہ نئے واقعات کی شمولیت کے سببسے بہت ہی وسیع ہوگیا ہے۔ اب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ صفحات ۲۶۰ کے قریب ہیں۔

ناظرین نے اور بھی مطبوعہ سوانحمریاں متعلّقہ مصطفےٰ کمال پڑھی ہونگی۔ لیکن جو کمالیت اِس سوانحمری میں موجود ہے۔ وہ دیگر ان میں یقینی طور پر آپ کو نہ ملیگی۔ بیشک مقابلہ کر کے اطمینان فرمائیں۔

ناظرین سے عرض ہے کہ اگر کوئی بات قابل اصلاح آپکو نظر آئے تو از روئے مہربانی اطلاع فرمائیں۔ شکریہ کے ساتھ آپکی اِس ہمدردانہ اصلاح کو قبول کیا جائیگا۔ اور آئیندہ اشاعت میں تجویز کردہ اِصلاح کے مطابق ترمیم کیجائیگی۔

ناظرین سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ مصطفےٰ کمال کی سوانحمری پانچ جلدوں میں مکمّل ہوئی ہے۔ قریب قریب سات سو صفحات ہیں۔ کوئی واقعہ حتّی الامکان نظرانداز نہیں ہونے دیا۔ تاکہ اسکی شان میں کسی قسم کا فرق نہ آئے۔

(مرقومہ ۷ ؍ جولائی سنہ ۱۹۲۹ء بمقام سیالکوٹ شہر)

—— نیاز کیش ——

ڈاکٹر محمد عبداللہ اعوان منشی فاضل۔ ایم۔ ڈی۔ ہومیو۔ مالک اعوان بک ڈپو شہر سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل

اِس کتاب کا سبب تالیف بیان کرنے کیلئے کسی طویل الذیل تشریح کی ضرورت نہیں۔ صرف یہی ہے کہ جب ہم نے سوانحعمری غازی انور پاشا لکھی۔ تو پھر یہ بات ہمارے لئے ایک امر ناگریز ہوگئی۔ کہ جہاں اُس نوجوان انجمن اتحاد وترقی کے رکن اعلیٰ کے کارنامے دُنیا کے سامنے پیش کئے ہیں۔ وہاں غازی مصطفےٰ کمال پاشا (جس کی طرف آج تمام دُنیائے اِسلام کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں) کے کارنامے بھی ضرور ناظرین کی خدمت میں پیش کئے جاویں۔ علاوہ اِس کے ہمارے اکثر احباب نے بھی ہم کو یہ سوانحعمری لکھنے کی طرف بہ اصرار مائل کیا۔

غازی انور پاشا کی سوانحعمری اکتوبر ۱۹۲۱ء میں شائع کیگئی تھی۔ اگر ہم چاہتے تو اسی وقت غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے کم وبیش حالات سے جیسے کہ ہمارے پاس موجود تھے۔ ٹوٹی پھوٹی اور غیر مکمّل سوانحعمری تیار کر کے دُنیا کے سامنے پیش کر دیتے۔ مگر ہم نے اِس فعل غیر مکمّل کو شروع کرنے سے اِعراض کیا۔ تاوقتیکہ ہمارے پاس مکمّل حالات نہ ہوں۔ کیونکہ یہ شاندار ہستی جس پر آج تمام دُنیائے اِسلام کو فخر حاصل ہے۔ وہ اُلوالعزم سردار جس کو آج دیگر مذاہب بھی اِحترام وعزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ بہادر افسر جس نے مٹی ہوئی ٹرکی کو از سر نو زندہ کیا ہے۔ اور جس نے ایک موقعہ پہ

کئی دشمنوں سے مقابلہ کرکے اپنی بے نظیر اور عدیم المثال شجاعت اور بسالت کا ثبوت دیا ہے۔ اِس کی سوانحعمری ایک معمولی اور غیر دلچسپ پہلو میں تیار کرنا فعل عبث اِلّا باعثِ شرم تھا۔ اِس لیئے ہمارے اخلاق نے اِس کو گوارا نہ کیا۔ اور ہم کسی بہترین موقع کے اِنتظار میں خاموش ہو گئے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اِس سے پہلے دُنیا میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً کوئی شخص نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ اسی جنگ میں اُن کا نام نامی و اسم گرامی اوجِ فلک پر چمک کر دُنیا کے سامنے آیا ہے۔ آپ کے اِبتدائی حالات تعلیم و تربیت یا ابتدائی کارنامے کسی کو بھی معلوم نہ تھے۔ لیکن ہم نے ایسے حالات کو جمع کرنے میں بہت کوشش کی۔ اور جہاں سے بھی ہم کو اُن کے حالات دستیاب ہو سکے اُنکو حاصل کیا۔ چنانچہ ہم کئی مہینوں تک اِس خیال میں سرگرم رہے۔ آخر جوئندہ یابندہ ہم نے کافی سے بھی زیادہ حالات جمع کر لیئے۔ ہم کو مصر کا چھپا ہوا ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان میں مِل گیا۔ اُس کا ہمنے اُردو میں ترجمہ کرایا۔ کچھ حال اس میں سے اخذ کیا قطرہ قطرہ مے شود دریا۔ تھوڑے تھوڑے جابجا سے حالات جمع کر کے ہم نے مکمّل حالات کا ذخیرہ بہم پہنچا لیا۔ جو اِس شاندار سوانحعمری تیّار کرنے کے لیئے کافی سے زیادہ تھے۔

الغرض ہم نے اپنی دِلی آرزو کے مطابق غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی سوانحعمری شاندار تیّار کیا ہے۔ جسمیں موجودہ وقت تک تمام حالات درج ہیں۔ غازی ممدوح کو ایک وقت قسطنطنیہ کی حکومت اور اتحّادیوں سے مقابلہ تھا۔ پھر ساتھ ہی اس کے آرمینیا۔ فرانس اور یونان سے بھی طرح جنگ تھی۔ ہم نے اُن تمام حالات کو بشرح و بسط لکھا ہے۔ چونکہ یہ حالات آپسمیں پیچیدہ تھے۔ اِسلئے ہمنے ان تمام حالات کو تین جلدوں میں تیّار کیا ہے۔ پہلی جلد میں جس کا نام سوانحعمری فیلڈ مارشل غازی مصطفےٰ کمال پاشا رکھا ہے۔ غازی موصوف کے ابتدائی حالات و کارنامے۔ ترکوں کی حکومت کا قیام قسطنطنیہ اور اتحادیوں سے مقابلہ مصطفیٰ کمال پاشا کا دیگر دول سے

اتحاد اور مصطفےٰ کمال پاشا کی حکومت انگورا کے حالات درج ہیں۔ دوسری جلد میں جس کا نام "مصطفےٰ کمال پاشا اور محاربات آرمینیا و فرانس" ہے۔ آرمینیا اور فرانس سے لڑائیوں اور اُن کی صلح کا ذکر ہے۔ اور تیسری جلد میں جس کا نام "مصطفےٰ کمال پاشا اور محاربات یونان" ہے۔ ترکان احرار اور یونان کے تمام جنگوں کے حالات ابتدا سے لے کر موجودہ وقت تک مکمل و مفصل درج ہیں۔ اور اس جلد کے انجام میں ایشیا [illegible] یونان بھی لکھے گئے ہیں۔

غرضیکہ یہ ہے اس کتاب کا داب تدوین۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین اُنکو مطالعہ کر کے خوشی اور دلچسپی حاصل کریں گے اور ہماری محنت اور ہمت کی قدر کرتے ہوئے ہماری حوصلہ افزائی کریں گے اور ہمکو دعائے خیر سے یاد فرماتے رہا کرینگے۔

اس سوانحعمری کی تمام جلدوں کی اشاعت و
طباعت کا انتظام اعوان بک ڈپو کے
کارپردازان کے ہاتھ میں ہے۔
اور جملہ حقوق اس کتاب
کے ایجنسی ہذا کے
پاس محفوظ
ہیں

نیازمند
محمد عبداللہ اعوان (منشی فاضل)
مالک اعوان بک ایجنسی
لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

جنگ یورپ کی مہیب اور عظیم جنگ ساڑھے چار سال کی شدید خونریزی کے بعد جسمیں تقریباً ایک کروڑ انسانوں کی جانیں تلف ہوئیں۔ اور جس نے تمام دُنیا کو مصائب و آفات میں مُبتلا کر رکھا تھا۔ ختم ہوگئی۔ سب سے پہلے بلغاریہ جنگ سے پیچھے ہٹا۔ بعد ازاں ٹرکی اکتوبر ۱۹۱۸ء میں جنگ سے دست بردار ہوئی۔ ٹرکی کی شرکت جنگ کے متعلق تمام حالات سوانحعمری غازی انور پاشا میں بالتفصیل لکھے گئے ہیں۔ اِسمیں ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ کہ ٹرکی کا جنگ میں حصہ لینے کی کیا وجوہات تھیں۔

اِس جنگ سے تنگ آکر یہ سوال کئی دفعہ پیدا ہوا کہ جنگ کب ختم ہوگی۔ ذمہ دار حکّام اور غیر ذمّہ دار لوگ اپنے اپنے خیالات کے مطابق اندازہ لگاتے تھے۔ لیکن سب خیالات پادرہوا ثابت ہوئے۔ البتّہ امپیریل کونسل کے مالی ممبر آنریبل سر ولیم میر نے جن امور واقعی اور متیقّن کو پیش نظر رکھ کر اس سوال کو بجٹ کے متعلق کونسل میں تقریر کرتے ہوئے حل کیا۔ وہ بالکل صحیح اور درست ثابت ہوا۔ آنریبل ممتاز نے کہا تھا کہ:-

ممکن ہے کہ لڑائی مارچ ۱۹۱۸ء تک جاری رہے۔ یا اس سے بھی کچھ تجاوز کر جائے۔ ہرچند سر ولیم میر نے صرف اسکا امکان ظاہر کیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُنکا یہ امکان یقین سے بھی کچھ زیادہ ثابت ہوا۔ اور اُنکی یہ پیشین گوئی بالکل صحیح اور درست نکلی۔ اِس سلسلہ میں طلعت پاشا مرحوم ٹرکی وزیر اعظم کے یہ الفاظ بھی کچھ کم وقعت نہیں رکھتے کہ جنگ موسم سرما کے آغاز سے پہلے ختم ہوجائے گی۔ اس جنگ کو روکنے کیلئے

مصطفی کمال اتاتورک

غیر جانبدار سلطنتوں نے بہت کوشش کی۔ مگر نہ رکی۔ اِس جنگ کے آخری سال میں امریکہ بھی جنگ میں شریک ہو گیا۔ جسکی شرکت سے جنگ پر بہت سخت اثر پڑا۔ چونکہ امریکہ ایک صلح پسند اور غیر جنگجو ملک ہے۔ ہمیشہ اُسکی یہی خواہش رہی ہے کہ دُنیا میں امن و امان رہے۔ اور نظامِ عالم میں کوئی اضطراب پیدا نہ ہو۔ قوموں کی آزادی کا بھی دِل سے حامی ہے۔ شخصی حکومتوں کے مظالم اور جبر و استبداد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اِسلئے قدرتی طور پر یورپ کی تمام سلطنتوں کے ایک عظیم الشان و ہلاکت آفرین جنگ میں مبتلا ہو جانے سے امریکہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جسطرح ممکن ہو جنگ کو روکا جائے۔ اور آئندہ ایسی صورت اختیار کی جائے کہ جنگ کے خطرات کا بالکل ہی خاتمہ ہو جائے۔ چنانچہ امریکہ کے ارکانِ حکومت و مدبرین سلطنت نے اس کو محسوس کیا۔ اور ساتھ ہی اُنکے قلوب میں قوموں کی آزادی کا خیال پیدا ہوا

امریکہ چونکہ جنگ کے ابتدائی سالوں میں بالکل غیر جانبدار تھا۔ اور دُنیا میں اُسکی صلح جوئی اور جنگ سے نفرت مشہور ہے۔ اِسلئے دورانِ جنگ میں جب جرمنی سے بہت سے امور قانون بین الاقوامی کے خلاف سرزد ہوئے۔ اور فریقِ ثانی نے جرمنی کے اِرتکابات و خلاف ورزیوں سے اذیت و تکلیف اور نقصان محسوس کیا تو اُسکے خلاف امریکہ نے صدائے اِحتجاج بلند کی اور خواہش کی کہ جرمنی کو قانون بین الاقوامی کے خلاف ورزی سے روکا جائے۔ مطالبہ درست تھا اور امریکہ کو حق تھا کہ وہ قانون بین الاقوامی کا اِحترام ملحوظ رکھکر اُسکی خلاف ورزیوں سے فریقینِ جنگ کو روکے۔ چنانچہ اُس نے جرمنی اور اس کے حلیفوں کو تنبیہ کی۔ کہ وہ قانونِ مذکورہ کا پورا پورا احترام کریں۔ اور اُنکے خلاف بے رحمیوں سے کام نہ لیں۔ لیکن امریکہ کی اس تنبیہ کا جرمنی پر کچھ اثر نہ پڑا۔ اور جنگ کا دیوتا قیصر بدستور سفاکی۔ بے رحمی۔ جبر و استبداد کو اپنی کامیابیوں کا ذریعہ بنائے رہا۔ یہانتک کہ اُسنے غیر جانبدار ممالک خصوصاً امریکہ کو بھی اِس خیال سے کہ وہ اسکے دشمنوں کو مدد دیتا ہے۔ نقصان پہنچانا شروع کیا۔ بہتیرے غیر جانبدار ممالک کے جہاز اُس نے تارپیڈو کشتیوں سے تباہ و برباد کئے۔ اور امریکہ سے آنیوالے جہازوں کی خاص

طور پر نگرانی کی جانے لگی۔ اور جہاں کسی جہاز کو مشتبہ پایا۔ فوراً دریا کی تہ میں پہنچا دیا کئی قیمتی جہاز امریکہ کے اِس طرح ضائع ہوئے۔ لیکن اُسنے اپنی روش صلح پسندی کو تباہ نہ ہونے دیا۔ اور صرف تنبیہ سے کام لیتا رہا۔ عرصہ تک یہی صورت رہی۔ لیکن جب جرمن کے مظالم ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئے۔ اور امریکہ والوں نے محسوس کیا۔ کہ جرمن نظام عالم کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے۔ قوموں کی آزادی کا مسئلہ خطرہ میں ہے اور جرمنی طاقت اسکو پامال کرکے یورپ کے نقشہ کو بدل دینا اور اپنے اقتدار کو دُنیا کے تمام حصّوں میں قائم کرنا چاہتی ہے۔ تو اسنے ضروری سمجھا کہ جرمنی کی قوّت کمزور کر کے دُنیا اور قوموں کی آزادی کو محفوظ رکھے۔ اور جو موقع مدّت سے اِس جنگ کی بدولت جمہوریت یا قوموں کی حقیقی آزادی کا بہم پہنچا ہے۔ اس سے جرمنی کی قوت سے نقصان نہ پہنچنے دے۔ بلجیم۔ سرویا۔ مانٹی نگرو اور رومانیہ کی تباہی رہیں کی بربادی اور فرانس میں متواتر جرمن فتوحات نے پریسیڈنٹ وِلسن کی رائے میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی۔ اور آخر وہ جمہوریت کی حفاظت کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اور اِس خطرہ کو دُور کرنے کا اُس نے پورا تہیہ کر لیا۔ جو جرمنی کی قوّت اِقتدار سے دُنیا کو پہنچنے والا تھا۔

اِتحادیوں کی جنگی کارروائی قانون کے اندر تھی۔ اور وہ کوئی ایسی بات روا نہ رکھتے تھے۔ جس سے قانونِ بین الاقوامی کو صدمہ پہنچے۔ اور یہی سمجھتے تھے کہ اِس جنگ کا انجام جمہوریت اور قوموں کی آزادی پر ہوگا۔ اِسلئے اُنھوں نے نہ صرف امریکہ والوں کو اِس کا یقین دلایا تھا کہ وہ قوموں کی آزادی کے حامی ہیں۔ بلکہ عملاً بعض مقبوضات سے بعد جنگ آزادی دینے کا اُنھوں نے وعدہ بھی کیا تھا۔ اِس لئے یہ امر قدرتی تھا کہ امریکہ اِس قوّت کے ساتھ ملکر جنگ کو اِختتام کی منزل تک پہنچائے جو حامی امن اور قوموں کی آزادی کی محافظ ہو۔ اور اس قوّت کے خلاف کھڑا ہو جسکی عیّاریوں اور مظالم کی نہ صرف دُنیا شاکی ہو۔ بلکہ جسکے کامیاب ہو جانے سے اس کا اندیشہ بھی قوی ہو کہ اس سے دُنیا کی آزادی اور یورپ کے اقتدار کو

نقصان عظیم پہنچے گا۔ اسلئے امریکہ میں ایک قومی کانگریس منعقد ہوئی۔ اور پریذیڈنٹ ولسن نے اس قومی کانگریس کے مشورہ اور اجازت سے اتحادیوں کے ساتھ ہوکر جرمنی سے لڑنے اور اسکے مظالم اور جبر و استبداد سے دنیا کو محفوظ رکھنے کا فیصلہ کرلیا۔ اور امریکن فوجیں میدان جنگ میں پہنچکر اتحادیوں کے دوش بدوش جرمنی سے لڑنے لگیں۔

جرمنی نے جب دیکھا کہ حامی امن و محافظ آزادی حکمران کی ٹڈی دل فوجیں اسکے مقابلے کے لئے آئیں۔ تو اُسنے انجام کار پر نظر ڈالی۔ اور غور و تامل کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ اپنے ان دو اہم مقصدوں میں جن میں ایک ملک گیری اور دوسرا دنیا میں تجارتی فروغ کیلئے سمندروں میں اقتدار حاصل کرنا تھا تبدیلی کرنی چاہیئے۔ وہ اس سے تو واقف تھا۔ کہ امریکہ محافظ آزادی و حامی جمہوریت ہے۔ اسلئے ملک گیری اور سمندروں پر اقتدار کامل کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اسکو یہ بھی یقین تھا کہ امریکہ کی شرکت سے کوئی فاتح قوم اپنی فتوحات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتی۔ کیونکہ امریکہ صرف اسلئے شریک جنگ ہوا ہے۔ کہ دنیا کو شخصی حکمرانوں کے جبر و استبداد سے بچاکر آزادی کا موقع بہم پہنچائے۔ لہذا اُس نے اپنے ارادوں کو پورا نہ ہوتے دیکھکر اور دوسری طرف ملک کی حالت ردی پاکر یہ قرار دیا کہ مقبوضہ مقامات کو چھوڑ دیا جائے۔ اور اس طرح اُن کو خالی کیا جائے۔ کہ اسکے وقار و اقتدار کو نقصان نہ پہنچے۔ اور کوشش کی جائے کہ سمندروں پر اگر اس کا اقتدار قائم نہ ہو۔ تو کم از کم کوئی دوسری سلطنت بھی اس پر قابض نہ رہے۔

امریکہ کی شرکت جنگ سے جرمنی نے جو اہم تبدیلی اپنے مقاصد میں کی تھی۔ ممکن ہے کہ اسمیں اسکا بھی یقین شامل ہو۔ کہ امریکہ معاملات کو طے کرنے میں سمندروں کو بالکل آزاد قرار دیگا۔ اور شخصی حکومتوں کا خاتمہ کرکے قومی گورنمنٹیں قائم کریگا۔ جس سے اسکا مقصد دوسرے رنگ میں حاصل ہوجائے گا۔ اس خیال کو

پیش نظر رکھکر اُس نے فرانس کو خالی کرنا شروع کر دیا۔ اور آہستہ آہستہ طور پر دشمنوں سے لڑتا لڑتا پیچھے ہٹتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے چند ماہ کے عرصے میں فرانس کا بیشتر حصّہ خالی کر دیا۔ اور بلجیم کے بھی بعض حصّے چھوڑ دیئے۔ پس جرمنی فوجوں کی واپسی اور اتّحادی امریکن افواج کی پیش قدمی اور فرانسیسی علاقوں پر اُنکا قبضہ ہو جانے کے بعد تحریک صلح میں زور پیدا ہوا۔ تجاویز صلح پیش ہونے لگیں۔ دونوں فریق جنگ نے اپنے اپنے مقاصد کو ملحوظ رکھکر شرائط پیش کیں۔ امریکہ نے اِن شرائط پر غور کیا۔ پھر امریکہ نے اپنے نقطۂ خیال سے چودہ شرطوں کو بنیادِ صلح قرار دیکر پیش کیا۔ اِمریکہ کی شرطیں چونکہ بالکل جرمنی کے خیال اور نقطۂ نظر کے موافق تھیں سب سے پہلے اُس نے اُن کو بلا کسی اعتراض یا خواہش ترمیم کے قبول کر لیا۔ اور پھر آسٹریا۔ ترکی۔ بلغاریہ نے بھی اُنکو تسلیم کر لیا۔ وہ چودہ شرائط ولسن کی ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ معاہدات صلح علانیہ ہوں۔ اور انکے بعد کوئی سمجھوتہ خفیہ نہ ہو۔ سفارتی گفتگو ہمیشہ صاف صاف عوام النّاس کے سامنے ہوا کرے۔

۲۔ جنگ وامن کے زمانہ میں اپنے اپنے علاقہ کے سمندروں کے باہر بحری جہازوں کو پوری آزادی حاصل رہے۔ صرف اِس صورت میں کہ جو معاہدات مؤکّد ہو چکے ہیں۔ اُن کی تعمیل جبراً کرانا ہو۔ اسوقت سمندروں میں روک پیدا کیجا سکتی ہے۔

۳۔ تمام تجارتی روک ٹوک موقوف کی جائے۔ تمام لوگ جو امن پسند کرتے ہوں۔ اِس اصول کو برقرار رکھنے کیلئے باہم شریک ہوں۔ تجارتی حالتوں کی مساوات قائم کی جائے۔

۴۔ اس بات کی کافی ضمانت معاہدہ کرنے والوں میں ہو۔ کہ تمام اقوام کی فوجیں جنگی جہاز اور دوسرا سامان اِس ادنیٰ درجہ تک گھٹایا جائے۔ جو ملکی شان کے موافق ہو۔

۵- نوآبادیوں کے تمام دعووں کا کشادہ دلی اور آزادی سے تصفیہ کیا جائے یہ دعوے اس اصول کو سختی کے ساتھ محفوظ رکھیں گے۔ کہ ایسے مسائل کے طے کرنے میں متعلقہ آبادیوں کے مقاصد بھی اِن حکومتوں کے منصفانہ دعاوی کے ساتھ مساوی توازن قائم رکھیں۔ جِن حکومتوں کے ساتھ طے کیئے جانیوالے ہیں۔

۶- روسی علاقہ خالی کر دیا جائے۔ روس پر اثر ڈالنے والے تمام مسائل اِسطرح طے کر دیئے جائیں۔ کہ اسکے لئے بے روک ٹوک اپنی سیاسی نشوونما اور قومی پالیسی کے قائم کرنے کا اور اقوام عالم کے ساتھ بہت اچھا اور آزادانہ اتحاد عمل حاصل ہو۔ روس کے ساتھ اقوام آئندہ جو سلوک کرینگی وہ اُنکی بےغرض خیرخواہی کا ثبوت ہوگا

۷- تمام بلجیم خالی اور بحال کر دیا جائے۔ اور اس خواہش کے محدود کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ جس سے وہ دوسری قوموں کی مانند بہرہ ور ہے۔ اِس تخلیہ و بحالی کے برابر کوئی کام اقوام عالم میں ان قوانین کا اعتماد قائم کرنے میں کارگر نہ ہوگا جو خود اُنھوں نے ایکدوسرے کے ساتھ اُپنے تعلقات کا انتظام کرنے کیلئے بنائی ہیں۔ اِس عمل کے بغیر بین الاقوامی قانون کا سارا ڈھانچہ ہمیشہ کیلئے کمزور ہو جائیگا۔

۸- تمام فرانسیسی علاقہ آزاد کیا جائے۔ اور جو حصے حملوں میں تباہ ہوئے ہیں وہ بحال خود کر دئے جائیں۔ اور پروشیا نے ۱۸۷۱ء میں اساس اور سورین کے معاملہ میں فرانس کے ساتھ جو بے انصافی کی تھی۔ جس نے امن کو تقریباً پچاس سال تک متزلزل رکھا ہے۔ اسکی اِصلاح کی جائے۔ تاکہ امن پھر ایک دفعہ تمام لوگوں کے فائدے کی خاطر محفوظ و مستحکم ہو جائے۔

۹- اٹلی کی سرحدوں کی از سر نو درستی قومیت کے قابل شناخت اصول پر کیجائے۔

۱۰- آسٹریا۔ ہنگری کے لوگوں کو جنکی جگہ اقوام عالم میں محفوظ رکھنی چاہتے ہیں اندرونی آزادی کے ساتھ نشوونما کا موقع دیا جائے۔

۱۱- رومانیہ۔ سرویہ۔ مانٹی نگرو خالی کر دئے جائیں۔ اور مقبوضہ علاقے بحال ہوں۔ سرویہ کو سمندر تک آزاد محفوظ رسائی دیجائے۔ اور بلقان ریاستوں کے

باہمی تعلّقات دوستانہ مشورے سے اطاعت و قومیت کے تاریخی قائم شدہ اصول پر معیّن کئے جائیں۔ اور اُنکی پولیٹیکل اور اِقتصادی آزادی اور علاقے کے اِستحکام کی بین الاقوامی کی ضمانتیں دیجائیں۔

۱۲۔ موجودہ سلطنت عثمانیہ کے ترکی علاقوں کو محفوظ ترقّی کا اطمینان دِلایا جائے لیکن دوسری قومیں جو اب ترکی حکومت کے ماتحت ہیں۔ انکی حفاظت کیلئے اندرونی آزاد نشوونما کا اطمینان کرلینا چاہیئے۔ درہ دانیال بین الاقوامی ضمانتوں کے زیر اثر مستقل طور سے کشادہ و آزاد رہے۔

۱۳۔ پولینڈ میں ایک آزاد حکومت قائم کیجائے۔ جسمیں وہ علاقے شامل ہوں جو زیادہ تر پولیش آبادی سے معمور ہیں۔ اِس حکومت کو سمندر تک آزادی سے رسائی دیجائے اور پولیٹیکل اور اقتصادی اور استحکام علاقہ کی بین الاقوامی ضمانتیں دیجائیں۔

۱۴۔ خاص معاہدات کے زیر اثر ایک عام انجمن بڑی اور چھوٹی حکومتوں کو یکساں طور پر سیاسی آزادی اور استحکام کی ضمانت دینے کے لئے بنائی جائے۔

اِتحادیوں کے لئے یہ شرطیں سخت نقصان رساں تھیں۔ وہ اُن کے تسلیم کرنے پر عرصہ تک آمادہ نہ ہوئے۔ اخبارات اور مدبّرین انگلستان نے اِن شرطوں کو ناقابل قبول بتایا۔ اور ظاہر کیا کہ ان شرطوں کے قبول کرنے کے یہ معنی ہونگے کہ ہم نے فتح حاصل کرکے شکست اُٹھائی۔

جرمنی نے اِن شرائط کو کیوں قبول کیا۔ اس پر ہم مفصّل بحث ہوچکی ہے۔ جرمنی نے جو اپنے مقاصد میں اہم تبدیلی کی تھی۔ اور آئندہ کے لئے جو امر قرار دیا تھا۔ یہ شرطیں اُس قرارداد کے بالکل مطابق تھیں۔ جرمن نے سمجھ لیا کہ اگر ان اصول و شرائط پر صلح ہوگئی۔ جو پریسیڈنٹ وِلسن نے قرار دی ہیں۔ تو جرمن قوم کو دُنیا میں کافی عروج و ترقی کا موقع ملے گا۔ اور اُسکی تجارتی ترقی کو کوئی طاقت نہ روک سکے گی۔ اور ادھر بڑی بڑی سلطنتیں تقسیم ہوکر قومی گورنمنٹیں قائم ہوجاتے سے اُسکی قوّت کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ اِن ممالک میں عموماً غیر قومیں

زیادہ آباد ہیں۔ اور جرمن صرف اپنی قوم پر حکمراں ہے۔ اِسکے علاوہ اس کے تعلّقات ان گورنمنٹوں اور قومی حکومتوں سے زیادہ اچھے اور مستحکم رہیں گے اور وہ اُنسے خوب اِقتصادی فائدہ حاصل کرے گا۔ ان وجوہ سے اُس نے فوراً وِلسن کی شرائط کو منظور کر لیا۔ اور پھر اتحادیوں نے بھی اِس شرط سے اُنکے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ کہ سمندروں کی آزادی کی شرط کو بالفعل محفوظ رکھا جائے۔ اور صلح کانفرنس میں اُسکی نظرِ ثانی کی جائے۔

الغرض ۱۲ نومبر ۱۹۱۸ء کو ان شرائط پر فریقین میں عارضی صلح قائم ہوئی اور ایک صلح کانفرنس کے اِنعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ اور تا فیصلہ کانفرنس صلح جنگ ملتوی ہوئی۔ ٹرکی کے جنگ سے دست بردار ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جنگ کا خاتمہ ہوا۔ جو دراصل کلّیتہً خاتمہ تھا۔

پریسیڈنٹ ولسن نے اپنی چودہ شرطوں کے علاوہ پانچ اور شرطیں بھی پیش کیں جو پہلی شرطوں کی طرح صلح کے بنیادی اصولوں میں شامل ہوئیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ تمام قوموں کے حقوق بلا کسی اِمتیاز کے مساوی رکھے جائیں۔ اور اُن سے بے لاگ انصاف کیا جائے۔

۲۔ کسی ایک قوم یا مجموعہ اقوام کی کوئی جداگانہ یا خاص اغراض تصفیہ کے کسی حصّہ کی کوئی بنیاد نہ بنائی جائے گی۔ جو مشترکہ اغراض کے موافق نہ ہوگی۔

۳۔ خاص معاہدوں یا سمجھوتوں کی کوئی مجلس یا متحدہ جماعتیں مجلس اقوام کے عام اور مشترکہ خاندان میں نہیں ہو سکتیں۔

۴۔ کوئی خاص خود غرضانہ اِقتصادی ترکیبیں لیگ کے اندر نہیں ہو سکتیں اور اِقتصادی بائیکاٹ یا اِستثنا کی کوئی صورت کام میں نہیں لائی جا سکتی۔ سوائے اس صورت کے کہ دُنیا کے بازاروں سے خارج کرنے کے طریق سے اِقتصادی سزا دینے کا اختیار خود مجلس اقوام کو بطور ایک ڈسپلن و نگرانی ہونا چاہیئے۔

۵۔ تمام بین الاقوامی معاہدات اور ہر قسم کے عہدنامہ جات پورے طور سے باقی دُنیا کو بتائے جائیں۔ خاص اتحادی اور اقتصادی رقابتیں اور خصومتیں جدید عالم جذبات میں جنگ پیدا کرنے کا ایک مستقل ذریعہ رہی ہیں۔ یہ ایک غیر مخلصانہ۔ اور ناپائیدار صلح ہوگی۔ جو ان خاص معاہدات اتحاد اور قابلیتوں کو مضبوط و مستحکم الفاظ میں مربوط نہ کر دے۔

اتحادیوں اور ایتلافیوں نے ولسن کے ان بنیادی اصولوں کو تسلیم کیا اور جنگ سے دست بردار ہوئے۔ جنگ بند ہوگئی۔ اسوقت مسٹر ولسن نے امریکہ میں التوائے جنگ کا اعلان کرتے ہوئے امریکن کانگریس میں ایک ولولہ انگیز تقریر میں فرمایا۔ کہ ہم جانتے ہیں کہ جنگ کا مقصد حاصل ہوگیا ہے۔ اور مسلح اقتدار شاہی جس کا کل کے حکمران خواب دیکھ رہے تھے۔ فتح ہوگیا۔ وہ عظیم الشان اقوام جو جرمنی کے فوجی طبقہ کی مطلق العنانی کو تباہ کرنے کیلئے متفق ہوئی تھیں۔ اب اس مشترکہ مقصد کے لئے پورے طور پر متحد ہیں۔ کہ ایک ایسی مشترکہ صلح قائم کیجائے۔ جس سے غیر جانبدارانہ انصاف ساری دُنیا کو مطمئن کر دے۔ اور جو اس حالت سے بہتر اور زیادہ پائیدار ہوں۔ جس میں ابتک طاقتور اقوام اپنے اغراض میں ایکدوسرے سے دست وگریبان تھیں۔ فاتح اقوام کی رحمدلی اور نیّت کا اظہار نہایت ہی عملی طریقہ پر اسطرح ہوگیا ہے۔ کہ اُنھوں نے متفقہ طور پر دول وسطی کی اقوام کو یقین دلایا ہے کہ انھیں خوراک بہم پہنچانے کی موجودہ حالات میں جو تدبیر ممکن ہے۔ وہ عمل میں لائی جائیگی بلجیم کی امدادی کارروائیوں کی طرح انھیں بھی امداد پہنچانے کیلئے امدادی کوششیں باضابطہ طور پر شروع کرنے کی فوری تدابیر اختیار کی جائیں گی۔ اِس غرض کیلئے دول وسطی کے جو جہاز بیکار پڑے ہیں۔ وہ کام میں لائے جائینگے اور ان کارروائیوں سے مظلوم اقوام کی قوت اور خیالات ازسرنو ترتیب کے اس مہتم بالشان اور خطرناک کام کی طرف رجوع ہوجائیں گے۔ جو اس وقت اُنھیں درپیش ہے۔ قدیم گورنمنٹوں کے زوال کے بعد ہی ایک اِنقلاب شروع ہوا۔ جو

لحظہ بلحظہ متغیر صورتیں اختیار کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ اسوقت سمجھدار لوگوں کو یہ فکر پیدا ہو چلی ہے کہ کن گورنمنٹوں اور کس قسم کی اقوام سے ہمیں معاہدہ صلح کرنا پڑے گا۔ اور کن طمانیتوں سے اُنکا اِقتدار پائیدار ہوگا۔ اور بین الاقوامی انتظامات جن پر ہم بہت جلد بحث کرنیوالے ہیں۔ قائم رہے گا۔ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جسکے متعلق غلط فہمی یا تشویش نہ ہو۔ ہم نہایت آزادی سے تسلیم کئے لیتے ہیں۔ کہ اِن سوالات کا قابلِ اطمینان یا فوری جواب نہیں دیا جا سکتا۔ زمانہ حال تو اُن اقوام کا ہے جنمیں خودداری اور اپنی گورنمنٹوں کو باضابطہ چلانے کا مادہ موجود ہے لیکن مستقبل اُن اقوام کیلئے ہے۔ جو اپنے آپ کو نسلِ انسانی کا ہمدرد ثابت کریں۔ مجھے پورا اعتماد ہے۔ کہ جن اقوام نے حریّت کے ضوابط سیکھ لئے ہیں۔ وہ بہت جلد محض قوّتِ تمثیل اور دوستانہ امداد سے ساری دُنیا کو فتح کر لیں گی۔ جو اقوام ابھی ابھی ذی اقتدار حکومت کی ظلمت سے نکل کر آزادی کی روشنی میں آئی ہیں۔ وہ حریّت کے خزانے مشتعل روشنی میں نہ دیکھ سکیں گی۔ اُنھیں معلوم ہوگا۔ کہ دھندلا راستہ جس کو خود اُنکے بھائیوں کے خون سے رنگا گیا ہے۔ بجائے اُنکی اُمیدوں کے مستقر کے ایک بھول بھلیّاں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسوقت وہ ابتدائی امتحان سے دوچار ہیں۔ ہمیں برابر یکساں روشنی دکھاتے رہنا چاہیئے یہانتک کہ وہ خود اپنی ہستی کو محسوس کر لیں۔ اور اس اثناء میں اگر ممکن ہو تو ہمیں ایک ایسی صلح کر لینی چاہیئے۔ جو اقوام کے مابین اُن کی حیثیت کو معیّن اور مقرر کر دیں اور اُنکی پڑوسیوں اور اُنکے قدیم آقاؤں کا خوف اُنکے دِل سے نکال ڈالیں۔ اور اپنے معاملات کو منظم کرنے کے بعد امن و امان اور صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ اگر وہ خودداری اور امن و امان کی زندگی بسر کریں گے۔ تو ہم اُنکی ہر ممکن طریقہ پر امداد کریں گے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہمیں صبر اور ہمدردی سے اِس بیداری اور ہوش و حواس میں آنے کے زمانہ کا اِنتظار کرنا چاہیئے۔ جو آخر کار آکر رہے گا۔

ولسن کی مذکورہ بالا شرائط سے ایک اِنقلابِ عظیم برپا ہونے والا تھا۔ کہ جنکی رو سے

تمام یورپین طاقتوں کے ماتحت ممالک یا اقوام کو آزادی نصیب ہوئی تھی۔ ٹرکی کے ماتحت بھی مسلمان یہودی اور عیسائی رعایا آباد تھی۔ انکو بھی انھیں شرائط کی رو سے آزادی ملتی تھی۔ خاصکر ملک عرب کو ترکوں کی حکومت سے آزاد کرنے کا تہیہ کر لیا گیا تھا۔ اور خود عرب قوم میں آزادی کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ بیرونی اعانت برابر اُنکے خیالات میں قوت بھر رہی تھی۔ جنگ یورپ میں ٹرکی کی شرکت سے عربوں کو آزادی حاصل کرنے کا ایک موقع بہم پہنچا۔ مگر ٹرکی کی حکومت کے اقتدار اور رعب کو صدمہ پہنچانے کا کسی شرط سے واضح نہیں ہوتا تھا۔ متخاصمین کے نمائندوں سے ان شرائط پر دستخط کرائے گئے۔ ٹرکی جو جنگ سے دست بردار ہو چکا تھا۔ اُس نے فوراً دستخط کر دئے۔ بلکہ ٹرکی گورنمنٹ نے موصل کے دستہ سپاہ کو ہدایت کی کہ جنرل مارشل کی شرائط پر عملدرآمد کیا جائے۔ اور تخلیہ شہر اور فوجوں کے منتشر کرنے کی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

صلح کانفرنس پیرس میں منعقد ہوئی۔ ولسن بھی اِسمیں تشریف لائے۔ ہر ایک حکومت کی طرف سے نمائندے صلح کانفرنس میں شامل ہوئے۔ اور اپنی اپنی شرائطِ صلح لے کر آئے۔ کیونکہ ولسن کے اصولوں کے مطابق ہر ایک کو حق حاصل تھا۔ شروع شروع میں ٹرکی کے متعلق کسی کو بغض و عناد نہ تھا۔ نہ بانیِ صلح مسٹر ولسن ایسے خیال رکھتا تھا اس کا یہ منشا تھا۔ کہ ہر ایک ملک پولیٹیکل اور اقتصادی لحاظ سے آزاد ہو۔ سمندر آزاد رہنے چاہئیں۔ ہاں اگر اتحادیوں کے دلوں میں کچھ کھوٹ ہو تو ہو۔ مگر اتحادی بھی تو بظاہر یہ اعلان کرتے تھے کہ مشرق میں ہماری پالیسی کا راز صرف ان فقرات میں مضمر ہے۔ کہ لوگوں کو غلامی کے پھندے سے آزاد کرایا جائے۔ اِن مظلوموں کی حمائت کی جائے۔ جو ترکوں کے جور و جفا سے تنگ آ گئے ہیں۔ اور ایک ایسی قومی حکومت کی بنیاد ڈالی جائے۔ جس کا عنصر غالب ملکی وطنی آبادی ہو۔ اُن تحریکات کو تقویت دینے کیلئے فرانس اور برٹش نے اِس امر کا تہیہ کر لیا کہ ملکی حکومت کے اصولوں کو رائج کیا جائے۔ اور ایسی تحریکات کو اُستوار بنایا جائے۔ اور اِن اقلیت کی

اُن ملکوں میں مثلاً سرویا اور عراق عرب اور ان صوبجات میں جن کی آزادی کے ہم خواہاں ہیں تبلیغ کی جائے۔ دونوں حکومتوں کا مدّعا یہ تھا کہ ان ملکوں میں لوگوں کو حکومت ملکی کا حصّہ دیا جائے۔ انصاف کو یکساں برتا جائے۔ ملک کی اقتصادی ترقّی میں نمایاں حصّہ لیا جائے۔ تعلیم کا نشر عام کیا جائے۔ اور ان نقشہ جات کو جو ترکی پالیسی کے رہین منّت ہیں۔ ایک ہٹایا جائے۔ اس اعلان سے یہ بات ہرگز مترشّح نہیں ہوتی کہ اتّحادیوں کا منشا اسوقت ٹرکی کے حصّے بخرے کرنا تھا۔ مگر حالات موجودہ کو مشاہدہ کرکے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت یہ پالیسی ان اعلانات کی تحت میں پوشیدہ رکھّی گئی تھی کہ جب وقت آئیگا چیر پھاڑ کرنے والا اوزار استعمال کر ٹرکی کی قطع و برید کر دے گی۔

تمام سلطنتوں کے نمائندے صلح کانفرنس میں شریک ہوئے۔ ٹرکی کے نمایندے بھی ۶ر جون ۱۹۱۹ء کو جہاز میں سوار ہوکر پیرس کی طرف چلدئے ٹرکی کا یہ وفد داماد فرید پاشا کی ماتحتی میں تھا۔ اِس وفد میں ایکس وزیر اعظم توفیق پاشا کونسل کا پریذیڈنٹ ٹویک پاشا۔ وزیر مال توفیق بے۔ وزیر سوئیزرلینڈ رشید پاشا اور کچھ سیکرٹری بھی شامل تھے

صلح کانفرنس میں پہلے پہل صرف جرمنی کے متعلّق بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ اور کسی سلطنت کے نمایندوں کے متعلق کوئی کارروائی نہ ہوئی بہت ردّ و کد اور اعتراضات کے بعد جرمن صلح پر راضی ہوا۔ تب ٹرکی کے نمایندوں نے بھی جون ۱۹۱۹ء کے انجام میں صلح کانفرنس کے سکرٹری کی خدمت میں ایک یادداشت ارسال کی۔ ۲۹ر جون ۱۹۱۹ء کو ایم کلیمنشو نے اس یادداشت کے جواب میں اتّحادیوں کی طرف سے یہ لکھا کہ صلح کانفرنس میں جو بیانات اور کاغذات موصول ہوئے ہیں۔ وہ نہایت ہی احتیاط اور غور و خوض کے محتاج ہیں۔ یہ ٹرکی کے علاوہ اور ملکوں کی دلچسپیوں سے بھی وابستہ ہیں۔ ان کاغذات سے بین الاقوامی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ جنکا فی الفور فیصلہ کرنا شومیِ قسمت سے بالکل ناممکن ہے کونسل خود اس فکر اور تشویش میں سخت گھری ہوئی ہے۔ کہ صلح کا بہت جلد تصفیہ

ہو جائے۔ وہ اس بے آرامی اور تکلیف کو جو موجودہ توقّف کی طوالت سے پیدا ہوئی ہے اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن موجودہ حالات کی صورت پر خوب غور و خوض کرنے کے بعد اُنکو یقین ہو گیا ہے کہ یہ توقّف اور تاخیر ناگزیر ہے۔ لہٰذا وہ اِس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ فی الحال ترکی نیابت کے دیر تک پیرس میں ٹھہرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا جب باہمی تبادلہ خیالات کا وقت آئے گا۔ تو اسوقت گورنمنٹ ترکی سے بذریعہ خطّ و کتابت صلح کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ اور اس سے بہترین طریقہ پر مشورہ حاصل کر لیا جائے گا۔ تاکہ نتیجہ نہایت ہی اطمینان اور آرام سے حاصل ہو سکے۔

یہ جواب سن کر ترکی کا وفد چند ایّام کے قیام کے بعد پیرس سے قسطنطنیہ بے نیل و مرام واپس لوٹا۔ اِس اثنا میں ایک کمیشن مقرر کیا گیا۔ جو ترکی کے اندرونی حالات اور درہ دانیال کے متعلق رپورٹ کرے۔ تاکہ ترکی کی غیر مسلم رعایا کی آبادی اور درہ دانیال کی بین الاقوامی کا فیصلہ کیا جائے۔

جرمنی سے صلح ہو گئی۔ باقی ابھی اور بھی ممالک موجود تھے۔ یعنی آسٹریا۔ بلغاریہ اور ترکی کا فیصلہ ابھی معلق بہ ہوا تھا۔ جرمنی کے بعد آسٹریا کا معاملہ صلح کانفرنس میں پیش ہوا۔ اِسکے تصفیہ کے بعد بلغاریہ کا مسئلہ ہاتھ میں لیا گیا۔ جب اس آخر الذّکر ملک کا فیصلہ ہوا۔ تب کہیں ترکی کی باری آئی۔ مگر اس اثنا میں کئی سوالات ترکی کے متعلق ہوئے۔ نشیب و فراز کو دیکھا گیا۔ ترکی کا شیرازہ بکھیرنے کی تجاویز پوشیدہ طور پر عمل میں لائی جا رہی تھیں۔ سب سے پہلے ترکی کو یہ ضرب لگائی گئی۔ کہ اگست ۱۹۱۹ء میں تھریس کے متعلق سوالات پیدا ہوئے۔ اور اس کی تقسیم کیلئے کونسل میں بحث مباحثہ ہوا۔ جس کو اِس طرح تقسیم کرنا بہتر سمجھا گیا۔ کہ تھریس کا غائیت مشرقی حصّہ معہ ایڈریا نوپل اور ساحل بحیرہ اسود قسطنطنیہ کی آئندہ بین الاقوامی ریاست کا حصّہ ہوگا۔ وسطی تھریس میں ایک عریض و طویل راستے کی حد بندی ہوگی جو بلغاروی سرحد سے شروع ہو کر سمرنا تک جا پہنچے گا۔ اس میں دیدی غاچ کا بندرگاہ بھی شامل ہوگا۔ یہ ایک

بین الاقوامی ریاست قرار دیجائے گی۔ جو لیگ اقوام کے ماتحت ہوگی اور اُس کے ذریعہ سے بلغاریہ کو بحیرۂ ایجین تک پہنچا ملے گا۔ مغربی تھریس بہ استثنائے رقبہ قلیل ملحقہ سرحد بلغاریہ مقرّرہ کردہ سنہ ۱۹۱۲ء یونان کو دیدیا جائے گا۔ مگر مسٹر وینزیلوس اس تقسیم سے متّفق نہ تھے۔ اُنھوں نے ایک اور سکیم تھریس کی تقسیم کے متعلّق تیار کی جو صلح کانفرنس میں منظور ہوگئی۔

ٹرکی کی اِس مجوّزہ تقسیم نے اِسلامی دنیا کو اِس سرے سے لے کر دوسرے تک آگ بگولا کر دیا۔ کابل و قاہرہ وغیرہ جیسے دور دراز مقامات میں بھی غیظ و غضب کے شعلے برانگیختہ ہوئے۔ پیرس کے اکثر اخبارات یہ صلاح دیتے رہے۔ کہ اب ترکوں سے صلح کانفرنس میں گفتگو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اب ترکی کوئی سلطنت ہی نہیں۔ سر تھیوڈور ماریسن یہ کہتے تھے کہ نصف اناطولیہ اٹلی کو دیدیا جا رہا ہے۔ سمرنا اور ملک کا ایک بڑا قطعہ یونان سے نامزد ہو گیا ہے۔ اور ترک تھریس اور قسطنطنیہ سے نکالے جا رہے ہیں۔ پھر مانچسٹر گارڈن نے بھی قسطنطنیہ کو بالشویکوں کا مرکز قرار دے کر یہی مشورہ دیا کہ ترکوں کو قسطنطنیہ اور تھریس سے بحیثیت ایک حکمراں قوم ہونے کے نکال دیا جائے۔

الغرض یوروپین اخبارات نے بہت بہت نکات اور اعتراضات چھاپے۔ اور ہر ایک کا یہی مقصد تھا کہ اب ٹرکی نیست و نابود ہوگئی ہے۔ یہ دنیا میں اب کوئی سلطنت نہیں۔ ایسی ایسی اخبار وحشت آثار نے دُنیائے اِسلام میں ایک تہلکہ ڈال دیا۔ مصر میں بدامنی رونما ہوگئی۔ عربوں کی دوستی بھی متزلزل ہوگئی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے دماغ بہت ہی مختل ہوگئے۔ ان دنوں میں ٹرکی کے متعلق اگر کوئی مسرت انگیز اور اُمید افزا خبر سُنی جاتی تھی۔ تو یہی تھی کہ وزیر اعظم برطانیہ اور صاحب وزیر ہند کی کوششوں نے پیرس میں دول خمسہ کے نمائندوں کے سامنے اِسلامی جذبات کو پیش کیا۔ بلکہ مسٹر لائڈ جارج نے تو سلطنت عثمانیہ کو ترقی دینے کیلئے ڈاکٹر ولسن کو اس کا سرپرست مقرر کیا۔ بالآخر وہی ہوا۔ جو اتحادیوں کا نصب العین تھا۔

چنانچہ ۱۳ ستمبر ۱۹۱۹ء کو سپریم کونسل کے اجلاس میں ٹریٹوریل کمیشن نے سفارش کی کہ یونانی فوجوں کو مغربی تھریس پر قبضہ کر لینا چاہیئے۔ اور برطانوی، فرانسیسی اور اطالوی افواج کو وسطی اور مشرقی تھریس پر قابض ہو جانا چاہیئے۔ چونکہ ممالک متحدہ امریکہ نے اس بات کو منظور کر لیا ہے۔ اسلئے اس کارروائی کو بلا شک و شبہ عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ یونان جون ۱۹۱۹ء کے درمیان میں ہی اپنی افواج کو علاقہ سمرنا کے قریب لے آیا تھا۔ یہ آواز صلح کانفرنس کی سنتے ہی علاقہ سمرنا پہ چڑھ دوڑا۔ اور چیرہ دستیاں شروع کر دیں۔ اس اثنا میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان شام کے مسئلہ کے متعلق کچھ کشیدگی سی پیدا ہو گئی۔ جس نے پیچیدہ صورت حالات اختیار کر لی۔ اس پیچیدگی کا باعث خفیہ چار معاہدے تھے۔ جن کا علم دنیا کو ۱۹۱۹ء کے اخیر تک نہ ہوا۔ انمیں سے ایک معاہدہ ماہ مئی ۱۹۱۶ء میں فرانس اور برطانیہ کے مابین ہوا۔ جس کے ذریعے ترکی کے عربی مقبوضات دو حصوں میں تقسیم کئے گئے تھے۔ ایک حصہ برطانیہ۔ اور دوسرا فرانس کے زیر اثر رہنا پسند ہوا تھا۔ لیکن اس سے قبل برطانیہ نے اکتوبر ۱۹۱۵ء میں ایک معاہدہ عربوں سے بھی کیا تھا کہ وہ ترکی کے برخلاف انقلاب برپا کر دیں تو ۳۳ درجہ عرض البلاد کی جانب جنوب کے علاقہ میں آزاد عرب سلطنت قائم کر دی جائیگی۔ اسطرح دو اور معاہدے ملک شام کے متعلق ہوئے۔ اور یہ سب آپس میں متضاد تھے۔ یہی سبب تھا کہ مسئلہ شام پیچیدہ ہو گیا۔ کیونکہ عرب معاہدے کی مطابق اپنی آزادی انگریزوں سے طلب کرتے تھے۔ اور فرانس اپنا وطن شام میں چاہتا تھا چنانچہ اس مسئلہ کے تصفیہ کے لئے وزیر اعظم برطانیہ فرانس میں گئے۔ اور جنرل النبائی شام سے فرانس پہنچے۔ تاکہ وہ وزیر اعظم کو مشورہ دیں کہ شام کی حکمبرداری فرانس کے حوالہ کر دی جائے۔ مسٹر لائڈ جارج اور ایم کلیمنشو کے درمیان اس مسئلہ پر بحث ہوتی رہی۔ گفتگو کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ شام فرانس کو دیا جائے۔ اور یہ طے پایا کہ فرانسیسی فوجیں بالائی شام میں جا کر برطانوی افواج سے چارج لے کر انکو ذمہ داری سے سبکدوش کریں۔ اس فیصلہ کو اعلیٰ کونسل نے بھی تسلیم کر لیا۔ پس فرانسیسی فوجیں نومبر ۱۹۱۹ء میں

شام اور فلسطین پر قابض ہوگئیں۔

مگر ابھی تک ٹرکی کا قطعی فیصلہ نہیں ہوا۔ فی الحال تقسیم ہی ہو رہی ہے۔ جس قدر ہوا یہی ہوا کہ یونان سمرنا پر قدم جمائے۔ اور شام کے بالائی علاقہ میں فرانسیسی افواج اپنے ڈیرے نصب کرکے قبضہ کرے۔ ابھی ٹرکی کا بہت سا ملک باقی ہے۔ جسکی تقسیم ہونی تھی۔ ناظرین آگے چل کر دیکھینگے کہ کسطرح اتحادیوں کے ہاتھ سے ٹرکی کے پرزے اُڑے۔

۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو عثمانی عدالت نے صلح کانفرنس سے پھر اپیل کی کہ مسئلہ ٹرکی کا بہت جلد فیصلہ کیا جائے۔ ۲۴ نومبر کو مسٹر لائڈ جارج نے دار العوام میں مباحثہ کے وقت اعلان کیا کہ گورنمنٹ اتحادیوں سے خط و کتابت کر رہی ہے۔ کہ ممکن سے ممکن تعجیل کے ساتھ مسئلہ ٹرکی کا فیصلہ کر دیا جائے۔ ایک کانفرنس جو ٹرکی کے مسائل پر بحث کرنیکے لئے لنڈن میں منعقد ہوئی۔ وہ بھی ۱۳ دسمبر کو ختم ہوگئی۔ اسمیں مسٹر لائڈ جارج اور ایم کلیمنشو کے علاوہ جاپانی امریکن اور اطالوی سفیر بھی موجود تھے۔ اس میں بھی یہی فیصلہ ہوا۔ کہ ٹرکی کے متعلق تسلی بخش فیصلہ ہوگا۔

ترکوں کے ساتھ برے طریق عمل کی درد انگیز داستان یہیں ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ آگے چل کر اور بھی تعصب بھری کارروائیاں ظاہر ہونگی۔ معہذا وقفہ جنگ کے زمانہ میں بھی اُنھیں تکالیف کی حالت میں رکھا گیا۔ اپیر لڑائی ختم ہونے کے بعد مدینہ شریف خالی کر دینے اور شریف حسین کو دیدینے کا زور ڈالا گیا۔ اور مقدس سرزمین کا یہ آخری شہر بھی مہلت جنگ کے زمانہ میں اُنسے لے لیا گیا۔

چونکہ ترکوں سے ہتھیار لے لئے گئے تھے۔ اور اُن کی فوجوں کا بڑا حصہ پراگندہ کر دیا گیا تھا۔ اِسلئے آسانی کے ساتھ یونانیوں نے سمرنا میں فوجیں اُتار دیں۔ اور مسلمانوں پر نہایت دل دکھانیوالے مظالم شروع کر دے۔ جن سے تنگ آکر خلیفۃ المسلمین نے ایک یوروپین نامہ نگار سے اِس داستان درد انگیز کو اسطرح بیان فرمایا۔

”گورنمنٹ کے قصور کا کفارہ اِسطرح کیوں ہو۔ کہ یونانی سپاہ اور یونانی باشندے جنکے مظالم الشنت از بام ہیں۔ ایشائے کوچک کے ہزارہا معصوم بچوں اور امن پسند

باشندوں پر ظلم کریں۔ اور اُنھیں لوٹیں۔ یا اُن کی عورتوں کی عصمت دری کریں۔ اور اُنکے شہروں کو جلائیں۔ اسی وجہ سے ترکوں میں جوش اور مایوسی بڑھ رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک نئی جنگ شروع ہو گئی ہے۔ لیکن التوائے جنگ کی شرائط کے ماتحت یونانیوں کا تحفظ کیا جا رہا ہے (حالانکہ ان سے ہماری لڑائی بھی نہیں تھی) اور ہمیں اُنکے مظالم کے بچاؤ سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی ہم التوائے جنگ کی بنیاد پر بے ہتھیار ہیں۔ اور ہماری افواج منتشر کر دیگئی ہیں۔ اس لئے کہ اس سے پہلے کی صورت حالات اور بھی بدتر ہو جائے۔ یورپ کی طاقتوں کا فرض ہے کہ وہ اس قصابی کو روکیں۔"

متذکرہ بالا بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ترکی گورنمنٹ اور خود سلطان المعظم کس قدر صلح کانفرنس کا فیصلہ متعلقہ ترکی سننے کے لئے حیران تھے۔ چنانچہ وزیر اعظم ترکی نے پریذیڈنٹ کمیشن کے پاس درخواست کی کہ کمیشن مذکورہ کو بہت جلد اپنی رپورٹ تیار کرنے کا حکم دیا جائے تاکہ ڈیلیگیشن کی طلبی کی جلد اُمید ہو سکے ہائی کمشنر نے وزیر اعظم کو اطلاع دی کہ ترکی کے ساتھ جلد صلح کی جائے گی پہلے یہ اعلان ہوا کہ دوسری کانفرنس صلح ۵ جنوری ۱۹۲۰ء کو شروع ہو گی اس اثنا میں ترکی کے ساتھ صلح کے مسئلہ پر ابتدائی گفتگو ہوتی رہی۔ تاکہ اس کا حل آئندہ کانفرنس میں کیا جائے۔

۵ جنوری کی بجائے ۱۳ فروری ۱۹۲۰ء کو سپریم کونسل کا اجلاس ہوا جسمیں پھر ترکی صلحنامہ پیش ہوا۔ ایڈریاٹک اور دیگر مسائل پر بحث ہوتی رہی۔ اور شرائط فی الجملہ طے پا گئیں۔ ایک اور امر زیر بحث تھا۔ کہ ترکوں کو قسطنطنیہ میں رہنے دیا جائے یا نہ۔ اسکے متعلق کانفرنس صلح نے یہ فیصلہ کیا کہ ترکوں کو قسطنطنیہ میں ہی رہنے دیا جائے۔ اگر مزید قتل وقوع میں آیا۔ تو اس میں تبدیلی کرنی ناگزیر ہو گی ساتھ ہی اسکے یہ بھی فیصلہ ہوا کہ سلطان المعظم بھی قسطنطنیہ میں ہی رہینگے۔ لیکن بر اعظم پر شدید بری اور بحری حکومت قائم کیجائیگی۔ بری اور بحری حکومت کا فیصلہ ماہرین فن پر چھوڑا گیا

ابھی شرائط صلح شائع بھی نہیں ہوئی تھیں۔ کہ برطانوی بحری فوجیں قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر گئیں۔ اور انہوں نے ۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء کی صبح کو شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس قبضہ میں اتحادی اور بالخصوص برٹش جنگی جہازوں نے نمایاں حصہ لیا کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ شہر خاموش تھا۔ تمام اتحادی افواج اور تیرہ جنگی جہازوں نے قبضہ میں حصہ لیا۔ برٹش جہازوں نے چار ہزار بحری آدمی اتارے جن کی توپوں کی شست استنبول پر باندھی گئی۔ ایک اور برٹش جنگی جہاز نے اسلحہ خانہ کے بالمقابل جگہ لی۔ اور باسفورس میں دوسرے جنگی جہازوں کو کارروائی کیلئے تیار کیا گیا۔ اس تجویز سے اہل قسطنطنیہ میں مقابلہ کی ہمت نہ رہی۔ اور خاموشی سے اتحادیوں کے ماتحت ہو گئے۔ اتحادی امن اور صلح کے ساتھ قسطنطنیہ میں ۱۶ مارچ کو داخل ہو گئے۔ اور فوجی قبضہ کر لیا۔

قبضہ کے وقت اتحادیوں نے ایک اعلان بدیں مطلب شائع کیا۔ کہ اتحادیوں کی پُرسکون پالیسی کے باوجود قوم پرستوں کی مسلسل دست برد اور مقابلہ کی پالیسی نے اتحادیوں کو فوجی قبضہ پر مجبور کر دیا ہے۔ تاکہ شرائط صلح کی تکمیل کرائیں۔ قبضہ عارضی ہے۔ اور سلطان کے خلاف نہیں۔ بلکہ تمام ممکن اطراف میں اُسکی عثمانی حکومت کی نگرانی کے لیے اس سے ایک کمک سمجھنا چاہیے۔ قتل یا دوسری شورش پیش آنے کی صورت میں قبضہ کو غیر متعین زمانہ تک وسعت دیجا سکتی ہے۔ قبضہ میں یہ کوشش مخفی ہے۔ کہ ترکوں کو سلطان کے احکام کے ماتحت عثمانی خوشحالی کے بحال کرنے کیلئے جمع کیا جائے۔

قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ کے بعد اتحادیوں نے باب عالی کو لکھا کہ مصطفیٰ کمال پاشا اور اُن لوگوں سے اپنی بے تعلقی اور نفرت کا اظہار کرو۔ جو قوم پسندی کی تحریک کے علمبردار ہیں۔ جو زیادتیاں بالخصوص کلیشیا میں رونما ہوئی ہیں۔ اُنکے یہ لوگ ذمہ دار ہیں۔ اگر پھر انکا اعادہ ہوا۔ تو شرائط صلح اور بھی سخت کر دیجائینگی۔ اور جو مراعات دیجا چکی ہیں۔ واپس لے لی جائیں گی۔ اور جب تک شرائط صلح کی تکمیل نہ ہوگی

قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ رہے گا۔ علاوہ اسکے اتحادیوں نے وزارتِ جنگ اور وزارت بحری پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور ان محکموں سے بڑا انتظام سرزد ہوتے تھے۔ آئینی احتساب قائم کر دیا گیا۔ ڈاک، تار اور ٹیلیفون کے محکموں پر فوجی نگرانی بڑی سختی کے ساتھ کی گئی۔ اور محکمہ پولیس پر انگریزی سیادت قائم ہو گئی۔ اس احتساب اور نگرانی کی وجہ سے پانچ روز تک محکمہ واقعات کو کوئی تار نہ پہنچا اور نہ ہی حکومت کوئی ہدایت صوبوں کے گورنروں کے پاس بھیجنی ممکن ہو سکی۔

صدرِ اعظم نے قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ کے متعلق اتحادی ہائی کمشنروں کے پاس صدائے احتجاج بلند کی۔ اور کہا کہ قسطنطنیہ میں نہ اتحادیوں کی سلامتی خطرہ میں ہے۔ اور نہ ہی کوئی فتنہ و فساد وقوع پذیر ہوا ہے۔ اور نہ ہی احتمال ہے۔ پھر اس فوجی قبضہ کی علت غائی حکومت سمجھنے سے قاصر ہے۔ سلیشیا کے واقعات کے متعلق وزیر اعظم فرید پاشا نے لکھا کہ ولایت عائدین پر یونانی سپاہ نے ناجائز قبضہ کر کے ایسے ایسے ہولناک مظالم توڑے جنکی نظیر نہیں ملتی۔ بس یہی باتیں محبان وطن کی تحریک کا اصلی باعث ہیں۔ علاوہ بریں اسوقت آرمینیا کی ایک عظیم مملکت کے قیام اور بندرگاہ سمرنا پر یونانی تسلط نیز اس قسم کے دیگر واقعات اور افواہوں تحریروں سے جو اندیشہ اور جوش پھیلا۔ اس سے محبان وطن کی تحریک ایشیائے کوچک کے بیشتر حصہ میں وسعت پذیر ہو گئی۔ اسکے بعد وزیر اعظم نے کہا کہ حکومت کو اس تحریک سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی اسکے بس میں ہے۔

۱۶ مارچ کے روز ہی اتحادی سپاہیوں نے قسطنطنیہ میں فوجی سنتریوں کی چوکیوں میں گھس کر زیادتیاں شروع کر دیں۔ کچھ سپاہی مجروح ہوئے۔ اور کچھ شہید ہوئے۔ علاوہ ازیں اس روز باجہ والے بھی انکے فائر سے نہ بچ سکے حالانکہ انھوں نے عذر کیا کہ ہم معمولی باجے والے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی اسلحہ نہیں۔ نہ ہی کوئی مدافعت کا سامان ہے۔ مگر کسی نے نہ سنا۔ اور فائر جاری رہے۔ تین باجے والے شہید اور دو مجروح ہوئے۔ باقیماندہ باجے والے یا تو زمین پر گر گئے

یا قبضہ کر چکے تھے۔ علاوہ ازیں [illegible] کے کمانڈنگ افسر اور سکرٹری گرفتار کر لیے گئے۔

آج صبح ایک اور منظر [illegible] شہر میں آیا۔ وہ یہ کہ ہز ہائینس شہزادہ توفیق آفندی جو شاہی خاندان سے ہیں۔ اور ان کی [illegible] کو اتحادی افسر گرفتار کر کے ایک جنگی جہاز پر لے گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے ذریعہ سے اعلیٰ حضرت سلطان المعظم کے شاہی حقوق پر ایک سخت حملہ کیا گیا۔ حالانکہ دول عظیم نے صاف طور پر کہا تھا کہ شاہی فرمان کا احترام کیا جائے گا۔ اسی روز حسین رؤف بے اور رافت بے شب کے سوا آٹھ بجے گرفتار کر لئے گئے۔ عثمانی پارلیمنٹ کے رکن محمود پاشا بھی گرفتار ہوئے۔ علاوہ ازیں اور بہت سے اعلیٰ افسر اور سیکڑوں گرفتار ہوئے۔

اسکے علاوہ دول متحدہ کے فوجی حکام نے احکام صادر کیے کہ قسطنطنیہ میں ترکی سپاہ کے ہتھیار چھین لیے جائیں۔ اسکے متعلق ہز ایکسیلنسی صالح پاشا نے برطانوی ہائی کمشنر کو لکھا کہ اعلیٰحضرت سلطان المعظم ہر جمعہ کو شہر کی ایک مسجد میں ادائے نماز کے لئے تشریف لیجاتے ہیں۔ یہ مذہبی نوعیت کی تقریب ہے۔ اور روایات کا تقاضا ہے کہ جس راستے سے سلطان المعظم گذریں۔ اس راستہ پر سپاہ ان کا فوجی احترام بجا لائے۔ اگر اس سرکاری اطلاع کے منشا کے بموجب جو کہ برطانوی ہائی کمشنر والا نے دارالحکومت کے اخبارات میں شائع کرائی تھی۔ ایتلاف ثلاثہ کی عظیم دول اعلیٰحضرت سلطان المعظم کے تمام حقوق کا احترام کرنا چاہتی ہے۔ تو ضروری ہے کہ اس سپاہ کے پاس ہتھیار رہنے دیئے جائیں۔ کیونکہ خلیفہ کے اختیارات یا حقوق میں کسی قسم کی دست اندازی سے اہل اسلام کے محبوب ترین اعتقادات کو سخت صدمہ پہنچیگا۔

ہز ایکسیلنسی نے لکھا کہ چونکہ کل جمعہ ہے اسلئے فوجی حکام کو ہدایت کی جائے کہ مذکورہ بالا سپاہ سے ہتھیار نہ لئے جائیں۔ تاکہ سلاملک کی رسم و رواج کے مطابق عمل میں آئے۔

الغرض قسطنطنیہ میں اتحادی قبضہ کے بعد ترکوں اور خود سلطان المعظم پر مختلف قسم کے مصائب نازل ہوتے رہے۔ جسقدر قوم پرست افراد تھے۔ اکثر اپنی جان بچاکر چلے گئے۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا سے جا ملے۔ جو اناطولیہ کی پتھریلی زمینوں میں اپنی قومی آبرو کو قائم رکھنے کیلئے جد وجہد کر رہے تھے۔ فوجی عدالتیں قائم ہوگئیں جنھوں نے چن چن کر قوم پرست احرار ترکوں کو باضابطہ پھانسیاں دلوائیں احرار ترکوں کو مالی وجانی نقصان پہنچانے کی مختلف تدابیر اختیار کیگئیں۔ ایک کمیشن نے انور پاشا۔ نور الدین پاشا۔ جمال پاشا وغیرہ پر موت کا فتویٰ صادر کر دیا۔ ایک اور کورٹ مارشل نے اس حیلہ سے کہ سلطان عبدالحمید خان مرحوم کی معزولی کے وقت قصر یلدیز کو شک کو ان لوگوں نے لوٹا تھا۔ حکم دیا کہ انور پاشا۔ طالب پاشا شفقت طاغوتہ پاشا اور دیگر اعلیٰ افسروں اور چند ممبران پارلیمنٹ کی جائیدادیں منقولہ اور غیر منقولہ اور بنک میں جمع کردہ روپیہ سب ضبط کر لیا جائے۔ اس خبر سے قسطنطنیہ میں بڑی سنسنی پھیل گئی۔ ایک اور کورٹ مارشل نے مصطفےٰ کمال پاشا اور اُسکے ہمراہیوں کو موت کا حکم صادر کر دیا۔

قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ جم گیا۔ جو اتحادیوں کا مقصد تھا۔ وہ پورا ہو گیا۔ اس قبضہ کے متعلق مسٹر بونر لا نے دیوان عام میں کہا کہ قسطنطنیہ کے عام نظم ونسق کو اپنے ہاتھ میں نہ لیا جائے گا۔ بلکہ صرف جنگی اور بحری وزارتوں پر قبضہ کیا جائے گا۔ اور ڈاکخانہ اور تار اور باسفورس کی جہازرانی پر اتحادی افسروں کی نگرانی رہیگی۔

ابھی تک شرائط صلح پیش نہیں ہوئیں۔ صرف تجزیہ تقسیم کو ہی مکمل کیا گیا ہے جب یہانتک نوبت پہنچی۔ کہ آہستہ آہستہ تمام ٹرکی تقسیم ہوگئی۔ اور باسفورس اور قسطنطنیہ پر بھی اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو پھر قسطنطنیہ کے ہائی کمشنران نے باب عالی کو لکھ بھیجا کہ پیرس میں ۱۰ رمئی ۱۹۲۰ء کو ایک جلسہ ہونیوالا ہے۔ اسمیں معاہدہ صلح لینے کیلئے نمائندے بھیجے جائیں۔ پس نمائندے پیرس میں گئے۔ سان ریمو کونسل اعلیٰ نے معاہدہ ٹرکی کے ملکی فقرات پر دوبارہ بحث کر کے لی۔ وہیں ٹرکی کی سرحد

مقرر کر دی۔ کونسل نے یونس پاشا کا بھی بیان سنا۔ جس نے آرمینیوں کے نقطۂ نگاہ کی وضاحت کی۔

ایم ملرینڈ نے دوران مکالمہ میں بیان کیا کہ سان ریمو کانفرنس نے موجودہ کمیشن کو موقوف کر کے ایک جدید کمیشن بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جو ٹرکی کے مالی معاملات کا فیصلہ کرے گی۔

بانیان صلح نے جو سان ریمو میں جمع ہوئے تھے۔ ٹرکی کے متعلق آخر اپنا خونی فتویٰ صادر کر دیا۔ برطانیہ کو عراق اور فلسطین کی حکمبرداری دیگئی۔ فرانس کو شام کی حکمبرداری سپرد ہوئی۔ سمرنا اور تھریس یونان کے حوالے کر دیا گیا۔ آرمینیا کو آزاد کر دیا گیا۔ قابل حجبوں نے ٹرکی کے ٹکڑے چھانٹ کر اپنے لئے رکھ لئے۔ اور ٹرکی کو زرخیز علاقوں سے محروم کر دیا گیا۔

اب ہم اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ ٹرکی کی شرائط صلح ناظرین کے سامنے بغرض ملاحظہ پیش کریں۔ ٹرکی کا معاہدہ صلح سفیر خارجہ کے کلارک روم میں ایم ملرینڈ جو اسوقت صدر تھے۔ اور ممتاز اتحادی مدبرین کی موجودگی میں ترکی سفارت کو حوالہ کر دیا گیا۔ ایم ملرینڈ نے سفارت ٹرکی کو آگاہ کیا۔ کہ انھیں اظہار کے لئے ایک مہینہ کی مہلت دیجاتی ہے۔ توفیق پاشا نے معاہدے کو کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پکڑا۔ اور لرزتی ہوئی آواز کے ساتھ مختصر الفاظ میں اس کو تسلیم کیا۔ اور یہ کل کارروائی پانچ منٹ کے اندر ختم ہو گئی۔ ٹرکی کی شرائط صلح ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

معاہدہ صلح ۱۳ حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں لیگ اقوام کا معاہدہ ہے۔ دوسرے میں سرحدوں کا تذکرہ ہے۔ اور تیسرے میں سیاسی شرائط مذکور ہیں۔

ترکی سرحدیں

(الف) ٹرکی کی مغربی یا یورپی سرحد بلنگ سے شروع ہو کر کلیکیٹیا پر لشبول اس مقام سے ختم ہو گئی۔ اسطرح ٹرکی میں جھیل درکوس استرنجا اور خطوط شتالجہ بھی شامل ہونگے۔

(ب) مشرقی سرحدیں۔ ولایات طرابزون۔ ارض روم اور تفلس اور وان میں

ترکی اور آرمینی سرحدوں کا فیصلہ صدر جمہوریہ امریکہ کے اختیار میں چھوڑا جائیگا۔ ترکی اور آرمینیا اور دیگر بڑے بڑے فریق اس فیصلہ کو مانتے ہیں اور ایک آزاد ریاست آرمینیا کیلئے سمندر کا راستہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

(ج) جنوبی سرحد دریائے جیہون کے دہانہ سے یوراٹتی۔ اترمانیہ۔ عین تاب عرفہ جزیرہ ابن عمر (تمام خود بھی شامل ہیں) اور وہاں سے کجری داغ پر ایرانی سرحد کی طرف جاتی ہے۔ سمرنا یونانی حکومت کا ایک حصہ ترکی سیادت کی ماتحت ہوگا۔ اور اسکی سرحد تخمیناً آخ حصار اور ادمیش کے بیچوں بیچ جائیگی۔

سیاسی شرائط

(۱) ترکی حکومت کے حقوق یا القاب میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ تاہم اس شرط میں تبدیلی کا حق محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اگر ترکی نے ایمانداری سے شرائط صلح کو پورا نہ کیا۔

(۲) آبنائے باسفورس کے متعلق بحیرہ اسود۔ دہانہ باسفورس اور بحیرہ روم۔ دہانہ درہ دانیال اور نیز مرمرہ دہانوں سے تین میل کے فاصلہ پر اور تین ساحلوں پر جہانتک کہ ضرورت ہو ان سب پر ایک کمیشن حکومت کریگی۔ جس کا فرض یہ دیکھنا ہوگا کہ جنگ و امن میں جہازرانی کھلے طور پر ہوتی ہے۔

وہ طاقتیں جو شرائط میں شامل نہیں ہیں۔ ان پر ترکی علاقے میں عدالتی اختیار ترکوں کو حاصل ہوگا۔ یونانی علاقہ کا یونان کو۔ اور شرائط میں شامل طاقتوں کا تو قنصلوں کی عدالتوں کو۔

کردستان

اس تاریخ سے لیکر عرصہ چھ ماہ کے اندر اندر جس سے یہ معاہدہ نفاذ پذیر ہوتا ہے۔ دریائے فراط کے مشرقی علاقہ میں جس میں زیادہ تر کرد آباد ہیں۔ لوکل سیلف گورنمنٹ (حکومت خود اختیاری) کی سکیم پر ایک کمیشن غور کریگی۔ جس کو فرانس۔ اطالی۔ اور برطانی حکومتیں مقرر کرینگی۔

کمیشن قسطنطنیہ میں اپنے اجلاس کریگی۔ اس سکیم میں سیریائی اور دیگر مذہبی و قومی قلیل التعداد جماعتوں کی حفاظت پورے طور محفوظ رکھی جائیگی۔ اور اس

غرض کیلئے کردوں۔ ایرانیوں۔ اطالیوں۔ فرانسیسیوں اور برطانی نمائندوں کی متحدہ کمیشن مقرر کی جائیگی۔ تاکہ وہ زیر بحث معاملات کو دیکھے۔ اور فیصلہ کرے۔ لیکن اگر مذکورہ بالا طبقہ کے کرد اس تاریخ سے لیکر ایک سال کے عرصہ میں جب سے یہ معاہدہ نفاذ پذیر ہوتا ہے۔ لیگ اقوام کی کونسل سے درخواست کریں۔ اور اس بات کی تسلی بخش شہادت دیں۔ کہ اس رقبہ کی اکثر آبادی کی خواہش ترکوں سے علیحدہ ہونے کی ہے۔ اور اگر یہ کونسل خیال کرے کہ لوگ حکومت خود مختاری کے قابل ہو گئے ہیں۔ اور سفارش کرے کہ ترکی حکومت سے اُن کو خود مختاری مل جائے۔ ترکی پہلے ہی سے اس بات پر رضامند ہے کہ وہ کونسل کی سفارش پہ عمل کرے گی۔ اور تمام حقوق واختیارات جو اُسے اس علاقہ میں حاصل ہیں چھوڑ دیگی۔ مگر ایک علیحدہ اقرارنامہ جو حوالگی کی تفصیل کے متعلق ہوگی اور بڑی بڑی متحدہ طاقتوں کے درمیان تجویز کیا جائیگا۔ جن کے دستخط موجودہ معاہدہ پر ہیں اگر اسوقت جب کہ یہ حوالگی واقع ہو۔ اور کرد جو کردستان کے اس علاقہ میں رہتے ہیں۔ جو موصل کی ولایت کا ایک خاص حصہ ہے۔ کردوں کی ریاست میں شامل ہونے کی خواہش کریں۔ جس کو نیا حق خود اختیاری ملا ہے۔ تو بڑی بڑی متحدہ طاقتوں کو اُنکے اس ریاست میں شامل کئے جانے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

ادرنہ

چونکہ یہ شہر مذہب۔ نسل۔ زبان میں اکثر نواحی آبادی سے مختلف ہے یونان ایک علیحدہ معاہدہ صلح میں ایسی شرائط لگانے سے متفق ہے۔ جو اُسکے باشندوں کے مفاد کی حفاظت کیلئے ضروری سمجھا ہوں۔

فلسطین۔ عراق عرب۔ شام

امداد کے متعلق اُنکی درخواست اور حکمبردار طاقتوں کی جانب سے انتظامی مشورہ کی بنا پر جب تک کہ وقت نہ آجائے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے ہیں۔ فلسطین۔ عراق عرب اور شام۔ عارضی طور پر خود مختار ریاستیں تسلیم کیجائیں گی۔ فلسطین کی حکمبرداری اس اعلان کو عمل میں لانے کی ذمہ دار ہو گی۔ جو برطانی حکومت نے ۸ نومبر ۱۹۱۷ء کو

یہودیوں کیلئے ایک قومی مسکن کے قیام کی نسبت کیا تھا۔

ایک آزاد اور خودمختار ریاست کے طور پر تسلیم کیا جانا حجاز کے حق میں منظور کیا گیا ہے۔ شاہ حجاز نے ایک عہد کیا ہے کہ ہر ایک ملک کے حاجی کو مکہ اور مدینہ میں آزادی اور آسانی سے داخلہ کا یقین دلایا جائے گا۔

مصر۔ سوڈان

ٹرکی مصر کے تمام حقوق و اختیارات سے دست بردار ہو جائے۔ ٹرکی نے مصر پر جو قرضہ لیا ہوا ہے۔ اسکی ذمہ داری سے برطانیہ ٹرکی کو سبکدوش کرتا ہے۔ ترکی رعایا جو مصر میں ۵ ر نومبر ۱۹۱۴ء سے مقیم ہے مصری شمار ہونگے۔ اور اسکے بعد ٹرکی کی رعایا نہیں رہیں گے۔

جزیرہ قبرص کے الحاق کی توثیق کیجاتی ہے۔

ٹرکی ٹیونس اور مراکش پر فرانسیسی حکومت محروسہ کو تسلیم کرتی ہے۔

بحیرہ مجمع الجزائر اور لیبیا پر ٹرکی کو جو حقوق اور مراعات حاصل تھیں وہ اُن سے دستکش ہوتی ہے۔

ٹرکی جزائر دودکینش کے تمام حقوق اور اختیارات جو اٹلی کے تصرف میں ہیں اُن سے اٹلی کے حق میں دست کش ہوتی ہے۔

اتحادی طاقتوں اور ریاستوں کے درمیان جو عام عہد و پیمان یا معاہدات موجودہ عہد نامہ صلح کے ماتحت ہوئے ہیں۔ یا ہو چکے ہیں۔ ٹرکی اُن کو تسلیم کرتی ہے۔ .... ان عہد ناموں میں جو سرحدیں قائم کیگئی ہیں ٹرکی اُن کو بھی تسلیم کرنی ہے۔

کمزوروں کی حفاظت

اپنی آزادی دوبارہ حاصل کرنیکے بعد جب تک وہ بخوشی مذہب اسلام قبول کرنیکے ضروری رسوم پورے نہ کریں تمام وہ لوگ جو یکم نومبر ۱۹۱۴ء سے پہلے غیر مسلمان تھے۔ غیر مسلمان سمجھے جائیں گے مجلس اقوام مخلوط کمیشن مقرر کریگی۔ جس کے پاس مظلوم لوگ یا اُنکے خاندان یا رشتہ دار شکایات پیش کر سکتے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۵ء کا متروک جائدادوں کا قانون منسوخ کیا گیا ہے

ٹرکی یہ اپنے ذمہ لیتا ہے کہ کمیشنوں کے فیصلوں کی تعمیل ہوگی۔

ترکی فوج

بحری۔ فوجی۔ اور ہوائی طاقت کی شرائط صلح سپاہ جسے ٹرکی کام میں لاسکتی ہے۔

(۱) سلطان کا باڈی گارڈ ۷۰۰۔

(۲) قلیل التعداد جماعتوں کی حفاظت۔ اندرونی امن کے قیام کیلئے جنڈا آ

(۳) خاص عناصر جنہیں سے جنڈارمہ کو کمک پہنچائی جائے گی۔ (۲ و ۳) کی میزان پچاس ہزار سے نہیں بڑھے گی۔

ٹرکی بیڑہ سات جہازوں اور چھ تارپیڈو کشتیوں سے نہیں بڑھے گا بحری یا بری ہوائی طاقت کا رکھنا ممنوع ہے۔ ترکی بندرگاہوں میں جس قدر جنگی جہاز نظر بند ہیں۔ ان سب کی اطاعت تسلیم کرلی گئی ہے۔ ان واقعات کی تکمیل کے لئے ایک بین الاقوامی کمیشن مقرر کیا جائے گی۔

اسیران جنگ اور قبریں

اسیروں کی واپسی کیلئے ہر ایک آسانی منظور کی گئی ہے۔ جس جگہ اتحادی سپاہیوں کی قبریں ہیں۔ وہ اٹلی برطانیہ اور فرانس کو منتقل کردی جائے گی۔

تعزیرات

ترکی حکومت ان تمام اشخاص کو جو جنگ کے قوانین و آئین کی خلاف ورزی کے ملزم ہیں۔ دول متعلقہ کے سپرد کردیگی تاکہ ملزمین کے مقدمات کی سماعت اس سلطنت کی فوجی عدالتوں میں ہوگی جنکی رعایا کے کسی شخص کے خلاف ارتکاب جرم کیا گیا ہو۔ ملزمین کو بغرض صفائی اپنی مرضی کے وکلا کے انتخاب کا حق حاصل ہے۔ گورنمنٹ ٹرکی ان اشخاص کی حوالگی کا بھی ذمہ لیتی ہے۔ جو قتل عام کے واقعات کے ذمہ دار قرار پائینگے۔ اور انکی سپردگی ضرور ہوگی۔

مالیات

جنگ سے پیشتر ترکی حکومت پر کوئی ۱۶۳ ملین قرضہ تھا۔ اور جنگ کے بعد ۴۰۲ ملین کا اندازہ کیا گیا ہے۔ عثمانی حکومت کے قرضہ کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ سے پیشتر حکومت ٹرکی اس کو تسلیم کرتی تھی کہ مالی نگرانی کی

سخت ضرورت ہے۔ اور اب تو اس کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ ترکی کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ قرضہ کا بیش از جنگ کے ایک حصہ کا باران حکومتوں پر جن کا قیام ترکی کی قطع و برید سے ابتداءً عمل میں آیا ہے۔ مقبوضہ علاقہ جات پر ڈالا جائے گا۔

اقتصادیات

دول متحدہ کی رعایا کے اشخاص کی اُن کمپنیوں کو جن کی حقوق کی محافظ دول متحدہ ہیں۔ جو رعائتیں ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء سے پہلے حاصل تھیں۔ بلا کم و کاست سپرد کیجائیں گی۔ تاکہ انھیں وہی ترجیحی حقوق حاصل ہو جائیں جو ابتداءً حاصل تھے۔ دول متحدہ کی رعایا کے اشخاص اور ان کمپنیوں کو جنکے حقوق کی محافظ دول متحدہ ہیں۔ جو رعائتیں ترکی حکومت یا ترکی مقامی احکام نے ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء سے پیشتر اُن علاقوں کو دی تھیں۔ جو ترکی سے علیحدہ کر لئے گئے ہیں۔ اُن پر کسی بڑی اتحادی حکومت کی سرپرستی قائم کیجائے گی۔ وہ اپنے حاصل کردہ حقوق سے پورا پورا فائدہ اُٹھاتے رہیں گے۔ اور جو وعدے اُن سے گئے ہیں۔ اُنکا ایفاء عمل میں آئے گا۔ یا دول متعلقہ اُنکے مساوی اقرارات اُن سے کرین گے۔ لیکن دول متعلقہ اپنے لئے اس حقوق کو محفوظ رکھتی ہیں کہ اگر وہ اس قسم کے اقتصادی حقوق کے برقرار رہنے کو مصالح عامہ کے خلاف سمجھیں۔ تو انہیں سے ہر ایک حکومت ایسے حقوق کو خود خرید لے۔ یا ایسے حقوق میں کمی کر دے۔ اور اس کا واجبی معاوضہ ادا کر دے۔

ہوائی جہاز رانی۔ ریلوے بندرگاہیں۔ آبی گذرگاہیں

دول متحدہ کے ہوائی جہازوں کو ترکی کی فضا سے گذرنے اور زمین پر اُترنے کیلئے مندرجہ ذیل بندرگاہیں بین الاقوامی قرار دیجاتی ہیں اور یہ گنجائش رکھی جاتی ہے۔ کہ ہر بندرگاہ میں جداگانہ قومی رقبے معین ہوں۔ اسکندرونہ۔ بصرہ۔ باطوم۔ قسطنطنیہ۔ دیدی غاچ۔ حیفہ۔ حیدر پاشا سمرنا۔ طرابزون۔

مزدوروں کے متعلق

ترکی اس بین الاقوامی معاہدہ کو تسلیم کرتا ہے جو جماعت مزدوران کے متعلق ہوا ہے۔

متفرقات

ترکی اس امر کا بھی ذمہ لیتا ہے۔ کہ وہ آثار قدیمہ کے متعلق ایک نیا قانون جاری کریگا۔ اِسکے متعلق اسمیں خاص خاص شرائط تسلیم بھی کر لیا ہے۔

توفیق پاشا نے یہ شرائط قسطنطنیہ میں بھیجدیں۔ اور خود وہیں رہا۔ لیکن جب یہ شرائط قسطنطنیہ میں پہنچیں تو انھوں نے وہاں عجب ہی دردناک اثر پیدا کیا۔ جس کے متعلق لنڈن کے اخبار ڈیلی ایکسپریس کے قسطنطنوی نمایندے کا مراسلہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے:۔

آج استنبول میں ماتمی جمعہ ہے۔ اعضائے حکومت عثمانیہ اور ہر جماعت اور ہر طبقے کے ترک نماز ادا کرنے گئے۔ مگر تصویر یاس وغم بنے ہوئے تھے۔ توفیق پاشا نے ایک مختصر سے مراسلہ میں شرائطِ صلح درج کر کے بھیجی تھیں۔ یہ شرطیں کل شب وزیر اعظم کو موصول ہوئیں۔ اور ان کی سختی سے ترکانِ آلِ عثمان کے قلوب پر حزن واندوہ کی ایک گھٹا چھا گئی۔ یہ گھٹا باسفورس سے لے کر یلدیز کوشک تک پھیلی ہوئی تھی۔ جہاں اہل دربار پیکر غم والم بنے ہوئے یہ کہتے سُنے جاتے تھے۔ کہ دولتِ عثمانیہ کی تاریخ میں آج رسم سلاملک سب سے زیادہ غم آلود ہے۔

سلطان المعظم معمول سے زیادہ کہن سال اور تھکے ماندے نظر آتے تھے۔ اور چہرہ پر درشتی اور خشونت برس رہی تھی۔ آپ حسب معمول رونق افروز مسجد ہو کر مراجعت فرما ہوئے۔ لیکن باقی تمام رسمیں چھوڑ کر شرائط صلح اور اپنی مملکت کے مستقبل قریب پر غور وخوض کرنے میں مصروف ہو گئے۔

مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حضرت سلطان المعظم نے پر زور الفاظ میں اپنے عزم شاہانہ کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ عہدنامے کی موجودہ شرائط کو آپ ہرگز تسلیم

نہ فرمائیں گے۔ اور اگر شرائط صلح میں ترمیم نہ ہوئی۔ تو آپ مسند خلافت سے دستکش ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ واقعہ پیش آیا۔ تو شہزادہ ولیعہد بہادر بھی مسند نشین خلافت نہ ہونگے۔ تاکہ اس طور پر دنیائے اسلام کو دول متحدہ پر دباؤ ڈالنے کا موقع مل سکے۔

سرکاری اور غیر سرکاری حلقوں میں ترکوں کیطرف سے اس حقیقت کا اعتراف ہو رہا ہے۔ کہ آخر وقت تک انہیں دول متحدہ کے ارادوں کے متعلق یہی خیال تھا کہ تھریس اور سمرنا کے بارے میں جو تجاویز اُن سے منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ مبالغہ آمیز ہیں۔ لیکن اب اصلی حال کھلنے پر ترکوں کے قلوب کی یہ کیفیت ہے کہ گویا آسمان سے اُن پر بجلی گر پڑی۔ خود حکومت کے وہ اعضا بھی جو مصطفےٰ کمال پاشا کی مخالفت کے مدعی تھے۔ اب یہ مخالفت چھوڑ بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیرس میں جو فیصلہ ہوا ہے۔ اُس پر اثر ڈالنے کی اُمید رکھنا ایک توقع لاحاصل ہے۔ آج وہ کھلم کھلا کہہ رہے تھے کہ غلطی ہماری تھی۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا بالکل سچا تھا۔ ترک جابجا کہہ رہے ہیں۔ کہ قسطنطنیہ میں سیاہ جھنڈے نمایاں کرنے چاہئیں۔ اور جلسے منعقد کرنے چاہئیں۔ جنمیں شرائط صلح کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جائے۔

بعد ازاں ان شرائط پر غور کرنیکے لئے ایک کمیشن مقرر ہوئی۔ جسکے صدر شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔ بحث مباحثہ کے بعد اس کمیشن نے شرائط کا جواب تیار کیا۔ اسمیں آرمینیا اور حجاز کی خودمختاری اور ٹیونس پر فرانسیسی قبضے کو تسلیم کر لیا گیا۔ مصر اور جزائر ایجین سے دست برداری کا اعلان کیا گیا۔ شام۔ عراق عرب اور فلسطین کی خودمختاری اور نہر سویز۔ سوڈان اور قبرس پر برطانی حقوق کو تسلیم کیا گیا۔ آبنائے کو کھولنے پر بھی رضامندی ظاہر کی گئی۔ لیکن یہ التجا کیگئی کہ اقتدار سلطنت ویسا ہی رہے۔ جیسا نہر سویز کے لئے عہدنامہ قسطنطنیہ ۱۸۸۸ء میں معین کیا گیا تھا۔ تھریس اور سمرنا کے متعلق جو شرائط ہیں۔ اُن پر اعتراض کیا گیا

اور علاقہ سمرنا سے یونانیوں کے اخراج کا مطالبہ کیا گیا۔ فوج کی تخفیف اور مالی نگرانی کے کمیشن کے تقرر پر رضامندی ظاہر کیگئی۔

قسطنطنیہ دار الخلافہ ٹرکی کی حیثیت برقرار رکھنے پر اطمینان ظاہر کیا گیا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی جو شرائط و قیود عاید کیگئیں اور ٹرکی کو آبنائے کی کمیشن سے خارج کر دیا گیا تھا۔ ان امور پر صدائے احتجاج بلند کیگئی۔ اور اعلان کیا گیا کہ جو اختیارات کمیشن کو عطا کئے گئے ہیں۔ ان سے حکومت عثمانیہ کے شاہانہ حقوق میں خلل پڑتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ معاہدہ صلح کی بعض دفعات میں جو یہ درج کیا گیا ہے کہ ایک خاص علاقے کے اندر تمام احکامات منہدم کر دئے جائیں۔ اور اس علاقے پر دول متحدہ کی فوجیں قبضہ کر لیں۔ اس سے ٹرکی کے حقوق شاہانہ ور امن و انتظام کی براہ راست توہین ہوتی ہے۔ مطالبہ کیا گیا کہ مقبوضہ علاقہ کے طول و عرض میں تخفیف کر دیجائے۔ آبنائے کی کمیشن میں ترکی مندوبین بھی مقرر کئے جائیں۔ ارمنی علاقہ پرانی ترکی روسی سرحد سے متجاوز نہ ہو۔ اور کردستان شام اور عراق عرب کی سرحد قائم کرنیکے لئے ایک بین الاقوامی تحقیقاتی کمیشن قایم ہونی چاہیے۔

اسکے ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی تسلیم کر لیا گیا۔ کہ اماکن مقدسہ پر حضور سلطان المعظم کے اختیارات و حقوق کا بحیثیت خلیفۃ المسلمین احترام کیا جائے۔

جب یہ یادداشت اتحادیوں کو پہنچی تو اسکے جواب میں اتحادیوں نے تھریس سمرنا۔ سرحد شام یا آرمینیا کے بارے میں ردوبدل کرنے سے انکار کیا۔ آبنائے باسفورس کی رجمنٹ کی نسبت جواب میں بڑے زور سے کہا گیا کہ اس بات کی ضرورت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ ترکی حکومت کو تہذیب کے بارہ میں ایک اور بے وفائی سے روکنے کیلئے مؤثر تدابیر اختیار کرنی ضروری ہیں۔ البتہ اتحادیوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ترکوں کی یہ درخواست کہ انھیں ایک نمائندہ کمیشن آبنائے میں مقرر کرنے کا حق دیا جائے۔ یہ کمیشن ایسے مسائل کی نسبت کارروائی کریگی۔

جیسا کہ اس شرط کی واپسی ہے۔ جس کی رو سے ترکی ۱۶۷ ٹن اور اس سے زیادہ وزن کے اپنے تمام دخانی جہاز اتحادیوں کے حوالے کر دینے کا عہد کرتی ہے۔

جواب میں نیز اس بات پر زور دیا گیا۔ کہ ترکی کی شرکت جنگ کے باعث سے جنگ کم از کم دو سال اور طول پکڑ گئی۔ جس سے اتحادیوں کو کئی لاکھ نفوس اور کروڑوں پونڈ کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ یادداشت میں ان مظالم کو دہرایا گیا جو بلغاریہ۔ مقدونیہ اور رومانیہ میں ترکوں نے کئے۔ اس سے یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کہ دیگر اقوام پر ترکوں کی حکومت ختم کر دی جائے۔ جواب میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ اگر ترکی نے صلح نامہ پر دستخط کرنے سے انکار کیا۔ یا اگر وہ اناطولیہ میں اپنی حکومت دوبارہ قائم کرے۔ تو ممکن ہے کہ ہمیشہ کیلئے ترکوں کو یورپ سے نکال کر اتحادی قسطنطنیہ کے انتظام کے متعلق غور کرنے پر مجبور ہو جائیں جس کی نسبت اتحادیوں کو تشویش انگیز شبہات ہیں۔

اس اثناء میں ترکی وزیر اعظم پوشیدہ پوشیدہ پیرس میں گئے۔ اور ۱۹؍ جولائی کو واپس آ گئے۔ تب انہوں نے وزراء سے کہا کہ ترکوں کو ۲۷ جولائی تک معاہدہ صلح پر دستخط کرنے کی مہلت دی گئی ہے۔ اور معاہدہ صلح میں کسی ایک دفعہ میں بھی اہم ترمیم ہونے کی تمام توقعات قوم پرست ترکوں کے اسمرنا پر حملہ کرنے کے دیوانہ پن سے خاک میں مل گئی ہیں۔ اگر معاہدہ صلح پر دستخط نہ کئے گئے تو ترکی کی حالت بدتر ہو جائے گی۔ اور اس سے لڑائی شروع ہو جانے کا اندیشہ ہے سرکاری حلقوں میں ترکی رائے معاہدہ صلح پر دستخط کرنے کی بہت زیادہ تھی۔ نیز ترکی وفد کے اکثر ممبروں کی رائے تھی۔ کہ معاہدہ صلح پر دستخط نہ کرنے کی صورت میں ترکوں کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ ممکن ہے کہ انکار کی صورت میں یونانی قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیں۔

(۲)

زیں مژدۂ اقبال کزاں سو آمد ٭ دولت ز نشاط تہنیت گو آمد

گل بوکہ باغ عشرت از سر بشگفت ؎ مے نوش کہ آب رفتہ در جو آمد

اگرچہ داماد فرید پاشا نے بہت کوشش کی کہ شرائط صلح پر دستخط ہو جائیں۔ لیکن اس کو اِس میں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ ایکطرف تو خود سلطان اور ولی عہد بھی ان شرائط کے مخالف تھے۔ بلکہ انھوں نے یہ اقرار بھی کر لیا تھا کہ اگر اتحادیوں نے تھریس اور سمرنا یونان کو دیدیئے۔ تو سلطان تخت سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اور ولی عہد عہدہ ولی عہدی سے استعفٰے دیدینگے۔ دوسری طرف ملک میں آزادی پسند جماعت موجود تھی۔ جو اتحادیوں کی اس غیر منصفانہ تقسیم کے مخالف اپنی قومی عظمت و شوکت کو برقرار رکھنے کیلئے جدوجہد کر رہی تھی یہ جماعت ملک میں اسوقت سے موجود تھی۔ جب یونان نے تھریس اور سمرنا میں اپنی فوجیں اتار لی تھیں۔ اسوقت یہ لوگ مختلف حصوں میں موجود تھے۔ وہ جولائی ۱۹۱۹ء میں مصطفٰے کمال پاشا کی سرکردگی میں منظم ہوئے۔ اور ایک جلسے میں انہوں نے آپس میں حلف اٹھائے کہ یا تو کٹ کر مر جائیں گے۔ یا دشمنوں سے اپنے ملک کو پاک کریں گے۔ چنانچہ اس جماعت کی تحریک بہت جلد ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ حب الوطنی کا جذبہ دل میں رکھنے والے لوگ اس جماعت احرار سے پیوستہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۹ء کے انجام تک یہ جماعت ایک خاص اور کثیر فوجی جماعت بن گئی۔ شروع سال ۱۹۲۰ء میں انھوں نے اتحادیوں سے مختلف مقامات پر جنگ چھیڑ دی۔ بعد ازاں انہوں نے یونان پر بھی حملہ کر دیا۔

کس کو امید تھی کہ یہ مٹھی بھر اشخاص اس طاقت و قوت کے مالک بنجائیں گے کہ اتحادیوں کی مسلح افواج کے مدمقابل ہو کر ان پر حملے کرنے شروع کر دیں گے۔ لیکن یہ سچ بات ہے کہ حق ہمیشہ نمایاں رہتا ہے۔ اور ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ یہ لوگ حق پرست تھے۔ صرف اپنی آزادی چاہتے تھے۔ اور توکل بر خدا وہ اس کام پر آمادہ ہو گئے تھے۔ حق تعالیٰ نے انکی امداد کی۔ اور وہ اس مرتبہ تک پہنچکر مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ پھر طرہ یہ کہ انکو صرف ایک ہی طاقت سے مقابلہ درپیش نہ تھا۔ ترکی میں

داماد فرید پاشا ترکوں کو قوم پرستوں کے خلاف اکسا اکسا کر میدان جنگ میں بھیجتا تھا۔ اتحادی علیحدہ مقابلے پر تھے۔ ایکطرف فرانس لڑ رہا تھا۔ اور دوسریطرف آرمینیا اور یونان۔ غرضیکہ ایک ہی وقت پر اس قوم پرستوں کی جماعت کو بے شمار دشمنوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ یہ بہادر بحرِ وغا میں کودتے اور پھاندتے چلے گئے۔ بالکل نہ گھبرائے۔ بلکہ اپنی سرگرمیوں میں مشغول رہے اپنے اغراض و مقاصد کی اشاعت ٹرکی میں اور دیگر ممالک میں کرتے رہے یہ اغراض و مقاصد ایک حقیقی بات کی بنیاد ڈالتے تھے۔ مسلمان بہت جلد انکے گرویدہ ہوتے گئے۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا کی امداد کیلئے اسکے جھنڈے تلے جمع ہوتے گئے۔ سب سے اوّل ترک ہی موقع بہ موقع انکی جماعت سے ملتے گئے یہ نہیں کہ ادنےٰ لوگ ہی اِس جماعت کے شریک ہوتے تھے۔ بلکہ ٹرکی کی سلطنت کے اعلیٰ اراکین۔ رؤسا۔ امرا اور معمولی آدمی بھی اُنکے ساتھ شمولیت کا امتیازی تمغہ حاصل کرتے گئے۔ یہ لوگ جماعت بنکر اسوقت کثیر تعداد میں ترکوں کے ساتھ ملنے شروع ہوئے۔ جب اِتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے ترکوں پر ظلم و ستم توڑنے شروع کئے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب فرانس نے شام کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ اور عراقِ عرب میں برطانیہ کا تسلط ہوگیا۔ تو اسوقت وہ عرب جو جنگ یورپ کے زمانہ میں ترکوں کے برخلاف شمشیر زنی کر چکے تھے۔ بیدار ہوگئے۔ اور انپر یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ جو مواعید و مواثیق کہنہ اُنکی آزادی کے متعلق اتحادیوں نے کئے تھے۔ ان سب کو بالائے طاق رکھکر ان کو اتحادی احکام کی سلاسل میں جکڑا گیا ہے اور آزادی اور خود اختیاری کا انکو شائبہ تک بھی حاصل نہیں ہوا ہے اُنہوں نے ہر چند اس بات پر واویلا کیا۔ صدائے احتجاج بلند کی۔ مگر کسی نے بھی نہ سُنا۔ بلکہ اتحادی اپنے اپنے قبضہ کو مستحکم کرنے میں مشغول رہے۔ اِسوقت عرب اپنے کئے پر بہت پچھتائے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ بہت ہی بے چین اور بیقرار تھے۔ جب غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے عربوں کی یہ حالت دیکھی تو اُس موقع کو

غنیمت سمجھ کر اُنھوں نے اپنی تحریک کی اشاعت ان لوگوں میں کرنی شروع کر دی اور اپنے نمائندے اُن میں بھیجے۔ عربوں کی حالت تو اسوقت کبریت احمر کی سی تھی۔ جس کو دور سے بتی دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جھٹ شعلہ گیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی تحریک کی اُن کو تعلیم دی۔ وہ جھٹ ترکوں کے گرویدہ ہو گئے۔ اُنہوں نے شام میں فرانسیسیوں کے خلاف اور عراق عرب میں برطانیہ کے خلاف علم منازعت و مخالفت بلند کر دیا۔ عربوں اور ان دونوں سلطنتوں کے درمیان گھمسان کی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس طریق سے مصطفیٰ کمال پاشا کو اور بھی تقویت حاصل ہو گئی۔ اور اتحادی سخت مشکلات میں مبتلا تھے۔ کیونکہ ایک طرف تو اُن کو عربوں سے سلجھنا تھا۔ اور دوسری طرف احرار ترکوں سے۔

بہرحال اب اتحادیوں کو جنگ یورپ سے بھی زیادہ سخت زمانہ نظر آ گیا۔ اور از حد بے چینی پھیلنی شروع ہو گئی۔ لارڈ چیمسفورڈ نے کہا کہ جب تک ترک آرام اور اطمینان سے نہ بیٹھینگے اور برطانیہ کا اُن سے کوئی خاص سمجھوتہ نہ ہو گا اسوقت تک مشرق میں کامل امن و سکون نہیں ہو سکتا۔

مسٹر چرچل نے دیوان عام میں کہا کہ مشرق وسطیٰ میں حالت بہت خطرناک ہے۔ عراق عرب میں فتنہ و فساد کے تین سبب ہیں۔

۱۔ ترکی قوم پرستوں کی تحریک جو مصطفیٰ کمال پاشا کے ماتحت ہے۔

۲۔ عرب جو قبضہ شام سے بے چین ہو گئے ہیں۔ اور جو ترکی قوم پرستوں کے ساتھ اتحاد قائم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

۳۔ بالشویت۔

اگرچہ مصطفیٰ کمال پاشا کو بہت ہی تکالیف و مصائب کا سامنا تھا۔ لیکن اُنھوں نے اپنی ہمت کو نہ ہارا۔ ترقی کے لئے قدم آگے ہی بڑھاتے گئے۔ اُنھوں نے عربوں میں اپنی تحریک پھیلانے کے علاوہ بالشویکوں سے دوستانہ

گانشٹا۔ جنھوں نے اقرار کیا کہ وہ ترکوں کو اپنی آزادی حاصل کرنے میں ہر طرح سے امداد دیں گے۔ دوسری طرف انھوں نے ایران میں بھی اپنے نمائیندے بھیجے۔ اگرچہ ایران اور برطانیہ کے درمیان معاہدہ ہو چکا تھا۔ لیکن ایران برطانیہ کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ چنانچہ ایران بھی مصطفےٰ کمال پاشا کا حامی ہو گیا۔ پس اسطرح سے مصطفےٰ کمال پاشا کی قومی ترقی دن دوگنی اور رات چوگنی ہوتی گئی۔ انھوں نے شروع سال ۱۹۲۰ء میں اپنی قومی حکومت قائم کر کے انگورا میں اپنی قومی مجلس عظیمہ ملیہ کی بنیاد ڈالی..... اور خود جنگ میں مشغول رہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے جب کہ اتحادی شرائط صلح کی تکمیل کیلئے ٹرکی سے دستخط کرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اگرچہ داماد فرید پاشا اتحادیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح تھا۔ اور انکے اشارے پر رقص کرتا تھا۔ لیکن وہ اس معاملے میں کامیاب نہ ہوا۔ اس وقت ٹرکی کی واحد آزاد حکومت مصطفےٰ کمال پاشا کی حکومت تھی۔ قسطنطینہ کو اس سے مشورہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لیکن مصطفےٰ کمال پاشا کی گورنمنٹ نے اس معاہدہ صلح کو تسلیم نہ کرتے ہوئے اظہار مخالفت کیا۔ بلکہ اس کے نائب مجلس نے ایک ریزولیوشن پاس کر دیا جس کی دفعات ذیل میں درج ہیں۔

دفعہ نمبر ۱۔ جن زمینوں میں صرف عرب بستے ہیں۔ اور جہاں دشمنوں کی فوجیں ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں اتری ہیں۔ وہ تمام کی تمام سلطنت عثمانیہ کی ملک ہیں۔

یہ ضروری ہے کہ باشندوں کی رائے کے موافق آن کو جس طرح وہ چاہیں پوری پوری آزادی دی جائے۔ لیکن جو علاقے زمانہ عارضی صلح کی حد بندی کے پس و پیش سلطنت عثمانیہ کے مالک ہیں۔ اور جن کے اکثر باشندے ترک ہیں۔ انکے درمیان غرض واحد ہونے کی وجہ سے اتفاق و اتحاد ہے۔ اور اپنی اجتماعی زندگی کو قائم رکھنے اور اپنے حقوق کی حفاظت

کے لیئے یک زبان ہیں۔ وہ اس حالت سے مستثنیٰ ہیں یعنی اُنمیں ایسا اتحاد واتفاق ہے کہ تفرقہ کسی طرح رونما ہو نہیں سکتا۔ (لہٰذا انہیں علیحدہ کرنا مناسب نہیں)۔

دفعہ ۲ ۔ فارص۔ اردھان۔ اور باطوم کے تین ضلعے سلطنت عثمانیہ کے ہی زیر اقتدار رہیں۔ کیونکہ ان ضلعوں کے باشندوں نے آزادی کا اعلان کرتے وقت ارادہ ظاہر کیا ہے کہ ہم دوبارہ سلطنت عثمانیہ کی آغوش عاطفت میں لوٹ آنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو لوگ زمانۂ جنگ کی تکلیفیں برداشت کرنے سے خستہ حال و رنج دیدہ ہیں۔ اگر وہ جماعت احرار سے پیوستہ ہو نگے اور اُنسے مشورہ لیں گے۔ تو اُن کی حالت سدھر جائے گی۔ اور ضرورت کے وقت ہر آفت سے محفوظ رہیں گے۔

دفعہ ۳ ۔ علاقہ ترسیل جس کا فیصلہ معاہدہ صلح کی تکمیل پر موقوف ہو ضروری ہے کہ اس کا نظم ونسق اور مجلس قوانین کی بنیاد وہاں کے باشندوں کے ارادے پر رکھی جائے۔ یعنی اُن کی حسب منشاء ہو۔ جو پوری آزادی کا اظہار کر رہے ہیں۔

دفعہ ۴ ۔ یہ امر ضروری ہے کہ عثمانی حکومت کا دارالخلافہ آستانہ ہو اور بحیرہ مارمورا اغیار و دشمنان اسلام کی دستبرد سے محفوظ و مصئون ہو۔

اس دفعہ کے رو سے امن و امان قائم ہو جائے گا۔ کیونکہ ستم کشیدہ رنج دیدہ اور پست شدہ لوگ ہی ایک طرف تو سلطانی حکومت کے ہر ایک ریزولیوشن سے اتفاق ظاہر کرنے کے لائق ہو جائیں گے۔ اور دوسری طرف اُن کو باقی حکومتوں سے بھی چنداں مخالفت نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ تجارتی آمد وشد اور تعلقات کے دروازے آپسمیں کھل جائیں گے۔

دفعہ ۵ ۔ جن لوگوں کا عنصر کسی علاقہ میں مغلوب یعنی تعداد میں کم ہو اور وہ اپنی آواز سے اثر پیدا نہیں کر سکتے۔ اُنکے حقوق کی حفاظت انہی قواعد

وہ اصول کے مطابق کیا جائے۔ جو دوسرے ممالک سے مختلف سلطنتوں نے باہمی اتفاق سے قائم کر رکھے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ پڑوس کے علاقوں سے ترکی مغلوب عنصر ایسی باہمی فیاضیوں سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ جو انکے حقوق کے ضامن ہوں۔

دفعہ ۶۔ وہ لوگ جنکی حالت دوران جنگ میں گر گئی ہے۔ ایسی ضمانت ذمہ داری اور باہمی معاہدہ کو سمجھکر اپنی قومیت کے لحاظ کو رکھنے اور اقتصادی ترقی کے خواہشمند ہیں۔ ہم ان کو اس تجویز کے ماتحت جو ہم نے بلحاظ تمدن جدید پاس کر رکھی ہے کہ انکے علاقوں کو پوری آزادی اور کامل خود مختاری کی ہوا سے مستفید ہونے کا موقع دیا جائے۔ خود مختار کر دیں گے۔ اور آزادی ایک ایسی چیز ہے۔ جو قوم کی زندگی اور ہستی کے لئے از حد ضروری اور لازمی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم ہر ایک ایسی قانونی پابندی کی مخالفت کرتے ہیں۔ جو ہمارے ان مذکورہ بالا مقدمات کے منافی ہو۔ پس ضروری ہے کہ جو شروط بوقت صلح ہمارے پیش کئے جائیں وہ ہمارے ان تمہیدی دفعات کے مخالف نہ ہوں۔

علاوہ ازیں مصطفٰے کمال پاشا نے باب عالی کی طرف ایک یادداشت ارسال کی جس میں ذیل کی شرطیں درج تھیں۔

۱۔ جناب جلالت مآب سلطان المعظم پر واجب ہے۔ کہ ایک اعلان شائع کر دے۔ جس میں وطن پرستوں کی جمعیت کا جو انگورہ میں قائم ہے۔ اعتراف کیا جائے۔ اور ساتھ ہی اسکے خلافت و سلطنت کے استحقاق کی وجہ سے اپنا رعب و داب اور شان و شکوہ بھی قائم رکھا جائے۔

۲۔ سلطان المعظم بذات خود شہر آستانہ میں سکونت پذیر ہوں۔ اور حکومت قومی انگورہ میں قائم کیجائے۔ وزارت آستانہ کو معطل فرما کر حکومت انگورہ کے ارباب حل و عقد۔ خدمت وزارت سرانجام دینے کے واسطے سلطان معظم کی بارگاہ میں طلب کئے جائیں۔

۴۔ سلطانِ معظم کے ذاتی خاص اخراجات اور عہدہ داروں کی تنخواہیں حکومت انگورا کے بجٹ میں سے ادا کیجائیں۔

اب تو اتحادیوں کو بہت مشکل ہوئی۔ شرائطِ صلح کسی طرح سے تسلیم نہ ہوتی تھیں۔ آخرکار اتحادیوں نے ٹرکی کو الٹی میٹم کی دھمکی دی۔ مگر ٹرکی تنہا کیا کر سکتی تھی۔ ملک کی نمائندہ قوم ترکان احرار کی جماعت تھی۔

قصّہ کوتاہ مصطفٰے کمال پاشا کی تحریک نے یہانتک زور پکڑا۔ کہ یورپین مدبّر بھی چوکنّے ہوکر اسکی طرف متوجہ ہوئے۔ اخبارات نے بھی اس پر مضمون لکھنے شروع کر دیئے۔ اور اتحادیوں کو اسطرف مخاطب کیا۔ چنانچہ ڈیلی ٹیلیگراف نے ٹرکی کی اس نازک حالت پر ایک مقالہ افتتاحیہ میں اسی بات پر زور دیا کہ اتحادیوں کو ٹرکی سے صلح کرتے وقت مصطفٰے کمال پاشا اور انکی افواج کا جو انکے ساتھ اناطولیہ میں ہیں۔ اور کم تربیت یافتہ جماعتوں کا جو دیگر مقامات میں ہیں خیال رکھنا ضروری ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ طاقت ہمیشہ مشکلات پیدا کر دے گی۔ دیگر اخبارات نے اکثر مواقع پر لکھا۔ کہ اب ترکی کی واحد حکومت مصطفٰے کمال پاشا کی حکومت ہے۔ پہلے اس سے صلح کر لینی ضروری ہے۔ لنڈن کے دیوان عام میں اکثر یہ سوال پیدا ہوا کہ مصطفٰے کمال پاشا کی طاقت ایک خطرناک طاقت ہے۔ اس سے صلح کر لینی چاہیئے۔ اور جب تک اس سے صلح قائم نہ ہوگی۔ مشرق قریبہ میں حالت امن وسکون کا مراجعت کرنا ناممکن ہے۔ لیکن مسٹر لائڈ جارج کہتے تھے۔ کہ ہم ایک سلطنت کے باغی طاغی اور لیٹرے سے کس طرح صلح کر سکتے ہیں۔ اٹلی اور فرانس نے برطانیہ کو بارہا مشورہ دیا۔ کہ ترکوں سے صلح کر لینی چاہیئے۔ مگر حکومت برطانیہ نے قبول نہ کیا۔

اس جگہ یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انجمن اتحاد وترقی کے نوجوان ترک انور طلعت جمال۔ نوری وغیرہ جو جنگ یورپ کے اختتام کے بعد ملک سے بھاگ گئے تھے۔ وہ ملک کی حالت ابتر سے چین میں نہ تھے۔

وہ ملک سے باہر رہکر اپنے ملک کو بچانے کیلئے سرگرم کوششیں کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنھوں نے وسط ایشیا میں اتحاد و اتفاق کی مستحکم بنیاد ڈالدی ۔ بلکہ یہ نوجوان ترک مصطفےٰ کمال پاشا کو بیرونی امداد بھی بھیجتے رہے اتحادی معاہدہ صلح کی تکمیل کرانے میں بالکل ناکام رہے ۔ بلکہ آ لڑے جنگ میں پھنسے ۔ ترکی حکومت نے مصطفےٰ کمال پاشا سے وعدہ کرلیا ۔ کہ وہ یوروپ کا کوئی فیصلہ اُسکے بغیر مشورہ کے قبول نہیں کرے گی ۔ اور خود مصطفےٰ کمال پاشا نے اعلان کیا کہ ہمارے اور گورنمنٹ کے مابین کامل اتفاق ہوگیا ہے اور اُسنے ہمیں تمام عثمانیوں کی طرف سے گفت و شنید کی اجازت دیدی ہے ۔ علاوہ اِسکے مصطفےٰ کمال پاشا سے تمام مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ہوگیا شاہِ جزیرہ عرب بھی مصطفےٰ پاشا کی طرف مصافحہ کیلئے آگے بڑھا ۔ یمنی نمائندوں نے غازی موصوف سے ملاقات کی ۔

اب وہ وقت آگیا ہے کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا اپنے دشمنوں سے برسر پیکار ہیں ۔ اور دلیرانہ مقابلہ کر رہے ہیں ۔ اور معاہدہ صلح التوا میں ہی قسطنطنیہ کی فوجیں قوم پرستوں سے چند موقعہ پر لڑیں ۔ بعد ازاں وہ بھی جنگ سے علیحدہ ہوگئیں ۔ پھر آرمینیا کو ترکوں نے تاخت و تاراج کردیا ۔ بعد ازاں اُسنے صلح کرکے ترکوں سے اپنی جان چھڑائی ۔ برطانیہ نے ترکوں سے کوئی علانیہ مخالفت نہ کی ۔ ہاں البتہ قوم پرستوں نے ان پر چند جگہوں پر حملے کئے لیکن سب سے سخت مقابلہ ترکوں کو فرانس سے کرنا پڑا ۔ بلکہ اِس سے زیادہ سخت اُنکو یونان سے پالا پڑا ۔ فرانس بھی چند لڑائیوں کے بعد ترکوں سے صلح کرکے جنگ سے علیحدہ ہوا ۔ بلکہ اُس نے صلح کی شرائط کے مطابق کلیشیا ترکوں کے حوالہ کردیا ۔ اس صلح نے اِتحادیوں میں بہت بے چینی پیدا کردی ۔ کیونکہ اُنکے ایک حلیف نے علیحدہ صلح کرلی تھی ۔ جسکو وہ پسند نہیں کرتے تھے ۔ غرضیکہ ترکانِ احرار نے فاتحانہ طور پر آرمینیا اور فرانس سے صلح کرلی

اور بہت سے نئے علاقے ان کو مل گئے۔ علاوہ اِس کے ریاست ہائے جمہوریہ قفقازیہ کا بھی مصطفےٰ کمال پاشا سے کامل اتحاد و اِتفاق ہو گیا۔ اِن کامیابیوں پر قسطنطنیہ کے قوم پرست سردار تشکر و امتنان سے فتح و نصرت کے شادیانے بجا رہے تھے۔ اب باقی ترکوں کو مقابلہ صرف یونانیوں سے ہی درپیش ہے یونان نے کئی مقامات پر شکستیں کھائیں۔ مگر اتحادیوں کی حمایت اُس کو آگے کر رہی ہے۔ ورنہ یونان میں اتنی تاب کہاں کہ وہ دیر تک ترکوں کا مقابلہ کر سکے۔

مصطفےٰ کمال پاشا کی فتوحات اور کامیاب پیش قدمیوں نے یورپ کو دنگ کر دیا ہے۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح سے یونان اور ترکان احرار کے درمیان صلح و صفائی ہو جائے۔ اور جنگ کا خاتمہ ہو۔ شروع شروع میں جبکہ اتحادی ٹرکی کو تقسیم کر رہے تھے۔ اور یونان سمرنا اور تھریس میں پیش قدمی کر رہا تھا تو اسوقت عالم اسلام نے اتحادیوں سے باادب درخواستیں کیں۔ کہ وہ ٹرکی کو تقسیم نہ کریں۔ اور نہ ہی یونان کو تھریس اور سمرنا پر قبضہ کرنے کی اِجازت دیں خاصکر ہندوستان کے مسلمانوں نے ٹرکی کے ساتھ از روئے مذہب وعقیدت کی وابستگی کے برطانیہ کو بحیثیت ایک مسلمان رعایا ہونے کے متعدد یادداشتیں بھیجیں۔ اِسی طرح مسلمانان روس نے بھی اتحادیوں کے پاس اپنی یادداشت روانہ کی۔ کہ تجزیہ ٹرکی کو روا نہ رکھا جائے۔ مگر اس وقت کسی نے بھی اُن یادداشتوں کی طرف دھیان نہ کیا۔ لیکن آج جو بات یورپ کو اسکی طرف متوجہ کر رہی ہے وہ مصطفےٰ کمال پاشا کے بہادرانہ۔ اور شجاعانہ جوہر ہیں۔ جنہوں نے آرمینیا اور فرانس کو صلح کرنے پر مجبور کیا۔ جنہوں نے ٹرکی اور برطانیہ کو خاموش کرا دیا۔ یورپ تو چاہتا ہے کہ یونان کے قبضے میں تھریس اور سمرنا ہی رہے۔ قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ رہے۔ درہ دانیال میں بین الاقوامی بھی رہے۔ اور ترکان احرار سے صلح بھی ہو جائے لیکن مصطفےٰ کمال پاشا

خدائے بزرگ و برتر کے فضل و کرم سے ایک فاتحانہ پہلو رکھتے ہیں۔ انکو کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ ایک ذلیل صلح پر مائل ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یورپ صلح کرانی چاہتا ہے۔ تو وہ ٹرکی کو غیر اقوام سے بالکل خالی کرا دے۔ تب صلح ممکن ہو سکتی ہے۔ ورنہ اس جنگ کا فیصلہ تلوار سے ہی ہوگا۔ اور وہ اس عزم صمیم پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ وہ اس مستقل ارادے کی بدولت اپنے تمام دشمنوں کو مزے چکھا چکے ہیں۔ اب صرف یونان ہی باقی ہے۔ جو امید ہے کہ وہ بھی انشاء اللہ آرمینیا اور فرانس کی مثالوں کی پیروی کریگا۔ یونان کو جب کبھی بڑی شکست نصیب ہوئی۔ وہ بھاگا بھاگا اتحادیوں کے پاس جاتا اور صلح کی درخواست کرتا۔ اتحادی اسکی حالت پر رحم کرکے بیچ بچاؤ کرتے۔ مگر نہ وہ ترکوں کی شرائط تسلیم کرتا۔ اور نہ ہی ترک اسکی بات مانتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ دوبارہ لڑائی کا آغاز ہوجاتا۔ لیکن جب یونان فتحیاب ہوجاتا۔ تو پھر قصے اور کہانیوں کے طومار باندھ دیتا۔ اور یہی کہتا کہ بس اب ترکوں کو مار لیا ہے اور عنقریب اُنکی طاقت ملیامیٹ ہونے کو ہے۔ آخری معرکہ ترکوں اور یونانیوں کے درمیان شہر سکاریہ پر ہوا۔ جسمیں یونانیوں نے بے شمار نقصان اٹھایا۔ اور اس میں دوبارہ مقابلہ کی طاقت و قدرت نہ رہی۔ اور وہ مارا مارا اتحادیوں کے پاس پھرتا رہا کہ صلح کرادی جائے۔ چنانچہ اتحادی پھر اس خیال میں مصروف ہوئے کہ یونان اور ترکوں کے درمیان صلح ہوجائے۔ اس غرض کیلئے پیرس میں ایک اور صلح کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ترکوں اور یونانیوں کا مسئلہ پیش ہوا۔ یونان کی فوجیں جہاں پڑی تھیں۔ وہیں پڑی رہیں لیکن مصطفےٰ کمال اپنی افواج کی تنظیم و تنسیق میں برابر مصروف رہے۔ تیاریاں برابر کرتے رہے۔ بلکہ انہوں نے اپنے جرنیلوں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ تیار رہیں کہ جب موسم بہار شروع ہو جنگ شروع کردی جائے۔

اس پیرس کانفرنس میں صلح کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ اور لنڈن کانفرنس

کی مانند جو ۱۲ فروری سنہ ۱۹۲۱ء کو لندن میں ہوئی تھی ناکام رہی۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ساتھ تائید ربانی ہے۔ جس کی بدولت اُنھوں نے چند آدمیوں کی معیت میں اس حد تک ترقی کی ہے کہ اُنھوں نے ایک ڈوبتی ہوئی سلطنت کو بچا لیا ہے۔ اور از سر نو اسکو ایک ایسی محکم اور مستحکم بنیادوں پر کھڑا کیا ہے۔ کہ جس کو خدا کے فضل و کرم سے کبھی زوال نہ ہوگا۔ ٹرکی کی وہ عظمت اور شوکت جو اسکو کسی زمانے میں حاصل تھی۔ آج پھر عود کر آئی ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ غازی موصوف نے اپنی کوششوں اور تدبر سے حکومت انگورا کو ایک شاندار حکومت قایم کر لیا ہے۔ جس کو ابھی قایم ہوئے صرف دو سال کا ہی عرصہ گذرا ہے۔ اِس سلطنت جدید کی بنیاد انگورا میں سنہ ۱۹۲۰ء کے آغاز میں غازی ممدوح نے اپنے ہاتھوں ڈالی تھی یہ حکومت ترکان احرار کی حکومت ہے۔ جس کا پایۂ تخت انگورا ہے۔ آج حکومت قسطنطنیہ بھی اسکے سامنے مات ہے۔ بلکہ خلیفۃ المسلمین نے صلح کی تمام باتیں ترکان احرار کے ہاتھوں میں چھوڑ دی ہیں۔

اِسکے علاوہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنے تدبر اور تعقل کی رہنمائی سے تمام عالم اسلام سے کامل اتحاد و اتفاق پیدا کر لیا ہے۔ ایکطرف بالشویکوں سے اُنکی دوستی ہے۔ دوسری طرف آرمینیا۔ فرانس اور اٹلی سے اُن کی صلح ہے۔ ایران اور وسط ایشیا کی تمام اِسلامی ریاستوں سے اسکے معاہدے ہو چکے ہیں۔ سب اتحاد و اتفاق کی ایک لڑی میں شامل ہو گئے ہیں۔ افغانستان بھی اِس اتحاد میں شامل ہے۔ اور ترک یورپ کی شہنشاہیت پسندی کے مقابلے کیلئے تیار ہیں۔ اور بالشویک ہر وقت انکی کمر پر امداد دینے کیلئے کھڑے ہیں۔

اب ہم اِس تمہید کو اسی جگہ ختم کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ کسی قدر طوالت پذیر ہو گئی ہے۔ یہ تمہید دراصل ٹرکی کی تقسیم اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے

کارناموں کی ایک مجمل روئیداد ہے۔ اس سے آگے اصل کتاب غازی موصوف کے سوانحات کے متعلق شروع ہوتی ہے۔ جس میں ہمارے ناظرین اس بشر خدا کے مفصل و مکمل حالات پائیں گے۔ اور انشاءاللہ اسکے مطالعہ سے محظوظ و مسرور ہونگے۔

اخیر میں ہم اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس شیر غازی کو فاتح اور کامیاب کرے۔ اس کی تمام مشکلات کو حل کرے سلطنت عثمانیہ کے دشمن پائمال اور خستہ حال ہوں۔ نیز اسلام تا قیامت درخشندہ رہے۔ آمین ثم آمین۔ زندہ باد مصطفٰے کمال پاشا۔ پائندہ باد ٹرکی۔

عُمرت دراز باد وجہانت بکام باد
دولت ملازم درو اقبال یار غار
پیوستہ دشمنانِ تو زینگونہ مستمند
یا کشتہ یا گریختہ یا بستہ در حصار

* * *

پہلا باب

مصطفےٰ کمال کا خاندان

مصطفےٰ کمال ایک نہائیت ہی غریب ترکی النسل خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپکے باپ کا نام علی رضا تھا۔ شہر میں ایک غیر معروف آدمی تھا۔ لیکن چال چلن نہایت ہی اعلیٰ اور قابلِ ستائیش تھا۔ اِسکے آباؤ اجداد زراعت پیشہ اور اناطغرل کی اولاد سے تھے۔ جب حکومت ترکی نے اپنی مملکت وسیع کی۔ اُسوقت علی رضا کے بزرگ البانیہ کے پہاڑوں کو عبور کرکے سالونیکا میں جاگزین ہوئے۔

سالونیکا میں ترکی محلّوں میں علی رضا کا مکان تھا۔ مکان پُرانا خستہ اور نہایت ہی تنگ تھا۔ یہ محلّہ نہایت ہی شریف تھا۔ اِس میں خالص ترکی لوگ آباد تھے۔ جن میں امیر بھی تھے۔ اور غریب بھی۔ اِس محلّہ کے تمام گھر پردہ دار تھے۔ کوئی عورت بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلتی۔ اگر بفرضِ محال ضرورتاً جانا بھی پڑے تو کبھی بغیر برقعہ کے اور تنہا نہ جاتی۔ اُنکے گھر کا کوئی آدمی ضرور اُنکے ہمراہ ہوتا۔

مصطفےٰ کمال کی ماں کا نام زبیدہ تھا۔ نہائیت پاکدامن اور باعصمت عورت تھی۔ شرم وحیا کی پتلہ تھی۔ پورا پورا پردہ کرتی تھی۔ اس کے والدین نے اُس کو سات برس کی عمر میں ہی پردے میں ڈال دیا۔ گھر سے کبھی قدم باہر نہ رکھتی۔ اگر ضرورتاً جانا پڑے تو اکیلی کبھی نہ جاتی۔ اپنے خاوند

[illegible] ہمراہ جاتی۔ محلہ میں سوائے چند عورتوں کے وہ کسی کو نہ جانتی تھی۔ اگرچہ وہ علم کے زیور سے آراستہ نہ تھی۔ تاہم وہ گھر کے کام کاج چلانے میں مہارت تامہ رکھتی تھی۔

زبیدہ کا باپ جنوبی البانیہ کا باشندہ تھا۔ زمیندارہ اور زراعت کا کام کرتا تھا۔ زبیدہ کی ماں مقدونیہ کی رہنے والی تھی۔ زبیدہ کا قد لمبا اور جسم مضبوط تھا۔ آنکھیں نیلی تھیں۔ بلحاظ مذہب کے وہ نہایت ہی [illegible] تھی۔ انتہائی درجے کا مذہبی جذبہ اپنے اندر رکھتی تھی۔ حب الوطنی کی دلدادہ اور شیدا تھی۔

مصطفیٰ کمال کی پیدائش و تربیت

مصطفیٰ کمال اس غریب خاندان میں سنہ ۱۸۸۱ء میں بمقام سالونیکا پیدا ہوئے۔ نام مصطفیٰ رکھا گیا۔ اس وقت آپ کی والدہ کی عمر بیس سال کی تھی۔ سلطان عبدالحمید خان تخت خلافت پر قسطنطنیہ میں حکمران تھا۔ علی رضا شہر کے چنگی خانہ میں ملازم ہو گیا۔ تنخواہ بہت قلیل تھی۔ جو گزارہ کیلئے ناکافی تھی۔ تب علی رضا نے ملازمت ترک کر کے تجارتی سلسلہ شروع کر دیا۔ اور لکڑی کی تجارت اختیار کر لی۔

مصطفیٰ کمال بچپن میں خاموش لڑکا تھا۔ محض کمزور ہڈیوں کا ڈھانچہ۔ آنکھیں نیلی اور پیلی۔ بال بھورے تھے۔ بچپن میں وہ کسی کے ساتھ نہ کھیلا کرتا تھا۔ بلکہ اکیلا ہی کھیلتا۔ کسی کو اپنا دوست بھی نہ بنایا۔ علی رضا کی خواہش تھی کہ مصطفیٰ تاجر بنے۔ زبیدہ چاہتی تھی کہ وہ مولوی بن جائے۔ لیکن مشیت ایزدی ان دونوں کی مرضی کے خلاف تھی۔ وہ مصطفیٰ کو دنیا کا ایک قائد اعظم بنانا چاہتی تھی۔ اعلیٰ درجہ کا مدبر تیار کرنا چاہتی تھی۔

آپ کی والدہ محترمہ پرانے زمانے کے عقیدوں اور رسم و رواج کی حامی تھی کیونکہ اُسکی تربیت قدیم طریقوں اور رسوم کے ماحول میں ہوئی تھی۔ اسکی زندگی کی بنیاد شریفانہ عادات و اطوار اور نیکی اور پرہیزگاری کے اوصاف پر قائم تھی۔ یہ

بنیاد اسقدر مضبوط تھی۔ کہ کوئی نئی بات اسے متزلزل نہیں کر سکتی تھی۔ بنابریں آپ کی والدہ کی خواہش تھی کہ مصطفٰے کمال کو کسی مذہبی سکول میں داخل کرایا جائے۔ اور انکی تعلیم و تربیت کی باگ ڈور مدرسہ کے ملّاں کے سپرد کر دیجائے۔ جو اسلامی روایات کے مطابق تعلیمی فرائض سرانجام دے۔ غرضیکہ مصطفٰے کمال کی والدہ کے نزدیک تعلیم کا پہلو ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔

نیز آپکی والدہ کا منشا تھا کہ اپنے بچے کے داخلۂ مدرسہ کے دن کو دوسرے دنوں کے مقابلہ میں ایک متبرک حیثیت دی جائے۔ تاکہ بچے کے دل پر اس امر کا نقش بیٹھ جائے۔ کہ وہ خاندان کے حلقہ سے نکل کر فرزندان اسلام کی وسیع برادری میں داخل ہو گیا ہے۔ جس پر مذہبی پابندیاں شدت کے ساتھ عائد ہوتی ہیں۔

لیکن آپ کی والدہ کے برعکس آپکے والد آزاد خیال واقع ہوئے تھے۔ وہ علماء کے مخالف تھے۔ وہ ایسے خیالات پر سختی کے ساتھ قائم تھے۔ جن سے مغربی تہذیب و تمدن کی جھلک نمایاں طور پر ہویدا ہو۔ لہٰذا علی رضا کی خواہش تھی کہ مصطفٰے کمال کو ایسے مدرسہ میں داخل کرایا جائے۔ جس میں تعلیم کی بنیاد قرآن کریم کی بجائے جدید سائنس پر مبنی ہو۔

چنانچہ آپکا والد اپنی رائے منوانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن وہ اپنی بیوی کے جذبہ کو بھی پائمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اس معاملہ میں حکمت عملی سے کام لیا۔ اور اپنی بیوی کی خواہش کو بھی ٹھیس نہ لگنے دی۔ اور مصطفٰے کمال کو مذہبی رسوم کے ساتھ فاطمہ ملاقادین کے سکول میں داخل کرا دیا۔ آپکی والدہ نے آپ کو سفید کپڑے پہنائے۔ اور سر پر پٹکا باندھا۔ ایک سنہری کمان اپنے بچے کے ہاتھ میں دی۔ اس کے بعد استاد مع اپنے شاگردوں کے آپکے مکان پر آیا۔ مکان کا دروازہ سبز پتّوں اور جھنڈیوں سے مزیّن تھا۔ دعا مانگی گئی۔ مصطفٰے کمال نے اپنے والد۔ والدہ اور استاد کو سلام کیا۔ بعد ازاں مصطفٰے کمال اپنے ساتھیوں کے مسرت انگیز نعروں میں جلوس کی شکل میں شہر کی

گلیوں سے ہوتے ہوئے مدرسہ میں پہنچ گئے۔ جو مسجد سے ملحق تھا۔ وہاں پہنچکر سب سے اوّل بلند آواز کے ساتھ دعا مانگی گئی۔ بعد ازاں استاد صاحب آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر ایک گنبد والے کمرے میں لیگئے۔ جہاں اُنہوں نے قرآن مجید کے مقدس الفاظ پڑھے۔ جب مصطفےٰ کمال گھر واپس آئے تو آپنے دیکھا کہ آپ کی والدہ ماجدہ ربّ کبریا کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر بڑے عجز و انکسار کے ساتھ دعا مانگ رہی ہے۔ یا الٰہی میرے بچّے کی عمر دراز کر اور اسکو قوموں کیلئے مایۂ ناز و افتخار بنانا۔

والدین کی دعا خاصکر والدہ کی دعا اپنے بچوں کے حق میں قرب و اجابت کا دروازہ بارگاہِ ایزدی میں وا کر دیتی ہے۔ اور بچّوں کی قسمت کو پلٹ دیا کرتی ہے۔ یہ جو کچھ مصطفےٰ کمال کو مرتبہ اور جاہ حاصل ہوا۔ وہ اسکی ماں کی دعا کا باعث تھا۔ اسکی پُر انکسار گریہ وزاری بارگاہِ ایزدی میں پہنچی۔ قدرت نے اسکو قبول فرمالیا۔ اور اسکا بچہ اسکی دعا کے مطابق فی الواقعہ قوموں کیلئے مایۂ ناز و افتخار ہوا۔ اُس نے وہ کام کیا۔ جو دنیا کے چند چیدہ چیدہ آدمی کرتے ہیں۔

چھ ماہ بعد آپکے والد نے مذکورہ بالا مدرسہ سے آپ کو اُٹھا لیا۔ اور ایک معمّر اُستاد کے پاس لیگئے۔ جن کا نام نامی شمس آفندی تھا۔ اُس نے یورپین اصول پر ایک ابتدائی مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔ آپ کی والدہ نے اس فعل کی مخالفت نہ کی۔ کیونکہ اُس کے مذہبی جذبات و محسوسات کے احترام کا ثبوت مل چکا تھا لیکن شومئ قسمت کہیئے۔ اسکے بہت جلد بعد علی رضا نے اس جہانِ فانی سے کوچ کیا۔ اسکو اپنی مرضی کے مطابق اپنے بچّے کو تعلیم دینے کی مہلت نہ ملی۔ مصطفےٰ کمال چھوٹی عمر میں ہی اپنے باپ کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔

چونکہ علی رضا کا گذارہ لکڑی کی تجارت پر تھا۔ اسمیں کوئی خاص فائدہ نہ تھا۔ صرف گذارہ ہی چلتا تھا۔ علی رضا ترکہ میں کوئی خاص رقم باقی نہ چھوڑ گیا اسکے بعد خاندان غریبانہ حالت میں رہ گیا۔ زبیدہ کے گذارے کی کوئی سبیل

باقی نہ رہی۔ وہ اپنے بھائی کے پاس چلی گئی۔ اب مصطفےٰ کمال کی تعلیم کا تمام انتظام درہم برہم ہو گیا۔ نئے گھر میں جا کر اسکی تعلیم کا کوئی انتظام نہ ہو سکا یہاں مصطفےٰ کمال کو گلہ اور ریوڑ چرانے کے کام پر مامور کیا گیا۔ چونکہ مصطفےٰ کمال کمزور اور دبلا پتلا رہتا تھا۔ یہ کام اسکی صحت میں ترقی کرنیکے لیے نہایت ہی موزوں اور مفید ثابت ہوا۔ کھلی ہوا اسکی صحت کیلئے آب حیات سے بھی بڑھ کر ثابت ہوئی۔ وہ توانا اور تندرست ہو گیا۔ بدن اسکا نہایت ہی مضبوط اور فربہ ہو گیا۔ لیکن طاقت اور توانائی کے ساتھ اسکی طبیعت بھی اکھڑ ہو گئی۔ تنہا پسند اور خود مختارانہ مزاج ہو گیا۔

مصطفےٰ کمال اس جنگلی کام سے جنگلی ہو گیا۔ اپنی ماں کی تابعداری سے انحراف کرنا شروع کر دیا۔ اپنی ماں کی ایک نہ سنتا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا بیٹا گڈریے کا کام کرے۔ یا زمیندارہ کرے۔ اسلیئے دو سال بعد جب مصطفےٰ کمال کی عمر گیارہ برس کی ہو گئی۔ تو زبیدہ نے اپنی بہن کو اکسایا کہ وہ اسکو پڑھانے کیلیئے کچھ خرچ کرے۔

چنانچہ مصطفےٰ کمال کو سالونیکا کے مدرسہ فوقانیہ میں داخل کرا دیا گیا لیکن وہ جنگلوں میں آزادانہ زندگی بسر کرنیکے سبب سے بالکل ہی آزاد منش ہو گیا۔ نہ تو اسکو کسی قانون کا خوف تھا۔ اور نہ ہی وہ کسی انتظام کی پابندی کرتا تھا۔ ایکطرف تو وہ استاد کے ساتھ برسر پیکار رہتا۔ دوسری جانب اپنے ہم مکتب طالب علموں سے جھگڑا اور تنازعہ کرتا۔ چونکہ مصطفےٰ کمال ان سب لڑکوں سے طاقتور اور توانا تھا۔ کوئی لڑکا اس سے لڑنے کی جرأت نہ کرتا۔ خود پسند اور خود رائے بھی تھا۔ بدیں وجہ وہ لڑکوں میں ہر دل عزیز نہ تھا۔ نہ تو دوسرے لڑکوں سے مل کر بیٹھتا۔ اور نہ ہی انکے ساتھ کھیلتا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ استاد اپنے لڑکوں کو سبق پڑھا رہا تھا۔ اور مصطفےٰ کمال کسی بات پر اپنے ایک ہم مکتب لڑکے کے ساتھ جھگڑ پڑا۔ یہ جھگڑا ایسا نتک طول پکڑ گیا کہ

کہ جماعت میں بہت شور بلند ہو گیا۔ اُستاد صاحب کی توجہ بھی اِس جھگڑے کی طرف منعطف ہو گئی۔ وہ جھگڑا سن کر بہت ہی درہم برہم ہوا۔ اُس نے مصطفٰے کمال کو بہت ہی زور سے زد و کوب کیا۔ مصطفٰے کمال مارے غصّہ کے بستہ اُٹھا بغل میں داب کر سکول سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور گھر کی طرف چلدئے جب آپ کی والدہ نے یہ قصہ سُنا۔ تو اُنہوں نے مصطفٰے کمال کو سکول سے اُٹھا لیا

اب مصطفٰے کمال نے پڑھنا بالکل ترک کر دیا۔ اسکی والدہ کی کوشش تھی کہ وہ دوبارہ اِس سکول میں چلا جائے۔ لیکن مصطفٰے کمال نے نہ مانا۔ مصطفٰے کمال کے چچا کی رائے تھی۔ کہ اُسکو سپاہی بنایا جائے۔ کیونکہ وہ نہائت ہی اکھڑ لڑکا تھا۔ کبھی تاجر بن نہیں سکتا۔

اِس چھوٹی عمر میں مصطفٰے کمال کو بہادری کے کارنامے سننے کا از حد شوق تھا۔ چنانچہ بہادروں کے کارنامے اور شجاعوں کی دلاوری کے حالات سن کر اُس کے دل پر گہرا اثر ہوا کرتا تھا۔ پس وہ عمر جس میں بہادروں کی پرستش اور قدر کیجاتی ہے۔ چڑھتے آفتاب کی طرح نمو اور ترقی پر تھی۔

مصطفٰے کمال ان بہادر اور تجربہ کار ترکی افسروں کو پسند کیا کرتے تھے جو ہر روز اُن گلی کوچوں میں سے گذرتے جنمیں وہ کھیلا کرتے تھے۔ وہ روزانہ اُنھیں دیکھ کر شوق سے اُن کی باتیں کیا کرتے تھے۔ اُنکی تعریف و توصیف ہر وقت اُن کی ورد زبان رہتی۔ از روئے رشک اُنکے دل میں یہ بات موجزن ہوا کرتی تھی کہ کاش وہ بھی ترکی افسر کا عہدہ حاصل کرلیں۔

فوجی سکول میں داخلہ

مصطفٰے کمال کا چچا چاہتا تھا کہ چونکہ مصطفٰے کمال اکھڑ اور ضدی طبیعت کا لڑکا ہے۔ اِسلئے اُسکو سالونیکا کے فوجی سکول میں داخل کرا دیا جائے۔ تاکہ سپاہی بنجائے۔ اور کسی روز افسر کے عہدہ تک فائز ہو جائے گا۔ اور اُسکی آیندہ زندگی اچھی ہو جائیگی لیکن زبیدہ نہ مانتی تھی۔ وہ اپنے بچّے کو فوجی سکول میں بھیجنے اور سپاہی بنانے

کے خلاف تھی۔ لیکن مصطفٰے کمال کو اپنے چچا کی تجویز پسند آ گئی۔ اور آپ نے حتمی ارادہ کر لیا کہ وہ فوجی سکول میں ضرور داخل ہونگے۔ سپاہی بنیں گے۔ اور مولویت کا جبّہ نہیں پہنیں گے۔ تجارت بھی آپ کو پسند نہ تھی۔

اِن ایّام میں مصطفٰے کمال کا ایک ہمسایہ لڑکا ترکی فوجی سکول میں داخل ہونے کیلیئے چلا گیا۔ جب مصطفٰی کمال کو اِس بات کا علم ہوا تو اُن کے دِل میں بھی یہ اُمنگ پیدا ہوئی۔ کہ وہ بھی کسی طرح اِس فوجی سکول میں داخل ہو جائیں پس اِس بات کا انھوں نے مصمم ارادہ کر لیا لیکن جب اُنھوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں یہ اظہار کیا۔ اور عرض کیا کہ مجھے بھی اِس فوجی سکول میں داخل کرا دیا جائے۔ اُن کی والدہ ماجدہ نے فوجی سکول میں داخل کرا دینے سے صاف اِنکار کر دیا۔ جب آپنے اپنے گھر میں یہ ممانعت و مزاحمت دیکھی۔ تو آپنے دوبارہ اِسکے متعلق کسی سے مشورہ نہ کیا۔

وہ چپکے سے اپنے باپ کے ایک دوست کے پاس گئے۔ یہ بوڑھا پنشنر تھا۔ اس سے کالج میں داخل ہونے کیلیئے مدد طلب کی۔ اُسنے مصطفٰے کمال کو کالج میں داخل کرا دیا۔ اور مصطفٰے کمال داخلے کے اِمتحان میں بیٹھ گئے۔ آپنے اس داخلہ کے اِمتحان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کر لی۔ (کیوں نہ ہو۔ ہونہار بِروے کے چکنے چکنے پات)

جب آپ کے گھر والوں کو آپ کے اِس فعل اور کامیابی کا علم ہو گیا۔ تو پھر کسی کو بھی آپکے ارادے میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی گنجائش نہ رہی۔

مصطفٰے کمال نے اس سکول میں مستقل مزاجی سے قدم جمائے۔ اور کامیابی کے ساتھ اپنے مطالعہ میں مصروف رہے۔ حساب اور فوجی کاموں میں وہ نہائت ہی ماہر تھے۔ قواعد اور پریڈ کے کام میں نہایت ہی ہوشیار تھے۔ اس سکول میں جو اُستاد صاحب آپ کو علم ریاضی پڑھایا کرتے تھے۔ اُنکا نام بھی مصطفٰے تھا۔ اُنھوں نے اپنے شاگرد رشید کو ہوشیار خیال کر کے پیوپل ٹیچر مقرر

کر دیا۔ اور جونیر کلاس کا اسکو چارج دیدیا۔ اُستاد اور شاگرد کے ہمنام ہونے سے جماعت میں گڑبڑ مچ جایا کرتی تھی۔ ایک روز اُستاد صاحب نے فرمایا۔ کہ ناموں کے اندر کچھ تبدیلی کر دینی چاہیے۔ تاکہ ہمنام ہونے کی وجہ سے مغالطہ لگ جانے کی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ اُستاد صاحب نے اپنے شاگرد رشید کے نام کے آگے لفظ کمال بڑھا دیا۔ اُس روز سے آپ کا نام نامی مصطفےٰ کمال ہوا۔ اور مصطفےٰ کمال کے نام سے پکارے جانے لگے ورنہ آپکا پیدائشی نام صرف مصطفےٰ ہی تھا۔ کمال کے معنی ترکی میں صداقت اور راست بازی کے ہیں۔ چونکہ اُستاد صاحب اُنکی راست بازی اور اخلاق و اطوار کو بہت ہی پسند کرتے تھے۔ لہذا اُن کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ اُنکے نام کے آگے لفظ کمال کو ہی ایزاد کیا جائے۔

مصطفےٰ کمال کو قدرت کی طرف سے کمال ذہانت اور حافظہ عطا ہوا تھا آپ نے بڑی سرعت کے ساتھ تعلیم میں ترقی حاصل کر لی۔ ہر امتحان میں مکمل کامیابی کے ساتھ پاس ہوتے گئے۔ آپ کی قابلیت اور خداداد ذہانت یہاں تک اتم درجہ رکھتی تھی۔ کہ وہ دوسرے لڑکوں کو بھی پڑھا سکتے تھے وجہ اس قابلیت کی یہ تھی۔ کہ وہ کبھی کھیل کود میں مصروف نہ ہوتے تھے۔ اور نہ ہی کھیلنے والے لڑکوں کو اپنے پاس پھڑکنے دیتے۔ لہو ولعب کے سخت مخالف تھے۔ ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے ہمجلیسوں میں ہر دل عزیز نہ تھے۔ اور دیگر طالب علم اُن کو پسند نہ کرتے تھے۔ مصطفےٰ کمال کا یہ خیال تھا۔ کہ خوب محنت کر کے سکول میں ایک نامور اور ہوشیار لڑکا بنجائے چنانچہ محنت اور مطالعہ نے اُن کو بہت جلد کامیاب کیا اور معراج اوج پر چڑھا دیا۔ آپنے سترہ برس کی عمر میں مدرسہ فوقانیہ کے فوجی سکول میں تعلیم حاصل کر لی اور کامیابی کے ساتھ مناستر کے سینئر فوجی سکول میں داخل ہو گئے۔

سیاست کا شوق

اسوقت سلطان عبدالحمید خان کا عہد حکومت تھا۔ عیاں

حکومتوں کے نرغے میں پھنسا ہوا تھا۔ وہ ٹرکی کے حصے بخرے کرنا چاہتی تھیں۔ دوسری طرف رعایا افلاس و تنگ دستی سے تنگ آکر اصلاحات کا مطالبہ کر رہی تھی۔ لیکن سلطان اصلاحات دینے کو تیار نہ تھا۔ اُس نے کئی ترک لیڈروں کو جیل میں ڈالدیا۔ اور اکثروں کو ہمیشہ کی نیند سُلادیا۔

اگرچہ مصطفےٰ کمال اِسوقت تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ لیکن آپکے دل میں حب الوطنی کا جذبہ اسی زمانہ سے موجود تھا۔ حالات کا مطالعہ کرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ اجنبی بڑے بڑے عہدوں پر قابض ہیں۔ دیگر حکومتوں سے مل کر ریشہ دوانیاں کرتے ہیں۔ اور ترکی کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ لہٰذا وہ چاہتے تھے کہ تمام اجنبی افسر مِلک سے نکال دئے جائیں۔ اور اُنکی جگہ ترک افسر بھرتی کیے جائیں۔ کیونکہ ترکی ترکوں کا ہے۔ اور مُلک کو اِصلاحات کے خزانوں سے مالامال کر دیا جائے۔

جب سناستر میں تعطیلات ہوئیں۔ آپ سالونیکا آئے۔ اپنی والدہ کے پاس نہ رہے کیونکہ آسنے اِفلاس سے تنگ آکر ایک امیر سوداگر سے شادی کر لی تھی۔ اور مصطفےٰ کمال اِس کے بر خلاف تھے۔ نہ تو وہ اپنی ماں کو ہی مِلنا چاہتے تھے اور نہ ہی غیر حقیقی باپ سے کلام کرنے پر مائل تھے۔ لہٰذا وہ ایک پادری کے پاس ٹھیرے۔ اُس نے مصطفےٰ کمال کو فرانسیسی زبان سکھلادی۔ نیز مصطفےٰ کمال نے فتحی بے سے دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے۔ وہ فرانسیسی زبان بھی اچھی طرح جانتا تھا۔

جب مصطفےٰ کمال جامعہ حربیہ کی اعلیٰ جماعتوں تک فائز ہوئے تو اُسوقت آپ کو سیاسیات کا شوق پیدا ہوا۔ آپنے سیاسی معاملات میں حِصّہ لینا شروع کر دیا۔ اگرچہ جامعہ حربیہ کے آئین و قوانین سخت تھے۔ اور سیاسیات میں حِصّہ لینا ممنوع تھا۔ تاہم آپنے خفیہ طور پر کسی نہ کسی ذریعہ سیاسی کتب حاصل کر لیں۔ جنمیں قومی روح اور آزادی کے جذبات بھرے پڑے تھے۔

چنانچہ آپنے کمال بے اور آنجیسے ہم خیال لوگوں کی تصانیف پڑھیں۔ لیکن حکومت کے قانون کے مطابق ایسی کتب کا اپنے پاس رکھنا اور پڑھنا قطعاً ممنوع اور سخت جرم تھا۔ اور اسکی سزا قید تھی۔

اِن کتب میں انقلاب اور ہیجان پیدا کرنیوالے جذبات تھے۔ اُن کتابوں کے مطالعہ نے آپ پر واضح کر دیا۔ کہ ٹرکی کی موجودہ حکومت کا طرزِ عمل درست نہیں۔ مصطفےٰ کمال کے قول و جذبات میں ہر روز اضطراب۔ تڑپ اور پھڑک اور بے چینی پیدا ہوتی گئی۔ لیکن ساتھ ہی اس کے آپ اصلیت کے رنگ میں رنگے گئے۔ جدہر نگاہ اُٹھتی شخصی حکومت اور خود مختاری کا ہی دور دورہ نظر آتا۔ سیاسی معاملات میں گھروں میں۔ دوستوں میں۔ یاروں میں جلسوں و مجالس میں یہاں تک کہ سکولوں اور کالجوں میں بھی یہی طرز و طریق خود مختاری جلوہ گر تھا۔ لیکن آپ شخصی حکومت کے اِس رنگ ڈھنگ کو غور و خوض کی نظر سے دیکھنے کے بعد اِس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ حکومت کا رویّہ قوم کیلئے اور ملک کی آئندہ اصلاح و فلاح کیلئے بیحد خطرناک ہے۔ جب آپ پر یہ حقیقت روز روشن کیطرح آشکارا ہو گئی۔ تو آپ نے اپنے ہم جماعت طلباء میں ان حالات و واقعات کی نشر و اشاعت شروع کر دی۔

مصطفےٰ کمال نے اسوقت لیکچرار بننے کی کوشش کی۔ آپکی تقریر یہی تھی کہ ٹرکی ترکوں کی ہے۔ اغیار کی دستبرد سے اسکو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ سلطان کی غلطیوں کا بھی اپنے ملک کو شکار نہ ہونے دیں۔ آزادی کے متعلق آپ نے بے شمار مضامین اور نظمیں لکھیں۔

غرضیکہ سیاسیات میں وہ ایک رنگ لیڈر کی حیثیت سے رکھتے تھے لیکن دوسری جانب بلحاظ تعلیم کے بھی اُن کو اپنے کالج میں ایک نمایاں شخصیت حاصل تھی۔ جس طرح وہ سالونیکا کے فوجی سکول میں ہوشیار اور اوّل نمبر پر تھے۔ اسی طرح وہ مناستر کالج میں ایک ممتاز فرد تھے۔ قابلیت میں کوئی طالبعلم

آپ کا ہمسر نہ تھا۔ اس خاص خصوصیت کے سبب سے وہ قسطنطنیہ کے حربیہ کالج کے جنرل سٹاف کیلئے منتخب ہوئے۔ اور سب لفٹنٹ بھرتی کرکے وہاں بھیجدیئے گئے۔

اسوقت مصطفےٰ کمال کی عمر بیس برس کی تھی۔ حربیہ کالج میں بھی مصطفےٰ کمال نے کمال قابلیت اور ہوشیاری سے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ اور اعلیٰ پیمانہ پر پاس ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں آپ کا نام گزٹ میں شائع ہوگیا۔ اور کیپٹن کا عہدہ آپ کو دیا گیا۔

باوجود کامیاب تعلیم حاصل کرنیکے آپنے سیاسیات کو ہاتھ سے نہ دیا۔ مناستر میں وہ تمام طلباء سے سینئر تھے۔ سٹاف کالج میں بے شمار آپکے ہم خیال تھے۔ یہ تمام انقلاب پسند تھے۔ سلطان کی خودمختار حکومت کا تختہ اُلٹنا اُن کا اوّلین کام تھا۔ اور اپنے ملک کو غیر اقوام کے قدموں سے پاک وصاف کرنے کی تجاویز سوچا کرتے تھے۔ کالج کے پروفیسر بھی اِن انقلاب پسندوں کے خیالات سے ہمنوا تھے۔ لیکن وہ علانیہ اُن کا ساتھ نہ دیتے۔

انجمن کا قیام

ہوتے ہوتے نوبت بہ اینجا رسید کہ آپنے ایک چھوٹی سی انجمن کی بنیاد ڈالدی۔ جس کا نام "حریت" رکھا۔ آپ نے ایک خفیہ اخبار بھی جاری کرلیا۔ چنانچہ مصطفےٰ کمال اِس انجمن کا صدر مقرر ہوا۔ اور اِس اخبار کا جزو غالب اور مضمون نویس تھا۔ اِس انجمن کا مقصد وحید یہ تھا کہ ملک سے سلطان کی طاغوت پسند طاقت کا ملیامیٹ کردیا جائے۔ اور جوروستم اور استبداد پسند حکومت کا خاتمہ کردیا جائے اور ملک کو پارلیمنٹ مل جائے۔ آپنے اِس انجمن میں نہایت ہی سرگرمی سے کام کیا۔ اِشتعال انگیز مضامین اور نظمیں لکھیں۔ کالج کے پرنسپل کو اِس انجمن کے متعلق علم تھا۔ لیکن وہ چشم پوشی کرتا۔ بدقسمتی سے کچھ عرصہ بعد سلطان عبدالحمید خان کے خفیہ جاسوسوں نے اِس پوشیدہ انجمن کا پتہ لگا لیا۔ اُنہوں نے

اسکی رپورٹ بادشاہ کی خدمت میں کر دی۔ سلطان نے اسماعیل حقی پاشا ڈائریکٹر جنرل آف ملٹری ٹریننگ کو حکم دیا۔ کہ وہ اِس انجمن کا خاتمہ کر دے اِسماعیل نے کالج کے پرنسپل سے دریافت کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ کالج میں کوئی ایسی انجمن نہیں۔ حکومت کی طرف سے کالج کے منتظمین کو تنبیہ ہوئی کہ طلباء سے پھر اس قسم کی حرکت سرزد نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن مصطفےٰ کمال کو اِس بات کا کافی و وافی تجربہ ہو چکا تھا۔ آپنے ایک کمرہ شہر کے غیر آباد گوشہ میں کرایہ پر لے لیا۔ اور جب تک کالج میں رہے۔ انجمن کو چلاتے رہے۔ بلکہ کالج کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بھی اِس انجمن کے وجود کو ضائع نہ ہونے دیا۔

قید و بند

کالج کی تعلیم سے فراغت حاصل کرنیکے بعد مصطفےٰ کمال کو کچھ عرصہ تک ملازمت نہ ملی۔ آپ کی والدہ نے کچھ رقم ماہانہ بھیج کر آپ کی امداد شروع کر دی۔ اِس اثناء میں آپنے انجمن کا کام بڑی سرگرمی کے ساتھ کرنا شروع کر دیا۔ جو مکان آپنے شہر سے باہر کسی غیر آباد گوشہ میں لے رکھا تھا۔ اسی میں انجمن کا دفتر قائم کر دیا۔ جہاں سے وہ انجمن کی کارروائیوں کو شائع کیا کرتے۔ انجمن کی میٹنگ کسی پرائیویٹ مکان میں ہوتی تھی۔ آپ اِس بات کی ہر وقت احتیاط کرتے کہ سلطان کے سپاہیوں کو اِسکے متعلق علم نہ ہو جائے۔ لیکن سلطان کے سپاہی بھی اِس انجمن کی تاک میں تھے۔ آخر اُنہوں نے اِس انجمن کا پتہ لگا ہی لیا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ ایک شخص مصطفےٰ کمال کے پاس آیا۔ اُس نے اپنے آپ کو نادار و بیکس ظاہر کیا اور بتایا کہ وہ فوج میں ایک افسر تھا۔ لیکن اب ملازمت سے برطرف ہو چکا ہے۔ نہ تو اُس کے پاس کچھ کھانے پینے کو ہے اور نہ ہی کوئی مکان رہائش کے لیے مہیا ہے۔ یہ داستان دردناک سن کر مصطفےٰ کمال کو اُسپر رحم آگیا۔ آپ اُسکی اِمداد کیلیے آمادہ و تیار ہو گئے۔ اور اُس کو اجازت دیدی کہ وہ انجمن کے کمرہ میں سو رہا کرے۔ لیکن آپکو اِس امداد

رحم دلی کا یہ بدلہ ملا کہ صرف دو ہی یوم گذرنے کے بعد آپ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آپکی انجمن کے تمام کارندے پابزنجیر ہیں اور جیل کی کوٹھڑیوں میں مقیّد ہیں۔ بلکہ آپ بھی اِس قید سے نہ بچے۔ معلوم ہوا کہ یہ شخص جس کو آپنے اپنے پاس رکھّا تھا۔ شاہی جاسوس تھا۔ مصطفےٰ کمال اور اسکے ہمراہی تمام کے تمام چار ماہ تک جیل کی کوٹھڑیوں میں بند رہے۔

مصطفےٰ کمال ان سب میں بڑا مجرم تھا۔ آپکے برخلاف الزامات نہایت ہی سنگین تھے۔ کیونکہ پولیس کے پاس آپکے برخلاف زبردست شہادتیں موجود تھیں اِسلیئے آپ کو علیحدہ کوٹھڑی میں تنہا بند کردیا گیا۔

مصطفےٰ کمال کی کی والدہ اور اُسکی بہن اُسکو جیل میں ملنے کیلئے گئیں۔ لیکن ملاقات کی اجازت نہ ملی۔ البتّہ اُن کو مالی امداد دینے کی اجازت مل گئی۔ جیل کیا تھا۔ ایک کال کوٹھڑی تھی۔ گندی تھی۔ کیڑے بیشمار اُسمیں دوڑتے پھرتے تھے ایک روشندان بلند چھت کے قریب تھا۔ جہاں سے کسی قدر روشنی اور ہوا آتی تھی۔ اس قید سے آپکے دماغ پر بہت بُرا اثر پڑا۔

ایک روز مصطفےٰ کمال کو اِس کال کوٹھڑی سے نکال حقی پاشا کے روبرو پیش کیا گیا۔ یہ پاشا سلطان کا ایک بڑا خاص الخاص آدمی تھا۔ اُسنے مصطفےٰ کمال کو اپنے روبرو بٹھالیا۔ اور ہر طرح سے مطعون کرنے کے بعد کہا۔ کہ سلطان نے اب کی مرتبہ آپ کو معافی دیدی ہے۔ اگر آپ آیندہ زندگی امن پسندی اور سلطان کی وفاداری میں گذاروگے۔ تو سلطان بہت خوش ہونگے۔ لیکن تمام باتیں آنیوالی رپورٹوں پر منحصر ہونگی۔ اِسوقت سلطان نے آپ پر کمال مہربانی صادر فرمائی ہے۔ اور آپ کو رہا کردیا ہے۔ لیکن یہ آزادی برائے نام تھی

جلاوطنی

اس قید سے مخلصی پائے ابھی دو ہی ہفتے گذرے تھے کہ مصطفےٰ کمال کو ایک جیش کا کپتان بنا کر ملک سے جلاوطن کردیا۔ آپکا یہ تقرر دمشق میں ایک رجمنٹ میں ہوا۔ آپ یہ عہدہ بے وطنی کا لیکر شام کیطرف

عازم ہوئے۔ حکومت کے حکم کے مطابق آپ کو ایک جانیوالے جہاز پر سوار کرا کر سیریا کی طرف روانہ کر دیا۔ آپ کو اپنی ماں اور احباب کو ملنے کی اجازت نہ تھی۔

آٹھ دِن کے سفر کے بعد آپ کو بیروت بندرگاہ میں اُتار دیا گیا۔ وہاں سے ایک گھوڑے پر سوار ہو کر کوہِ لبنان کو عبور کر کے دمشق میں پہنچے۔ اور اپنی رجمنٹ میں شامل ہو گئے۔

جنگ دروس

جب مصطفٰی کمال دمشق میں پہنچے تو آپنے دیکھا کہ فوجیں دروسیوں کے خلاف کوچ کرنے کیلئے تیار بیٹھی ہیں۔ یہ لوگ دمشق کے جنوبی پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ اور ہر وقت حکومت سے انحراف کر کے بغاوت پر آمادہ رہتے تھے۔

یہ مہم مصطفٰے کمال کیلئے بالکل نئی مہم تھی۔ جنگی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے کا پہلا موقعہ تھا۔ دروسی پہاڑی لوگ تھے۔ وہ اِس علاقہ کی چپہ چپہ زمین سے واقف تھے۔ علاوہ ازیں وہ علاقہ غاروں اور وادیوں سے لبریز تھا۔ یہ مہم ٹیڑھی کھیر تھی۔ ترکی عساکر تھک گئے۔ باوجود تمام کوششوں کے وہ اپنے دشمنوں کو نہ پا سکے۔ دروسی لوگ بھی مقابلہ کیلئے سامنے نہ آتے۔ جب اُن کو خطرہ محسوس ہوتا۔ تو وہ بسرعت تمام دوسرے علاقوں میں کوچ کر جاتے۔ اور منتشر ہو جاتے۔ اِس اثناء میں موسم سرما بھی آ گیا۔ اور ترکی عساکر دمشق میں واپس آ گئے۔

جب مصطفٰے کمال اِس مہم سے واپس ہوئے۔ تو دمشق میں اُن کو ایک ایسے آدمی سے ملنے کا اِتفاق ہوا۔ جو آپ جیسی ہی قسمت کا مالک تھا۔ اُسنے بھی حربیہ مدرسہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اور اپنے مدرسہ میں تاج و تخت کے خلاف سیاسی معاملات کو فروغ دینے میں نمایاں حصہ لیا۔ اِس فعل کی پاداش میں اُسکو بھی شام بھیج دیا گیا۔ پھر کیا تھا "خوب گذریگی جو مِل بیٹھینگے دیوانے دو" والا

مصداق ہوا۔ دونوں ہمخیال مل بیٹھے۔ دونوں کے درمیان دوستی اور یکجہتی قائم ہوگئی چنانچہ اس جگہ دونوں نے مل کر آزادی کیلئے ایک خفیہ انجمن کی بنیاد ڈال دی جس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے اغراض و مقاصد کی زبردست شہرت و اشاعت کی جائے۔ تاکہ لوگوں پر یہ امر واضح ہوجائے۔ کہ جمہوری حکومت کی کہانتک ضرورت ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ان دوستوں کی کوشش اور انتظام کا اثر تمام ملک شام کی سرزمین میں خوب چمک اٹھا۔ اس اثر کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیروت۔ یافہ یروشلم اور دیگر کئی مشہور قصبوں اور شہروں میں اس قسم کی انجمنیں معرضِ وجود میں آگئیں۔ جیل کی کال کوٹھڑی اور حقی پاشا کا رعب اور خطرات آپکے جذبات و خیالات کو دبا نہیں سکتے تھے۔ وہ پہلے کی طرح اب بھی انقلاب پسند تھے۔ آزادی کے جذبات آپکے دِل کے اندر موجزن تھے۔ اگر آپ کے نزدیک کوئی چیز قابل قدر و منزلت تھی۔ تو وہ صرف انقلاب ہی تھا۔ ہاں البتہ آپنے تحریر و تقریر کو ترک کردیا۔ کیونکہ آپکے نزدیک تحریر و تقریر کوئی ٹھوس کام نہیں تھا۔ بلکہ وہ کوئی عملی کام کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ انقلاب کی دیوی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوسکے۔

مصطفےٰ کمال کو پورا یقین تھا۔ کہ اگر مقدونیہ کے باشندوں کے اندر جمہوریت کے خیالات کی تبلیغ کیجاتی۔ تو وہ شامیوں کی نسبت ان خیالات کو بہت جلد قبول کرلیتے۔ بدیں وجہ آپ کسی نہ کسی طریق سے سالونیکا جانے کے متمنّی ہوگئے۔ لیکن حکومت کی پابندیاں ایسی کڑی تھیں کہ وہ شام کی حدود سے باہر قدم نہ رکھ سکتے تھے۔

عزمِ سالونیکا

ان دنوں میں سالونیکا کے حاکم اعلیٰ شکری پاشا تھے۔ مصطفےٰ کمال کو معلوم تھا۔ کہ شکری پاشا اپنے سینے کے اندر ایک بیدار دِل رکھتے ہیں۔ چنانچہ مصطفےٰ کمال نے انکی خدمت میں ایک عریضہ بھی ارسال کیا۔ جسمیں آپنے خیالات اور مقاصد کا اظہار کرتے ہوئے تشریح بھی کردی۔ ساتھ ہی اسکے آپنے پاشائے موصوف سے یہ دریافت کیا کہ وہ اس بارہ میں کیا

امداد کر سکتے ہیں۔ پاشائے موصوف نے اِسکے متعلق براہِ راست تو کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ ایسا کرنا اُن کیلئے خطرناک اور مضرت رساں تھا۔ ہاں اُنہوں نے اتنا بتادیا کہ وہ مصطفےٰ کمال کے خیالات کو قدر اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور حتے المقدور وہ امداد بھی فرماوینگے۔ پاشائے موصوف کے اِس اقرار نے مصطفےٰ کمال کی اُمیدوں اور حوصلوں کو بلند و بالاتر کر دیا۔

مصطفےٰ کمال کے دوستوں نے آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ کو سالونیکا میں تبدیلی کرانی چاہیئے۔ مصطفیٰ کمال اُسی وقت شام سے سالونیکا کی طرف عازم ہوئے۔ جافہ بندرگاہ پر احمد بیے کماندار تھا۔ وہ بھی مصطفےٰ کمال کی انجمن کا ممبر تھا۔ اور مصطفےٰ کمال کی مدد کیلئے ہر طرح تیاّر تھا۔ چنانچہ آپکے سفر سالونیکا کا اِس طرح اِنتظام ہو گیا۔

آپ نے چند دنوں کی رخصت حاصل کر لی۔ اور جافہ بندرگاہ پر پہنچکر آپنے بھیس بدل لیا۔ اور نام بھی تبدیل کر لیا۔ یلدیز کوشک کے جاسوسوں کے ڈر کے مارے مصر کی طرف جانیوالے جہاز پر سوار ہو گئے۔ اِس طرح براستہ مصر یونان اور ایتھنز سالونیکا پہنچے۔ تمام سفر میں آپ کو کوئی پہچان نہ سکا۔ وہاں آپنے دیکھا کہ بڑی بد اعتمادی پھیلی ہوئی ہے۔ خفیہ انجمنیں جگہ بہ جگہ قائم ہیں۔ اور اِنقلاب پیدا کرنیکے لیئے تیار ہیں۔ سالونیکا اِس کام کیلیئے مرکز نظر آیا۔

شکری پاشا نے نہ تو آپ سے کھلے بندوں ملاقات کی۔ اور نہ ہی علانیہ کام کرنے کا موقعہ دیا۔ البتّہ وہ آپکے کام میں سدّراہ بھی نہ ہوئے۔ مصطفےٰ کمال کو شکری پاشا کے اِس طریق کار سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ چار مہینے کا عرصہ گذر گیا۔ اور نتیجہ کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔ آخر مصطفیٰ کمال اپنے سابق دوست سے مِلے۔ اور اُسکے روبرو اپنے تمام خیالات کا اِظہار کیا۔ آپ کا یہ دوست ایک زبردست دِل گُردہ کا مالک تھا۔ عالی حوصلہ تھا۔ ان اصولوں کا حامی تھا۔ اُس نے مصطفےٰ کمال کی تجاویز کو بخوشی لبیک کہا۔ اور کمال جوش اور حوصلہ کا اِظہار کیا۔ مصطفیٰ کمال کبھی

ماہ تک ملازمت سے غیر حاضر رہے۔

موت کی سزا

پیشتر اِسکے کہ مصطفیٰ کمال کوئی کام کرسکیں۔ سلطان کے سپاہیوں نے آپ کو پہچان لیا۔ اور آپکی سرگرمیوں اور ملازمت سے غیر حاضری کی رپورٹ سلطان کو کردی۔ بادشاہ نے حکم صادر فرمایا کہ آپ کو فی الفور گرفتار کرلیا جائے۔ مصطفیٰ کمال کی تلاش شروع ہوگئی۔ تاکہ مصطفیٰ کمال کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا جائے۔ خوش قسمتی سے اُسوقت پولیس کا افسر جمیل انجمن کا ممبر تھا۔ اُس نے مصطفیٰ کمال کو اِس شاہی حکم سے متنبّہ کیا۔ اور کہا کہ دو یوم تک سلطان کے حکم کو دبایا جاسکتا ہے۔ اس اثناء میں آپ یہاں سے نکل جاؤ۔ آپکے دوستوں نے بھی یہ مشورہ دیا کہ بہت جلد شام میں پہنچ جانا چاہیئے۔ تب آپ نے جمعیت کا کام اپنے احباب کو تفویض کیا۔ اور خود فی الفور یونان کیطرف عازم ہوئے۔ وہاں سے جہاز پر سوار ہوکر جافہ پہنچے۔ لیکن آپ کی گرفتاری کا حکم جافہ میں آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ اُسوقت احمد بے ڈیوٹی پر تھا۔ وہ مصطفیٰ کمال کو جہاز پر ملا۔ اور آپ کو وردی اور کاغذات دئے۔ اور کہا کہ جہاز پر سوار ہوکر فی الفور غازہ کی طرف چلے جاؤ۔

اُسوقت ان سرحدات پر کچھ خطرہ تھا۔ لطفی بے اُس جگہ کا انچارج تھا۔ لطفی بے مصطفیٰ کمال کا قدیم دوست تھا۔ اِسطرح غازہ کے فسادات مصطفیٰ کمال کی مخلصی کا باعث ہوئے۔

احمد بے نے دوبارہ قسطنطنیہ میں لکھا کہ مزید ہدایات بھیجی جاویں۔ موجودہ حکم میں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ مصطفیٰ کمال اسوقت تک غازہ میں موجود ہے۔ وہ سیریا سے کسی جگہ باہر نہیں گیا۔

ایک ہفتہ گذرنے سے پہلے جواب آگیا۔ لطفی بے نے بھی اِس بات کی تائید کی کہ مصطفیٰ کمال اِس کے پاس ہے۔ وہ کسی جگہ نہیں گئے۔ اس طرح سے مصطفیٰ کمال کے سر سے مصیبت ٹل گئی۔ اگر اس دفعہ قابو آجاتے تو آپ کیلئے کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اور

نہ کوئی اور موقعہ حکومت نے دینا تھا۔ حکومت آپکی ملازمت سے غیر حاضری کی سزا موت تجویز کر چکی تھی۔ آپکے افسروں کی بر موقعہ شہادت سے آپ کی جان بخشی ہوئی اور موت کا حکم منسوخ ہوا۔

اَب مصطفےٰ کمال نے گوش ہوش وا کیئے۔ اور کام کیطرف دہیان دینے لگے آپکے افسروں نے رپورٹ کی کہ وہ نہائیت ہی عمدہ کام کرنیوالے ہیں قسطنطنیہ میں حکام بالا کو یقین ہو گیا۔ کہ سالونیکا کے سپاہیوں نے غلطی کھائی ہے۔

سالونیکا میں تبدیلی

اِسکے بعد مصطفےٰ کمال نے برابر تین سال شام میں گذارے مصطفےٰ کمال سالونیکا پہنچنے کا عزم صمیم کر چکے تھے۔ وہ سیریا میں کبھی نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ کیونکہ آپکے گھر میں مہم کی بڑی زبردست تیاریاں ہو رہی تھیں آپ کو معلوم تھا کہ آپ کی انجمن کے ممبر تمام دفاتر میں موجود ہیں۔ بلکہ دفتر حربیہ بھی انجمن کے ممبروں سے خالی نہ تھا۔ آپنے ہر زنجیر کو کھینچا۔ تاکہ وہ کسی طرح سالونیکا پہنچ جائیں۔ آخر کار آپ کی تبدیلی سالونیکا میں ہو گئی۔ آپ نے اِس بغاوت کے مرکز میں بہت جلد پہنچنے کی کوشش کی۔

مصطفےٰ کمال سالونیکا میں فوج نمبر ۳ میں متعین ہوئے۔ آپ کے ذمہ کچھ ڈیوٹی تو سالونیکا میں تھی۔ اور کچھ ریلوے لائین کا معائینہ تھا۔

مصطفےٰ کمال سالونیکا میں اپنی ماں اور بہن کے پاس رہے۔ آپ کا باپ فوت ہو گیا اور آپ کی ماں کے قبضہ میں بے شمار جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ آگئی۔ اسجگہ مصطفےٰ کمال کو بے شمار اسٹاف کالج کے جماعتی ملے۔

انجمن اتحاد و ترقی

جب آپ سالونیکا واپس آئے تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ انجمن حریت کا نام تبدیل کر کے انجمن اتحاد و ترقی رکھدیا گیا ہے۔ اِس تغیر کی وجہ یہ ہوئی کہ ڈاکٹر ناظم بے فرانس سے سالونیکا تشریف فرما ہوئے۔ انھوں نے مصطفےٰ کمال کے دوستوں سے اس امر کی خواہش ظاہر کی کہ اِس جمعیت کا نام اُس انجمن کے نام پر ہونا چاہیئے جو انھوں نے پیرس میں قائم کی ہوئی ہے۔ مصطفےٰ کمال کے دیگر ساتھی اِس نئے نام کی

انجمن کو چلاتے رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مصطفٰے کمال نے اپنے سٹاف کالج کے ہم جماعتوں کے پاس اپنی انجمن کا پراپیگنڈا کیا۔ تو کامیابی نہ ہوئی۔ وہ اِسکو مشکوک نگاہوں دیکھتے تھے۔ آخرکار اُنمیں سے ایک نے مصطفٰے کمال سے قسم لے کر کہا کہ راز کو افشا نہ کرنا۔ یہاں ایک انقلاب پسند جماعت موجود ہے۔ جس کا نام انجمن اتحاد و ترقّی ہے یہ انجمن درحقیقت مصطفٰے کمال کی آزمائش کرتی تھی۔ کہ مبادا مصطفٰے کمال حکومت کا ایجنٹ ہو۔ اور انجمن کی سراغ رسانی کرتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی آپ کا قدیم ہم جماعت آپکی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن مصطفٰے کمال آزمائش میں پورا اُترا۔ تب اُنھوں نے آپ کو مدعو کیا۔ اور انجمن اتحاد و ترقّی کے ممبروں میں شامل ہو گئے اب مصطفٰے کمال اور آپ کے ساتھی اِس نئے نام کی انجمن کو چلاتے رہے۔ اسوقت انور۔ جمال۔ جاوید۔ نیازی۔ طلعت جیسے آراکین اِس انجمن کے ممبر تھے۔ رفتہ رفتہ تمام فوجی افسر اس انجمن کے ممبر بن گئے۔ جس سے اِس انجمن کو بہت تقوّیت حاصل ہو گئی۔

انقلاب ٹرکی

آخر یہ سلگتی ہوئی آگ سلطان کے خلاف بھڑک اُٹھی۔ جس غرض کیلیے انجمن اتحاد و ترقّی کوشش کر رہی تھی۔ اُس کا وقت آن پہنچا انجمن کا مطالبہ یہ تھا کہ شخصی حکومت کا خاتمہ کر کے ملک کو ۱۸۷۶ء والی دستوری حکومت عطا کی جائے۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں یکایک نیازی بے چند آدمیوں کو جمع کر کے مقدونیہ کے پہاڑوں میں لے گیا۔ اور گورنمنٹ کا مقابلہ شروع کر دیا۔ انور بے نے فی الفور انقلاب کا اعلان کر دیا۔ اور شرقی مقدونیہ میں نیازی کے مانند عمل پیرا ہوا۔ لیکن اُن لوگوں نے نہ تو کوئی خاص تیاری کی اور نہ ہی تنظیم کی تھی۔ اِسوقت انجمن اتحاد و ترقّی کے پاس تین سو سے زیادہ ہوشیار ممبر نہ تھے۔ افواج کے خیالات کا بھی انجمن کو علم نہ تھا۔

اسوقت مصطفٰے کمال خاموشی سے اپنی فوجی خدمات سرانجام دے رہے تھے وہ اس غیر منظّم لڑائی میں شامل ہونا درست خیال نہ کرتے تھے ......

اگر اُس نے کوئی اقدام کیا بھی۔ تو وہ نہایت ہی محتاط سکیم کے ماتحت تھا۔ تاکہ کامیاب نتیجہ برآمد ہو سکے۔

لیکن انور اور نیازی کی غیر عقلمندانہ سکیم کامیاب ہوتی نظر نہ آئی۔ چند سینکڑوں باغی پہاڑیوں میں پوشیدہ تھے۔ جو سلطانی لشکر ان باغیوں کی سرکوبی کیلئے جاتا۔ وہ ان سے مل جاتا۔ سپاہیوں کی کئی مہینوں کی تنخواہیں واجب الادا تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جتنی افواج باغیوں کے مقابلے میں جاتی۔ وہ اپنے افسروں کا حکم نہ مانتی اور باغیوں سے شریک ہو جاتی۔ حتّٰی کہ خاص سلطانی فوجیں بھی باغیوں کے ساتھ مل گئیں۔ اِس طرح رفتہ رفتہ سلطان کی طاقت کمزور ہوتی گئی۔

سلطان عبدالحمید خان مجبور ہو گیا۔ کہ وہ انجمن کے مطالبات پورے کرے۔ وہ اسوقت ایک عجیب چال چلگیا۔ کہ اُسنے انجمن کے مطالبات کے مطابق فی الفور ملک کو دستوری حکومت عطا کر دی۔ اور اعلان کر دیا۔ انور اور نیازی فتح کی خوشی میں شادیانے بجاتے ہوئے سالونیکا پہنچے۔ تمام جلاوطن شدہ ترک ممالک غیر سے واپس بلائے گئے۔ لیکن سلطان کی نیّت نیک نہ تھی۔

نیازی واپس البانیہ چلا گیا۔ وہ وہاں مقتول ہوا۔ انور کو ملٹری اتاچی مقرر کر کے برلن بھیجا گیا۔ مصطفےٰ کمال کو شمالی افریقہ میں بھیجا گیا۔ تاکہ طرابلس کی افواج کے متعلق رپورٹ کرے۔ ہر طرف گڑبڑی مچی ہوئی تھی۔ معاملہ بگڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یونین نے بوسنیا اور ہرزگوینا اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ یونان نے کریٹ پر قبضہ جما لیا۔ بلغاریہ نے روس کے بل بوتے پر خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ترکی کے اندر بھی فساد تھا۔ البانیہ اور عرب میں بھی بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ عیسائی اور مسلمانوں کے درمیان بھی تنازعات جاری تھے۔

اِدھر سلطان نے ملک کو دستوری حکومت عنایت کر کے خود اُسپر حلف اُٹھانے لیت و لعل کیا۔ اور موقعہ پا کر دستوری حکومت واپس لے لی۔ اور پھر وہی استبدادی حکومت یعنی شخصی حکومت کا دور دورہ ہو گیا۔ اور ملک پر پہلے سے بھی زیادہ سختی کیساتھ قانونی

گرفت کو مضبوط کر دیا گیا۔ سلطان کے آدمیوں نے موقعہ پاکر یہ مشہور کرنا شروع کر دیا۔ کہ انجمن کے ممبر غیر مسلم ہیں۔ وہ اسلام اور خلافت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

سلطان کے آدمیوں کا یہ پراپیگنڈہ افواج میں پھیل گیا۔ افواج مذہبی جوش سے مملو ہوگئیں۔ اُنہوں نے قسطنطنیہ میں قتلِ عام شروع کر دیا۔ افسروں کو قتل کر دیا۔ یا قید کر دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ وہ اِسلام اور سلطان کی تابعداری کرنیکے لیئے تیار ہیں۔ انجمن اتحاد و ترقی کی تابعداری کیلیئے تیار نہیں۔ اُنہوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔

جب انجمن نے دیکھا کہ سلطان اپنے اقرار سے منحرف ہوگیا ہے۔ اور قسطنطنیہ پر اُسکی افواج قابض ہوگئی ہیں۔ تو انجمن پہلے سے بھی زیادہ زور و شور کے ساتھ مستعد کار ہوگئی۔ اگرچہ سلطان نے انجمن کو ختم کرنے کی ہر چند کوشش کی۔ لیکن وہ انجمن کو ختم نہ کر سکا۔

انجمن نے مقدونیہ کی افواج کے پاس مدد کیلیئے اپیل کی۔ اور کہا کہ اگر سلطان اور اُسکے ہوا خواہ اپنی سکیم میں کامیاب ہوگئے۔ تو اُن کا غلبہ از سرِ نو ہو جائے گا۔ اِس وقت مقدونیہ میں آفیسر کمانڈنگ محمود شوکت پاشا تھا۔ یہ عربی تھا۔ لیکن سلطان کا بڑا معتمد علیہ تھا۔

محمود شوکت پاشا کا قد لمبا اور مضبوط تھا۔ بڑا ہوشیار سٹاف آفیسر تھا۔ لیکن ساتھ ہی اُس کے با انصاف کمانڈر تھا۔ اُس نے سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اُس کے اِسٹاف میں انجمن کے چند ممبر تھے۔ جن میں مصطفےٰ کمال بھی تھے۔ جو کہ طرابلس سے واپس آگئے تھے۔ محمود شوکت پاشا اِس معاملہ میں دخل دینے کیلیئے تیار نہ تھا۔ لیکن اُنہوں نے اُسکو مجبور کیا کہ اِسکے متعلق ضرور کوئی کارروائی کرنی چاہیئے۔

چنانچہ سنہ ۱۹۰۹ء میں محمود شوکت پاشا نے افواج نمبر ۲ و ۳ کو حکم دیا کہ قسطنطنیہ پر دھاوا بول دیا جائے۔ اُسوقت انور بھی بسرعت تمام برلن سے واپس آگیا۔ اُس کے ماتحت توپ خانہ تھا۔ مصطفےٰ کمال چیف آف دی سٹاف تھے۔ اور محمود شوکت پاشا کمانڈر انچیف تھے۔

انجمن کی سلطان کے خلاف دوبارہ فوج کشی رنگ لائی۔ یہ حملہ کامیاب ثابت ہوا۔ اِنقلاب پسندوں نے قلعہ یلدیز کو شک پر قبضہ کر کے سلطان کو گرفتار کر لیا۔ اِستبدادی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور مُلک کے اندر دستوری قایم ہوئی۔ اِنقلاب کا اصلی عنصر فوج تھی۔ فوجی افسر انجمن اتحّاد و ترقّی کے ممبر تھے۔ وہی سرگردہ اور رِنگ لیڈر تھے۔ بدیں وجہ انجمن اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گئی۔ اور حکومت کا تختہ اُلٹ دیا گیا۔ لیکن اِن سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے فوج کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی۔ اگرچہ مصطفےٰ کمال نے بڑے زور سے کہا کہ فوجی افسروں کو مُلکی سیاسیات میں حصّہ نہ لینا چاہیئے۔ لیکن کسی نے نہ سُنا۔ البتّہ اِنقلاب کے بعد ٹرکی فوج کا سِکّہ بیٹھ گیا۔ باغی فوجیں اِس سرعت کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچیں کہ دُنیا کی کوئی فوج ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

جدید نظام ٹرکی

اِنقلاب ٹرکی میں سب سے زیادہ منچلا اور ہردلعزیز افسر انور پاشا تھا۔ لوگوں کو اِس پر پورا پورا اِعتماد تھا۔ وہی اِنقلاب کا ہیرو تسلیم کیا گیا۔ لیکن مصطفےٰ کمال لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہنے کے سبب سے غیر معروف رہے۔

تیس سال کی عمر سے پہلے آپ مقدونیہ میں فوج نمبر ۳ کے چیف آف دِی سٹاف تھے۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں آپ کو جنرل علی رضا کے سٹاف میں شامل کر کے فرانس بھیجا گیا۔ پہلے وہ چند دنوں کے واسطے پیرس میں رہے۔ پھر سالانہ مینور کے لیے پکارڈی میں چلے گئے۔ علی رضا نے آپ کے متعلق رپورٹ کی کہ وہ نہایت ہی قابل باانصاف۔ راست باز اور ہوشیار افسر ہیں۔ پیرس سے واپسی کے بعد آپکو سالونیکا میں افسروں کے سکول کا انچارج بنا دیا گیا۔

آپنے سکول کی تنظیم نہایت ہی قابلیت کے ساتھ از سرِ نو کی۔ لیکن آپ کو اِس ڈیوٹی پر اطمینان نہ تھا۔ باوجود سپاہی ہونے کے آپ بڑے زبردست سیاست دان تھے۔ لیکن سیاسی سرگرمیوں کے اظہار کیلئے آپ کو موقعہ اور گنجائش

نہ ملی۔ بغاوت میں بھی آپ کو مشہور ہونے کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ اگر مشہور ہونے کا موقعہ ملا تو صرف انور، طلعت اور جمال کو۔ یہی تینوں آدمی سالونیکا میں کمیٹی کے ریکارڈ میں مشہور ترین آدمی تھے۔ وہی ملک پر حکمراں تھے۔ جاوید یہودی الاصل وزیر مالیات تھا۔ لیکن مصطفےٰ کمال سب کو حقارت کی نظر سے دیکھتے۔ اور کہتے۔ کہ وہ حکومت کے اہل نہیں ہیں۔

آپ نے ملک کی حالت پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ موجودہ حکومت کی بد نظمی کے کوائف۔ لوگوں کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں کر دیئے۔ اب مصطفےٰ کمال سینئر آفیسر تھے۔ اور جنرل سٹاف کی فہرست میں آپکا نام درج ہو چکا تھا۔ آپ کی قابلیت کی شہرت بڑھ رہی تھی۔ آپ کی اِنصاف پسند طبع کو بنظرِ استحسان دیکھا جا رہا تھا۔ اور ہر تحریک کا لیڈر متصوّر ہوتا تھا۔

مصطفےٰ کمال کی یہ تمام نکتہ چینیاں محمود شوکت پاشا وزیر جنگ کے کانوں تک پہنچائی گئیں۔ لیکن پاشائے موصوف بھی مصطفےٰ کمال کو اچھی طرح جانتا تھا۔ آپکو سالونیکا میں اِنفنٹری رجمنٹ نمبر۳ کا آفیسر کمانڈنگ بنا دیا گیا۔ عزت پاشا اس وقت سالونیکا کی افواج کا انچارج تھا۔

اب مصطفےٰ کمال نے ایک اور تحریک پیدا کی۔ اور اس پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ کہ ٹرکی کی حکومت نہایت ہی عمدہ اور قابل ہونی چاہیئے۔ اجنبی عنصر کو ملک سے خارج کر دینا چاہیئے۔ آپکا یہی مقولہ تھا کہ "ٹرکی ترکوں کی ہے"۔

حکومت کے کارندوں نے آپ کے برخلاف رپورٹ کر دی کہ یہ خطرناک آدمی ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی نے سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ محمود شوکت پاشا نے آپ کو بلا بھیجا۔ الزام یہ لگایا گیا کہ آپ افواج کو گورنمنٹ کے خلاف اکسا رہے ہیں۔ اور غدر برپا کرنا چاہتے ہیں۔ مصطفےٰ کمال نے اِس الزام کا جواب دیا لیکن محمود شوکت پاشا آپ کے جوابوں پر مطمئن نہ ہوا۔ محمود شوکت پاشا کے پاس آپ کو گرفتار کرنے کیلئے کافی شہادت بھی نہ تھی۔ لہٰذا محمود شوکت پاشا نے آپ کو فوج کی

کمان سے علیحدہ کرکے دفترِ حربیہ میں مامور کر دیا۔

مصطفےٰ کمال جیسے عقلمند اور ہوشیار آدمی کو قابو میں لانا بڑا مشکل تھا۔ رعب اور دھمکیاں آپ پر اثر انداز نہ ہو سکتی تھیں۔ آپ بہت مدبر تھے۔ آپکے خلاف الزام لگانیکے لئے کوئی مواد نہ ملتا۔ وہ ہر کام نہایت ہی ہوشیاری سے کرتے۔ آپ کو دفترِ حربیہ میں منتقل کرنے سے البتہ اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ آپ بلقان جیسے خطرناک مقام سے اور احباب سے دور تھے۔ اور بہ آسانی آپکی نگہبانی کی جاتی تھی۔

جنگِ طرابلس

مذکورہ بالا واقعات مصطفےٰ کمال کی ابتدائی زندگی کا فوٹو ہیں اگرچہ یہ حالات بھی مصطفےٰ کمال کی زندگی کو مزین کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن اس سے آگے پیش آکر جو واقعات رونما ہوئے۔ وہ مصطفےٰ کمال کی زندگی کو چار چاند لگا گئے ہیں۔ خاصکر گیلی پولی کے واقعات۔ اور وہ واقعات جو اتحادی قبضہ ٹرکی کے بعد رونما ہوئے۔ ایسی مثال کسی ترک بہادر کی زندگی میں چراغ لے کر تلاش کرنیسے بھی نہ ملے گی۔

معزز ناظرین! اب ہم اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ آپ کو مصطفےٰ کمال کی بہت ہی اہم اور معرکۃ الآرا زندگی کا نظارہ دکھلائیں۔ گذشتہ واقعات مصطفی کمال کی قریب قریب تیس سال کی عمر کا فوٹو ہیں۔

اب زمانہ ۱۹۱۱ء کا گذر رہا ہے۔ اٹلی نے ٹرکی کے خلاف قدم منازعت اٹھایا۔ اور دفعتاً اعلانِ جنگ بول دیا۔ صرف ۲۴ گھنٹوں کی مہلت دیکر ٹرکی کی خداداد دولت طرابلس پر حملہ آور ہوا۔ ایسے آڑے وقت میں جب کہ ٹرکی اس تھوڑے سے عرصہ میں اتنی دور کی مسافت پر طرابلس کوئی امداد نہ کر سکتی تھی اور نہ ہی اپنی دولتِ خداداد کو اٹلی کی تیار اور لیس شدہ افواج کی دست برد سے محفوظ رکھ سکتی تھی۔

اسوقت مصطفےٰ کمال نے تمام سیاسی امور کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور

طرابلس کیطرف جانیکے لیے تیاّر ہوگئے۔ دیگر غیوّر اور بہادر افسر انور پاشا جیسے طرابلس کی طرف چلدیئے۔ تاکہ اپنی املاک کو اٹلی کی سفّاکی اور بے رحمی سے بچائیں۔

سیریا اور مصر کے طویل راستوں کے سوائے ٹرکی شمالی افریقہ سے بالکل جُدا کر دیگئی۔ کیونکہ اِسوقت سمندروں پر اٹلی کا قبضہ تھا۔ جس کے سبب درہ دانیال بالکل بند تھی۔ اسوقت ٹرکی کے پاس صرف تین جنگی جہاز۔ اور چند کروزر تھے۔ اِسلیئے ترکی افواج طرابلس میں بھیجنی محال تھی۔ ترکی افسر صرف افریقہ کے راستے طرابلس میں جا سکتے تھے۔ ہر ایک نوجوان افسر وہاں جانے کیلیئے تیار تھا۔ انور فوراً بھیس بدل کر طرابلس کی طرف روانہ ہوگیا۔ فتحی بے جو کہ پیرس میں ملٹری اٹاچی تھا۔ فرانسیسی جہاز پر سوار ہوکر ٹیونس پہنچا۔ اور وہاں سے طرابلس پہنچ گیا۔

مصطفےٰ کمال اپنے احباب کے ہمراہ براستہ خشکی چل پڑے۔ وہ ایشیائے کوچک سیریا اور فلسطین کو عبور کرتے ہوئے چلے گئے۔ کچھ راستہ تو بذریعہ ریل طے کیا۔ اور کچھ گھوڑوں پر۔ جب وہ سکندریہ پہنچے۔ تو اُن کو معلوم ہوا۔ کہ مصری گورنمنٹ نے غیر جانبداری کا اعلان کر دیا ہے۔ اور سرحد کو بند کر دیا ہے۔ اِس پر مصطفےٰ کمال کو از حد غصّہ آیا۔ لیکن کیا ہو سکتا تھا۔ جانا بھی ضروری تھا۔ تینوں دوست علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی تجویز کی اور طرابلس میں پہنچ گئے۔

مصطفےٰ کمال نے عربی بھیس بدلا اور گاڑی پر سوار ہو گئے۔ سرحد پر آپکو روک دیا گیا۔ آپ ٹوٹی پھوٹی عربی جانتے تھے۔ لیکن نیلی آنکھیں اور ہلکے بالوں کے سبب سے وہ عربی معلوم نہ ہوتے تھے۔ ایک مصری افسر سرحد پر مقرر تھا۔ اسکو مصطفےٰ کمال کے متعلق اطلاع مل چکی تھی۔ سکندریہ کے انگریزی کمانڈر کا حکم تھا۔ کہ مصطفےٰ کمال کو پکڑ کر واپس کر دیا جائے۔

مصری افسر مسلمان تھا۔ اُسکی ترکوں کے ساتھ ہمدردی تھی۔ وہ چاہتا تھا

کہ مصطفیٰ کمال کسی طرح سرحد پار ہو جائے۔ اور طرابلس پہنچ جائے۔ لیکن وہ حکم عدولی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اُسنے مصطفیٰ کمال کی بجائے ایک اور مسافر کو جسکی آنکھیں نیلی تھیں گرفتار کر لیا۔ اور مصطفیٰ کمال کو سرحد پار جانیکی اجازت دیدی۔

مصطفیٰ کمال عین المنصور کے مقام پر ترک کی ہیڈ کوارٹر میں پہنچا۔ یہ مقام بندرگاہ درنا سے پندرہ میل اندرونی طرف واقع ہے مصطفیٰ کمال کا پُر تپاک خیر مقدم کیا گیا۔ کیونکہ افسر کم تھے۔ نیز مصطفیٰ کمال ملک طرابلس اور وہاں کے لوگوں کو پچھلے سال کے دورہ سے جانتے تھے۔

آپ کو میجر بنا دیا گیا۔ اور درنا سیکشن کا چارج دیا گیا۔ اور غازی دین کے محاذ کی کمان آپکے سپرد کیگئی۔ لیکن ہیڈ کوارٹر آپ کا عین المنصور ہی تھا۔ انور بھی عین المنصور میں تھا۔ تمام فرنٹ کا علاقہ انور کی کمان میں تھا۔

مصطفیٰ کمال نے نہ صرف ملک کی محافظت اور دشمن کی مدافعت ہی کی۔ بلکہ عرب سپاہیوں کو قواعد سکھلا کر فوج میں بھرتی کرنا شروع کر دیا۔ غازی انور پاشا کی ہدایت کے مطابق اور عزیز بے کی مدد سے اُنہوں نے عربوں کو ایسی قابلیت اور سرگرمی سے قواعد سکھلائی کہ عرب لوگ بہت ہی قلیل عرصہ میں اعلیٰ اور بہادر سپاہی بن گئے۔ اِن کامیاب اور نادر خدمتوں کی وجہ سے آپ یورپ میں بالعموم اور ٹرکی میں بالخصوص شہرت اور عزت کا رتبہ حاصل کر گئے۔ ہر جگہ آپ کی تعریف و توصیف ہونے لگیں۔ غازی محمود شوکت پاشا وزیر جنگ آپ کی تعریف میں بیحد رطب اللسان ہوئے۔

اٹلی نے شروع حملہ میں ساحل پر قبضہ کر لیا۔ لیکن بعد میں وہ اندرون ملک میں ایک اِنچ بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ ترک اُنکے مقابلے پر تھے۔ تمام شمالی افریقہ انکی حمایت پر تھا۔ فی الفور جہاد کا اعلان کر دیا گیا۔ عرب جوق در جوق دور و نزدیک سے اِس جہاد میں شامل ہونے کیلئے آگئے۔ مذہبی سوال نے تمام شمالی اِفریقہ اور صحرائے افریقہ میں آگ لگا دی۔ لوگ انور کو دیکھنے کیلئے اُمڈے چلے آتے۔

اِسوقت انور کی ہستی جاذبِ نظر تھی۔ وہی خلیفہ کا نائب تسلیم کیا گیا۔ شیخ سنوسی نے اُس کو اپنا بھائی بنا لیا۔ اپنے جنگجو اور بہادر مرید اُسکی اِمداد کیلیئے بھیجدیئے۔ انور جانتا تھا کہ اُنکے ساتھ کیسا برتاؤ اور سلوک کرنا ہے۔ اُسنے اُنکے آرام و آسائش کیلیئے ہر طرح کے سامان مہیّا کر دیئے۔ اُن کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی۔ اُس نے کمال عقلمندی اور سرگرمی کے ساتھ اُن کو جنگ کی دعوت دی۔

اُسوقت مصطفٰی کمال بھی انور کے ہمراہ تھا انور سے ایک سال بڑا۔ لیکن عہدے میں کم۔ الغرض اٹلی کا آپنے قافیہ تنگ کر دیا۔ جس حرص کو لے کر اُس نے قدم منازعت رکھا تھا۔ وہ حرص پوری ہوتی نظر نہ آئی۔ باوجود مکمّل تیاّریوں کے اٹلی ساحل سے آگے ایک چپہ بھر زمین بھی اپنے قبضہ میں نہ کر سکا۔ لڑائی ایک سال تک جاری رہی۔ لیکن اٹلی کے حق میں کوئی بہتر نتیجہ نہ نکلا۔ اگرچہ اٹلی نے مزید کمک بھی ملک سے طلب کی لیکن ساحل سے ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ عرب لوگ ترکوں کی شاگردی میں رہ کر نہایت ہی اعلیٰ اور بہادر سپاہی بن گئے۔ اور دیوارِ آہنی بنکر اٹلی کا مقابلہ کرتے رہے۔

جنگ بلقان

مصطفٰے کمال ابھی طرابلس میں ہی برسرِ پیکار تھے۔ کہ بلقان کے اندر جنگ کی چنگاری بھڑک اُٹھی۔ اُسپر آتشگیر مادہ جھونکا جا رہا تھا تاکہ شعلہ گیر ہوکر ٹرکی کے خرمن عزت و ناموس کو ہمیشہ کیلیئے پھونک دے۔ یورپ کی ریشہ دوانیاں بروئے کار آئیں۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں ماں ٹیگرو نے ٹرکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ تمام بلقانی ریاستیں متحد ہوگئیں۔ ٹڈّی دل فوج لیکر بادبگولہ کی طرح اُڑتی ہوئیں ٹرکی کی سرحدات پر چھا گئیں۔ اسوقت کامل پاشا یہودی النسل وزیر اعظم تھا۔ اُسکے ساتھ پہلے ہی سازباز ہو چکا تھا۔ اُس نے ان بلقانی ریاستوں کو کامیاب بنانے کیلیئے ہر ممکن کوشش کی۔

محمود شوکت پاشا وزیر اعظم نے اپنی وزارت کے زمانہ میں سرحدات کو نہایت ہی مضبوط و مستحکم بنا رکھا تھا۔ کئی لاکھ فوج اُن سرحدات پر متعیّن تھی۔ تاکہ جب بلقانی

ریاستیں مخالفت کا قدم اُٹھائیں۔ اُنھیں اُسی وقت سر کچل دیا جائے۔ کامل پاشا نے وزارت کا قلمدان سنبھالتے ہی محمود شوکت پاشا کے تمام استحکامات اُٹھا دئے تمام افواج کو سرحدات سے منتقل کر کے غیر ضروری مقامات پر بھیجدیا۔ کیونکہ اشارے کنائے پہلے ہی ہو چکے تھے۔ تمام معاملات پہلے ہی طے ہو چکے تھے۔ جب سرحدات خالی اور غیر محفوظ ہو گئیں۔ تو بلقانی ریاستوں کو حملہ کرنے کا اشارہ ہو گیا۔ بلقانی ریاستیں اقرار و مدار کے مطابق اشارہ پاتے ہی ترکی کے خرمنِ ہستی کو تباہ و برباد کرنے کیلئے چڑھ دوڑیں۔

ملک کے اندر وزیر اعظم کامل پاشا نے یہ انتظام کیا کہ انجمن اتحاد و ترقی کے ممبروں کو گرفتار کر لیا۔ تاکہ اُس کی راہ میں سدِ راہ نہ ہوں۔ ملک کے مشہور و معروف لیڈر اسوقت طرابلس میں برسرِ پیکار تھے۔ اُن کو گھر کا کوئی علم نہ تھا۔ انجمن کے چند ممبر والی کی نظروں سے خفیہ رہے۔ اُنھوں نے خفیہ طور پر جلسے کر کے انور پاشا کو طرابلس میں اطلاع بھیجدی۔ اور اس نئی آفت کے متعلق آگاہ کر دیا۔ کہ بلقانی افواج نے یکدم ترکی پر حملہ بول دیا ہے۔ وزیر اعظم کے لیے میدان خالی تھا۔ اس نے اتحادیوں کے ایماء کے مطابق جھٹ بادشاہ کو صلح کرنے پر مائل کر لیا۔ چنانچہ بادشاہ بھی راضی ہو گیا کہ جسطرح ہو سکے صلح کرا دی جائے

طرابلس میں اطلاع پاتے ہی ترکانِ احرار نے اپنے گھر کو واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ مصطفےٰ کمال نے بھی بلقانی محاذ پر پہنچنا ضروری سمجھا۔ کیونکہ جب بلقانی ریاستیں ترکوں کے گھر پر چڑھ آئی تھیں۔ تو پھر طرابلس کے ملک میں ملوکیت کیلئے لڑائی لڑنا ایک مضحکہ خیز بات تھی۔ چنانچہ ترکانِ احرار نے ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو اٹلی سے صلح کی۔ اور تمام افسر جو طرابلس میں موجود تھے۔ اپنے گھر کو اغیار کی دست برد سے بچانے کیلئے طرابلس سے جلدی سے بھیس بدل کر ترکی میں پہنچے۔ انور پاشا وغیرہ تمام افسر عین اُسوقت پہنچے جب کہ ترکی اعداء کے محاصرہ میں تھی۔

مصطفےٰ کمال نے چارج دیکر براستہ فرانس جانا نزدیک راستہ خیال کیا۔ لیکن

جب آپ کو معلوم ہوا کہ سیدھا راستہ آپ کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ تو آسٹریا اور رومانیہ ہوتے ہوئے بحیرہ اسود میں پہنچے۔ راستے میں کئی جگہ کی رکاوٹوں اور بندشوں کے باوجود قسطنطنیہ میں دسمبر کے چند ہفتے میں پہنچے۔

مصطفےٰ کمال نے دیکھا کہ ہر طرف پریشانی اور سراسیمگی کے آثار نمایاں ہیں ترکی افواج کو تمام محاذوں پر شکست ہو رہی ہے۔ سرویہ بغیر مقابلہ کے شمال سے بڑھا چلا آرہا ہے۔ یونان نے جنوب کی جانب سے حملہ کر کے سالونیکا پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور ۲۵ ہزار ترک سپاہی گرفتار کر لئے ہیں۔ بلغاریہ سیدھا بغیر روک ٹوک کے قسطنطنیہ پر بڑھا چلا آرہا ہے۔ اور شتلجہ کی مضبوط لائن کو توڑ رہا ہے۔ اور شہر سے صرف پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ علاوہ ازیں ایڈریانوپل کا قلعہ بھی بلغاریہ کے محاصرہ میں ہے۔ شکری پاشا قلعہ میں محصور ہے۔ ترکوں کا تمام یورپ سے صفایا کر دیا گیا ہے۔ قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل کے اردگرد کے علاقوں کے علاوہ ترکوں کے پاس کوئی زمین نہ تھی۔

اس آڑے وقت میں اگر کوئی روشن پہلو تھا۔ تو وہ صرف یہ تھا کہ رؤف پاشا نوجوان بحری کمانڈر نے پرانا جہاز حمیدیہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور کسی طرح سے درہ دانیال سے باہر چلا گیا۔ باوجود دشمن کے جہازوں کے تعاقب کے وہ بحیرہ ایجین تک پہنچ گیا۔ اس کا کارنامہ یہ تھا کہ کبھی وہ کسی بندرگاہ پر گولہ باری کرتا۔ کبھی کسی جہاز کا سامان رسد ڈبو دیتا۔ ان کارناموں کے عوض میں اس کو قومی بہادر کا خطاب ملا۔ لیکن اس کے یہ بحری کارنامے خشکی میں عام شکست پر کوئی اثر نہ ڈال سکتے تھے۔

قسطنطنیہ زخمیوں سے بھرپور تھا۔ ہسپتال۔ گرجے۔ مساجد لوگوں کے پرائیویٹ مکان سب کے سب زخمیوں سے پٹے پڑے تھے۔ رسد رسانی کا انتظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں کالرا اور ٹائیفائڈ سے راہی ملک عدم ہو رہے تھے۔ اور ہزاروں بھوک اور سردی سے تباہ حال تھے۔

مصطفےٰ کمال نے بڑی بیقراری سے اپنے گھر والوں کی تلاش کی۔ اُس نے بے شمار سالونیکا کے پناہ گزین دیکھے۔ اُنہوں نے کہا کہ شہر پر دھوکہ سے قبضہ کیا گیا ہے یونان نے عام طور پر لوٹ۔ غارت گری۔ اور قتلِ عام کا خوفناک منظر پیدا کر دیا۔ مصطفےٰ کمال نے اپنی ماں اور بہن مقبولہ کو ایک پناہ گزینوں کے کیمپ میں پایا۔ قسطنطنیہ میں اُن کی رہائش کا انتظام کیا۔ اسوقت زبیدہ کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی بڑھاپے کے سبب سے اسکا جثہ بھاری ہو گیا تھا۔ بینائی بھی نہ رہی۔ سالونیکا سے بھاگتے وقت اُسکی ماں اور بہن نے بھوک اور سردی سے سخت تکلیف اٹھائی تھی جونہی بوڑھی ماں نے اپنے بیٹے کو پایا خوشی سے دمک اٹھی۔ اُس نے اپنے بیٹے کو کہا کہ قسطنطنیہ میں لے چلو۔ تمام دن چٹائی پر چوکڑی مار کر کمرے میں بیٹھی رہتی۔ کبھی آگے کی طرف اور کبھی پیچھے کی طرف جھکتی اور خدا کو یاد کرتی۔ سالونیکا یونان کے قبضہ میں تھا۔ اُسکا گھر کھویا جا چکا تھا۔ جو کچھ اُس کا اثاثہ تھا۔ وہ سب کا سب ضائع ہو گیا۔

مصطفےٰ کمال اپنی ماں اور بہن کی رہائش کا انتظام کرنیکے بعد دفتر حربیہ میں پہنچے۔ آپ کو غازی محمود مختار پاشا کی قیادت میں مدافعت کرنیوالی افواج کے عملہ میں مامور کر دیا گیا۔ آپ جزیرہ نما گیلی پولی میں اُس ڈویژن کے چیف آف دی سٹاف مقرر کئے گئے۔ یہ بولایر استحکامات کی لائن کو اپنے قبضہ میں کئے ہوئے تھی۔ یہ لائن پوزیشن کے لحاظ سے ایک قسم کی کلید تھی۔ کیونکہ اگر بلغاریہ کا زور پڑ جائے۔ تو دردہ دانیال پر قابض ہو جائے۔ اور سیدھا قسطنطنیہ پر پہنچے۔ آپ فی الفور محاذ جنگ پر پہنچ گئے مصطفےٰ کمال ابھی بولیر لائن پر پہنچے ہی تھے کہ بلغاریہ کی افواج نے حملہ کر دیا۔

یہ استحکامات جنگ کریمیا کے موقعہ پر انگریزی انجینیروں نے پچاس سال پہلے تعمیر کیے تھے۔ بلغاروی فوجوں نے پے در پے متواتر حملے کیے۔ آپ نے نہایت دلیری اور بہادری سے مقابلہ کیا۔ حالات نے نئی صورت اختیار کر لی۔ ترکوں نے اس پوزیشن کو بڑی ہمت اور دلیری سے قابو میں رکھا۔ لڑائی شدید ہوئی۔ ترکی فوج نے جارحانہ کارروائی کر کے پیش قدمی شروع کر دی۔ اُدھر

دشمنوں کو اُنکے اصل خطوط تک پسپا کر دیا۔ بلکہ ترکی افواج نے اکثر مقامات پر قبضہ کر لیا۔

اِن بہادر ترکوں کے ملک میں پہنچتے ہی ٹرکی کے سر سے منحوس ستارہ غروب ہوا۔ کامل پاشا کے اوسان خطا ہو گئے۔ اُس کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ یورپ کیلئے اب سوائے صلح کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ آخر صلح کا جھنڈا بلند ہوا۔ اور تمام محاذات پر صلح نامہ کی رو سے لڑائی بند ہوگئی۔ یورپ کی بڑی بڑی حکومتوں نے صلح کانفرنس کا اِنعقاد کیا۔ دول یورپ نے صلح کی یادداشت بابالی کیطرف روانہ کر دی۔ بلقانی ریاستوں کا مطالبہ تھا کہ یورپین ٹرکی سوائے قسطنطنیہ کے اُنکے حوالے کر دیجائے۔ تاکہ وہ آپس میں تقسیم کر لیں۔ بلغاریہ نے اِس بات پر زور دیا کہ ایڈریانوپل بلغاریہ کے حوالے کر دیا جائے۔

اِنقلاب پارلیمنٹ

اِسوقت ترکوں کی دو پارٹیاں تھیں۔ ایک پارٹی وزیر اعظم کمال پاشا کے ساتھ تھی۔ وہ یہ چاہتی تھی۔ کہ حملہ آوروں سے صلح کر لینی چاہیئے۔ خواہ کسی قیمت پر ہو۔ لیکن دوسری پارٹی جس میں نوجوان ترک شامل تھے۔ وہ صلح کیلئے آمادہ نہ تھے۔ بلکہ سب سے اوّل وہ موجودہ وزارت کامل پاشا کو نیچا دکھانا چاہتے تھے۔ اُنکی وزارت کو شکست دینی چاہتے تھے۔ کامل پاشا نے ترکان احرار کے اِختلال سے خوفزدہ ہو کر اپنے وزرا کی اچانک میٹنگ طلب کی۔ اور مشورہ کیا کہ اتحادی صلح کی یادداشت پر فی الفور دستخط کر کے دول یورپ کو بھیجدی جائے۔ تاکہ ترکان احرار کے منصوبے کامیاب نہ ہونے پائیں۔ اگر یادداشت دستخط ہو کر چلی جاتی۔ تو پھر ترکان احرار کیا کر سکتے تھے۔ اُن کو اپنے علاقوں سے دست بردار ہونا لازمی تھا۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ ترکوں کی عزت کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ عین اُسوقت جبکہ یہ میٹنگ ہو رہی تھی۔ انور پاشا دیگر ترکان احرار

کی معیت میں بابعالی کے دروازے پر پہنچ گئے۔ چپراسیوں نے آپ کو روکنا چاہا۔ لیکن یہ گروہ نہ رکا۔ اور زبردستی بابعالی کے اندر گھس گیا۔ جب دیگر دول کے سفراء نے انور کو اندر آتے دیکھا۔ تو وہ فوراً بابعالی سے اٹھ کر باہر نکل گئے۔ انور نے فوراً مطالبہ کیا کہ قوم موجودہ وزارت سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کرتی ہے ممبروں نے مقابلہ کرنا چاہا۔ کہ اتنے میں ایک ہی فائر نے کاظل پادشاہ کو ٹھنڈا کردیا۔ انور پاشا نے حالات پر قابو پالیا۔ یورپ کی یادداشت کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔ دیکھا کہ تمام ممبروں کے دستخط ہوچکے تھے۔ اور یادداشت بھیجنے کے لیے تیار کی جارہی تھی۔

انور پاشا نے محمود شوکت پاشا کو بادشاہ کی منظوری لے کر وزیراعظم کے منصب جلیلہ پر فائز کردیا۔ اور نئی وزارت کی تشکیل ہوئی۔ الحمدللہ کہ قدرت نے ٹرکی کے سر سے اس نئی مصیبت کو ٹال دیا۔ اور ٹرکی کی آن بچی۔ بعد ازاں محمود شوکت پاشا اور انور پاشا نے مل کر اتحادیوں کی یادداشت کا مناسب جواب دیا۔ اور جنگ بلقان کا خاتمہ ہوا۔

بعد ازاں ترکوں نے ایڈریانوپل بھی فتح کرلیا۔ اور بلغاریہ منہ کی کھا کر محاصرہ اٹھا کر اپنے ملک کی طرف مایوسی کے عالم میں پریشان ہوکر بھاگا۔ انور نے سیدھا ایڈریانوپل کا رخ کیا۔ اور فاتحانہ طور پر ایڈریانوپل میں داخل ہوگیا۔

ٹرکی مرد بیمار کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ لیکن ٹرکی مرد بیمار نہیں۔ بلکہ ایک جیتا جاگتا شیر ہے۔ کہ جب کبھی اس نے نیند سے کروٹ لی۔ تو بھیڑیوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ صرف کمزوری اس بات کی تھی۔ کہ حکومت شخصی تھی۔ اس حکومت کی مشینری کے پرزے صحیح اور ایماندار نہ تھے۔ ملک کے خیرخواہ نہ تھے۔ جس کی وجہ سے بیرونی تاثرات ٹرکی کے اندرونی آئینہ کو دھندلا کیے ہوتے تھے۔ اگر نوجوانان ٹرکی پہ حکومت کی مشینری کا انحصار رہتا۔ تو پھر یقیناً ٹرکی میں یورپ کی ریشہ دوانیوں کو کوئی موقعہ نہ ملتا۔

تاریخ اور واقعات اِس بات پر شاہد ہیں۔ کہ جب ٹرکی میں کبھی فساد رونما ہوا۔ صرف ملک کے اندرونی بدخواہوں کی بدولت رونما ہوا۔ یہ اندرونی بدخواہ بیرونی بدخواہوں سے رشوت لے کر ساز باز کر لیا کرتے تھے۔ اور ٹرکی کا نقشہ بدلنے کی کوشش کرتے۔ لیکن برخلاف اِسکے جب ٹرکی کے اندرونی خیرخواہ اور ہواخواہ ان بدخواہوں کی چالوں اور ریشہ دوانیوں سے آگاہ ہو جاتے۔ تو وہ فوراً برسرِپیکار ہو کر ملک کی عزت و آبرو بچا لیتے۔

جنگ بلقان کے اختتام کے بعد مصطفےٰ کمال قسطنطنیہ میں واپس آ گئے اور اپنی ماں اور بہن کے پاس کچھ عرصہ ٹھیرے رہے۔ اڈریانوپل کی تسخیر کے بعد مصطفےٰ کمال کو لفٹننٹ کرنل کا عہدہ مل گیا۔

جنگ بلقان کے بعد وقت نے پانسہ پلٹا۔ نئی گورنمنٹ کی تشکیل ہوئی۔ یہ گورنمنٹ نہایت ہی مضبوط اور مستقل مزاج تھی۔ طلعت۔ انور۔ جمال اِس گورنمنٹ کی نمایاں ہستیاں تھیں۔ محمود شوکت پاشا قتل کیا جا چکا تھا۔ تینوں ارکان پارلیمنٹ زبردست حکومت کر رہے تھے۔ پرانی گورنمنٹ کی تار و پود بکھر چکی تھی۔

M-9-K

مصطفےٰ کمال کو اِس نئی گورنمنٹ میں کوئی عہدہ نہ ملا۔ طلعت اور جمال وزیر تھے۔ اور انور پاشا وزیر جنگ۔ انور ٹرکی کی بین الاقوامی حیثیت میں نمایاں درجہ رکھتا تھا۔ اُس نے شاہی خاندان کی ایک شہزادی سے شادی کر لی اور باسفورس کے ایک قلعہ میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ رہتا تھا۔ اُسکی تجویز یہ تھی کہ تمام مسلمانوں کو خلیفہ کے جھنڈے تلے جمع کر دیا جائے۔ تمام ٹرکی بولنے والے لوگوں کو قلمروئے ٹرکی میں شامل کر لیا جائے۔ اور گورنمنٹ کی شان و شوکت کو بڑھا دیا جائے۔ جرمن لوگ انور کو اپنا حلیف خیال کرتے تھے۔

لیکن اِس ترقی کی دوڑ میں مصطفےٰ کمال پیچھے رہ گئے۔ طلعت وزیرِاعظم اور انور وزیر جنگ اور مصطفےٰ کمال محض ایک جونیئر سٹاف آفیسر۔ مصطفےٰ کمال یہ

چاہتے تھے کہ غیر ملکی عنصر ملک میں نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ترکی ترکوں کا ہے اسلیئے بڑے بڑے عہدے جو جرمنوں کو دیئے جاتے ہیں۔ وہ ترکوں کو ہی ملنے چاہئیں۔ مصطفےٰ کمال کی اس رائے کے ساتھ صرف جمال ہی متفق تھا طلعت اور انور جرمنوں کو اپنے ملک میں بڑے بڑے عہدے دینے پر تلے ہوئے تھے۔ اگر مصطفےٰ کمال اور نئی گورنمنٹ کے درمیان کوئی وجہ مخالفت تھی تو وہ صرف یہی تھی۔ بدیں وجہ مصطفےٰ کمال گورنمنٹ کی اس غیر ملکی عناصر کی امداد کی پالیسی کے خلاف نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ لیکن آپکی کون سنتا تھا۔ انور پاشا نے اپنی تجاویز پر عملی جامہ پہنانے کیلیئے سب سے اوّل افواج کی تنظیم کا فیصلہ کیا۔ اس غرض کیلیئے انور نے جرمنی سے جنرل لیمان وان سانڈرس کو یہ کام کرنیکے لیئے بلایا۔ یہی بات تھی کہ جس کو مصطفےٰ کمال پسند نہ کرتے۔ آپ کا قول تھا کہ ترک افسر جرمن افسروں کی نسبت قابلیت اور انتظام و التیام کے لحاظ سے کسی طرح کم نہیں۔ یہ تمام کام ترک افسروں کے سپرد ہونے چاہئیں اور غیر عنصر اپنے ملک میں داخل نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ مصطفےٰ کمال نے ترکی افسروں کو ترغیب دی کہ وہ متفقہ طور پر اس معاملہ میں پروٹسٹ کریں مصطفےٰ کمال نے اس معاملہ کے متعلق جمال سے گفتگو کی۔ انور نے بلاقات سے انکار کر دیا۔ لیکن مصطفےٰ کمال کی تمام کوششیں بے سود ہی ثابت ہوئیں۔

اسوقت فتحی بے صوفیا میں وزیر مقرر ہو کر گیا۔ مصطفےٰ کمال کی اُس سے دوستی تھی۔ حکومت نے مصطفےٰ کمال کو ملک سے باہر نکال لینے کی یہ تجویز کی۔ کہ اُسکو ملٹری اتاچی مقرر کرکے صوفیہ بھیجدیا۔ تاکہ گورنمنٹ مصطفےٰ کمال کی نکتہ چینی سے محفوظ ہو جائے۔ مصطفیٰ کمال نے اس جلاوطنی کو بطیب خاطر منظور کر لیا۔ اس طرح قسطنطنیہ سے مصطفےٰ کمال کے تعلقات منقطع ہو گئے۔ اگرچہ ملٹری اتاچی کا عہدہ کوئی خاص عہدہ نہیں تھا۔ کہ جس سے مصطفےٰ کمال کی قابلیت کا اظہار ہوتا۔ لیکن تاہم بھی جتنا آپنے کام کیا۔ نہایت ہی عمدہ اور احسن طریق پر کیا۔ اس عہدہ پر

آپ سال بھر رہے۔

جنگ یورپ

اِس اثناء میں جنگ عظیم کے ہولناک شعلے یورپ کے افق پر بلند ہونے شروع ہو گئے۔ اِس محاربہ عظیم کا منبع آسٹریا تھا۔ یہاں سے جنگ کی چنگاری شعلہ گیر ہوئی۔ تمام یورپ اُس شعلہ کا شکار ہوا یورپ کا امن مخدوش ہوا۔ یورپ کی تمام بڑی بڑی طاقتیں اِس جنگ میں شامل ہو گئیں۔ ایک طرف جرمن اور آسٹریا۔ دوسری جانب برطانیہ۔ فرانس۔ روس اور اٹلی سرویہ کی حمایت میں اُٹھے۔ بلغاریہ غیر جانبدار رہا۔ صوفیہ نے بھی کوئی حصہ نہ لیا۔ مصطفٰے کمال کی رائے تھی کہ ٹرکی کو بھی غیر جانبدار رہنا چاہیئے۔

ترکوں کی اکثریت مصطفٰے کمال کے ہم آہنگ تھی۔ بلکہ مصطفٰے کمال کا یہ خیال تھا کہ غیر جانبدار رہکر حالات کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور جو پارٹی کامیاب نظر آئے۔ اُس کے ساتھ شمولیّت کی جائے۔ آپ کو یقین واثق تھا کہ جرمنی جنگ میں کامیاب نہ ہوگا۔ اور جو ملک جرمنی کی حمایت کریگا۔ وہ بھی تباہ ہوگا۔

دوسری جانب جرمن نے ازحد کوشش کی کہ ٹرکی کو اپنے ساتھ ملائے۔ انور پاشا وزیر جنگ جرمنی کا حلیف تھا۔ اُسکو جرمنوں کے ساتھ خاص تعلّق تھا۔ اور انور اور جرمنی کے درمیان خفیہ معاہدہ بھی ہو چکا تھا۔ کہ بصورت جنگ ٹرکی ضرور جنگ میں شریک ہو کر جرمنی کا ساتھ دیگا۔

انور پاشا شاہی خاندان کا داماد بھی تھا۔ اِس لحاظ سے انور پاشا کا اثر حکومت پر بہت زبردست تھا۔ طلعت پاشا وزیر اعظم بھی ٹرکی کو جنگ میں شریک کرنے کا حامی تھا۔ اِسلیئے مصطفٰے کمال پاشا کی مخالفت کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ اکابر قوم نے جرمنی کی حمایت میں جنگ میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ بلکہ اعلانِ جنگ بھی بول دیا۔ اور یکم نومبر ۱۹۱۴ء کو ٹرکی اور اتحادیوں کے درمیان لڑائی کا آغاز ہوا۔

حملہ درہ دانیال

اب چونکہ اعلانِ جنگ ہو چکا تھا۔ اتحّادیوں اور ٹرکی کے درمیان

طرح جنگ پیدا ہوچکی تھی۔ اسوقت ٹرکی کیلئے یہ لازمی امر تھا۔ کہ درہ دانیال کو بند کر دیا جائے۔ تاکہ اتحادیوں کے جہاز جو درہ دانیال کے ارد گرد منڈلا رہے تھے۔ آبنائے کے اندر گھس کر آستانہ پر حملہ آور نہ ہوجائیں۔

۳ جنوری ۱۹۱۵ء کو اتحادیوں نے درہ دانیال پر حملہ کیلئے تیاریاں کیں۔ چنانچہ فرانسوی اور انگریزی جہازوں کا ایک بڑا بیڑہ درہ دانیال پر حملہ آور ہوا۔ لیکن اتحادیوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ نقصان اُٹھا کر واپس ہونا پڑا۔

یہ ہزیمت اُٹھا کر اتحادیوں نے دوبارہ حملہ کرنے کی ٹھانی۔ اور ایک زبردست جنگی بیڑہ تیار کیا۔ یہ بیڑہ پہلے بیڑہ سے بھی کئی گنا طاقتور اور مضبوط تھا اِس جنگ کے زمانہ میں ایسی شان کا کوئی بیڑہ نہ تھا۔ اس پر بڑی بڑی توپیں نصب تھیں۔ چنانچہ ۱۹ فروری ۱۹۱۵ء کو اِس بیڑہ نے دوبارہ حملہ کیا۔ اور زبردستی آبنائے میں سے گذر جانے کی کوشش کی۔ انگریزی جہازوں نے خوب کام کیا۔ اتحادیوں کو اپنی طاقت پر بڑا فخر و ناز تھا۔ بلکہ اُن کا گمان تھا کہ اب کی ٹرکی کا مرد بیمار ہمیشہ کے لیئے ختم ہوجائے گا۔ لیکن قدرت کو ایسا منظور نہ تھا۔

اتحادی بیڑہ اپنے حملہ میں کامیاب ہوا۔ درہ دانیال کا دروازہ اپنی اجتماعی قوّت سے توڑ کر آبنائے کے اندر داخل ہوگیا۔ قلعہ کے استحکام میں نہایت ہی عزم و احتیاط سے کام لیا گیا۔ اِس بڑھتے ہوئے بیڑے پر قلعہ سے خوفناک آتشباری شروع ہوگئی۔ چشم زدن میں یہ بیڑہ آبنائے کی تہ میں پہنچگیا۔ جو حصّہ اس بیڑے کا قلعہ کی زد سے باہر تھا۔ وہ سلامتی کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔

یہ حملہ اتحادیوں کو بہت ہی مہنگا پڑا۔ شدید نقصان ہوا۔ چنانچہ اِس لڑائی میں اتحادیوں کے ہزاروں کی تعداد میں آدمی ہلاک ہوئے۔ اور بیشمار جنگی جہاز غرق ہوئے۔ برطانوی پارلیمنٹ نے اِس امر کا اعتراف کیا۔ کہ جو

تباہی اور نقصان اتحادیوں کو درہ دانیال پر برداشت کرنا پڑا ہے۔ وہ کسی دیگر محاذ پر نہیں ہوا۔

محاذ گیلی پولی

درہ دانیال پر دو مرتبہ شکست فاش کھا کر اور شدید نقصان جان و مال برداشت کر کے اتحادیوں نے پھر براستہ سمندر حملہ کرنے کا نام تک نہ لیا۔ بلکہ براستہ خشکی حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اس مقصد کیلئے انہوں نے کروڑوں روپوں کا سامانِ حرب و ضرب اور ٹڈی دل افواج جمع کر لیں۔ فوج کی مدد کیلئے بڑے بڑے زبردست جنگی جہاز روانہ کرنے کی تجویز ہوئی۔

اِن تمام کارروائیوں سے اتحادیوں کی یہ غرض تھی کہ خواہ براستہ سمندر یا براستہ خشکی قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے ٹرکی کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اِن کا گمان تھا کہ سمندر کے راستہ حملہ کر کے درہ دانیال میں سے گذر کر براہ راست بہت جلد قسطنطنیہ پر حملہ ہو جائیگا۔ لیکن انکی یہ کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ درہ دانیال میں سے گذرنا آسان کام نظر نہ آیا۔ تب انہوں نے گیلی پولی پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ تاکہ گیلی پولی پر قبضہ کر کے درہ دانیال میں سے بہ آسانی گذر کر قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ لیکن قدرتِ کاملہ کی مرضی اتحادیوں کے ساتھ شامل نہ تھی قدرت نے ٹرکی کو صفحہ ہستی پر قایم رکھنا تھا۔

اتحادی اِس بحث و تمحیص میں مصروف تھے۔ جنگ زوروں پر تھی۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا صوفیہ میں ہی تھے۔ آپ کو ملک اور قوم کی خدمت کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ آپنے انور پاشا وزیر جنگ کو تار دیا کہ مجھے بھی ملک کی کوئی خدمت دیجائے۔ جواب ملا کہ آپ وہیں بیٹھے رہیں۔ آپ کی اُسی جگہ ضرورت ہے۔ مصطفیٰ کمال نے دوبارہ تار دیا۔ لیکن جواب ندارد۔ پھر آپنے اپنے احباب کو بھی لکھا۔ لیکن کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا۔ فتحی بے بھی آپ کی کوئی مدد نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ سب کچھ انور کے اختیار و بس میں تھا۔

مصطفیٰ کمال جنگ میں شریک ہونے کیلئے ازحد بے چین و بیقرار تھے۔ اضطراب کی حالت میں وقت گذارتے تھے۔ آپکے لیئے ایک ایک دن ایک ایک مہینہ کے برابر تھا۔ یہاں تک کہ اسی جتن میں فروری ۱۹۱۵ء کا مہینہ سر پر آن پہنچا۔ چنانچہ اسوقت مصطفیٰ کمال نے فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ رخصت حاصل کیئے بغیر ہی چلے جاویں گے۔ اور فوج میں بھرتی ہو جائیں گے۔ ابھی آپ انہی خیالات میں منہمک تھے کہ قسطنطنیہ سے حکم پہنچا۔ کہ فوراً واپس قسطنطنیہ آجاؤ۔

انور پاشا اُسوقت قسطنطنیہ میں موجود نہ تھا۔ وہ روس کے خلاف ایک زبردست مہم لے کر کاکیشا کی طرف چلا گیا۔ یہ مہم قریب ایک لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ ملک کے چیدہ چیدہ فرزند جنگجو اور بہادر جمع کیئے گئے تھے۔ یہ فوج تمام عثمانی عساکر کا نچوڑ تھی۔ لیکن اِس کا جو افسوسناک اور اندوہناک حشر ہوا۔ وہ کسی اور جگہ پر ذکر کیا جائے گا۔

چنانچہ اِسوقت انور پاشا کی عدم موجودگی میں حقی پاشا کوارٹر ماسٹر جنرل تھا۔ تمام عثمانی عساکر کا چارج حقی پاشا کے قبضہ میں تھا۔ اُس نے انور کی پرائیویٹ اِختلافات کی پرواہ نہ کی۔ اُس کو اعلیٰ اور عمدہ افسروں کی سخت ضرورت تھی۔ انگریزوں نے دو مرتبہ جنگی جہازوں کی مدد سے درہ دانیال عبور کرنے کی بے سود کوشش کی۔ اب وہ گیلی پولی پر حملہ کرنے کی تیّاریاں کر رہے تھے۔ تاکہ قسطنطنیہ تک پہنچنے کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔ نئی خبروں سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ اتحادی مصر میں مزید افواج بڑی شدّ و مد سے جمع کر رہے ہیں۔ تاکہ گیلی پولی پر حملہ کریں۔ جرمن جنرل لیمان وان سانڈرس بھی اِس حملہ کی روک تھام کے لیئے نئی فوج کی تنظیم کر رہا تھا۔ لیکن جرنیل مذکور گیلی پولی کی پوزیشن سے کماحقہٗ واقف نہ تھا۔ اب ایک واقف کار رہنما کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جو گیلی پولی کے حسن و قبحہ کو باحسن وجوہ قابو میں رکھ سکے۔

حقی پاشا مصطفیٰ کمال کی جنگی قابلیت سے پوری پوری طرح واقف تھا۔

اِسکے خیال میں ترکی فوجی افسروں میں سے صرف وہی ایک شخص تھے جو اتحادیوں کی سرکوبی کر سکتے تھے۔ اور اتحادیوں کی اُمیدوں کو خاک میں ملا سکتے تھے وہ جانتا تھا۔ کہ مصطفیٰ کمال ہی لائق افسر ہے۔ بشرطیکہ سیاسیات سے علیحدہ رہے بنا بریں حتی پاشا کے نزدیک یہی امر نہایت اہم تھا۔ کہ مصطفیٰ کمال کو گیلی پولی کی مہم پر متعین کر کے جرمنوں کا زور کم کر دیا جائے۔ چنانچہ اُس نے مصطفیٰ کمال کو بذریعہ تار صوفیہ سے بلا لیا۔ اور جرمن جرنیل لیمان وان سانڈرس کے پاس اُسکی سفارش کی۔ جنرل مذکور نے مصطفیٰ کمال کو گیلی پولی کے جنوبی حصے کی افواج کی کمان دے دی۔

جرمن جرنیل کا خیال تھا۔ کہ تمام ترکی افسر گھٹیا نسل ہیں۔ کوئی قابل اور لائق نہیں۔ لیکن جب اُس نے مصطفیٰ کمال کی جنگی فراست اور قابلیت کا مشاہدہ کیا۔ اُسکی رائے نے پلٹا کھایا۔ اُس کو بہت جلد اس امر کا اعتراف کرنا پڑا کہ مصطفیٰ کمال کی شخصیت معمولی افسروں سے بالاتر ہے۔ جرمن فوجی افسروں سے کسی طرح کم نہیں۔ البتہ سخت آدمی ہے۔ اپنی رائے کو پُر زور طریقہ پر ظاہر کرتا ہے۔

اگرچہ مصطفیٰ کمال جرمن جرنیل کے ماتحت تھے۔ لیکن جرمن جرنیل کے ساتھ اکثر بے باک ہو کر گفتگو کیا کرتے تھے۔ بلکہ کئی مرتبہ آپ جرنیل کے غلط احکام کی تعمیل بھی نہ کرتے۔ تاہم جرنیل موصوف آپ کی جنگی فراست اور ذہانت اور اصابت رائے کو بے حد قدر دان تھا۔ اور وہ مصطفیٰ کمال کی اِس خصوصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مصطفیٰ کمال کی بے باکی اور احکام کی خلاف ورزی کو نظر انداز کر دیتا۔

ایک دفعہ مصطفیٰ کمال اور چند جرمن افسر بلغاریہ کی عدمِ شمولیت جنگ کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ بلغاریہ نے غیر جانبدار رہ کر پرلے درجہ کی حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ یہ سُن کر مصطفیٰ کمال نہایت ہی برہم ہو گئے۔ اور بڑے زور سے کہا کہ غلط ہے۔ بلغاریہ نے جنگ میں شریک نہ ہو کر اپنی کمال عقلمندی اور دُور اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ اُسکو معلوم ہے کہ جرمن اپنے اِرادوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا

جرمن افسر مصطفےٰ کمال کی اِس صاف گوئی سے دم بخود رہ گئے۔ سوائے خاموش رہنے کے اُن کو اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔

ایک اور موقعہ پر آپ نے ثابت کر دیا۔ کہ جرمن ہیڈ کوارٹر سٹاف مجرمانہ طور پر سست تھا۔ لیکن آپ خود سپاہیانہ وضع میں اپنے کام سے بخوبی ماہر تھے۔ روشن دماغ اور اپنے فیصلہ میں یقینی طور پر پختہ اور ثابت قدم رہتے تھے۔ ایک اِنچ بھی پیچھے نہ ہٹتے۔ کیونکہ آپ کی رائے مِن حیث الوجوہ نہایت ٹھوس۔ اور مدلّل ہوتی تھی۔

اکثر جرمن جرنیل اور آپ کی رائے میں اِختلاف ہوتا۔ تاہم جنرل موصوف آپکی طبیعت کو پاگیا۔ مصطفےٰ کمال میں بھی پرشین جیسے اوصاف اور طریقے پائے جاتے تھے۔ وہ جوشیلا اور غیر مستغنی نوجوان سپاہی تھا۔ لیکن اِن سب سے بڑھ کر اُسمیں یہ وصف تھا کہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا بے مثل سپاہی تھا۔ جنرل موصوف کہتا تھا کہ آپ اعلیٰ شان والے افسر اور لیڈر اعتبار کرنے کے لائق ہیں۔ اِسوجہ سے جرمن جرنیل کو آپ پر مکمل بھروسہ اور اعتماد تھا۔ اگرچہ مصطفےٰ کمال غیر عنصروں کا مخالف تھا خاص کر جرمنوں کا جنکو انور پاشا ملک میں لے آیا تھا۔ لیکن تاہم وہ جنرل موصوف کی عزّت کرتے۔ اور آپنے بھی تسلیم کر لیا کہ جرمن بہادر اور ہنر مند ہیں۔

قاہرہ اور ایتھنز سے خبریں پے در پے چلی آ رہی تھیں کہ اتحادی افواج گیلی پولی پر حملہ کرنیکے لیئے تیاّری میں مشغول ہیں۔ اسّی ہزار فوج مصر میں جمع ہے اور ایک بڑا زبردست جنگی بیڑہ اِس فوج کی حمایت کیلیئے تیار ہے۔

درحقیقت یہ نہایت ہی خوفناک تیاّریاں تھیں۔ بڑا زبردست حملہ ہونیوالا تھا ترکی کی تباہی یقینی تھی۔ جرمن جرنیل جوں جوں حملے کی خبریں سُنتا تھا۔ اُسکی تشویش میں روزانہ اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اُس کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔ اور سوچتا تھا کہ اس حملے کی دفاعی تدابیر کسطرح ہونگی۔ سب سے بڑی دقّت یہ تھی کہ گیلی پولی کا ساحل ۵۲ میل لمبا تھا۔ ملک میں جا بجا پہاڑ تھے۔ یہ اندازہ لگانا بیحد مشکل تھا کہ اتحادی جنگی بیڑہ

۲۰۵ میل طویل ساحل پر کس جگہ لنگر انداز ہوگا۔ اگر اتحادی فوج کسی جگہ پر اتر کر ایک پہاڑی پر قابض ہوگئی۔ تو اس کے لیے درہ دانیال کا راستہ بالکل صاف ہوجائیگا اور نہایت ہی آسانی کے ساتھ قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے گی۔

اب وہ وقت قریب آن پہنچا کہ جس کا انتظار تھا۔ ترکوں کی تباہی آنکھوں سے نظر آرہی تھی۔ جرمن جرنیل کے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ اور اُسکے عقل و ہوش نے جواب دیدیا تھا قسطنطنیہ کی خیر نہ تھی۔ اُسوقت ترکی کی حیات و ممات کا سوال درپیش تھا۔ جنرل مذکور کو مصطفےٰ کمال کی لیاقت و بہادری پر از حد فخر و ناز اور بھروسہ تھا۔ اُسنے مصطفےٰ کمال سے دریافت کیا کہ اب بچاؤ کی کیا ترکیب ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ دُنیا کی کوئی فوج اور طاقت گیلی پولی کو تا قیامت فتح نہیں کر سکے گی۔

آخر جنرل لیمان وان ساندرس نے فیصلہ کیا کہ ساٹھ ہزار ترکی فوج کے تین ڈویژن بنائے جائیں۔ تاکہ اُنھیں ساحل کے ساتھ ساتھ متعین کر دیا جائے اُسنے اُنیسویں ڈویژن کی کمان مصطفےٰ کمال کے سپرد کر دی۔ اور ہدایت کر دی۔ کہ جہاں اتحادی افواج کے شدید حملہ کا احتمال ہو۔ وہاں اپنے ڈویژن کے ساتھ بہت جلد پہنچ جاؤ۔ اِس طریق پر ترکی افواج گیلی پولی کے طویل ساحل پر تقسیم ہوگئی اور اُنھوں نے ڈیرے ڈالدیے۔

مصطفےٰ کمال کی ڈویژن میں ایک ترکی رجمنٹ عمدہ تربیت یافتہ اور دو عربی رجمنٹیں معمولی تربیت یافتہ تھیں۔ آپنے چند ہی ہفتوں میں اپنی قابلیت سے اُن عربی رجمنٹوں کو بھی اوّل درجے کی فوج بنا لیا۔ پھر آپنے اپنے ملک کا مطالعہ کیا۔ اور آنیوالے واقعات کیلئے تیار ہو گئے۔

۲۵ اپریل ۱۹۱۵ء بروز اتوار رات کے ۱۲ بجے اتحادی افواج نے گیلی پولی پر حملہ کر دیا۔ اُسوقت سمندر پر دھند چھائی ہوئی تھی۔ اُس دھند کے درمیان ایک بڑا زبردست آہنی بیڑہ لنگر انداز تھا۔ جس میں جنگی جہاز۔ تباہ کن جہاز۔ اور

اور سامانِ رسد کے جہاز شامل تھے۔ اتحادی افواج نے بھی تین حصّوں میں تقسیم ہو کر تین مختلف مقامات پر حملہ کیا۔ ایک حصّے نے شمالی ساحل پر بولیر کے مقام پر حملہ کیا۔ یہ حملہ برائے نام تھا۔ لیکن وان سانڈرس نے اس حملے کو اصل شدید ترین حملہ خیال کیا دوسرا حملہ جنوب کی طرف ہوا۔

تیسرا حملہ درمیانی حصّے پر ہوا۔ یہ حملہ بڑا زبردست حملہ تھا۔ اس حصّے پہ حملہ آور آسٹریلین فوج تھی۔ اس حصّے کا بڑا مقصد یہ تھا۔ کہ گابا ٹیپے کے مقام پر اُتر کر سیدھا میداس ویلی کو عبور کیا جائے۔ وہاں سے مڑ کر چونک بیر پہاڑی پر قبضہ کر لیا جائے۔ جو مصطفےٰ کمال کے کیمپ کے بالکل قریب واقع تھی۔ اور یہی پہاڑی تمام پوزیشنوں کی کلید تھی۔ اس پہاڑی کا نام الفنسٹن تھا۔ اگر دشمن ان پہاڑیوں پر قابض ہو جاتا۔ تو اُس کی کامیابی یقینی تھی۔ اور تسخیر قسطنطنیہ کچھ بعید نہ تھی۔

سمندر میں ایک بڑی زبردست لہر اُٹھی۔ جو لنگر انداز ہونے والے جہازوں کو شمال کی طرف دُور تک بہا کر لے گئی۔ اور آسٹریلین فوج غلطی سے ایری برنو کے مقام پر اُتری۔ اُنہوں نے دیکھا کہ وہ پہاڑی کے دامن میں کھڑے ہیں۔ وہاں سے وہ سیدھے چونک بیر کی طرف بڑھے۔

مصطفےٰ کمال کو اس حملے کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ اُس نے اپنی فوج نمبر ۱۹ کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ صبح کے وقت ساڑھے پانچ بجے مشق کے طور پر جھوٹی لڑائی چونک بیر کے ایک ڈھلوان پر کیا کریں۔ اُس روز تُرکی فوجوں نے دیکھا کہ انگریزی افواج نے حملہ کر دیا ہے۔ اور وہ پہاڑی کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ اس امر کے متعلق مصطفےٰ کمال کو اطلاع دی گئی۔ اُس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ بندوقوں کے ذریعے اُن کو پیچھے ہٹا دو۔

اس کے چند منٹ بعد نویں ڈویژن سے جو آگے دائیں طرف تھی۔ اطلاع دی کہ حملہ ہو گیا ہے۔ اور مزید فوج طلب کی گئی۔ تاکہ بائیں بازو کو قابو میں رکھا جائے۔ وان سانڈرس کا خیال تھا۔ کہ شمال کی جانب بولیر کے نزدیک شدید حملہ ہو گا۔

لیکن چونک بیر تمام پوزیشن کی کلید تھی۔ مزید خبریں بھی اِس بات کی شاہد تھیں۔ کہ بے شمار افواج چونک بیر کے مقابلے میں خشکی پر اُتر رہی ہیں۔ اور یہی مقام حملہ آوروں کا اصل مقصد تھا۔ مصطفےٰ کمال نے خیال کیا کہ یہ نہایت ہی اہم مقام ہے۔ اِس مقام کو فی الفور بچانا چاہیئے۔ اگر یہ مقام قابو میں نہ رہا۔ تو پھر قسطنطنیہ دشمنوں کے قبضہ میں بڑی آسانی سے آجائے گا۔ اِسلیئے آپ نے اپنے افسر کے حکم کا انتظار نہ کیا۔ کیونکہ اُس وقت ایک ایک منٹ قیمتی تھا۔ آپنے فی الفور دفاعی تدابیر اختیار کرلیں۔

مصطفےٰ کمال نے اپنے اسٹاف میجر کو حکم دیا کہ فوراً چونک بیر کی طرف بڑھو۔ اس وقت آپکے پاس ایک چھوٹا سا نقشہ تھا۔ اُس نقشہ پہ ایری برنو نہیں دکھایا گیا تھا۔ مصطفےٰ کمال کے ایک ہاتھ میں یہ نقشہ تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں ایک کمپاس تھا۔ آپ دو سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر سیدھے چلے گئے۔ زمین ڈھلوانی تھی۔ اُسمیں بے شمار غاریں تھیں۔ آدمی مصطفےٰ کمال کے برابر نہیں چل سکتے تھے۔ جب وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ٹھیک براہ راست آپکے پیچھے قریب قریب چار سو گز کے فاصلے پر آخری ڈھلوان کے آدھے راستے پر آسٹریلین فوجیں بڑھتی چلی آرہی ہیں۔

اِس فوج کا افسر پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ وہ اِس پہاڑی زمین پر اپنے آدمیوں کو بڑھنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ مصطفےٰ کمال نے ایک سنیئر افسر کو اپنے پاس بلاکر کہا کہ جس قدر آدمی جمع کر سکتے ہو جمع کر کے آگے بڑھو۔ اور دشمن پر حملہ کردو۔

جونہی فوج نمبر ۵۷ کے تھکے ماندے آدمی پہنچے۔ مصطفےٰ کمال نے خود اُنکی ترتیب دی اور اُن کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اسی اثناء میں توپ خانہ بھی پہنچ گیا۔ آپ نے پہلی توپ اپنے ہاتھ سے نصب کی۔ آپ خود آگ کے شعلوں کے درمیان بڑی سرگرمی سے کام کر رہے تھے۔ اُسوقت آپنے اپنی ذمہ داری پر اپنے افسر کے حکم کے بغیر دوسری رجمنٹ کو بھی بلا لیا۔ اور لڑائی کے لیئے آگے بھیج دیا۔ یہ فوج کافی معلوم نہ ہوئی۔ تب آپنے تیسری رجمنٹ کو بلالیا۔ اور جنگ میں شریک ہونے کا حکم دیا۔

مصطفےٰ کمال اپنے افسر کے پہلے حکم کو بھول گئے جو اُس نے بطور تلقین کیے تھے

کہ ہوشیار اور محتاط رہنا۔ آپ نے اپنی ذمہ داری پر اپنی تمام ریزرو فوج کو لڑائی میں شامل کر دیا۔ کیونکہ اُن کو شدید حملے سے واسطہ پڑا تھا۔ اگر مصطفےٰ کمال اپنے قیاس میں غلط ہوتے۔ اور بڑا حملہ کسی اور مقام پر ہوتا۔ تو یہ بڑی خطرناک غلطی ہوتی۔ لیکن آپ کی رائے درست تھی۔

تمام دن لڑائی جاری رہی۔ آسٹریلین افواج دو تہائی راستہ پہاڑ تک طے کر چکیں تھیں۔ لیکن جب ترکی افواج اُنکے مقابلہ میں اُتر آئیں۔ تو پھر وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکیں۔ ترک تھک رہے تھے۔ رجمنٹ نمبر ۵۷ بڑی بہادری کے جوہر دکھا رہی تھی۔ دو عرب رجمنٹیں پریشان ہو رہی تھیں۔ اور قریب تھا کہ اُن کے قدم اُکھڑ جائیں۔ لیکن دوسری جانب آسٹریلین افواج بھی تھک چکی تھیں۔ اگر ایسی حالت میں پانچسو تازہ دم سپاہی کسی طرف بھی شامل ہو جاتے۔ تو لڑائی اُسی روز فیصلہ کُن تھی۔

رات قریب آ گئی ہے۔ پہاڑ کی چوٹی ابھی تک ترکوں کے ہاتھ میں ہے۔ آسٹریلینی افواج اُنکے نیچے چوٹی پر چڑھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

مصطفےٰ کمال نے اپنا ہیڈکوارٹر پہاڑ کی چوٹی کے عقب میں مقرر کیا۔ اور وہ تمام رات اور اگلا تمام دن بڑے شد و مد کے ساتھ کام کرتے رہے۔ پے در پے حملہ کا انتظام کیا۔ تاکہ آسٹریلین فوجوں کو استحکام حاصل کرنے سے پیشتر سمندر میں دھکیل دیا جائے۔ اگر ایک حملہ ناکام رہتا۔ تو آپ فی الفور دوسرے حملے کی تیاریاں کر دیتے۔ وہ متواتر اپنے آدمیوں کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔ وہ اُنکے آرام اور اُنکی خوراک کا بھی خود ہی انتظام کرتے تھے۔ اور اُن میں جوش کی روح پھونکتے تھے اگرچہ آپ نے آسٹریلینی افواج کی پیش قدمی روک دی۔ لیکن وہ اُن کو سمندر میں نہ دھکیل سکے۔

چونک بیر پہاڑ کی چوٹی درہ دانیال کی کلید تھی۔ اور درہ دانیال قسطنطنیہ کی کلید تھی۔ اگر درہ دانیال اور قسطنطنیہ دشمنوں کے ہاتھ آ جاتا۔ تو ترکی کا تعلق یورپ سے

منقطع ہو جاتا۔ اور جرمنی صلح کیلئے مجبور ہو جاتی۔ یونان۔ رومانیہ اور بلغاریہ انگریزوں کا ساتھ دیتے۔ روس کا راستہ بھی کھل جاتا۔ فوج خوراک بھی پہنچ جاتی۔

یہ مصطفےٰ کمال کی شخصیت تھی۔ جس نے ایسے آڑے وقت میں آسٹریلین افواج کے حملے اور خطرناک امکانات کے درمیان تھکے ماندے ترکوں کی پوزیشن کو چونک بیر کی تنگ چوٹی پر قائم رکھا۔ ورنہ جرمن جرنیل لیمان ساندرس کے ہوش گم ہو چکے تھے۔

نہ تو حملہ آور افواج ترکوں کو پسپا کر سکیں۔ اور نہ ہی ترک حملہ آوروں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ دونوں طرف کی افواج خندق گزین ہو گئیں۔ آسٹریلین افواج نے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ اگر مزید پیش قدمی نہ ہو سکے گی تو کم از کم حاصل شدہ پوزیشن کو قائم رکھا جائے۔ لیکن ترکوں نے بھی برعکس اسکے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ وہ حملہ آوروں کو سمندر میں دھکیل کر دم لیں گے۔

آئندہ چند ہفتے خندقوں میں ہی بیٹھ کر لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن ساتھ ہی اسکے ایک خوفناک حملے کی تیاریاں سرگرمی کے ساتھ ہو رہی تھیں۔

جنگ نے طول کھینچا۔ اور اس اثنا میں موسم گرما بھی سر پر آن پہنچا۔ گرمی نہایت ہی شدید تھی۔ پانی بھی کمیاب تھا۔ پہاڑیاں تمازت آفتاب سے سرخ انگارے کی طرح دہک رہی تھیں۔ گرم راکھ کی مانند تھیں۔ خندقوں میں مردہ لاشیں سڑ رہی تھیں۔ ہوا اسقدر متعفن تھی کہ اس میں دم لینا دشوار ہو گیا۔ پیچش اور انتڑیوں کی تکالیف عام تھیں۔ طرفین کی ہمت کی کمریں شکستہ ہونے کے قریب تھیں۔ لیکن مصطفےٰ کمال باوجود ان تمام تکالیف کے شکستہ خاطر نہ تھے۔ بلکہ ہر وقت خوش و خرم ہی نظر آتے۔ آپ ہر دم لڑائی کیلئے تازہ دم تھے۔ آپ کو نیند کی ضرورت بھی بہت ہی کم محسوس ہوتی۔ وہ اپنے فیصلے کو نہایت ہی صحیح خیال کرتے۔ آپکے حکم فیصلہ کن حکم تھے۔

m.9.k

لیکن گیر جرمن جرنیل جسکے ماتحت نویں ڈویژن مصطفےٰ کمال کے دائیں

جانب تھی۔ مصطفےٰ کمال کی لیاقت کا قائل ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ مصطفےٰ کمال روشن ضمیر اور ہوشیار افسر ہے۔ وہ ہر ایک چیز اچھے پہلے سوچ لیتا ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ اسکو کس چیز کی ضرورت ہے۔ نہایت ہی دور اندیش اور مستعد فوجی افسر ہے جنگی معاملات کے سمجھنے میں کوئی جرمن افسر اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

مصطفےٰ کمال اپنے جسم میں شیر جیسا دل رکھتے تھے۔ نہایت ہی بے باک اور عزم صمیم رکھنے والا افسر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی فوج کی قلّتِ تعداد کے باوجود بھی غنیم سے آخری دم تک لڑنے کیلئے تیار تھے۔ آپ کی اصابت رائے۔ اور ترکی فوج کی تجربانہ صلاحیت نے اتحادی افواج کے حوصلے پست کر دیے مصطفےٰ کمال بالعموم اپنی فوج سے پیش پیش رہتے۔ تاکہ جنگ کے متعلق صحیح اطلاعات حاصل کرنے کیلئے آپ کو کسی دوسرے کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ بعض اوقات جنگ کی صحیح حالت کا اندازہ لگانے کیلئے آپ ایسے مقامات پر پہنچ جاتے۔ جہاں جانا خالی از خطرہ نہ ہوتا۔ لیکن وہ اپنے فرائض منصبی سرانجام دینے میں اپنی جان سے بھی دریغ نکرتے

مصطفےٰ کمال اپنے افسروں اور سپاہیوں سے اکثر اوقات گفتگو کرتے اسطرح آپ کو ہر معاملے کے متعلق پوری پوری واقفیت حاصل ہوتی۔ آپ اکثر خندقوں میں چکر لگاتے۔ یا خطرناک مقامات پر چلے جاتے۔ تاکہ میدان جنگ کا مطالعہ کریں۔

ماہ مئی میں عارضی صلح کے زمانہ میں آپ مُردے دفن کرنے والی جماعت میں شریک ہو کر آسٹریلین افواج کی خندقوں میں چلے گئے۔ لیکن دشمن آپ کو بالکل پہچان نہ سکا۔ آپنے دشمنوں کی خندقوں کے حالات معلوم کر لیئے۔ اور مقامی حملوں کا خود انتظام کیا۔ بلکہ حملہ کے موقعہ پر وہ خود اپنی فوج میں موجود ہوتے۔ اور اپنے آدمیوں کو لڑائی کیلئے آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے۔ بعض اوقات وہ خود اپنی فوج کی رہنمائی کرتے۔ اپنے کام میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ اور اپنے سپاہیوں کو بھی سست نہ ہونے دیتے۔

مصطفےٰ کمال میں ایک یہ خوبی بھی تھی کہ وہ کئی مرتبہ گولیوں اور برستی ہوئی

آگ میں پھرتے نظر آتے۔ اور اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے۔ حالانکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ اُنکے اردگرد کے سپاہی دشمن کی گولیوں کا نشانہ بن جاتے۔ لیکن آپ قدرتِ کاملہ کی حفاظت سے بال بال بچ جاتے۔ آپ پوری توجّہ سے کام کرتے تھے۔ جس سے آپ کے آدمی بہت متأثر ہوئے۔ اور اپنے افسر کی غیر معمولی جرأت و بسالت دیکھ کر ہر وقت مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔

ایک دفعہ آپ ایک نئی کھودی ہوئی خندق کے باہر بیٹھے ہوئے تھے جب غنیم نے آپ کو اِس بے باکی کے ساتھ خندق کے باہر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ تو گولہ باری شروع کر دی۔ گولے آپکے اردگرد گرتے رہے۔ لیکن آپ اطمینان قلب کے ساتھ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ یہ یقینی امر تھا کہ کوئی گولہ آپ کا کام تمام کر دیگا۔ آپکے عملہ نے نہایت ہی منّت و سماجت کے ساتھ التجا کی۔ کہ یہاں بیٹھنا خطرہ سے خالی نہیں۔ اِن گولوں کی زد سے بچنا چاہیے۔

مصطفےٰ کمال نے جواب دیا۔ ہرگز نہیں۔ اِسوقت موت کے منہ سے بھاگنا بُری مثال کی ترویج کرنے کے مترادف ہے۔

یہ کہکر آپ نے سگریٹ سلگایا۔ اور بڑے اطمینان سے پینا شروع کر دیا۔ اور اسی جگہ پر بیٹھے رہے۔ اور لاپرواہ ہو کر بڑے مزے سے باتیں کرتے رہے۔ سپاہی خندقوں میں بڑی بے چینی کے ساتھ یہ جانکاہ نظارہ دیکھتے رہے۔ اُسوقت حسن اتفاق سے اَبکی مرتبہ توپ نے گولہ کسی اور طرف پھینک دیا۔ اگرچہ گولوں کے پھٹنے سے تمام فضائے آسمانی دھواں دھار تھی۔ لیکن آپ کا بال تک بیکا نہ ہوا۔

اسی جنگ کے دوران میں آپ ایک دفعہ اپنی کار میں بیٹھے گیلی پولی کی طرف جا رہے تھے۔ ایک برطانوی بمبار طیارے نے آپ کا تعاقب کیا۔ اور کار پر گولے برسانے شروع کر دیئے۔ گولہ باری سے کار کے آگے اور پیچھے کی تمام سڑک ٹوٹ گئی۔ خراب ہو گئی۔ کار کیلئے آگے بڑھنا محال ہو گیا۔ ڈرائیور نے

آپکو کسی نشیب جگہ میں پناہ لینے کو عرض کیا۔ لیکن آپنے تحکمانہ لہجہ میں کہا کہ آپنا کام کیے جاؤ۔ جوانمرد بہادر موت کے ڈر سے بھاگا نہیں کرتے۔ یہ حوصلہ افزا الفاظ سنکر ڈرائیور کی ہمت بندھ گئی۔ اور برابر فوجی طیارے کی بمباری کے باوجود بھی کار چلاتا رہا۔ آخر ایک بم عین کار میں آگرا۔ جس سے موٹر ڈرائیور کا کام تمام ہوا۔ لیکن مصطفےٰ کمال بال بال بچ گئے۔

اس جنگ میں اکثر اوقات یہ دیکھنے میں آیا۔ کہ مصطفےٰ کمال خندقوں میں گشت لگاتے۔ کندھوں پر رائفل ہوتی۔ اور خندق سے .... سر باہر نکال کر آسٹریلین افواج کی خندقوں میں تاک کر گولی کا نشانہ لگاتے۔ کھلی جگہوں میں وہ نہایت آہستہ چلتے۔ دشمن کی گولیاں آپ کے آس پاس سے گذر جاتیں۔ لیکن وہ متوجہ ہوئے بغیر سگرٹ پیتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے۔ بلکہ دشمن قریب سے بھی آپ پر گولی کی نشست باندھ کر نہیں چلا سکتا تھا۔ آپ کو پختہ یقین ہو چکا تھا۔ کہ توپ اور بندوق کی گولیوں سے آپ کو موت نہیں آئے گی۔ اس سبب سے وہ بالکل بیخوف تھے۔

ماہ جون میں مصطفےٰ کمال نے اپنی عقلمندی اور تجربہ کاری سے معلوم کر لیا کہ اعداء کی لائن میں کمزوری کہاں واقع ہے۔ اگر مصطفےٰ کمال اس کمزوری کی موجودگی میں حملہ کر دیتے۔ تو دشمن پسپا ہو جاتے۔ اس لیے آپ نے فیصلہ کیا کہ ۲۸ جون کو حملہ کیا جائے۔ اور تیاریاں شروع کر دیں۔ تجویز یہ ہوئی۔ کہ تازہ دم رجمنٹ منتشر حملہ کرے۔ باقی تمام ڈویژن اسکی پشت پناہ ہوں۔

لیکن شومی قسمت کہیے۔ یا اعداء کی خوش قسمتی کہیے عین اُسوقت جبکہ حملہ کی تیاریاں بڑی شدومد سے ہو رہی تھیں۔ انور پاشا بنفس نفیس گیلی پولی کے محاذ پر تشریف لے آئے۔ جب اُنکو غازی مصطفےٰ کمال کے اس مجوزہ حملہ کا پتہ چلا۔ تو آپنے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ اور کہا کہ اس حملہ کی تجویز سے پہلے افسرانِ بالا سے منظوری لینی چاہیے تھی۔

مصطفٰے کمال نے رپورٹ کی کہ دو مشین گنیں اعداء کی آپکے ہاتھ آئی ہیں لیکن انور پاشا کو اس رپورٹ پر باور نہ ہوا۔ جواب میں کہا کہ پہلے مجھے قیدی اور مشین گنیں دکھاؤ۔

مصطفٰے کمال کو اس تنقید پر غصہ آگیا۔ آپ نہایت ہی درہم برہم ہوئے۔ اور کہا کہ انور پاشا ہر معاملہ میں دخل دیکر کام بگاڑ دیتا ہے۔ آپنے انور پاشا کی مداخلت بے جا کو اپنی توہین خیال کرتے ہوئے عہدے سے اِستعفٰی دیدیا۔ لیکن لیمان وان سانڈرس کب گوارا کرسکتا تھا کہ اُسکا ایک مستعد اور نہایت ہی تجربہ کار جرنیل اُس سے علیحدہ ہوجائے۔ اُس نے مصطفٰے کمال کے پاس بہت منت وسماجت کی۔ تاکہ وہ اپنے عہدہ سے مستعفی نہ ہوں۔ مصطفٰے کمال نے کہا کہ جب تک انور پاشا معذرت کرتے ہوئے اپنے الفاظ واپس نہ لینگے۔ تب تک وہ اپنا اِستعفٰے واپس نہ لیں گے۔

جرمن جرنیل بھی ایک ہنرمند سپاہی تھا۔ اُسنے بھی انور کی اِس مداخلت کو ناپسند کیا۔ انور پاشا نے اپنے الفاظ واپس لے لیے۔

اگرچہ دونوں افسروں کے درمیان صفائی ہوگئی۔ لیکن اِس بدمزگی کا اثر واقعہ پر اچھا نہ پڑا۔ بے لطفی کے سبب آپ مجوزہ حملہ کو کامیاب بنانے کے لیے کوشش نہ کرسکے۔ آپنے حملہ تو کردیا۔ لیکن رجمنٹ نمبر ۱۸ کا صفایا ہوگیا۔ تیاریاں ناقص تھیں۔ اور سٹاف کا کام خراب تھا۔

مصطفٰے کمال نے ناکامی کو انور پاشا کی مداخلت بیجا پر محمول کیا۔ انور نے ڈویژن نمبر ۱۹ کا معائنہ کیا۔ انکی بہادری کی انکو مبارکباد دی۔ لیکن اُس نے اِس شکست کو مصطفٰے کمال کی کوتہ اندیشی کا نتیجہ قرار دیا۔ اِسپر غازی موصوف پھر آگ بگولا ہوگئے۔ آپنے پھر اِستعفٰے داخل کردیا۔ جرمن جرنیل نے پھر آپکو اِستعفٰے واپس لینے کی ترغیب دی۔ لیکن آپ نے ایسا کرنیسے انکار کردیا۔ جرنیل موصوف نے اپنی کوشش میں ناکامی دیکھ کر اپنے شاف کے حاکم اعلیٰ کاظم پاشا کو اس کام

کیلئے مامور کیا۔ تاکہ مصطفیٰ کمال کو کسی طریقہ سے استعفیٰ واپس لینے پر رضامند کردے۔

کاظم نے ٹیلیفون پر آپ کو بلایا۔ اور نہایت ہی نرمی اور ملاطفت کے ساتھ گفتگو کی۔

مصطفیٰ کمال ٹیلیفون پر دریافت کرتے ہیں۔ فرمائیے کون صاحب ہیں۔

کاظم نے بتلایا۔ میں ہوں کاظم اور پوچھا۔ کیا حال ہے۔ جنگ کی صورت حالات کیسی ہے۔ جنگ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ کو مزید کس چیز کی ضرورت ہے؟

مصطفیٰ کمال۔ جنگ کی صورتِ حالات کے متعلق جو کچھ میں جانتا ہوں وہ میں ہر روز آپ کو بتلا دیتا ہوں۔ لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ جو میں چاہتا ہوں۔ وہ نہیں ہوا۔ اب صرف ایک ہی کام باقی رہ گیا ہے۔

کاظم۔ اور وہ کیا ہے؟

مصطفیٰ کمال۔ وہ یہ کام ہے کہ تمام فوجیں جو آپ کے پاس ہیں۔ مجھے دیدیں۔ مجھے اُن کا حاکم اعلیٰ مقرر کردیں۔ اُن کا نظام اور بندوبست میرے سپرد کردیں۔

کاظم۔ (تعجب سے) بس یہی ہے۔ جو کچھ تم چاہتے ہو۔ لیکن کیا وہ آپکے مرتبہ سے بڑھ کر نہیں؟

مصطفیٰ کمال۔ بلکہ میرے مرتبہ سے بہت کم ہے۔

ٹیلیفون کا سلسلہ ختم ہوا۔ آخر وان ساندرس نے مصطفیٰ کمال سے کہا کہ ٹھہیرو۔ کیونکہ انور پاشا اب واپس قسطنطنیہ چلا گیا ہے۔

جولائی کے انجام میں معلوم ہوا کہ اتحادی ایک بڑے زبردست حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اُن کو بے شمار کمک حاصل ہوگئی ہے۔ سامان رسد کے ذخائر۔ افواج۔ نئے نمونہ کی موٹریں خشکی پر فوج اُتارنے کیلئے مصر اور

یونان میں دیکھی گئی ہیں۔ تب ترکوں نے بھی ہر طرف سے مزید کمک گیلی پولی میں بھیجنے کا انتظام کر لیا۔ لیکن جرمن جرنیل اپریل کی طرح حملے کا وقت کی جگہ یا موقعہ تیار نہ کر سکا۔ بہرحال اُس نے اپنی فوج کو حرکت کیلئے تیار رکھا ۶ اگست کی رات کو برطانوی فوجوں نے حملہ کر دیا۔ اِس حملے کا بڑا اہم مقصد یہ تھا۔ کہ ہوجا چمن پہاڑ کی چوٹی پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہ پہاڑ چونک بیر پہاڑ کے شمال کیطرف تھا۔ جو ایک پہاڑی سلسلہ کے ذریعہ سے اُس سے ملحق تھا۔ یہ چوٹی مصطفےٰ کمال کی خندقوں سے پرے تھی۔ اِسکا نیچے کا ڈھلوان۔ خاردار تاروں سے محفوظ کیا ہوا تھا۔ لیکن اُسکی چوٹی خالی تھی۔ اگر انگریز اس چوٹی پر قابض ہو جاتے۔ تو چونک بیر پر بہ آسانی قبضہ کر سکتے تھے۔ اور ترکوں کے تمام مقامات مدافعت کو تباہ و برباد کر سکتے تھے اور تمام جزیرہ نما پر اُنکا قبضہ یقینی تھا۔

برطانوی جرنیل کی تجویز تھی کہ ایک دستہ آسٹریلین افواج کی صف کے بائیں جانب سے بڑھ کر ہوجا چمن پر حملہ کر دے۔ اور دوسرا دستہ ۲۵ ہزار کا خلیج سولا کے ساحل سے ۵ میل اوپر کی طرف اتر کر خشکی کے اندر بڑھ کر ہوجا چمن پر حملہ کرنیوالے دستہ سے مِل جائے۔ اور پھر تمام کی تمام فوج پیش قدمی کر کے جزیرہ نما پر قابض ہو جائے۔ درہ دانیال کو کھول کر قسطنطنیہ کا راستہ صاف کر دے۔ تاکہ قسطنطنیہ پر بہ آسانی قبضہ ہو سکے۔

حملہ سے چند ہفتے پیشتر ہر رات تازہ انگریزی افواج خفیہ خفیہ آسٹرین لائین سے پیچھے مصطفےٰ کمال کے بالمقابل خندقوں میں اترتی۔ اور خندقوں میں پوشیدہ ہو جاتی۔

۶ اگست کی رات تاریک رات تھی۔ اُس تاریکی میں چھ ہزار آدمیوں کا ایک دستہ آسٹریلین افواج کے عقب میں ندی کے کنارے کنارے ایک میل تک چلا گیا۔ وہاں سے تین خشک آبشاروں کے ساتھ ساتھ ملک کے اندر کی طرف پلٹا۔ تاکہ ہوجا چمن کی چوٹی پر پہنچ جائے۔ اِس دستے کو یہ حکم تھا کہ صبح

ہونے سے پہلے منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔

وان سانڈرس کو بھی اِس دستے کی روانگی کے متعلّق اطّلاع مل چکی تھی اُس نے جنرل کیننگ سر کو حکم دیا کہ وہ ڈیویژن نمبر ۹ کو جو مصطفےٰ کمال کے دائیں جانب ڈیرے ڈالے پڑی ہے لے جائے۔ اور اُس ہوجا چمن پر حملہ کرنیوالے دستے کا مقابلہ کرے۔

کیننگ سر اِس پہاڑی غیر ہموار علاقے کو عبور کر کے ساڑھے چار بجے صبح کی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اُس نے مدھم روشنی میں پہاڑ کے نیچے تین سو گز کے فاصلہ پر اُس دستے کو دیکھا۔ یہ دستہ رفتہ رفتہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ پہاڑ کے ڈھلوان کی طرف آرہا تھا۔ کیننگ سر کے پاس اُسوقت صرف بیس آدمی تھے۔ اُسنے گولی چلانے کا حکم دیدیا۔ برطانوی سپاہیوں نے خیال کیا۔ ترک مقابلہ کیلیے تیار ہیں۔ اور باقاعدہ منظم فوج اِسکے بالمقابل ہے۔ وہ فائر کی آواز سُنتے ہی زمین پر لیٹ گئے اِس اثناء میں ترکوں کی مزید فوج بھی وہاں پہنچ گئی۔ برطانوی دستہ تمام رات کوچ سے تھکا ہوا تھا۔ ترکی نشانہ بازوں نے اُنکا مقابلہ بڑی شدّ و مد سے کیا۔ اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے۔ آبشاروں پر چڑھتے پھسلتے۔ اور گرتے پڑتے یہاں پہنچے تھے علاوہ ازیں رات بھی بڑی گرم تھی۔ پانی بھی نہ تھا۔ اِس دستے کی خواہش تھی کہ کسی طرح آرام کیا جائے۔ اُنہوں نے وہ تمام دن آرام کیا۔ کیننگ سر کو شدید زخم آیا۔ ترکوں کی مزید کمک آگئی اور خندقوں میں بیٹھ گئے۔ بائیں جانب سے مصطفےٰ کمال نے بھی اپنی فوج کے فالتو تمام آدمی مدد کیلیے ہوجا چمن بھیجدیے۔

اِس اثناء میں وہ دستہ جو سولا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ بھی بہت کم رکاوٹ کے بعد خشکی پر اُتر کر آرام کیلیے ٹھیر گیا۔

جنرل لیمان وان سانڈرس نے دشمنوں کے حملے کی لائن کو دیکھا۔ اور اپنے خطرے کو بھی محسوس کیا۔ اور میڈرس سے اپنی دو ریزرو رجمنٹیں ہوجا چمن کی طرف بہت جلد روانہ کر دیں۔ بولیر اور ایشیاٹک جانب سے تمام آدمیوں کو

بلاکر حکم دیا کہ وہ سولا پر انگریزی فوج کا مقابلہ کریں۔ سولا کے مقام پر اس وقت صرف تین سو جندرامہ بٹالین کے آدمی تھے۔

انگریزی فوجیں ۷ اگست کا تمام دن سولا پر آرام کرتی رہیں۔ آرام کے بعد بغیر مقابلہ کے وہ بڑھتی گئیں۔ چند ترکی سپاہیوں سے مقابلہ پڑا۔ لیکن انگریزی فوجیں اس مقابلہ میں کامیاب رہیں۔

اب ہوجاچمن کی فوجوں کا حال ملاحظہ ہو۔ انگریزی فوجوں نے ۸ اگست کی صبح کو ہوجاچمن کے پہاڑ پر حملہ کر دیا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ ایکطرف سے ہوجاچمن پر حملہ کر کے اس ڈھلوانی راستہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ جو چونک بیر تک جاتا ہے۔ اور دوسری جانب مصطفےٰ کمال کی فوجوں پر حملہ کیا جائے۔ جو چونک بیر پر واقعہ تھیں۔ لڑائی کا میدان گرم ہوا۔ طرفین نے بڑی سختی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ نیوزی لینڈرس کی نئی فوج نے چونک بیر کی چوٹی پر قدم جمائے۔ مصطفےٰ کمال نے اُن پر حملہ کیا۔ لیکن پسپا ہونا پڑا۔ آپ کا تمام عملہ خطرے میں تھا۔ آپکے ماتحت فوجی افسر بیحد بے دل ہو رہے تھے۔ وہ پسپا ہونے میں ہی مصلحت خیال کرتے تھے۔

لیکن مصطفےٰ کمال بالکل خاموش تھا۔ اُسکے دل و گردہ میں حوصلہ تھا۔ وہ نہ گھبرائے۔ بلکہ وہ دشمن کی برستی آگ میں بغیر کسی ڈر اور خوف کے اِدھر اُدھر پھرتے رہے حالات کا مطالعہ کرتے رہے۔ فوجی افسروں کے مشورہ کا آپ پر کوئی اثر نہ پڑا۔ بلکہ آہنی دیوار کی طرح اپنی جگہ پر جمے رہے۔ آپکے اس طریق کار سے۔ دلیری اور مستقل مزاجی سے آپ کے سپاہی نہایت ہی متاثر ہوئے۔ اُن کے دل و جان میں نئی روح پیدا ہو گئی دلوں میں نئی تڑپ اور روحوں میں نیا جوش پیدا ہو گیا۔ گویا کہ یہ پژمردہ فوج از سرِ نو ایک طاقت و قوت کا پہاڑ بن گئی۔ آپکے آدمیوں نے جیداری کر کے بڑھتے ہوئے غنیم کا مقابلہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برطانوی فوجیں ڈھلوانی راستے کی طرف یا ہوجاچمن کی طرف ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکیں۔ اُن کی ترقی یکدم رک گئی۔ تاہم چونک بیر کے ایک حصہ پر قابض ہو چکی تھیں۔ اور ابھی تک قابض تھیں۔

اُس روز شام کے وقت وان ساندرس نے مصطفےٰ کمال کو بلایا۔ وہ بہت غصہ میں تھا۔ کیونکہ وہ فوجیں جن کو اُس نے بولیر سے سولا پر دشمن کی روک تھام اور مقابلہ کیلئے طلب کیا تھا۔ وہ ابھی تک نہیں پہنچی تھیں فیضی آنکا کمانڈر تھا اُسے اسکو نکمّا خیال کر کے معطل کر دیا۔ سولا کا محاذ بالکل غیر محفوظ پڑا تھا۔ اور انگریزی افواج کی پیش قدمی کیلئے تمام راستے کھلے تھے۔ جنرل مذکور اُس روز خود سولا محاذ کا معائینہ کرنیکے لیئے گیا۔ دیکھتا ہے کہ بالکل غیر محفوظ ہے۔ صرف جندرامہ فوج وہاں موجود تھی۔ وہ بھی تھکی ماندی۔ انگریزی فوج کے حملے کو روکنے کیلئے وہاں کوئی خاص فوج نہ تھی۔ جرمن جرنیل نے اُس روز فون بھی کیے۔ تاریں بھی دیں۔ تاکہ مزید فوجیں اُس محاذ پر پہنچ جائیں۔ لیکن کوئی فوج نہ آئی۔ سولا محاذ پر آثار و قرائن سے پایا جاتا تھا۔ کہ انگریزی افواج آگے بڑھ رہی ہیں۔ اور چند ہی گھنٹوں میں غالباً حملہ کر دینگی۔ لہٰذا پوزیشن بڑی خطرناک تھی۔

اِسوقت سولا محاذ کی حالت ناگفتہ بہ دیکھ کر۔ اور گھبرا کر جنرل ساندرس نے کہا "میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ اس محاذ پر تمام افواج کا ایک گروہ بنا دوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اُس کا کمانڈر بنا دوں"

مصطفےٰ کمال نے بغیر تأمّل کے اِس تجویز کو منظور کر لیا۔ ذمّہ واری۔ اور کارہائے عظیمہ نے آپ کی جرأت اور ہمّت کو بہت بڑھا دیا۔ آپ نے بطیبِ خاطر چارج لے لیا۔ آپ نے اطمینان کے ساتھ نقشہ تیار کیا۔ اور نہایت سرگرمی کے ساتھ مصروفِ عمل ہو گئے۔

آپ کی خوش قسمتی کا وقت آن پہنچا۔ آپ کا نام روشن ہونے کی گھڑی آ گئی۔ اِس اثناء میں بولیر سے بھی فوجیں آ گئیں۔ اُنہوں نے تیس میل کا سفر بڑی سُرعت کے ساتھ ڈبل مارچ کر کے طے کیا۔ لمبی مسافت اور وقت نے فیضی کی بنی بنائی پونجی ضائع کر دی۔ کوئی ہوشیار افسر اور تجربہ کار سے تجربہ کار

انچارج افواج کو اتنی لمبی مسافت سے اتنی جلدی نہ لاسکتا تھا۔ جتنی جلدی کہ فیض لایا۔ لیکن اسکی تقدیر کا نقشہ بگڑ چکا تھا۔ مصطفےٰ کمال نے فیض کی محنت سے فائدہ اٹھایا۔ جونہی یہ فوج منزل مقصود پر پہنچی۔ مصطفےٰ کمال نے اُس فوج کو بہت ہی کم وقت آرام کے واسطے دیکر حملے کیلئے تیار کرلیا۔ ایسے نازک وقت میں حملے کی غرض یہ تھی کہ انگریزی افواج کی پیش قدمی سولا پر روک دی جائے۔ مدافعانہ پوزیشن اختیار کرنے کا کوئی وقت تھا۔

ادھر انگریزی فوجیں بھی اِس رات حملے کی تیاریاں کر رہی تھیں انگریزی کمانڈر انچیف سر جان ہملٹن بھی آن پہنچا۔ آتے ہی اُس نے آگے بڑھنے کا حکم دیدیا۔ یہ ۹ اگست کی صبح تھی۔

چنانچہ انگریزی فوجوں نے دو حملے یکے بعد دیگرے کئے۔ مقابلہ شدید تھا ترک بھی ایک انچ پیچھے نہ ہٹے۔ اور انگریزی فوجیں بھی آگے نہ بڑھ سکیں۔ اور سولہ محاذ کی پوزیشن جیسی کل غیر محفوظ تھی۔ ویسی ہی آج مضبوط اور محفوظ ہوگئی۔ اب اِس محاذ کو یہیں چھوڑیے۔ کیونکہ اس محاذ کا خطرہ مٹ چکا ہے۔ اور چونک بیر کے محاذ کا ملاحظہ فرمایئے۔ اور دیکھئے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

اِس اثناء میں ہوچا چمن اور چونک بیر کی چوٹیوں پر جنگ وجدل کا بازار گرم تھا انسانی جانیں جدوجہد کی دیوی کی بھینٹ چڑھ رہی تھیں۔ کبھی ترک غالب آنے اور کبھی انگریز آگے بڑھ جاتے۔ کسی طرف کامل ترقی ہوتی نظر نہ آتی۔ بہر حال طرفین سر توڑ کوششیں کر رہی تھیں۔ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے اپنی جانیں قربان کر رہی تھیں۔ آخر کار ترکوں کا پلہ بھاری رہا۔ ترکوں نے انگریزی افواج کو ہوچا چمن سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا۔ اسوقت ایک ہندوستانی اور انگریزی دستہ نے تلواریں سونت کر ڈھلوانی راستے کی طرف پیش قدمی شروع کردی۔ حتیٰ کہ ترکوں کو قتل کرتے کرتے ڈھلوان سے بہت دور نکل گئے اسوقت غلطی سے بڑی بڑی انگریزی توپوں نے اُن پر آتشباری شروع کردی

۹۳۴۱۸۶

جس نے بہت سخت نقصان کیا۔ اپنے ہی آدمیوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ نیوزیلینڈ افواج نے چونک بیر کی چوٹی پر اپنا قبضہ اور وسیع کر لیا۔ یہاں سے وہ ترکی لائن کو بہ آسانی تباہ کر سکتی تھی۔ اسلیئے ترکوں نے سرتوڑ کوشش کی۔ کہ نیوزیلینڈ افواج کو اس مقام سے پیچھے ہٹا دیں۔ اُنہوں نے اِس غرض کیلیئے پے در پے حملے کیئے لیکن اُنکے تمام حملے اُن کو پیچھے ہٹانے میں ناکام رہے۔

اب ۱۹ ترکش ڈیویژن کا سٹاف آفیسر مایوس ہو گیا۔ اُس نے مصطفےٰ کمال کو فون کیا۔ کہ اُس کے آدمی تھکے ہوئے ہیں۔ وہ حملہ کرنیکے قابل نہیں۔ غنیم کے توپخانوں کی خوفناک آتشباری نے اُن کے حوصلے پست کر دیئے ہیں۔ ہلاکت و موت کی علامات ہویدا ہیں۔ وہ پیش قدمی کی بجائے پسپائی پر مجبور ہو رہے ہیں۔ مصطفےٰ کمال نے نہایت ہی اِستقلال اور تحمل مزاجی کے ساتھ اُنکے حوصلے بڑھاتے ہوئے فون میں جواب دیا ”مت گھبراؤ۔ صرف ۲۴ گھنٹوں تک اپنی پوزیشن کو قابو میں رکھو۔ تاکہ یہاں انفنترہ محاذ کی حالت کا اِنتظام کر لوں۔ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جاؤنگا۔ اور ہر ایک چیز درست کر لونگا۔“

اگلے روز صبح آٹھ بجے مصطفےٰ کمال چونک بیر کے محاذ پر پہنچ گئے۔ آپ خود محاذ کا معائنہ کرنیکے لیئے آگے گئے۔ دوبارہ آپ پر گولی برسنی شروع ہو گئی۔ آپکے سٹاف نے عرض کی۔ کہ جناب اپنی حفاظت کیجیئے۔ لیکن آپنے گولیوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور نیوزی لینڈر کی پوزیشن تک چلے گئے۔ آپنے اُس موقعہ کا معائنہ پوری تسلی اور احتیاط سے کیا اور چہل قدمی کرتے ہوئے واپس آ گئے۔ آپنے اندازہ لگایا۔ کہ جب تک نیوزی لینڈرس کو چونک بیر سے پسپا نہ کیا جائیگا۔ تب تک کامیابی محال ہے۔

مصطفےٰ کمال وہ تمام رات تیاریاں کرتے رہے۔ وان ساندرس نے آٹھویں ڈیویژن بھی ایشیا کی طرف سے آپ کی امداد کیلیئے بھیجدی۔ آپنے اُنیسویں ڈیویژن کو تین بٹلین تک بڑھا دیا۔ آپنے آدمیوں کو خندقوں میں ساتھ ساتھ جمع کر دیا۔ اِس اجتماع سے فوج کے حوصلے بڑھ گئے۔ آپ اُن لوگوں کے درمیان پھرتے اور اُنکے

ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرتے۔ اُن کو تسلّیاں دیتے۔ اور اُنکے حوصلے بڑھاتے۔ اُنکے دِلوں میں جراُت اور دلیری کی رُوح پھونکتے۔ ساتھ ہی اِسکے آپ اُسوقت خوش وخرّم تھے۔ کیونکہ دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔

اُسوقت آپ نے کہا " میرے بچو! خطرے میں جلدی مت کرو۔ ہم ٹھیک اور صحیح موقعہ کا اِنتخاب کریں گے۔ میں سب سے پہلے محاذ پر جاؤنگا۔ جب تُم مجھے ہاتھ بلند کرتے دیکھو۔ تو اُسوقت تم اپنی تلواروں کو سونت لو۔ اپنی بندوقوں پر کرچیں چڑھا لو۔ خندقوں سے باہر نکل کر میرے تعاقب میں چلے آؤ۔"

آپنے اپنی عقلمندی اور تجربہ کاری سے گھبرائے ہوئے ترکی سپاہیوں کے دِلوں میں نئی جرأت کی رُوح پھونک دی۔ اور اُنکے جوش وہمّت کو زیادہ کر دیا۔ سپاہی اِس بات پر آمادہ تھے۔ کہ اگر اپنے ہر دل عزیز افسر کے پیچھے آگ میں پھاندنا پڑے گا تو وہ پھاندینگے۔ اور جان سے دریغ نہ کرینگے۔ اور اپنے افسر کے حکم پر کٹ مریں گے۔

مقابلے میں دشمن کی یہ حالت تھی کہ دو نئی پلٹنوں نے نیوزی لینڈر سے چارج لے لیا۔ اور اُن کو ڈیوٹی سے سبکدوش کر دیا۔

صبح ہونے سے پہلے تُرک تیاّر تھے۔ دشمنوں پر گولیاں چلا رہے تھے۔ رات کے تین بجے مصطفٰے کمال خندقوں سے باہر نکلے۔ اور آگے بڑھے۔ اِنگریزی فوجیوں نے آپ پر بندوقوں کے منھ کھول دیئے۔ اور گولیوں کی بارش شروع کر دی۔ اُسوقت ایک گولی آپکی گھڑی پر لگی۔ گھڑی چور چور ہو کر زمین پر گر پڑی۔ اور مصطفٰی کمال بال بال بچ گئے۔ اگر خدانخواستہ آپ زخمی ہو جاتے۔ تو تمام حملے رہ جاتے۔ آپ کی فوج بھی آگے بڑھنے سے اِنکار کر دیتی۔

توپ خانہ نے آتشباری شروع کر دی۔ اُسوقت مصطفٰے کمال بہادر اور مستقل مزاج لیڈر ایک منٹ تک تنہا کھڑا رہا۔ تب آپنے ایک ہاتھ بلند کیا۔ اور آگے چل پڑے۔ آپکے جانباز سپاہی اشارہ کے منتظر تھے ہی۔ جونہی اُنھوں نے اپنے لیڈر کا ہاتھ بلند ہوتے دیکھا

تو ترکی جانباز شیروں کی طرح گرجتے ہوئے خندقوں سے باہر نکلے۔ اپنے آقا کے تعاقب میں ہو لیئے۔ اسوقت ترکی افواج کا نظارہ قابل دید تھا۔ سیل رواں کیطرح رواں تھیں۔ ایک سمندر بے کراں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ کرچوں کی چمک سمندر کی لہروں کی طرح اٹھ رہی تھی۔ یہ متحرک سمندر بڑھتا بڑھتا۔ دشمن کی خندقوں کی طرف چلا گیا۔ اور دشمن کو گیاہ و کاہ کی طرح بہا لے گیا۔ وہ نئی جمیعتیں جنھوں نے ابھی ابھی بیوتری لینڈر سے چارج لے لیا تھا۔ انکا تو نام و نشان ہی صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ وہ اس بڑھتی ہوئی طغیانی کے ساتھ ہی بہ گئیں۔ بالکل ہی صفایا ہو گیا۔ ایک نفس بھی باقی نہ بچا۔ اسوقت ترکی فوجوں نے بڑی شدّت کے ساتھ غنیم پر حملہ کیا۔ جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ جنگ و جدال کا بازار گرم کر دیا۔ جو انکے سامنے آیا۔ اس کو کاٹ کر رکھ دیا۔ ترک لڑتے لڑتے سمندر کے کنارے تک پہنچ گئے۔ وہاں انگریزی جنگی بیڑہ کھڑا تھا۔ اس بیڑے نے ان پر گولہ باری شروع کر دی۔ اس گولہ باری سے زمین کے پرخچے اڑ رہے تھے۔ ترک اس گولہ باری کے خوف سے پیچھے ہٹ آئے۔ اور خندقوں میں داخل ہو گئے۔ چونک بیر کی چوٹی بھی دشمنوں سے پاک و صاف ہو گئی۔ اور ترکوں کی پوزیشن محفوظ ہو گئی۔ وہ محاذ جو نہایت ہی خطرے میں تھا۔ جہاں ترکوں کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔ اور پسپا ہونا چاہتے۔ وہ ہی محاذ مصطفٰے کمال کی آمد سے مضبوط ہوا۔ دشمن آپ کی حسن تدبیر سے آن واحد میں پامال ہوئے۔ اور سمندروں میں دھکیل دئے گئے اس فتح کی خوشی میں حکومت نے آپ کو "پاشا" کا خطاب عطا کیا۔

اب ذرا انفنترہ محاذ کا حال سنیئے۔ کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ تین ماہ تک آپ اس محاذ کی کمان کرتے رہے۔ لیکن اس محاذ پر لڑائی میدان میں نکل کر نہ ہوئی بلکہ خندقوں میں ہی بیٹھ کر ہوتی رہی۔ صرف دو دفعہ انگریزی فوجوں نے سولا پر مقابلہ۔ ہر موقعہ پر جنگ شدید ہوئی۔ اور نقصان بھی شدید ہوا۔ دونوں موقعوں پر

مصطفےٰ کمال کو مجبوراً اپنی آخری ریزرو فوج جنگ میں دھکیلنی پڑی۔ دونوں موقعوں پر مصطفےٰ کمال کی آخری مٹھی بھر فوج اور مصطفےٰ کمال کی ہانکنے والی شخصیت کے سبب سے ترکوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اور جزیرہ نما گیلی پولی اور قسطنطنیہ اعدا کی دستبرد سے محفوظ ہو گئے۔

آخر دسمبر ۱۹۱۵ء میں اتحادیوں نے مقابلہ ترک کر دیا۔ اور ملک خالی کر کے چلے گئے۔ ترکی افواج بھی کم کر دی گئیں۔ صرف پٹرول کیلئے فوجیں اس جزیرہ نما میں متعیّن کر دی گئیں۔ اور مصطفیٰ کمال کامیاب ہو کر خوش خوش قسطنطنیہ میں واپس آ گئے۔

اتحادیوں کیلئے گیلی پولی پر یہ ناکامیاں اور شکستیں کافی تھیں۔ انکی کمریں خمیدہ ہو گئیں۔ **انہوں نے پھر جزیرہ نما** گیلی پولی پر حملہ کا نام تک نہ لیا۔ آئے تھے دشمن کو پائمال کرنیکے لئے۔ لیکن چلے واپس خود پائمال ہو کر۔

محاذ کاکیشا

گیلی پولی کی جنگ کا خاتمہ ہوا۔ مصطفےٰ کمال فتح و ظفر کی خوشی سے لبریز قسطنطنیہ واپس آ گئے۔ آپ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ اب آپ سینیئر آفیسر ہیں۔ حکومت کی طرف سے پاشا کا خطاب مل چکا ہے۔ اعلیٰ رتبہ پہ پہنچ چکے ہیں۔ لوگ آپ کو بہت ہی عزّت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اخبارات نے آپکے کارناموں کی بے حد تعریف کی۔ بلکہ آپ کو فاتح انفنترہ اور محافظ درہ دانیال و قسطنطنیہ کا خطاب دیا۔ بیرونی اخبارات نے آپ کو پناہ درہ دانیال کا خطاب دیا۔

جنگ سے فارغ ہو کر آپ نے پھر سیاسیات میں حصّہ لینا شروع کر دیا۔ انور پاشا کے خلاف تمہید باندھنی شروع کر دی۔ عام پبلک رائے مصطفےٰ کمال کے حق میں تھی لیکن سرکاری حلقوں میں آپ کو کوئی سرفرازی حاصل نہ تھی۔ بلکہ انجمن اتحاد و ترقی بھی آپکے حق میں نہ تھی۔ پبلک انور کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھتی۔ بلکہ اُس کے خلاف سازشوں کا طومار پیدا ہو گیا۔ اسکو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ وہ اپنے محافظوں کے بغیر باہر نہیں جاتا تھا۔

مصطفےٰ کمال چاہتے تھے ۔ کہ انور کو عہدۂ وزارت سے علیحدہ کر دیا جائے ۔ اور آپ کو عہدۂ وزارت حاصل ہو جائے ۔ پبلک میں بھی عام رائے ایسی ہی تھی ۔ چنانچہ مصطفےٰ کمال اِس غرض کیلئے وزیرِ اعظم طلعت پاشا کو ملے ۔ دیگر حکومت کے وزراء اور اعلےٰ حکّام کو ملے ۔ لیکن آپ کو اپنے ارادے میں کامیابی نہ ہوئی ۔

قسطنطنیہ فسادات اور سازشات کا آماجگاہ بن گیا ۔ کچھ پبلک تو انور کی ہوا خواہ تھی ۔ اور کچھ مصطفےٰ کمال کی خیر خواہ ۔ ایک شخص یعقوب جمال نے سازش کی بنیاد ڈالی کہ انور کو قتل کر کے مصطفےٰ کمال کو وزیرِ جنگ بنا دیا جائے ۔ انور کو اِس سازش کا پتہ چل گیا ۔ جب انور کے پاس اِس امر کے باور کرنے کیلئے کافی وجوہ ہو گئیں ۔ تو اُسنے یعقوب کو دار پر لٹکا دیا ۔ اور مصطفےٰ کمال اور دوسروں کو تنبیہ کر دی ۔ اگر اُس وقت مصطفےٰ کمال بھی انور کے ہاتھ آ جاتے ۔ تو یقیناً آپ بھی دار پر کھینچے جاتے ۔

اَب انور پاشا کو خیال پیدا ہوا ۔ کہ مصطفےٰ کمال کو بیکار نہیں رہنے دینا چاہیئے ۔ کسی نہ کسی کام پر لگائے رکھنا چاہیئے ۔ چنانچہ اُس نے مصطفےٰ کمال کو کاکیشا میں آرمی کور نمبر ۱۶ کا کمانڈنگ بنا کر بھیج دیا ۔ اور پھر فوج نمبر ۲ کا کمانڈنگ کر کے دیار بکر اُس کا ہیڈ کوارٹر مقرر کر دیا ۔

یہ حکم سنتے ہی مصطفےٰ کمال نے کاکیشا کا رُخ کیا ۔ قسطنطنیہ سے انگورا تک آپنے بذریعہ ریل تین صد کیلومیٹر سفر طے کیا ۔ وہاں سے گھوڑے پر ۔ گاڑی پر ۔ اور موٹر کار پر کاکیشیا کے محاذ تک چھ صد کیلومیٹر مزید مسافت طے کی ۔ سفر بھی طویل تھا ۔ راستہ بھی خراب تھا ۔ سڑکیں بھی ٹوٹی ہوئی ۔ کئی مقامات پر سڑکوں کے نام و نشان بھی نہ تھے ۔

آپ کاکیشیا کے محاذ پر بخیر و خوبی پہنچے ۔ وہاں جا کر دیکھتے ہیں کہ ترکی فوجیں بالکل غیر منظم صورت میں پڑی ہیں ۔ کوئی اُنکا والی وارث نہیں ۔ گذشتہ سال انور نے ایک مہم تیّار کی ۔ تاکہ روسیوں پر حملہ کرکے ۔ اُن کو کاکیشیا کے دوسری جانب بھگا دیا جائے ۔ اِس غرض کیلئے اُس نے ارضِ روم میں ایک بڑی فوج جمع کی ۔ اور خود قسطنطنیہ سے اِس فوج کی رہنمائی کیلئے آیا ۔ یہ فوج ترکی کے چیدہ چیدہ جوانوں پر مشتمل تھی ۔ ترکی کی

بہترین جانبازوں اور بہادروں کا نچوڑ تھی۔ یہ فوج قریب ایک لاکھ تھی انور کی یہ تجویز تھی تو معقول۔ لیکن اُس نے مسافت اور موسم کے متعلق کوئی غور نہ کیا موسم سردی کا تھا۔ اور مہینہ جنوری کا۔ جنوری میں روس کی سردی مشہور ہے۔ اِس جنوری کی سردی نے اِس بہترین اور چیدہ فوج کو پہاڑی دروں میں تباہ و برباد کردیا۔ لوگ مارے سردی کے یخ بستہ ہو گئے۔ خون اُنکے جسموں میں منجمد ہو گیا۔ اور جان بحق ہوئے۔ صرف بارہ ہزار جان بچا کر واپس آئے۔ باقی سب فوج سردی کی نذر ہوئی۔

انور پاشا نے اِتنی کثیر التعداد فوج کو غارت کر کے اِس محاذ کا کوئی خیال نہ کیا اُسوقت سے یہ محاذ بالکل ہی غیر متوجہ پڑا ہوا تھا۔ درہ دانیال پر آدمیوں اور بندوقوں کی ضرورت تھی۔ جب رُوس نے دیکھا۔ کہ یہ محاذ اَب بالکل خالی ہے۔ اِسپر کوئی نگران نہیں۔ تو رُوسی بڑی مدھم رفتار سے سڑکیں اور ریلیں تیار کرتے بڑھے چلے آرہے تھے۔ ملک اپنے قبضہ میں کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے وان ٹفلس۔ موش اور ارض روم کے بڑے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بلادِ عربیہ کی بھی دھمکی دِی۔ رُوس کا خیال تھا۔ کہ جرمنوں کے محاذ پر حملہ کیا جائے۔ لیکن انور کی چھیڑ خوانی سے روسیوں نے اِس ارادہ میں تبدیلی کر دی۔ اور نئی تجویز یہ کی کہ اَب ترکی کے قلب پر حملہ کیا جائے۔ روسی کمانڈر انچیف خود اِس مہم کا اہتمام کر رہا تھا۔

مصطفےٰ کمال نے دیکھا کہ جن فوجوں کا آپ کو چارج مِلا ہے۔ وہ بہت ہی کمزور اور بے سرو سامانی کی حالت میں ہیں۔ نہ تو اُنکے پاس سامان رسد ہے۔ نہ بارود نہ بندوق۔ اور نہ توپ۔ بلکہ اُنکے بدن کے کپڑے بھی پھٹے پُرانے تھے۔ بڑی بے کسی حالت میں تھے۔ ٹھیکہ دار افسروں سے مِل کر غبن کرتے۔ طبّی امداد بھی نہ تھی۔ آدمی پیچش۔ بخار اور بھوک سے مر رہے تھے۔

آپ نے اِس بے سروسامانی کی کوئی پرواہ نہ کی۔ آپنے کمال محنت اور سرگرمی کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ وقت ضایع کرنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ آپنے

شمار کیا کہ روس ۱۹۱۷ء کے موسم بہار کے انجام میں حملہ کریگا۔ اگر اسوقت اُنکا مقابلہ نہ کیا گیا۔ تو وہ بغیر کسی مزاحمت کے ترکی لائن کو عبور کر جاوینگے۔

آپنے قسطنطنیہ میں دفتر حربیہ میں تار بھیجا۔ یہاں کے حالات کے متعلق اطلاع دی۔ اور کہا کہ اگر غفلت ہوئی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ اور سامان حرب و ضرب فوج اور طبّی امداد کا سامان مثلاً ادویات وغیرہ مانگیں۔ لیکن اس تار کا کوئی جواب نہ ملا۔ پھر آپنے انور پاشا وزیر جنگ کو براہِ راست تار بھیجا۔ لیکن پھر بھی کوئی جواب ندارد۔ کاکیشیا کا محاذ بہت بعید تھا۔ انور اور جنرل سٹاف دیگر محاذ پر مشغول تھا مصطفٰے کمال کی تاریں نظر انداز کر دی گئیں۔ مصطفٰے کمال نے قسطنطنیہ کی امداد سے مایوس ہو کر اسی سامان کے ساتھ کام چلانا شروع کر دیا۔ جو موجود تھا۔ ٹھیکہ داروں اور غبن کرنے والے افسروں پر آپ کو کوئی اعتبار نہ تھا۔ ایک دو نے مصطفٰے کمال کے چال چلن کا غلط اندازہ کرکے کہدیا۔ کہ آپ بھی اس غبن میں شامل ہو جائیے۔ آپنے اُن کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ پھر وہ فوجوں کی طرف متوجّہ ہوئے۔ اور اُنکی از سرِ نو تعمیر کی۔ محکمہ طبّی اور محکمہ سپلائی کو درست کیا۔ محنتِ شاقہ سے آپنے اپنی مختصر سی فوج کے قالب میں از سر نو روح پھونک دی۔

اسوقت آپ کا چیف آف دی سٹاف کرنل عصمت پاشا تھا۔ اور سیکنڈ کمانڈر جنرل کاظم کارابکر تھا۔

عصمت لائق اور تجربہ کار آفیسر تھا۔ چھوٹا قد۔ ستھرا اور چھریرا بدن۔ سر چھوٹا۔ ناک بڑی۔ کسی قدر بہرہ۔ لیکن بالکل خاموش آدمی تھا۔ ساتھ ہی اسکے مستقل مزاج انتہائی درجے کا صابر اور اپنے کام میں بیحد محنتی۔ دفتری کام میں ہوشیار اور ماہر اور مصطفٰی کمال کے حکم کی تعمیل نہایت ہی محنت اور شوق سے کرتا۔

کاظم کارابکر بالکل اسکے برعکس تھا۔ بڑا بھاری آدمی سست دماغ لیکن وفادار اور محنتی۔ اُسکے ماتحت سپاہی اُس سے محبّت رکھتے تھے۔

الغرض دونوں بڑے دیانتدار انتظام میں سرگرم عمل اور مصطفٰے کمال کے فرماں بردار۔ وہ مصطفٰی کمال کو اپنا

سردار تسلیم کرتے۔ اور ہر حالت میں شریک کار رہتے۔ اگر ایک آپکا دایاں بازو تھا۔ تو دوسرا بایاں۔

لیکن مصطفیٰ کمال کو اپنی اور اپنے سٹاف کی محنت کے باوجود کامل یقین تھا کہ موسم بہار میں آپ کی مختصر سی فوجیں روسی پیش قدمی کو نہ روک سکیں گی۔

لیکن قدرت کا تماشہ دیکھیے۔ ایزد متعال کی رحمت اور مہربانی آپ کے شامل حال تھی۔ آپ کی قسمت نے پلٹا کھایا۔ موافق ہوا چلی۔ روس میں بغاوت کے آثار پیدا ہوئے۔ اندرونی بدنظمی کے سبب سے فوجیں تباہ حال ہو رہی تھیں انتظام خلل پذیر ہو گیا۔ کمانڈر انچیف کو ماسکو میں واپس بلا لیا گیا۔

۱۹۱۷ء کے موسم بہار اور موسم سرما میں روسی فوجیں رفتہ رفتہ کم ہوتی گئیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ اور خاک کی طرح نابود ہو گئیں۔

اب مصطفیٰ کمال کیلئے موقعہ تھا۔ راستہ صاف تھا۔ وہ آگے بڑھے۔ لیکن بہت آہستہ آہستہ۔ کیونکہ فوجیں کمزور حالت میں تھیں۔ مقامی عیسائی۔ اہل آرمینیا اور اہل جارجیا کی فوجیں جنکی روسیوں نے تنظیم کی تھی۔ بڑی شدت کے ساتھ اپنے گھر کی حفاظت کیلئے مقابلہ کرتی رہیں۔ مصطفیٰ کمال نے وان ٹلس اور موش پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور باطوم کیطرف رخ کیا۔

خدا خدا کر کے اس حصے میں سے بھی خطرہ مٹا۔ دشمن تباہ ہوا۔ لیکن اس وقت جنوب میں ایک اور نیا خطرہ نمودار ہوا۔ اتحادی سیریا پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ قسطنطنیہ سے حکم پہنچا۔ کہ جس قدر بھی فوج اور سامانِ حرب فالتو ہو سکتا ہے بھیجا جاوے۔ مصطفیٰ کمال کو بھی سیریا کے محاذ پر تعینات کیا گیا۔ کاظم کارابکر کو مصطفیٰ کمال نے چارج دیدیا۔ اور حکم دیا کہ آرمینیا کا معاملہ اچھی طرح سے طے کیا جائے۔ اور سرحدات کو مضبوطی کے ساتھ قائم کیا جائے۔ خود مصطفیٰ کمال سیریا کیطرف جانے سے پہلے قسطنطنیہ میں گئے۔

محاذ بغداد ٹرکی نے جنگ میں شرکت کیا کی؟ ہر طرف سے خطرہ مول لیا۔ سلطنت وسیع

تھی۔ تمام یورپین طاقتیں اُس کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھیں گیپی پولی کیطرف سے خطرہ مٹا۔ کاکیشیا کی جانب سے اطمینانِ قلب ہوا۔ اب میسوپوٹامیہ اور سیریا میں حملہ کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جنگ کا زمانہ تھا۔ غنیم کو جدھر سے بھی حملہ کی گنجائش ملی چڑھ دوڑا۔ ٹرکی کی املاک میں یہ طرف بھی کمزور تھی۔ اتحادی ہندوستانی افواج لے کر بغداد پر حملہ آور ہوئے۔ اور بغداد پر قبضہ جما لیا۔ وہاں سے موصل کیطرف پیش قدمی۔ دوسری طرف مصر میں ایک لشکرِ جرّار کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ تاکہ فلسطین اور سیریا پر بھی حملہ کر دیا جائے۔ ترکوں نے بغداد پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور مصر والی مہم کو روکنا چاہا۔

جنرل ہائی کمانڈر نے انور بے کے کہنے کے مطابق جنرل فالکن کو نئی فوج کی تنظیم کے واسطے بھیجا۔ اُسکا ہیڈ کوارٹر الیپو مقرر ہوا۔ مصطفےٰ کمال کو ساتویں فوج کی کمان دی گئی۔

مصطفےٰ کمال نے اِس موقعہ پر پھر اعتراض کیا۔ کہ جرمنیوں کو فوج کی قیادت کیوں دیجاتی ہے۔ جنرل وان سانڈرس مصطفےٰ کمال کی طبیعت سے واقف تھا۔ کہ ایسے سخت طبیعت اور قابلِ انسان کو کس طرح قابو کیا جاتا ہے۔ لیکن جنرل فالکن کو مصطفےٰ کمال کی شخصیت اور قابلیت کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ایسے ماہرِ فن افسر کو کیونکر قابو میں رکھا جاتا ہے۔ اور کیونکر اُس سے کام لیا جاتا ہے جنرل موصوف نے ہر چند کوشش کی۔ کہ مصطفےٰ کمال پر قابو پا لے۔ لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اب مایوس ہو کر اُسکو ایک نئی تجویز یہ سوجھی کہ ایک بکس طلائی مہروں کا بھرا ہوا مصطفیٰ کمال کی خدمت میں بطور نذرانہ بھیجدیا۔ اُسکا خیال تھا۔ کہ شاید مصطفےٰ کمال اِس لالچ میں آکر اُسکا مطیع ہو جائے۔ لیکن اُسکا خیال خام تھا۔ اور خام ہی ثابت ہوا۔ ملک کا بہترین سپوت اور لائق اور ہوشیار اور تجربہ کار افسر ایسی باتوں سے کب قابو میں آسکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ملک کا بدخواہ ہو تو وہ رشوت لے کر ملک کو غیروں کے ہاتھوں فروخت کر سکتا ہے۔ ملک کا بہی خواہ کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ مصطفےٰ کمال نے اِس نذرانہ کو شکریہ کے ساتھ قبول کر کے اُسی وقت اپنے نوکروں

کے ہاتھ جنرل موصوف کے پاس لوٹا دیا۔ اور رسید لے لی۔

الیپو میں پہلی سٹاف میٹنگ ہوئی۔ اِس میٹنگ میں انور اور جمال جنگی کمان میں آرمی نمبر ۴ تھی۔ موجود تھے۔ علاوہ ایسے مصطفےٰ کمال۔ جنرل فالکن اور دیگر جرمن افسر بھی موجود تھے۔

اِس میٹنگ میں آئندہ کیلئے لائحہ عمل تجویز کیا گیا۔ لیکن مصطفےٰ کمال نے جنرل فالکن کی تجویز کو ناپسند کیا۔ تجویز یہ تھی کہ بغداد پر دوبارہ حملہ کر کے قبضہ کیا جائے اور نہر سویز پر بھی حملہ کیا جائے۔ مصطفےٰ کمال نے اِن دونوں تجاویز پر خصوصیّت کے ساتھ جرح کی۔ اور پیش گوئی کر دی کہ دونوں تجاویز میں ناکامی کا سامنا ہوگا جنرل فالکن کو مصطفےٰ کمال کے طریق سلوک اور جرح پر بہت رنج ہوا۔ جمال نے اُسوقت مصطفےٰ کمال کی حمائت کی۔ کیونکہ وہ بھی جرمنوں کو اپنے مُلک میں دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔

اس طرح دونوں افسروں کے مابین بدمزگی اور کشیدگی کی بنیاد پڑ گئی یہ بدمزگی یہاں تک طول پکڑ گئی۔ کہ مصطفےٰ کمال نے اِستعفیٰ داخل کر دیا۔ انور اور فالکن نے کوشش کی کہ وہ اپنا اِستعفیٰ واپس لے لے۔ مگر آپ نے ایسا کرنے سے اِنکار کر دیا۔ بلکہ آپ نے اپنا جانشین بھی فوج میں مقرر کر کے چارج دیدیا۔ جنرل فالکن نے آپ کو اِس حکم عدولی کی سزا دینی چاہی۔ لیکن انور نے آپ کو دوبارہ دیار بکر میں کمان پر بھیجنا چاہا۔ مصطفےٰ کمال نے وہاں بھی جانے سے اِنکار کر دیا۔ آخر انور نے آپ کو لمبی رُخصت بیماری کی دے دی۔ آپ وہاں سے گاڑی پر سوار ہو کر قسطنطنیہ واپس آ گئے۔

سفر جرمنی

مصطفےٰ کمال قسطنطنیہ میں اپنی ماں اور بہن کے پاس ٹھیرے رہے۔ لیکن بیکار زندگی ناقابل برداشت تھی۔ اس اثناء میں اتفاقیہ سنہ ۱۹۱۸ء کے موسم بہار میں شہزادہ وحیدالدّین نے جرمنی کا ارادہ کیا تاکہ وہاں جا کر جرمن لوگوں کے کارناموں کا ملاحظہ کرے۔ چنانچہ شہزادہ کے سفر کا انتظام کیا گیا۔ انور نے مصطفےٰ کمال کو

شہزادہ کے ہمراہ جانے کے لیئے مقرر کیا۔

مصطفیٰ کمال نے اس خدمت کو بطیب خاطر قبول کیا۔ البنو سے واپس آکر آپ تین ماہ تک بیکار رہے۔ مصطفیٰ کمال نے چلنے سے دو روز پیشتر شہزادہ کی خدمت میں باریابی حاصل کی۔ اس کے دو روز بعد شہزادہ جرمنی کی طرف رخت سفر باندھکر گاڑی پر سوار ہوکر چل دیئے۔ مصطفیٰ کمال بھی شہزادہ کے ہمراہ چلے گئے۔ جب گاڑی ٹرکی کی حدود سے باہر نکل گئی۔ تو شہزادہ نے مصطفیٰ کمال کو اپنی شاہی گاڑی میں بلاکر اپنے پاس بٹھا لیا۔ شہزادہ بہت خوش ہوا۔ اور مصطفیٰ کمال کو کامیابیوں پر مبارکباد دی۔ دونوں آپس میں دوست بن گئے۔ مصطفیٰ کمال کو شہزادہ پر بہت اعتماد ہوگیا۔ تمام سفر گفتگو کرتے چلے گئے۔ اثنائے گفتگو میں مصطفیٰ کمال نے شہزادہ سے کہا کہ جرمنی جنگ میں کامیاب نہیں ہوگا۔ انور پاشا نے جنگ میں شرکت اختیار کرکے غلطی کی ہے۔

جب دونوں جرمنی میں پہنچے۔ تو ہنڈن برگ نے انکا استقبال کیا۔ فیلڈ مارشل نے تمام حالات کا خاکہ کھینچ کر شہزادہ کے سامنے رکھ دیا۔ نیز سیریا کے حالات پر بھی روشنی ڈالی۔ مصطفیٰ کمال نے شہزادہ سے کہا۔ میں سیریا کے محاذ پر موجود تھا۔ جو سیریا کے حالات اسوقت بیان کیئے جاتے ہیں۔ سب غلط ہیں۔

بعد ازاں لیوڈنڈرف سے ملے۔ اس نے بھی جنگ کے متعلق مکمل حالات بیان کیئے۔ خاصکر موسم بہار کے حملہ کے متعلق بڑی وضاحت سے ذکر کیا۔ مصطفیٰ کمال نے دریافت کیا کہ اگر حملہ کامیاب ہوجائے۔ تو آپ کس لائن تک پہنچنے کی توقع رکھتے ہیں۔

فیلڈ مارشل اس اعتراض پر بہت گھبرایا۔ اور ایک عام مشکوک سا جواب دیدیا۔ "ہمارا منتہائے مقصود وہی مقام ہے۔ جو کہ ہمارے لیئے فیصلہ کن ہے۔ اور مزید کارروائی حالات پر منحصر ہوگی"

اسوقت مصطفیٰ کمال نے شہزادہ موصوف کی توجہ اس سوال و جواب کیطرف

منعطف کرائی۔ اور کہا "دیکھیے حضور جرمن سٹاف کا چیف بھی اپنے منتہائے مقصود سے لاعلم ہے۔ اور قسمت پر بھروسہ رکھتا ہے۔ یہاں ضرور کوئی غلطی ہے۔"

قیصر نے بھی اپنے ترک مہمانوں کی ضیافت کی۔ اِس دعوت کے موقع پر مصطفیٰ کمال نے ہینڈن برگ سے مخاطب ہو کر کہا کہ "اگلے روز جو واقعات آپ نے شہزادہ کی خدمت میں پیش کیے تھے۔ وہ غلط ہیں۔ میں اِن واقعات کو خوب جانتا ہوں۔ میں وہاں خود موجود تھا۔ وہ توپ خانہ جس کا ذکر آپ کر رہے ہیں۔ وہ محض کاغذی تھا۔ کیا آپ از روئے مہربانی یہ بتائیں گے کہ آپ اِس بڑے حملہ سے کیا مقصد رکھتے ہیں۔"

کچھ دیر ہینڈن برگ سوچتا رہا۔ کہ یہ نوجوان کس قسم کے سوال کر رہا ہے۔ جواب دینے کی بجائے اُس نے مصطفیٰ کمال کو خاموش کرانے کے لیے سگریٹ پیش کیا۔ تاکہ مصطفیٰ کمال کی توجہ ایسے سوالات سے ہٹ جائے۔ کیونکہ ہینڈن برگ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

مصطفیٰ کمال کو جب اِن باتوں سے اطمینان نہ ہوا۔ تو آپ نے مغربی محاذ دیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ چنانچہ اِنتظام کیا گیا۔ مصطفیٰ کمال تن تنہا جرمن افسروں کی معیت میں فرنٹ پر گئے۔ اور تمام حالات کا مشاہدہ کرنے کے لیے ایک درخت پر چڑھ گئے۔ تمام حالات کا خوب غور سے مطالعہ کرنیکے بعد آپ شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ مرتب شدہ تجویز سے کامیابی نظر آتی ہے۔ لیکن میں ذاتی مشاہدات کی رُو سے اِس بات کا قائل ہو چکا ہوں کہ وہ صحیح راستے پر نہیں ہیں۔

مصطفیٰ کمال نے ہر موقعہ پر وحیدالدین کو اِس بات کی ترغیب دی کہ قیصر سے بھی بڑھے سوال کیے جائیں۔ ایک موقعہ پر مصطفیٰ کمال کو بہت غصہ اور جوش خروش پیدا ہوا۔ جب کہ ٹرکی کے متعلق بُرے ریمارک پاس کیے جا رہے تھے۔ ایک روز ضیافت کے موقعہ پر ایک گورنر نے ٹرکی کو آرمینیا کے ساتھ برتاؤ کے متعلق ملعون کیا

وحید الدّین نے مصطفٰے کمال کیطرف اشارہ کیا۔ بس پھر کیا تھا مصطفٰے کمال جوش اور غصّہ کے ساتھ اُس گورنر پر برس پڑے۔ اور کہا "آپ سُلطان ٹرکی کے رُو برُو کیوں ایسی گفتگو کرتے ہیں۔ شہزادہ کو آرمینیا کے متعلّق کیا علم ہے۔ ٹرکی نے جرمنی کی حمائیت میں شریک جنگ ہو کر اپنے مفاد کو قربان کر دیا ہے۔ اہلِ آرمینیا ٹرکی کا تختہ اُلٹنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ آپ ٹرکی کے اچھّے دوست ہیں کہ ٹرکی کے ایک دشمن کی حمائیت کرتے ہیں"

یہ جواب سُن کر گورنر دم بخود رہ گیا۔ بغلیں جھانکنے لگا۔ آخر اُس نے نادم ہو کر معافی مانگی۔ اِس معافی پر مصطفٰے کمال کو تسلّی نہ ہوئی۔ آپ نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا "ہم یہاں آرمینیا کے معاملات پر بحث کرنے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ جرمنی کی حالت کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے آئے ہیں۔ جو کچھ ہم نے یہاں آکر دیکھا ہے اُس سے ہم کو سبق حاصل ہو گیا ہے۔ افسوس ہے کہ ٹرکی نے جرمن کی حمائیت میں شریک جنگ ہو کر فاش غلطی کھائی ہے"

جرمنی سے واپسی

اِتنی سیر و سیاحت کے بعد شہزادہ جرمنی سے واپس اپنے ملک کو آگیا مصطفٰے کمال جرمنی سے واپس آتے ہی بیمار ہو گئے۔ گُردوں کی مرضِ مزمنہ میں مُبتلا ہو گئے۔ ایک مہینہ تک برابر گردوں کی شدید درد سے بسترِ علالت پر پڑے کراہتے رہے۔ آپ اُس وقت بہت کمزور ہو گئے۔ بلکہ زندگی سے بھی مایوسی ہوئی۔

ماہِ جولائی ۱۹۱۸ء میں آپ نے سُنا کہ بادشاہِ آنجہانی اِس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ اور شہزادہ وحید الدّین اُن جگہ تختِ خلافت پر متمکّن ہوا ہے۔ قُسطنطنیہ سے آپ کو کئی خطوط آئے۔ کہ آپ قسطنطنیہ میں واپس آجاویں۔ عزت پاشا انجمن اتحّاد و ترقی کا مخالف سلطان کا چیف ایڈیکانگ مقرر ہوا۔ انور پاشا کا خطاب والس جنرل اسیمو واپس لے لیا گیا۔ لیکن مصطفٰی کمال کو بیماری کے اِس حملے نے اِسقدر کمزور کر دیا کہ وہ اپنے گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے تھے قسطنطنیہ

میں جانا تو درکنار رہا۔ آپنے سلطان کو صرف مبارکبادی کا خط لکھا۔ اِسکے سوا آپ اور کچھ نہ کر سکے۔ لیکن عزّت پاشا اور آپ کے احباب کے خطوط پے در پے چلے آرہے تھے۔ آپنے خطوط کے طومار سے مجبور ہوکر باوجود کمزوری کے قسطنطنیہ جانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ مثل مشہور ہے کہ جب مصیبت آتی ہے۔ تو اکیلی نہیں آتی۔ راستے میں آپ کو انفلوئنزا نے گھیر لیا۔ لیکن تاہم خستہ حالت۔ بیمار صورت جولائی سنہ ۱۹۱۸ء کے انجام میں قسطنطنیہ میں وارد ہوئے۔ یہاں پہنچکر آب و ہوا نے اچھا اثر دکھایا۔ قدرت نے مساعدت کی مصطفےٰ کمال کی حالت رو بہ صحت ہوگئی۔ آپنے فیصلہ کیا کہ چونکہ اَب سلطان وحید الدّین آپ کا دوست رفیق تختِ خلافت پر متمکّن ہے۔ اِسلیئے اپنی تجاویز پر عملی جامہ پہنانا چاہیئے۔

چنانچہ مصطفےٰ کمال نے سلطان کی خدمت میں باریابی کی درخواست کی۔ عنایت خسروانہ سے اجازت مِل گئی۔ سلطان آپ سے کمال مہربانی اور ملاطفت سے مِلا۔ بلکہ اِس سے زیادہ بڑھکر سلطان نے یہ کیا۔ کہ اپنے ہاتھ سے سگریٹ سلگا کر مصطفےٰ کمال کو دیا۔ ترکی رسم و رواج کے مطابق یہ اعلےٰ درجہ کی مہمان نوازی کی علامت ہے سلطان کو کمال مہربان دیکھ کر مصطفےٰ کمال کو آزادانہ طور پر گفتگو کرنے کی جرأت ہوئی۔

مصطفےٰ کمال چاہتا تھا کہ جرمنی کا ساتھ چھوڑ کر جنگ سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ کیونکہ جرمنی خود بھی غلط راستے پر جا رہا تھا۔ اور ساتھ ہی ترکی کو بھی گڑھے میں گرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس امر کے متعلق مصطفےٰ کمال نے بہت زور دیا تین بار مصطفےٰ کمال نے باریابی حاصل کی۔ لیکن سلطان نے کوئی خاص تسلّی بخش جواب نہ دیا۔ اور کہا کہ طلعت اور انور نے اِس بات کا اِنتظام کر دیا ہے۔

یہ جواب سن کر مصطفےٰ کمال کی تمام اُمّیدیں خاک میں مِل گئیں۔ آپ غصّے میں بھرے سلطان کی خدمت سے واپس آگئے۔ انور پاشا اپنی رائے میں سبقت لے گیا اور بازی جیت گیا۔ سلطان نے مصطفےٰ کمال کی تجاویز پر کوئی غور نہ کیا۔

سیریا کے محاذ پر تعیناتی

اب مصطفےٰ کمال کو قسطنطنیہ سے باہر بہت جلد بھیجنے کا انتظام ہو رہا تھا۔ انور نے یہ تجویز کیا کہ اسکو سیریا کے محاذ پر بھیجا جاتے۔ چنانچہ دو ہفتے بعد نماز جمعہ ادا کر کے سلطان نے مصطفےٰ کمال کو طلب کیا۔ اسوقت تمام سٹاف موجود تھا۔ بلکہ جرمن جرنیل بھی موجود تھے اسوقت سلطان نے بڑی خندہ پیشانی اور کمال مہربانی سے مصطفےٰ کمال کا استقبال کیا۔ سلطان نے جرمن افسروں سے مخاطب ہو کر کہا "یہ ہے مصطفےٰ پاشا جو اعلےٰ قابلیّت کا مالک ہے۔ اور مجھے اِسپر بہت ہی بھروسہ اور اعتماد کلّی حاصل ہے"

بادشاہ نے مصطفےٰ کمال کیطرف مخاطب ہو کر کہا "میں تمکو سیریا کی مہم کا کمانڈنگ آفیسر بنا کر بھیجتا ہوں۔ وہ محاذ ایک نہایت ہی اہم محاذ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ فوراً وہاں چلے جاؤ۔ اور اِس علاقے کو کبھی فتح نہ ہونے دینا میں چاہتا ہوں کہ جو کام میں آپکے سپرد کرتا ہوں۔ آپ اِسکو خاص ہوشیاری اور دانائی کے ساتھ سرانجام دو گے"

یہ کہکر سلطان نے مصطفےٰ کمال کو رخصت کیا۔ دوسرے کمرے میں انور پاشا بیٹھا ہوا تھا۔ اُسکو سلطان کے اِس حکم کا علم تھا۔ اثنائے راہ میں مصطفیٰ کمال انور پاشا کو ملے۔ اور کہا "بہادر انور! میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں آپ جیت گئے۔ جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ سیریا میں فوج برائے نام ہے۔ وہاں بھیجکر آپنے مجھ سے اچھا خاصہ بدلا لیا ہے"

سیریا کے محاذ کو روانگی

مصطفیٰ کمال سلطان سے حکم پاتے ہی سیریا کے سفر کے لیئے تیار ہو گئے۔ اور ضروری رخت سفر باندھ کر چل دیئے۔

اگست سنہ ۱۹۱۸ء کے انجام میں آپ سیریا کے محاذ پر پہنچے۔ لیمان وان ساندرس کے پاس آپنے اپنی حاضری کی رپورٹ کی۔ جنرل مذکور آپکو دیکھ کر ازحد خوش ہوا۔ اُسکی باچھیں کھل گئیں بعد ازاں مصطفیٰ کمال نے تمام محاذ کا معائنہ کیا۔ مصطفےٰ کمال نے جنرل فیضی سے آرمی کا

چارج لے لیا۔ فیضی بوڑھا تھا۔ قسطنطنیہ میں اُسکو چیف آف دی سٹاف بنا دیا گیا۔ مصطفےٰ کمال کی فوج ترکی لائن کے عین وسط میں تھی۔ اِس فوج میں دو آرمی کوریں خندقوں میں کرنل عصمت اور کرنل علی فوزی کے ماتحت تھیں مصطفےٰ کمال کی فوج کے دائیں طرف آرمی نمبر ۸ تھی۔ اِس فوج میں آرمی کور نمبر ۲۲ کرنل رفعت کے ماتحت سمندری ساحل پہ قائم تھیں۔ اِن دونوں فوجوں کے عقب میں ریلوے لائن چلتی تھی جسکے ذریعہ سے اُس فوج کو سامان رسد پہنچایا تھا۔ مصطفےٰ کمال کی فوج کے بائیں طرف فوج نمبر ۴ تھی۔

مصطفےٰ کمال نے دیکھا کہ کاکیشا کی فوج کی حالت بہت خراب نہ تھی۔۔۔۔۔۔

............لیکن اِس محاذ پر فوج کی حالت تو اِس سے بھی گئی گزری ہے۔ نہایت ہی افسوسناک اور قابل رحم ہے۔ اِس فوج کے پاس نہ تو تن ڈھانکنے کیلئے کپڑا ہے۔ نہ کھانے کیلئے خوراک۔ اور نہ پانی پینے کے لیئے میسر۔ ہزاروں کی تعداد میں پیچش اور فاقہ مستی کی حالت میں مر رہے ہیں۔ تمام فوج شکستہ خاطر ہے۔ بڑے زور سے مجبور کر کے اِن سپاہیوں کو یہاں رکھا گیا ہے۔ پہرہ کرنیوالی فوج ہر وقت اُنکی تاک میں رہتی ہے۔ تاکہ اگر کوئی بھاگنے کی کوشش کرے۔ تو فوراً اُسکو گولی کا نشانہ بنا دیا جائے۔ لیکن پھر بھی اِتنے سخت گیر انتظام کے باوجود بے شمار بھاگ گئے۔

اتحادیوں نے اپنی لائن عین ترکی لائن کے بالمقابل تیار کی تھی۔ وہ ایک بڑے حملے کی تیاریاں وسیع پیمانہ پر کر رہے تھے۔ اُنکی افواج کثیر التعداد میں تھی۔ تازہ دم فوجیں۔ طاقتور اور جوشیلے جوان تھے۔ اُن کی تنظیم نہایت ہی اعلےٰ تھی۔ مہیا سامان رسد کے انتظامات۔ طبی امداد نہایت ہی عمدہ اور باقاعدہ تھی۔ سامان حرب کے بیشمار ذخائر اُنکے پاس موجود تھے۔ ٹرانسپورٹ اور ہوائی جہاز کافی تعداد میں تھے۔ ترکوں کے پاس صرف آٹھ ہوائی جہاز تھے۔ دو توپیں ہوائی جہازوں کو گرانیوالی تھیں۔ امیر فیصل کی عربی فوج بھی انگریزوں کے ساتھ مِل گئی۔ یہ امیر فیصل والیٔ مکہ کا

بیٹھا تھا۔ عربی فوج لارڈ لارنس کے ماتحت صحرا سے نکل کر مسلسل حملے کرتی تھی اُنھوں نے ریلوے لائن کو توڑ دیا۔ ٹیلی گراف اور ٹیلیفون کی لائین کو منقطع کردیا۔ ریلوں کو اُڑا دیا۔ اِس طرح ترکوں کا سلسلہ آمد و رفت ختم ہوا۔ اور مقامی آبادی کو بھی ترکوں کے خلاف اُکسا دیا۔

مصطفےٰ کمال نے کمال جوش کے ساتھ کام شروع کردیا۔ فوج کی تنظیم از سرِ نو شروع کی۔ لیکن اِس اثنا میں گردے کی تکلیف کا پھر دورہ ہوگیا۔ اِس بیماری کے سبب سے وہ ستمبر کے پہلے دو ہفتوں میں جب کہ اتحادیوں کے حملہ کی رپورٹیں آرہی تھیں۔ بالکل بے کسی اور بے بسی کی حالت میں تھے۔ اور اپنے ہیڈکوارٹر نابلس میں بسترِ علالت پر پڑے تھے۔

۱۷ ستمبر ۱۹۱۸ء کو ایک مفرور مخبر آرمی کور نمبر ۲۲ میں آیا۔ اور خبر دی کہ ۱۹ ستمبر کو ساحل پر حملہ ہوگا۔ رفعت نے یہ خبر مصطفےٰ کمال کو پہنچادی۔ اور مصطفےٰ کمال نے عصمت اور علی فوزی کو بلایا۔ رفعت کو یقین تھا کہ یہ خبر صحیح ہے۔ کیونکہ وہ اتحادیوں سے تین سال تک اِس محاذ پر جنگ کرتا رہا ہے۔ اور وہ اُنکے طریقے سے بخوبی واقف تھا۔ علی فوزی پرانا تجربہ کار تھا۔ اُسکی بھی یہی رائے تھی۔ لہٰذا عصمت اور مصطفےٰ کمال نے اِس خبر کو تسلیم کرلیا۔ اور لیمان وان ساندرس کو اطلاع دیدی۔

جنرل لیمان وان ساندرس نے اِس خبر سے اتفاق نہ کیا۔ اُس کا خیال تھا کہ حملہ مشرق سے ریلوے پر ہوگا۔ اُس نے اپنی بہترین فوج کو اُس طرف بھیج دیا۔

مصطفےٰ کمال مخبر کو درست تسلیم کرکے بسترِ علالت سے اُٹھے۔ لیکن ابھی وہ درد میں مبتلا ہی تھے۔ بخار بھی تھا۔ گرمی بڑی سخت تھی۔ لیکن آپ کی قوتِ ارادی بیماری کی نسبت بہت مضبوط تھی۔ قوتِ ارادی غالب آئی۔ بیماری پائمال ہوئی۔ آپنے تمام ضروری تیاریاں کرلیں۔ اور اپنے تمام کمانڈروں کو تیار رہنے کا حکم دے دیا۔

آخر حملے کی شب آ گئی۔ ۱۹ ستمبر کی آدھی رات کو عصمت نے ٹیلیفون کیا۔ کہ دشمن نے بڑی شدید گولہ باری کر دی ہے۔ دن چڑھتے تک اتحادیوں نے حملہ کر دیا۔ یہ حملہ دائیں ترکی لائن پر تھا۔ حملہ آور ساحل تک بڑھتے چلے گئے۔ آرمی کور نمبر ۲۲ اور آرمی نمبر ۸ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے گئے۔ دونوں فوجوں کا صفایا ہو گیا۔ اس طرح ترکوں کی شمالی پسپائی کی لائن منقطع ہو گئی۔

مصطفیٰ کمال نے اپنی فوج کا رخ دریائے جارڈن کی طرف کیا۔ اور شدید جنگ کے بعد پسپا ہو گئے۔ لیکن اس لڑائی میں آپ کی فوج کا نظم ختم ہو گیا فوج میں ابتری پڑ گئی۔ آپ نے اپنے آدمیوں کو پھر جمع کیا۔ اور پانچویں روز دریائے جارڈن کو عبور کیا۔

آپ نے سب سے پہلے اپنے آدمیوں کو دریا پار کیا۔ اور تمام حالات کا ملاحظہ کرتے رہے۔ جب فوج کا بڑا حصہ عبور کر گیا۔ اور تقریباً تھوڑا سا حصہ دریا پار ہو رہا تھا۔ تو اسوقت آپ بھی دریا پار چلے گئے۔

مصطفیٰ کمال کو ابھی دریا پار ہوئے چند منٹ ہی گذرے تھے۔ کہ انگریزی کیولری بریگیڈ نمبر ۱ نے مصطفیٰ کمال کی فوج کے پچھلے حصہ پر جو ابھی عبور کر رہا تھا حملہ کر دیا۔ اسطرح یہ حصہ باقی فوج سے منقطع ہو گیا۔ صرف مصطفیٰ کمال ہی بچے۔ چوتھی ترکی آرمی ریلوے کی طرف ہٹ گئی۔ مصطفیٰ کمال نے اپنے پچھلے حصے کو چھوڑ کر باقیماندہ فوج ہمراہ لیکر صحرا کو عبور کر کے ڈیرا اسٹیشن کی طرف رخ کیا۔

دشمن بھی تعاقب میں تھا۔ آپ کی فوج کا پچھلا حصہ مشین گنز کے قابو آ گیا۔ جو وہیں کھیت رہا۔ اوپر سے ہوائی جہاز فوج کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ وہ توپخانہ اور ٹرانسپورٹ پر بم گرا رہے تھے۔ ایک قیامت کا نمونہ برپا تھا۔ ترکی فوج ہتھیار وغیرہ چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کیلئے ادھر ادھر بھاگ رہی تھی۔ پریشانی میں آنکھ کہیں بھی سر چھپانے کیلئے جگہ نہ ملتی تھی۔ موت کا بازار گرم تھا۔ کناروں پر عرب

قتل و غارت گری کرتے چلے آ رہے تھے ترکوں کو اُنکی حسن خدمات کا صلہ دے رہے تھے ۔ بے وفائی کا دم بھرتے تھے ۔ جو ترک ملا اُس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ۔

با ایں ہمہ مصطفیٰ کمال اپنی فوج کو جو اس آڑے وقت میں آپ کے قبضہ میں تھی ۔ جرأت اور دلیری کی روح پھونکتے رہے ۔ اُن کے حوصلے بڑھاتے رہے پھر آپ ڈیرہ اسٹیشن کیطرف پسپا ہوکر اس سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ دمشق پہنچے ۔ کہ اتحادی فوجیں اُنکی گرد کو بھی نہ پا سکیں ۔ اور حیران و ششدر پیچھے رہ گئیں ۔

دمشق پہنچکر آپنے مقام کیا ۔ لیمان وان سانڈرس نے حکم دیا کہ ایک نئی لائن تیار کی جائے ۔ مصطفیٰ کمال نے عصمت کو دمشق میں چھوڑا ۔ اور علی فوزی کو ہمراہ لے کر اپنا کام شروع کر دیا ۔ اسوقت خبریں آ رہی تھیں ۔ کہ ساحل کی گاؤں کے لوگوں نے دشمن کی اطاعت قبول کر لی ہے ۔

مصطفیٰ کمال نے اپنے کام میں بہت جلدی کی ۔ لیکن فوج کی اخلاقی جرأت نابود ہو چکی تھی ۔ یہ حالت نہ صرف سپاہیوں کی ہی تھی ۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کے ترکی افسر بھی جان بچانے کیلئے بھاگ رہے تھے ۔ مصطفیٰ کمال اپنی کوششوں سے ابتری ۔ اور پریشانی کا اثر مٹانے میں کامیاب نہ ہوئے ۔ آپنے آرمی کور نمبر ۲ کے آرمی کمانڈر کو بھاگتے ہوئے گرفتار کیا ۔

مصطفیٰ کمال نے اُس افسر سے کہا "تم واجب القتل ہو ۔ لیکن میں تم کو ایک اور موقعہ دیتا ہوں ۔ جاؤ علی قواد کے ماتحت ریاق میں محنت سے کام کرو ۔

وہ جرنیل سلام کر کے رخصت ہوا ۔ لیکن اگلی صبح کو پھر بھاگ گیا ۔ مصطفیٰ کمال نے دیکھا کہ جب اعلیٰ افسروں کا یہ حال ہے تو جونیئر افسروں کو گولی سے اُڑا دینا لاحاصل ہے ۔ اُسوقت آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ تنظیم کیلئے وقت کی ضرورت ہے ۔ اسلئے ہمکو دومد میں پیچھے الپو کی طرف پسپا ہو جانا چاہیئے ۔ اور شمال کیطرف

نئی لائین تیار کرنی چاہیئے۔ تاکہ ترکی کیطرف جانیوالی سڑکوں کی حفاظت ہو سکے اور سیریا کو ترک کر کے اپنے گھر کو بچانا چاہیئے۔ یہ سوچ کر آپ لیمان وان ساندرس کے پاس گئے۔ اور اپنی تجویز اُس کے روبرو رکھ دی۔

جرمن جرنیل نے کہا کہ آپ کی تجویز معقول ہے۔ لیکن میں ایسا حکم نہیں دے سکتا۔ میں اجنبی ہوں۔ عثمانی حکومت کا ایک حصّہ کس طرح دشمنوں کے ہاتھ دیدوں۔ اِس کا فیصلہ آپ کر سکتے ہو۔ جو اِس مُلک کے مالک ہو۔

مصطفےٰ کمال نے کہا کہ میں پوری طرح ذمّہ داری لیتا ہوں۔ اور حکم دیا کہ فوراً الیپو کیطرف پسپا ہو جاؤ۔

مصطفےٰ کمال خود فوج کے آگے آگے تھے۔ الیپو سے دس میل شمال کی جانب ایک نئی لائین تیار کی۔ آپنے اِس راستہ کو روک لیا۔ جو طورس پہاڑ میں سے گذر کر ٹرکی کیطرف جاتا تھا۔ اِس راستے میں سے صرف ایک ہی آدمی گذر سکتا تھا۔ اِسمیں سے کوئی بھی بغیر اطلاع گذر نہیں سکتا تھا۔ عرب۔ فلسطین اور سیریا۔ عربی علاقے تھے۔ جن کو فتح کر کے ترکوں نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیے تھے۔ یہ علاقے اِس جنگ میں ترکوں کے ہاتھ سے جاتے رہے۔ مصطفےٰ کی یہ غرض تھی کہ اپنے گھر کو اغیار کی دستبرد سے بچایا جائے۔ اور اِس مقام پر دشمنوں کا ڈٹکر مقابلہ کیا جائے۔ اُنہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ اس جگہ آخری دم تک اپنی مادرِ وطن کی خاطر مقابلہ کریں گے۔

جونہی شکست خوردہ افواج الیپو پہنچیں۔ اُنکی نئی رجمنٹیں تیار کیگئیں اور لائینوں میں مامور کر دیا۔ اِنمیں نئی جرأت کی روح پھونکدی۔

اِس اثنا میں ٹرکی میں ایک انقلاب عظیم برپا ہوا۔ انور۔ طلعت اور جمال بلیک سی کے راستے بھاگ گئے۔ کیونکہ اب اُنکو پانسہ پلٹتا نظر آیا۔ کامیابی کی کوئی جھلک نظر نہ آئی۔ اُن کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ ٹرکی کو شکست ہو گی۔ اور دشمن کا ملک پر قبضہ ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ اپنی جان عزیز بچا کر بھاگ گئے۔ اُنکے فرار

ہونے کے بعد نئی گورنمنٹ کی تشکیل ہو گئی۔ کیپٹن رؤف اور جنرل فیضی وزارت کے عہدوں پر مامور کیے گئے۔

ادھر کرنل لارنس نے عربوں کے ذریعہ مصطفیٰ کمال کو کہلا بھیجا۔ کہ آپ اپنی گورنمنٹ کو اس امر کی ترغیب دیں کہ وہ اتحادیوں سے علیحدہ صلح کا انتظام کرے لیکن آپنے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں لڑونگا۔ آپ نے اپنی پوزیشن کو مضبوط کرنے کی از حد کوشش کی۔

اولاً الیپو کے باشندے بالکل خاموش تھے۔ لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ اتحادی فوجیں اُنکے شہر کے قریب آ گئی ہیں۔ تو اُنہوں نے ترکوں سے عداوت اور مخالفت کا اظہار کیا۔

مصطفیٰ کمال شہر میں ایک ہوٹل میں مقیم تھے۔ ایک موقعہ پر جب وہ اپنے دفتر سے کار پر جا رہے تھے۔ لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔ اور واویلا شروع کر دیا۔ آپنے اس ہجوم کو پیچھے ہٹا کر اپنی قیام گاہ کا رخ کیا۔ لیکن اس ہجوم نے قیامگاہ تک تعاقب کیا۔

اگلی صبح کو آپنے پھر شور سُنا۔ آپ اپنے کمرے کے چھجّے پر آئے۔ دیکھا کہ بازار لوگوں سے بھرا ہے۔ اور عرب شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اسوقت آپ نے شہر کو چھوڑ دیا۔ نئی لائن کے عقب میں کتب پر اپنا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا۔ اور آنیوالے حملہ کیلئے تیار ہو گئے۔

۲۶ اکتوبر کو اتحادیوں کا ہراول کا دستہ نمودار ہوا۔ ہندوستانی فوجوں نے ہری تان گاؤں کے قریب ترکوں کی نئی لائن پر حملہ کر دیا۔ مصطفیٰ کمال خود اُس گاؤں کی طرف گئے اور فائر کا حکم دیدیا۔ اب ترکوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ وہ جی کھول کر لڑے۔ حملہ آوروں کا نقصان شدید ہوا۔ اُنہیں ہلچل پڑ گئی اور مزید کمک طلب کی۔ ترک اس اثنا میں دس میل شمال کی جانب ہٹ گئے۔ اُسوقت قسطنطنیہ سے اطلاع ملی کہ ترکی گورنمنٹ نے مقام مدروس پر انگریزوں سے صلح کر لی ہے۔ اسطرح لڑائی کا خاتمہ ہوا۔

دوسرا باب

عارضی صلح

جنگ یورپ مسلسل چار سال تک مہیب صورت میں جاری رہی۔ بے حساب جانیں تلف ہوئیں۔ کروڑوں روپیوں کا مال ضائع ہوا۔ متحاربین بالکل تباہ و برباد خستہ اور شکستہ حال ہو گئے۔ اس اثناء میں پریذیڈنٹ ولسن امریکہ تازہ دم فوج ٹڈی دل ہمراہ لیکر اتحادیوں کی حمایت میں سیل رواں کی طرح یورپ کیطرف بڑھا۔ اس نے ۱۴ نکات صلح تمام متحاربین سلطنتوں کے روبرو پیش کر کے التوائے جنگ کی تجویز پیش کی۔ متحارب حکومتیں پہلے ہی سے جنگ سے بیزار تھیں۔ انہوں نے ۱۹۱۸ء کے اخیر میں تنکے کا سہارا لیکر پریذیڈنٹ ولسن کی تجویز کے مطابق ہتھیار ڈال دیئے۔ لڑائی سے کنارہ کش ہوئے۔ ٹرکی نے بھی اکتوبر ۱۹۱۸ء میں جنگ سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ اسوقت جنگ بند کرنے کا نام عارضی صلح رکھا گیا۔

چونکہ امریکہ اتحادیوں کی حمایت میں نکلا تھا۔ اور جنگ کو بند کرانے اور عارضی صلح قائم کرانے میں کامیاب ہوا تھا۔ لہذا لازمی طور پر یہی کہا جائے گا کہ فتح کا جھنڈا اتحادیوں کے ہاتھ رہا۔ پریذیڈنٹ ولسن نے مکمل صلح کیلئے داغ بیل ڈال دی۔ ایک کونسل مقرر کی۔ جس کا نام سپریم کونسل رکھا گیا۔ تاکہ یہاں تمام شرائط صلح طے ہو کر جنگ مکمل طور پر بند ہو جائے۔ اور آئندہ ہمیشہ کیلئے دنیا میں امن امان کا دور دورہ قائم رہے۔ چونکہ اتحادی فاتحین تھے۔ اسلئے صلح کا کام اتحادیوں کو تفویض ہوا۔ اور ولسن کے ۱۴ نکات کے مطابق عملدرآمد ہونے لگا۔ یورپین

حکومتیں تو اِن ۱۴ نکات سے فائدہ اُٹھا گئیں۔ لیکن ٹرکی کے حق میں یہ ۱۴ نکات پیام موت ثابت ہوئے۔

ولسن کا منشا تھا کہ ہر ایک قوم دُنیا میں آزادانہ زندگی بسر کرے۔ لیکن اتحادی ترکوں کو دُنیا سے نیست و نابود کرنے کے منصوبے کر رہے تھے۔

قسطنطنیہ کو واپسی

اِس التوائے جنگ کے بعد مصطفیٰ کمال ابھی جنوبی محاذ پر ہی تھے تمام جرمن افسروں کو واپسی کا حکم مِل گیا۔ آپنے لیمان وان سانڈرس سے جنوبی ٹرکی میں تمام افواج کا چارج لے لیا۔ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی بڑی عزت کرتے۔ خاطر و مدارات سے پیش آتے۔ دونوں بہادر سپاہی تھے۔ بہادر بہادر کی قدر کرتا ہے۔ اب سلیمان وان سانڈرس مصطفیٰ کمال کا مہمان تھا۔ اور مصطفیٰ کمال میزبان۔ افسری ماتحتی کا خاتمہ ہوا۔

اگرچہ ٹرکی نے شکست کھائی۔ لیکن مصطفیٰ کمال مطیع ہونیکے لیے تیار نہ تھے آپ نے دشمنوں سے شرائط صلح پیش کرنے کی وجوہات بیان کیں۔ جب اتحادیوں نے الیکزینڈریٹہ پر قبضہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپنے اِنکار کر دیا اِنکار کر دیا۔ اپنی فوجوں کو تیار رہنے کا حکم دیکر حملہ کا رعب ڈال دیا۔

اِس اثناء میں عزت پاشا وزیر اعظم نے آپ کو تار دی کہ اتحادیوں کی تابعداری قبول کر لینی چاہیے۔ آپنے جواب دیا۔ ہمیں کبھی نہیں جھکنا چاہیے۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو تباہ ہو جائیں گے۔

آپ اپنی لائن کو برابر مضبوط کرتے رہے۔ افسروں کو پہاڑوں کے عقب میں بھیجدیا۔ تاکہ آدمی جمع کر کے باقاعدہ سپاہی بنا لیں۔ اور دشمن کو ٹرکی میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ مصطفیٰ کمال کا خیال تھا کہ بصورت ضرورت گوریلا وار کی صورت پیدا کر دی جائے گی۔

اِدھر قسطنطنیہ میں نئی گورنمنٹ کی تشکیل ہو چکی تھی۔ فتحی کیپٹن رؤف۔ اور جنرل فیمنی گورنمنٹ ہاؤس میں وزارتوں کے عہدوں پر مامور تھے۔ عصمت کو انڈر سیکرٹری

آف سٹیٹ محکمہ حربیہ کا عہدہ دیا گیا۔ اس موقعہ پر مصطفےٰ کمال بالکل ہی فراموش ہو گئے۔ انکو کوئی عہدہ وزارت نہ ملا۔ عزت پاشا نے آپ کو قسطنطنیہ میں بلا یا۔ وہ سلطان سے کسی بات پر جھگڑ پڑا۔ اور استعفےٰ داخل کرنا چاہتا تھا۔ توفیق پاشا بوڑھا آدمی انگریزوں کا حلیف وزیر اعظم بننے کو تھا۔ بدیں وجہ عزت پاشا نے مصطفےٰ کمال کو قسطنطنیہ بلایا۔ اسکو آپ کی مدد کی ضرورت تھی۔ بنا بریں فوج کا چارج دیکر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ

جب مصطفےٰ کمال قسطنطنیہ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنگ بند ہوئے ابھی ایک ہی مہینہ گذرا تھا۔ اتحادی ملک پر قابض ہیں۔ انگریزی جنگی جہاز باسفورس میں کھڑے ہیں۔ انگریزی فوجوں کے پاس دارالخلافہ اور درہ دانیال کے قلعے ہیں۔ فرانسیسی فوجیں استنبول اور گلاٹا میں موجود ہیں۔ اطالوی فوجیں پیرا اور ریلوے پر قابض ہیں۔ اتحادی افسروں کے ذمے پولیس۔ بندرگاہ۔ بندرگاہوں کا گرانا اور فوج سے ہتھیار چھیننا ہے غرضیکہ سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے ہو چکے ہیں۔ مصر۔ سیریا۔ فلسطین۔ اور عرب کے علاقے انکے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ ٹرکی خود اتحادیوں کی آہنی گرفت میں بے بس ہے۔ ٹرکی گورنمنٹ کی مشینری شکستہ ہو چکی ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی کا بھی کوئی نام و نشان نہ تھا۔ انور۔ طلعت اور جمال دوسرے ملکوں میں جان بچا کر مفرور ہو چکے تھے۔ جاوید اور دیگر اکابر ملک مخفی تھے۔ لیکن مصطفےٰ کمال دشمنوں کے مظاہرہ سے خوف زدہ نہ تھا۔ وہ ہر طرح دشمنوں سے مقابلہ کیلئے تیار رہتا۔ اسوقت ملک میں عام کمزوری رونما ہو چکی تھی۔ اتحادیوں کے مقابلہ کیلئے لوگ تیار نہ تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو اتحادیوں کے رحم پر چھوڑ دیا کہ وہ جسطرح چاہیں۔ انکی قسمت کا فیصلہ کریں۔

ایسے نازک وقت میں مصطفےٰ کمال نے دیکھا کہ ہر فرد بشر ملول و غمگین پراگندہ خاطر اور ناامید ہے۔ اسوقت اچانک ٹرکی پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ جس نے

ہر شخص کو مایوس کر دیا تھا۔ ملکی لیڈر بہت بری حالت میں تھے۔ لوگ اُنکے در پے تھے رعایا میں ایک عام اخلاقی پریشانی رونما ہو چکی تھی۔ آپنے سوچا کہ اگر اِس وقت کوئی جماعت تیار کی جائے۔ تو قوم ضرور اُسکی مدد کریگی۔ اناطولیہ کے باشندوں کو ٹرکی کی تقسیم کے خطرات سے آگاہ کیئے بغیر اور اُنکی پُر اثر امداد اور اعانت حاصل کیئے بغیر کچھ بھی ممکن نہ تھا۔

عزت پاشا سے ملاقات

اسوقت مصطفےٰ کمال سیدھے عزت پاشا کے پاس گئے۔ آپنے اُس کو غمگین اور ملول پایا۔ دشمنوں کے ملک میں داخل ہونیپر انور اور طلعت براستہ بحیرہ اسود مفرور ہو چکے تھے۔ عزت پاشا نے بخوشی اُنکو جان بچانے کی اجازت دی۔ حالانکہ سلطان نے حکم دیا تھا کہ ان مفروروں کو گرفتار کر کے اتحادیوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ اور اتحادیوں سے یارانہ گانٹھنا چاہیئے۔ آپنے کہا انور اور طلعت اگرچہ مجرم ہیں۔ لیکن آخر وہ بھی ٹرکی کے سپوت ہیں۔ اُنکو اغیار کے ہاتھوں کسطرح دیا جائے۔ عزت پاشا نے سلطان کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اِس بنا پر سلطان اور عزت پاشا کے درمیان بگاڑ پیدا ہو گیا۔ اور عزت پاشا نے اِستعفےٰ دیدیا۔

مصطفےٰ کمال نے عزت پاشا کو مقابلہ کی ترغیب دی۔ بیشک وہ آپکے خیالات سے ہم آہنگ ہوا۔ لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ وہ علیحدہ رہے۔ اور توفیق اور سلطان مل کر بزدلانہ شکست قبول کریں۔

سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے کا کوئی سوال نہ تھا۔ عرب یا سیریا کو پھر فتح کرنے کا کوئی خیال نہ تھا۔ بلکہ یہاں تو سلطنت عثمانیہ کا ہی خاتمہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا اَب تو ٹرکی کو بچانے کا سوال تھا۔

مصطفےٰ کمال نے عزت پاشا سے مِل کر جمعیت بنانے کی کوشش کی۔ لوگ بھی اِس بات پر رضامند تھے کہ جمعیت و طاقت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے ہر ایک کی خواہش تھی کہ بیرونی امداد حاصل کیجائے۔ لیکن مصطفےٰ کمال کو بیرونی

امداد پر کوئی بھروسہ نہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ترکوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ ہر ایک سیاست دان کی نظریں مصطفیٰ کمال کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ کیونکہ انور ملک میں نہ تھا۔ صرف یہی ایک کامیاب جرنیل ملک میں موجود تھا۔ اور وہ سلطان کا دوست بھی خیال کیا جاتا تھا۔ اُسنے دلیری سے جرمنوں کی مخالفت میں قدم اُٹھایا تھا۔

مصطفیٰ کمال ہر روز سیاست دانوں کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے آپ نے کئی کئی گھنٹوں تک پارلیمنٹ میں تقاریر کیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ کے بہت سے ممبر آپکے ہمخیال ہو گئے۔ اور توفیق پاشا کے خلاف ووٹ پاس ہو گیا۔ پھر مصطفیٰ کمال نے ڈپٹیوں کے سامنے تقریر کی۔ کہ توفیق پاشا کو گورنمنٹ کے کمرے سے خارج کر دینا چاہیئے۔ اور ایک بڑی مضبوط گورنمنٹ کی بُنیاد قائم کرنی چاہیئے۔

وزرا کی تقریریں سُننے کیلیئے آپ گیلری میں بیٹھ گئے۔ جب ووٹنگ کی باری آئی۔ تو توفیق پاشا وزیر اعظم منتخب ہوا۔ آپ کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ آپکی اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ آپ کا خیال تھا کہ عزت پاشا وزیر اعظم ہو جائے گا۔ اور خود وزیر جنگ ہونگے۔ اور پھر دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔

مصطفیٰ کمال کے خیالات نے گورنمنٹ ہاؤس کے ممبروں کو خوف زدہ کر دیا اس لیئے اُنہوں نے توفیق پاشا کو ووٹ دیکر وزیر اعظم بنا لیا۔

اب مصطفیٰ کمال کیلیئے اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ آپ نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہونے کی ٹھانی۔ جمعہ کی تقریب سعید کے بعد آپ کو باریابی کی اجازت مل گئی مصطفیٰ کمال سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپنے سلطان کی خدمت میں عرض کی کہ حضور ایک بڑی مضبوط گورنمنٹ کی بنیاد ڈالنی چاہیئے۔ جو دشمنوں کا سختی سے مقابلہ کر سکے۔ اگر حضور کی زبان سے تسلی آمیز کلمات نکلے تو تمام قوم کی ہمت بندھ جائیگی

پھر سلطان نے مصطفےٰ کمال سے فوج کی وفاداری کے متعلّق پوچھا۔ جسکا جواب مصطفےٰ کمال نے یہ دیا کہ فوج کے غیر فرماں بردار ہونے کی ...... خاص وجہ تو کوئی نہیں۔ بعد ازاں مصطفےٰ کمال سلطان کیخدمت سے جدا ہوئے۔

اگلے روز سلطان نے نئی گورنمنٹ کو جسکی تشکیل ابھی کل ہی ہوئی تھی توڑ دیا اور داماد فرید پاشا کو وزیر اعظم مقرّر کر دیا۔ اس تقرّر پر بہت ہی ہیجان پیدا ہوا سلطان کے خلاف اخبارات میں مضمون شائع ہونے شروع ہو گئے لیکن مصطفےٰ کمال کو اس گورنمنٹ میں بھی کوئی جگہ نہ ملی۔ بلکہ داماد فرید پاشا کی تقرّری کا الزام بھی آپ پر عائد ہوا۔ جو لوگ آپ کو لیڈر تصوّر کرتے تھے۔ وہی آپ کے مخالف نظر آئے۔

سلطان وحید الدّین مصطفےٰ کمال کی پالیسی سے خوفزدہ تھا۔ اس لیے اُسنے آپ کو وزارت کا عہدہ نہ دیا۔ اُس کا خیال تھا کہ مصطفےٰ کمال سخت گیر پالیسی کا آدمی ہے اور نہ معلوم کل کو اسکی پالیسی کیا رنگ لائے۔ اسلیئے وہ چاہتا تھا کہ گورنمنٹ نہایت ہی ملائم دل ہونی چاہیئے۔ جو کہ اتّحادیوں سے نیک برتاؤ کرے۔ اور اپنے حسن سلوک سے اپنی مطلب براری کرے۔ اور ملک کو بچائے۔ نئے وزیر اعظم داماد فرید پاشا نے بھی سلطان کی اس پالیسی کی تائید کی۔ لیکن مصطفےٰ کمال کی یہ پالیسی تھی کہ دشمن کے روبرو کبھی جھکنا نہ چاہیئے۔ بلکہ اسکا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے چنانچہ مصطفےٰ کمال نے سابقہ ملاقات میں بادشاہ کی خدمت میں یہی بات عرض کی کہ گورنمنٹ نہایت ہی مضبوط ہونی چاہیئے۔ اور مجھکو وزیر جنگ بنا دینا چاہیئے۔ تب میں ٹرکی کو دشمن کے ہاتھ سے بچا لوں گا۔ اسلیئے سلطان مصطفےٰ کی باتوں سے ڈر گیا۔ کہ اگر اسکو وزیر جنگ بنا دیا۔ تو یہ سخت گیر پالیسی کا آدمی سخت پالیسی اختیار کر لے گا۔ اور اتّحادی اور بھی زیادہ سخت ہو کر ملک پر خدا جانے کیا قیامت برپا کریں۔

مصطفےٰ کمال کی تمام مساعی رائگاں گئیں۔ وزیر جنگ بننے کی آپ کو خواہش

تھی۔ لیکن وہ پوری نہ ہوئی۔ سلطان وحیدالدین آپکا دوست تھا۔ اُس نے بھی کوئی امداد نہ کی۔ آخر آپ مایوس ہوکر قسطنطنیہ سے چلدیئے۔ اور قسطنطنیہ کے گردونواح میں ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ اور خاموش زندگی بسر کرنے لگے۔ اُسوقت مصطفٰے کمال نے اپنی ماں اور بہن کے پاس رہنا پسند نہ کیا۔ البتہ اُن کو گاہ بگاہ ملنے کیلیئے چلے جاتے۔

مصطفٰے کمال ملک پر دشمنوں کا قبضہ دیکھ کر بہت گھبراتے تھے۔ اُنکی بدسلوکیاں اہل قسطنطنیہ کے ساتھ آپ کو بہت پریشان کرتی تھیں۔ لیکن خود پوشیدہ رہتے۔ حتّی الامکان کسی سے جھگڑا نہ کرتے۔ کیونکہ اتحادی لڑائی جھگڑا کرنیوالوں کو گرفتار کر لیتے تھے۔ آپکا ایک دوست تھا۔ جسکے ساتھ آپ کو بہت محبّت تھی۔ وہ عارف تھا۔ تعلیم کے زمانہ میں دونوں ہم جماعت تھے۔ سالونیکا اور مناستر میں دونوں اکٹھے رہے۔ سیریا۔ گیلی پولی اور بلقان کی جنگوں میں بھی آپ اکٹھے تھے۔ بس یہی آپکا ایک دوست تھا۔ جس کے پاس آپ اپنی دردبھری داستان بیان کر سکتے تھے۔

صلح کانفرنس

جنوری سنہ ۱۹۱۹ء میں اتحادیوں نے اپنے قبضہ میں کچھ ڈھیل دیدی۔ کیونکہ ان میں آپسمیں کچھ شکر رنجی پیدا ہوگئی۔ پیرس میں صلح کانفرنس شروع ہوگئی۔ پہلے جرمنی کا معاملہ لیا گیا۔ ٹرکی کیلیئے کوئی وقت معیّن نہ تھا کیونکہ شرائط صلح ٹرکی کیلیئے ابھی تیار نہ کی گئی تھیں۔

مسٹر لائیڈ جارج نے کہا "چھوڑو ٹرکی کا معاملہ۔ وہ خود بخود ٹکڑے ہو جائیگی اور بعد ازاں ہم اُسکے حصّے بخرے کر لیں گے"

قوم پرستوں کے حالات

اتحادیوں کی نیّت ظاہر ہوگئی۔ یورپین متحارب اقوام کے ساتھ صلح کی گفت و شنید ختم ہوکر صلح قائم ہوگئی۔ لیکن ٹرکی کا معاملہ معلّق رکھا گیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۹ء کے درمیان ایوان صلح کانفرنس سے یہ گونج پیدا ہوئی۔ کہ ٹرکی کا کچھ علاقہ یونان کو دیدیا جائے گا۔ اور آرمینیا کی

علیحدہ حکومت قایم کی جائے گی۔ اور کچھ علاقہ بین الاقوامی رکھا جائیگا۔ یہ پہلی چوٹ تھی جو ٹرکی کے شیرازہ کو بکھیرنے کیلیئے لگائی گئی۔ اسوقت ملک میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک اِنتہا پسند جو ٹرکی کی تقسیم کے بالکل مخالف تھے۔ دوسرے اعتدال پسند جن کا عقیدہ یہ تھا کہ اتحادیوں پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ صلح کانفرنس جو کچھ ٹرکی کیلیئے کرے گی۔ وہ بہتر ہی کرے گی۔ اور ٹرکی کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائے گی۔ کیونکہ ٹرکی کی سلامتی کی نسبت متعدّد بار مواعید و مواثیق ہو چکے تھے۔ ایک تیسرا گروہ تھا۔ جو یورپ کے ہاتھوں میں محض کٹھ پتلی کی طرح تھا۔ طوقِ لعنت اُس گروہ کے گلے میں پڑا ہوا تھا۔ اِتّحادی جدھر اُن کو چاہتے موڑتے تھے۔ یہ لوگ داماد فرید پاشا اور اُسکے رفقائے کار تھے۔ سلطان نے داماد فرید پاشا پر بھروسہ کرکے وزیر اعظم مقرر کیا تھا کہ یہ ملک کا خیرخواہ رہے گا۔ اور اپنی نرم پالیسی سے اتحادیوں کی دست برد سے اپنے ملک کو محفوظ رکھیگا۔ لیکن اَب یہی داماد فرید پاشا اتحادیوں کا پٹھو نکلا۔

جب ترکوں نے ٹرکی کی تجزیہ و تقسیم کے متعلّق ایوان صلح سے گونج اُٹھتی سنی۔ تو اسوقت اُنکی آنکھوں میں تمام جہان تیرہ و تار ہو گیا۔ وہ سلطنت عثمانیہ جو کئی صدیوں سے صفحہ ہستی پر اپنی عظمت اور شان شوکت کیساتھ دنیا میں قایم تھی آج اُنکو نیست و نابود ہوتی ہوئی نظر آئی۔ انجمن اتّحاد و ترقّی پر سردی پڑی ہوئی تھی۔ اِس کمیٹی کے ممتاز اراکین نوری۔ جمال۔ طلعت۔ انور جیسے غیوّر بہادر ملک میں موجود نہ تھے۔ وہ بھی جنگ کے بند ہوتے ہی ملک سے بھاگ گئے۔ صرف ایک تجربہ کار اور کامیاب جرنیل ملک میں موجود تھا۔ اور وہ مصطفٰے کمال تھا۔ لیکن وہ بھی بےکس ہوکر ملک کی سیاسیات سے دست بردار ہوکر گوشہ گیر ہو چکا تھا۔

علاوہ انکے ملک میں ہزاروں خیرخواہ موجود تھے۔ لیکن وہ بھی بےبس اور مجبور تھے۔ اگر بولتے تو باغی اور طاغی بنتے۔ لیکن اُن کا قومی جذبہ پائمال نہیں ہوا تھا۔ وہ دلوں میں پنہاں تھا۔ جو بالآخر چمک کر رہا۔ یہ لوگ جو دلوں میں جذبہ وطن پرستی اور قومی درد رکھتے تھے۔ متّحد و متفق ہو گئے۔ اُنہوں نے عہد کر لیا

کر یا تو ٹرکی کو غیروں کے ہاتھوں سے آزاد کرائیں گے۔ یا خود ہی قومی آن پر مٹ جائیں گے۔ پس یہ لوگ جو ملک کی شان کو بحال رکھنا چاہتے تھے۔ انہی کا نام قوم پرست ہوا۔ اور یہی انتہا پسند تھے۔ یہ لوگ ایشیائے کوچک قفقاز وغیرہ علاقوں میں بے شمار تھے۔ قسطنطنیہ بھی ایسے لوگوں کے وجود سے خالی نہ تھا۔ یہ لوگ قوم فروشوں کی برابر مخالفت کرتے تھے۔

قسطنطنیہ میں اتحادی نمائندوں کے درمیان تنازعات رونما ہو چکے تھے۔ ہر ایک حکومت اپنا بہترین مفاد حاصل کرنیکے درپے تھی۔ اسوقت اتحادیوں کی یہ حالت دیکھ کر آزاد منش ترکوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شائد مقابلہ سے کوئی بہتر صورت پیدا ہو جائے۔ اور ٹرکی تباہی سے بچ جائے۔ لیکن قسطنطنیہ میں کوئی ایسی سکیم کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اس جگہ اتحادیوں نے سلطان کی مدد سے نہائت ہی زبردست گرفت ڈالی ہوئی تھی۔ ہاں البتہ دور و دراز کے پہاڑی علاقوں میں مثلاً اناطولیہ میں یہ سکیم کوئی عملی رنگ پیدا کر سکتی تھی۔

باوجود اس اتحادی قبضہ کے دارالخلافہ میں کئی خفیہ انجمنیں قائم ہو چکی تھیں۔ جنکا مقصد تھا کہ سامان حرب پر کسی طرح قبضہ کیا جائے۔ اور اندرون ملک میں کسی محفوظ مقام پر جمع کیا جائے۔ اور عملی کارروائی شروع کی جائے۔ اعلےٰ عہدہ دار افسر بھی خفیہ طور پر ان انجمنوں کو امداد دے رہے تھے۔ عصمت محکمہ حربیہ میں انڈر سیکرٹری تھا۔ فیضی چیف آف دی سٹاف۔ فتحی وزیر داخلیہ اور رؤف حمیدیہ جہاز کا کمانڈر وزیر بحریہ تھا۔ یہ تمام افسر مصطفےٰ کمال کے دوست تھے اور خفیہ طور پر کارروائیاں کرتے تھے۔

قسطنطنیہ کے علاوہ اندرون ملک میں بھی چند ایسی مجالس کی تشکیل ہو چکی تھی جو مقابلہ کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ وہ انجمنیں جنکی بنیاد مصطفےٰ کمال نے جنوبی علاقوں میں افواج کا چارج دینے سے پہلے ڈالی تھی۔ اب وہ بھی نمایاں طور پر وجود میں آ گئیں۔ قدیم انجمن اتحاد و ترقی بھی پھر ایک دفعہ جنبش میں آئی۔ انہوں نے

ہر جگہ اجلاس شروع کر دیئے۔

کاکیشیا کی سرحد پر کاظم کارابکر کے پاس چھ ہزار تازہ دم فوج تھی۔ اُس نے اتحادیوں کے قبضہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دئے۔ اور ہتھیار دینے سے انکار کر دیا۔

اتحادیوں کی خفیہ پولیس بلکہ عیسائی آبادی خاصکر ترکوں سے بدلہ لینے کے لئے خبر رسانی کا کام کرتی۔ اتحادی مشکوک آدمیوں کو قید کر کے جیل میں ٹھونس دیتے۔ لیکن ترک خفیہ سازشوں سے ایسے قیدیوں کو جیل سے نکال لے جاتے۔ ایسی کارروائیوں میں مصطفےٰ کمال کا ہاتھ تھا۔ جب اتحادیوں کو ایسی سازشوں کا پتہ چلا۔ تو انہوں نے بندوبست کر لیا۔ اسطرح قیدیوں کی مفروری کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اگر اتحادیوں کے پاس مصطفےٰ کمال کے خلاف کوئی مواد ہوتا۔ تو ضرور اتحادی مصطفےٰ کمال کو گرفت میں لانے کی کوشش کرتے۔ تاہم مصطفےٰ کمال احتیاط سے ایسی کارروائیوں میں حصّہ لیتے۔ اور خطرہ سے بچنے کی کوشش کرتے۔ اور کام بھی کر جاتے۔ دراصل تمام خفیہ انجمنیں آپکے اشارے پر ہی پیدا ہوئی تھیں۔

لیکن کچھ بھی ہو مصطفےٰ کمال اتحادیوں کی نظروں میں مشکوک تھے۔ آپ کا نام بلیک لسٹ میں درج تھا۔ یہ تو صرف مصطفےٰ کمال کی ہوشیاری اور عقلمندی کا نتیجہ ہے۔ کہ اتحادیوں کے پاس آپکے خلاف کوئی میٹر موجود نہ تھا۔ اور اتحادیوں کے ہاتھوں گرفتار نہ ہوئے۔ بہرحال وہ خطرناک آدمی ضرور متصوّر کیے جاتے تھے۔ اتحادی ہر وقت تاک میں رہتے تھے کہ کوئی موقعہ پیدا ہو۔ اور مصطفےٰ کمال کو گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں جلاوطن کر دیا جائے۔

مصطفےٰ کمال کا تقرّر

مصطفےٰ کمال کی صحت ابھی خراب تھی۔ بہت کمزور تھا۔ پاس روپیہ بھی نہ تھا۔ اور نہ کوئی یار و مددگار تھا۔ اگر کوئی آپکا دوست تھا۔ تو وہ صرف عارف تھا۔ اسوقت آپ کا ستارہ منحوس غروب ہوا۔ اور سعد ستارہ چمکا۔ ان حالات نے اچانک پلٹا کھایا۔ آپکی قسمت پھر جاگ اُٹھی

قوم پرستوں کی تحریک دن بدن زوروں پر تھی۔ ملک کو آزاد کرانے کی تجاویز ہو رہی تھیں۔ سلطان اور اتحادیوں نے دور و نزدیک کے علاقوں کا مطالعہ کیا اُن کو ہر طرف سازشوں کا جال بچھا ہوا نظر آیا۔ انقلابی مجالس پیدا ہو گئی تھیں سب سے پہلے اِس امر کا فیصلہ ہوا۔ کہ اناطولیہ کی انقلابی تحریکات کا خاتمہ کرنا چاہیئے۔ قوم پرستوں کی ناکہ بندی کرنی چاہیئے۔ اِس غرض کیلئے یہ تجویز ہوئی کہ کسی کو سلطان کا نمائندہ مقرّر کرکے اِس علاقے میں بھیجنا چاہیئے۔ جو افواج سے ہتھیار زبردستی چھین لے۔ انجمن اتحاد و ترقی کے جلسے بند کر دے۔ دیگر انجمنوں کا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ سلطان نے مصطفٰے کمال کو اِس کام کیلئے تجویز کیا لیکن اتحادی افسروں نے اِس تجویز پر اعتراض کیا۔ کہ وہ خطرناک اور ناقابل اعتماد آدمی ہے۔ الیگزینڈریٹہ میں اتحادیوں کو ابھی آپ کی کارروائیاں فراموش نہ ہوئی تھیں۔ لیکن داماد فرید پاشا نے بھی آپ کی ہی سفارش کی۔ اور کہا تمام بدامنی کی علامات ملک میں انجمن اتحاد و ترقی کے سبب سے ہیں۔ مصطفٰے کمال کا اِسمیں کوئی ہاتھ نہیں۔ وہ انجمن کا برائے نام ممبر تھا۔ بلکہ انجمن مذکورہ کے ساتھ اُسکی مخالفت تھی۔ بذات خود وہ نہایت شریف آدمی ہے۔ قابل اعتماد ہے۔ اور اُس کو ہی اِس کام کیلئے مامور کرنا چاہیئے۔

لیکن پھر بھی اتحادیوں نے اِس معاملہ کو کھٹائی میں ڈالے رکھا۔ اور سوچتے رہے کہ آیا مصطفٰے کمال کو قید کرکے ملک بدر کر دیا جائے۔ یا سلطان کا نمائندہ بنا کر اناطولیہ میں بھیجا جائے۔ آخر داماد فرید پاشا وزیر اعظم کے ایما پر اتحادیوں نے مصطفٰے کمال کا نام بلیک لسٹ سے خارج کر دیا۔ آپ پہلے بھی سلطان کے ایڈیکانگ رہ چکے تھے۔ چنانچہ آپ کو شمالی علاقہ کا انسپکٹر جنرل افواج اور مشرقی صوبجات کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ٹرکی کی مشرقی فوجوں کی کمان بھی انھیں کے متعلق تھی۔ آپ کو حکم ملا کہ وہ سمسون میں جا کر چارج لیں۔

جونہی مصطفٰے کمال کو یہ جگہ ملی۔ آپ کی تمام کمزوری جاتی رہی۔ آپکو اپنی دھن

میں کامیابی کی امید بڑھ گئی۔ آپنے لائحہ عمل تیار کرنا شروع کر دیا۔ کہ باہر جا کر کیا کرنا چاہیئے دفتر حربیہ میں عصمت اور فیضی آپکے دوست تھے۔ وہ بھی مادر وطن کو اغیار کے ہاتھوں میں دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ اُنسے مل کر آپنے اندرونی پخت و پز کیا۔ نامہ و پیام کے لیئے خفیہ حروف کی علامات اور اکھنوٹوں کا بندوبست کر لیا۔

یونان کا قبضہ

ابھی آپ اس نئے عہدہ کا چارج لینے کیلیئے قسطنطنیہ سے روانہ بھی نہیں ہوئے تھے۔ جبکہ اتحادیوں کی صلح کانفرنس نے پیرس سے دوسری چوٹ ٹرکی کے شیرازہ پہ لگائی۔ اور یونان کو حکم دیا کہ یونان فوراً تھریس اور سمرنا پر قبضہ کرنیکے لیئے پیش قدمی کرے۔ یونان اور اتحادیوں کے درمیان پہلے ہی سے اِس امر کے متعلق خفیہ ساز باز ہو چکی تھی۔ کہ وہ اِن دونوں علاقوں پہ قبضہ کرنیکے لیئے تیار رہے۔ اِسلیئے یونان پہلے ہی سے اِس امر کیلیئے تیار و آمادہ تھا اپنی فوجوں کو لیس کر کے سرحد پہ بیٹھا انتظار کی گھڑیاں شمار کر رہا تھا۔ سپریم کونسل کا یہ قہّارانہ اور جبّارانہ حکم سنتے ہی فی الفور ملک کے اندرونی حصّہ میں داخل ہو گیا۔ اور ان دونوں اضلاع پہ قبضہ کر کے چیرہ دستیاں شروع کر دیں۔

یونان کی اِس پیش قدمی کی پہلی وحشت اثر خبر اُسوقت ٹرکی میں پہنچی جبکہ بابعالی میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ اور مصطفیٰ کمال بھی اِس اجلاس میں موجود تھے۔ یہ خبر سنتے ہی تمام وزراء حیران و ششدر رہ گئے۔ اُنہوں نے مصطفیٰ کمال سے دریافت کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمّت و حوصلہ کو دل میں جگہ دینی چاہیئے۔ اور دشمنوں کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔

مصطفیٰ کمال کی روانگی

مصطفیٰ کمال متفکر و غمگین اناطولیہ کی طرف جانے کیلیئے تیاریاں کرنے لگے۔ آپنے بہت جلد نکل جانے کی کوشش کی۔ وہ اپنی ماں کو سلام عرض کرنیکے لیئے گئے۔ وہ بالکل اندھی تھی۔ اُسنے دعا و برکت کے کلمات ساتھ آپ کو رخصت کیا۔ اسی رات آپ جہاز پر سوار ہو کر باسفورس سے بحیرۂ اسود کی طرف چل دیئے۔ اُسوقت آپکے ہمراہ عارف اور کرنل رفعت بھی تھے۔ ان کو

سیواس کے علاقہ میں فوج نمبر ۳ کی کمان دیگئی تھی۔ رؤف آپ کو رخصت کرنے کے لیئے ہمراہ آیا۔

اسوقت مصطفٰے کمال کے دل میں یہ خیال موجزن تھے۔ کہ اب دشمنان ترکی کے خلاف قوم پرستوں کی جماعت سے مل کر جدّ وجہد کرنی چاہیئے۔

اس رات کو جبکہ مصطفٰے کمال جہاز پر سوار ہوکر جا چکے تھے۔ آدھی رات کے وقت وزیراعظم نے اتحادی ہائی کمشنر سے ملاقات کی اور کہا کہ سلطان نے مصطفٰے کمال کی تقرّری کے متعلق اپنی رائے تبدیل کردی ہے۔ کیونکہ اسکو معلوم ہوا ہے کہ وہ باہر جاکر مزید خطرات کا موجب ہوگا۔ اسکو ہر ساحل پر روک لینا چاہیئے۔

مصطفٰے کمال کی گرفتاری کے احکام جاری ہوگئے۔ لیکن آپ ان احکام کے پہنچنے سے چند گھنٹے پیشتر نکل چکے تھے۔ ۱۹ مئی ۱۹۱۹ء کو مصطفٰے کمال اور آپکے دوستوں نے بلیک سی کے بندرگاہ سمسون پر قدم رکھا۔

مصطفٰے کمال کی قومی تحریک

سمسون میں اتحادیوں کا زور تھا۔ انگریزی خبر رساں افسر مصطفٰے کمال کی ہر نقل وحرکت کو بغور مطالعہ کررہا تھا۔ علاوہ اسکے مقامی یونانی اور آرمینین بھی مصطفٰے کمال کے متعلق مخبری کرتے تھے۔ ترک مارے خوف کے آپکے ساتھ بات چیت بھی نہ کرتے۔

سمسون کے ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مصطفٰے کمال نے اپنا ہیڈ کوارٹر سیواس میں منتقل کرلیا۔ اور وہاں سے آماسیا میں اپنا دفتر لیگئے یہ شہر مشرقی اور مغربی ترکی کی سڑکوں کے مقام اتّصال پر بہت دور دراز کے اندرونی حصّوں میں واقع ہے۔ یہاں وہ ہر خطرہ سے مامون تھے۔ چھ ماہ تک آپ قسطنطنیہ میں بے دست و پا شکستہ خاطر بیٹھے رہے۔ ملک اور قوم کی خاطر کوئی کام نہ کرسکے۔ یہاں کام کرنیکے لیۓ آپکے پاس کافی میدان تھا۔ آماسیا میں بیٹھ کر آپنے تمام ملک میں تار بھیجے۔ فون کیئے۔ اور فوجوں کے حالات دریافت کیئے۔

معلوم ہوا کہ افواج کی حالت بڑی نرم تھی۔ شکست خوردہ اور تھکی ماندی تھیں

مقابلہ کی اُن میں سکت نہ تھی۔ اناطولیہ میں اسوقت صرف چار فوجیں تھیں۔ اور یورپ میں ایک۔ ان میں سے چار کی حالت تو بہت کمزور تھی۔ ہتھیار اُن سے چھینے جا چکے تھے۔ صرف دیار بکر میں کاظم کارابکر کے ماتحت باقاعدہ فوج تھی اُس نے ہتھیار دینے سے انکار کر دیا تھا۔ سمرنا کے پہاڑوں میں اِکے دُکے حملے کرنیوالے بیشمار گروہ رہتے تھے۔ جو بڑھتے ہوئے یونانیوں کا خوب مقابلہ کر سکتے تھے۔ رؤف نے امیر البحر کے عہدہ سے استعفیٰ دیدیا۔ اور وہ ان پہاڑی لوگوں کی تنظیم کر رہا تھا۔

مصطفےٰ کمال کو حوصلہ ہو گیا کہ فوجی افسر ضرور آپکی مدد کرینگے۔ آپنے رفعت کو سیواس سے واپس بلا لیا۔ انگورا میں علی فواد آرمی کور نمبر ۲ کا کمانڈنگ تھا۔ اُسکو بھی بلا لیا۔ علی فواد رؤف کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آیا۔ اِن افسروں نے مل کر ایک خفیہ میٹنگ کی۔ عارف نے میٹنگ کا خلاصہ نوٹ کر لیا۔ مصطفےٰ کمال نے اپنے خیالات اُن افسروں کے سامنے رکھ دیئے۔ اسوقت بالاتفاق یہ تجویز پاس ہوئی کہ مقابلہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مقابلہ ہی اُمید کی جھلک پیدا کر سکتا ہے۔ پھر سب نے متفقہ طور پر یہ لائحہ عمل تیار کیا۔ کہ سمرنا کے سامنے پہاڑی لوگوں کو یونانیوں کی روک تھام کیلئے تیار کیا جائے۔ پُرانی افواج کی تنظیم از سرِ نو کر کے قومی فوج تیار کی جائے۔ تمام ملک میں مقامی مراکز قائم کیئے جاویں۔ جہاں نئی بھرتی اور سامانِ حرب و ضرب فراہم کیا جائے۔ لیکن یہ تمام کارروائیاں حزم و احتیاط سے ہونی چاہیئے۔ تاکہ تحریک کا آغاز اتحادی زد سے محفوظ رہے۔ تمام منتشر قوت ایک مرکز پر جمع کی جائے۔ علی فواد کے ذمہ مغربی علاقوں کی کمان ڈالی گئی۔ کاظم کارابکر کو مشرقی علاقہ تفویض ہوا۔ اور مصطفےٰ کمال کو ملک کا مرکزی حصہ ملا۔

مصطفےٰ کمال نے ایک اور تجویز پیش کی کہ چونکہ سلطان اور پارلیمنٹ اجنبی اثر کے ماتحت ہیں۔ لہذا اناطولیہ میں ایک عارضی گورنمنٹ کی تشکیل ہونی

ہونی چاہیے۔ باقی افسروں نے مخالفت کی۔ اور کہا کہ کوئی ایسی کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔ کہ جس سے سلطان اور پارلیمنٹ کو ضعف پہنچے۔ مصطفےٰ کمال نے ہر طرح کی دلائل پیش کیں۔ تاکہ عارضی گورنمنٹ کی بنیاد ڈالی جائے۔ رؤف اور علی فواد دونوں مان گئے۔ اور رفعت نے اس تجویز کے تسلیم کرنیسے پھر بھی تامّل کیا۔ لیکن آخر وہ بھی نئی گورنمنٹ کی تشکیل پر راضی ہو گیا۔

جب نئی گورنمنٹ کی تشکیل پر تمام افسر راضی ہو گئے۔ تو اسوقت انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ جہانتک جلد ممکن ہو۔ سیواس میں ایک کانگریس منعقد کی جائے اور تمام ملک کے مندوبین طلب کیے جائیں۔ دیاربکر سے کاظم کارابکر۔ ایڈریانوپل سے جعفر طیّار اور کونیا سے جنرل کمانڈنگ نے بذریعہ تار اس فیصلہ پر اظہار اطمینان کیا۔ اسطرح مصطفےٰ کمال نے پہلی فتح حاصل کی۔ فوجی رہنما آپ کے قبضہ میں تھے۔

متذکرہ بالا تجاویز کا خاطرخواہ انتظام ہو جانیسے مصطفےٰ کمال کے حوصلے بڑھ گئے۔ اب وہ فوراً ملک کو بیدار کرنیکے درپے ہوئے۔ جسقدر قوم پرست ملک میں موجود تھے۔ ان سب کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی یہ قوم پرست جو ابھی تک غیر منظّم اور غیر منسلک حالت میں تھے۔ مصطفےٰ کمال کے ماتحت یک دل و جان ہو کر حقیقی اتّحاد کے لباس میں آراستہ و پیراستہ ہو کر مدافعت عن الوطن کیلیئے ظاہر ہوئے۔ اور سب مل کر ملک کو اعدا کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کے لیئے نہایت ہی شدّومد سے کوشش کرنے لگے۔

دوسرا کام مصطفےٰ کمال نے یہ کیا کہ تمام قوم پرستوں کو ایک سطح پر لانیکے علاوہ چھوٹی چھوٹی انجمنوں کو جو اتّحادیوں کے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کے زمانہ میں اندفاع کے واسطے پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک مرکز پر جمع کر کے ایک عظیم الشّان انجمن بنا دی۔ آپنے اپنے عہدۂ انسپکٹر جنرل افواج سے یہ فائدہ اٹھایا۔ کہ استقلالِ ملّی اور اعانت کیلیئے تمام افواج کو اس انجمن کا آلۂ کار بنا دیا

چنانچہ آپنے اِس لائحہ عمل کے مُطابق کام کیا۔

مصطفےٰ کمال نے گاؤں بہ گاؤں دورہ کیا۔ اُن جو افسر فوجوں کے کم ہو جانے کے سبب سے بیکار تھے۔ اُن سب کو جمع کیا۔ اور کہا کہ دشمنوں نے ٹرکی کے حصّے بخرے کرنے کی تجویز کی ہے۔ اِسلیئے سب اغیار کے مقابلہ کیلیئے تیّار ہو جاؤ۔ اپنی حفاظت آپ کرو۔ اور ملک کی حفاظت کیلیئے نئی قومی فوج میں بھرتی ہو جاؤ۔ سلطان اور پارلیمنٹ آپ لوگوں کی حفاظت کرنیسے قاصر ہے۔ کیونکہ وہ اغیار کے قبضہ میں ہے۔ صرف مقابلہ ہی ایک طریقہ ہے۔ جس سے آپ اپنے ملک اور اپنے بال بچّوں کی حفاظت کر سکتے ہو۔

ہر گاؤں میں آپنے ایک ایک نمائندہ مقرّر کیا۔ جو ایک کمیٹی تیّار کرے لیکن مشکل یہ تھی کہ لوگ جنگ سے تنگ آ گئے تھے۔ اَب وہ آرام کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ اُنہوں نے مصطفےٰ کمال کی تقریر کو غور سے سُنا۔ لیکن وہ پھر بھی بڑے آہستہ آہستہ بیدار ہوتے تھے۔ اسوقت سمرنا سے خبریں متواتر آ رہی تھیں کہ یونانی مواضعات کو جلا رہے ہیں۔ ترکوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ اِن خبروں نے آگ پر تیل کا کام دیا۔ لوگ بھڑک اُٹھے۔ اور عملی کارروائی کے لیئے آمادہ ہو گئے۔ ورنہ مصطفےٰ کمال کی تقریروں کا اثر لوگوں پر خاطر خواہ اور تسلّی بخش نہ تھا۔ مصطفےٰ کمال نے اُنھیں لوگوں کو دوسرے مواضعات میں روحِ بیداری پیدا کرنے کا کام سپرد کیا۔

اب مصطفےٰ کمال آماسیہ کو چھوڑ کر ارض روم کیطرف بڑھے۔ اِس علاقہ میں آپکو بڑی آسانی سے کامیابی حاصل ہوئی۔ کیونکہ یہاں اِتحادیوں نے روسیوں کی بغاوت اور تخلیہ کاکیشیا کے بعد ترکی سرحدات پر ایک علیحدہ ارمنی حکومت قائم کرنے کی تجویز تھی۔ یہاں کے باشندوں نے حلف اُٹھائی کہ وہ آرمینیا کی حکومت کو کبھی تسلیم نہیں کرینگے۔ لہٰذا یا خود مٹ جائیں گے۔ یا اُن کو مٹا دیں گے علاوہ اِسکے کاظم کارابکہ اور اُسکی فوج بھی وہاں موجود تھی۔ اُنہوں نے بھی

اُن لوگوں کو تسلّی دی اور کہا کہ اتحادی یہاں سے بہت ڈرتے ہیں۔

الغرض مصطفےٰ کمال نے اس نئے کام کو ہاتھ میں لیتے ہی قوم کو آئندہ کے خطرات سے خبردار کر دیا۔ لوگ مصطفےٰ کمال کے گرویدہ ہو گئے۔ جہاں بھی آپ گئے لوگوں کو عملی کارروائی کیلئے ترغیب دی۔

ایک نان کمیشنڈ آفیسر تین صد آدمی انگورا سے باہر جمع کر کے اُن کو قواعد پریڈ سکھلا کر انگورا کے کمانڈر کے پاس لے گیا۔ بہت جگہوں میں اتحادیوں سے سامانِ حرب لوٹ کر پہاڑوں میں جمع کیا گیا۔ تاکہ ضرورت کے موقعہ پر کام آئے۔

ارض روم میں مصطفےٰ کمال نے سلطان کی طرف سے ایک اعلان شائع کیا کہ اپنے ہتھیار اتحادیوں کے حوالے مت کرو۔ اُسنے سول حکّام کو ہدایت کی ہے۔ کہ نئی بھرتی کا اِنتظام کیا جائے۔ تاکہ سمرنا کے قبضہ کے خلاف آواز بلند کی جائے۔

اِستعفےٰ

قسطنطنیہ میں مصطفےٰ کمال کی اِن عملی کارروائیوں اور سرگرمیوں کی اِطلاع پہنچ گئی۔ سلطان غصّے میں بھر گیا۔ اور کہنے لگا کہ اب اتحادیوں کا مقابلہ کرنا حماقت ہے۔ اِسکے یہ معنی ہیں کہ جو رعایت ہم کو ملنی تھی وہ مسدود ہو جائیگی اور ٹرکی کا بالکل خاتمہ کر دیا جائیگا۔ مصطفےٰ کمال کو مُلک میں سے فساد مٹانے کیلئے بھیجا تھا۔ لیکن اب مصطفےٰ کمال خود مقابلہ کیلئے پبلک کو اُبھار رہا ہے داماد فرید پاشا بھی مصطفےٰ کمال کے ایسے افعال سُنکر نہایت ہی حیران و پریشان ہوا۔ چنانچہ سلطان نے حکم دیا کہ مصطفےٰ کمال کو فوراً قسطنطنیہ واپس بُلا لیا جائے۔

جونہی مصطفےٰ کمال کو واپسی کا حکم پہنچا۔ آپنے بادشاہ کو تار دیا کہ حضور یہاں تشریف لے آویں۔ تاکہ آپکی ماتحتی میں رنجر و دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ تار کا جواب مِلا کہ فوراً واپس آجاؤ۔ اِسکے جواب میں آپ نے قسطنطنیہ میں واپس جانے سے اِنکار کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک قوم اور ملک آزاد نہ ہوگا۔ میں اناطولیہ میں ہی

بھیجدیا۔ یہ سُنکر سلطان نے آپ کو موقوف کر دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ کوئی فوجی اور سویلین افسر مصطفٰے کمال کا حکم نہ مانے۔ مصطفٰے کمال نے بھی اپنے عہدہ سے اِستعفٰے دیدیا۔ اور ملازمت کا چولہ اُتار کر قسطنطنیہ میں بھیجدیا۔

اَب مصطفٰے کمال بالکل آزاد تھا۔ اَب وہ پہلے سے بھی زیادہ چستی۔ اور سرگرمی کے ساتھ کام میں مصروف ہو گئے۔ آپنے اپنے مددگاروں اور ملٹری کمانڈروں کو بُلاکر کہا کہ اگر ہم پیش قدمی کرینگے۔ تو ضرور ہمکو اپنے آپ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ پارلیمنٹ ہمارے برخلاف ہوگی۔ اور ہمکو پارلیمنٹ کا مقابلہ کرنا پڑیگا۔ ہمکو بڑے خطرات کا سامنا کرنا پڑیگا۔ بہت سی قربانیاں کرنی ہونگی۔ اگر کوئی عملی کارروائی کر بیٹھو گے۔ تو پھر تمکو پچھتانا نہیں ہوگا۔ آپ لوگ اپنا ایک لیڈر مقرر کر لیں۔ کیونکہ کامیابی کے لیئے یہ ضروری ہے کہ ایک سردار ہو۔ جو اِس تحریک کو چلائے۔ اور وسعت دے۔ اگر تُم مجھکو انتخاب کر دوگے۔ تو پھر تُم کو میری قسمت کا شریک بننا ہوگا۔ اَب میں ایک شہری آدمی ہوں۔ مجھے باغی کا خطاب حکومت کی طرف سے ملے گا۔ میں ایک شرط آپکے سامنے رکھتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں کو میرا حکم بطور فوجی کمانڈر تسلیم کرنا ہوگا۔

اُن سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہم اِس تحریک کو چلائیں گے۔ اور جاری رکھینگے اُنھوں نے مصطفٰے کمال کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا۔ اور اپنے لیڈر کی شرائط بھی مان لیں لیکن ایک شرط اُنھوں نے بھی پیش کی۔ کہ سلطان کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ شرط مصطفٰے کمال نے تسلیم کر لی۔ اور کہا کہ سُلطان اغیار کے ہاتھوں میں ہے۔ اور اُسکے مشیر اچھّے نہیں ہیں۔ اِس لیئے سلطان کے مشیروں۔ اور اغیار کا مقابلہ ضرور کیا جائے گا۔

کانگریس ارضِ رُوم

مصطفٰے کمال نے کانگریس کے اِنعقاد کیلیئے دعوت نامے بھیجدیئے تمام اضلاع میں تاریں بھیجدیں "ملک خطرے میں ہے مرکزی حکومت کے اختیار میں کچھ نہیں۔ ملک کی آزادی قوم کی کوشش پر منحصر ہے۔ سیوا اِس کے

مقام پر کانگریس کے انعقاد کی تجویز کیگئی ہے۔ تاکہ کوئی لائحہ عمل تیار ہو سکے۔ ہر ضلع سے کم ازکم تین مندوبین آنے چاہئیں۔ تمام کارروائی خفیہ ہونی چاہیئے۔"

اِس اثنا میں آپ نے کاظم کارابجر کے مشورہ سے قریب قریب کے اضلاع کے فوجی لیڈر اور نمائندے ارض روم کی کانفرنس میں شامل ہونے کیلئے بلائے۔

چنانچہ مُلک کے مختلف حصص سے نمائندے ارض روم کے مقام پر جمع ہوئے۔ بہت سے اُن میں چھوٹی چھوٹی باتوں کو مدّنظر رکھ کر مخالف تھے۔ مصطفٰے کمال نہایت ہی خندہ پیشانی سے اور بتدریج اُنکو راہِ راست پر لے آئے عین اُسوقت جب کہ ارض روم میں کانفرنس کی کارروائی ہو رہی تھی۔ اور گرم گرم بحثیں ہو رہی تھیں۔ مرکزی حکومت کی طرف سے کاظم کارابجر کے نام حکم پہنچا کہ مصطفٰے کمال کو گرفتار کرلیا جائے۔ اور کانفرنس کو ختم کرکے تمام نمائندوں کو واپس بھیج دیا جائے۔

اب تمام معاملہ کاظم کارابکر کے ہاتھ میں تھا۔ ٹرکی کی باقاعدہ فوج بھی اُسکے ماتحت تھی۔ ۱۹۱۷ء میں جب مصطفٰے کمال نے اُسکو فوج کا چارج دیا۔ تو اُسوقت کاظم کارابجر روسیوں کے مقابلہ میں ہر مقام پر کامیاب رہا۔ جب کہ دیگر محاذوں پر ٹرکی کی افواج ہر جگہ شکست کھا رہی تھیں۔

کاظم کارابجر نیک نیت انصاف پسند پرانی وضع کا ٹرکی افسر تھا۔ اگر وہ چاہتا تو قوم کا لیڈر بن جاتا۔ لیکن اسکو ایسی خواہش نہ تھی۔ کاظم نے حکومت کے حکم کو دبا دیا۔ اور تأمّل کرتا رہا۔ کیونکہ اُس نے مصطفٰے کمال اور رؤف کے ساتھ امداد کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن دوسری جانب سلطان اور مرکزی حکومت کی تابعداری اُس کو مجبور کرتی تھی کہ احکام کی تعمیل کی جائے۔ چنانچہ اُس نے مرکزی حکومت کے احکام کو مصطفٰے کمال کے سامنے رکھ دیا۔

اُسوقت مصطفٰے کمال نے نہایت ہی لجاجت اور نرمی سے کام لیا۔ کیونکہ

اُسوقت تمام معاملہ کاظم کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن کاظم مضبوط اور دیانتدار آدمی تھا اگر اُسوقت مصطفیٰ کمال کو گرفتار کرکے سلطان کے پاس بھیجدیا جاتا۔ تو یقیناً وہ یا تو جلاوطن کیا جاتا۔ یا دار پر کھینچا جاتا۔ بہرحال مصطفیٰ کمال نے کاظم کو یہی ترغیب دی کہ وہ کسی طرح گرفتار نہ کرے۔ مصطفیٰ کمال نے عارف سے اِس امر کا انتظام کرلیا۔ کہ اگر کاظم نے گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ تو وہ بھاگنے کی کوشش کریں گے اگر قابو آگئے تو آخر دم تک لڑیں گے۔ لیکن گرفتار نہیں ہونگے۔

الغرض مصطفیٰ کمال نے اپنی دلایل سے کاظم کو راضی کرلیا۔ اور کاظم نے مجبوراً فیصلہ کیا۔ کہ وہ مصطفیٰ کمال ۔ رؤف اور پبلک کا ساتھ دیگا۔ کانفرنس میں مرکزی حکومت کا آرڈر پیش کیا گیا۔ کانفرنس نے اِس پر اظہار ناراضگی کیا اور یہ تجویز بڑے شدومد سے پاس کردیگئی "اغیار کے خلاف ٹھوس کام کرنا چاہیے اور ایک پراونشل گورنمنٹ کی بنیاد ڈالنی چاہیئے۔ جو حکومت کے کاروبار کو چلائے"

اسوقت ایک ایگزیکٹو کمیٹی کا انتخاب کیا گیا۔ تاکہ کانگریس سیواس کے موقعہ پر یہ کمیٹی اپنے خیالات کا اظہار کرے۔ مصطفیٰ کمال اِس کمیٹی کے چیرمین مقرر ہوئے۔ اور رؤف آپکا مددگار۔

کانفرنس نے مصطفیٰ کمال کو ارض روم کا بھی ڈیلیگیٹ چن لیا۔ اِسطرح مصطفیٰ کمال کو دوسری کامیابی حاصل ہوئی۔

سیواس کانگریس

اِس کانفرنس کو دو ماہ گذر گئے۔ اور سیواس کانگریس کا وقت قریب آن پہنچا۔ تمام مُلک سے مندوبین بھیس بدل کر خفیہ پہاڑی راستوں سے رات کو سفر کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ مرکزی حکومت نے اُن مندوبین کو گرفتار کرنے کیلیئے پولیس تعینات کردی۔ مصطفیٰ کمال خود گرفتاری سے بچے۔ صرف ارض روم اور سیواس میں جہاں باقاعدہ افواج تھیں۔ آپ محفوظ تھے۔ لیکن پھر بھی جندرامہ پولیس کا ایک دستہ مصطفیٰ کمال کو گرفتار کرنے کیلیئے سڑک پر انتظار میں کھڑا تھا۔ مصطفیٰ کمال کو وقت پر اطلاع مل گئی۔ آپنے پہاڑی راستہ

اختیار کر لیا۔ اور ماموران و مسئولان سیواس میں پہنچ گئے۔

کانگریس کا اجلاس منعقد ہوا۔ مندوبین کے درمیان بڑے زور شور سے مباحثہ جاری رہا۔ لیکن کوئی مقصد حل نہ ہوا۔ پھر مصطفےٰ کمال نے اپنی دلائل شروع کیں۔ اور کہا کہ یہ جو کچھ اسوقت ہم کر رہے ہیں محض ٹرکی کو دشمنوں کی چیرہ دستیوں سے بچانے کیلئے کر رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ آپ نے ارض روم کیطرح اپنا ذاتی اثر پیدا کر لیا۔

اس اثناء میں جبکہ کانگریس کے اجلاس ہو رہے تھے۔ مرکزی حکومت نے قسطنطنیہ سے علی غالب گورنر آف ملیشیا کے نام حکم جاری کیا کہ کرد قوم کو جمع کر کے سیواس پر حملہ کر کے کانگریس کے نمایندوں کو گرفتار کر لو۔ (ملیشیا ایک ضلع ہے جو کہ کردوں کے ملک میں سیواس کے جنوب میں واقع ہے۔)

یہ اطلاع پاتے ہی کانگریس بھڑک اٹھی۔ کیونکہ گرفتاری کا حکم بڑی ہتک تھی۔ کانگریس نے مصطفےٰ کمال کو حکم دیا کہ اسی وقت فوج ملیشیا میں لے جاؤ۔ کانگریس کا یہ حکم پاتے ہی مصطفےٰ کمال فوج لے کر ملیشیا کی طرف چل دیئے۔ کردوں اور علی غالب کو گرفتار کر کے ہانک کر کانگریس کے روبرو لے آئے۔ یہ موقعہ آپ کو قدرتاً مل گیا تمام ڈیپیوٹیوں نے آپ کی رہنمائی قبول کر لی۔ آخرکار اعلان ہو گیا۔ کہ کانگریس ملک کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اور یہی پبلک کی آواز ہے۔ ریزولیوشن پاس ہو گیا کہ اجنبیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔

نیز اس موقعہ پر کانگریس نے صلحنامہ کی شرائط بھی تیار کر دیں۔ جن کا نام نیشنل پیکٹ رکھا گیا۔ ممبران نے حلف اٹھایا کہ وہ ہرگز صلح کیلئے تیار نہ ہونگے۔ جبتک کہ دشمن نیشنل پیکٹ کو قبول نہ کرے گا۔ اس نیشنل پیکٹ میں جو مطالبات پیش کیے گئے۔ وہ صلح کیلئے کمترین مطالبات ہیں۔

مصطفےٰ کمال کا مطلب تھا کہ ایسی صلح ہو جو اس مرتب کردہ معاہدہ سے بال بھر بھی مختلف نہ ہو۔ ملک میں امن و امان کا دور دورہ ہو۔ صلح عارضی نہ ہو۔ بلکہ پائیدار اور باعزت ہو۔ قومی معاہدہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

(۱) ہم ان علاقوں کو ترک کرتے ہیں۔ بلکہ اُن کا دعوےٰ تک نہیں کرتے۔ جن میں عربوں کی آبادی کا غالب عنصر ہے۔ لیکن باقی ٹرکی کو ہم سیاسی نسل اور مذہبی نقطۂ خیال سے متحد خیال کرتے ہیں۔

(۲) ہم اجازت دیتے ہیں۔ کہ مغربی تھریس کے باشندے اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق اپنا فیصلہ خود کریں۔ لیکن مشرقی تھریس کیلئے ہم کسی مصالحت کے ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

(۳) نئی سلطنتوں اور تازہ ساختہ ریاستوں کے متعلق جو اصول دول نے مقرر کیئے ہیں۔ ہم اُن کی قلیل التعداد آبادیوں کے حقوق تسلیم کرتے ہیں۔ اور اُن کے ممد و معاون ہیں۔

(۴) ہمارا مطالبہ ہے کہ قسطنطنیہ اور درہ دانیال ہم کو بغیر کسی شرط کے واپس دیئے جائیں۔ لیکن تجارت اور سلسلۂ رسل و رسائل اور نامہ و پیام کے متعلق ان طاقتوں کے حقوق کا واجب احترام کرتے ہیں۔ جن کے مفاد درہ دانیال سے وابستہ ہیں۔

(۵) ہم اِس بات پر زور دیتے ہیں کہ سیاسی اقتصادی اور عدالتی خود مختاری کو تسلیم کیا جائے۔

بعد ازاں ایک ایگزیکٹو کمیٹی کا انتخاب ہوا۔ مصطفےٰ کمال کو اُس کا چیرمین بنا دیا گیا۔ اِس کمیٹی کے ذمے یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ مرکزی حکومتِ قسطنطنیہ کی بجائے بطور پراونشل گورنمنٹ کام کریگی۔

علی غالب کے قبضہ سے خط و کتابت برآمد ہوئی۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ وزیر اعظم نے کردوں کو کانگریس پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

کانگریس نے قسطنطنیہ کو الٹی میٹم بھیجا اور مطالبہ کیا کہ داماد فرید پاشا کو عہدۂ وزارت سے برخاست کر کے نئی پارلیمنٹ کا انتخاب کیا جائے۔ جب اس الٹی میٹم کا کوئی جواب نہ آیا۔ تو کانگریس نے فوجی حکام کو حکم دیا کہ محکمہ تار پر قبضہ کر لیا جائے اور قسطنطنیہ کو

باقی ملک سے جدا کر دیا جائے۔ اور تمام ریونیو اور خط و کتابت پراونشل گورنمنٹ سے کی جائے۔ اور سول حکّام حسب ضرورت با اعتبار رکھّے جاویں۔

غرضیکہ کانگریس نے تمام کارروائی ملک کی پراونشل گورنمنٹ کو تفویض کر دی۔ سول اور فوجی تمدن ترکان احرار کے سپرد ہوا۔ چنانچہ سیویلین اور فوجی حکّام کو تمام احکام سیواس سے موصول ہونے شروع ہوئے۔ اور تمام سرکاری کاروباری ذمّہ داری بجائے قسطنطنیہ کے سیواس میں منتقل ہو گئی۔ اور ترکانِ احرار نے اِن دو تاریخی جلسوں میں وہ تدابیر عمل مرتّب کر لیں جو آئندہ مدافعت عن الوطن کی راہ میں دلیل ہدایت ثابت ہوں۔

کانگریس نے اپنا دفتر انگورا میں تبدیل کر لیا۔ جو ملک کے عین وسط میں ہے مصطفےٰ کمال کو ارض روم کیلئے ڈپٹی مقرر کیا گیا۔

سلطان نے کانگریس کے مطالبہ کے مطابق داماد فرید پاشا کو برخاست کر کے علی رضا پاشا ایک معمّر اور بے وقعت آدمی اِسکی جگہ مقرر کر دیا۔ اور نئی پارلیمنٹ کے اِنتخاب کا حکم دیدیا۔ اس نئی پارلیمنٹ میں کانگریس کے بہت سے ممبروں کا حصّہ بھرتی کر لیا گیا۔

نئی پارلیمنٹ

نئی پارلیمنٹ کے اِنتخاب کیلئے کئی ممبر ابتدائی بحث کے لئے انگورا آئے۔ پہلا سوال یہ پیدا ہوا کہ پارلیمنٹ کا اجلاس قسطنطنیہ میں ہونا چاہیئے اور کانگریس توڑ دینی چاہیئے۔ مصطفےٰ کمال نے اِسکی مخالفت کی اور کہا کہ کانگریس کا وجود قایم رہے گا۔ تا وقتیکہ ہمکو معلوم نہ ہو جائے۔ کہ پارلیمنٹ کہاں تک صحیح راستے پر چلتی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ قسطنطنیہ میں جانا حماقت ہو گی۔ کیونکہ وہاں آپ لوگ اجنبیوں کے قبضہ میں ہونگے۔ وہ مداخلت کرینگے۔ اور گرفتار کر لیں گے۔ اِسلیئے پارلیمنٹ کا اجلاس انگورا میں ہونا چاہیئے۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں۔ بلکہ پارلیمنٹ یہاں آزاد اور خود مختار رہو گی۔

لیکن مصطفےٰ کمال کی اِس تجویز سے کسی نے اتّفاق نہ کیا۔ اور کہا کہ ہم باغی

نہیں ہیں۔ بلکہ دارالخلافہ میں پارلیمنٹ ہوس میں بادشاہ کی اجازت سے بیٹھے ہیں مصطفےٰ کمال نے ہرچند کوشش کی کہ اُن کو کسی طرح رضامند کیا جائے۔ لیکن اُنہوں نے نہ مانا۔ اور رؤف پاشا کے ہمراہ قسطنطنیہ کیطرف چل دئے۔ گویا کہ کانگریس کا مرکز انگورا سے قسطنطنیہ میں منتقل ہوگیا۔ ایک دفعہ پھر سلطان اور مرکزی حکومت کے حق میں پبلک میں جوش پیدا ہوگیا۔ قصہ کوتاہ یہ کہ اِس تصفیہ میں سلطان بازی لے گیا۔ اور مصطفےٰ کمال ہار گیا۔ اور انگورا میں مصطفےٰ کمال کی خواہش کے مطابق قومی پارلیمنٹ کا اِفتتاح نہ ہوسکا۔ بلکہ قسطنطنیہ میں بطریق سابقہ پارلیمنٹ کا اِفتتاح ہوا جس میں قوم پرست لیڈر بھی شامل تھے۔

لیکن مصطفےٰ کمال اپنے خیالات پر قائم رہے۔ آپ کو معلوم تھا کہ قسطنطنیہ میں پارلیمنٹ ضرور ناکام رہے گی۔ کیونکہ وہاں دشمنوں کا غلبہ ہے۔ قوم پرستوں کو وہاں دم بھرنے کی مجال نہ ہوگی۔ فی الحقیقت قسطنطنیہ میں اِس پارلیمنٹ کے ساتھ اتحادیوں نے ایسا ہی سلوک کیا۔ جیسا کہ مصطفےٰ کمال کو توقع تھی۔

قسطنطنیہ میں پارلیمنٹ کا اجلاس

چنانچہ تمام ممبر جو انگورا سے چلے آئے تھے۔ قسطنطنیہ میں بالبانی میں جمع ہوئے۔ اور اجلاس منعقد کیا۔ ممبران نے سلطان کو وفاداری کے تار بھیجے۔ جنوری ۱۹۲۰ء کے مہینے میں اُنہوں نے کام شروع کر دیا۔ مصطفےٰ کمال نے اِس کارروائی میں دخل نہ دیا۔ بلکہ انگورا میں ہی مقیم رہے۔ اور اس اجلاس کا اِنتظار کرتے رہے۔ جو ترک انگورا سے واپس آئے تھے۔ اُنکا لیڈر رؤف پاشا تھا۔ صدر اعظم فیلڈ مارشل علی حسن رضا پاشا تھے ممبران بالعالی ترکان احرار کی کارروائیاں سنکر از حد خوش ہوتے تھے۔ بلکہ اُنہوں نے مصطفےٰ کمال کو ارض روم کا نیا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن کونسل عالیہ نے اِس تقرر کو صریحاً اور صاف دھمکی خیال کیا۔ اور کہا کہ اگر یہ تقرر منسوخ نہ کیا گیا۔ تو کونسل اپنے رویّہ کو تبدیل کر دے گی۔

وہ ترکان احرار جو خوشی خوشی قسطنطنیہ میں پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد کرنیکیلئے

آئے تھے۔ اُن کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ مصطفےٰ کمال کا کہنا درست تھا۔ وہ اتحادیوں کے زیر اثر ہیں۔ اور قسطنطنیہ میں اتحادیوں کی موجودگی کے سبب سے اپنے ملک کے حقوق کی نگہداشت کیلیئے آزادانہ طور پر گفتگو نہیں کر سکتے۔ اتحادیوں نے فی الفور آرڈر جاری کر دئیے کہ اُن کو آرڈر کی تابعداری کرنی ہو گی۔ ساتھ ہی اِس کے اتحادی کمانڈر نے حکم دیا کہ وزیر حربیہ کی جگہ منسوخ کر دی جائے۔ سلطان نے بھی اِس حکم سے اتفاق ظاہر کیا۔ ڈپٹیوں نے اِسکے خلاف صدائے احتجاج بلند کی قومی پیکٹ شائع کر دیا۔ جو کہ سیواس کی کانگریس میں پاس ہوا تھا۔ اِس پیکٹ میں صلح کے اصول درج تھے۔ گویا کہ یہ پیکٹ اتحادیوں کو ایک قسم کا چیلنج تھا۔

پھر ۹ فروری ۱۹۲۰ء کو ترکی کی ایوان پارلیمنٹ میں رؤف بے کمانڈر حمیدیہ جہاز نے تقریر کی جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

آفندیو! شرائط التوائے جنگ کا مدار پریسیڈنٹ ولسن کے چودہ پیش کردہ اصولوں پر تھا۔ اور انہی چودہ اصولوں پر مبنی سمجھ کر ہم نے منجانب دولتِ عثمانیہ اور برطانوی افسر امیر البحر نے منجانب دول اتحادی دستخط کر دیئے تھے۔ اور شرائط التوائے جنگ ہماری حکومت نے باقاعدہ شائع کر دی تھیں۔ اِسکے سوائے اور کوئی معاہدہ مابین ہمارے اور اتحادیوں کے نہیں ہوا۔

شرائطِ التوائے کے خلاف نہ صرف ولائیت سمرنا اور اس کے اضلاع پر اتحادیوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ بلکہ موصل۔ اورنہ۔ کے اضلاع۔ مراش۔ عرفہ انطاکیہ اور اُسکے اضلاع الواکب اور ترشیح پر قابض ہو گئے ہیں۔ اِن کارروائیوں اور نیز قسطنطنیہ پر قبضہ شرائط التوائے جنگ کے صریح خلاف ہیں۔ جب التوائے جنگ ہوا۔ قوم نے سمجھا کہ اَب امن و امان کی زندگی بسر ہو گی۔ مگر آہ! اتحادیوں نے ہماری امیدوں کا خون کر دیا۔ اور ہماری قوم کے دماغ کو انتہائی صدمہ اور رنج سے مختل کر دیا۔ حکومت عثمانیہ نے بار بار اتحادیوں کے خلاف شرائط التوائے جنگ پر صدائے احتجاج بلند کی۔ لیکن اُنکی آواز پر اتحادیوں نے کان نہ دھرا۔

اِس سے زیادہ یہ کہ جب یونانیوں نے سمرنا پر قبضہ کیا۔ تو یہ لوگ بالکل خاموش تھے۔ لیکن باوجود انکی خاموشی کے یونانیوں نے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا۔ اتحادیوں کی کارروائی اور حرکاتِ قتلِ عام کے سامنے حکومتِ عثمانیہ بالکل ہی بے بس تھی۔ ہماری حکومت کو ہمیشہ یہی اُمید رہی ہے۔ کہ اب اتحادی اپنے الفاظ کی پابندی کریں گے لیکن اُنہوں نے اب تک تو ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اپنا قبضہ اور آگے بڑھا رہے ہیں۔ اور شرائط التوائے جنگ کی خلاف ورزی برابر کر رہے ہیں۔ اتحادیوں کی اِس قتل و غارتگری اور سفّاکی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ہماری قوم اور اناطولیہ کے لوگ متفق ہو کر اپنی قوم اور عزّت کو بچانے کیلئے ہمہ تن تیّار ہو گئے ہیں۔ اناطولیہ میں اصلاحات خفیف ہیں۔ مسلمانوں پر دشمنانِ دین کے ظلم و ستم کا یہ نتیجہ ہیں۔ آئندہ اِس قسم کی حرکات کا اِنسداد کرنا ہے۔ ان قوموں کے ابھر پڑنے کا سبب اِس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

آج ہماری قوم بلکہ دُنیا کے مسلمانوں کا مقصد سوائے بقائے خلافت اقتدار سلطان المعظم اور استحکام سلطنتِ عثمانیہ کے ازروئے شرائط التوائے جنگ اور کچھ نہیں ہے۔ جو کہ دُنیا کے روبرو پیش ہو چکی ہیں۔ خدا کرے کہ علی رضا پاشا ایک باوقار صلح کرنیکے قابل ہو سکیں۔ اور اس دن کا انتظار تمام قوم کر رہی ہے۔

قسطنطنیہ میں ایوان پارلیمنٹ میں ایسی تقاریر کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ بلکہ اتحادیوں نے قومی پیکٹ پر بھی کوئی غور نہ کیا۔ تو ڈپٹی اور بھی سخت ہو گئے۔ ہر جگہ اُن کے حق میں مظاہرے ہونے لگے۔ شمالی سیریا میں مقامی ترکوں نے فرانسیسیوں پر حملہ کر کے اُنکو پیچھے ہٹا دیا۔ فرانسیسی فوجی دستہ عین تاب اور ارفہ میں گھر لیا گیا۔ تمام ملک میں ترک ہتھیار دینے سے انکار کرتے تھے۔ اور افسروں کا حکم نہ مانتے تھے۔ شرائط صلح کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ ترکوں کے ایک گروہ نے گیلی پولی پر حملہ کیا۔ اور فرانسیسیوں سے ہتھیار چھین لیئے۔ اسّی ہزار بندوقیں۔ پانچ لاکھ کارتوس۔ اور ۳۲ کلدار توپیں ترکوں کے ہاتھ آئیں۔ ترک اِس سامان کو غالباً ایشیا کی طرف

لے گئے۔ یہ ترکانِ احرار کی ابتدائی کارروائیاں ہیں۔ جو صرف فرانس کے برخلاف ظہور پذیر ہوئیں۔

قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ

اس اثنا میں ۱۴ فروری ۱۹۲۰ء کو سپریم کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں ترکی صلحنامہ پیش ہوا۔ اور ضروری مسائل پر بحث ہوتی رہی۔ اور شرائط صلح فی الجملہ طے پا گئیں۔ لیکن اُنکو پوشیدہ رکھا گیا۔ اور شایع نہ کیگئیں۔ بلکہ اتحادیوں نے سوچا کہ شرائط صلح شایع کرنے سے پیشتر کوئی سخت کارروائی کر لی چاہیئے۔ اس سخت کارروائی کا سبب قسطنطنیہ میں ترکانِ احرار کی پارلیمنٹ کی کارروائیاں سمجھیں۔ یا شرائط صلح منوانے کا پیش خیمہ خیال کریں۔ چنانچہ برطانوی فوجیں قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر گئیں۔ اور ۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء کی صبح کو اُنہوں نے قسطنطنیہ کے قبضہ کو از سر نو مضبوط کر دیا۔ اِنکا رویہ زیادہ سخت اور معاندانہ تھا۔ پارلیمنٹ کے بعض ممبروں کو گرفتار کر لیا۔ جنمیں رؤف فتحی اور دیگر قومی افراد شامل تھے۔ اور اُنکو جزیرہ مالٹا میں نظر بند کر دیا۔ ممبروں کو گھسیٹ گھسیٹ کر باہر لا نکالا گیا پارلیمنٹ ہاؤس پر قبضہ کرکے بند کر دیا۔ ظلم وستم ڈھائے گئے۔ بے گناہوں کو قتل وغارت کیا گیا۔ ڈاک خانہ و تار کے محکمہ جات پر قبضہ کیا گیا۔ تاروں۔ اور خبروں پر احتساب قایم کیا گیا۔ اتحادیوں نے مزید فوجیں قسطنطنیہ میں داخل کرلیں توپوں کی نشست استنبول پر باندھ دی گئی۔ مگر شہر بالکل خاموش تھا۔ ترک بیچارے حیران و ششدر رہ گئے۔ تمام نامور ترک پوشیدہ ہو رہے تھے۔ یا اناطولیہ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ عصمت اور فیضی دفتر حربیہ سے۔ اور خالدہ ادیب خانم اور اُنکا خاوند فوراً قسطنطنیہ سے کوچ کر گئے۔

اگرچہ یہ واقعات ایسے تھے کہ اُن پر ماتم کیا جاتا۔ لیکن فی الحقیقت اِنہیں واقعات نے قوم پرستوں کو قوت بخشی۔ اور یہی اُنکی کامیابی کے اسباب تھے تمام باخبر حضرات جو اتحادی قبضہ سے پریشان ہو کر بھاگ نکلے تھے اُنہوں نے

قوم پرستوں کے پاس پناہ لی۔ اور اُنسے مل گئے۔ جن سے قوم پرستوں کی جمعیت اور بھی طاقتور اور مضبوط ہو گئی۔ ارض روم میں جس تحریک کی تبلیغ ہوئی تھی۔ وہ پھیل لائی۔ لہٰذا تمام قوم پسند احرار ترکوں نے اس تحریک کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ اِس تحریک نے یہانتک اثر دکھایا۔ کہ تمام باشندے بلکہ غریب سے غریب دہقان بھی اسکا حمایتی بن گیا۔

قوم پرستوں کی حالت

اَب قوم پرست غیر منظم جماعت نہ تھی۔ بلکہ بہترین صورت میں منظّم اور مربوط ہو چکی تھی۔ دشمنوں کے اِندفاع کے لیئے میدانِ عمل میں نکل کھڑی ہوئی۔ لیکن ابھی یہ قلیل جماعت تھی۔ بہر حال جس قدر بھی تھی منظّم صورت میں اعداء کا ڈٹ کر مقابلہ کرنیکے لیئے تیّار تھی۔ بے سرو سامانی کا سامنا تھا۔ نہ کچھ کھانے کو میسّر نہ کپڑا بدن ڈھانکنے کو نصیب ہوتا۔ سخت دشوار حالت میں تھے۔ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ مصائب و نوائب برداشت کرتے۔ لیکن چونکہ بیچاروں پر ضرب کاری لگی تھی۔ ملک تقسیم ہو رہا تھا۔ گھر لُٹ رہا تھا۔ اُنہوں نے یہ سب باتیں برداشت کیں۔ اُن تکالیف کو محسوس کرنا تو درکنار۔ بلکہ وہ اپنی مادر وطن کی آغوش میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ بظاہر اپنی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ دِل میں ملک کی حالت زار پر نالاں تھے۔ توکّل بر خدا ملک کو بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ اپنی تحریک کی کشتی کو اُنہوں نے بلاخیز طوفان کے خوفناک سمندر میں دھکیل دیا۔ اور اَپنے خدائے واحد کو اس کشتی کا ناخدا بنا دیا۔ جس کشتی کا خود خدا ناخدا ہو۔ اُس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ وہ خود ہی اُسکو سلامتی کے ساحل پر پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ ترکان احرار کی تحریک کی کشتی خدا کی مدد سے اِس بلاخیز طوفان کی موجوں سے محفوظ رہی۔ اور سلامتی اور آزادی کے کنارے تک جا لگی۔ خود بخود ہی اُنکے لیئے تمام سامان بھی مہیا ہوتے گئے۔ خوش قسمتی سے مصطفٰے کمال جیسا ہر دلعزیز اور قابل افسر اُن کو مل گیا۔ جسکے ماتحت رہکر وہ دِن بدِن ترقّی کرتے گئے۔ اور

ساتھ ہی اُن کی تحریک بھی نشوونما پاتی گئی۔

فوجی قبضہ کے خلاف صدائے احتجاج

ترک جوں جوں موقعہ پاتے۔ انگورا میں چلے گئے اتحادی سخت گیر پالیسی کے ماتحت قسطنطنیہ پر قبضہ سخت کرتے گئے۔ قسطنطنیہ کی حکومت نے بہتیرا واویلا کیا۔ لیکن اُنکی کسی نے چیخ وپکار نہ سُنی۔ اِس قبضہ سے غرض یہ تھی کہ آینوالی شرائیط صلح کی تکمیل کرائی جائے اِتحادیوں نے حکومت کے واویلا کے جواب میں اعلان کیا۔ کہ یہ فوجی قبضہ عارضی ہے بہت قلیل عرصہ تک رہیگا۔ سلطان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاویگی بلکہ سلطان کو یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اتحادی اُسکی امداد کر رہے ہیں۔ ہاں اگر کوئی غیر پسند واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ تو اِس قبضہ کی میعاد میں توسیع کردی جائیگی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ مصطفےٰ کمال اور اس کے ساتھیوں سے اظہار نفرت کرو کیونکہ جو زیادتیاں ملیشیا میں رونما ہوئی ہیں۔ اُنکے ذمہ وار اس تحریک کے علمبردار ہیں۔ اگر ایسے واقعات کا پھر اعادہ ہوا۔ تو شرائیط صلح اور بھی سخت کردیجائینگی جو مراعات دیجاچکی ہیں۔ واپس لے لی جاوینگی۔ جب تک شرائیط صلح کی تکمیل نہ ہوگی قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ قائم رہے گا۔

صدر اعظم نے قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ملیشیا کے واقعات کے متعلق وزیر اعظم صالح پاشا نے لکھا۔ کہ ولائیت عائدین میں یونانی سپاہ نے ترکوں پر بیحد مظالم توڑے ہیں۔ علاوہ ازیں آرمینیا کی حکومت کا علیحدہ قیام اور بندرگاہ سمرنا پر یونانی قبضہ ایسے واقعات ہیں۔ جنہوں نے جوش پھیلادیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبان وطن کی تحریک ایشیائے کوچک میں وسعت پذیر رہی ہے۔ اِسکے بعد وزیر اعظم نے لکھا کہ حکومت کو اِس تحریک سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اِسکے بس میں ہے۔

۱۶ مارچ کو اِتحادی قبضہ کے لیے قسطنطنیہ میں نہایت ہی شرمناک واقعات رونما ہوگئے۔ اتحادی افواج نے قسطنطنیہ کی آبادی پر سخت ظلم وستم توڑے۔ بلکہ خود سلطان بھی ان مصائب سے محفوظ نہ رہ سکے۔ قوم پرست جان بچاکر مصطفےٰ کمال سے جا ملے لیکن شدائد و مظالم سے قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ نہایت ہی مستحکم ہوگیا۔

تیسرا باب

قوم پرستوں کی تحریک کو دبانے کی کوشش

ہم گذشتہ باب میں آپ کو قوم پرستوں کے حالات قوم پرستوں کی تحریک۔ قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ۔ قسطنطنیہ میں ترکان احرار کی پارلیمنٹ کا انعقاد اور اُنکے حشر کے متعلّق مفصّل حالات و کیفیات بتا چکے ہیں۔ چونکہ ترکان احرار کی تحریک دن بہ دن بڑھ رہی ہے۔ اور ترقّی کر رہی ہے۔ اِسلیئے سلطان اور اتحّادیوں کے لیئے یہ امر ناگزیر تھا۔ کہ ترکان احرار کے خلاف کوئی سخت پالیسی اختیار کی جائے۔ تاکہ تحریک دب جائے۔ لیکن اتحادیوں کی کوئی تجویز کارگر نہ ہوئی قسطنطنیہ پر صرف اتحادیوں نے ۱۶ مارچ کے بعد فوجی قبضہ کر لیا۔ تاکہ اگر اناطولیہ کی تحریک نہ دب سکے تو کم از کم قسطنطنیہ میں تو اس تحریک کا بوریہ بستر باندھ کر باسفورس کی تہ میں غرق کر دیا جائے۔ چنانچہ اتحّادیوں نے طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے۔ ترک بیچارے سخت مشکلات میں تھے۔ جانیں چھپاتے پھرتے تھے۔ اگر ظاہر ہوتے تو گرفتار ہو جاتے تھے۔ نہ جائے رفتن، نہ پائے ماندن والا معاملہ تھا۔

حتّے الامکان اِتحادیوں نے قسطنطنیہ کے لوگوں پر سختیاں کیں۔ اناطولیہ کی جماعت کے خلاف اُنہوں نے کوئی کارروائی نہ کی۔ اور نہ ہی وہ کر سکتے تھے۔

کیونکہ وہ اُنکی گرفت اور نگرانی سے دور تھے۔ لہٰذا بظاہر اتحادیوں نے قوم پرستوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ بلکہ خاموش رہے۔ تاہم وہ سلطان اور اپنے ایجنٹ داماد فرید پاشا اور اُسکی مرکزی حکومت سے قوم پرستوں کی مخالفت کراتے رہے۔ اگر کوئی معاندانہ کارروائی کی تو وہ صرف یہ تھی کہ جو قوم پرست لیڈر اُنکے ہاتھ آیا۔ قید کرکے جلاوطن کردیا۔ علاوہ اسکے اُنہوں نے محکمہ جنگ۔ تار اور ڈاکخانہ کی عمارتوں پر قبضہ کرلیا۔ تاکہ مصطفےٰ کمال اور قسطنطنیہ میں رہنے والے ترکی افسروں کے درمیان سلسلۂ رسل ورسائل اور گفت وشنید قائم نہ رہ سکے۔ اور اتحادیوں کے خلاف کوئی آواز پیدا نہ ہو۔ لیکن باوجود اِن مخالفتوں کے قوم پرستوں کا اِستیصال ممکن نہ ہوا۔ اناطولیہ کے قوم پرست تو علیحدہ رہے۔ قسطنطنیہ کے ترکانِ احرار کا خاتمہ کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ بلکہ جس قدر سخت گیر قانون اُنہوں نے قسطنطنیہ کے اندر نافذ کیے۔ انکا یہ اثر پڑا۔ کہ قسطنطنیہ کے قوم پرست اتحادیوں کے مظالم سے تنگ آکر قسطنطنیہ سے بھاگ کر انگورا میں چلے گئے۔ اور مصطفےٰ کمال سے جا ملے۔ اِس طرح اناطولیہ کے قوم پرستوں کی مزید تقویت کے اسباب پیدا ہوگئے۔

بہرحال قسطنطنیہ میں ترکانِ احرار کو پائمال کرنے کی کوششیں کی جارہی تھیں لیکن غیرتمند لوگ قسطنطنیہ سے نکل کر مصطفےٰ کمال سے ملحق ہوتے گئے۔ چنانچہ یعقوب شوکت پاشا وزارت حربیہ ترکیہ کے بیس آدمیوں کے ہمراہ اپنا کام چھوڑ کر اناطولیہ چلے گئے۔ اِس سے پہلے دس افسر قسطنطنیہ سے بھاگ کر قوم پرستوں میں شامل ہوگئے۔ پس خدا کے فضل وکرم سے قوم پرستوں کی حالت روز افزوں اور دن بدن ترقی کرتی گئی۔ اِن کیلئے نہ صرف ملک میں ہی ترقی کے اسباب پیدا ہوگئے۔ بلکہ بیرونی دنیا بھی ان مٹھی بھر انسانوں کی حالت ناگفتہ بہ سے متاثر ہوتی گئی۔ اسوقت سب سے زیادہ طاقتور اور آزاد قوم بالشویکوں کی تھی۔ جو روس کے حاکمانہ اقتدار کی تباہی کے بعد پیدا ہوگئی تھی۔ چنانچہ اس قوم کا اپنا اصول خودداری اور آزادی پر مبنی تھا اِسلیئے جب اُنہوں نے دیکھا کہ ترکی مٹ گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اِسکے چند آدمی ملک

ہیں آزادی کے طلبگار پیدا ہو گئے ہیں۔ تو اُن کا رجحان جدوجہد کرنیوالے ترکانِ احرار کی طرف ہوا۔ اور اُنکی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ بالشویکوں کے علاوہ دیگر ممالک نے مصطفیٰ کمال اور اُسکی قوم پرست پارٹی کی کوششوں میں مدد دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

اِسطرح مصطفیٰ کمال کو اندرونی اور بیرونی امداد برابر پہنچ رہی تھی۔ جس سے قوم پرستوں کی جمعیت کو ازحد تقویت حاصل ہوتی گئی۔ اتحادی ترکانِ احرار کو کچل نہ سکے۔

عالم مایوسی میں اب اتحادیوں نے نئی نئی تجاویز اختیار کیں۔ کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ قوم پرستوں کی ہمت کی کمر شکستہ کر دیگا۔ لیکن یہ تمام کارروائیاں بے سود ثابت ہوئیں۔ تب سلطان اور مرکزی حکومت کو ترکانِ احرار کے خلاف برسرپیکار کرنے کا منصوبہ سوچا گیا۔ تاکہ ترکوں کو ترکوں سے لڑا کر اپنا اُلو سیدھا کیا جائے۔

دوسری جانب صلح کانفرنس نے ترکوں کو تباہ کرنیکے لیئے ایک اور نئی سکیم تیار کی کہ علاقہ آرمینیا کو ترکی حکومت سے علیحدہ کر کے آزاد اور خود مختار حکومت کی بنیاد ڈال دی جائے۔ چنانچہ ارمن صلح کانفرنس کے بل بوتے پر اپنی آزاد حکومت کے قیام کیلیئے سعی کرنے لگے۔ اُنہوں نے بھی ترکان احرار کو ستانا اور دق کرنا شروع کر دیا۔ تاکہ ترکان احرار کا صفایا کر دیا جائے۔ پھر ارمن لوگوں کے لیئے ایوان صلح سے یہ حکم جاری ہوا۔ کہ فرانس آرمینیا کی حکومت کے قیام میں مدد دے۔ اِسطرح اتحادیوں کی تدابیر نے ہر چہار طرف سے قوم پرستوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ اور ایک وقت پر اُنکو کئی اعداء سے مقابلہ کرنا پڑا۔ مثلاً سلطان اور اُسکی مرکزی حکومت۔ آرمینیا۔ فرانس یونان اور اتحادیوں کی اجتماعی قوت سے اُن کو مقابلہ رہا۔ یہ تمام ترکانِ احرار کے استیصال کے درپے تھے۔ یہ تمام حالات آگے چل کر علیحدہ علیحدہ بیان ہونگے۔ اِسجگہ صرف سلطان اور مرکزی حکومت کی معاندانہ کارروائیاں اور اتحادیوں کی تحریکات

بیان کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے سلطان اور اُسکی مرکزی حکومت کی مخالفت ملاحظہ ہو

سلطان کی مخالفت

قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ اور اتحادی مظالم نے سلطان وحید الدین کا پارۂ حرارت بلند کر دیا۔ اُسکے ذہن میں یہ بات پیدا کر دی گئی۔ کہ یہ جو کچھ ہوا سب ترکان احرار کی بغاوت اور زیادتیوں کے باعث ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ چنانچہ اسوقت سلطان نے مارے غصّہ کے آستینیں چڑھا لیں۔ قوم پرستوں کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گیا۔ باغیوں کا خاتمہ کرنے کی ٹھانی۔ لیکن سلطان عارضی شرائط صلح کی رُو سے اور اتحادی قبضہ کے باعث باقاعدہ فوجوں کو حرکت نہ دے سکا بنا بریں اُس نے سلیمان شوکت پاشا وزیر حربیہ کو حکم دیا کہ ایک بیقاعدہ فوج "خلیفہ کی فوج" کے نام سے تیار کرے۔ اور باغیوں کے مقابلہ کیلئے بھیجے۔ اِسکے علاوہ سلطان نے علماء کو طلب کیا۔ اور کہا کہ عوام النّاس کو ترکان احرار کے خلاف بھڑکا دیا جائے پھر سلطان نے اپنے ایجنٹ گاؤں گاؤں روانہ کر دئے۔ اور لوگوں کو اُن ایجنٹوں کے ذریعہ اِس امر کی دعوت دی کہ وہ خلیفہ اور تخت کی حفاظت کیلئے تیار۔ اور آمادہ ہو جائیں۔ انکے علاوہ اُسنے اعلانات شائع کئے۔ یہ تجاویز تھیں جو اس وقت سلطان نے اختیار کیں۔ جن کو اُس نے ترکان احرار کے خاتمہ کے لیئے کافی خیال کیا۔

لیکن بہرحال جو بھی اُسنے تجاویز اختیار کیں۔ وہ نہایت ہی مؤثر اور کامیاب ہوتی نظر آئیں۔ سلطان کی دعوت اور اعلان کیا تھا۔ ایک قسم کی آندھی اور طوفان بے تمیزی تھا۔ اِس اعلان نے ترکی کی زمین کا چپّہ چپّہ متزلزل کر دیا۔ ملک کے طول و عرض میں عام جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ تمام ملک میں آتش شعلہ گیر ہو گئی۔ لوگ بڑے ذوق اور شوق کے ساتھ خلیفہ کے حق میں لڑائی کیلئے آمادہ ہو گئے۔ اور جوق در جوق خلیفہ کی فوج میں شامل ہوئے۔

کونیا میں سلطان کے آدمیوں نے مصطفٰے کمال کے افسروں کو بہت بُری طرح قتل کیا۔ مصطفٰے کمال کے آدمیوں نے بھی کونیہ کی بڑی بڑی ہستیوں کو قتل کرکے

آتشِ انتقام فرو کی۔

سلطان نے تمام وفادار رعایا کے نام اعلان شائع کیا کہ تمام کھڑے ہو جاؤ۔ اور انگورا کے باغیوں کے خلاف امداد کرو۔ آخر سلطان نے ایک اعلان کے ذریعہ مصطفےٰ کمال اور اُس کے ہمراہیوں کو باغی۔ طاغی اور واجب القتل قرار دیا۔ اور یہ بھی اِس اعلان میں مرقوم تھا۔ کہ جو کوئی اِن باغیوں کو قتل کریگا۔ وہ بڑا نیک کام کرے گا۔ اِسکا اجرِ عظیم اِس دُنیا اور اگلی دُنیا میں حاصل کریگا۔

سلطان کا معاندانہ رویّہ دن بدن سخت اور زیادہ شدید ہوتا گیا۔ ترکان احرار کو مٹانے کیلیئے سخت کارروائیاں اور تدابیر عمل میں لائی گئیں۔

اِن تمام کارروائیوں کی خبر مصطفےٰ کمال کو انگورا میں پہنچی۔ وہ اُس وقت ایک شام کو اگریکلچرل سکول کے ہال میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ سکول قدیم الایام سے انگورہ میں قایم تھا۔ لیکن حکومت نے اُسکی طرف سے تغافل برتا۔ اِسلیئے یہ عمارت شکستہ اور خستہ حالت میں تھی۔ مصطفےٰ کمال نے اِس سکول کو اپنے دفتر کیلیئے اِستعمال کیا سلطان اور مرکزی گورنمنٹ کی اِن کارروائیوں کی خبر مصطفےٰ کمال کو ملی۔ اُسوقت آپ ایک کھڑکی کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ خالدہ ادیب اور اُس کا خاوند عدنان بے اور علی فواد آپکے پاس تھے۔ عصمت ایک کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھ رہا تھا سورج غروب ہو چکا تھا۔ یونان کے متعلق یہ خبر ملی۔ کہ وہ برابر پیش قدمی کر رہا ہے۔ اور ملک پر تسلط جما رہا ہے۔ جنوب کی جانب فرانسیسی افواج نے کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ سلطان کے ایجنٹ نے کردوں کو بغاوت پر آمادہ کر دیا ہے۔

بالو پر ایک نئی شورش پیدا ہوئی۔ جو بڑی سرعت کے ساتھ انگورا کی طرف بڑھ رہی تھی۔ تاریں کاٹ دی گئیں۔ دو افسر صلح کیلیئے بھیجے گئے۔ لیکن وہ بھی گرفتار کر کے قسطنطنیہ کی طرف روانہ کر دیئے گئے۔ جو باغی اور طاغی قرار دے کر دار پر کھینچے گئے۔ پھر ایک سالم ڈیویژن اس شورش کو دبانے کیلیئے روانہ کی گئی۔ مگر وہ بھی سلطان کے مشتعل شدہ گروہوں کا مقابلہ نہ کر سکی۔

اور منتشر ہو گئی - ڈیویژن نمبر ۲۴ ہینڈک کی طرف بھیجی گئی۔ دشمنوں نے اُس کا بھی صفایا کر دیا۔

خلیفہ کی فوج ہر جگہ کامیاب ہو رہی تھی۔ اسمد کے مقام پر سلطانی فوجوں اور قوم پرستوں کے درمیان مقابلہ ہوا جسمیں قوم پرستوں نے شکست فاش کھائی آٹھ سو قیدی۔ چار توپیں اور بہت سا سامان حرب غنیم کے ہاتھ آیا۔ پھر اِس کامیاب فوج نے بغارہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور بروصہ کے قریب تر ہو گئی۔ اِسکے بعد ادا بازار پر تصادم ہوا۔ قوم پرستوں کو یہ علاقہ بھی خالی کرنا پڑا۔ اِس جنگ میں قوم پرستوں کا سردار محمود بے کام آیا۔ اِس طرح ادا بازار، کوینا اور دیگر شہروں نے سلطان کی خدمت میں وفاداری کے ایڈریس بھیجے۔

مصطفےٰ کمال کی اپنی افواج میں بداعتمادی پھیل رہی تھی۔ ڈیویژن نمبر ۱۵ نے سمسون میں غیر وفاداری کا اظہار کیا۔ کاظم کارابکر بھی بداعتماد ہو گیا مشرقی ممالک خود مختاری کا دم بھرتے تھے۔ سمرناں کی پہاڑیوں کے سامنے بے قاعدہ گروہ خوف و ہراس پھیلا رہے تھے۔ ادھر سرکیشین سردار خود مختار ہو رہا تھا۔ مصطفےٰ کمال کی فوجوں کو ہر جگہ شکستیں ہو رہی تھیں۔

مصطفےٰ کمال خاموش اپنی کرسی پر بیٹھے تھے۔ پراونشل گورنمنٹ کے افسر اعلیٰ تھے۔ لیکن پاس کامیاب فوج نہ تھی۔ جو تھی ہزیمتیں اُٹھا رہی تھی۔ اُس وقت مصطفےٰ کمال نے کہا کہ مقابلہ ضرور کیا جائے گا۔ اور ٹرکی کو اعداء کے ہاتھوں سے بچا کر ٹرکی کی عظمت برقرار رکھی جائے گی۔

ایک طرف تو یہ تشویشناک نظارہ تھا۔ دوسری طرف مصطفیٰ کمال کی اپنی صحت بھی درست نہ تھی۔ گردوں کی تکلیف کا دورہ گاہ بگاہ بشدید صورت کے ساتھ ہو جایا کرتا تھا۔ اِس دورہ کے ہمراہ بخار بھی ہو جایا کرتا تھا۔ آپ کی زندگی ہر طرح سے خطرہ میں تھی۔ انگورا کے گرد و نواح کے تمام مواضعات۔ اور گاؤں خلیفہ کی فوج سے مِل گئے۔ کوئی عِلم نہ تھا کہ مصطفےٰ کمال کا مرکزی مقام

انگورا ایک شعلہ گیر ہو جائے۔ اور مصطفےٰ کمال کے دفتر پر سکول میں حملہ ہو۔ اور یہ سب کے سب قتل کر دیئے جائیں۔

اسوقت سنتری نے رپورٹ کی کہ رات کے وقت مشکوک گروہ چکر لگا رہے تھے۔ اِسطرح مصطفےٰ کمال اور آپکے ہمراہیوں پر خواب بھی حرام ہو گئی خوف و ہراسانی ہر وقت طاری رہتی۔ اگر عارف سوتا۔ تو کمال نگہبانی کرتا اگر کمال سوتا تو عارف چوکسی کی ڈیوٹی بجالاتا۔ گھوڑے اُنکے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ تاکہ بر وقت خطرہ سیواس کی طرف جان بچاکر نکل جائیں۔ خالدہ ادیب نے ریوالور کا اِستعمال سیکھ لیا۔ اُسکے خاوند عدنان بے کے پاس ہر وقت سمّ قاتل رہتا تھا۔ تاکہ خلیفہ کے آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے کی بجائے زہر کھاکر اپنا خاتمہ کر دے۔ لیکن با ایں ہمہ مصطفےٰ کمال تھکا ماندہ اور بیمار ہر وقت کام میں مشغول رہتا۔ اور تجاویز تیار کر کے اُن پر غور و خوض کرتا اِدھر خبریں برابر چلی آ رہی تھیں۔ کہ تمام ملک میں خلیفہ کے اعلان سے آگ لگ چکی ہے۔ اور ہر گاؤں اور ہر شہر خلیفہ کا ساتھ دینے کیلیئے تیار ہے خلیفہ کی فوج ہر جگہ پر قبضہ کرتی جاتی ہے۔

مصطفےٰ کمال کے عقب میں عصمت کبھی غور و پرداخت میں مصروف تھا کبھی باہر کی طرف جھانکتا۔ اور کبھی مصطفےٰ کمال سے تجاویز پر بحث کرتا۔ دوسرے کمرے میں فیضی بھی مصروف کار رہتا۔

مرکزی حکومت کی مخالفت

یہ تو خلیفہ کی فوج کے کارنامے ہیں۔ جو ہر طرف کامیاب ہو رہی تھی۔ یہ خلیفہ کے اعلانات کا اثر ہے دوسری جانب مرکزی حکومت کے حالات بھی ملاحظہ ہوں۔ کہ وہ اِسوقت علیحدہ کارروائیاں کیا کر رہی تھی۔

اِسوقت سلطان نے داماد فرید پاشا کو پھر صدر اعظم کے عہدے کا قلمدان سپرد کیا۔ داماد فرید پاشا نے اُن تمام افسروں اور ملازموں کو جو قومی آدمیوں سے

ہمدردی رکھتے تھے۔ ملازمت سے برطرف کر دیا۔ داماد فرید پاشا کی گورنمنٹ نے بھی سلطان کی طرح قوم پرستوں کی تحریک کو دبانے کیلئے شدید ترین لائحہ عمل اور سکیم تیار کی۔ یہ سکیم ذیل میں درج ہے۔

۱۔ مذہبی پہلو سے منافرت۔

۲۔ قوم پرستوں کے مخالف لیڈر انزاور کو گورنر جنرل تسلیم کیا گیا۔

۳۔ اتحادیوں سے فوجی استمداد۔

گویا کہ ایکطرف سلطان فرزندان احرار کو کچلنے میں مصروف تھا۔ دوسری جانب مرکزی حکومت اس آزادانہ تحریک کو دبانے میں سختی کے ساتھ مصروف عمل تھی۔ سلطان اور مرکزی حکومت دونوں قوم پرستوں کے خلاف اپنے اپنے طریق کار میں متوازی چل رہے تھے۔ لیکن نہ تو سلطان کو اپنے منصوبوں میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور نہ ہی قسطنطنیہ کی حکومت کو ان ہر سہ تدابیر سے کچھ بہتری کی صورت نظر آئی۔ بلکہ قوم پرستوں کے مقابلہ میں ترکی حکومت کو صاف اپنی کمزوری نظر آگئی۔ جیسا کہ آگے چل کر ناظرین ملاحظہ فرماوینگے۔

اب ترکی حکومت نے مذہبی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے قوم پرستوں کے خلاف منافرت پھیلانی چاہی۔ چنانچہ قوم پرستوں کے خلاف طرح طرح کے فتاوے اور اعلانات جاری ہونے شروع ہو گئے۔ سلطان علیحدہ اپنے اعلانات شایع کرتا تھا۔ اور مرکزی حکومت علیحدہ فتاوے جاری کرتی۔ سلطان کی کارروائیوں میں اتحادیوں کا ہاتھ ہو۔ یا نہ ہو۔ لیکن داماد فرید پاشا کی کارروائیوں میں اتحادیوں کا ہاتھ ضرور تھا۔ کیونکہ یہ اتحادیوں کا پٹھو تھا۔ اس طرح ترکی حکومت ان کارروائیوں میں بالکل بے بس تھی۔ اتحادی جیسے اعلان و احکام جاری کرنا چاہتے۔ آن پر ترکی حکومت بغیر حیل و حجت دستخط کر دیتی۔ گویا کہ اتحادیوں کے ہاتھوں ترکی گورنمنٹ کی مشینری مطلب برآری کیلیئے ایک قسم کا آلہ کار تھی۔ چنانچہ جدید شیخ الاسلام نے اتحادیوں کی

ایسا پر ذیل کا فتوے نے ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کو مطبع قسطنطنیہ سے جاری کرا کر شائع کیا۔

فتوے

کیا شرعی حدود کے اندر یہ ممکن ہے کہ اُن لوگوں کی بیخ کنی کی جائے۔ جنہوں نے ہز میجسٹی کی رعایا کو دھوکہ دینے کیلئے کمر باندھی ہے۔ جنہوں نے بھرتی اور رشوت ستانی شروع کر دی ہے۔ اور فوج کو مسلح کرنیکے بہانہ سے ٹیکس لگائے جنہوں نے لوگوں پر دباؤ ڈال رکھا ہے جنہوں نے باوفا رعایا کو مار ڈالا ہے۔ جنہوں نے حضور خلیفۃ المسلمین کے بڑے بڑے ارکان دربار اور باقی سلطنت کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ جنہوں نے عمّال مذہبی کو بلاوجہ موقوف کر کے اپنے معتقدوں کو اُن کی جگہ مقرر کر دیا ہے۔ جنہوں نے ہنگامی حکومت کے احکام کی بجا آوری کی مخالفت کر دی ہے۔ اور دار الخلافہ کو باقی ملک سے علیحدہ کر کے خلیفۃ المسلمین کے اختیارات پر حرف رکھا ہے۔ جنہوں نے غلط خبریں شائع کر کے ناراضی پیدا کر دی ہے۔ جنہوں نے منتشر ہونے کے احکام ملنے کے باوجود اپنی کارروائیوں کو بدستور جاری رکھا ہے۔

کیوں نہ تمام مسلمان جو کہ سلطنت عثمانیہ میں آباد ہیں۔ خلیفۃ المسلمین وحید الدین کے گرد جمع ہوں۔ اگر خلیفۃ المسلمین کی ترک خدمت کریں۔ تو کیا اس دنیا اور آئندہ دنیا میں وہ سزا کے مستحق نہ ہونگے۔ کیا خلیفۃ المسلمین کے وہ سپاہی جو ان سرکشوں کو مار ڈالیں۔ غازی نہ کہلائیں گے۔ اور وہ لوگ جو مارے جائیں شہید نہ ہونگے۔ اور وہ لوگ جو سلطان کے احکام میں رخنہ ڈالنا چاہتے ہیں شرعی سزا کے مستحق نہ ہونگے۔؟

ان تمام سوالوں کا جواب اثبات میں ہے = (دستخط دُرّی زیدا سعید عبداللہ)

قدم پرستوں کے کارنامے

اب مصطفےٰ کمال نے بھی کروٹ بدلی۔ بادشاہ کی آتش اشتعال کو منطفی کرنے کی تجویز کی۔ آپنے قومی لٹریچر تیار کیے۔ اور اُن کو مواضعات کی طرف روانہ کیا۔ اُنہوں نے مواضعات میں

ہوا کر جنکو سلطان نے مشتعل کیا تھا۔ یہ خبریں طشت از بام کرنی شروع کر دیں۔ کہ قسطنطنیہ اغیار کے ہاتھوں میں ہے۔ ہماری پارلیمنٹ کو قسطنطنیہ میں جبراً بند کر دیا گیا۔ ممتاز ممبروں کو گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا گیا۔ سلطان اور مرکزی گورنمنٹ اتحادیوں کے زیر اثر ہے۔ مصطفٰے کمال کی یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ اس راز کے افشا ہوتے ہی وہ لوگ جو سلطان کے حق میں بر سرِ پیکار رہتے۔ ٹھنڈے ہو گئے۔ سلطان کا دم بھرنا ترک کر دیا۔ اس طرح قومی دبدبہ از سرِ نو قائم ہو گیا۔ پبلک رائے جو کل سلطان کے حق میں تھی۔ آج پھر قومی کارکنوں کے ساتھ ہو گئی۔ ہر ایک ترک نے یہ سمجھا کہ جب تک قسطنطنیہ اتحادیوں کے ہاتھ میں ہے۔ تب تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ سلطان اور مرکزی حکومت پر اعتبار کرنا بیفائدہ ہے۔ مصطفٰے کمال سچا ہے۔ سب سے پہلے اجنبیوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

مصطفٰے کمال کو علم تھا۔ کہ قوم زندہ ہے۔ آپ کا سبق تھا۔ کہ مار دو یا مر جاؤ چنانچہ مصطفٰے کمال کے ساتھیوں نے یونان کی پیش قدمی روک دی۔ اور سلطان کی اشتعال انگیزی کی بھی روک تھام کر لی۔

چنانچہ اس اثناء میں ترکان احرار نے مراقش پر حملہ کر کے قلعہ کی محافظ فوج کا خاتمہ کر دیا۔ اور جو ارمن لوگ بھرتی کیے گئے۔ سب کو تباہ و برباد کر دیا۔ کُردوں کو بھی سزا دی۔ اطالیہ کی افواج کے چھوٹے چھوٹے دستوں کو کونیہ ریلوے کے پرے ہٹا دیا۔

عکی شہر کے ریلوے اسٹیشن پر ترکان احرار نے اتحادی دستوں پر حملہ کر کے سمندر میں دھکیل دیا۔ اور اتحادی افسر جو مل گئے۔ گرفتار کر لیے گئے۔ اور ان گرفتار شدہ افسروں کو ان ڈپٹیوں کے مقابلہ میں جنکو اتحادیوں نے قسطنطنیہ میں گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا تھا۔ قید کر رکھا۔

پھر قوم پرستوں نے بیو باکی پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسوقت مصطفٰے کمال نے ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں سرکاری ملیشیا سے مقابلہ کرنے کیلئے تین ہزار آدمیوں کو

طلب کیا تھا۔ قوم پرستوں نے پھر بغاوت کی طرف پیش قدمی کی۔ اثنائے راہ میں اُنہوں نے لیپاغی پر قبضہ کر لیا۔ جہاں سے قلعوں کے اس رقبہ پہ زد پڑتی ہے۔ جو درہ دانیال کے دہانہ پر واقعہ ہے۔ پھر اُنہوں نے چناق پہ بھی قبضہ کر لیا۔ جہاں ایک برطانوی فوج مقیم تھی۔ علاوہ ازیں قوم پرستوں کا جندرامہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ یہاں سے اُن کو بڑی بڑی توپوں کی بارٹری دستیاب ہوئی۔

مصطفٰے کمال نے اپنی عقلمندی اور تجربہ کاری سے سلطان کی اشتعال انگیزی کا خاتمہ کر دیا۔ اب دوسری جانب اُس نے داماد فرید پاشا کی معاندانہ کارروائیوں کو بھی روکنا چاہا۔ چنانچہ آپ کے ایما سے انگورا گورنمنٹ کے قاضی محمد رفعت پاشا نے حکومت قسطنطنیہ کے فتوے کے جواب میں ایک فتوے شائع کر دیا۔ اُس میں پانچ امور کے متعلق اِستفتاء کیا گیا۔ جو معہ جواب ذیل میں درج ہیں:۔

۱۔ کیا اُن حملہ آوروں کے خلاف جنہوں نے سمرنا اور دیگر اضلاع پر قابض ہو کر مسلمانوں کا خون گرایا ہے۔ مسلمان آبادی کو جور وستم کا تختۂ مشق بنایا۔ اور پایۂ تخت پر قابض ہو کر اپنی عدالتیں قائم کی ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرنا ضروری نہیں؟ جواب ہاں!

۲۔ کیا دشمن سے اپنے ملک کو بچانے والے باغی کہلائے جا سکتے ہیں؟ جواب نہیں!

۳۔ کیا ایسی لڑائی میں مرنے والے شہید اور مارنے والے غازی ہوتے ہیں؟ جواب ہاں!

۴۔ کیا ایسے حالات میں دشمن کے خلاف ہتھیار اُٹھانا لازم نہیں؟ جواب ہاں۔

۵۔ کیا ایسی گورنمنٹ کے فتاوے کی پابندی جو کسی خارجی طاقت کی

غلامی میں جاری ہوں۔ شرع مقدس کی رُو سے مسلمانوں پہ لازمی ہے؟

جواب نہیں!

چنانچہ مذہبی پہلو کے الزام سے قوم پرستوں نے اپنے دامن کو اس طرح پاک و صاف کر لیا۔ اور ڈرہ کی حکومت کی پہلی تجویز رائگاں گئی۔ دوسری تجویز قوم پرستوں کے خلاف فوجی مہم بھیجنے کی تھی۔ جو احمد انزاور کے ماتحت تیار کر کے قوم پرستوں کے خلاف جدال و قتال کیلئے روانہ کیگئی۔ لیکن انزاور کی فوج قوم پرستوں کا مقابلہ نہ کر سکی۔

قسطنطنیہ کی ۲۰ اپریل ۱۹۲۰ء کی خبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ انزاور کی فوج بہت بری طرح پسپا ہوئی۔ کئی توپیں بھی ضائع ہوئیں۔

اس جنگ میں انزاور اور قوم پرستوں کی فوجوں کے درمیان صرف تین سو کیلومیٹر کا فاصلہ تھا۔ قوم پرستوں کا سپہ سالار علی فواد پاشا قسطنطنیہ کی مہم کے سپہ سالار حمید پاشا کو للکارتا تھا۔ مگر ان افسروں میں اتفاق نہ تھا انزاور ہمیشہ جنگی اسٹاف کا مخالف رہتا تھا۔ بنابریں دفتر حربیہ سے بھی اُسکو کوئی امداد نہ ملی۔ جس کا نتیجہ انزاور کی شکست فاش میں ظاہر ہوا۔ حالانکہ انزاور کے پاس ۳۵ ہزار فوج تھی۔ اور ساز و سامان سے پورے طور پہ آراستہ و پیراستہ تھی۔

دراصل اس جنگ میں قسطنطنیہ کی فوجوں نے حب الوطنی کا ثبوت دیا اور ہزاروں سپاہی معہ سامان حرب مصطفٰے کمال پاشا کی فوجوں سے مل گئے۔ انزاور کے پاس قوم پرستوں کا مقابلہ کرنے کیلیے کوئی طاقت باقی نہ رہی۔ بجائے اس کے کہ قوم پرست نقصان اٹھاتے۔ انھیں لوگوں کے ملنے سے اور بھی طاقت حاصل ہو گئی۔ سقوطری جبت رامہ کی طاقت اُن سے متحد ہو گئی۔ اسطرح داماد فرید پاشا کی گورنمنٹ کی دوسری تجویز بھی فیل ہوئی۔ اَب باقی رہا تیسرا طریقہ اتحادیوں سے مدد لینے کا۔ اتحادی صرف ساحلی علاقوں کی تنظیم میں

معروف تھے۔ اور برسہ کی کو امداد نہیں دے سکتے تھے۔

سلطان اور مرکزی حکومت نے ہرچند کوشش کی۔ کہ ملک سے باغیوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ لیکن اُن کی کوئی پیش نہ گئی۔ اعلانات۔ فتاوے۔ فوجی کارروائیاں سب کی سب رائیگاں جا رہی تھیں۔ فوجی افسروں کو حکم ملتا ہے کہ ترکان احرار کا مقابلہ کر کے صفایا کر دیا جائے۔ لیکن فوجی افسران احکام کی تعمیل سے گریز کرتے۔ اور ترکان احرار سے مل جاتے۔

ایڈریانوپل میں ترکی کمانڈر کرنل جعفر تیار تھا۔ اِسکو قسطنطنیہ سے حکم مِلا کہ وہ غیر مسلح ہو کر اتحادیوں کے اِحکام کی تعمیل کرے۔ لیکن اُسنے ایسے احکام ماننے سے اِنکار کر دیا۔ بلکہ دھمکی دی۔ کہ اگر حکومت ایسا کرنے پر مجبور کریگی۔ تو وہ بھی قوم پرستوں کی تحریک کی پیروی کرتے ہوئے علم بغاوت بلند کر دیگا۔ بعد ازاں کرنل موصوف نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے یہ تجویز پاس کی۔ کہ غازی مصطفٰے کمال کی تحریک کی پیروی کرنی چاہیئے۔

تب ایڈریانوپل کی فوجی حکومت نے بھی ایک اعلان جاری کر دیا۔ کہ شاہی اعلانات اور فتاوے دونوں لغو ہیں۔ کیونکہ یہ غیر مُلکی اثر کے ماتحت نافذ ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تھریس، یونان کو دیا جائے گا۔ ہمارے مذہب کا یہ منشا ہے کہ سلطان کو اجنبیوں کے اثر سے آزاد رکھا جائے۔ ہماری یہ غرض نہیں۔ کہ قتل و غارت گری کی جائے۔ قوم پرستوں کی عِلت غائی جو فتاوے میں بیان کیگئی ہے۔ وہ اس سے قطعاً مختلف ہے۔

اب پانسہ پلٹ چکا تھا۔ باد مخالف کا خاتمہ ہوا۔ باد موافق چلنی شروع ہوئی سلطان اور مرکزی گورنمنٹ کے اثر کا خاتمہ ہوا۔ مصطفٰے کمال پھر ہر دِل عزیز ہو گیا۔ خلیفہ کی فوجوں سے بہت سے آدمی مفرور ہو گئے۔ اکثروں نے اپنے مُلکی لیڈروں کے ساتھ مقابلہ کرنیسے اِنکار کر دیا۔ قسطنطنیہ کے ہر محکمہ کے تمام افسر اور ڈپٹی موقعہ پاکر خفیہ راستوں سے بھاگ گئے۔ اور مصطفٰے کمال سے جا ملے۔

سلطان کی اشتعال انگیزی بڑھتے ہوئے سیلاب کی مانند رنگ لائی۔ اور ترکانِ احرار کے دلوں پر خوف و ہراس پھیلا دیا۔ لیکن حالات کے تلاطم انہدام ہونیسے بڑھتی ہوئی مد و اُترتے سیلاب کے مانند بہ گئی۔ اس اشتعال کی حقیقت ہنڈیا کے اُبال سے زیادہ وقعت پذیر ثابت نہ ہوئی۔ جتنی جلدی سلطان کے اعلانات نے آگ لگا دی تھی اتنی ہی سرعت کے ساتھ مصطفیٰ کمال نے تمام ملک سے اُس آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔

انگورا میں پہلی قومی پارلیمنٹ

اس اثناء میں موقعہ پا کر مصطفیٰ کمال نے نئی قومی پارلیمنٹ کے افتتاح کا اعلان کر دیا۔ وہی ڈپٹی اور پریذیڈنٹ جو اتحادیوں کی گرفتاری سے بچکر انگورا میں آ گئے تھے۔ اُنہوں نے اس اعلان کے مطابق انگورا میں دوبارہ پارلیمنٹ کا اجلاس کیا۔

اس نئے انتخاب کے لیئے ڈپٹی بہت جلد جوشیلی روح کے ساتھ انگورا پہنچے۔ اُنہوں نے اسمبلی کا نام گرانڈ نیشنل اسمبلی رکھا۔ اپنے آپ کو باقاعدہ ترکی گورنمنٹ ظاہر کیا۔ اور مصطفیٰ کمال کو متفقہ طور پر اسمبلی کا پریذیڈنٹ منتخب کر لیا۔ چونکہ قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ کے بعد سلطان ترکی اس قابل نہ تھے۔ کہ وہ نظر بندی اور قید فرنگ میں رہ کر خلیفۃ المسلمین کے فرائض سر انجام دیں۔ یا اُن کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ اسلیئے نئی قومی گورنمنٹ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ جس بات کو کانگریس نے سیواس میں پاس کیا تھا۔ آج وہ بات انگورا میں رنگ لے آئی۔ اور منصۂ شہود پر آ گئی۔

خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیئے۔ کہ وہی مصطفیٰ کمال جو کل انگورا میں تنہا رہ گیا تھا جس کو تمام لیڈر چھوڑ کر قسطنطنیہ چلے گئے تھے۔ آج وہی مصطفیٰ کمال ہے۔ کہ اب تنہا نہیں۔ یہاں پارلیمنٹ کا قیام ہو گیا ہے۔ پریذیڈنٹ منتخب ہو چکا ہے۔ قوم نے اُسکو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا ہے۔ اُس کے حامی اور مددگار اُس کے اشارہ پر کام کرنیکے لیئے تیار ہیں۔

الغرض ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کو انگورا میں پہلی قومی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا جمہوری حکومت سویٹ رنگ میں قایم ہوئی۔ اور انگورا صدر مقام ہوا۔ اِس حکومتِ جمہوریہ کا نظام ذیل میں درج ہے۔

غازی مصطفٰے کمال	صدر اعظم
احمد رستم آفندی سابق سفیر مقیم امریکہ	ناظر خارجہ
فرید بے	ناظر داخلہ
جنرل علی فواد پاشا	وزیر جنگ
عدنان بے	وزیر حفظان صحت
ڈاکٹر رضا نوری	نائب صدر

نئی پارلیمنٹ کے افتتاح کے موقعہ پر تمام چھوٹے بڑے عثمانی افسران۔ شیوخ عرب۔ جوانان سوریہ (شام) اور اہل رومیلیہ و قسطنطنیہ بھی شریک ہوئے۔ اسوقت سے مجلس قومیہ ملّیہ کا آغاز ہوا۔ جسکی صورت جمہوریت کے طریق پر تھی۔ اور اس نئی گورنمنٹ کی بُنیاد بھی جمہوریت کے اصولوں پر رکھی گئی۔ اِس حکومت کے قیام میں مصطفٰے کمال پاشا نے ایک اِفتتاحی تقریر کی جس میں اُنہوں نے جمہوریت کے پہلو پر اپنے ہیبت و زبردست ذاتی رعب و اقتدار کا پورے طور پر جلوہ دِکھایا۔ تقریر ذیل میں درج ہے :۔

آپ نے فرمایا تمام قومیں غیر معمولی حالت میں ان اصولوں میں سے ایک کو تسلیم کرتی ہیں۔ وہ یا تو مجلس آئینی کو معطّل کر کے حکومت کی ایگزیکٹو (کارکن) شاخ کو تمام اختیارات دیدیتی ہیں۔ یا تمام قوم سے مشورہ کر کے کام کرتی ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ہمارے مذہب اِسلام کی رُو سے جو بحث و تمحیص کیلئے کامل آزادی دیتا ہے۔ موخر الذکر طریق بہتر ہے۔ اور اِس لیٔے ہم تمام قوم کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرتے دیکھنا چاہتے ہیں۔

حکومت کا سرِدار مقرّر کرنا۔ اور اُسے ذمہ دار ٹھیرانا مفید ہے۔ ہم آپ کی

مجلس قومیہ کو جو رضائے قوم کی خاطر قایم مقام ہے۔ اس اختیار سے مشرف و ممتاز تسلیم کرنیکے لیے مجبور ہیں۔ اِسلیئے آپکی مجلس قومیہ صرف قانون وضع کرنے اور ایک ایگزیکٹو جماعت کی امور کی نگرانی کرنے کیلیئے جمع نہیں ہوئی۔ بلکہ اسکا فرض یہ بھی ہے کہ ایگزیکٹو فرائض بجا لاتے

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی اِستدعا

جب حکومت انگورا قایم ہو گئی۔ تب مصطفےٰ کمال پاشا نے صدر مجلس کی حیثیت سے تمام ممالک کے وزرائے امور خارجہ کے نام ۳۰ اپریل ۱۹۲۰ء کو ذیل کی اپیل بھیجی۔

جناب محترم :-

(۱) میں جناب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شہر قسطنطنیہ پر اتحادیوں کی فوج نے اِنصاف و عدالت کا خون کرتے ہوئے۔ جو زبردستی قبضہ کر لیا ہے ترکی قوم نے اِس سے متاثر ہو کر اور اپنے خلیفہ اور اُن کی حکومت کو ایک نظر بند سمجھ کر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ایک قومی مجلس علےٰ قایم کی جائے اور اِس مقصد کیلیئے بڑے پیمانہ پر انتخاب کا اِنتظام کیا گیا۔ قومی مجلس اعلےٰ نے اپنے ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کے اِفتتاحی اجلاس میں بالاتفاق آراء یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم اور قسطنطنیہ بیرونی ممالک کے قبضہ اور حکومت سے آزاد نہ ہو جائیں۔ اُسوقت تک اپنے آبائی ملک کے موجودہ اور آیندہ معاملات کا اِنتظام مجلس اعلےٰ اپنے ہاتھ میں لے لے۔

(۲) اِس مجلس اعلےٰ نے مجھے اِس امر کی عزت بخشی ہے۔ کہ میں آپ کی خدمت میں نہایت سختی کے ساتھ ان بے قاعدگیوں کے خلاف آواز بلند کروں جو معاہدات التوائے جنگ کو توڑتے ہوئے برتی گئی ہیں۔ جنھوں نے صلح کانفرنس کے نتائج سے قوم بنی عثمان کے تنفر کو اور شدت سے بڑھا دیا ہے پارلیمنٹ جو ایک نہایت ہی مقدس مقام ہے۔ اور تمام دُنیا کی قومیں بھی اُسکو ایسا ہی سمجھتی ہیں۔ عین اُس کے اجلاس کے وقت اُس پر حملہ کیا گیا۔ ترکی قوم کے نمائندے انگریزی پولیس کے ہاتھوں سے بدمعاشوں کی طرح زبردستی

گھسیٹ گھسیٹ کر کمروں سے باہر نکالے گئے - باوجود دیکھ لوگوں نے سخت صدائے احتجاج بلند کی - ارکانِ مجلس - ڈپٹی - جنرل - علماء وغیرہ وغیرہ اُن لوگوں کو اُنکے گھروں میں گرفتار کیا گیا .... اُنکے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی گئیں اور اُن کو جلاوطن کیا گیا - اور صرف اِس بنا پر کہ قوت ہی کا نام طاقت ہے - بندوقوں اور سنگینوں سے ہمارے سرکاری اور خانگی مقامات پر قبضہ کر لیا - ترکی قوم اپنے تمام حقوق کو پائمال ہوتے ہوئے اور اپنی سلطنت پر ضرب شدید پڑتے ہوئے دیکھ کر اپنے نمائیندوں کے حکم سے انگورا میں جمع ہوئی - اس اجتماع میں ایک انتظامی کمیٹی منتخب کیگئی - جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنہوں نے ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا -

(۳) آپ کی خدمت میں پہلے جو کچھ کہا جا چکا ہے - اُسکو پیش کرتے ہوئے میں قوم کے وہ مطالبات جو ۲۹ اپریل کے اجلاس میں طے پائے ہیں - پیش کرتا ہوں -

قسطنطنیہ مرکز خلافت اور قسطنطنیہ کی حکومت ، ترکی قوم کے نزدیک اتحادیوں کے ہاتھ میں ایک قیدی سمجھی جاتی ہے - اور اِسی بنا پر تمام احکام اور تمام فتاویٰ جو اس مقبوضہ قسطنطنیہ سے شائع اور نافذ کیئے جاتے ہیں - وہ ہرگز قانونی و مذہبی حیثیت نہیں پا سکتے - اور وہ تمام معاہدات و معاملات جنمیں قسطنطنیہ کی نام نہاد ترکی حکومت داخل ہو - اُنکو ترکی قوم بالکل لغو اور مہمل قرار دیتی ہے -

(۴) ترکی قوم نے باوجود اِس سرد مہری اور اعتدال پسندی کے یہ طے کر لیا ہے کہ اپنے مقدس اور غیر محدود مقدس حقوق کی حفاظت و دفاع ایک آزاد اور خود مختار قوم کیطرح کرے گی - اور اُس نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ ایک نہایت ہی قابل قبول اور باعزّت صلح چاہتی ہے - وہ ہرگز ان معاہدات کو جو اُس کے نام سے کیئے جائیں تسلیم نہیں کریگی تاوقتیکہ اُسکے خاص نمائیندوں کے ذریعہ سے وہ طے نہ کیئے جائیں -

(۵) ملک کے اندر جو عیسائی آبادی ہے - اور اُس کے ساتھ غیر ملکی آبادی

دونوں قوم کی حفاظت میں رہیں گے۔ مگر ساتھ ہی اُن کو چاہیئے کہ کوئی ایسا کام نہ کریں جو ملک کے عام مفاد کے خلاف ہو۔ اِس اُمید پر کہ ترکی قوم کے جایز حقوق کے ہر مطالبہ کا خاطر خواہ لحاظ کیا جائے گا۔ میں جناب عالی سے مستدعی ہوں کہ اسکی طرف پورے طور سے توجہ فرمائیں۔

آپکا خادم۔ "مصطفیٰ کمال"

مصطفیٰ کمال پاشا کا ایک اور خط

علاوہ مذکورہ بالا اپیل کے مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک خط اخبار ڈیلی اکسپرس لنڈن کے نام لکھا:-

اَب میں شرائط صلح کا ذمہ دار نہیں رہا ہوں۔ تمام معاملہ ترکی نیشنل اسمبلی مقیم انگورا کے قبضۂ اقتدار میں ہے۔ یہ قومی مجلس اپنے حقوق کی جائز تحفظ کے لیئے اِس حملہ کے بعد قایم ہوئی ہے۔ جو شاہی پسند طاقتوں نے قوم کی ہستی کو تباہ و برباد کرنے کی غرض سے کیا تھا۔ اِس مجلس کے مقاصد و اغراض مختلف موقعوں پر بالواسطہ و بلاواسطہ بیان کیئے جا چکے ہیں۔ یہ مجلس اِسی لیئے قایم ہوئی ہے۔ کہ وہ قومی حدود کے اندر رہکر اپنی مکمّل قومی آزادی کی حفاظت کرے۔ اور خلافتِ اِسلامیہ کو ترکوں میں قایم رکھے۔

ترکوں کا مطالبہ صرف یہی ہے کہ اُنکے آزادی کے حق کو تسلیم کر لیا جائے۔ قومی مجلس اِس بات کا یقین رکھتی ہے۔ کہ وہ قوم کو شہنشاہیت پسندوں اور سرمایہ داروں کی زبردستیوں سے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوگی۔ اور قومی طاقت اور حکومت کو از سرِ نو قایم کر دیگی۔ مجلس کے قوانین و آئین کی رُو سے ایک باقاعدہ فوج مرتّب کر لی گئی ہے۔ جو قوم کو ہر قسم کے جبر و تشدد سے بچانے کا فرض بجا لائے گی۔ اور جو لوگ ہمارے مقاصد میں سدّ راہ ہونگے۔ اُنھیں کافی سزا دے گی۔

یہ مجلس ایسی اِصلاحات کا جاری کرنا اپنا اعلیٰ مقصد خیال کرتی ہے کہ جن سے افلاس۔ تنگدستی اور تکالیف رفع ہوں۔ یہ مجلس آرامی تعلیم۔ عدل و انصاف

مالیات اور اقتصادیات کے مسائل پر غور و خوض کریگی۔ اور اجتماعی اخوت و موالات کی حقیقی بنا پر قومی ضروریات کے مطابق ایک نیا انتظام مرتب کریگی۔

یہ مجلس قومی صوفیات و روایات کو مدنظر رکھکر ان اصلاحات کے متعلق فطری قومی اصول پر اعتماد کریگی۔

اناطولیہ پر حملہ کی تیاریاں

اب انگورا میں قومی مجلس عالیہ کا قیام ہو چکا ہے۔ مصطفیٰ کمال متفقہ طور پر پریذیڈنٹ بنا دیئے گئے ہیں۔ ترکان احرار کی قسمت نے پلٹا بھی کھالیا ہے۔ ستارہ نحوست غروب ہو چکا ہے۔ ستارۂ سعد اپنی منور اور روشن شعاعوں کے ساتھ افق پر ظاہر ہو چکا ہے۔ شروع شروع میں ترکان احرار سے کئی مقامات خلیفہ کی فوج نے چھین لیئے تھے۔ لیکن اب دوبارہ ترکان احرار نے اُن پر قبضہ کر لیا ہے۔ خلیفہ کی فوج ترکان احرار کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر یا تو مصطفیٰ کمال کے جھنڈے کے نیچے چلی جاتی ہے۔ یا ہزیمت اُٹھا کر بھاگ جاتی ہے۔

انگورا میں قومی مجلس عالیہ کے قیام نے سلطان اور مرکزی گورنمنٹ کے دلوں کے اندر اور بھی حسد کی آگ بھڑکا دی۔ اب تک تو وہ ترکان احرار کا نام و نشان مٹانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ بلکہ باوجود مخالفت کے ترکان احرار کی حکومت ملک کے اندر مستحکم طور پر قایم ہو گئی۔

سلطان نے ترکان احرار کے استیصال سے مایوس ہو کر اب نئی تدبیر اختیار کی۔ کہ اناطولیہ پر حملہ کیا جائے۔ تاکہ مصطفیٰ کمال کے مرکز پر قابو پایا جا سکے۔ اور اسکی جمعیت کو منتشر کر دیا جائے۔

چونکہ سلطان کی فوجیں اصمد ادا بازار وغیرہ کے مقامات پر شروع شروع میں کامیاب ہو رہی تھیں۔ اُن کو فتح پر فتح نصیب ہو رہی تھی۔ اور ترکان احرار شکستیں کھا رہے تھے۔ اِسلیئے سلطان کے افسروں نے انھیں مقامات کو اپنی اجتماعی قوت کا سرچشمہ خیال کیا۔ یہاں سے فوجی تیاریاں ہوتی رہیں۔ تاکہ اناطولیہ پر

حملہ کر کے ترکان احرار پر ضرب کاری لگائی جائے۔ یہاں کے لوگوں نے سلطان کے حق میں حلف وفاداری بھی اُٹھائے تھے۔ اِسلئے گورنمنٹ کو کافی وثوق تھا کہ اناطولیہ پر حملہ کرنیسے کامیابی حاصل ہوگی۔ اور تمام مصیبتوں کا اِختتام ہوجائیگا لیکن جب سے مصطفےٰ کمال کی تدبیر نے سلطان کے اثر کو ملک سے زائل کردیا ہے تب سے خلیفہ کی فوج کا یہ مرکز بھی کمزور ہوگیا۔

خلیفہ کے افسر رنگروٹ بھرتی کرتے ہیں۔ لیکن وہ بھاگ کر مصطفےٰ کمال سے مل جاتے ہیں۔ چنانچہ اِس محاذ کے دلچسپ اور قابل ذکر واقعات یہ ہیں کہ جو فوج مصطفےٰ کمال کے مقابلہ میں بھیجنے کیلئے تیار کی جاتی۔ اُسے غیر معمولی لالچ بھی دیا جاتا۔ لیکن پھر بھی وہ مصطفےٰ کمال کا مقابلہ نہ کرتی۔ بلکہ اُسکے سفید اور سرخ علم کے نیچے جمع ہوجاتی۔ سلیمان پاشا نے جو فوج کا سپہ سالار تھا۔ صدر اعظم سے بیان کیا کہ حلقہ اصمد میں جہاں مصطفےٰ کمال کے مقابلہ کیلئے رنگروٹ بھرتی کیئے جاتے ہیں۔ کوئی فوج باقی نہیں رہی۔ تمام فوج مصطفےٰ کمال سے مل گئی ہے پس ایسی حالت میں جب کہ دفتر جنگ میں صرف چند افسر موجود ہوں۔ اور اُنکے پاس ایک سپاہی بھی نہ ہو۔ اناطولیہ پر چڑھائی کرنا ایک فعل عبث اور لغو ہے۔

اس محاذ پر ایک اور موقعہ پر دفتر حربیہ نے چار ہزار رنگروٹ بھرتی کیئے اِن سب کو ایک ایک مہینہ کی تنخواہ پیشگی دیگئی۔ بلکہ مزید رعائت اُنکے ساتھ یہ کیگئی کہ وہ میدان جنگ میں جانیسے پیشتر اپنے بال بچوں کو مل آئیں۔ اِنمیں تین ہزار چار سو مفرور ہوکر مصطفےٰ کمال سے جا ملے۔ اور بمشکل چھ سو نے خطِ مصاف پر شکل دکھائی۔ چنانچہ اِسکے بعد جنرل سٹاف صدر علی پاشا نے بھی اِستعفےٰ داخل کردیا۔

یہ حال تو سلطان کی افواج کا ہے۔ اب ذرا مصطفےٰ کمال کی افواج کا بھی حال سنیئے۔ اناطولیہ میں قوم پرستوں کی فوجی کارروائیاں نہایت ہی استقلال کے ساتھ جاری تھیں۔ سپاہ کی زیادہ نقل وحرکت اندرون ملک سے بروصہ اور گیبوگی کی جانب تھی۔ مصطفےٰ کمال کو اِس محاذ کی انتہائی اہمیت کا اِسقدر یقین تھا کہ اُنہوں نے

ملیشیا میں فرانسیسیوں کے خلاف دباؤ کو نرم کردیا۔ آپ کا پہلا مقصد یہ تھا۔ کہ ادا بازار پر دوبارہ قبضہ کیا جائے۔ جو اصمد سے جنوب مشرق میں تیس میل کے قریب فاصلہ پر واقع تھا۔ اور جو ریل کے ذریعہ سے ایک دوسرے سے منسلک ہیں تاکہ اصمد کے ساحل مارمورہ تک فی الفور تمام ملک کو اپنی گرفت میں لیا جائے۔ یہاں برطانیہ کی ایک قلعہ گیر فوج مورچے لگائے بیٹھی تھی۔

پس ادا بازار کے محاذ پر ترکان احرار نے جارحانہ کارروائی شروع کردی اور گورنمنٹ کی فوجیں منتشر ہوگئیں۔ چرکسی کے سپاہی جو نہایت ہی قابل اعتبار تھے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ کیونکہ نہ تو انھیں تنخواہیں دیجاتی تھیں۔ اور نہ ہی لوٹ مار کرنے کی اجازت تھی۔ جب یہ حالت گورنمنٹ کی فوجوں میں پیدا ہوگئی۔ تو مصطفےٰ کمال کی فوجوں نے ادا بازار پر قبضہ کرلیا (یہ مقام قسطنطنیہ سے انثی میل مشرق کیطرف واقع ہے) اور فوراً سات آدمیوں کو قتل کردیا۔ جنمیں ادا بازار کے مفتی بھی تھے۔ کیونکہ انہوں نے ادا بازار کی مسجدوں میں گورنمنٹ کا فتوے پڑھنے کی غیر مآل اندیشانہ حرکت.... کی تھی۔ پھر محبان وطن نے مقام بیلواد پر بھی قبضہ کرلیا۔ (یہ مقام قسطنطنیہ سے اکیس میل بحیرۂ مارمورا کے کنارے پر واقع ہے۔)

رفتہ رفتہ تمام کھوئے ہوئے مقامات پر مصطفےٰ کمال نے قبضہ کرلیا۔ صرف مقام اصمد باقی رہگیا۔ جو دشمنوں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ مقام ریلوے سٹیشن ہے۔ اس لیے ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ یہ مقام فتح کرنا نہایت ہی ضروری تھا۔ بیلیجک کے قریب شدید لڑائی ہوئی۔ یہاں بھی قوم پسند ہی کامیاب رہے۔ ان فتوحات سے دلیر ہوکر مصطفےٰ کمال نے اصمد پر حملہ کرنیکے لیے ایک خوفناک مہم کا آغاز کردیا۔ اور اصمد کی طرف پیش قدمی شروع کردی۔ جہاں چند دنوں کے بعد اس کا تصادم برطانوی افواج سے ہوا۔ یہ مہم پندرہ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ جو ہر طرح کے ساز و سامان سے خوب آراستہ و پیراستہ تھی۔ اسکے پاس سامان حرب کا ذخیرہ بھی کافی وافی تھا۔ یہ فوج بروصہ کے شمال اور جنوب میں ڈیرے ڈالے ہوئے پڑی تھی۔ لیکن گورنمنٹ ترکی نے اسکے

برخلاف کوئی معاندانہ کارروائی نہ کی۔ ہاں البتہ گورنمنٹ نے رضاکاروں و مشین گنوں کے تین جہاز روانہ کئے۔ جو اسمد میں برطانوی خطوط کے باہر ساحلوں پر اترے۔ گورنمنٹ ٹرکی کی افواج کی کمان اعلیٰ سابق وزیر جنگ سلیمان شفیق پاشا کے سپرد کیگئی۔ اِس موقعہ پر قسطنطنیہ سے مزید چار پلٹنیں بطور کمک روانہ کیگئیں۔

آغاز جولائی ۱۹۲۰ء میں ترکی محبان قوم نے حکومت کی فوج پہ اسمد کے قریب گولہ باری کی۔ لیکن برطانوی فوج پر جو یہاں مقیم تھی کوئی حملہ نہ کیا گیا۔ ترکوں کے درمیان ابھی اِس پرخاش کا آغاز ہی ہوا تھا۔ کہ اِس اثنا میں پیرس کی صلح کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ جسمیں شرائطِ صلح ترکوں کے حوالہ کیگئیں جونہی یہ شرائط قسطنطنیہ میں پہنچیں۔ سلطان نے اُنکو ناقابل قبول قرار دیا اور مارے غصہ کے حکم دیدیا۔ کہ ترکانِ احرار کا مقابلہ بند کر دیا جائے۔ چنانچہ اِس حکم کے ماتحت اسمد پر بھی مقابلہ بند ہوگیا۔ اور کوئی مزید واقعہ ترکی گورنمنٹ اور ترکان احرار کے درمیان رونما نہ ہوا۔ بلکہ ترکانِ احرار کا مقابلہ پھر اِتحادی افواج سے ہوا۔ آگے چل کر ترکان احرار اور اتحادی افواج کے مقابلہ کا ذکر کیا جائے گا۔

جماعت احرار کے اعلانات

ترکوں نے معرکہ آرائیوں کے علاوہ قسطنطنیہ کے اندر بھی اپنی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ جاری کر دیا۔ اور داماد فرید پاشا کے برخلاف تحریریں شایع کیں۔ چنانچہ پولیس نے اِستنبول کے بعض محلوں سے ترکی جماعت احرار کے کچھ اعلانات برآمد کئے۔ جن میں مصطفےٰ کمال کی جماعت نے اُن علماء۔ افسروں اور سپاہیوں سے جو قید کی زنجیروں سے رہا ہو کر آئے تھے۔ اور نیز نوجوانان ملک اور عثمانی سپاہ سے خطاب کر کے درخواست کی تھی کہ کوئی شخص داماد فرید پاشا صدر اعظم ٹرکی کی تائید نہ کرے۔

اِس ترکی جماعت احرار کو علم تھا کہ شرائط صلح سخت ہونگی۔ اور وہ یہ

بھی کہتی تھی کہ اگر احرار فوجی کارروائیاں نہ کرتے تو خدا جانے ٹرکی کا کیا حشر ہوتا۔ تمام اشخاص سے جو دِل میں حب الوطنی کا جذبہ رکھتے تھے۔ اِستدعا کی گئی کہ وہ جہاں تک جلد ممکن ہو۔ اناطولیہ میں آکر مدافعین کے گروہ میں شامل ہوجائیں۔

چوتھا باب

پیرس کانفرنس

اِتحادیوں نے قسطنطنیہ پر مکمل قبضہ کرلیا۔ سیریا۔ عرب جیسے املاک ترکوں کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ سمرنا پر یونانی قبضہ ہوچکا تھا نومبر ۱۹۱۶ء میں فرانس نے شام پر قبضہ کرلیا۔ فلسطین پر انگریزوں نے اپنا جھنڈا لہرادیا۔ اس کے بعد ترکی معاملات کو پھر اِلتوا میں ڈالا گیا۔ شرائطِ صلح کو مخفی رکھا گیا۔ کسی کو علم نہیں کہ کیا ہوگا۔ شرائط صلح شائع کرنے سے پیشتر اِتحادیوں نے قسطنطنیہ پر تسلی کے ساتھ اپنا فوجی قبضہ جمالیا۔ ترکوں سے ہتھیار چھین لیے گئے۔ اُن کو بے دست و پا کردیا گیا۔ قسطنطنیہ میں کوئی مزاحمت کرنے والا نہ تھا۔ محبانِ وطن بھی قسطنطنیہ سے مفرور ہوچکے تھے۔ اگر کوئی جماعت اِتحادیوں کے مقاصد میں سدِ راہ ہوسکتی تھی۔ تو وہ صرف ترکانِ احرار کی جماعت تھی۔ رفتہ رفتہ قسطنطنیہ اور باسفورس پر اتحادی قبضہ مستحکم ہوگیا۔

پیرس میں صلح کانفرنس کے اجلاس ہورہے ہیں۔ دُنیا کے امن وانتظام کے مظاہرے کیے جارہے ہیں۔ لیکن ٹرکی کے خرمن ہستی کو امن کے دیوتا سے نوازنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ بلکہ اُسکے خرمنِ ہستی کی تخریب کی مساعی ہورہی ہیں۔ اُسکو تباہ کیا جارہا ہے۔ یونان کو حکم مل چکا ہے کہ وہ ٹرکی پر حملہ کرکے اُسکو اپنے قبضہ میں کرلے۔ بہرحال ترکوں نے بھی اِس امر کو ثابت کردیا ہے کہ جب تک ٹرکی کے اندر امن قائم نہ ہوگا۔ تب تک دنیا کے اندر امن قائم

نہیں ہو سکتا۔

اِدھر ترکان احرار اپنی قومی جدوجہد میں سرگرمی کے ساتھ مشغول کار تھے۔ اور قسطنطنیہ کی گورنمنٹ صلح کیلئے پیرس کانفرنس میں عرضداشتیں بھیج رہی تھی تاکہ جلد ترکی کے ساتھ صلح کی جائے۔ ترکی کے واقعات کی خبریں صلح کانفرنس کے دفتر میں باقاعدہ پہنچ رہی ہیں۔ ممبر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ ترکی میں کیا ہو رہا ہے۔ ترکی تو ختم کر دی گئی تھی۔ اب یہ شور و شر کیسا۔

دریافت کرنے پر اُن کو معلوم ہو گیا کہ درہ دانیال کے ہیرو مصطفےٰ کمال نے سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے۔ جو ملک کے بعید حصّوں کے پہاڑوں میں رہتا ہے۔

آخر کار ترکی کے متعلّق شرائط صلح تیّار ہو گئیں۔ قسطنطنیہ کے قبضہ کے متعلق بھی اطمینان خاطر نصیب ہو چکا تھا۔ قسطنطنیہ کے اتحادی ہائی کمشنر نے بابعالی کو لکھا کہ پیرس میں ۱۰ مئی ۱۹۱۹ء کو ایک جلسہ ہونیوالا ہے۔ اُس میں معاہدہ صلح حاصل کرنیکے لئے نمائندے بھیجے جائیں۔ گورنمنٹ ترکی کے نمائندے مقررہ تاریخ پر پیرس میں پہنچ گئے۔ اِتحادیوں نے شرائط صلح کی تکمیل کر کے صلح نامہ رئیس وفد کے حوالے کیا۔ اِسکا نام عہدنامہ سیورے رکھا گیا۔

رئیس وفد نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اُس صلحنامہ کو لے لیا۔ کونسل نے ایک ماہ کی مہلت دی کہ اِسپر غور و خوض کر کے دستخط ثبت کر دو۔ ان شرائط کے مطابق صرف اناطولیہ سمرنا خارج کر کے ترکوں کے حصّہ میں آیا۔ لیکن اِسمیں بھی وہ زندگی آزادانہ بسر کرنیکے مجاز نہ تھے۔ اِنکی ہر نقل و حرکت اتحادیوں کی نگرانی میں تھی۔ خزانہ پر سخت پابندی تھی۔ کمیشن مقرر کیا گیا۔ جسکے ذمہ یہ امر تھا۔ کہ ترکی کی فوج کو منسوخ کر کے نئی والنٹیر فوج اور جندرامہ کا قبضہ اپنے پاس رکھے۔ اور ٹیکس کسٹم جنگلات اور پولیس کا خیال رکھے۔ شاہانہ اختیارات معمولاً ترکوں کو دئے گئے۔ اِسطرح اُنکے ہاتھ پاؤں خوب جکڑ کر باندھ دئے گئے۔

خلیفۃ المسلمین۔ ولی عہد ترکی اور وزیر اعظم اور دیگر وزراء نے عہد کر لیا کہ اگر سمرنا اور تھریس یونان کو دیدیا گیا۔ تو سلطان تخت سے اور ولی عہد عہدۂ ولی عہدی سے اور وزراء مناصب وزارت سے دست کش ہو جائیں گے۔

جونہی یہ عہدنامہ ٹرکی میں پہنچا اور ترکوں کو شرائط صلح معلوم ہوئیں تو سب کے دانت کھٹے ہو گئے۔ اور حیران و ششدر رہ گئے۔ سلطان المعظم سے لے کر ادنےٰ سپاہی تک کی یہی رائے تھی کہ یہ شرائط ہرگز قبول نہ کی جائیں گی۔ تمام سرکاری اور غیر سرکاری ترکوں نے اقرار کیا کہ ہم اخیر دم تک لڑیں گے۔ ممبران گورنمنٹ جو قوم پرستوں کی تحریک کے مخالف تھے وہ بھی اس تحریک کے حامی ہو گئے۔ کیونکہ اُن کو فیصلہ پیرس میں تبدیلی کی کوئی اُمید نظر نہ آتی تھی۔ اب اُنہوں نے علانیہ طور پر کہنا شروع کر دیا۔ کہ اناطولیہ کا سرغنہ حق بجانب ہے۔ ایک طرح تو اس عہدنامہ کو ٹرکی کیلئے مبارک فال سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اُسنے ترکوں کے تمام اندرونی اختلافات مٹا دیئے۔ اور ٹرکی کے دونو فریق اس عہدنامہ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ چنانچہ گورنمنٹ ٹرکی نے ایک حکم جاری کر دیا۔ کہ جہاں کہیں عثمانی افواج قوم پرستوں سے برسر پیکار ہے وہاں مقابلہ بند کر دیا جائے۔

بادشاہ اور شاہی خاندان نے اپنی ہتک اور بے عزّتی خیال کر کے دستخط کرنیسے انکار کر دیا۔ ان شرائط کا ٹرکی پر بہت برا اثر پڑا۔ اگر ٹرکی قبول کر لیتی تو حقیقت میں ٹرکی مٹ جاتی۔

لیکن اتحّادی اور داماد فرید پاشا ہمہ تن اس بات میں مصروف تھے کہ کسی نہ کسی طرح سے شرائط صلح پر دستخط کر کے اپنی حیات کی شاہ رگ کو قطع کر دے۔ اور دُنیا سے ہمیشہ کیلئے نیست و نابود ہو جائے۔ لیکن قوم پرستوں کی تحریک نے اُسکو ردّی کا کاغذ ثابت کر دیا۔ بعد ازاں لوزان کانفرنس میں پارہ پارہ ہو گیا۔

پھر ترکوں کو اِس بات کا خیال پیدا ہوا۔ کہ ترکوں اور قوم پسندوں میں صلح اور صفائی ہو جائے۔ تو بہتر ہے۔ علاوہ اِسکے اسوقت ترکی پارلیمنٹ بھی قوم پرستوں کی طرفدار تھی۔ اِسلیئے وہ بھی ان سے صلح کرنی چاہتی تھی۔

چنانچہ احمد عزّت جو دورانِ جنگ میں وزیر جنگ تھے۔ قوم پسند ترکوں کے صدر مقام انگورا کی طرف گئے۔ تاکہ مصطفےٰ کمال اور عثمانی حکومت کے درمیان جو خلیج حایل ہے۔ اُس کو پاٹنے کی کوشش کریں۔ لیکن اتحادیوں کو سب سے بڑا اندیشہ اسوقت یہ تھا۔ کہ قوم پسند فریق کی طرفدار وزارت بر سر کار آکر معاہدہ پر دستخط تو کر دیگی۔ مگر بعد میں تکمیل معاہدہ سے پہلو تہی کرے گی۔ جس سے اُنکا یہ مقصد ہوگا۔ کہ ایشیائے کوچک میں اپنے حامیوں کو موجودہ ہلاکت آفریں مصیبت سے نجات دلائے۔

قوم پسند ترکوں کے جابجا اِشتہار چسپاں تھے۔ جسپر لکھا ہوا تھا۔ کہ :۔

ہم قتل و غارت کیلیئے نہیں آرہے ہیں۔ بلکہ ٹرکی کو اِسکے بڑے بڑے دشمنوں بالخصوص اتحادیوں سے بچانے کیلیئے کوشش کر رہے ہیں۔ جو خطرناک حرکتیں کر رہے ہیں۔ اور یونانیوں کی پیٹھ ٹھونک کر ہمارے مقابلہ میں دھکیل رہے ہیں۔

ولی عہد ٹرکی کی گرفتاری

جب شرائط صلح ٹرکی شایع ہوئیں۔ اور وہ شرائط ٹرکی کو مکمّل طور پر نیست و نابود کرنیوالی معلوم ہوئیں تو ولی عہد موصوف نے جدید حالات سے متأثر ہو کر منصب ولیعہدی پر قایم رہنا اپنی ضمیر کے خلاف سمجھا۔ چنانچہ اُنہوں نے شرائط صلح کی کیفیت سُنتے ہی اِس منصب سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اِس موقعہ پر اُنہوں نے شاہی خاندان کے متعدد شہزادوں اور دیگر ارکان کو بلایا اور اپنا تمغہ ولیعہدی شہزادہ سلیم کے سینہ پر آویزاں کرتے ہوئے فرمایا :۔

مجھے منصب ولی عہدی پر قایم رہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور میرے ملک کی موجودہ حالت میرے لیئے سخت ذلت و شرم کا باعث ہے۔ پرنس عبد المجید خان نے

سلطان المعظم کو یلدیز کوشک میں اپنے اِس طرزِ عمل کی باضابطہ اطلاع دیدی جِس کے معلوم کرنیکے بعد سلطان کی طرف سے کسی قسم کا اِختلاف نہ کیا گیا۔

تب بابِ عالی میں حضور سلطان المعظم کے زیرِ صدارت خاندان خلافت کے ارکان کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جسمیں شہزادہ سلیم آفندی اور عبد الحلیم آفندی نے بھی جو عبد المجید خان کے بعد مسند نشینی خلافت کے مستحق تھے۔ کہدیا کہ چونکہ عہدنامہ سیورے کی رو سے ٹرکی کا اِقتدار سلطنت ملیا میٹ ہو چکا ہے۔ اور اُس کی حیثیت یورپ کی سلطنتوں کے ماتحت ایک باجگذار ریاست کی سی رہ گئی ہے۔ لہذا ہماری خودداری گوارا نہیں کرتی۔ کہ ایسی سلطنت کے ولی عہد کہلائیں چنانچہ ہم بھی اپنے حقوق سے دست بردار ہوتے ہیں۔ اللہ اکبر بادشاہوں کی اولوالعزمی اولوالعزمیوں کی بادشاہ ہوتی ہے۔ اور آزاد مسلمان مٹ کر بھی اِس قدر غیرت و حمیّت کی آگ اپنے سینے میں رکھتے ہیں۔ اور خودداری کی خاطر مسندِ خلافت سے بھی جو نبوّت کے بعد بہترین اِنعام الٰہی ہے۔ دست بردار ہو جاتے ہیں۔ فی الحقیقت یہی اسلام کے مایۂ ناز فرزند ہیں۔ جن کے مبارک وجود سے آج اِسلام کا نام باقی ہے۔

بعد ازاں شہزادہ نے اناطولیہ کو فرار ہو جانے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہے اور انکی کشتیاں اور موٹر کاریں گرفتار ہو گئیں۔ اور خود بھی اِتحادیوں کے پنجے میں گرفتار ہو گئے۔

داماد فرید پاشا کی چال

اسوقت ترکی حکومت نے اناطولیہ کے نام ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ اصرار اسلام کی بدولت کتنا نقصان پہنچا ہے۔ نیز وجوہ بیان کیئے گئے۔ جنکی وجہ سے مجبور ہو کر ٹرکی کو صلحنامہ پر دستخط کرنے پڑے۔ اِس اعلان کی رو سے اناطولیہ کے تمام باغیوں کو باستثنائے مصطفےٰ کمال پاشا اور کارکنان تحریک فدائیتِ قوم کو عام معافی عطا کیگئی۔ لیکن بعد میں وزیر اعظم ایک اور چال چلا کہ اسنے لطفی فخری

اور اسمٰعیل حقی پاشا کو سفیر بنا کر انگورا بھیجدیا۔ تاکہ وہ احرار اسلام کو مائل بہ آشتی کریں۔ وزیراعظم نے مصطفےٰ کمال پاشا کو مطلع کیا کہ اگرچہ لیڈروں کو معافی دینا غیر ممکن ہے۔ لیکن گورنمنٹ اس بات پر تیار ہے کہ انھیں یورپ میں بھاگ جانے کا موقع دے۔

اگرچہ حضور خلیفۃ المسلمین سلطان وحیدالدّین خان ایدہ اللہ بنصرہٖ کی حیثیت اسوقت اتحادیوں کے زندانی سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن جسطرح حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت نبوّت اور علوّ مرتبت میں قید و اسیری سے کوئی فرق نہیں ہو سکتا تھا۔ اس طرح اتحادیوں کی قید سرور عالم و عالمیان کے مسند آرا اور خاندان خلافت کے دوسرے افراد کی اولوالعزمی کو ذرّہ برابر کم نہ کر سکتی تھی۔ وزیراعظم ترکی داماد فرید پاشا جو اتحادیوں کا نہایت پسندیدہ پٹھوّ اور خلافت مقدّسہ اسلامیہ کا مار آستین ہے۔ ہمیشہ اسی کوشش میں مصروف رہا۔ کہ کسی نہ کسی طرح حکومت کو اس امر پر آمادہ کرے کہ وہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ان جانفروشانہ مساعی کو جو غازی ممدوح اسلام کے عروج و ارتقا اور خلافت اسلامیہ کے مجد و اعتلا کے تحفّظ کی خاطر عمل میں لا رہے ہیں۔ اتحادیوں کی امداد و اعانت سے کچل ڈالے۔ لیکن ابھی ترک اسقدر بے غیرت و بے حمیت نہیں ہوئے۔ کہ خدا اور رسول کے راستے میں جہاد کرنیوالے اور اسلام کی شان و شوکت کو دنیا میں بڑھانیوالے کے برخلاف تلوار اٹھائیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ترکان احرار کو اپنے ترکی بھائیوں سے زیادہ جنگجوئی کا موقع نہ ملا۔ اگرچہ بیچاری ترکی فوجیں ترکان احرار کے برخلاف یورش کرتی تھیں صرف داماد فرید پاشا کی افسری کے حکم سے مجبور ہو کر ایسا کرتی تھیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ اکثر صادق باطن افسر اور سپاہی ترکان احرار کی تحریک میں شامل ہو گئے۔ اور اس بدباطن کے ارادے ناکام رہے۔ اور اسکو ایسی نامرادی کا سامنا کرنا پڑا جو ہمیشہ ایسے بدخواہ اسلام کا حصہ رہی ہے۔

اسی اثنا میں آستانہ علیہ میں ایک کونسل منعقد ہوئی۔ جس میں وزیر

اعظم نے یہ تجویز پیش کی کہ حضور سلطان المعظم اپنی سرکردگی میں ایک فوج لیکر اناطولیہ جائیں۔ اور احرار اسلام نے جو آگ لگا رکھی ہے۔ اُسکے انطفا کی کوشش کریں۔ حضور سلطان المعظم اِس ناپاک تجویز پر نہایت ہی کبیدہ خاطر ہوئے۔ اور اُسکو نفرت کے ساتھ مسترد کر دیا۔ اگر حضور سلطان المعظم اناطولیہ چلے بھی جاتے تو وہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی اس سبز فوج کے سالار اعظم بنا دیے جاتے۔ اِس فوج ظفر موج کے پرچم پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ "ایشیا ایشیائیوں کیلئے ہے"

اِسوقت صرف داماد فرید پاشا ہی غدار ملک میں موجود نہ تھا۔ بلکہ اِس خصلت کا ایک اور بھی اِسلام کا رکن موجود تھا۔ جو داماد فرید پاشا سے کسی طرح کم نہ تھا۔ وہ کون تھا؟ وہ بھی شیخ الاسلام تھا۔ جسکے ہاتھ سے اِسلام مقدسہ اور شریعت مطہرہ کے فتاوے جاری ہوا کرتے تھے۔ اُنہوں نے بھی ترکان احرار کی مخالفت کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لیکن حق کا حامی ہمیشہ حق ہی ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ترکان احرار کو اِن ہر دو مار گزیدہ سے اپنی پناہ میں رکھکر اِن کی نیش زنی سے محفوظ رکھا۔ اور ان دونوں قوم اور وطن فروشوں کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ اور مصطفیٰ کمال کی طاقت خداداد کو کچل نہ سکے اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ داماد فرید پاشا آل اپنے ناصیہ حال پر کلنک کا ٹیکہ اور ذلت کا نشان لگائے ہوئے عہدہ وزارت سے مستعفی ہو گیا۔ ساتھ ہی شیخ الاسلام بھی اپنا روسیاہ لے کر اِس عہدۂ مقدس سے علیحدہ ہوا۔ اُسکی جگہ نوری آفندی نامی مصر کے سابق قاضی القضات مقرر ہوئے۔ اور صدارت عظمہ کا منصب توفیق پاشا کے سپرد ہوا۔ اِس شرط پر کہ اناطولیہ میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُنکے ساتھیوں کے لیئے ایک اِعلان شاہی بطور معافی نامہ جاری کیا جائے۔ اور خود سلطان المعظم وہاں تشریف لے جا کر سب کو صلح پر راضی کریں۔ چنانچہ اِس فیصلہ کی رو سے وزیر عدالت اور وزیر داخلہ کو ہدایت کیگئی۔ کہ وہ ایک سکیم وضع کریں۔ جسمیں احرار اناطولیہ کو معافی دینا منظور کیا جائے۔

ترکان احرار اور بابعالی میں گفتگو

بعدازاں توفیق پاشا نے ایک اِعلان شائع کیا جسمیں یہ اُمّید ظاہر کیگئی۔ کہ نئی مجلس وزرا اگرچہ معاہدہ کی سخت شرائط اور اناطولیہ کے بلوہ کے باعث مشکلات میں پڑی ہے تاہم اِتّحادیوں کی مدد سے مرکزی حکومت اور قوم پسندوں کے درمیان برادر کشی کی جدّوجہد کو ختم کرنے اور معاہدہ سیورے کی شرائط کو عمل میں لانے میں کامیاب ہوگی۔ الغرض بابعالی نے مصطفےٰ کمال پاشا سے بات چیت شروع کی۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے ایک افسر کے ذریعہ سے بابعالی قسطنطنیہ کو یہ پیغام بھیجا۔ کہ احرار کی انگورا گورنمنٹ نامہ و پیام کیلئے تیار ہے۔ بشرطیکہ اتّحادیوں سے یہ تحریری وعدہ لیا جائے کہ وہ حسب ذیل شرائط مان لینگے۔

۱۔ سمرنا اور تھریس ترکی سلطنت کو واپس ہو۔

۲۔ عہدنامہ سیورے یعنی صلحنامہ ترکی کی شرائط خصوصاً مالی اور اقتصادی نگرانی کے متعلق بحق ترکی ترمیم کیجائیں۔

۳۔ خلافت کو سلطان سے علیحدہ کردیا جائے۔ اِسطرح کہ سلطانی تو خاندانِ عثمانی میں سب سے بڑے لڑکے کو ملا کرے۔ اور خلافت آل رسول میں ایسے شخص کو دیجائے جس کے اعتبار اور تقدیس کی کل دُنیا قائل ہو۔

تب بابعالی نے ایک یادداشت اِتّحادی کمشنروں کو روانہ کی۔ تاکہ وہ اپنی اپنی حکومتوں کو بھیجدیں۔ اتّحادی طاقتوں کو مطلّع کیا گیا۔ کہ اصلاحات کا ایک وسیع پروگرام شاہی فرمان کی صورت میں جلد مشتہر کیا جائیگا۔ اِس سکیم میں عدالتی اقتصادی اور انتظامی اصلاحات شامل ہونگی۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ بابعالی کی یہ سب کوششیں رائیگاں ہی گئیں۔ کیونکہ معاہدہ صلح کی بعض شرائط پر عامل نہ ہونے۔ اور آخری تصدیق میں لیت ولعل کرنے کے باعث اِتّحادیوں نے ترکی کی مالی امداد بند کردی۔

مصطفےٰ کمال پاشا نے معاہدہ صلح کو ناقابل قبول اور داماد فرید پاشا کی

حرکتوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور قسطنطنیہ اور ترکان احرار کی سلسلہ جنبانی کا کبھی کوئی بار آور نتیجہ نہ نکلا۔

قوم پرستوں کے معرکے اتحادیوں کے خلاف

صلح کانفرنس کے فیصلہ نے ایک دفعہ پھر ترکوں کو سر سے لیکر پاؤں تک ہلا دیا۔ ہر ترک قوم پرست بن گیا۔ اور قوم پرستوں کے ساتھ انگورا میں ملنے کو تیار ہو گیا۔ کئی صدیوں تک انھوں نے حکومت کے مزے چکھے تھے وہ غلام کسطرح بن سکتے تھے۔

یورپ کی نئی تدبیر نے ترکوں کو یہ سبق دیا کہ سب نے ذاتی رنجشوں اور عداوتوں کو دل سے دور کر کے مصطفیٰ کمال سے مل کر قوم پرستوں کی تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ اب اُن کو یقین ہوا کہ وہ جو کچھ کہتے تھے درست نکلا۔ وہ خلیفہ کی پابندیوں کا تار و پود بکھیر کر ترکان احرار کے خلاف سول وار کا خاتمہ کر کے انگورا کی طرف چل دیئے۔ اُنھوں نے قسمیں کھائیں کہ داماد فرید پاشا اور سلطان کے وزرا کا مقابلہ کریں گے جو یہ ذلیل ترین شرائط صلح قبول کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے مصطفیٰ کمال کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا۔ بلکہ وہ قوم پرستوں کی بجائے کمالی ہو گئے۔ یونانیوں اور اتحادیوں کو تباہ کرنے کا اُنھوں نے عزم صمیم کر لیا۔

سلطان نے خود صلح کانفرنس کے فیصلہ کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے احکام جاری کر دئے کہ ترکان احرار سے ہر جگہ مقابلہ بند کر دیا جائے۔ شاہی خاندان میں اس فیصلہ نے ایک زبردست ہیجان پیدا کر دیا۔ اگرچہ خلیفہ سلطنت سے دست بردار نہ ہوا تاہم معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ترکانِ احرار کی تحریک کو اب بنظر استحسان دیکھتا تھا۔ البتہ شہزادگان نے علی التواتر عہدۂ ولی عہدی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اور مصطفیٰ کمال سے ملنے کی سعی کی۔ لیکن اتحادیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔

غرضیکہ شرائط صلح نے بادشاہ سے لیکر غریب تک بدامنی اور بے چینی پیدا کر دی ترکی میں اسوقت کوئی متنفس بھی ایسا نہ تھا۔ جو ان شرائط سے متاثر نہ ہوا ہو۔ جو زیادہ منچلے اور جوشیلے تھے وہ کسی نہ کسی طرح قسطنطنیہ سے نکل کر انگورا میں نقل مکانی کر گئے۔

اور جو انتہا پسند نہ تھے وہ قسطنطنیہ میں ہی بیٹھے شرائط صلح پر نالہ و شیون کرتے تھے۔

صلح کانفرنس کے فیصلہ نے چند ہی دنوں میں وہ کر دکھایا۔ جو مصطفیٰ کمال کئی مہینوں اور سالوں میں کرتا۔ شرائط صلح نے ایک عام پریشانی پھیلا دی۔ لیکن مصطفیٰ کمال کی تحریک کو ایک عام تقویت حاصل ہو گئی۔

اب مصطفیٰ کمال ہر طرح سے تیار تھے۔ آپ نے لڑائی کا نقشہ از سر نو تیار کیا۔ بکر سامی عدنان اور فیضی کے ذمہ یہ ڈیوٹی ڈالی کہ قومی اندفاع کے سامان کی تنظیم کریں۔ خاص کر سامان حرب و ضرب اور سامان رسد کی فراہمی انکے ذمے ڈالی گئی۔ عصمت چیف آف دی سٹاف مقرر ہوا۔ لیکن افسوس کہ رؤف اور فتحی اور دیگر لیڈر مالٹا میں مقید تھے۔ قومی خدمت سے محروم تھے۔

مصطفیٰ کمال کی یہ تیاریاں قسطنطنیہ کے برخلاف نہ تھیں۔ کیونکہ سلطان نے شرائط صلح سے مایوس ہو کر سول وار کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اِس طرح مصطفیٰ کمال کو ایک دشمن کی طرف سے اطمینان خاطر نصیب ہوا۔ لیکن یہ تیاریاں اب براہ راست اتحادیوں کے برخلاف تھیں۔ مصطفیٰ کمال چاہتا تھا کہ قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے اتحادی فوجی قبضہ سے دار الخلافہ کو آزاد کیا جائے۔ اور پھر یونان سے تھریس کے علاقے خالی کرائے جائیں۔

جنوب میں پوزانتی پر حملہ کر کے فرانسیسیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ مشرق میں کاظم کارابکر نے آرمینین سرحد کو صاف کر دیا۔ اور وہاں تمام حالات درست ہو گئے۔ آرمینیا اور فرانس کے معرکے دوسری جلد میں مکمل درج ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرما دیں۔ گویا کہ اِسوقت تک ترکان احرار نے اپنے تین اعداء سے مخلصی حاصل کر لی۔ اب باقی اتحادی تھے۔ یا یونان تھا۔ اِسلیئے اب یہاں ترکان احرار کی کارروائیاں اتحادیوں کے برخلاف قلمبند کیجاتی ہیں۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہنی چاہیئے کہ ترکان احرار کو اتحادیوں سے براہ راست کوئی شدید جنگ نہ لڑنی پڑی۔ چند چھوٹی چھوٹی لڑائیاں وقوع پذیر ہوئیں کیونکہ

اتحّادیوں نے بذاتِ خود کوئی جنگ ترکانِ احرار کے برخلاف نہ چھیڑی۔

اب مصطفیٰ کمال نے یہ سوچا کہ قسطنطنیہ کے قریب تر ہو جانا چاہیئے۔ اِسوقت سمرنا میں یونانی فوجیں تھیں۔ اور قسطنطنیہ کے گرد و نواح میں اتحّادی افواج تھیں اِن فوجوں کے علاوہ اور کوئی فوج دشمن کی ملک میں موجود نہ تھی۔

ماہِ جون میں ترکانِ احرار کی ایک حملہ آور جماعت نے اصمد ریلوے لائن کے قریب چنیری پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ اور جو ہندوستانی افواج انھیں وہاں سے نکالنے کیلیئے آگے بڑھ رہی تھیں۔ اُن پر شدید گولہ باری کی۔ مگر نشانہ بازی صحیح نہ تھی۔ اِسلیئے ترکانِ احرار کو جلدی منتشر کر دیا گیا۔

پھر ترکانِ احرار نے ۵ر جولائی کو بیکوس پر حملہ کر دیا۔ یہ مقام آبنائے باسفورس کے مشرقی ساحل پر اور یورپین ساحل پر اتحادی ہیڈ کوارٹروں کے بالمقابل واقعہ ہے۔ اور قسطنطنیہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ اِس شہر پر اتحّادی قبضہ تھا۔ اِتحّادی توپیں پوری قوّت سے حملہ آوروں کی مدافعت میں آتشباری کرتی رہیں۔ لیکن باوجود شدید آتشباری اور مدافعت کے ترکوں نے اپنی پوزیشن کو نہ چھوڑا۔ آخر برطانوی سپاہ کا ایک حصّہ ترکوں کو ہٹانے کیلیئے بحری راستے سے آگے بڑھا۔ لیکن ترکوں کی گولہ باری نے اناطولیہ کے کسی ساحل پر برطانوی جہازوں کو سپاہ اُتارنے کا موقعہ نہ دیا۔ اِس سے ترکوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ برطانوی سپاہ بہت کم ہے۔ اِس جنگ میں یونانی بھی اتحّادیوں کے ساتھ دوش بہ دوش تھے۔ ترکوں نے چالیس یونانیوں کو اِس خیال سے نظر بند کر رکھّا۔ کہ اگر برطانوی سپاہ لشکر پر گولہ باری کریگی تو وہ اُن کو قتل کر ڈالیں گے۔ چونکہ اہلِ شہر کا میلان ترکوں کی طرف تھا۔ اِسلیئے اہلِ شہر کی مدد سے ترکوں نے بیکوس پر قبضہ کر لیا۔

معرکۂ اصمد

آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ ترکانِ احرار نے اصمد کو فتح کرنے کیلیئے ایک بڑی خوفناک مہم تیار کی تھی۔ اِس مہم کے

خلاف حکومتِ قسطنطنیہ نے بھی اپنی افواج روانہ کی تھیں)۔ ترکان احرار نے اصمد کے مقام پر معرکہ آرائی کا بازار گرم کر دیا۔ چنانچہ گولہ باری بھی ہوئی۔ لیکن شرائط صلح سے مایوس ہو کر سلطان نے ترکان احرار کے برخلاف جنگی کارروائیاں بند کر دی تھیں۔ اسلیئے ترکان احرار کو ترکی گورنمنٹ کے خلاف مزید جنگ کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ چونکہ ترکان احرار نے اپنی تمام اجتماعی قوت مقام اصمد پر مرکوز کی ہوئی تھی۔ اور وہ اصمد کو ایک اہم مقام خیال کر کے فتح کرنا چاہتے تھے اسلیئے اب ترکان احرار کا مطمح نظر اصمد تھا۔ چنانچہ ترکانِ احرار بغیر مقابلہ اور رکاوٹ کے نہایت ہی سُرعت کے ساتھ اصمد کی طرف بڑھے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یورپین ترکی کیطرف سے جنرل جعفر تیّار نے اپنی فوجوں کو حرکت دی۔ اور ایشیائی جانب سے علی فواد نے اصمد پر حملہ کر دیا۔ اور سلطان کی چوکیوں کی محافظ سپاہیوں کو دھکیل کر انگریزی فوجوں کے بالمقابل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر کہ صرف جنوبی ساحل اُنکے قبضہ میں ہے۔ علی فواد نے اپنا توپخانہ اُنکے گرد سیدھا باسفورس کیطرف روانہ کر دیا۔ اُنہوں نے حملہ کر کے اتحّادی ہائی کمنڈر انچیف کے دفتر سے ایک میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کو نذرِ آتش کر دیا۔ اسطرح قسطنطنیہ جس پر معمولی اتحّادی فوجیں قبضہ کیئے ہوئے تھیں۔ اور اتحادی ہائی کمشنر فاتحانہ طاقتوں کا نمائندہ تھا براہِ راست حملہ کیلیئے مطمح نظر تھا۔ اُدھر اصمد میں انگریزی فوجیں اسقدر قلیل تھیں کہ وہ ترکوں کو روک نہیں سکتی تھیں۔ اگرچہ اتحّادی بیڑے نے اصمد پر بڑھتے ہوئے ترکوں پر گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن یہ گولہ باری ترکوں کی پیش قدمی کو روک نہ سکی۔ حملہ آور تھوڑی دیر کے بعد شہر اصمد میں داخل ہو گئے۔ اب چند دنوں کی بات تھی کہ ترک دشمن کی مدافعت کی کمزور لائین کو توڑ کر عبور کر کے قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی کریں۔ اور اتحّادی افواج کو کاٹ کر رکھدیں

علاقہ سرسینا میں بھی ترکان احرار اور اتحّادیوں کے درمیان معرکے ہوئے اِن میں بھی ترک کامیاب رہے۔ ان لڑائیوں میں ذیل کی لڑائی بڑی زبردست

اور قابل ذکر ہے۔ اتحادی سپاہ نے علاقہ مرسینا میں ترکان احرار پر حملہ کیا۔ اُس وقت اتحادی سپاہ کے ساتھ ایک زبردست توپخانہ بھی تھا۔ ترکی سپاہ تعداد میں بھی بہت کم تھی۔ اُنکے پاس سامانِ حرب بھی ناکافی اور اسلحہ جات بھی اچھے نہ تھے برخلاف اُنکے اتحادی سپاہی پانچہزار سے کم نہ تھے۔ خوب معرکہ آرائی ہوئی۔ جسکا نتیجہ اتحادیوں کی شکست فاش ہی نکلا۔ اتحادی سپاہی بھاگ گئے۔ اور تین صد لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ گئے۔

قسطنطنیہ کو بچانے کی کوشش

اب ترک اسمرنا پر قابض ہیں۔ قسطنطنیہ پر اُنکی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ اگر یہاں اُنکا مقابلہ نہ کیا گیا۔ تو چند ہی دنوں کے اندر ترکان احرار قسطنطنیہ بھی اتحادیوں سے چھین لینگے۔ اب اتحادیوں کو قسطنطنیہ کے بچالے کی فکر دامنگیر ہے۔ ابھی تک صلحنامہ پر بھی دستخط نہیں ہوئے صرف قوم پرستوں کی قومی تحریک ہی اسمیں سدِّراہ ہوئی۔ ورنہ داماد فرید پاشا تو ہر طرح تیار تھا۔ کہ اُس صلحنامہ پر فی الفور دستخط کرکے اتحادیوں کے حوالہ کر دیا جائے اور ٹرکی کو صفحۂ دنیا سے ہمیشہ کیلئے نیست و نابود کر دیا جائے۔ قوم پرست دن بدن ترقی کرتے گئے۔ اور عہدنامہ سیورے پُرانا ہوتا گیا۔ اسکی تکمیل نہ ہو سکی اتحادی بیچارگی کی حالت میں تھے۔ پیرس میں صلح کانفرنس کو اب معلوم ہوا کہ ٹرکی میں اتحادی فوجیں بہت کم ہیں۔ جو شرائط صلح منوا سکیں۔ جنگ یورپ کے اختتام کے بعد فاتحانہ حکومتوں نے اپنی افواج میں کمی کر دی اسوقت قسطنطنیہ میں اتحادی فوجیں صرف چند ہزار کی تعداد میں تھیں۔ اسلئے اتحادی ہائی کمانڈر نے وہاں سے بھاگنے کی تمام تدابیر سوچ رکھی تھیں۔

مصطفیٰ کمال قسمتمند تھے۔ آپ کے اشارے کی دیر تھی اور اتحادی تباہ ہوجاتے بانیانِ صلح کی حالت کس بیکسی کی تھی۔ قسطنطنیہ کو بچانے سے عاجز تھے۔ حیران و پریشان تھے۔ اور سوچتے تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ شرائط صلح کی تکمیل کس طرح ہو۔ آخر کار اُن کو پتہ چلا کہ ترک اپنے باغی لیڈر مصطفیٰ کمال کے ماتحت اتحادیوں کو ٹرکی سے

باہر نکالنے والے ہیں۔ اِسلیئے جسطرح بھی ہو ترکوں کو روکا جائے۔ ورنہ ہر طرف معاملہ خراب ہو جائے گا۔ دنیا کے اندر تمام بغاوتیں شروع ہو جائینگی۔ بانیان صلح کانفرنس ہر طرح سے مایوس تھے۔ ترکوں کی بغاوت کو دبانا چاہتے تھے۔ لیکن دیکھئے کس طرح؟ انکو کسی طرف سے اُمّید کی جھلک نظر نہ آتی تھی۔ ایک موقعہ پر ایکس لیبن میں موسیو ملرینڈ اور سینور گولٹی وزیر اعظم اٹلی کے درمیان گفتگو ہوئی جس میں وزیر اعظم اٹلی نے اپنے فرانسیسی رفیق کار کے سامنے تجویز پیش کی۔ کہ اگر معاہدہ صلح کی تکمیل کرانا چاہتے ہو۔ تو مصطفےٰ کمال پاشا اور حکومت قسطنطنیہ کے درمیان مصالحت کی کوشش کرو۔ لیکن اِسوقت صلح کی کونسل نے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔ بھلا کرتے کیوں؟ بانیانِ صلح کامیابی کے نشہ میں چُور تھے۔ اور وہ ٹرکی کو ہڑپ کر چکے تھے اُنکا خیال تھا کہ اب ٹرکی دُنیا سے نیست و نابود ہو چکی ہے۔ اُسکی طرف توجہ کرنا عبث ہے۔ لیکن اب وہ وقت نکل چکا ہے۔ ترکانِ احرار کی جمعیت فاتح رہے وہ فاتح ہیں۔ اور کامیاب ہیں۔ اور عنقریب قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالے ہیں۔ اب اُنکی اِس ترقی کو روکے کون؟ بانیانِ صلح کی اب آنکھیں کھلی ہیں۔ اُنکے ہوش و حواس درست ہوئے ہیں۔ فتح کا نشہ اب اُنکے دماغوں سے اُتر چکا ہے۔ اب اُن کو سوچ پڑی ہے۔ کہ کسطرح قسطنطنیہ کو بچایا جائے۔ اور کیونکر صلحنامہ کی تکمیل کرائی جائے۔ آرمینیا کی حکومت جِسکی صلح کانفرنس نے بنیاد ڈالی تھی وہ بھی ختم ہو چکی ہے۔ ترکوں نے اُسکا نام و نشان مٹا دیا۔ ترکی گورنمنٹ بھی شرائطِ صلح سے مایوس ہو کر جنگ سے کنارہ کش ہو چکی تھی۔ فرانس نے بھی ترکوں کے ساتھ صلح کی گفت و شنید کر کے جنگ و جدال کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اٹلی شروع سے ہی صلح کانفرنس کی غیر منصفانہ تجاویز کے سبب سے ناراض تھا۔ کیونکہ اِتّحادیوں نے ٹرکی کے زرخیز علاقے تو خود لے لیئے۔ اور بنجر و جنگلات اُسکے حوالے کر دیئے۔ بدیں وجہ اٹلی اِتحادیوں سے علیحدہ تھا۔ بنا بریں اتحّادیوں کو کسی طرف سے امداد ملنے کی توقع نہ تھی۔ اب صلح کانفرنس کرے تو کیا کرے۔ ہاں اسوقت اگر اتحادیوں کے

اشارے پر کام کرنیوالا تھا۔ تو وہ صرف یونان ہی تھا۔ یونان کا وزیر اعظم وینزیلوس ہی خوش نظر آتا تھا۔ اسکا صرف ایک ہی مدعا تھا۔ کہ اسکی حکومت وسیع ہو جائے۔ اناطولیہ کے ساحل کا مالک ہو جائے۔ اور قسطنطنیہ اسکا دارالخلافہ ہو۔ وہ پچیس سال سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ۱۹۱۳ء والی جنگ بلقان کا بھی وہی محرک تھا۔ سرویہ۔ بلغاریہ کو اسنے حملہ کیلئے اکسایا تھا۔ اس نے مجبور کیا تھا کہ وہ جنگ میں اتحادیوں کا ساتھ دیں۔ سمرنا میں اس نے بہترین یونانی فوج جمع کی تھی۔ اسنے برطانیہ اور فرانس سے عمدہ سے عمدہ سامانِ حرب وضرب خرید کر جمع کیا تھا۔ اور اپنی افواج کو توپ اور بندوق سے بہترین طریق پر آراستہ کیا تھا اسنے سمرنا کیطرف نہائیت ہی ہوشیار اور عقلمند تجربہ کار افسر روانہ کیئے تھے۔

اسوقت یونان نے خود بخود ہی اتحادیوں سے التجا کی۔ کہ اسکی فوج اتحادیوں کے ہر اشارے کیلئے حاضر ہے۔ بشرطیکہ اسکو ترکی کے علاقے دیئے جائیں۔ وہ اپنی افواج کو میدان جنگ میں لے جائیگا۔ تاکہ شرائط صلح کی تکمیل ہو جائے اس التجا پر بانیان صلح کی آنکھیں کھل گئیں۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تھا۔ انہوں نے یونان کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور اسکو آلہ کار بنا لیا۔ اور حکم دیا۔ کہ فوراً چڑھائی کر دو۔ اتحادی فوجوں کو ترکوں کے ہاتھوں سے بچا لو۔ اسطرح سے ترکان احرار اور اتحادیوں کے درمیان کاوش کا خاتمہ ہوا۔ اور یونان اور ترکان احرار کے درمیان براہِ راست طرح جنگ پیدا ہوئی۔ اتحادی میدان کارزار سے علیحدہ ہوئے۔ اتحادیوں اور ترکان احرار کے درمیان کوئی مزید جنگی کارروائی سننے میں نہ آئی۔ اور یونان نے میدان جنگ سنبھالا۔

اسوقت جبکہ مصطفےٰ کمال نے اپنی فوجیں قسطنطنیہ پر حملہ کرنیکے لیئے جمع کر لیں۔ یونان نے بانیان صلح کے اشارے کے مطابق پیش قدمی شروع کر دی۔ ۲۲ جون ۱۹۲۰ء کو یونان آگے بڑھا۔ ہر محاذ پر یونانی فوجوں کو کامیابی حاصل ہوتی گئی۔ کیونکہ اسوقت درحقیقت مصطفےٰ کمال کے پاس چند ہی باقاعدہ فوجیں تھیں۔

آپ کے پاس صرف اِتنا ہی وقت تھا کہ وہ چند فوجوں کو تیاّر کر سکتے ۔ وہ بھی غریب تھیں ۔ نہ تو اُن کے پاس سامان حرب تھا ۔ اور نہ ہی سامان رسد ۔ باقی افواج ایک بے قاعدہ گروہ تھیں ۔ عُمدہ اور اچھّی طرح سے لیس شُدہ یونانی فوجوں کا مقابلہ نہ کر سکیں ۔ ایک یونانی فوج نے تھریس کی طرف پیش قدمی کی اور آرمی کور نمبر ا کو بمعہ اُسکے کمانڈر جعفر تیاّر گرفتار کر لیا اور اڈریانوپل میں داخل ہو گئی ۔ اور تمام ترکی عساکر کو قسطنطنیہ کی اس جانب سے جہاں اِتحاّدی تھے نکال دیا ۔

ایک اور فوج نے سمرنا کی جانب کوچ کیا ۔ اور اس ترکی فوج کو جو اسمد پر تھی پسپا کر دیا ۔ اِس طرح ایشیائی جانب سے بھی قسطنطنیہ پر حملہ کر کے خطرہ کو مٹا دیا ۔ اتحاّدی قسطنطنیہ میں محفوظ ہوئے ۔ باقی فوج دو کالموں میں سیدھی ملک کے اندرونی حصّے کیطرف بڑھی ۔ تاکہ اس ریلوے لائین پر قبضہ کرے ۔ جو شمال سے جنوب کی جانب جاتی ہے ۔ اور عسکی شہر اور الفا ئین کے جنکشنوں پر قبضہ کرے ۔ یونانی فوج نے ابھی نصف راستہ ہی طے کیا تھا ۔ کہ اُن کو اِتحاّدیوں کیطرف سے ٹھیر جانے کا حکم پہنچا ۔ چنانچہ وہ اُسی مقام پر خندقیں کھود کر بیٹھ گئے ۔ اِتحاّدیوں کی مرضی تھی ۔ کہ یونانی اِس خط سے آگے نہ بڑھیں ۔ اِس مقام پر یونانی افواج چھ ماہ تک ڈیرے ڈالے بیٹھی رہیں ۔ اور اپنی پوزیشن کو مضبوط بناتی رہیں ۔

اِس اثنا ء میں مصطفےٰ کمال نے تمام بے قاعدہ عساکر کو چھوڑ دیا ۔ اور باقاعدہ فوجیں ہمراہ لیکر ملک کے اندرونی پہاڑوں کیطرف واپس ہو گیا ۔ کیونکہ مصطفےٰ کمال کی موجودہ باقاعدہ افواج بہت کم تھیں ۔ اور یونانی افواج بیشمار تھیں ۔ اِسلیئے مقابلہ مشکل تھا ۔ بنا برین مصطفےٰ کمال نے مزید افواج کی تیاّری کا حکم دیدیا ۔

لیکن تُرک یونانیوں سے شکست اور ہزیمت اُٹھا کر بہت گھبرائے ۔ فوجوں نے بھاگنا شروع کر دیا ۔ ملک میں عام بے چینی پھیل گئی ۔ ذمہّ دار آدمیوں کو سزا دینے کا مطالبہ شروع ہو گیا ۔ علی فواد مغربی محاذ کا کمانڈر تھا ۔ اور مصطفےٰ کمال

ان تمام تکالیف کا ذمہ دار تھا۔ تمام ملک میں مایوسی کا عالم چھا گیا۔ صلح صلح کی آوازیں پھر ملک سے بلند ہونی شروع ہو گئیں۔ لیکن مصطفیٰ کمال کو اس شکست سے اور عوام الناس کی چیخ و پکار سے کوئی جنبش نہ ہوئی۔ وہ اپنی جگہ پہ ایک مضبوط چٹان کی طرح اطمینان کے ساتھ قائم رہا۔

اسوقت ان حالات کی پیچیدگیوں کے درمیان نیشنل گرانڈ اسمبلی نے کہنہ خستہ ایگریکلچرل سکول کے ایک کمرے میں اپنی میٹنگ طلب کی۔ مصطفیٰ کمال فی الفور اس میٹنگ میں حاضر ہوئے۔ تاکہ آپکے خون کے پیاسے شور و پکار کرنیوالے ڈپٹیوں کا منہ بند کر دیا جائے۔ آپ حاضرین مجلس کے درمیان کھڑے ہوئے۔ تمام شور و پکار بند ہو گئی۔ آپ کمال غصّے سے بولے۔ آواز صاف تھی۔ گو رنج آمیز تھی۔ آپ کو اپنے کام میں اطمینان کامل تھا۔ اسوقت آپنے اپنے ڈپٹیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ لوگوں کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ترکی افواج یونانی افواج کا مقابلہ کرنیکے لیئے اتنی جلدی تیار نہیں ہو سکتیں۔ اس شکست کی تمام تر ذمہ داری سلطان کے مشیروں پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے پرانی تجربہ کار فوجوں کو توڑ دیا ہے اور سامانِ حرب دشمنوں کے حوالے کر دیا ہے۔ مزید غلط کارروائی انہوں نے یہ کی کہ سول وار شروع کر دی۔ آپ ڈپٹیوں کو صبر سے کام لینا چاہیئے۔ نئی افواج کی از سرِ نو تنظیم کیلیئے وقت دینا چاہیئے۔

مصطفیٰ کمال کی تقریر نے سب کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔ وہ بیدار ہو گئے۔ اُنکے دلوں میں امّید کی روح پیدا ہو گئی۔ حقیقت میں اب لڑائی یونان سے براہ راست تھی۔ اگرچہ اتحّادی اسکی اُسکے پشت پناہ تھے۔ اُسکی پیٹھ ٹھونک رہے تھے لیکن تاہم اُنہوں نے براہِ راست اس جنگ میں کوئی حصّہ نہ لیا۔

پھر مصطفیٰ کمال نے تقریر کے دوران میں کہا کہ آپ لوگ ترک ہو۔ کیا آپ لوگ یونانیوں کی تابعداری کرو گے۔ جو کل تک آپ لوگوں کا غلام اور مطیع تھا۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ کہ آپ ایسا کرو گے۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ مل کر کام کرو۔ تیار ہو جاؤ

پھر فتح ہمارے قدم چومے گی۔

الغرض مصطفٰے کمال کی تقریر نے مخالفت کا ستیاناس کر دیا۔ کسی ڈپٹی نے آپکے سامنے چوں سے چرا تک نہ کی، بلکہ اُن کی تسلّی و تشفّی ہو گئی۔ مجلس عالیہ ملیہ آپکے ساتھ تھی۔ تمام ملک میں آپ نے قاصد بھیج دیئے۔ اور حکم دیا کہ آدمی بھرتی کرو۔ اسلحہ جات فراہم کرو۔ اور باقاعدہ فوجوں کی تعداد بڑھا دو۔

اب ہم ان واقعات کو اسی جگہ بند کر دیتے ہیں۔ کیونکہ یونانی افواج بھی خندق گزیں ہو کر اپنی تیاریوں میں مشغول ہو گئیں۔ اور مصطفٰے کمال نے بھی مزید فوج اور سامان حرب کی فراہمی کا انتظام کیا۔ چنانچہ آپ نے عصمت پاشا کو چیف آف دی سٹاف مقرر کر کے عسکی شہر کی طرف روانہ کیا۔ جہاں عصمت پاشا نے نئے رنگروٹ بھرتی کرنے شروع کر دیئے۔ اور اُن کو قواعد پریڈ سکھلا کر باقاعدہ جنگجو سپاہی بنا کر لڑائی کیلئے تیار کر دیا۔ کئی ماہ تک جانبین میں جنگ کی تیاریاں ہوتی رہیں اور کوئی جنگی واقعہ رونما نہ ہوا۔ ہاں البتّہ اس اثنا میں ادھم پاشا ایک سرکش سردار نے سر اُٹھایا۔ اور مصطفٰے کمال کی مخالفت میں قدم رکھّا۔ اور خود مختاری کا دم بھرنے لگا۔ لہٰذا ہم یہاں صرف ادھم کا قصّہ بیان کر کے اس باب کا یہیں خاتمہ کرتے ہیں۔

ادھم

ترکانِ احرار اب یونان کے برخلاف تیاریوں میں مشغول تھے۔ لیکن اس دوران میں اُنکو ایک نئی مصیبت کا سامنا ہوا۔ اب تک سمرنا میں یونانیوں کے مقابلہ میں بے قاعدہ گروہ لڑتے تھے۔ یہ گروہ ہر قسم کے آدمیوں سے تیار کیئے گئے تھے۔ وہ اپنے افسروں کی باقاعدہ تابعداری بھی کرتے تھے۔ ایسے بے قاعدہ گروہوں کی لڑائیاں بھی بے قاعدہ ہی تھیں۔ لڑائیاں کیا تھیں۔ طبع آزمائیاں تھیں۔ کبھی یہاں حملہ کیا۔ اور کبھی وہاں حملہ ہوا۔ پھر پہاڑوں میں پوشیدہ ہو گئے۔ ایسی لڑائیوں سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوتا تھا۔ سوائے اسکے کہ دشمن کو دق کر کے خشمگین کیا جائے۔

اسوقت ان بے قاعدہ گروہوں کا سردار ادھم سرکیشیا کا باشندہ تھا۔ اس نے بہت سی فوج جمع کرلی۔ جسکے پاس توپ خانہ اور مشین گنیں بھی تھیں۔ اُسنے اپنی فوج کا نام سبز فوج رکھا۔ کوتاہیا میں اُسکا ہیڈ کوارٹر تھا۔ بلکہ وہ بولشویک طریق کے مضامین اخبارات میں شایع کیا کرتا تھا۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ اس سبز فوج نے یونانی حملوں کا مقابلہ کیا۔ سول وار کا خاتمہ کردیا۔ اور انگورا کو بھی سول وار کے خطرے سے بچالیا۔

کوتاہیا سے ادھم نے اپنا رسوخ تمام ملک میں وسیع کرنا شروع کردیا۔ اُسنے انگورا کے بالمقابل خودمختاری کا اعلان کردیا۔ ٹیکس وصول کرنے شروع کردیئے۔ سول افسروں کے نام احکام و فرامین جاری کردیئے۔ جنھوں نے تعمیل حکم میں کوتاہی کی اُن کو سزا دی۔ بلکہ اُس نے موت کی سزائیں بھی دیں۔ باغیوں کو قرار واقعی سزائیں ملیں۔ بعضوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ جب اُسکو انگورا سے الحاق کرنے کیلیے کہا گیا۔ تو اُس نے اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا۔ اور وہ بہت جلد ڈکٹیٹر بننے کی کوشش کررہا تھا۔

جب تک بے قاعدہ فوج میدان جنگ میں تھی۔ اُسکی فرعونیت نما گردن ہرگز خم نہ ہوئی۔ عصمت اور فیضی بڑی سرعت کے ساتھ باقاعدہ افواج کی ترتیب و تنظیم کررہے تھے۔ افسر بے قاعدہ گروہوں کے سرداروں کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ باقاعدہ فوجوں کے سپاہیوں کو تنخواہیں بہت کم ملتی تھیں۔ اسوجہ سے بہت سے سپاہی ادھم سے جا ملے۔ جہاں تنخواہیں بھی کافی تھیں۔ اور لوٹ مار کا سامان بھی بہت حاصل ہوتا تھا۔ لیکن جب افسروں نے اپنے سپاہیوں کو واپس مانگا۔ تو بے قاعدہ گروہوں کے سرداروں نے اُن کو واپس دینے سے انکار کردیا۔

اب اس باہمی تقاضا کے ختم ہونے کا وقت آگیا۔ علی فواد مغربی محاذ کا انچارج تھا۔ اور اُسکی تمام کارروائیاں بے قاعدہ سپاہیوں کے استعمال پر ہی منحصر تھیں۔ علی فواد اپنی باقاعدہ افواج کو شدید ضرورت کے موقعہ پر ہی استعمال کیا

کرتا تھا۔ وہ ان بے قاعدہ سپاہیوں سے ہر وقت بے قاعدہ لڑائی کا میدان گرم رکھتا تھا۔ بلکہ وہ وردی بھی بے قاعدہ سپاہیوں کیطرح ہی پہنتا تھا۔ علی فواد نے ادھم سے مقابلہ کیا۔ لیکن علی فواد ادھم کی نسبت مضبوط نہ تھا۔

ماہ اکتوبر میں علی فواد نے ادھم کے کہنے کے مطابق اور عصمت کی مرضی کے خلاف یونانیوں پر حملہ کیا۔ لیکن علی فواد کو اس حملہ میں شکست ہوئی۔

اسوقت مصطفیٰ کمال نے خیال کیا کہ بے قاعدہ گروہوں کو توڑ کر میدان جنگ کیلئے تیار کیا جائے۔ مصطفیٰ کمال نے علی فواد کی بے قاعدہ افواج کے ساتھ حملہ کرنے کی غلطی معاف کر دی۔ اور واپس بلا کر عصمت اور فیضی کے ساتھ مقرر کر دیا۔ اور رفعت کو توپ خانہ کا انچارج کر دیا۔ ساتھ ہی ادھم کو بھی ہدایت کر دی کہ وہ بھی عصمت کے ماتحت آ جائے۔

لیکن ادھم نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ وہ عصمت کو اپنا افسر تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اُسنے اپنے آدمیوں کے روبرو لاف زنی شروع کر دی۔ اور کہنے لگا کہ جب وہ انگورا جائے گا مصطفیٰ کمال کو اسمبلی کے دروازے کے سامنے تختہ دار پر لٹکا دے گا۔

مصطفیٰ کمال نے ادھم کو انگورا میں بلایا۔ وہ بڑی کبر و نخوت اور فرعونیت مزاج کے ساتھ انگورا میں پہنچا۔ مصطفیٰ کمال کی کار میں بیٹھکر اُسکے دفتر میں آیا۔ دونوں آپسمیں بڑے تپاک سے ملے۔ ادھم کا جسم اور ڈیل ڈول مصطفیٰ کمال سے کئی گنا زیادہ تھا۔ رنگ دونوں کا بھورا تھا۔ دونوں طاقت اور حکومت کے نشے میں چور تھے۔

مصطفیٰ کمال نے چائے اور سگرٹ سے اُسکی تواضع کی۔ اور کہا کہ یہ صرف ٹرکی کی بہتری کیلئے ہے۔ کہ اب بے قاعدہ فوج منسوخ کر دی جائے۔ اور باقاعدہ فوج کو اسجگہ مقرر کیا جائے۔ لیکن ادھم نے اس بات سے اتفاق نہ کیا۔ اور کہا کہ وہ عصمت اور فیضی کے ماتحت رہنے کو تیار نہیں۔ کیونکہ وہ تو قسطنطنیہ میں آرام سے بیٹھکر

مرنے کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ اور اب گیارھویں گھڑی میں آنکر ہم سے مل گئے ہیں۔ ہر قسم کی تکالیف اور صعوبات ہم برداشت کریں۔ اور اب وہ ہم پر افسر بنیں۔ یہ بالکل غیر ممکن ہے۔

ادھم دوران گفتگو میں مصطفےٰ کمال کیطرف بغور دیکھتا رہا۔ کیونکہ وہ اسکی نظروں میں مشکوک تھا۔ ریوالور اُسکے ہاتھ میں تھا۔ کہ بصورتِ ضرورت فوراً اس کا استعمال کیا جائے۔ مصطفےٰ کمال نے بھی اُسکے ہاتھ میں ریوالور دیکھ لیا اور خاموش رہا۔

مصطفےٰ کمال نے کہا۔ آؤ ادھم گاڑی پر سوار ہو کر عسکی شہر کی طرف چلیں اور عصمت کے ساتھ اِس امر کے متعلق ذکر کریں۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسا انتظام کرے۔ جو ہم سب کیلئے یکساں مفید ثابت ہو۔

مصطفےٰ کمال نے خیال کیا کہ بے قاعدہ فوج کو منسوخ کرکے بداعتمادی پھیلے گی۔ اگر ادھم عسکی شہر کیطرف عصمت کو ملنے کیلئے چلا جائے۔ تو ادھم عصمت کا بہترین مددگار بن سکتا ہے۔

اِس اثنا میں سلطان نے ایک وفد عزت پاشا کی سرکردگی میں انگورا میں بھیجا۔ تاکہ قسطنطنیہ اور انگورا کے درمیان اِتحاد و اتفاق کی بنیاد قائم ہو جائے۔ اب ایک دفعہ پھر سلطان کے حق میں ہمدردی پیدا ہونے کا وقت آگیا۔ ادھم بھی ڈپٹیوں میں ہر دلِ عزیز تھا۔ وہ بھی اسکی مدد کرتے تھے۔ اسکے کارناموں کی تعریف کرتے تھے۔ اُسکی چھوٹی چھوٹی بے قاعدہ لڑائیوں کو مفید خیال کرتے تھے۔ اُنہوں نے مصطفےٰ کمال کی فوجی حکومت اور اسکے سٹاف آفیسر کے متعلق اِظہار ناراضگی کیا۔ اور کہا کہ مصطفےٰ کمال ہم سب کو تباہ و برباد کر دیگا۔ لیکن ہم تباہ ہونیکے لیے تیار نہیں۔ ہم ادھم کے ساتھ مِل جائینگے۔

مصطفےٰ کمال اور ادھم گاڑی میں سوار ہو کر عسکی شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن اسوقت ادھم کے دِل میں مزید شکوک پیدا ہونے لگے۔ کہ عسکی شہر میں وہ

باقاعدہ فوج میں گھرا ہوا ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ وہ کسی پھندے میں قابو آجائے۔ یہ سوچ کر وہ فوراً گاڑی سے نیچے اُتر گیا۔ اور اپنے آدمیوں سے جا ملا۔ چنانچہ اُس نے انگورا گورنمنٹ کا ساتھ چھوڑ کر سلطان سے الحاق کرنے کی ٹھانی۔ لہٰذا اُس یونانی افسروں سے مل جانے کی خواہش ظاہر کی۔ کوتاہیا میں پہنچ کر اُس نے اپنی بے قاعدہ افواج کو توڑ دیا۔ اور اُنسے ہتھیار لیکر اُن کو گھروں میں واپس لوٹا دیا۔ انگورا سے آئے ہوئے افسروں کو بھی موقوف کر دیا۔ خود قوم پرستوں کی افواج کا کمانڈر ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور گرانڈ نیشنل اسمبلی کو یہ اطلاع بھیجدی کہ ملک لڑائی سے تھک چکا ہے۔ اور جو کمیشن قسطنطنیہ سے عزت پاشا کے ماتحت آئی ہے اُسکو اختیار دیدو کہ وہ اتحادیوں سے صلح کر لے۔ میں قوم اور فوج کی ترجمانی کر رہا ہوں۔

اِس خط کے جواب میں مصطفیٰ کمال نے ادھم کو جواب دیا "اب تک تو میں آپسے بھائیوں کا سا سلوک کرتا رہا ہوں۔ لیکن بعد ازیں آپ کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائے گا۔"

مصطفیٰ کمال نے عصمت کو حکم دیا کہ بے قاعدہ گروہوں کو توڑ دو۔ رفعت کی سرکردگی میں باقاعدہ افواج کوتاہیا میں ادھم کے مقابلہ میں روانہ کیگئی اور اُسکو سزا دے کر کوتاہیا سے باہر نکال دیا گیا۔ تمام گاؤں جو کہ بے قاعدہ گروہوں کی حکومت سے تنگ آگئے تھے۔ اُنکی تکلیفوں سے آزاد ہو کر خوش ہوئے۔ یہ لوگ رفعت کے ساتھ مل گئے۔ تاکہ بے قاعدہ گروہوں کو تتّر بتّر کر دیا جائے۔ اِس شکست کے بعد ادھم نے قسم کھائی۔ کہ وہ مصطفیٰ کمال سے بدلہ لیگا اور اپنے چند ہمراہیوں کو ہمراہ لیکر یونانیوں سے مل گیا۔

مصطفیٰ صغیر

مصطفیٰ کمال کا خاتمہ کرنیکے لیئے یورپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ایکطرف تو جنگ و جدال کا جال بچھایا جا چکا ہے۔ دوسری جانب خدع اور فریب سے کام لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک شخص مصطفیٰ صغیر نامی کو اُسکی جان لینے کیلئے مامور کیا گیا۔ یہ شخص بنارس کا باشندہ تھا۔ غریب خاندان میں پیدا

ہوا۔ تعلیم جاری رکھنے کی اُسکو جرأت نہ تھی۔ کیونکہ اُسکے والدین متحمل بار مصارف واخراجات تعلیم نہ ہوسکتے تھے۔ لیکن اُسمیں قابلیّت کے خاص جوہر تھے۔ ترقّی کرنے کا خاص مادہ اُسمیں موجود تھا۔ انگریزوں نے اُسکی قابلیت وصلاحیّت دیکھ کر اُسکی دستگیری کی۔ تاکہ اُسکی تعلیم کی تکمیل ہوجائے۔ حکومت نے اُسکو اکسفورڈ میں بھیجدیا۔ مصطفٰے صغیر وہاں .... بڑے بڑے اُمرا ورؤسا کے بچوّں کے ہمراہ تعلیم پاتا رہا۔ چونکہ حکومت اُسکی اہلیّت کی کما حقّہ واقف ہوچکی تھی اسلیئے اسکو اپنے کاموں کیلیئے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کیلیئے تیّار کیا جاتا تھا۔ بظاہر یہ فعل ایک احسان کی حیثیت رکھتا تھا۔ تعلیم سے فراغت حاصل کرنیکے بعد اُس نے اپنی ذات کو وزارت خارجہ انگلستان کیلیئے وقف کردیا۔ سب سے پہلے اُسکو مصر بھیجا گیا۔ تاکہ وہاں عربی زبان کی تکمیل کرے۔ اور اسکے ساتھ ہی مصری وطن پرستوں کی تحریک حریّت کے متعلّق معلومات حاصل کرے۔ جو اِسکندریہ اور قاہرہ میں دن بدن ترقّی کررہی تھیں۔ اور اِس تحریک کے حقیقی مقاصد واغراض کے متعلّق اطّلاع دے۔ پھر مصر سے جرمنی بھیجا گیا۔ وہاں بھی اُسنے حسب اِستطاعت کام کیا۔ پھر اُسکو بلغاریہ اور دولتِ ملّت انگورہ کے تعلقات کی کیفیّت معلوم کرنیکے لیے بھیجا گیا۔ چونکہ اسوقت اسلام کے پراگندہ شیرازہ کو پھر یک جا بستہ کرنے کی کوششیں ہورہی تھیں غازی مصطفٰے کمال پاشا کی مساعی خاصکر جاذب نظر تھیں۔ اِسلیئے انگریزوں کی توجّہ اِسطرف زیادہ تر مبذول تھی۔ اُنھوں نے مصطفٰے صغیر کو قسطنطینہ روانہ کردیا۔ وہاں اُسنے ایک انجمن بنام انجمن ہندوترک کی بنیاد ڈالی۔ جسکا بظاہر مقصد ترکانِ احرار کی اِمداد واعانت تھی۔

سادہ لوح ترک اس نئے نام کی انجمن میں داخل ہوگئے۔ اور انجمن مذکور کا کام زوروں پر ہوگیا۔ مصطفٰے صغیر کا اِعتماد ترکوں میں پیدا بھی ہوگیا۔ اور زیادہ بھی ہوگیا۔ تب وہ براستہ سمندر قسطنطینہ سے انگورا کی طرف چلدیا۔ لیکن اثنائے راہ میں ایک یونانی جہاز نے اُسکو گرفتار کرکے یونان پہنچا دیا۔ بہت جلد اسکو وہاں سے

رہائی حاصل ہوگئی۔ جسکے سبب سے اُسکے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہوگئے۔

یونان سے رہا ہونیکے بعد وہ انگورا پہنچا۔ وہاں اُس نے اپنے آپ کو ترکوں کا بہت بڑا خیرخواہ اور حقیقی دوست اور سرگرم حامی و مددگار ظاہر کیا۔ اُسکو معلوم تھا کہ حکومت نے خطوط و مکاتیب پر احتساب قایم کیا ہوا ہے۔ اُس نے جمال فرید نامی ایک شخص کو قسطنطنیہ میں جو خطوط لکھے۔ وہ ترکان احرار کی افواج کی تعریفوں سے لبریز تھے۔ ادھر اُس نے انگورا میں بڑے بڑے آدمیوں کے ساتھ رابطۂ دوستی وتعلقات پیدا کر لیا۔ اِس ضمن میں اُسنے غازی مصطفےٰ کمال سے بھی ملاقات کی۔

اسوقت مصطفےٰ صغیر کی عمر تقریباً چالیس سال کی تھی۔ قد متوسط درجہ کا تھا۔ اور شکل وصورت میں ہندیوں کی نسبت مصریوں سے زیادہ مشابہت تھی۔ متواضع تھا اکثر اشخاص پہلی ہی ملاقات میں اُسکے گرویدہ ہوجاتے۔ لیکن غازی مصطفےٰ کمال پر اُسکے اس انداز نے اُلٹا اثر کیا۔ اور اُنکے دل میں شبہ پیدا ہوگیا۔ کہ ضرور کوئی جاسوس ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے عدنان بے کے ساتھ اس شبہ کا بھی ذکر کر دیا۔ جو اسوقت دولت ملیہ انگورا کے وزیر داخلہ تھے۔

اگرچہ مصطفےٰ صغیر ہر طرح اپنے آپ کو ترکان احرار کا رفیق وشفیق ظاہر کرتا لیکن تاہم بھی معاملہ مشکوک ہوچکا تھا۔ دولت انگورہ اس آدمی کے حقیقی حالات دریافت کرنے میں مصروف ہوئی۔ تفتیش شروع کر دیگئی۔ اور ساتھ ہی اُسکے خطوط کو ماہرین فن کے سپرد کر دیا گیا۔ تاکہ وہ دیکھیں کہ خاص کیمیاوی مرکب ان خطوط کی تحریر میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ آخر کار ایک نوجوان نے وہ مرکب دریافت کر لیا۔ جسکے ذریعہ مصطفےٰ صغیر راز کی باتیں باہر بھیجتا تھا۔ اُسکے تمام خطوط پڑھے گئے شک وشبہ مکمل طور پر قایم ہوگیا۔ اِسکے بعد اُسکے ہر خط پر احتساب ہوتا تھا۔ جب ترکان احرار کے پاس اُسکے خلاف پورا پورا مواد کا ذخیرہ فراہم ہوگیا۔ تو اُسکو گرفتار کر لیا گیا۔ اور ایک خاص عدالت اِس مقدمہ کی سماعت کیلئے مقرر کیگئی۔ اُس عدالت کا نام مجلس رکھا گیا۔ مئی سنہ ۱۹۲۱ء میں اُسکا قیام ہوا۔ اِس مجلس کا صدر احسان بے تھا

جو کسی وقت قسطنطنیہ میں توپ خانہ کا نائب سپہ سالار تھا۔ کسی بنا پر حکومت قسطنطنیہ نے اُسکی موت کا حکم صادر کر دیا۔ وہ قسطنطنیہ سے بھاگ کر انگورا میں آ گیا۔ یہاں وہ مجلس ملّیہ انگورا کا رکن بنا دیا گیا۔

اُسکی یادداشت میں مصطفیٰ کمال کے تمام نشانات دیئے ہوئے تھے۔ اُن راستوں کا بھی ذکر تھا۔ جن سے غازی ممدوح اکثر و بیشتر گذرا کرتے تھے۔ بلکہ اُنکی موٹر کار کا نمبر بھی درج تھا۔ اور ان تمام اشخاص کے نام بھی لکھے ہوئے تھے جو ہر وقت غازی موصوف کے ساتھ رہتے۔ اِس ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ مصطفیٰ صغیر کو اسلیئے انگورا بھیجا گیا تھا۔ کہ وہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی خدمت میں بیس لاکھ لیرہ اور اطالیہ میں ایک عمارت کی رشوت پیش کرے۔ تا کہ غازی ممدوح ایشیائے کوچک کو چھوڑ دیں۔ اگر وہ رشوت قبول نہ فرمائیں۔ تو پھر اُنکے قتل کے سامان پیدا کیئے جاویں۔

یہ تمام معلومات مصطفیٰ صغیر کی گرفتاری کے بعد دستیاب ہوئیں۔ اُس نے بہت سی اطّلاعات کا خود ہی اقرار کر لیا۔ لیکن کچھ مدّت کے بعد وہ خاموش ہو گیا اور کسی سوال کا جواب نہ دیتا۔ یہاں تک کہ اُسنے اپنے پہلے بیانات کا بھی انکار کر دیا جو اُسنے تماشائیوں کے روبرو مجلس میں دیئے تھے۔ اور مجلس نے اُس کے دستخط ثبت کرائے تھے۔ اِس انکار کی وجہ یہ تھی کہ اُسوقت باقر سامی بے لنڈن میں صلح کی گفت و شنید کر رہے تھے۔ مصطفیٰ صغیر کا خیال تھا کہ مقدمہ طول کھینچے گا اور حکومت برطانیہ اُسکے بچاؤ کی کوشش کریگی۔ ترک اس نکتہ کو سمجھتے تھے اسوقت انگورا کے ایک اخبار نے ایک خاص نمبر میں یہ خبر شائع کر دی کہ باقر سامی لنڈن سے روانہ ہو گئے ہیں۔ گفت و شنید کسی اطمینان بخش نتیجہ پر نہیں پہنچی۔ لہٰذا دولت انگورہ اور حکومت برطانیہ میں مصالحت و موافقت کی کوئی صورت نہیں رہی۔ یہ اخبار مصطفیٰ صغیر کے پاس بھیجا گیا۔ جب اُسنے اُسے پڑھا۔ تو دھوکہ میں آ گیا۔ پھر اُسکے بعد اُسنے اپنے تمام جرائم کا اقرار کر لیا۔

انگریز مختلف طریقوں سے اسکی رہائی کی کوششیں کرتے رہے۔ بلکہ دولت برطانیہ نے انگورہ کو یہ پیغام بھیجا کہ مصطفیٰ صغیر کی سزائے موت کو غیر دوستانہ فعل تصوّر کیا جائے گا بھی لکھا کہ اسکو جنگی قیدی تصوّر کر کے برطانی معاہدہ کی رو سے تبادلہ میں واپس کر دیا جائے۔ لیکن انتہا پسند ترکوں نے اسے نفرت کے ساتھ نظر انداز کر دیا اور کسی نے کچھ نہ سنا اور مصطفیٰ صغیر کی موت کا حکم صادر کر دیا گیا۔ اور مئی ۱۹۲۱ء کے انجام میں اسکو پھانسی پر لٹکا دیا۔

پانچواں باب

قوم پرستوں اور بالشویکیوں کا اتحاد

گزشتہ ابواب میں مصطفیٰ کمال کے ابتدائی حالات۔ جنگ طرابلس۔ جنگ بلقان۔ جنگ یورپ۔ اتحادیوں کے قبضہ قسطنطنیہ کے حالات۔ قوم پرستوں کی تحریک۔ قوم پرستوں کے حالات۔ بادشاہ اور حکومت ترکی کی قوم پرستوں سے مخالفت اور اتحادیوں کی معاندانہ کارروائیوں کے حالات مکمل طور پر قلمبند ہو چکے ہیں۔ محاربات آرمینیا فرانس اور یونان طویل ہونیکے سبب سے آگے چل کر مختلف حصص کی صورت میں بیان کیے گئے ہیں۔

اب ہمنے ناظرین کی خدمت میں ان واقعات و حالات کو پیش کرنا ہے جو مصطفیٰ کمال کے ہاتھوں بیرونی ممالک کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کیلئے رونما ہوئے۔ مصطفیٰ کمال کا خیال تھا کہ ہمسایہ طاقتوں اور اسلامی ممالک سے دوستانہ تعلقات پیدا کیے جاویں۔

قوم پرست اور نوجوان ترکوں نے آغاز میں سیواس کو اپنی جدوجہد کا مرکز بنایا اس جگہ اتحاد و اتفاق کی تخم ریزی کیگئی۔ اور اسی جگہ اس پودہ نے نشوونما پائی

چونکہ یہ جگہ ملک کے وسط میں نہ تھی۔ اِسلیئے اِس تحریک کو سیواس سے منتقل کرکے انگورا کو اِس جدّوجہد کا مرکز بنالیا۔

انگورا ملک کے عین وسط میں واقعہ ہے۔ صرف ملک کا درمیانی مقام سمجھ کر ترکان احرار نے یہاں اپنا دفتر قایٔم کرلیا۔ تاکہ یہاں سے تمام ملک کے حالات کا پتہ چلتا رہے۔ اور ضروری کارروائیاں یہاں سے جلدی ملک کے اندر نشر و اشاعت پذیر ہوسکیں۔ نہ تو اُنکے پاس کوئی بلڈنگ تھی۔ نہ کوئی حکومت کا سامان تھا۔ وہاں ایک قدیم ایگریکلچرل سکول تھا۔ شکستہ و خراب حالت میں تھا۔ حکومت اُسکی طرف سے بالکل غافل تھی۔ اسلیئے ویران حالت میں اِس سکول کی عمارت کھڑی تھی۔ یہاں مصطفٰے کمال نے اپنا دفتر قایٔم کیا۔ تاکہ اُسمیں بیٹھکر ملک کی بہتری اور بہبودی کے لیئے حالات و واقعات پر غور و پرداخت کیا کریں۔ اور کوئی لایٔحہ عمل تیار کریں۔

الغرض مصطفٰے کمال کی تحریک کا آغاز مستقل طور سے انگورا شہر سے ہی ہوا۔ اور یہی شہر ترکان احرار کی قومیت کا ماویٰ و ملجا بنا رہا۔ قومی نشو و نما اِس شہر میں ہوئی اور مآل کار حکومت انگورا کی بنیاد بھی اِسی شہر میں ڈالی گئی۔ چنانچہ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء میں مصطفٰے کمال نے قومی حکومت کی بنیاد ڈال دی۔ قومی پارلیمنٹ کا قیام ہوا۔ قومی جدوجہد اس جگہ سے سیل رواں کیطرح بڑھا۔ اور تمام ملک میں پھیل گیا۔

قوم نے متفقہ طور پر مصطفٰے کمال کو اپنا پریذیڈنٹ تسلیم کیا۔ اور آپ کے زیر صدارت پہلی قومی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔

انگورا دراصل ایک پہاڑی مقام ہے۔ ایک معمولی سا گاؤں ہے۔ اسوقت اسکی حیثیت ایک معمولی سے گاؤں کی حیثیت تھی۔ لیکن قومی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی اس غیر معروف مقام کی قسمت جاگ اُٹھی۔ رفتہ رفتہ اسکی اصلاح ہوتی گئی۔ سردست ترکوں نے اُسکی عام حالت درست کرلی۔ اور کوئی نئی تعمیر نہ کی۔ بلکہ اپنی قومی جدوجہد میں مصروف رہے۔

اسوقت اندرونی کارروائیوں کے علاوہ مصطفٰے کمال کو بیرونی اعانت کی بھی

ضرورت محسوس ہوئی۔ کیونکہ اعداء سے مقابلہ تھا۔ اسلحہ جات کی بھی ضرورت تھی۔ روپے پیسے کی بھی ضرورت تھی۔ حکومت ٹرکی تو کبھی اِن قومی کارکنوں کی امداد کرنے کیلئے آمادہ نہ تھی۔ کیونکہ وہ تو اس آزادی کے پودے کو جڑ سے اکھیڑنا چاہتی تھی۔ اور وہ مدد کس طرح کرتی۔ چنانچہ آپ نے اِردگرد کی طاقتوں کی طرف نظر دوڑائی۔ لیکن اُن کو کسی طرف سے امداد کی بو نہ آئی۔ ہاں البتہ روس کی گورنمنٹ حالات وواقعات کی رُو سے ترکانِ احرار کی حالت کے قریب تر تھی۔ کیونکہ روس کے اندر بھی زارِ روس کی اِستبدادی حکومت سے تنگ آکر آزادی کے طلبگار پیدا ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے مل کر زارِ روس کا تختہ اُلٹ دیا۔ اور خود مختار حکومت قائم کر دی۔ جس کا نام سوویٹ گورنمنٹ رکھا گیا۔ چنانچہ مصطفٰے کمال نے سوویٹ گورنمنٹ کی طرف رُخ کیا۔ مصطفٰے کمال کی خواہش کے مطابق خود بخود ہی قدرتاً اسباب پیدا ہو گئے۔

۲۴ فروری سنہ ۱۹۲۰ء کو انجمن آزادیِ اسلام کا ایک جلسہ سیواس میں زیرِ صدارت مصطفٰے کمال پاشا منعقد ہوا۔ اسمیں مختلف ممالک کے نمائندے آئے۔ بالشویکوں کا بھی نمائندہ آیا۔ اِس جلسہ میں ترکی اور عالمِ اِسلام کے اتحاد کی سطح تحریکوں کے متعلق بحث ہوئی۔ اور ایک مبحث بالشویک اور مسلمانوں کے اتحاد کا بھی تھا۔ سوویٹ گورنمنٹ کی جانب سے آئے دن پرے پلاف نے بیان کیا۔ کہ اسکی گورنمنٹ ترکی مسئلہ کو حسبِ ذیل نقطۂ نظر سے دیکھتی ہے۔

روسی سوویٹ ایک ایسی متحدہ ٹرکی سے ہمدردی رکھتی ہے۔ جس میں ہر ایک قوم کو اپنی قومی تمدن کے ارتقا کا حق حاصل ہو۔ اور جس میں تمام مسلمان ایک کامل اسلامی اتحاد کا نمونہ اپنے پیش نظر رکھیں۔

اسکے ساتھ ہی اُسنے سوویٹ گورنمنٹ کی جانب سے مصطفٰے کمال پاشا کے سامنے ایک تجویز پیش کی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ اتحادی افواج کے مقابلہ میں جو اب تک ترکی مقبوضات پر قدم جمائے ہوئے تھیں۔ فی الفور جنگی کارروائیاں شروع کی جائیں مصطفٰے کمال نے اصولاً اس سے اتفاق کیا۔ لیکن چند عملی معاملات کے استفسارات طے کرنیکے بعد

اُنھوں نے ایک خاص مشن بسر کردگی اپنے ایڈیکانگ عاصمی بے کو جس کو عام طور ماسکو میں پولت پاشا کہتے تھے۔ بھیجا۔ عاصمی بے کو ہدایت کیگئی کہ وہ سوئیٹ گورنمنٹ کے سامنے قوم پرست ترکوں کو جنگی طاقت کا صحیح حال بیان کرے۔ اور یہ بھی معلوم کرے۔ کہ سوئیٹ گورنمنٹ کس طریقہ پر مصطفٰے کمال کی امداد کیلئے آمادہ ہوگی اگر وہ اپنی جارحانہ کارروائیاں ازسرنو شروع کرے۔ اسکے علاوہ قومی کونسل نے ایک بیان میں صورت حالات شائع کی۔ جس کو تمام فوج اور تمام آبادی میں مشتہر کیا گیا۔ اور جس میں یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ قومی کونسل اپنے تمام اثر کو اتحادیوں سے اسلام اور مشرق کے آزاد کرانے میں صرف کریگی۔ یہ بھی اُنھیں کہا گیا کہ مشرق میں جو کچھ مذہبی کارروائیاں کیجا رہی تھیں۔ ان سب کا اور قوم پرست ترکوں کی سیاسی تحریکات کی حمایت کا سوئیٹ گورنمنٹ کا وعدہ ہے۔

وفد مذکور ماسکو میں سوئیٹ گورنمنٹ کے پاس گیا۔ اور بالشویکوں سے معقول و مناسب جواب لیکر واپس ہوا۔

مصطفٰے کمال پاشا اور روسی وزیرخارجہ

پھر مصطفٰے کمال پاشا نے روس کے وزیرخارجہ کے نام ایک مراسلہ بھیجا۔ جس میں اُنھوں نے بالشویک حکومت کو لکھا کہ اسوقت سلطنت عثمانیہ اور روس کو متحد ہوجانا چاہیئے۔ تاکہ یہ دونوں سلطنتیں ملکر اپنے دشمنوں کو خوب ناک چنے چبوائیں۔ روس کے وزیر خارجہ نے اسکے جواب میں لکھا کہ ہمیں اُمید ہے کہ آل عثمان کا نصب العین بھی وہی ہوگا جو روس کا ہے۔ اِسلیئے روس ایسے اتحاد کیلئے سلطنت ٹرکی سے ضرور اپنا رشتۂ اتحاد قایم کریگا۔ اور یہ اتحاد نہایت مضبوط اور مستحکم ہوگا۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو اسے عملی صورت دینی چاہیئے۔ روس ہر اُس قوم اور سلطنت کی مدد کیلئے ہر وقت کمربستہ ہے۔ جو آزادی اور حریت کی خواہاں ہو۔ اور اُسکی آزادی کے بھی وہی اصول ہوں۔ جو روس کے ہیں۔ اسوقت سلطنت ٹرکی اپنی بقا کے لیئے جو کچھ کر رہی ہے۔ اس سے حکومت جمہوریہ روس اور یہاں کے ہر ایک فرد کو پوری پوری ہمدردی

ہے اور وہ ٹرکی کی مدد کا خواہاں ہے۔ اسکی عین خواہش ہے کہ اس جنگ و جدال میں جو صرف آزادی اور حریت کیلئے کی جارہی ہے۔ سلطنت ٹرکی مظفر و منصور رہے۔

موسیو چیچرین وزیر خارجہ نے مصطفےٰ کمال پاشا سے بتاکید وعدہ کیا کہ ماسکو گورنمنٹ ٹرکی کا ساتھ دے گی۔ تمام اُن صوبوں کو جنمیں ترک آباد ہیں۔ ٹرکی سلطنت میں شامل کردیگی۔ شام اور عرب کی آزادی کو تسلیم کریگی۔ آرمینیا۔ ایران اور ٹرکی سرحدوں کا تصفیہ کرے گی۔ اور دردہ دانیال اور باسفورس کا معاملہ طے کرنیکے لیئے ان اقوام کی ایک کانفرنس منعقد کریگی۔ جو سواحل بحیرہ اسود پر آباد ہیں۔ اور اس کانفرنس کے فیصلہ کو قبول کریگی۔

مصطفےٰ کمال پاشا کا خط بالشویک وزیر خارجہ کے نام

مصطفےٰ کمال پاشا صدر ترکی مجلس اعلیٰ نے حسب ذیل عجیب و غریب خط چیچرن سویٹ گورنمنٹ کے کمشنر امور خارجہ کے نام ارسال کیا۔

جناب عالی۔ آپ کا مراسلہ آپکے معتمد سفارت کی وساطت سے موصول ہوا اتحادیوں کے شاہنشاہیت پسندوں کے خلاف ہماری شاندار جدوجہد کے متعلق آپنے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ اسکے لیئے ہم تہ دل سے مشکور ہیں میں اس موقع سے فائدہ اٹھاکر آپ کو ان اعلےٰ تحسین و آفرین کے کلمات سے آگاہ کرتا ہوں جنھیں روسی ترکوں کے دلوں میں روح کی مانند پھونک رہے ہیں۔ آپ کی قوم نے نہ صرف اپنے ہی سلاسل اطاعت توڑ کر پھینک دیئے۔ بلکہ گذشتہ دو سال سے عدیم المثال قربانیوں اور بے نظیر جوش و خروش کے ساتھ دنیا کی استبدادیت کے خلاف مصروف پیکار رہی ہے۔ ترک جو بذات خود صدیوں سے اسلامی ممالک کو یورپ کے شہنشاہیت پسندوں کے تشدد سے محفوظ رکھنے میں مصروف ہیں۔ آپ کی روسی قوم کے اس شاندار ایثار کا جو آپ نے خلق اللہ کے تحفظ کیلئے کیا ہے۔ تہ دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ مجھے اس امر کا یقین ہے۔ اور

میرے تمام ہموطن مجھ سے متفق ہیں۔ کہ شہنشاہیت پسند طبقہ اس روئے صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح محو ہو جائے گا۔ جبکہ عمّال مغرب اور باشندگان ایشیا و افریقہ اس بات کی تہ کو پہنچ جائیں گے کہ بین الاقوامی سرمایہ دار انھیں تباہ و برباد کر دینے۔ اور ایک دوسرے کا غلام بنانے کیلئے پا بہ زنجیر کر رہے ہیں۔ اور کہ نوآبادیات کی حکمت عملی ایک مجرمانہ سازش ہے۔ جمہوریت سوویٹ کے ساتھ (جسے کارکنان یورپ پر کافی و وافی اخلاقی اقتدار اور دنیائے اسلام کی ہردلعزیزی حاصل ہے۔) ہمارا رابطۂ اتحاد مغرب کے شاہنشاہیت پسندوں کے خلاف ان تمام اقوام عالم کو جو ابتک محض لاعلمی کی وجہ سے آپکی سیادت کو تسلیم کرتی رہی ہیں۔ متحد و متفق کرنے کے لیئے کافی ہوگا۔ (دستخط مصطفےٰ کمال)

مصطفےٰ کمال پاشا اور لینن

الغرض ترکان احرار اور بالشویک آپس میں شیر و شکر ہو گئے اور نامہ و پیام اور سلسلہ رسل و رسائل ان دونوں گورنمنٹوں کے درمیان جاری رہا۔ اور تعلقات محبت و مودت برابر مستحکم اور مضبوط ہوتے رہے۔ روس کی سوویٹ گورنمنٹ ہمیشہ ترکوں کی امداد کرتی رہی۔ چنانچہ روس نے شمال قفقاز کی آزادی تسلیم کرکے داغستان کے نام سے ایک اسلامی سلطنت قائم کر دی جس پر مصطفےٰ کمال نے لینن کو ایک دلچسپ برقی پیغام بھیجا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"آپ نے داغستان کی آزادی تسلیم کرنے کا جو فیصلہ کر لیا ہے۔ اسپر میری طرف سے ہدیہ تہنیت قبول کیجیے۔ اس فیصلہ کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بالشویک روسی اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی جڑ پہلے سے بھی زیادہ مستحکم اور مضبوط ہو جائے گی۔ داغستان دنیا کے سرمایہ داروں کے خلاف ایک علیحدہ مستقل طاقت کا کام دیگا۔ اس اولوالعزمانہ کارروائی سے آپنے ماسکو کو ہم سے قریب تر کر دیا ہے۔ لہٰذا آئندہ آپکی اور ہماری دوستی بیش از بیش ہوگی۔ آپ نے اسلامی ریاست کے ساتھ بہت دانشمندی اور انصاف کا برتاؤ کیا ہے۔ یقین کیجیے۔ کہ

تمام ایشیا بھر میں حق کی فتح اور انصاف کا بول بالا ہوگا۔"

موسیو لینن نے جواب میں غازی ممدوح کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا۔ کہ براہِ نوازش تمام ترکوں کو اطلاع دیجئے۔ کہ اُنہوں نے اپنی آزادی اور حریت حاصل کرنیکے لیے جس شاندار اولوالعزمی کا ثبوت دیا ہے۔ ہم سب نہایت تشکر واستحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

معاہدہ روس وٹرکی

چنانچہ اِس خط وکتابت اور نامہ وپیام کا یہ اثر پڑا۔ کہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو روس اور ٹرکی کے مابین ایک معاہدے پر دستخط ہوئے۔ جس کا ملخّص ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اِس معاہدہ میں ٹرکی کی خودمختاری وسیادت روس وٹرکی کے مابین قدیم معاہدات کی وہ شرائط جنکے ماتحت ٹرکی پر روس کے مقابلہ میں مالی ذمہ داریاں عاید ہوتی تھیں۔ نیز طریقۂ کیپچولیشن (غیر ملکیوں کو خاص سیاسی وملکی حقوق) اور آبناؤں (دردانیال وباسفورس) کا فیصلہ جیسے اہم ترین دلچسپ امور سے بحث کیگئی ہے۔ یہ معاہدہ اور بھی دلچسپ ہے۔ کیونکہ اسمیں ایشیائی اقوام کے ساتھ اِس فیاضانہ برتاؤ کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو اِس سے قبل کے معاہدات روس۔ ایران اور افغانستان کے مابین رُوسی گورنمنٹ ظاہر کر چکی ہے۔

(دفعہ ۱) معاہدہ فریقین اعلان کرتے ہیں کہ مشرقی اقوام میں قومی آزادی کی جو تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اور رُوسی مزدور جو ایک جدید مجلسی ترتیب کیلئے سعی کر رہے ہیں۔ اِس سے ہم دونوں متفق ہیں۔ اور علانیہ ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اِن اقوام کو آزادی خودمختاری اور جس طرح وہ چاہیں۔ حکومت قایم کرنے کا حق ہے۔

(دفعہ ۲) معاہد فریقین اِس بات پر متفق ہیں۔ اگر اُن میں سے کسی ایک فریق پر کوئی بین الاقوامی قانون بجبر وتشدد عاید کیا جائے۔ تو وہ اِسکو تسلیم نہیں کرینگے۔ بالخصوص روسی نہ کسی ایسے بین الاقوامی معاہدہ کو اور نہ کسی

ایسے قانون کو جس کا اثر ٹرکی پر پڑتا ہو۔ اور اُسکو ٹرکی کی قومی جماعت نے تسلیم نہ کیا ہو۔ تسلیم نہ کرے گی۔

(دفعہ ۳) اس معاہدے کے مقاصد کی بناء پر ٹرکی علاقہ مندرجہ ذیل ترمیمات کے ساتھ انہی حصص پر مشتمل ہوگا۔ جو ۲۸ جنوری ۱۹۲۰ء کو ترکی قومی معاہدہ میں شامل تھے۔ ٹرکی علاقہ باطوم کو مع شہر باطوم کے جارجیا کی سیادت میں اس شرط پر چھوڑتا ہے۔ کہ وہاں پر مقامی اندرونی آزادی۔ اور ذہنی۔ مذہبی اور زرعی آزادی بھی وسیع پیمانہ پر دیدی جائے۔ ٹرکی باطوم میں اپنے مال کو آزادانہ بلا ادائے محصول یا خاص ٹیکسوں کے لا اور لے جا سکیگا۔

(دفعہ ۴) علاقہ نخچیوان کو آذربائیجان کی نگرانی میں اندرونی آزادی دیجائے گی۔ معاہد فریقین اعلان کرتے ہیں۔ کہ اس معاہدہ سے قبل جو معاہدے انکے مابین اس مسئلہ کے متعلق ہو چکے ہیں۔ وہ کالعدم اور بے اصل ہیں۔

(دفعہ ۵) روس ٹرکی کو اُن مالی پابندیوں سے آزاد سمجھتا ہے۔ جو سابق معاہدات مابین ٹرکی و شہنشاہی روسی گورنمنٹ کی رو سے ٹرکی پر عائد ہوئی تھیں۔

(دفعہ ۶) روس اعلان کرتا ہے کہ کیپی چولیشن کا طریقہ خواہ کوئی ملک کیوں نہ ہو اُسکی سیادت کے منافی ہے۔ نیز وہ اس سلسلہ کے اپنے حقوق کو ٹرکی کے اندر مختتم اور منسوخ سمجھتا ہے۔

(دفعہ ۷) معاہد فریقین جملہ اقسام کے مابین تجارتی تعلقات کے مفاد کی غرض سے آبناؤں میں آزاد جہاز رانی کی ضمانت کے خیال سے یہ تجویز کرتی ہیں۔ کہ بحیرہ اسود اور آبناؤں کے متعلق بین الاقوامی ضابطہ کی تکمیل کے مسئلہ کو اس شرط پر آئیندہ کانفرنس میں جو ہمسایہ ریاستوں کے ڈیلیگیٹوں پر مشتمل ہو گی۔ طے کیا جائے۔ کہ اسکے فیصلوں سے ٹرکی کی مکمل سیادت اُسکے ملک اور اُسکے دار الخلافت قسطنطنیہ کا تحفظ زائل نہ ہو سکے گا۔

(دفعہ ۸) معاہد فریقین میں سے ہر فریق کی رعایا جو دوسرے فریق کے مقبوضات میں رہتی ہوگی۔ اسکو بجز قانونِ خاندان۔ قانون ورثہ اور عدالتی اختیارات کے جو ایک خاص معاہدہ کے ذریعہ منضبط کیئے جائیں گے۔ اس ملک کے قوانین کی متابعت کرنی پڑیگی۔

(دفعہ ۹) معاہد فریقین میں سے ہر ایک دوسرے فریق کی رعایا کے ساتھ مثل ایک نہایت موافق قوم کے برتاؤ کرے گا۔ ان علاقوں میں (قارص واردہان) کے باشندے جو ۱۹۱۸ء سے قبل روسی سلطنت میں شامل تھے۔ اور جن پر روسی حکومت ہذا کی رو سے معاہدہ کی رُو سے ٹرکی کی سیادت تسلیم کرتی ہے۔ ٹرکی کی بود و باش آزادی سے چھوڑ سکیں گے۔ اور اپنے ساتھ اپنا تمام مال و اسباب یا اُسکی قیمت کا روپئیہ لے جاسکیں گے۔ اسی طرح جارجیا کے ہر باشندے کو بھی جو جارجیا چھوڑنا چاہتا ہے۔ یہی حق حاصل ہے۔

(دفعہ ۱۰) معاہد فریقین فوجی اور غیر فوجی قیدیوں کا تبادلہ کرینگی۔ اِسطرح کہ یوروپین روس کے قیدیوں کا تبادلہ ۶ ماہ کے اندر ہوجائیگا۔

(دفعہ ۱۱) ہر دو جماعتیں ایک دوسرے سے وعدہ کرتی ہیں۔ کہ ہر فریق اپنے علاقہ میں ایسے گروہوں کی ترتیب یا قیام کو باز رکھیگا۔ جو دوسرے فریق کے ملک میں فوجی یا بحری قوت پر حکومتی حقوق کے دعویدار ہوں گے۔ یہ معاہدہ قفقاز کی ریاست ہائے جمہوریہ سے متعلق ہے۔ جس میں فریقین ایک ہی طرز عمل کے پابند ہونگے۔

(دفعہ ۱۲) معاہد فریقین ہر دو ممالک کے مابین ذرائع آمد و رفت کو ترقّی دینے کیلئے ضروری کارروائی عمل میں لائینگے۔ نیز معاہد فریقین مستقبل قریب میں ایک دوسرے کے یہاں اپنا اپنا قونصل مامور کرنے کی غرض سے ایک معاہدہ کرنیکے لیئے متفق الرائے ہیں۔

ترکوں پر الزام جب ترکوں اور روسیوں کے درمیان معاہدہ ہوگیا۔ اس

مودّت اور اساس محبت مضبوط اور مستحکم ہوگئیں۔ تو اسوقت ترکان احرار کے مخالفین نے یہ من گھڑت باتیں اُڑانی شروع کردیں۔ کہ ترک اب بالشویک ہوگئے ہیں گویا کہ یہ بھی ایک حربہ تھا۔ جو ترکوں کو دُنیا کی نظروں میں بدنام کرنے اور بداعتمادی پیدا کرنیکے لیئے استعمال کیا گیا۔ چنانچہ اِس مخالفت کے اثر کو مٹانے کے لیئے مصطفےٰ کمال نے ذیل کا اعلان شائع کیا۔ اور عائدشدہ الزام سے اپنی پوزیشن کو صاف کیا۔ ہمارے تعلقات ماسکو کی حکومت سے دوستانہ ہیں۔ اِس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہمنے کمیونسٹ اصولوں کو بھی تسلیم کرلیا ہے۔ ٹرکی کی تمدّنی اور اخلاقی حالت آپنر عملدرآمد کرنیکے مخالف تھی۔ ٹرکی میں بالشویزم اصولوں کو ترقی دینے کیلیئے جو سوسائٹیاں قایم ہوئی تھیں۔ اُنہوں نے اِس بات کو مان لیا ہے اور اب اپنی کوششوں کو بند کردیا ہے۔ روس کے تعلیم یافتہ لوگ بھی اِس رائے سے اتّفاق رکھتے ہیں کہ ماسکو سے ہمارے موجودہ تعلّقات کا یہ منشا ہے کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلّقات قایم رہیں۔ لنڈن کانفرنس میں شریک ہونیسے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہمارے اور روس کے تعلّقات پر کوئی بُرا اثر پڑیگا۔

جب لنڈن کانفرنس میں ترکی وفد بھی شریک ہوا تو اُسکے صدر بکر سامی بے مقیم لنڈن سے ایک نامہ نگار نے انگورا اور ٹرکی کی حکومت کے تعلقات کی نسبت پوچھا۔ بعدازاں اُس نے بالشویک حکومت کے متعلق سوال کیئے۔ جو ذیل میں درج ہیں۔

نامہ نگار۔ آپ لنڈن کانفرنس میں کیا مقصد لے کر آئے ہیں۔

بکر سامی۔ ہمارا مقصد یہی ہے کہ دوسری اقوام کے ساتھ مل کر مشرق میں ازسرنو امن وامان قایم کرلیں۔ ہمارا رویّہ قطعاً مصالحت آمیز ہے۔

سوال۔ کیا آپکے نزدیک ممکن ہے کہ معاہدہ سیورے مشرق میں ازسرنو امن وامان قایم کرنیکے لیئے موزوں ہوگا۔

جواب۔ اگر میرے نزدیک یہ ممکن ہوتا۔ تو انگورا سے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

سوال۔ کیا آپ آرمینیا کیلئے کچھ کرنے پر آمادہ ہیں۔

جواب۔ میرے نزدیک کوئی ملک آرمینیا کے نام سے موجود نہیں۔

سوال۔ براہِ کرم معاف کیجئے۔ لیکن اِرمنی لوگ تو ترکی میں موجود ہیں۔

جواب۔ میں صرف ایک ہی آرمینیا سے واقف ہوں۔ اور وہ شہر اریوان ہے اہل اریوان سے ہماری صلح ہو چکی ہے۔ جسے وہ لوگ بالکل قابل اطمینان سمجھتے ہیں۔

سوال۔ کیا یہ سچ ہے کہ آپ کی حکومت سویٹ گورنمنٹ ہے۔

جواب۔ یہ جھوٹ ہے۔ سویٹ گورنمنٹ اور حکومت ترکی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

سوال۔ لیکن کیا آپ اپنے آپ کو امور خارجہ کے (کومیسری) مشیر نہیں کہتے؟ یہ اصطلاح تو بالشویکوں کی ہے۔

جواب۔ میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا ہے۔ کہ میں ترکی قوم کا سفیر فوق العادت ہوں۔ سویٹ روس ہمارا ہمسایہ ہے۔ ہم اپنے ہمسائے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ لیکن اِسکے یہ معنی نہیں کہ ہم بالشویک ہو گئے ہیں۔

نیا عہد نامہ

دولت انگورا اور بالشویک حکومت نے ماسکو میں ایک نیا معاہدہ مرتّب کیا تھا۔ اِس معاہدہ پر نظر ثانی کرنیکے لیے شہر قارص میں ہر دو سلطنتوں کے نمایندگان جمع ہوئے۔ ہر طرف محبّت و مودّت کے مناظر نظر آتے تھے۔ مشہور قاعدِ عثمانی کاظم کارابکر پاشا نے حسب ذیل خطبہ میں معاہدہ ماسکو کی تصدیق کر دی۔

میرے معزّز رفیق! بالشویک حکومت کی جمہوری سلطنت .... اور حکومت ترکی کا معاہدہ جبر و تحکّم۔ استبداد و چیرہ دستی پر مبنی نہیں بلکہ یہ معاہدہ فی الحقیقت ایسا معاہدہ ہے کہ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس معاہدہ کی ترتیب و تنظیم میں طرفین کے نمائندے صدق دل سے رضامند ہیں۔ اِس معاہدہ کی بنیاد کروڑوں باشندگان روس و ترکی کے دلی جذبات

و خیالات پر مبنی ہے۔ اِس معاہدہ میں باہمی احترام کو پورے طور پر پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ان باتوں سے عہد مقدّس کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ یہ معاہدہ ہماری آینوالی نسلوں کے لیئے واجب التعظیم اور قابل احترام ثابت ہوگا۔ آج ہم اِس معاہدہ کی تصدیق و توثیق کر رہے ہیں۔ جو مشرق کی حرّیت و مساوات کا تکمیل ہوگا۔ مستقبل قریب میں ہماری فتحمندی اور شادکامی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

رفیق محترم! میں آپ کے سامنے اِس معاہدہ کو پیش کرنیکا شرف حاصل کرتا ہوں۔ جس کی تصدیق ہماری مجلس ملّیہ نے کی ہے۔ کیا آپ ملّت عثمانیہ کی خاطر حکومت بولشویک اور اُس کی واجب الاحترام قوم کی رضامندی سے اُسے قبول فرمائیں گے۔

بولشویک حکومت کے نمائندہ کا جواب

سلطسم سکار ذکیر پاشا کی تقریر ختم ہوئی۔ تو بولشویک حکومت کے نمائندہ نے حسب ذیل تقریر کی:-

میں حکومت روس کیطرف سے آپ اور معزز نمائندہ سامی کی وساطت سے ترکی مجلس ملّیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجلس عالیہ ملیّہ کی مساعی جمیلہ سے یہ قابل یادگار تاریخی دِن طلوع ہوا ہے۔ کہ جس میں بولشویک حکومت اور دولت انگورا کے درمیان رشتہ اتحاد و یگانگت مضبوط اور مستحکم ہوگیا ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ دونوں حکومتوں کی حیات و بقا کا انحصار باہمی اتحاد و اتّفاق پر ہے۔ اِسلیئے ہم نے طریقۂ ائتلاف وارتباط اختیار کرلیا ہے۔ تاکہ تمام عالم کو جابر حکّام کے ظلم وجور سے نجات دلائیں۔

مجھے اطمینان واعتماد ہے۔ کہ ترکی اور روسی ملل اِس صداقت و اتّحاد پر مدّت مدید تک قایم رہیں گے۔ اور اُسوقت تک علیحدہ نہ ہوگی۔ جب تک جبر و استبداد کے دور کا خاتمہ نہ ہوجائے۔ اور ہم اپنے حقوق کی محافظت اور اپنے اِستقلال و خودمختاری کو مضبوط اور قوی نہ کرلیں۔

ہمارے شہنشاہ جس حکمت عملی پر کاربند تھے۔ اس سے دونوں قومیں اُنکی پنجۂ اقتدار میں تھیں۔ اور ہر وقت ایک دوسرے سے برسرِ پرخاش رہا کرتی تھیں۔ باہمی عناد موجود رہا کرتا تھا۔ اسکا سبب خودغرضانہ اقتصادی مفاد تھے۔ اسلیئے مدت مدید تک دونوں ملکوں میں جنگ و قتال کا سلسلہ جاری رہا۔

لیکن میرے محترم دوستو! اور معزز ہمسایو! اس معاہدہ سے جسکی تصدیق و توثیق کیلیئے ہم آج یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ان اطوار شنیعہ اور افعالِ قبیحہ کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اب کبھی ایسا موقعہ نہ آئے گا۔ کہ پرانے عناد اور جھگڑے تازہ ہوجائیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ دونو قوموں کے نمائندے اپنی مساعی جمیلہ سے پھر ایسا موقع نہ آنے دیں گے۔ کہ انکی الفت و محبت میں تزلزل و ارتعاش پیدا ہو۔

خوش قسمتی سے یہ قابل یادگار دن اسوقت طلوع ہوا ہے۔ جب فتحمند عساکر عثمانیہ اور اُسکے شجیع اور بہادر جرنیل اپنے دشمنوں کا قلع قمع کرچکے ہیں۔ لیکن ہم اپنی معاونت اور صداقت پر اُسی وقت فخر کرسکیں گے۔ جب ہم اپنی دوستی و اعانت سے ملت ترکیہ کو کامیابی اور نصرت کے معراج تک پہنچا دیں۔

افغانستان سے عہدنامہ

روس کے عہدنامہ کے علاوہ مصطفٰے کمال نے کوشش کی کہ افغانستان سے بھی رابطۂ اتحاد قایم ہوجائے جمال پاشا ۱۹۲۰ء کے انجام میں براستہ تاشقند کابل تشریف لائے۔ تاکہ وہاں کے حالات و واقعات کا مطالعہ کرکے انگورا کو اطلاع دیں۔ چنانچہ آخرکار ترکی اور افغانستان کے درمیان ایک معاہدہ مارچ ۱۹۲۱ء کو ماسکو میں مصدّق ہوگیا۔ جس میں بیرونی تعلّقات کی نسبت باہم مواعید قایم ہوئے۔ ترکی نے اس بات کا ذمّہ لیا۔ کہ وہ از سرِ نو افغانی سپاہ کی ترتیب و تنظیم کردیگی۔ اور

فوجی افسر اور اسلحہ بھی بہم پہنچائے گی۔

شرائط معاہدہ

جرنیل ولی محمد خان سفیر افغانستان مقیم ماسکو اور حکومت انگورا کے درمیان جو معاہدہ ہوا۔ اُسکی دفعات ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ اس معاہدہ کا منشا دونوں حکومتوں میں ایسا اتحاد پیدا کرنا ہے کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی معاونت کیجا سکے۔

۲۔ یہ معاہدہ تمام ایشیائی قوموں کی خوداختیاری کو اصول خوداختیاری کے موافق اصولاً تسلیم کرتا ہے۔ اور ان قوموں کے داخلی و خارجی معاملات پر کسی غیر قوم کا اثر تسلیم نہیں کرتا۔ بخارا اور خیوا کی کامل آزادی بھی تسلیم کرتا ہے

۳۔ افغانستان ٹرکی کیلئے حق خلافتِ اسلامیہ کو تسلیم کرتا ہے۔ اور ٹرکی کی ان صدیوں کی خدمات کا اعتراف کرتا ہے۔ جو حفاظتِ اسلام کے لیئے عمل میں آئیں۔

۴۔ دونوں معاہدہ کرنیوالی طاقتیں وعدہ کرتی ہیں کہ ایک دوسرے کی ہر ممکن طریق سے حفاظت کرینگی۔ جب کبھی کوئی انہیں سے کسی خارجی طاقت کی زد میں آئے۔ وہ سیاست مشرق کو بیرونی مداخلت سے پاک وصاف رکھنے کا تہیہ کرتی ہیں۔ اور اس امر کا وعدہ کرتی ہیں کہ ایک دوسرے کو اوّل بیڑیوں کو کاٹنے میں مدد دینگی۔ جن سے آزادیِ مشرق کو جکڑا جارہا ہے۔

۵۔ دونوں طاقتیں وعدہ کرتی ہیں کہ کسی نئے معاہدے پر آپسمیں مشورہ کیئے بغیر دستخط نہ کرینگی۔ اور اگر ایسا کرینگی تو پہلے اطّلاع دینا ضروری ہوگا۔

۶۔ اِس معاہدہ کی رُو سے افغانستان اور ٹرکی میں باہمی تجارتی تعلقات پیدا ہوجائیں گے۔

۷۔ ڈاک اور دوسرے ذرائع سے میل جول فوراً قائم کر دیئے جائیں۔ اور سوشل اور علمی تبادلہ خیالات کا ایک سسٹم قائم کیا جائے۔ جس سے محبت و اتفاق میں

ترقی ہو۔

۸ - اس معاہدہ کی تکمیل کیلئے دونوں سلطنتوں کے باشندوں کا اتفاق رائے ضروری ہے۔

۹ - اس دفعہ میں وہ تمام تفصیلات ہیں۔ جو معاہدہ کرتے وقت پیش آئیں۔

اس معاہدہ کی رو سے سب سے پہلا سفیر حکومت انگورا جمال پاشا مقرر ہوئے لیکن سنہ ۱۹۲۱ء کو حکومت کابل نے جمال پاشا کو نادر خان کی جگہ اپنا وزیر جنگ مقرر کر لیا۔ اور امیر کابل نے جمال پاشا کو پورے اختیارات دیدیئے۔ اور بہت سے ترکی پناہ گزینوں کو فوجوں میں بڑے بڑے عہدے دیدیئے۔ وزیر جنگ نے کابل میں ایک نیا سٹاف کالج کھولنے کی تجویز کی۔ اور بہت سے ترکی فوجی تعلیم دہندہ اور تجربہ کار فوجی افسر ترکی سے طلب کئے گئے۔ لہٰذا انگورا گورنمنٹ نے مطابق عہدنامہ چار فوجی افسروں کو بطور قسط اوّل روانہ کیا۔ تاکہ افغانی فوج کو از سر نو مرتب کریں۔

علاوہ ازیں کابل اور انگورا کے درمیان خفیہ تحریرات ہوتی رہیں۔ وزیر مختار نے ایک خط مصطفےٰ کمال کے نام لکھا۔ جس کا اقتباس درج ہے۔ جس سے خفیہ تحریرات کا پتہ چلتا ہے۔

بحضور پر نور تقدس مآب۔ جلالتمآب غازی مصطفےٰ کمال پاشا ایدہ بنصر اللہ السلام علیکم۔ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نیازمند حضور والا کی یاد دہانی کرانا چاہتا ہے کہ اس سلطنت کا ارسال کردہ پیام بوساطت محمد کامل خان کپتان افواج افغانستان اور مولوی منصور خان خدمت بابرکت میں شرف باریابی حاصل کریگا۔ جناب والا کی مرسلہ خفیہ تحریرات ہز ایکسیلینسی عثمان بے کی معرفت ہماری سلطنت میں موصول ہوگئی ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ صدق دل سے افغانیوں کے اخلاص اور اظہار عقیدت کا اعتراف کرینگے۔ کیونکہ افغانی قوم پرستوں کی حکومت کو انکی شریفانہ کوششوں پر جو وہ احیائے اسلام پر اور ترکی کی حفاظت کے مقدس کام کیلئے عمل میں لائے

ہیں۔ بیحد نازاں ہیں۔ نصرٌ من اللّٰہ و فتح قریب (دستخط وزیر مختار)

عزمی بے کابل سے براہ تاشقند انگورا میں مصطفیٰ کمال کے پاس خفیہ خط جمال پاشا اور وزیر خارجہ اور امیر کیطرف سے لیکر پہنچا۔ اِسکے جواب میں حسین بے رفعت بے ترکی پیامبران انگورا گورنمنٹ کیطرف سے امیر صاحب اور جمال پاشا کے نام خطوط لیکر آئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان پیامبران کو امیر صاحب نے بمعہ تحفہ و تحائف کابل سے براہ ہرات روانہ کیا۔ اور ذیل کا خط مصطفیٰ کمال پاشا کے نام روانہ کیا

بخدمت محب جلیل غازی مصطفیٰ کمال پاشا۔ السّلام علیکم و رحمتہ اللّٰہ و برکاتہٗ۔ میرے برادر ملت پر واضح ہو کہ ہماری بہترین دعائیں اور تمنائیں اس مقصد کیلئے وقف ہیں۔ جسکی رہنمائی کا فخر آپ کو حاصل ہے۔ آپکے بھیجے ہوئے حضرات حسین بے رفعت بے اور ضیا بے دار السّلطنت افغانستان میں بخیر و عافیت پہنچ گئے ہیں۔ اور ہم اپنے معزز برادران ملت کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہمنے اپنے ان عزیز و محترم بھائیوں کے اس عظیم الشان کام پر تہ دل سے تحسین کیا ہے جسے وہ اپنے وطن عزیز اور دنیائے اِسلام کا بول بالا کرنیکے لیئے نہایت کامیابی سے انجام دیتے رہے ہیں۔

یہ حضرات جس مقصد کے لیئے بھیجے گئے تھے۔ اسکی تکمیل کے بعد جو عنقریب امرا اسلام کے پایۂ تخت (انگورہ) کو مراجعت کرنیوالے ہیں۔ اور ہماری طرف سے منجملہ دیگر باتوں کے ایک خاص پیغام آپکی خدمت میں پیش کریں گے۔ جس سے ظاہر ہو جائیگا۔ کہ ملت افغانی کے دلوں میں اپنے ترک بھائیوں کے متعلق کسقدر تشکر و امتنان حسن ارادت اور خیر سگالی کے جذبات لہریں لے رہے ہیں۔

ہمنے اپنے معزز ترک بھائیوں پر اپنی یہ تمنا ظاہر کردی ہے۔ کہ آج سے تمام اقوام مسلم کا نعرۂ جاں افروز یہ ہونا چاہیئے۔ کہ مسلمان اِسلام کی آزادی کے لیئے ہر قسم کا ایثار کرنے پر آمادہ ہیں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ حصول حریت کی جدوجہد میں ملت غیور افغانستان بھی مناسب حصہ لینے پر ہر وقت آمادہ و تیار رہے

ملت افغانی اپنی اُن ذمہ داریوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتی ہے۔ جو حالات و واقعات کے ماتحت اسکی گردن پر آپڑی ہیں۔

مزید براں ملت افغانی اور قوم ترکی کے مابین محبت و موانست کے تعلقات مستحکم کرنے کی غرض سے ہم نہایت مسرت کے ساتھ آپ کی حکومت سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ براہِ نوازش اپنے ہاں کے لائق اور تجربہ کار فوجی مبصرین و ماہرین کی ایک کافی جماعت ہمارے ملک میں بھیجیے کہ وہ آکر افغانستان کی حریت و آزادی کی بنیادیں استوار کرنے میں ہماری امداد و اعانت کریں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمیشہ اس حکم الحاکمین اور بادشاہوں کے بادشاہ کی بارگاہ معلٰے میں دست بہ دعا رہیں گے۔ کہ وہ ہمارے مقاصد کی تکمیل میں ہماری رہنمائی کرے اور ہمارے بازوؤں میں قوت عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین! (راقم امان اللہ)

چونکہ غازی جمال پاشا اب حکومت کابل کا وزیر جنگ مقرر ہو چکا ہے اُسکی جگہ عبدالرحمٰن آفندی حکومت انگورا کی طرف سے سفیر بن کر کابل میں آیا۔ سفیر موصوف کی بابت کہا جاتا ہے کہ شہر پشاور اُسکی پیدائش گاہ ہے۔ اسکا باپ غلام صمدانی اس شہر کا باشندہ ایک مالدار تاجر تھا۔ وہ جنگ بلقان کے زمانہ میں قسطنطنیہ چلا گیا۔ جہاں اُس کا چند نوجوان ترکوں کی وساطت سے انور پاشا سے تعارف ہوا۔ غازی موصوف نے اُسکو ایک لفٹننٹ کی حیثیت سے اپنے سٹاف میں بھرتی کر لیا۔ یہ شخص کئی لڑائیوں میں شریک رہا۔ کپتان عبدالولی خان۔ اور ڈاکٹر انصاری کے ساتھیوں نے ہندوستان آتے وقت اُسکو اپنے ہمراہ ہندوستان لانے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر اُس نے ترکی ملازمت ترک کرنے سے انکار کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جنگ یوروپ میں بھی شریک ہوا۔ اور درہ دانیال کے اکثر معرکوں میں خدمات سر انجام دیتا رہا۔

انگورا میں افغانی مشن

اب چونکہ ٹرکی اور افغانستان میں معاہدہ ہو چکا ہے۔ اسلیئے معاہدہ کی رو سے ہر دو سلطنتوں میں سفرا کا رہنا

ضروری ہے۔ چونکہ سفیرِ انگورہ کابل میں پہنچ چکا ہے۔ اِسلیئے افغانی سفارتی وفد بھی انگورا میں چلا گیا۔ امیرِ وفد سلطان احمد خان تھے۔ اور وہاں جاکر اُنہوں نے ترکی گورنمنٹ کی تائید میں پُرجوش تقریریں کیں۔ جن میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو یقین دلایا گیا۔ کہ دشمنانِ ترکی کے مقابلے میں اسوقت کل اِسلامی دُنیا قوم پرستوں کے شریکِ حال ہے۔

اِسکے بعد متذکرہ بالا مشترکہ معاہدہ کی رو سے ترکانِ احرار نے ایک فوجی وفد افغانستان بھیجا۔ تاکہ افغانستان کی فوج کو فنِ سپاہ گری سکھلائیں۔ اِس وفد میں بہت سے علمائے کرام بھی شامل تھے۔

افغانی سفارت کا نشان

ترکی میں اوّل افغانی سفارت پر سرکاری نشان نصب کرنے کی رسم انگورہ میں خاص شان کے ساتھ انجام دیگئی۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے بنفسِ نفیس علم بلند کیا۔ افغانی سفیر نے مندرجہ ذیل تقریر کی۔

افغانستان ہمیشہ ترکی کو اپنا رہنما تصور کرتا تھا۔ لیکن آج جبکہ دولِ یورپ ہمارے حقوق کو تلف اور عالمِ اسلامی کو تباہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ ترکی اپنی دوستی کا کافی ثبوت پیش کر رہا ہے۔ ترکی افغانستان اور روس کا باہمی اتحاد ہمارے حقوق پر حملہ کرنیوالوں کی تدبیر کو غارت کر دیگا۔ باشندگانِ مشرق اب اِس بات کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ کہ اُن لوگوں سے اپنے حقوق کی محافظت و مدافعت کریں۔ جو انکے حقوق کو کچلنا چاہتے ہیں۔ کہ ہماری قوت دولِ مغربیہ کی برابر نہ ہو یہ بھی ممکن ہے کہ ہم مدافعت کی بھی اُنکے برابر قدرت نہ رکھتے ہوں۔ لیکن ہمارے پاس ایک مذہبی عقیدت ہے۔ جس سے ہم اپنی آزادی حاصل کرینگے۔ عالمِ اسلامی متحد ہو کر بہت جلد اپنے حقوق واپس لیگا۔ اور ہلال کا اقتدار باقی رہ جائیگا۔

کمال پاشا نے جواب میں اِس امر پر اطمینان کا اظہار کیا کہ ترکی اور

افغانستان کا اتحاد اسوقت ہو رہا ہے۔ جب اناطولیہ جنگ آزادی میں مصروف ہے ٭

اسکے بعد فرمایا کہ ہماری متحدہ کوششیں مشرق کی سیاست پر ضرور ایک زبردست اثر ڈالیں گی۔ اور عالم اسلامی کیلئے مرفہ الحالی کا ایک دورِ جدید پیدا کر دینگی۔

ترکی صدیوں سے اِسلام کیلئے اکیلی جنگ آزما رہی۔ لیکن اب افغانستان ترکی کی اِمداد کو آرہا ہے۔ عالمِ اسلامی کا مطالبہ سر دست آزادی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ دُنیا کے کُل مسلمان افغانیوں کیطرح آزاد ہوں۔ میں آپکی تقریر میں رُوس کا تذکرہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اسمیں شک نہیں کہ روس مشرق کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ اور روز بروز کامیابی کے ساتھ ترقّی کرتا جائیگا

ایرانی اور ترکی عہدنامہ

ایران کی حکومت کچھ مدّت تک انگریزی اثر و اقتدار میں رہی۔ لیکن اِس دورِ جدید کے بالشویکی طرز عمل نے اُن کو بھی جگا دیا۔ جس کے باعث سے اُنھوں نے غیر مُلکی جُوا اپنے گلے سے اُتار کر پھینک دیا۔ اور خود اختیاری کی طرف مائل ہوئے۔ اُنہوں نے اپنے ملک کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ بعد ازاں ترکوں کو اس اسلامی سلطنت کو بھی ایشیا کے اِسلامی ممالک کے اتحادِ عام کی لڑی میں منسلک کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ جسکے واسطے مصطفےٰ کمال پاشا کے نمائندے ایران میں گئے۔ اور ایرانیوں کو اِس اتحاد میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔ اِسپر ایران کی مجلس نے غور کیا۔ بعد غور و خوض کے ایران بھی.......... اس اتحاد میں ذوق و شوق سے شامل ہوگیا۔ جسکے متعلّق حکومت انگورا کے نمائندہ نے طہران سے اِطّلاع دی۔ کہ ایرانی ترکی عہدنامہ کے متعلّق دونوں ممالک کے سلسلہ نامہ و پیغام کا نتیجہ بہت کچھ حوصلہ افزا نکلا ہے۔ اور اسمیں جن نتائج کے مرتّب ہونے کی توقع تھی۔ وہ باحسن وجوہ حاصل ہوئے ہیں۔

قارص کانفرنس

حکومت انگورا اور سوویٹ روس ۔ افغانستان کے درمیان سلسلۂ اتحاد قایم ہوگیا ۔ تینوں کے درمیان عہدنامہ بھی تحریر ہوگیا ۔ چوتھی حکومت ایران بھی اِس اتحاد میں شامل ہوگئی ۔ لیکن ترکان احرار اور جمہوریہ قفقاز کے مابین ابھی تک کوئی عہدنامہ صورت گیر نہ ہوا تھا ۔ اِنکے درمیان ابھی تک صورت مخاصمت اور مخالفت قایم تھی ۔ روس کی سوویٹ گورنمنٹ نے کوشش کر کے اُن دونوں کے درمیان مصالحت اور مودّت کی صورت پیدا کردی ۔ چنانچہ اُسکو سرانجام دینے کیلیۓ اُنہوں نے سنہ ۱۹۲۱ء کے انجام میں بمقام قارص ایک کانفرنس کے انعقاد کا انتظام کردیا ۔

اِس کانفرنس کی نگرانی بالشویکوں کے ذمّہ تھی ۔ یہ کانفرنس سا پہلا قدم ہے ۔ جس کا یہ مقصد تھا کہ اِس پُر فساد زمانہ میں معتدل مباحث سے امن و امان قایم کیا جاۓ ۔ اِس کانفرنس میں ترکی نمائندے بھی موجود تھے ۔ اِس کانفرنس کا اہم نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت انگورا اور جمہوریہ قفقاز کے درمیان مودّت و موالفت کے مضبوط اور مستحکم آثار و قرائن پیدا ہوگئے ۔ دونوں حکومتوں کے درمیان عہدنامہ قایم ہوگیا ۔ اور ترکانِ احرار کے خارجی ہواخواہوں ۔ اور بہی خواہوں کی فہرست میں مزید اضافہ ہو ۔ اِس عہدنامہ کا نام عہدنامہ قارص رکھا گیا ۔ اِس موقعہ پر بالشویک نمائندے نے ذیل کی تقریر کی ۔

برادران ! اسجگہ آپ لوگ اِسلیئے جمع ہوۓ ہیں کہ امن و اخوّۃ کی بنا پر معاہدہ کا اتمام کریں ۔ لہٰذا تم تمام دنیا کو یہ بات جتلا کر ثابت کرنا چاہتے ہو کہ اہالیِ قفقاز اور ٹرکی اپنے اپنے مفاد کو خوب سمجھتے ہیں ۔ امن و صلح میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی ۔ کیونکہ تم دونوں کے باہمی مفاد میں کوئی تنازعہ نہیں ہے ۔ مسائل زیر بحث کے اصل اصول پر آپ سب متفق ہوگئے ہو ۔ یعنی باہمی برادرانہ برتاؤ اور محبّت تمام اقوام میں ساری ہو ۔ تم ان دونوں میں سے کسی کو مادی منافع کی حرص سے فروخت نہ کر ڈالو ۔ بلکہ اُسکے برخلاف

تمہارا النصب العین یہ ہونا چاہیئے۔ کہ تمام ریاستوں کی اعانت کردو تاکہ مشترکہ اتحاد عمل سے وہ باہم ایکدوسرے کی ممدو معاون ہوں۔ خصوصاً آپ اہالیئے قفقاز اور آرمینیا یہاں اِسلیئے جمع ہوئے ہو۔ کہ یہ ثابت کردو کہ آپکی باہمی معاندت کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اب آستینوں میں خنجر چھپا کر ملاقات نہ ہوا کریگی۔ سلسلہ مواخاۃ اور جذبہ ہمدردی تمام رکاوٹوں کو دُور کردے گا۔

مقررنے یہ بھی کہا۔ کہ ٹرکی کے دوست بالشویک روس اور بالشویک قفقاز ترکی اور یونان کی باہمی جنگ کی رفتار کا ہمدردی سے معائینہ کر رہے ہیں۔ ہم اُسکو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ٹرکی کی فتح میں ہماری فتح ہے۔ مجھے اس کا یقین ہے۔ کہ یونان کو اپنی غلطی محسوس کرنی ہوگی۔ اور پھر اُسکے سامنے صرف ایک راستہ رہ جاتا ہے۔ کہ مناسب طریقہ سے صلحنامہ کی کوشش کرے۔ مشرقِ قریب کے مسائل کے متعلق پہلی یہ کانفرنس ہے۔ اور بہت جلد ایک منفعت بخش اور کامیاب نتیجہ پر پہنچکر رہے گی۔

جمہوریہ ہائے قفقاز میں آرمینیا۔ جارجیا۔ آذربائیجان اور گرجستان کی ریاستیں شامل تھیں۔ یہ وہ ریاستیں ہیں۔ جنکو بالشویکوں نے فتح کرکے آزاد کردیا تھا۔ اور جن میں بالشویکی جمہوری طرز کی حکومتیں قایم تھیں۔ آرمینیا مع ترکوں کا پہلے بھی معاہدہ ہوا۔ لیکن قارص کانفرنس کی رو سے ان تمام مذکورہ بالا ریاستوں اور مصطفٰے کمال پاشا کے پیرووں کے درمیان ایک جدید عہدنامہ بمقام قارص قایم ہوا۔ یہ معاہدہ بغرض توثیق و تصدیق انگورا کی جمعیت عالیہ قومیہ میں پیش ہونے کیلیئے بھیجا گیا۔ جسکی حکومت انگورا نے تصدیق کردی۔ اور اِس عہدنامہ کا نام عہدنامہ قارص ہوا۔ یہ عہدنامہ ایک باقاعدہ عہدنامہ ہے۔ اِسکی بعض دفعات ذیل میں درج ہیں۔

معاہدہ قارص کی شرائط

دفعہ نمبر ۱۔ ترکی۔ آرمینیا۔ آذربائیجان اور گرجستان کی خودمختار حکومتیں اُن تمام معاہدوں۔ اور

قرار دادوں کو باطل اور کالعدم قرار دیتی ہیں۔ جن کو ان حکومتوں نے جو ان ممالک کی آراضی پر مالکانہ تصرّف رکھتی تھیں۔ دستخط کیے تھے۔ اس معاہدہ (معاہدہ قارص) کی تکمیل کی تاریخ سے وہ تمام معاہدے اور قرار دادیں جو ممالک مذکور کی آراضی سے تعلق رکھتے تھے۔ لغو کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح وہ معاہدات اور تمام قرار دادیں جو دوسری حکومتوں نے جنوبی قفقاز کی جمہوریات کے متعلق کیے ہیں۔ باطل اور لغو ہیں۔ البتہ وہ معاہدہ اور قرار داد جو ترکی روسی معاہدہ کے نام سے موسوم ہے اور جس پر شہر ماسکو میں ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو دستخط ہوئے ہیں۔ اس سے مستثنیٰ ہے۔

دفعہ نمبر ۲۔ وہ حکومتیں جنھوں نے اس معاہدہ (معاہدہ قارص) پر دستخط کیے ہیں۔ اپنے اوپر اسکا ذمہ لیتی ہیں کہ وہ کسی ایسے معاہدہ صلح یا کسی دوسری حکومت کی قرار داد کو تسلیم نہ کرینگی۔ جس کی تسلیم کرنے پر اُن کو مجبور کیا جائے گا۔

اِس دفعہ میں اُس آراضی کا بھی ذکر ہے جو ٹرکی کو دیگئی ہے۔ اور وہ اس تمام آراضی پر مشتمل ہے۔ جس کی تصریح انگورہ کے قومی میثاق میں کیگئی ہے دفعہ ہذا میں یہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ کہ کسی دول (حکومت) کی ہر وہ قرار داد جو ٹرکی کے متعلق ہو۔ اور ٹرکی اُسکو تسلیم نہ کرے۔ تو آرمینیا آذربائیجان اور گرجستان بھی اُسکو تسلیم نہ کرینگی۔

دفعہ نمبر ۳۔ غیر ملکیوں کو جو خاص حقوق یا امتیازات ٹرکی میں حاصل تھے وہ تمام (اِس معاہدہ کی رو سے) لغو وکالعدم سمجھے جائیں۔

دفعہ نمبر ۴۔ ٹرکی کی حدود شمال مشرق میں موضع سارپ سے جو بحیرۂ اسود کے ساحل پر واقع ہے۔ شروع ہو کر بحیرۂ اسود کے آب رواں پر بخط مستقیم جبل کدیس اور جبل شادیشٹ پر چلی جائے گی۔ پھر جبل قانی پر ہو کر گذرے گی۔ اور قارص واردھان کے سابق حدود کو پیچھے چھوڑ کر نہر اریہ شائی کے منبع اور آراس

فالونی۔ یخچنی اور فقرہ صوا تک چلی جائے گی۔

دفعہ نمبر ۵۔ ٹرکی۔ آرمینیا اور آذربائیجان کی حکومتیں اسپر متفق الرائے ہیں کہ صوبہ نخجوان آذربائیجان کی حمایت میں رہیگا۔ لیکن اندرونی معاملات میں بالکل آزاد ہوگا۔

دفعہ نمبر ۶۔ ٹرکی شہر باطوم کی اُس تمام آراضی سے جو ان شمالی حدود پر واقع ہے۔ جن کی تصریح دفعہ ۴ میں کیگئی ہے۔ گرجستان کے حق میں دست بردار ہوتی ہے لیکن یہ دست برداری ذیل کی دو شرطوں کے ساتھ مقید ہے۔

۱۔ باطوم کی آزادی اپنی ذاتی حکومت کے ماتحت رہے گی۔ اور اندرونی معاملات میں کامل آزاد ہوگی۔ اُسکو یہ بھی حق ہوگا۔ کہ وہ آراضی پر تصرف رکھنے میں کسی کی پابند نہ ہو۔ اور ان اسباب کو اختیار کرسکے گی۔ جو آراضی کے متعلق اسکے خیال میں ضروری ہونگے۔

۲۔ ٹرکی میں باطوم کی راہ سے جو سامان اور تجارتی مال جائے گا۔ اسپر کسی قسم کا محصول یا چنگی نہ لی جائے گی۔ ٹرکی کو باطوم کے ساحل سے بھی آزادی کے ساتھ فائدہ اُٹھانے کا حق حاصل ہوگا۔ اور اس راہ میں اُسکے لیے آسانیاں پیدا کی جائینگی۔

دفعہ نمبر ۷۔ ٹرکی اُسکا ذمہ لیتی ہے۔ کہ گرجستان کے ان باشندوں کیلیے جو ٹرکی مقبوضات کے حدود کے قریب رہتے ہیں۔ اپنی حدود کے اندر آنے جانے کی آسانیاں بہم پہنچائے گی۔ اور یہ کہ انکو ان عام چراگاہوں سے جو ٹرکی کے مقبوضات میں واقع ہیں۔ فائدہ اُٹھانے دیگی۔

دفعہ نمبر ۸۔ حکومت گرجستان بھی اسکا ذمّہ لیتی ہے۔ کہ وہ اپنی حدود سے ملحقہ آبادی کے ترک باشندوں کو گرجستان کی ملحقہ آراضی میں آنے جانے کی آسانیاں بہم پہنچائے گی۔ اور اُسکے عام چراگاہوں سے ٹرکی کے سرحدی باشندے فائدہ اُٹھاسکیں گے۔

دفعہ نمبر ۹۔ آبنائے باسفورس اور درہ دانیال تمام اقوام کی نجات کے لیئے کھلے رہیں گے۔ اور انہیں سے گذرنے کی آزادی کی ضمانت کے طور پر ٹرکی اور گرجستان دونوں اسپر متفق ہیں۔ کہ (اس معاہدہ کے بعد) ایک کمیٹی بنائی جائے۔ جسمیں تمام ساحلی حکومتوں کے نمائندے شریک ہوں۔ جو بحر اسود اور ابنائے کی دونوں جانب کے سواحل پر واقع ہیں۔ یہ کمیٹی آبنائوں اور بحیرہ اسود کے متعلق قواعد تیار کریگی۔ اور انپر عمل کیا جائے گا۔ بشرطیکہ یہ قواعد آستانہ پر ٹرکی کے کامل اختیارات کے مخالف اور ایسے نہ ہوں۔ کہ انسے ٹرکی اور اس کے دارالحکومت آستانہ کے امن و امان میں خلل پڑتا ہو۔

دفعہ نمبر ۱۰ لغایت دفعہ نمبر ۱۵ حسب ذیل امور کے متعلق ہیں۔

۱۔ اس معاہدہ پر جن حکومتوں کے دستخط ہیں۔ انکے رعایا کے حقوق جبکہ وہ کسی معاہدہ حکومت میں جاکر رہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ سابق اسیران کی واپسی۔

۳۔ عام معافی۔

۴۔ سفرا اور قنصلوں کے تقرر اور بعض دوسرے امور کا ذکر۔

دفعہ نمبر ۱۶۔ طفلس میں ایک انجمن قایم کی جائے۔ جس میں (اس معاہدہ پر) دستخط کرنے والی حکومتوں کے درمیان تجارتی تعلقات قایم کرنیکے لیئے ضروری قواعد تیار کیئے جائیں۔ تاکہ ان قواعد پر تجارتی تعلقات قایم کیئے جائیں۔ یہی انجمن ان اقتصادی اور مالی وغیرہ مسائل کو حل کرے گی۔ جن پر اس معاہدہ پر دستخط کرنے والی اقوام کے مصالح موقوف ہیں۔

معاہدہ پر دستخط ہوجانے کے بعد ہز اکسیلنسی ابراہیم علیوف نبے آذربائیجان کی ترکی جمہوریت کا نمائندہ صدر مقام احرار انگورہ میں رونق افروز ہوئے۔ تاکہ ترکان احرار سے عملی صورت میں کاروبار شروع ہوجائے۔ باشندگان انگورا نے آپ کا نہایت تزک و احتشام سے استقبال کیا۔ اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے بوثوق

فرمایا۔ کہ جمہوریت آذربائیجان کے توسط سے مسلمانانِ روس و باشندگان قفقاز اپنی کھوئی ہوئی سوشل و قومی عظمت کو بہ آسانی دوبارہ حاصل کر سکیں گی۔

اِس معاہدہ کی شرائط میں سے ایک خاص شرط یہ ہے۔ کہ یہ بالشویک جمہوری ریاستیں یونانیوں کے مقابلہ پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو ہر ممکن امداد دیں گی۔ چنانچہ سفیر آذربائیجان کی تقریر سے اسکی مزید تائید ہوئی ہے۔ سفیر موصوف نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو مخاطب کر کے فرمایا۔

“باشندگان آذربائیجان انقلاب روس کے مشکور ہیں۔ جس کی بدولت انھیں یعنی اہل آذربائیجان کو آزادی نصیب ہوئی ہے۔ اور پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ آئندہ دشمنان کے مقابلہ پر آپ کے دوش بہ دوش مصروف جنگ رہنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ سلطنت عثمانیہ و مغربی اقوام کو آزاد کرانے میں وہ اپنی جان سے بھی دریغ نہ کرینگے۔ کیونکہ ترکان احرار نے مغربی اقوام (جو عالم اسلام پہ کاری ضرب لگانے پر تلی ہوئی تھیں) کے منصوبوں میں سنگ راہ بن کر چار دانگ عالم میں اپنے ایثار و دلیری کا ڈنکا بجا دیا ہے”

یوکرائین جمہوریہ بخارا اور انگورا کا اتحاد

یوکرائن۔ حکومت بخارا۔ اور انگورا میں بھی اتحاد قائم ہو گیا ہے۔ چنانچہ اسلامی جمہوریہ بخارا نے انگورا میں سفارت خانہ قائم کیا ہے۔ سفیر صاحب اور اُنکے عملہ کے ارکان بھی انگورا پہنچ گئے۔ یوکرائن کا سفیر بھی آگیا۔ اُسکے عملہ میں ۵۴ ارکان تھے۔ انگورا میں یہ اندازہ لگایا جاتا تھا۔ کہ سیاسی حیثیت میں تین سو ارکان ہیں۔ جن میں تمام مشرقی اور چند مغربی دول کے نمائندے ہیں۔

انگورا گورنمنٹ اور جمہوریہ یوکرائن کا معاہدہ

وہ معاہدہ جو ۲ جنوری ۱۹۲۲ء کو انگورا گورنمنٹ اور جمہوریہ یوکرائن کے درمیان مکمل ہوا ہے۔ حسب ذیل ہے:۔

مقدمہ:- ٹرکی کی حکومت مجلس وطنی اور یوکراین کی اشتراکی شوروی جمہوریت چونکہ اقوام سے اخوّت کے تعلّقات قائم رکھنے میں متحد اور ہر ایک قوم کی آزادی کا طریقہ معیّن کرنے کا مرکز ہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ وہ فتح اور توسیع ملک کے خواہشمندوں کے خلاف جدّوجہد میں مشترک ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ جو مشکلات ایک دوسرے میں سے کسی کو پیش آئیں گی۔ اس کا اثر دوسرے پر ضرور پڑے گا۔ ان تمام وجوہ سے دونوں حکومتوں نے اس امر کو ضروری سمجھا ہے کہ باہم دوستانہ تعلّقات کو قائم کر کے روابطِ اتّحاد کو مستحکم کریں۔ اور ایک ایسی بنیاد پر معاہدہ مکمّل کریں۔ جو مصالح مشترکہ کے تبادلہ کا موجب ہو۔

دونوں حکومتیں چونکہ بحیرۂ اسود کے قرب کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ہمسایہ ہیں۔ اور ایک دوسرے سے مادی منافع پہنچنے کا بہت بڑا تعلق ہے۔ اس لیے قلبی تعلقات اور خالص اتّحاد کی بڑی ضرورت ہے۔ چنانچہ دونوں حکومتوں نے ان تمام امور پر نظر ڈال کر قرار دیا ہے۔ کہ ایک دوستانہ معاہدہ مرتب کیا جائے۔ اور باہمی اتّفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ معاہدہ کی ترتیب و گفتگو کے لیے یوسف کمال بک کو مقرر کیا جائے۔ چنانچہ ترکی حکومت نے اس کام کیلئے یوسف کمال بک کو مقرر کیا۔ اور جمہوریت یوکراین نے موسیو کرد نندہ شیلی کا انتخاب کر کے انگورا بھیجا ہے۔ دونوں نمایندوں نے سرکاری سندوں کے تبادلہ کے بعد ذیل کا معاہدہ مرتّب کیا ہے۔

(دفعہ ۱) فریقین معاہدہ اس امر پر متفق الرّائے ہیں کہ وہ کسی ایسی صلح یا کسی حکومت کے ایسے فیصلہ کو تسلیم نہ کریں گے۔ جن پر فریقین معاہدہ میں سے کسی ایک سے زبردستی دستخط کرائے گئے ہوں۔ یوکراین کی جمہوریہ اسکا بھی معاہدہ کرتی ہے۔ کہ وہ کسی حکومت کے ایسے معاہدہ یا فیصلہ کو

قبول نہ کرے گی۔ جسکو ترکوں کی مجلس وطنی اعظم نے منظور نہ کیا ہو۔ بلکہ صرف اس معاہدہ کا اعتراف کریگی۔ جسکو ٹرکی کی مجلس اعظم قبول کرے گی۔ اس معاہدہ میں لفظ ٹرکی سے وہ تمام آراضی مراد ہے۔ جس کی آستانہ کی مجلس مبعوثین نے ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کے قومی میثاق میں تشریح کی ہے۔ اور جس سے اخبارات کے ذریعہ تمام دول یورپ کو آگاہ کر دیا گیا ہے۔ یوکراین کی جمہوریہ اُن ٹرکی حدود کو بھی تسلیم کرتی ہے۔ جن کا ذکر ٹرکی اور روس کے اس معاہدہ کی دفعات (۱) اور (۳) میں کیا گیا ہے۔ جو ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کو مکمل ہوا ہے۔ اِسکے علاوہ یوکراین کی حکومت ان تمام اتفاقات کو تسلیم کرتی ہے جو ٹرکی سے ایک جانب اور جمہوریت قفقاز سے دوسری جانب کیے گئے ہیں۔

(دفعہ ۲) ٹرکی اس امر کی تصریح کرتی ہے۔ کہ وہ یوکراین کی اس جمہوریہ کو جو روس کی شہنشاہی حکومت کی آراضی پر قایم کیگئی ہے۔ اور یوکراین کے عمّال و کاشتکار کی عام مرضی سے وجود میں آئی ہے۔ اُن حدود پر تسلیم کرتی ہے۔ جو اُس کے حلیف جمہوریہ روس نے قرار دی ہے۔

(دفعہ ۳) فریقین معاہدہ اِس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ تمام معاہدات جو ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء سے قبل روسی شہنشاہی حکومت اور ٹرکی کے درمیان۔ یا ٹرکی اور یوکراین کے درمیان ہوئے ہیں۔ فریقین کے مشترک مصالح کے خلاف ہیں۔ اور اِس بنا پر دونوں فریق ان معاہدات کو کالعدم شمار کرتے ہیں۔ اور اُنکو منسوخ خیال کرتے ہیں۔ اور یوکراین کی جمہوریہ اِس کا بھی اعتراف کرتی ہے کہ اس زمانہ کی یوکراین کے وہ تمام معاملات (مالی و غیر مالی) جو ترکی سے ہوئے ہیں جب کہ وہ شہنشاہی روسی حکومت کے ماتحت تھی۔ ٹرکی اُن سے بریّ الذمہ ہے۔ اور ٹرکی پر اُس زمانہ کے مالی معاملات کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔

دفعہ ۴ و ۵ آستانہ کی نگرانی سے متعلق ہیں۔

(دفعہ ۶) فریقین معاہدہ باہم اس امر کا بھی معاہدہ کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک دوسرے کے مقبوضہ آراضی میں ایسی جمعیتیں یا طریقے قایم نہ کریں گے۔ جنکی نسبت یہ خیال کیا جائے۔ کہ وہ کسی ایک فریق حکومت کی طرف سے خاص کام پہ مامور ہوئی ہیں۔ اور نہ کسی فریق معاہدہ کو اسکی اجازت ہوگی۔ کہ وہ دوسرے فریق کی مقبوضہ آراضی میں کچھ اشخاص یا جماعتوں کو مقرر کرے۔ یا جلسوں کا انعقاد کرے۔ جب کہ اس سے اسکی غرض فریق ثانی کے خلاف معاندانہ جذبات پیدا کرنا ہو۔ اسی طرح جمہوریہ یوکراین اور ٹرکی روسی جمہوریہ اور قفقاز کی جمہوریات سے بھی اِس قسم کا معاہدہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ جب کہ وہ بھی اِسکے لیئے تیّار رہیں اِس دفعہ میں لفظ ٹرکی سے صرف وہ آراضی مراد ہے۔ جو حکومتِ مجلس وطنی کے ملکی و فوجی اقتدار میں داخل ہے۔

(دفعہ ۷) فریقین معاہدہ پر متفق الرّائے ہیں۔ کہ ہر ایک فریق دوسرے فریق کی رعایا سے اپنے مقبوضات میں ایسا معاملہ کریگا۔ جیسا کہ بڑی قوموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یعنی اُن کی امداد و اعانت اور اُنکے لیئے ضروری آسانیاں بہم پہنچانا۔ اِس دفعہ کا نفاذ اُن مخصوص حقوق پر نہ ہوگا۔ جو ان دول اسلامیہ کی رعایا سے متعلّق ہیں۔ جو ٹرکی سے دوستانہ تعلّقات رکھتی ہیں۔ نیز اُن بالشویک جمہوریات کی رعایا سے بھی اُسکو کوئی تعلّق نہ ہوگا۔ جو یوکراین کی حلیف ہیں۔ ان دول اسلامیہ اور جمہوریات کی رعایا کے حقوق ان تجارتی شرائط کے مطابق ہونگے۔

(دفعہ ۸) فریقین معاہدہ کی اس رعایا کے ساتھ جو فریق ثانی کے مقبوضات میں اقامت پذیر ہو۔ مقامی باشندوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔ البتّہ وہ اُن قوانین اور انتظامات سے مستثنٰی ہوگی۔ جو مدافعت وطن کیلیئے اختیار کیئے جاویں گے۔ ایک فریق معاہدہ کی وہ رعایا جو دوسرے فریق کے مقبوضات میں رہتی ہو۔ اُسکے حقوق مدنیت وغیرہ کا تصفیہ بعد کو ہوگا۔ جو فریقین باہم مِل کر طے کرینگے۔

(دفعہ ۹) آستانہ کی حفاظت سے متعلق ہے۔

(دفعہ ۱۰) اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد سب سے پہلی فرصت میں ڈاک خانون کے قیام تار اور لاسلکی پیام رسانی کے اجراء نیز سفراء اور قونصلوں کے تبادلہ سے متعلق معاملات طے کیے جائیں گے۔ اور دونوں فریق جلد سے جلد ان معاملات کے متعلق جداگانہ معاہدہ کرینگے۔

(دفعہ ۱۱) آج کی تاریخ سے اُسوقت تک جب تک کہ قناصل کے تبادلہ کے متعلق وہ باہمی اتفاق رائے نہ ہوجائے۔ جس کا ذکر دفعہ ۱۰ میں ہے۔ اس کے متعلق (تبادلۂ قناصل) ان عام دولی قوانین کے مطابق کام کیا جائیگا جوقنصل کے متعلق قوانین دول میں داخل ہیں۔ اسی طرح اُن نمایندوں کے متعلق بھی یہی قاعدہ جاری رہے گا۔ جومعاہدہ حکومتوں کیطرف سے دوسرے فریق کے مقبوضات یا سواحل پر بھیجے جائیں گے۔ یعنی اُن کو بھی وہ امتیازات اور مقررہ وظائف حاصل ہونگے۔ جو دولی قانون میں مذکور ہیں۔ بشرطیکہ طرفین سے اس خصوص میں مساوی سلوک ہو۔ اگر فریقین معاہدہ میں سے کوئی فریق دوسرے فریق کے کسی ایسے شہر میں جہاں کسی اجنبی دول کا کوئی قنصل نہ ہو اپنا قنصل مقرر کرنا چاہے۔ تو اسکے لیئے یہ امر ضروری ہوگا۔ کہ تقرر قنصل سے قبل فریقین اس پر متحد ہوجائیں۔ اور باہمی رضامند ہوجائیں۔

(دفعہ ۱۲) فریقین معاہدہ اِس کا عہد کرتے ہیں کہ وہ اُن مسائل کی متحدہ قوّت سے حفاظت کرینگے۔ جو آمدورفت برّی وبحری اور برقی تاروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو اسوقت موجود ہیں۔ اور اُنکی ترقی کے ذرایع اختیار کریں گے تاکہ معاہد فریقین کے تعلقات و روابط مزید استحکامات حاصل کرلیں۔ نیز فریقین کا فرض ہوگا۔ کہ وہ آمدورفت کے راستوں کو آسان بنانے نقل وحرکت کے ذریعہ کو درست رکھنے مسافروں کے گذرنے اور فریقین کے ممالک میں اشیاء کو بھیجنے کے لیئے ہر ممکن آسانی کو بہم پہنچائیں گے۔ تاکہ فریقین کے ممالک میں

اشیاء کو بھیجنے کیلئے ہر ممکن آسانی کو بہم پہنچائیں گے۔ تاکہ فریقین کے ممالک میں آمد و رفت اور اشیاء کی روانگی آزادی سے ہو سکے۔ نیز فریقین معاہد اپنی مشترکہ کوشش سے اس خصوص میں بھی جمہوریۂ روس اور جمہوریات قفقاز سے بھی کوئی مناسب سمجھوتہ کر لیں گے۔

فریقین کے ممالک میں مسافروں کی آمد و رفت اور تجارتی اموال کی درآمد و برآمد کے متعلّق اُسوقت تک جب تک کہ اُسکے متعلّق باہمی اتّفاق رائے سے کوئی جدید معاہدہ مرتّب ہو۔ مقامی قوانین پر عمل کیا جائیگا

(دفعہ ۱۳) امور اقتصادی اور مالی کے متعلّق جس قدر جلد ممکن ہو معاہدات مرتّب کیئے جائیں۔ اور اُنکو عمل میں لایا جائے۔

(دفعہ ۱۴) فریقین معاہد تجویز کرتے ہیں۔ کہ جلد سے جلد حفظان صحت کے نظام کو مرتّب کیا جائے۔ تاکہ ان کے موافق بحیرۂ اسود کے سواحل پر فریقین کے ممالک میں عمل کیا جائے۔

(دفعہ ۱۵) اِس معاہدہ کی تصدیق ہوتے ہی فریقین معاہد آپس میں سیاسی تعلّقات کو نظام و اصول کے ساتھ قایم کریں گے۔ اور پھر فریقین میں سرکاری پیامات کے تبادلہ کا کام شروع ہو جائیگا۔ اور اُن تمام امور کو عمل میں لایا جائیگا۔ جو ضروری ہیں۔

(دفعہ ۱۶) یہ معاہدہ فریقین معاہد کی اجازت و تصدیق پر موقوف ہے۔ تصدیق کی کارروائی اور معاہدہ کی کاپیوں کے تبادلہ کا کام تاریخ دستخط سے تین ماہ کے اندر مقام خارکوف پر مکمّل ہونا چاہیئے۔ اِس معاہدہ پر اسوقت سے عمل کیا جائے گا۔ یا اس کا نفاذ اسوقت سے ہوگا۔ جب کہ اس کی تصدیق ہو جائے گی۔

معاہدہ ہٰذا کے مقدمہ میں فریقین معاہد کے جن قایم مقاموں کا ذکر ہے اُنہوں نے اسپر اپنے دستخط اور مہریں ثبت کر دی ہیں۔ اور اُسکی دفعات یہ

اِحکام کی تصدیق کر دی ہے۔ اور اعتراف کر لیا ہے۔ اِس معاہدہ کی دو کاپیاں فرانسیسی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ اور اسکی تکمیل انگورا میں ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء کو ہوئی ہے۔

شیخ سنوسی

غازی مصطفےٰ کمال نے جس قدر بھی غیر ممالک سے اِتحاد و اتفاق کے معاہدے قائم کیے ہیں یہ سب ۱۹۲۱ء تک ہوئے ہیں۔ اسوقت ترکانِ احرار اور یونان کے درمیان محاربات زوروں پر تھے۔ ممالک کے اندرونی اقوام آرمینیا اور فرانس سے صلح ہو چکی تھی۔ سلطان اور اسکی مرکزی حکومت عہد نامہ سیورے کی بنا پر ترکانِ احرار کی مخالفت سے کنارہ کر چکی تھی۔ اتحادی حکومتیں خاموشی سے ترکوں اور یونانیوں کی جنگ کا نظارہ دیکھ رہی تھیں کہ دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ایسے اڑے وقت میں جب کہ مصطفےٰ کمال بیرونی اعانت اور امداد حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور تمام ہمسایہ حکومتوں اور اسلامی سلطنتوں سے عہد و پیمان کے سلسلے احاطہ تحریر میں آ رہے تھے۔ اُسوقت بتائید ربّانی ایک خدا کا برگزیدہ اِنسان نیک اور ہمدرد ہستی اِفریقہ کے ریگستانوں سے حرکت میں آئی۔ اناطولیہ کے میدانوں میں جلوہ گر ہوئی۔ یعنی تقدّس مآب حضرت شریف سیّد احمد شیخ اعظم فرقہ سنوسی (افریقہ) نے عسکی شہر میں نزول اجلال فرمایا۔ حضرت ممدوح نے جنگ طرابلس ۱۹۱۱ء کے کٹھن زمانہ میں ایک جنگجو لشکر اعراب فراہم کرکے غازی انور پاشا کی بہت اِمداد و اعانت فرمائی تھی۔ اِسلیئے واثق یقین تھا۔ کہ جناب شیخ سنوسی صاحب اِس سخت آزمائش اور اِبتلا کے زمانہ میں بھی سابقہ کیطرح اپنی ظاہری اور باطنی قواء کو حرکت دیکر ترکانِ احرار کی امداد و اعانت فرمائیں گے۔ اور اپنی روحانیات اور تجلّیات کی برکات سے مسلمانوں کے دِلوں سے بغض و حسد کی آتش فرو کرکے ترکانِ احرار کی حمائت پر آمادہ کر دینگے۔ چنانچہ آپنے ہر ممکن کوشش سے ترکانِ احرار کی اعانت فرمائی۔ جیسا کہ آگے چل کر آپ ملاحظہ فرمائینگے۔

شیخ اعظم نے اس مقام پر جہاں ترکانِ احرار نے یونانیوں پر ایک فتح عظیم حاصل کی تھی۔ تشریف لاتے ہی مجلس عالیہ ملّیہ قومیہ کے صدر جناب غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی خدمت میں ایک مراسلہ بھیجا۔ جس میں اس جلیل القدر مجلس کے سیاسی و فوجی کارناموں پر نہایت دلی جوش و خلوص سے خراجِ تحسین ادا کیا گیا۔

جناب شیخ اعظم نے اُن ترکانِ غیور کو جو اپنی حیات و ممات کی کشمکش میں مصروف و مشغول تھے۔ یقین دلایا کہ وہ واحد و بے ہمتا ربّ العالمین اُن لوگوں کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ جو تمام خودغرضانہ خیالات سے فارغ و بے نیاز ہو کر اپنے حقوق آزادی کیلئے جدّوجہد کرتے ہیں۔ سب برادرانِ دینی تمام اطراف واکناف عالم میں ترکانِ احرار کی اس بہادرانہ استقامت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور انھیں صاف نظر آرہا ہے۔ کہ خدائے بزرگ و برتر کا انصاف ہر مظلوم کی تائید و حمایت کرتا ہے۔ خواہ وہ طاقتور ہو یا کمزور اور خواہ وہ کسی ملک و نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ فرقہ سنوسی کے تمام افراد جہاں کہیں بھی ہیں۔ نہایت خلوصِ دل سے جنابِ باری کے آستانۂ جلال کے آگے دست بہ دعا ہیں کہ وہ ترکوں کی افواجِ قاہرہ کو فتح کی نعمت سے مالامال فرمائے۔

جنوری ۱۹۲۱ء کے اوائل میں بمقام سیواس ایک بین الاقوامی کانفرنس زیرِ صدارت جناب شیخ اعظم سنوسی منعقد ہوئی تھی۔ جسمیں شیخ مذکور نے علاوہ صدارت کے ترکوں کی نمائندگی کا فرض بھی ادا کیا۔

کانفرنس کے انعقاد کا مقصد یہ تھا۔ کہ تمام مسلمان سلطنتوں اور قوموں کی مساعی کو ایک مرکز پر لائے۔ اور ایک مستحکم اتحادِ اسلامی قائم کرنے کی تجاویز وضع کیجائیں۔

چنانچہ شیخ سنوسی نے کُردوں اور عربوں کو متحد و متفق کرنے میں جہد بلیغ کی۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے شیخ سنوسی کی خدمت میں ایک تار بھیجا جس میں اُنکی اُن کوششوں کا شکریہ ادا کیا گیا۔ نیز فوج کو جو دعائیں آپ نے

دیں۔ اُنپر بھی تشکر و امتنان کا اظہار کیا گیا۔

شیخ سنوسی نے ان فتوحات کے متعلق جو ترکان احرار نے یونانیوں پر حاصل کی تھیں۔ ایک خواب دیکھا تھا۔ جسکی بنا پر اُنہوں نے چند پیشین گوئیاں کر دیں۔ چنانچہ شیخ موصوف نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اپنے ایک خط میں لکھا کہ میں نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ دشمن ہزیمتیں اُٹھاکر پائمال ہو رہا ہے۔ اور آپ کو فتح نصیب ہوئی ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ آپ کو ابھی فتح حاصل ہوگی۔ میں چند روز میں مدینہ طیبہ میں پہنچکر اپنے آقا و مولا کے روضہ مبارک پر بیٹھکر آپ کی فتح و نصرت کیلئے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے دعا مانگونگا۔

پھر شیخ سنوسی نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو دیار بکر سے ایک پیغام بھیجا جس میں شیخ موصوف نے لکھا کہ میں نے آپ کو خواب میں بطریقہ کشف دیکھا ہے کہ تمام واقعاتِ حرب و ضرب میں اسلام کو فتح و کامیابی حاصل ہونیوالی ہے۔ شیخ ممدوح نے اپنی خواب کی تفصیل بیان کرکے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو مبارکباد دی۔ اور کہا کہ آپ کی فتوحات کے سلسلے کا آغاز ہو گیا ہے۔

حضرت شیخ سنوسی اعظم کا یہ پیغام مجلسِ عالیہ قومیہ انگورا میں پڑھ کر سنایا گیا۔

دشمنوں کی ریشہ دوانیاں اُنکے کچھ مفید نہ ہوئیں۔ اسواسطے کہ حکومتِ انگورہ نے اُن بعض اشخاص کی پرواہ نہیں کی۔ جنھوں نے کُردی قوم کے تمام سے یہ مطالبہ کیا تھا۔ کہ وہ (کرد) عثمانی جماعت سے الگ ہیں۔ حالانکہ کُردوں نے اسی جماعت میں اپنی زندگی عیش و عشرت سے بسر کی۔ اور اور ترکوں میں شیر و شکر ہو گئے۔ اور دونوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ ثبوت اسکا یہ ہے کہ انمیں سے بعض صدر اعظم ...... اور بعض شیخ الاسلام کے عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز ہوتے رہے ہیں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ ترک کردوں کی طرف سے بدظن نہیں ہوئے تھے۔ البتہ دشمنوں کے پھٹوؤں کی ایک شریر جماعت نے اپنے کمینے اغراض کو پورا کرنیکے لیئے قبائل اور جرگوں میں بعض بیہودہ باتیں پھیلادی تھیں کہ ترکوں نے اسلام سے منہ موڑ لیا ہے۔ اور اب عیسائی ہو گئے ہیں۔ یہ بات تھی کہ جسکی وجہ سے کرد اپنے برادران ترک سے بغض اور کینہ رکھتے تھے۔ کیونکہ کرد لوگ اپنے دین کو تمام چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں۔

لیکن حکومت انگورہ نے اس مسئلہ کو نہایت استقلال اور احتیاط سے طے کر دیا۔ اس نے سوچا کہ اس قسم کے استبدادی مقاصد کے مقابلہ کیلیئے اگر کوئی بہترین ہتھیار ہو سکتا ہے۔ تو وہ حقیقت کا اظہار کر دینا ہے۔ اسی لیئے حکومت نے جناب امام سید سنوسی مدظلہ العالی پر پورا پورا بھروسہ کیا۔ تا کہ آپ ان قبائل سے ملیں اور انکو راہ راست پر لائیں۔

حضرت امام ممدوح ڈیڑھ سال متواتر اسی تگ و دو میں رہے۔ اور اس عرصہ میں تمام اناطولیہ میں پھر کر سرداران قبائل سے ملاقات کرتے رہے اور اُن کو نصیحتیں کرتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس جگہ آپ تشریف لے گئے آپ کی عزت و تعظیم کیگئی۔ حتےٰ کہ آپ کے نصائح نے اُنکے دماغوں کو منور کر دیا۔ اُنکی بگڑی ہوئی بات کو بنا دیا۔ اور اُنکے قلوب میں اعلےٰ مقاصد کی جڑوں کو مضبوطی سے جما دیا۔

جناب امام کی کامیابی کی اعلیٰ دلیل احمدی مجلس مشورہ بمقام غربوطلا کا اعلان ہے۔ اور کانفرنس کی قراردادیں جو ان قبائل کے سرداروں نے منظور کیں۔ قومی تحریک اناطولیہ کے مخالف تھے۔ ہدایت کی علامتیں ہیں۔ ان قراردادوں اور نیز اعلانوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ کردی قوم جس نے صلاح الدین ایوبی جیسے پیدا کیئے۔ آج اپنے فرائض کو اچھی طرح سمجھ گئی اور اب وہ مشرقی قوموں اسلامی آزادی کی فتح میں ہاتھ بٹائے گی۔ جس سے استبدادی

ہوس بیخ و بن سے اُکھڑ جائے گی۔

اس جگہ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ترکی قومی تحریک کے بہترین ترقی دینے والے حضرت امام موصوف تھے۔ چنانچہ آپ نے اکثر خطرناک اور نازک موقعوں پر ترکوں کو فتح کی بشارت دی تھی۔ اور اُن کی ہمیشہ ہمت افزائی فرماتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ فتح سقاریہ کے وقت آپ نے غازی اعظم مصطفیٰ کمال پاشا کو ایک یادگار تلوار ہدیۃً عطا کی۔ اور حسبِ ذیل خط لکھ کر بھیجا۔

منجانب بندۂ خدا۔ غلام اُستاد احمد شریف سنوسی حطابی الحسنی الادریسی۔

بخدمت فخرِ سلطنت، صاحبِ فخر و سطوت، سپہ سالارِ افواجِ اسلامی عثمانی، حامی شریعتِ محمدی، بہادر غیور، پیرو سنتِ رسولِ اعظم، صدرِ مجلس وطنی کبیر، ہز ایکسیلنسی غازی مصطفیٰ کمال پاشا نصرہ اللہ وایدہ کما یشاء وایدہ بروح المجتبیٰ

اللہ سے میں دعا کرتا ہوں کہ یہ میری تلوار جس کو میں ہدیۃً آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ آپ کو اس فتحمندی۔ کامیابی اور عزت کا مژدہ سنائے۔ جس کا مژدہ میرے اُستاد نے مجھے دیا تھا۔ یہ میری آرزو و التماس ہے۔ اور اسی پر بھروسہ ہے خدا آپ کے ستارۂ سعادت کو اقبالمند کرے۔ اور آپکے ذریعہ سے اُمتِ اسلامیہ کو خوش بختی عطا کرے۔ اور آپ کو ہمیشہ بلند مرتبہ رکھے۔

آمین! ثم آمین!!

یا ربّ العالمین

چھٹا باب

گذشتہ باب میں مصطفیٰ کمال کا دیگر ممالک کے ساتھ اتحاد و اتفاق اور معاہدات درج کیئے گئے ہیں۔ اس باب میں مصطفیٰ کمال کی چند تقاریر اور ضروری امور دربارہ قومی حکومت درج کر کے اس کتاب کو ختم کر دیا جائیگا۔ چونکہ اس حصّے کو واقعات کی فراوانی اور طوالت کے سبب سے بہت طول کھینچا ہے۔ اسلیئے محاربات آرمینیا فرانس اور یونان کو آگے چل کر مختلف حصص کی صورت میں قلمبند کیا گیا ہے لیکن یہ واقعات محاربات بھی بذات خود طویل ہیں۔ بلکہ طویل ہونیکے علاوہ نہایت ہی دلچسپ اور دلوں کے اندر ذوق و شوق اور دماغوں میں وجد پیدا کرنیوالے ہیں۔ طوالت سے قطع نظر ہمنے اس بات کی کوشش کی ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کے قائد اعظم، بطل حریت۔ اسلام کے فرزند جلیل اور فلاسفر اعلیٰ کے تمام حالات مکمل اور مفصّل طور پر ہدیۂ ناظرین کیئے جائیں۔

مصطفیٰ کمال نے میدانِ جنگ کے کارناموں کے ساتھ ساتھ ملک کے نظم و نسق کا بھی خیال رکھا۔ لیکن یاد رہے کہ جنگ کے زمانہ کا دماغ کچھ اور ہوتا ہے۔ اور امن کے زمانہ کا دماغ اور ہی کیفیت رکھتا ہے۔ اسوقت دماغ جنگ کی جدّوجہد سے بالکل آزاد ہوتا ہے۔ فکر و اندیشہ۔ اور مساعی کا زمانہ گذشت و رفت ہوتا ہے۔ دماغ آرام میں ہوتا ہے۔ دل تسکین میں ہوتا ہے۔ فراغت اور فرصت کا وقت ہوتا ہے۔ اسلیئے یہ قدرتی بات ہے۔ کہ امن و امان کی گھڑیوں میں دماغ کا کامیاب رجحان ملک کی صلاح اور بہتری کیطرف

ہوتا ہے۔ چنانچہ جب جدال وقتال کی گھناؤنی گھٹائیں ملک پر سے دُور ہوگئیں اور مطلع بالکل صاف ہوگیا۔ تب مصطفےٰ کمال امن وچین سے بیٹھ کر ملک کی اصلاح و فلاح اور فوز و ترقی کی طرف مائل ہوگئے۔ اِسقدر سرعت اور تیزی کے ساتھ آپ نے خستہ اور مُردہ ملک کو معراج ترقی تک پہنچا دیا۔ کہ تمام دُنیا ترکوں کی اِس سریع رفتار ترقی کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئی۔ یہ تمام واقعات پانچویں حصے میں بیان ہوچکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن اِس موقعہ پر ترقی کی تجاویز اختصار کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔ طویل الذیل شرح کی گنجایش نہیں۔ کیونکہ اِس جدال وقتال کے دَور میں یہ اصلاحی پروگرام کبھی مرتب نہیں ہوا۔ اگر کوئی قانون نظم ونسق کی خاطر مرتب بھی ہوا۔ تو وہ صرف ہنگامی تھا۔ تاکہ عارضی طور پر حکومت کا کام چلایا جائے۔ لہٰذا اَب یہاں صرف اُن ہنگامی باتوں کو درج کیا جاتا ہے۔ جو جنگ کے علاوہ متوازی طور پر ملک اور رعیّت کے انصرام و اہتمام کیلئے اختیار کیگئی تھیں۔ یہ انتظامات سنہ ۱۹۲۰ء کے بعد دو تین سال ہی قایم رہے۔ کیونکہ جنگ سے فارغ ہونیکے فی الفور بعد ہی مجلس عالیہ ملیّہ نے اِصلاحات کی طرف قدم اُٹھایا۔

انگورا

انگورا ایک گاؤں ہے۔ جو پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں اُسکی حیثیت ایک معمولی گاؤں سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن چونکہ ترکانِ اِحرار کی جدو جہد کا پہلا مرکز یہی ہے۔ اِسلیئے اِس گاؤں کی قسمت بیدار ہوگئی۔ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء میں اِس شہر میں سب سے پہلا جلسہ زیر صدارت مصطفےٰ کمال منعقد ہوا۔ قومی پارلیمنٹ کا اِفتتاح ہوا۔ اِس جلسہ میں ایک عظیم الشّان جدید ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور اِس شہر کو جدید قومی حکومت کا مرکز قرار دیا گیا۔ ترکانِ احرار کا یہی سب سے پہلا ماوی وملجاء تھا۔ اِس شہر میں حکومت کی طرف سے تعمیر شدہ ایک قدیم الایّام سے کہنہ ایگریکلچرل سکول قائم تھا۔ جو حکومت کی بے اعتنائی اور تغافل کے سبب سے شکستہ اور خستہ حالت میں تھا۔ مصطفےٰ کمال نے اِس

قدیم عمارت میں اپنا دفتر قائم کیا۔ نہ تو اسمیں تبدیلی آگئی۔ اور نہ ہی اس میں کوئی جدید عمارت تعمیر کیگئی۔ جنگ کا زمانہ تھا۔ اسکی تعمیر کیطرف کسی کو خیال نہ تھا۔ اسوقت دشمنوں کو ملک سے باہر نکالنے اور ٹرکی کی عزت کو قائم کرنے کا خیال لگا ہوا تھا۔ شروع شروع میں قومی سلطنت کا بہت کم رقبہ تھا۔ لیکن جوں جوں ترکان احرار معرکوں میں کامیاب ہوتے گئے۔ اُنکی حکومت بھی وسیع تر ہوتی گئی۔ اور انگورا نے گاؤں کی صورت سے تبدیل ہو کر شہر کی صورت اختیار کی۔ کیونکہ حسب ضرورت ترکان احرار کو جدید عمارات مثلاً اسمبلی ہال۔ دفاتر وغیرہ بنانے پڑے۔ اسطرح جدید عمارات کے اضافہ سے انگورا کا رقبہ بھی وسیع ہوگیا۔ سڑکیں درست اور مرمت کرلیگئیں۔ حفظان صحت کے اصول و قواعد کو مدنظر رکھا گیا۔ کیونکہ دن بدن یہاں محبان وطن کے وارد ہونے سے آبادی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں حکومت انگورا نے اسکو از سر نو تعمیر کرنے کیلئے نئی سکیم تیار کی۔

رفتہ رفتہ انگورا کی حکومت وسیع ہوگئی۔ جس کی حدود میں اناطولیہ کا بہت سا حصہ۔ شام کا وہ حصہ جو فرانس نے خالی کر دیا تھا۔ اور آرمینیا۔ باطوم۔ اطنہ وغیرہ کا بہت سا علاقہ اسمیں شامل ہوگیا۔ انگورا قسطنطنیہ سے بہت ہی قریب ہے۔ اور ملک کے عین وسط میں واقعہ ہے۔ یہاں تمام ملک کے حالات و واقعات سے بہت جلد پتہ چل سکتا ہے۔ اور احکام و فرامین بھی یہاں سے بہت جلد ملک کے طول و عرض میں نشر و اشاعت پذیر ہو سکتے ہیں۔

جوں جوں فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا۔ توں توں انگورا حکومت .... کی حدود بھی بڑھتی گئیں۔ چنانچہ جنگ سمرنا کے اختتام پر صرف قسطنطنیہ ترکانِ احرار کے قبضہ سے باہر تھا۔ باقی تمام ملک ترکانِ احرار کے قبضہ میں آگیا۔ بعد ازاں قسطنطنیہ بھی ترکانِ احرار کے لیے خالی کر دیا گیا اور اُسپر اُنکا جھنڈا لہرانے لگا۔

جب ترکانِ احرار جنگ وجدال کی قیل وقال سے فارغ ہوئے۔ تب اُنھوں نے اِس شہر کی تعمیر کی طرف توجّہ کی۔ بلکہ جدید انگورا تعمیر کرنا شروع کر دیا۔ اِس تعمیر کے متعلّق حالات پانچویں حصّہ کے اندر درج ہو چکے ہیں۔

بہرحال جنگ کے دوران میں ہی ترکانِ احرار نے اس قدیم انگورا کی جدید طریقے پر تعمیر شروع کر دی۔ سرکاری عمارات کے نقشہ جات تیار کیے گئے جن کو احرار کی مجلس شوریٰ نے منظور کر لیا۔ چنانچہ یہ عمارات نہایت شاندار طریقہ پر تیار ہوئیں۔ ہزارہا مزدور روزانہ اُسمیں کام کرتے تھے۔ اُنکو معقول اُجرتیں دیجاتی تھیں۔ یہانتک کہ انگورا ایک بڑی شان والی جگہ بن گئی۔ اتحّادیوں نے بہت کوشش کی۔ کہ اِس شہر کو نمایاں حیثیت حاصل نہ ہو۔ مگر مخالفت بارآور ثابت نہ ہوئی۔

اِسطرح شہر انگورا کو ایک زبردست مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ الغرض اُسوقت ترکانِ احرار نے اِسمیں ہرطرح کی سہولت اور بہتری کے سامان مہیا کر لیے۔ سیرگاہیں۔ باغات وغیرہ تیار کر لیے۔ اور کچھ عرصہ تک یہی قدیم انگورا ترکانِ احرار کا دارالخلافہ رہا۔ زراعت و کاشت کا اِنتظام کیا گیا۔ حکومت نے اپنا فرض سمجھ کر لوگوں کی اِمداد کی۔ دہقانوں کو اِس سے بہتر جمہوری حکومت نصیب نہ ہوئی تھی۔ حکومت کی امداد سے گذشتہ سالوں کے برابر کاشت ہونی شروع ہو گئی۔ اشیائے خوردنی کی کثرت تھی اور قیمتیں کم تھیں۔

عوام النّاس کی زندگی نہایت ہی پاکیزہ خیالات پر مبنی تھی۔ صنعت و حرفت کو ترقی دینے کی کوششیں ہو رہی تھیں۔ لوگوں کی مالی حالت بھی اچھی تھی۔ یہ جنگ میں ڈٹی ہوئی قوم امن و امان کی زندگی بسر کرنے والی قوموں کی نسبت زیادہ خوشحال تھی۔

اُسوقت حکومت انگورا کی آمدنی مالگذاری سے پانچ کروڑ پچاس لاکھ پونڈ تھی۔ اِس آمدنی پر موجودہ خرچ کا دارومدار تھا۔ قوم پرستوں کے کل نئے انتظامات تھے

دولتِ عثمانیہ کے بعض زرخیز ترین اور سب سے زیادہ آباد حصّے اِس حکومت میں شامل تھے۔ اِنتظام والتیام نہایت ایمانداری کے ساتھ جاری تھا۔ محکمۂ عدل وانصاف کے اراکین نہایت جانفشانی اور دیانت کے ساتھ کوشش کرتے تھے۔ تاکہ قومیّت کی رُوح قائم ہوجائے۔ اور مستقبل شاندار اور اُمید افزا ہو۔

قوم پرست ٹرکی فوج میں ہر مرد وعورت اور بچّہ حسب مراتب حصّہ لے رہا تھا یہ ٹرکی قوم کی قابلِ فخر کامیابی تھی۔ اسوقت اس فوج کی تعداد دو لاکھ تھی۔ اور مزید کوشش یہ کی جارہی تھی۔ کہ اِس تعداد کو اڑھائی لاکھ تک پہنچا دیا جائے اسوقت فوج کی کمان جن افسروں کے ہاتھ میں تھی وہ سب کے سب فدائیانِ وطن تھے۔ اُنکو جنگی تجربہ کافی وافی حاصل تھا۔ اِسکے علاوہ انگورہ میں فوجی سکول بھی جاری تھا۔ جسمیں سے روز بروز ٹرکی نوجوان اپنے مُلک کی خدمت کرنے کیلئے قابل ہوکر نکلتے تھے۔ اُنکی تمنّا یہ تھی کہ مُلک کی بہتری کیلئے جو کچھ بھی ہو سکے کریں۔ اس طاقت کی بدولت حکومت انگورا کی قومی پارلیمنٹ اس وسیع مُلک پر حکومت کرنیکے قابل تھی۔ جو ولائیتِ بغداد اور ایران کی سرحد سے بحیرۂ خضر اور بحیرہ اسود کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور جسمیں قانع اور خوشحال لوگ آباد ہیں۔ جو صرف آزاد قوم کی حیثیّت سے رہنا چاہتے تھے۔

نظام حکومت

ٹرکی کو مجلس قومیہ سے بہتر نظامِ حکومت کبھی نصیب نہیں ہوا۔ حکومت نے اِس بدنظمی اور ابتری کا تار و پود بکھیر کر جو زیادہ تر اناطولیہ کے ذریعہ سے ہنگامہ زا تھی۔ کامل امن قائم کرلیا۔ مقامِ حکومت سے دور دراز کے مقامات میں بھی نہایت عُمدہ اور اعلےٰ اِنتظام اور بندوبست تھا۔ حکومت نے خانگی امور میں مذہبی اثر و اقتدار کو کم کرنے کی مستقل کوشش کی۔ اسکا پروپیگنڈا یہ تھا۔ کہ لوگوں میں ٹرکی قوم پسندی کی روح کو اثر انداز اور نشر پذیر کیا جائے حیرت افزا اور جوش انگیز حالات کے باوجود مجلس قومیہ نے اپنے زبردست قیام و استحکام کے وقت سے قلیل التعداد عیسائی جماعتوں کے ساتھ نہایت ملاطفت آمیز

سلوک کیا۔ کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔

حکومت نے بعض خاص اہم خارجی اصلاحیں کیں ہیں۔ مثلاً مرکزیت اور مقامی حکومتِ خود اختیاری۔ اُسنے ٹرکی کے تین نہایت ضروری خارجی مسایل کا انتظام کیا ہے۔ (۱) تعلیم (۲) ریلوے روڈ پر باربرداری کی ترقی (۳) زراعتی مشینری کا نفاذ۔

حکومت اپنی محدود مالیات کے باوجود کام کرتی رہی۔ اُس نے ڈرامے کے فن کو ترقّی دی۔ ریل کی سڑکیں بنائیں۔ اور آلات زراعت خرید کر کسانوں کے پاس فروخت کیئے۔

آج دنیا میں ٹرکی کیطرح بہت کم حکومتیں ہیں جو بجٹ کی کمی کے بغیر مصروف بہ انتظام ہیں۔ اسکی ایک وجہ تو یہ امر واقع ہے۔ کہ یہ فطرتاً عثمانی پبلک قرض پر سود ادا نہیں کرتی۔ تاہم یہ قرض کو محسوس کرتی ہے۔ اور قیام اَمن کے وقت سے ادا کرنے پر رضامند ہے۔ اس نے وہ کام کیا جو زمانہ جنگ میں کسی حکومت نے نہیں کیا۔ اُسنے ٹیکس وغیرہ کے ذریعہ اخراجاتِ جنگ ادا کیئے ہیں۔ اُسنے کوئی داخلی قرض نہیں لیا اور اُسنے کاغذوں کے نوٹ نہیں چلائے۔ اور اِسلامی سلطنت عثمانیہ کے قدیم کاغذ کے نوٹ اِستعمال کرتے ہیں۔

حکومت نے انگورا میں بجلی کی روشنی کا اِنتظام کرلیا ہے اور ٹیلی فون کا جال بچھا جادیا ہے۔ اُسنے جدید تلغرافی لائنیں بھی قائم کردیں۔ اور تار کا محکمہ خوب کام کر رہا ہے۔ ریل کی سڑکیں کامیابی کے ساتھ جاری کیں۔ برطانیوں نے اِلتوائے جنگ کے بعد ترکوں کے توپ خانے کو توڑ دیا تھا۔ انہوں نے از سرِ نو درست کرلیا۔ اُنہوں نے اِس مرمّت کردہ توپ خانہ سے یونانیوں کو ہلاکت آفرین نقصان پہنچایا۔

حکومت انگورا نے پوڈر کے کارخانے بھی قائم کیئے۔ اور ہوائی جہازوں کی مرمّت کیلیئے ایک دوکان بنالی۔ بجلی کے کارخانوں کے لیئے اُسکے پاس ربڑ وغیرہ نہیں تھا۔ اُنہوں نے ایک اور ایسی ہی ایجاد کرلی۔ جو ربڑ کی بجائے کام دے سکے

بالخصوص فنون کے متعلق ترکوں نے اپنے محدود ذرائع ہی کو کام میں لا کر زبردست ذہانت و فطانت اور حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت دیا۔

افواج کی تنظیم

حکومت نے ایک زبردست باقاعدہ فوج کو مکمل طور پر تیار کیا ہے۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک فوجی مکتبہ قائم کر رکھا تھا۔ اور سیکڑوں نوجوان افسروں کو فوج میں کمیشن عطا کیے جاتے تھے۔ اور ہر افسر کو میدان جنگ سے پہلے ڈیڑھ ترکی پونڈ کی رقم بطور عطیہ دی جاتی تھی۔ افواج کے اخلاق بہت اچھے تھے۔ مفرورین کی تعداد بہت کم تھی۔ یہ فوجیں کوچ کرتے وقت متواتر نہایت جوش کے ساتھ گیت گاتی تھیں نظم و نسق قابل تعریف تھا۔ اکثر حالتوں میں افسران تحریک جمہوریہ کے رہنما تھے۔ فرضِ منصبی سے فارغ ہو کر افسر اور سپاہی آزادانہ طور پر باہم شیر و شکر ہو جاتے تھے۔ حکومت نے کسی جگہ خاص امتیازی سائن بورڈ نہیں لگایا تھا۔ جس پر لکھا ہو کہ یہ افسروں کے لیے ہے۔

کارخانہ اسلحہ سازی

بلدیہ قونیہ کے صدر نے اسلحہ کی تیاری کے لیے ایک خاص کارخانہ قائم کیا۔ جس میں روزانہ دو سو آلات حرب بنائے جاتے تھے۔ جو صدر موصوف اپنے خرچ سے ترکی سپاہ کیلئے بطور ہدیہ پیش کر دیتے تھے۔ اس اولوالعزم صدر بلدیہ نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ جب تک ترکی فوج کیلئے کافی ہتھیا فراہم نہ ہو جائیں وہ یہ سلسلہ برابر جاری رکھیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترکی قوم کا ہر فرد خلوص سے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی امداد پر آمادہ ہو گیا تھا۔ خصوصاً جب سے ترکان احرار نے یونان کو شکست فاش دی ہے۔ ترکوں میں یہ جذبہ اور بھی ترقی کر گیا۔ گذشتہ جنگ کے موقعوں پر کئی مرتبہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ کہ ترکی فوج کے پاس گولہ بارود نہ رہا۔ اور ان کو دشمنوں پر مشینوں سے حملہ آور ہونا پڑا۔

حکومت انگورا کا نظام آئینی

۲۰ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء کو جمعیت عالیہ قومیہ انگورا کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں ترکان احرار کی مملکت کے انتظام و انصرام کے لیے مندرجہ ذیل قانونِ اساسی منظور کیا گیا۔ جہاں اس قانون کی توضیح میں

ملک کے نظم و نسق داخلی کے عالمگیر معیار کی کم و بیش پیروی کیگئی ہے۔ وہاں اسکو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ یہ قانون سب قوانین آئینی سے زیادہ جمہوریت کا حامل ہے۔ یہانتک کہ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں کی نمائندہ مجلس موجود ہے۔ جس کا تعلق انتظامی حکومت کے ساتھ ہے۔

۱۔ اس قانون کے عملدرآمد کا اختیار مجلس منتظمہ کو حاصل ہوگا۔ جو مختلف شعبوں کے وزراء پر مشتمل ہوگی۔ یہ سب انتظام مجلس عالیہ قومیہ کے عطا کردہ اختیار سے ہوگا جسکی میعاد حکومت بالعموم دو سال کی ہوگی۔ لیکن اگر کسی خاص صورت معاملات کے ماتحت آراکین مجلس مناسب سمجھیں تو یہ میعاد بڑھائی جاسکے گی۔

۲۔ تمام ملک جغرافیائی اور اقتصادی وجوہ کی بنا پر ولایات یعنی صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ولایات کا قضاؤں (یعنی قسمتوں) پر مشتمل ہے۔ وہ قسمتیں اضلاع پر تقسیم کیگئی ہیں۔ جن کو "ناحیہ" کہتے ہیں۔ اس انتظام کے ماتحت جو علاقے سنجک کہلاتے تھے۔ وہ منسوخ کردیئے گئے ہیں۔

۳۔ ہر ولائیت میں ایک تقریباً خودمختار مقامی حکومت قائم کیجائیگی۔ اور اس امر کا خیال رکھا جائیگا۔ کہ حتی الامکان اختیارات سلطنت منقسم رہیں مرکزیت پیدا نہ ہونے پائے۔

۴۔ امور داخلیہ و خارجیہ کی عام نگرانی۔ اوقاف کا انتظام۔ عام وضع آئین و قوانین۔ امور فوجی۔ بین الاقوامی اقتصادی امور اور عام اہمیت رکھنے والے معاملات مجلس عالیہ قومیہ کی مجلس کابینہ کے ماتحت رہیں گے۔ لیکن تمام امور دینی و دنیاوی شعبۂ زراعت کے انتظامات۔ مقامات تجربی کا انصرام۔ نسل کشی مواشی دیہاتی نمائیش۔ امور عامہ۔ مقامی حفظان صحت۔ خدمات عامہ وغیرہ کے تمام معاملات کا اہتمام، ہر ولائیت کے حاکم بہ اجلاس کونسل کے سپرد ہوگا۔ اور اس کونسل کے ارکان ہر دو سال کے بعد عام انتخابات سے منتخب کیئے جائیں۔

۵۔ "قضا (قسمت) کے امور کا انصرام ایک قائم مقام کے سپرد ہوگا۔ جو "والی"

کے ماتحت کام کریگا۔ اور جس کے کام کی غالب نوعیت یہی ہوگی کہ اضلاع کے انتظامات کی نگرانی کی جاوے۔

۶۔ ضلع کا حاکم "مدیر" کہلائیگا۔ اُسکی مدد کیلئے ضلع کی مجلس عامّہ ایک مجلس منتظمہ منتخب کرکے دیگی۔ مجلس عامّہ ضلع میں خود انتخاب عام کے ذریعہ سے منتخب ہوگی۔ مدیر معہ اپنی کونسل کے مقامی اخلاق اور عام مقامی امن وامان کا ذمّہ وار ہوگا۔

۷۔ جہانتک ولایات کے باہمی اقتصادی ومعاشری تعلّقات اجازت دینگے ولایات کو ایک حلقہ میں محدود کیا جائیگا۔ اور اس حلقہ کا نام حلقۂ تفتیش ہوگا۔

۸۔ مفتشِ اعظم (یعنی انسپکٹر جنرل) مرکزی حکومت اور مقامی نظم ونسق کے سلسلۂ تعلّقات کی درمیانی کڑی کا حکم رکھیگا۔

تقاریر

اب ہم ناظرین کے سامنے مصطفٰے کمال کی تقاریر رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی مصطفٰے کمال کے کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائینگے۔ کہ جسطرح مصطفٰے کمال کی عملی کارروائیاں رنگ لائی ہیں اسطرح یہ تقاریر بھی عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک کافی ووافی ذریعہ ہیں۔ علاوہ ازیں ان تقاریر سے غازی کی لیاقت وذہانت۔ علمیّت وفطانت۔ وسیع النظری۔ تجربہ کاری فلاسفی مترشّح ہوتی ہے۔ جو یہ بات ثابت کرنیکے لیئے کافی ہیں۔ کہ مصطفٰے کمال اعلیٰ درجہ کا مدبر اور جلیقدر انسان تھا۔ موجودہ زمانہ میں بے مثل اور بے عدیل فرزند اسلام تھا۔ تمام چیدہ چیدہ تقاریر کو یہاں ایک جا جمع کردیا گیا ہے۔ یہ تمام تقاریر انگورا میں یا تو مجلسِ عالیہ ملّیہ کے اجلاس میں یا پبلک جلسوں میں کہی گئی تھیں تقاریر حسب ذیل ہیں:۔

تقریر نمبر ۱

آپنے فرمایا کہ صفحہ ہستی پر کسی قوم نے بھی ہماری طرح دوسرے مذاہب کے لوگوں کے حقوق کا پاس ولحاظ نہیں رکھا ہے۔ میں کامل یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ صرف ترک قوم نے ہی غیر مذاہب

کی حفاظت کی ہے۔ اور اُنھیں ظلم و تعدّی سے بچاکر رکھا ہے۔ سلطان محمد فاتح جب فاتحانہ طریقہ پر قسطنطنیہ میں داخل ہوئے۔ تو اُنہوں نے باشندوں کے مذہبی و معاشرتی رسم و رواج میں بالکل دخل نہ دیا۔ بلکہ مذہبی پیشواؤں کو بہت سے حقوق اور وسیع آزادی دے دی۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ ہم ایک ایسی قوم ہیں۔ جو مفتوحین کے احساسات اور مذہبی روایات کا احترام کرتی ہے۔ میں اپنے اِس دعوے کی دلیل میں صرف مذکورہ بالا واقعہ ہی کو پیش کرنا کافی خیال کرتا ہوں۔ جسکی مثال کسی قوم کی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔

غالبؔ پیرس کی صُلح کانفرنس نے ہمارے دشمنوں کے بیانات کو صحیح و معتبر مان لیا ہے۔ جسمیں ہم پر طرح طرح کے اتہام لگائے گئے ہیں۔ لیکن اے حضرات آپ یاد رکھیں کہ حق کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔ اور قوت اور طاقت سے اعلیٰ ہے۔ فرید پاشا نے اپنے سرکاری بیان میں آرمینیا کی آزادی کے مسئلہ پر پیرس میں گفتگو کی اس میں اُس نے ظاہر کیا کہ جنوب میں کوہستان طارس ہماری سرحد مقرر ہو سکتی ہے۔ لیکن شائد وہ بھول گیا ہے۔ یا ارادتاً اُنہوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔ کہ طارس کے جنوبی علاقوں میں عربی بولنے والی آبادی اور طارس سے انطاکیہ تک کے خطوں کی ترکی آبادی کی رگوں میں ایک ہزار سال سے ترکی خون دوڑ رہا ہے۔ بیشک ہم متہم کیے گئے ہیں۔ جسکی بنا پر یہ کہکر ہمارے حقوق پاؤں میں روندے گئے ہیں کہ اس قوم کا ماضی اِسقدر تیرہ ہے کہ حال و مستقبل میں یہ قوم اعتماد اور بھروسہ کے لائق نہیں ہے۔ لیکن یاد رکھیے کہ یہ بہادر اور شجاع قوم مصائب سمرنا کے بعد اب ہمہ تن مصروف ہو گئی ہے۔ کہ اپنے حقوق کی حفاظت تلوار کے زور سے کرے۔ کیونکہ منّت و سماجت سے جتنی درخواستیں کیگئیں۔ وہ سب از روئے حقارت ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیگئیں۔

اِسکے بعد مصطفےٰ کمال پاشا نے ارض روم اور سیواس کی کانفرنسوں کے متعلق ذکر کیا۔ اور کہا کہ انکے انعقاد سے صرف یہ غرض تھی کہ دار الخلافہ کی آزادی او

قومی خود مختاری کی حفاظت کا سامان جمع کیا جائے۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے قوم کو اُسکے فرائض سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ جو قوم جان و مال۔ عزّت و آبرو اور ہر قسم کی قربانیوں سے اپنے وطنِ مقدس کی خدمت اور حفاظت پیش نہیں کرتی وہ درحقیقت ایک نہایت ذلیل اور بدترین قوم شمار کئے جانیکے لائق ہے۔ اگر افراد اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے فرائض کی انجام دہی ضروری خیال نہیں کرتے۔ تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت اُنکے شیرازے کو بکھیر کر جدھر چاہتی ہے پھیر دیتی ہے۔ اور پھر ہر فرد کا مستقبل اُسکے قبضۂ اختیار میں ہو جاتا ہے۔ اور قوم کے مستقبل سے اُسے کوئی تعلّق نہیں رہتا۔ یہ بات روزِ روشن کیطرح عیاں ہے۔ کہ اگر افراد کا مستقبل قوم کے مستقبل کے ساتھ منسلک نہ ہو تو وہ عموماً دھندلا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام قوموں کے افراد اپنے قومی مستقبل پہ زیادہ زور دیتے ہیں۔ اور جو ایسا نہیں کرتے وہ ذلّت اور رسوائی کے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات ہم پر بھی واجب ہے کہ اپنی قوم اور سلطنت کی بقائے آزادی کیلیئے سرگرمی سے مصروف ہو جائیں۔ اور اسکے سوا اور کسی بات کو تسلیم نہ کریں۔

حضرات! ماضی اور حال میں بڑا فرق ہو گیا ہے۔ امن و امان اور انتظام و بند و بست کی جو صورت اب ہے۔ پہلے کبھی نہ تھی۔ ہمارے موجودہ اتحاد و اتفاق نے اس درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ خود اتحادی بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اُسکو دنیا سے مٹا دینے کے منصوبے تبدیل کرکے اُنھیں اپنی زرّین اُمیدوں کو نیست و نابود کرنا پڑتا ہے۔

دوستو! یہ نتیجہ ہے صرف ہمارے وطنی اتحاد کا جس کا منشاء یہ ہے کہ ہم کسی قسم کی ذلّت و اہانت ہرگز قبول نہ کرینگے۔ اب تُرکوں کا فرض ہے۔ کہ وہ بے خوف و خطر اپنے مقاصد کی جستجو میں رہروِ منزل ہوں۔ اور راستے کے تمام خس و خاشاک کو جلا کر خاک سیاہ کر دیں۔ پارلیمنٹ کے ممبروں کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے فرائض کو پوری ہوشیاری اور مستعدی سے سرانجام دیں۔ تاکہ حکومت کی

کارروائیاں قوم کی مشارکت سے ہوں۔ ورنہ حکومت کے ساتھ اُنکو بھی جواب دینا ہوگا ہماری تحریک کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے اِستقلال و آزادی کو بچائیں۔ اور ترکی قوم کو غلام نہ بننے دیں۔ مجھے اللہ تعالےٰ کی ذات سے قوی اُمید ہے کہ ہم اپنے ارادوں میں ضرور کامیاب ہونگے۔ مگر کیا اِسکے بعد ہمارا کام ختم ہوجائیگا۔ نہیں۔ ہمیں آئندہ بھی عظیم الشان کام کرنے ہیں۔ اِسوقت ہمارے لیئے بڑا کام اپنی داخلی حالت کا درست کرنا ہوگا۔ تاکہ دُنیا پر یہ حالت واضح ہوجائے۔ کہ فی الواقع ہم ایک زندہ قوم ہیں۔

حضرات! میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ جب ہم اچھی صلح حاصل کرلیں گے اور ہماری اندرونی حالت بھی بہتر ہوجائے گی۔ تو ہم گذشتہ سے زیادہ شاندار حالت میں ہونگے۔ کیونکہ وہ مسلم اقوام جو پیشتر ہماری سلطنت میں شامل تھیں۔ اور جن سے عثمانی قومیت بنتی تھی۔ اب ہماری حدود سے باہر ہیں۔ اور شام۔ عراق اور یمن بھی اپنی آزادی کے لیئے سخت جدّوجہد کر رہی ہیں۔ کیا آپ عالم اسلام کی خوش قسمتی کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ جب کہ ہم تمام مسلمان آپسمیں متحد ہونگے۔ اور کیا آپ اِس عظمت وشوکت کا خیال کرسکتے ہیں۔ جو ہمارے اتحاد و اِتفاق کے بعد ظاہر ہوگی میں تو جب اِسکا خیال کرتا ہوں۔ تو میرا دِل فرطِ مسرت سے اُچھلنے لگتا ہے۔ اور مجھے وہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جس کا میں اِظہار نہیں کرسکتا۔ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ عالمِ اِسلامی کی حالت نہائیت ہی مستحکم ہوگئی ہے۔

حکومتِ انگورا کی دوسری سالگرہ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۲۳ر اپریل ۱۹۲۰ء کو مصطفےٰ کمال پاشا کی صدارت میں انگورا میں ایک اجلاس منعقد ہوا جسمیں حکومت انگورا کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ اور ایک مجلس شوریٰ مقرر کیگئی تھی۔ وہ تقریب سعید اِس حکومت کی پہلی سالگرہ کی تھی۔ خدا کے فضل وکرم سے پہلا سال اِس حکومت کے قیام میں بخیر وخوبی سرانجام ہوچکا ہے۔ اور اب دوسرا سال شروع ہے جس کی تقریب میں ۲ر مارچ ۱۹۲۱ء کو انگورا میں ترکان احرار کی مجلس کا اجلاس ہوا

اور دوسری سالگرہ منائی گئی۔

تقریر نمبر ۲

اپریل سالگرہ کے موقع پر مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک معرکۃ الآرا تقریر فرمائی جو ذیل میں درج ہے۔

آج ترکانِ احرار کی مجلسِ ملّیہ کی خدمات کا دوسرا سال شروع ہوتا ہے۔ میں اِس مجلسِ ملّیہ کے کارپردازوں کی قابلِ قدر خدمات کو جذبۂ شکرگذاری و انبساط کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ اِس سے پہلے کہ میں مجلسِ ملّیہ کی سرگرمیوں اور کامیابیوں کا تذکرہ کروں۔ ان اندرونی و بیرونی واقعات کو دہرا دینا ضروری ہوگا۔ جو گذشتہ سال ظہور پذیر ہوئے۔ آپ سب حضرات کو یاد ہوگا کہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء کو یورپ کی متحدہ طاقتوں نے ہمارے دارالسلطنت پر قبضہ کر لیا۔ حکومت کو تباہ و برباد کر کے خلیفۃ الاسلام یعنی سلطان المعظّم پر اپنا اقتدار جما لیا۔ ہماری قوم کو صفحۂ دنیا سے نیست و نابود کرنے کی مجرمانہ کوشش سے دشمن نے سمجھ رکھا تھا۔ کہ وہ آسانی سے ہمارا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ مگر بہادر ترک جن پر اب بخوبی روشن ہو گیا تھا کہ دشمن کو عہد و پیمان کا کچھ پاس نہیں۔ اور وہ ہر طرح سے اُن کو تباہ کرنے پر آمادہ ہی چوکنے اور ہوشیار ہو گئے۔ تاکہ دنیا کو دکھا دیں۔ کہ وہ خود سلطنت کے مالک ہیں۔ اور جب تک جان میں جان ہے۔ ہرگز غلامی کا طوق اپنی گردن میں نہ ڈالیں گے۔

ہماری قوم نے اپنے نمائندوں کو منتخب کیا۔ ملک کی قسمت کی ڈور اُنکے ہاتھ میں دی۔ اور اُنکو مجلسِ ملّیہ میں شرکت کیلئے بھیجدیا۔

مجلسِ ملّیہ کے پہلے ہی اجلاس میں جو ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کو منعقد ہوا۔ اِس امر کا اِعلان کیا گیا کہ ترک اپنی قسمت کا فیصلہ خود کرینگے۔ اور بغیر کسی بیرونی دست اندازی کے ملکی اور خارجی قیود کی زنجیروں کو توڑ دیں گے۔

قوم کے تمام ماہرینِ سیاست ہزار مصائب و تکالیف برداشت کر کے انگورہ میں پہنچ گئے۔ قسطنطنیہ کی مجلسِ شوریٰ کے ارکان جان جوکھوں میں ڈال کر ہم سے آملے کہ مجلسِ ملیہ میں شریک ہو کر ایسی تجاویز پر غور کریں جن سے بے چینی اور ادبار کے سیاہ

بادل پھٹ جائیں۔ اور امن و امان کا دِل خوشکن منظر مُردہ دلوں کو زندہ کر دے۔
میں خوش ہوں کہ ہمیں آج وہ دن نصیب ہے کہ میں اپنے شرکائے کار کی سرگرمیوں اور کامیابیوں پر تہِ دل سے مبارکباد عرض کروں۔ خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہِ معلّےٰ میں شکر بجا لانے کا مقام ہے۔ کہ حوادث کے متلاطم سمندر میں ہماری کشتی محفوظ رہی۔ اور آخرکار کامیابی اور کامرانی کے ساحل تک جا پہنچی۔

دشمن نے ہماری قوم میں تفرقہ اندازی کے لیئے وہ زور صرف کیا کہ جسدن مجلس ملّیہ کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ تو باغی انگورہ سے صرف آٹھ میل کے فاصلے پر تھے۔ خداوند تعالیٰ کی مدد سے ہم اس بغاوت کو فرو کرنے میں بھی کامیاب ہوئے۔ مگر اس کامیابی سے ہماری مشکلات کا خاتمہ نہ ہوا۔ گردونواح کے مختلف علاقوں میں ہماری حکومت کے خلاف مفسدوں کے اکسانے پر بغاوت اور سرکشی کے جھنڈے بلند ہوئے۔ مگر جس میدان میں ہماری فوج ظفر موج نے قدم رکھّا۔ فتح و نصرت ہمرکاب ہوئی۔ بالآخر سادہ لوح عوام کے دلوں پر بدظنی و غلط فہمی کو دُور کیا۔ دشمن کا خلاف برسر پیکار رہنا۔ اور اندرونی پیچیدگیوں کو دُور کرنا ایک ایسا امر تھا جسکی مشکلات کا ہم ہی خوب اندازہ کر سکتے ہیں۔ بہرحال وہ زمانہ بھی گذر گیا۔ اور مخالفت کی رو موافقت میں تبدیل ہو گئی۔ ہماری کامیابی کی ایک بیّن دلیل یہ ہے کہ بلاوجہ نقصان جان اور مالی نقصان نہ ہوا۔ آپ اصحاب نے سادہ لوح عوام کے دلوں میں سے نفاق اور بداندیشی کو دور کر دیا۔ اور ہماری حکومت کی اصل غرض و غایت کو اُن پر پورے طور پر واضح کر دیا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑا اہم کام تھا۔ جسکی تکمیل میں ہمیں بفضلِ خدا پوری کامیابی ہوئی۔

برادرانِ قوم اندرونی پیچیدگیوں کا حال تو آپ پر ظاہر ہو ہی گیا ہے۔ اب میں ان واقعات کا تذکرہ کرونگا۔ جن سے دشمن کی ان تھک کوششوں کا پتہ چلتا ہے۔ جو اُسنے ترکوں کی آزادی کو صرف کرنے میں صرف کیں۔ یونانیوں نے مغرب میں یورش شروع کر دی۔ جنوب میں فرانسیسی اور مسلّح ارمنی ہماری طاقت کو تباہ و

وبرباد کرنیکے درپے تھے۔ مشرق میں بھی ارمینیوں نے مفلوک الحال مسلم باشندوں پر وہ ظلم وستم ڈھائے کہ خدا کی پناہ۔ غرض چاروں طرف سے دشمن مغلوب کرنے کی مسلسل کوشش کر رہا تھا۔ ہماری فوج کا ایک کثیر حصہ ملک کے اندرونی امن کو قائم رکھنے میں مصروف تھا۔ یونانیوں نے مغربی سرحدوں کو کمزور پاکر حملہ کر دیا ترکان احرار بے سروسامانی کی حالت میں اپنے ملک کی خاطر برسرپیکار رہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یونانیوں کے اس حملہ سے ہمیں نقصان برداشت کرنا پڑا۔ لیکن اس سے ہمارے حوصلے پست نہ ہوئے۔ بلکہ ہمنے بیش از پیش استقلال اور جرأت سے کام شروع کر دیا۔ عارضی صلح کے بعد ہماری فوج کی حالت ناگفتہ بہ تھی اسلحہ وسامان حرب کی کافی مقدار نہ تھی۔ اور سپاہ کی کوئی ترتیب ہی نہ تھی۔ ہمنے بہت جدوجہد کے بعد اپنی فوج کو درست کیا۔ اور خدا کا شکر ہے۔ کہ آج ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ایک لشکر جرار موجود ہے۔ اور ہر طرف سے فتح ونصرت کی دل خوش کن خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ ترکان احرار کے اس لشکر جرار کی مدد سے ہم نے آرمینیوں کو مشرق میں شکست فاش دی۔ یونانیوں کو مغرب میں ناک چنے چبوائے۔ انھیں عظیم الشّان فتوحات کا نتیجہ تھا۔ کہ ان ممالک پر جو ہمارے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ دوبارہ ہمارا تصرف ہو گیا۔ غرض جان نثار وشجاع ترکان احرار نے دنیا میں روز روشن کی طرح ثابت کر دیا۔ کہ وہ تلوار کے زور سے اپنے ملک کی عزّت کو اغیار سے بچانے کی طاقت رکھتے ہیں۔

میں نے ان واقعات کو بیان کر دیا ہے۔ جو گذشتہ سال ہم پر گذرے۔ اب میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ آپکے سامنے قوم کے جذباتِ شکرگذاری کی ترجمانی کر دوں۔ ہم دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ان بہادر سپہ سالاروں کا جنھوں نے قوم کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو سہارا دیا۔ ان جرار سپاہیوں کا جنھوں نے اپنی شمشیر بے پناہ کی ضربوں سے دشمن کا قلع قمع کر دیا۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ آئندہ انھیں بہادروں کی مدد سے ہماری آزادی وحریت برقرار رہے گی۔ میں باشندگان

انگورہ کی مدح سرائی کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اُنہوں نے مصیبت کے وقت بہت ہمّت و استقلال کا ثبوت دیا۔ اور اپنے شہر کی حفاظت میں ایسی شجاعت اور مردانگی کا اظہار کیا۔ کہ زمانہ اسکی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

انتظامی معاملات کا تذکرہ کرنا آپ حضرات کے سامنے بے سود ہے۔ کیونکہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ مجلس ملیہ کا نظام ملکی اسی دیرینہ غیر منصفانہ اصول پر مبنی تھا۔ جسے ہم دور کرنے میں ایک حد تک کامیاب بھی ہو گئے ہیں۔ اور آئندہ انشاء اللہ کامیابی کی کامل اُمیّد ہے۔ ہماری حکومت کی غرض و غایت یہ ہے کہ ملک کے اندرونی حالات میں نمایاں تغیّر پیدا ہو۔ اور گذشتہ نقائص کو دور کر کے ہم ملک میں آئین و نظام کا بہترین نمونہ قائم کر سکیں۔

برادرانِ ملّت! ترکانِ احرار نے اپنے فرائض اعلیٰ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ملک کے مالی بوجھ کو اپنے شانوں پر اُٹھا لیا ہے۔ اور ہم بفضل خدا امّید رکھتے ہیں۔ کہ آئندہ بھی ملک کی مالی ضروریات کی کفیل قوم ہی ہو گی۔

ہمارے ملک میں اقتصادی مسائل کو اسقدر اہمیّت نہیں دیجاتی۔ مگر آپ نے ملک کے وسائل و ذرائع کو کام میں لاکر قوم کا اعتماد حاصل کر لیا۔ عارضی صلح کے بعد ہمارے دشمنوں نے کوشش کی کہ ملک کی معدنیات و دیگر پیداوار کو اپنے قابو میں رکھیں۔ بلاشبہ قسطنطنیہ میں اُنھیں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اور اس سے انھیں جرأت ہوئی۔ کہ اپنے دست آز کو ہمارے ملک کی طرف بڑھائیں۔ دوسری جانب ہم نے معدنیات اور زمین کی پیداوار کو اپنے تصرّف میں رکھا۔ اور ملک کی درآمد برآمد میں پورا توازن قائم کیا۔ شاہراہوں کی خوب دیکھ بھال کی۔ اور ہر قسم کی آسانی بہم پہنچائی۔ تاہم ابھی تک تعلیم۔ حفظانِ صحت و محکمہ تعمیرات کے متعلق بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اِسمیں شک نہیں کہ کامیابی حاصل کرنے میں مستعدی سی کام کرنے۔ روپیہ فراہم کرنے اور مناسب حالات کے پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاہم اِن مسائل کا پورے غور و خوض سے مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ اور اُمیّد ہے کہ ہم عنقریب قوم اور ملک کی

ضروریات کو پورا کرنے میں کامیاب ہو جائینگے۔

ملک میں عدل و انصاف کے قیام سے بہت سی برائیاں دور ہو گئی ہیں اور قوم کی حالت بہت سدھر گئی ہے۔ اور اب موجودہ قانون کے نفاذ سے پورے طور پر امن و امان قائم ہو گیا ہے۔

برادران قوم مجلس ملّیہ کو داخلی و خارجی حکمت عملی میں پوری کامیابی ہوئی ہے۔ آج تک ہم انھیں مجوّزہ اصولوں پر کاربند ہیں۔ اور اُمّید کرتے ہیں کہ ہم آئندہ ہرگز انحراف نہ کرینگے۔ ہماری خارجی حکمت عملی یہ ہے کہ دوسری سلطنتیں ہماری آزادی کو کامل طور پر تسلیم کریں۔ اور ہماری قومی بہبودی کا ہر طرح پاس رکھا جائے۔

ہماری قوم اور حکومت لڑاکے یا مفسد لوگوں کی جماعت نہیں۔ بلکہ ہم امن پسند لوگ ہیں۔ اور دنیا میں صلح و آشتی کو قائم کرنا ہمارا مقصد اعلیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمنے مشرق و مغرب میں غیر سلطنتوں سے رشتۂ اتحاد قائم کیا۔ مشرق میں ہم نے شمالی قفقاز اور آذربائیجان سے دوستانہ تعلّقات قائم کیے۔ عراق عرب اور شام کی مسلم آبادی اپنے دلوں میں ہماری محبّت اور عقیدت کا جوش رکھتی ہے۔ اور ہم اس قیام تعلّقات کو بہت اہمیّت دیتے ہیں۔ ایران سے بھی ہمنے رشتۂ اتحاد استوار کیا ہے۔ اور ہمیں کامل اُمّید ہے کہ آرمینیا سے ہمارے تعلّقات دوستانہ رنگ اختیار کر لیں گے۔

یہ تو ظاہر ہی ہو چکا ہے کہ حکومت جمہوریہ روس اور ہمارے درمیان برادرانہ تعلّقات ہیں۔ اور ہماری یہ خواہش ہے کہ یہ رشتہ اور بھی زیادہ مضبوط ہو۔ مزید براں ماسکو کانفرنس میں ہمارے نمائندے شریک ہونگے۔ جس سے ہمارے اتحاد پر خوشگوار اثر پڑے گا۔

مغربی ممالک سے بھی ہماری گفت و شنید ہوتی رہی۔ اور ہمنے ہمیشہ یہی خواہش ظاہر کی۔ کہ ہماری قوم و حکومت کی آزادی تسلیم کر لی جائے۔ تو ہم دوستانہ تعلّقات

کی طرح ڈالنے کیلئے بالکل تیاّر ہیں۔ برطانوی سیاست دانوں نے بھی عہدنامہ سیورے سے ہماری آزادی اور زیست کو معرضِ خطر میں ڈال دیا تھا۔ مگر ہمنے ایک سال تک جنگ و جدال کر کے دنیا پر روشن کر دیا۔ کہ ہم اپنی آزادی اور حریّت کیلئے جان دینے کو تیاّر ہیں۔ اور عہدنامہ سیورے کے خطرات کو بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ قسطنطنیہ کی حکومت نے اِس عہدنامہ کی شرائط کو تسلیم کر لیا۔ پھر بھی اتحّادیوں کو اِس امر کی ضرورت پیش آئی کہ ہماری حکومت سے اِس عہدنامہ کے بارے میں مفاہمت کرے۔

گذشتہ سال کے انہیں ایّام میں جب اعلانِ صلح کی خبر موصول ہوئی تو ہم پر رنج و غم کی ایک گھٹا چھا گئی۔ چاروں طرف دشمن ہمیں گھیرے پڑے تھے۔ اور تمام دُنیا میں ہماری مخالفت کا غلغلہ بلند تھا۔ لیکن آج بفضلِ خدا تمام دُنیا نے ہماری حکومت کے اغراض و مقاصد کو سمجھ لیا ہے۔ مہذّب دُنیا ہمارے ساتھ روز افزوں اِظہارِ ہمدردی کرتی ہے۔ گذشتہ سال ہماری قوم پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ مگر بہادر ترکانِ احرار نے اپنی جانیں قربان کر کے قوم کے ننگ و ناموس کو بچا لیا ہے۔

عہدنامہ سیورے ہمارے لیئے پیغامِ اجل تھا۔ مگر برادرانِ قوم! باوجود دشمن کی مسلسل کوششوں کے آج عہدنامہ سیورے کا کوئی وجود نہیں۔

لنڈن کانفرنس دُنیا میں امن و امان کے قیام کو جس کے لیئے دُنیا پیاسی ہے اِلتوا میں ڈال سکتی ہے۔ لیکن ترکی کو بزورِ شمشیر عہدنامہ سیورے پر دستخط کرنے کیلئے مجبور نہیں کر سکتی۔ مفتوح سلطنتوں میں یہ شرف صرف ترکی کو حاصل ہے اور اس نے اس وقار کو بزورِ بازو قائم رکھا۔

بھائیو! اتحّادی یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہماری قوم اِس قابل نہیں کہ موجودہ طرزِ حکومت کے ماتحت رہے۔ اِس غلط فہمی کی بنا پر اُنہوں نے ہم میں تفرقہ ڈالنے کی سر توڑ کوشش کی۔ تاکہ اس سے فائدہ حاصل کر کے ہماری گردن میں غلامی کا طوق ڈال دیں۔ ہماری قوم ایک سال تک بغیر کسی بیرونی اِمداد کے

اپنی جدوجہد آزادی کی مصیبتیں جھیلتی رہی۔ اب بھی ہمارے دشمن ہم پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں۔ اور ایسی وحشیانہ حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کہ مغربی تہذیب کو اسپر شرم آنی چاہیئے۔ برخلاف اسکے ہماری حکومت کے ماتحت ہر مذہب وملّت کے لوگ امن وآسایش سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور انکے حقوق کی پوری نگہداشت ہوتی ہے۔ اور یہی اسلامی سلطنت کا شیوہ ہے۔

(نوٹ) ناظرین! داستانِ طولانی اور جائے تنگ است والا معاملہ ہے۔ اب مزید گنجائش نہیں کہ ہم مصطفٰے کمال کی مزید تقاریر یہاں درج کریں کیونکہ مصطفٰے کمال کے محاربات کے بیشمار واقعات مثلاً محاربات گیلی پولی۔ سیریا۔ قفقاز وغیرہ اِس جلد میں ایزاد کیئے گئے ہیں۔ جنکے سبب سے کتاب پہلی کی نسبت بہت وسیع ہوگئی ہے۔ لہٰذا اِس جلد کو اِسی جگہ اِس دعا کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ
وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ
دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ
وَلَا تَجْعَلْنَا
مِنْھُمْ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

هو المعین

اللہ اکبر

غازی مصطفی کمال پاشا

اور

محاربات آرمینیا و فرانس

مرتبہ و مؤلفہ

ڈاکٹر محمد عبد اللہ اعوان منشی فاضل ایم ڈی ہومیو

جسکو

اعوان بک ڈپو شہر سیالکوٹ نے

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور باہتمام ایم محمد فاضل مینیجر طبع کرا کر سیالکوٹ
سے شائع کیا

کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

قیمت صرف ۸ر علاوہ محصول ڈاک   بار دوئم   [illegible] ۵۰۰

فہرست مضامین سوانح عمری مصطفےٰ کمال پاشا جلد دوم

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
دیباچہ طبع اوّل۔	۳	التوائے جنگ	۲۹
دیباچہ طبع دوم۔	۴	دوبارہ جنگ کا آغاز	۳۰
مصطفےٰ کمال پاشا اور معرکہ آرمینیا	۵	فرانسیسی جنگ کا خاتمہ	۳۲
آرمینیا کی آزادی۔		معاہدہ صلح۔	۳۳
آرمینیوں کا حملہ۔	۷	سلیشیا کا تخلیہ۔	۳۶
بالشویکوں کا حملہ۔	۷	دولتین انگورا اور فرانس کے اعلانات	۳۷
ترکان احرار کو الٹی میٹم	۸	جنرل گوراڈ کا اعلان۔	۳۷
ترکوں کا حملہ آرمینیا پر	۸	مصطفےٰ کمال پاشا کا اعلان	۳۹
ہنگامی صلح	۱۱	یوسف کمال بک کا خط	۴۰
دوبارہ لڑائی کا آغاز	۱۱	معاہدہ فرانسیسی و کمال پر عام تبصرہ	۴۱
آرمینیا سے اتحادیوں کی ہمدردی	۱۳	صلح پر استنبول میں خوشیاں	۴۲
ترکوں اور آرمینیوں کی صلح	۱۳	ترکی زندہ باد	۴۷
بالشویکوں کا تسلط	۱۳	یونان میں ترکی فرانسیسی معاہدہ پر ماتم	۴۸
مظالم آرمینیا اور مسلمانوں کا قتل عام	۱۴	انگلستان کی امیدوں کا خون۔	۴۹
ایک روسی افسر کی شہادت	۱۶	انگلستان میں تشویش	۵۰
دولت عثمانیہ کا اعلان	۱۷	فرانس کا نیم سرکاری اعلان	۵۳
ایک ترکی خاتون کی قلم سے	۲۰	کلیکیہ پر ترکی قبضہ	۵۳
آرمینیوں کے مظالم ایرانی مسلمانوں پر	۲۳	قبضہ کیلیکیہ پر اعتراض۔	۵۶
مصطفےٰ کمال پاشا اور معرکہ فرانس		اخباروں کی نوک جھونک	۵۸
فرانس کی حکمبرداری شام میں۔	۲۶	برطانیہ اور فرانس میں کشیدگی۔	۶۰
فرانسیسیوں سے لڑائی۔		وزیر اعظم فرانس کا استعفیٰ۔	۶۳

دیباچہ طبع اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کتاب غازی مصطفٰے کمال پاشا کی سوانح عمری کی دوسری جلد ہے۔ پہلی جلد میں مصطفٰے کمال پاشا کے حالات۔ حکومتِ انگورا کی ساخت قسطنطنیہ اور اتحادیوں کے ساتھ معرکہ آرائیاں۔ غازی موصوف کے دیگر دول ایشیا سے معاہدات اور انگورا گورنمنٹ کے حالات درج ہیں۔ جو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بالوضاحت لکھے گئے ہیں۔ اُن کو بار بار پڑھتے چلے جاؤ۔ چھوڑنے کو دِل نہیں چاہتا۔ اِس جلد میں غازی ممدوح کی وہ معرکہ آرائیاں درج ہیں جو آرمینیا اور فرانس کے ساتھ انھیں کرنی پڑیں۔ اگرچہ ترکانِ احرار کے پاس ساز وسامان کافی نہ تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی فوق العادت شجاعت سے دشمنوں کو ناک چنے چبواتے رہے۔ جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو غازی مصطفٰی کمال پاشا کی مطالبات تسلیم کرنے کیلئے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ آرمینیا کا تو یہ حشر ہوا کہ وہ صرف دو چار موقعوں پر ہی ترکوں سے دوچار ہوا۔ مقابلہ کرنے کی اس میں تاب نہ رہی۔ اُس کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اور بہت جلد وہ مفتوح سلطنتوں کی مانند ترکوں کی شرائط تسلیم کر کے ترکوں کا مطیع و منقاد ہوا۔ فرانس کی لڑائیوں کا بھی آرمینیا جیسا ہی حشر ہوا اور بہت جلد وہ ترکوں سے صلح کرنے پہ آمادہ ہوگیا۔ اُسنے ترکان احرار کی گورنمنٹ کو چار بڑے بڑے علاقے زرخیز اور خوشگوار دے دئے۔ جنکے ملنے سے گورنمنٹ انگورا ایک وسیع سلطنت ہوگئی۔ اور ترکوں کو ایک وسیع پیمانہ پر اپنی کارروائیاں کرنے کا موقع مِل گیا۔ فرانس نے نہ صرف ترکوں کو یہ علاقے ہی

واپس دے۔ بلکہ اُس نے اُن سے ایک دوستانہ اور مخلصانہ طریق پر عہد و پیمان باندھے۔ جن کی شرائط کی رو سے ترکوں کو بہت سی مراعات دیگئیں بلکہ فرانس نے یونان کے برخلاف امداد دینے کا اقرار کیا۔ اور کہا کہ وہ ہمیشہ اس بات کا ممد رہے گا کہ یونان ترکی علاقہ خالی کر دے۔

مقام لاہور۔ مورخہ ۵ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء

نیازمند
ڈاکٹر محمد عبداللہ اعوان۔ منشی فاضل۔ ایم ڈی۔ ہومیو۔
مالک اعوان بک ڈپو لاہور

دیباچہ طبع ثانی

الحمد للہ کہ محاربات آرمینیا و فرانس دوبارہ طبع ہوئے ہیں۔ کسی قدر ترمیم کی گئی ہے۔ جو ضروری معلوم ہوئی۔ تاکہ واقعات کے اندر کسی قسم کا سقم نہ رہے کاغذ۔ کتابت اور طباعت کا بہت عمدہ انتظام کیا گیا ہے۔

مقام سیالکوٹ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۸ء

نیازمندان

کارپردازان اعوان بک ڈپو
شہر سیالکوٹ

مصطفیٰ کمال پاشا

اور

معرکۂ آرمینیا

کتب خانہ
حیدرآباد دکن

آرمینیا کی آزادی

آرمینیا ترکی ممالک میں سے کسی خاص علاقے کا نام نہیں۔ ارمن لوگ زیادہ تر اریوان میں آباد ہیں۔ اور اردگرد کے مقامات میں ارمن لوگ اقلیت میں ہیں۔ اور ترک اکثریت کے ساتھ آباد ہیں۔ پریذیڈنٹ ولسن نے سنہ ۱۹۲۰ء میں صلح کانفرنس کے پریذیڈنٹ کے نام ایک پیغام ارسال کیا جس میں دول متحدہ سے درخواست کی گئی۔ کہ وہ ارض روم اور طرابزون کے علاقوں کو ملا کر ایک وسیع ارمن سلطنت کے قیام کی تدبیر کریں۔ لیکن اس تجویز کی تکمیل روسیوں اور ترکوں کو نکالنے کے بغیر ممکن نہ تھی۔ فوجی ماہرین نے کہا کہ اس کام کیلئے کافی فوج کی ضرورت ہوگی۔ لیکن بانیان صلح نے اریوان کے اردگرد کے علاقہ جات جن میں ترک آبادی تھی شامل کر کے پریذیڈنٹ ولسن کی خواہش کے مطابق وسیع علاقہ بنا دیا۔ اور اس کا نام آرمینیا رکھ کر ترکوں کی حکومت سے علیحدہ کر کے ایک آزاد حکومت قائم کر دی۔ اور اس کا پایۂ تخت اریوان مقرر کر دیا۔

اب یہ مسئلہ پیش ہوا۔ کہ اس آزاد حکومت کی حفاظت اور نگہداشت بھی کسی حکومت کے زیر نگرانی ہونی چاہیے۔ لیکن آرمینیا کی حفاظت کا اہم کام نہ تو انگلستان نے اپنے ذمہ لیا۔ اور نہ ہی فرانس اور اٹلی نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینے کی آمادگی ظاہر کی

کیونکہ جو حکومت اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیتی تو وہ یقیناً ترکوں اور روسیوں سے جنگ خریدنے کے مترادف تھا۔ آخر ناروے سے استدعا کیگئی کہ وہ آرمینیا کی حکمبرداری اپنے ذمہ لے لیکن ناروے نے بھی اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر یہ کام ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ پہلے تو پریزیڈنٹ ولسن نے اسے منظور کر لیا۔ لیکن بعد میں اس کام کے سر انجام دینے سے معذرت چاہی اور کہا کہ میں اس خدمت سے معافی چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ ارکانِ حکومت اس بار کو اپنے ذمہ لینے کے خلاف ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آرمینیا کی حکومت کے استحکام کا خیال بالکل ترک کر دیا گیا۔ اگر ارمن حکومت ایک مختصر علاقہ کے اندر قائم کرنے کی تجویز کیجاتی۔ تو ممکن تھا کہ ترک اور روس بھی راضی ہو جاتے۔ اسوقت فی الحقیقت ترکوں کا خیال تھا کہ صرف اریوان کو جو ارمن لوگوں کا بڑا بھاری مرکز ہے۔ حکومت خود اختیاری دیدی جائے۔ اور باقی علاقے جہاں ترکوں کا عنصر غالب و کثیر التعداد میں ہے۔ بدستور ترکی کے ساتھ ملحق رہیں۔ ترکوں کی یہ تجویز حق و انصاف پر مبنی تھی۔ لیکن وسیع الحدود آرمینیا کے قیام کی سعی و کوشش بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ اور یہ آرمینیا کی صورت و شکل معرض وجود میں نہ آئی۔ یہی وجہ ہے کہ بکر سمیع بے نے کسی اخبار کے نمائندہ سے دوران ملاقات میں کہا کہ میں اریوان کے علاوہ کسی اور آرمینیا کو جانتا ہی نہیں۔

جب آرمینیا کی حفاظت کا کام کسی یورپین حکومت بلکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے بھی اپنے ذمہ لینے سے اِنکار کر دیا۔ تو اِس موقعہ کو غنیمت جانکر بالشویکوں نے آرمینیا کو اپنی طرف کھینچنا چاہا۔ اِس غرض کیلئے بالشویکوں نے دستِ اعانت آرمینیوں کی طرف بڑھایا۔ لیکن اُنھوں نے لبیک کہنے سے انکار کر دیا۔

صلح کانفرنس نے آرمینیا کی خود مختاری کا ڈھونگ رچا تو دیا۔ لیکن اہل آرمینیا کم ظرف تھے۔ وہ اِس نعمتِ عظمیٰ کو ہضم نہ کر سکے۔ اُن کا پیٹ اپھر گیا۔ اور ملک گیری کی ہوس اُنکے پیٹوں میں سما گئی۔ بجائے اِسکے کہ وہ اپنی حکومت کے دائرہ کے اندر رہکر

اپنی حکومت کو مستقل اور مستحکم بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کرتے۔ انھوں نے روسیوں کی ہمدردانہ روش کو نہ صرف ٹھکرا ہی دیا۔ بلکہ اُن پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ ارمن لوگ ایک طرف تو روس پر حملہ آور ہوئے۔ اور دوسری جانب تاتاری اُنکے دلخراش جوش و خروش سے نہ بچ سکے۔ بلکہ ترکی مسلمان آبادی کو جو اُنکے ماتحت تھی تنگ کرنا اور ستانا شروع کر دیا۔ علاوہ بریں ایران کے مسلمان جو آرمینیا کی حدود کے اندر بستے تھے۔ وہ بھی انکی دھینگا مشتی سے محفوظ نہ رہ سکے۔

اِتنے بڑے علاقے کا جسمیں خالص ترکی آبادی ہو۔ آرمینیوں کے ماتحت رہنا محال تھا۔ جب اِرمنوں نے خودسری کا سر اُٹھایا اور ملک گیری کیلئے قدم زن ہوئے۔ تو ترکوں نے آن واحد میں اُنکا خاتمہ کر دیا۔ اور آرمینیا کا باقی رہا سہا نام و نشان بھی حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔

آرمینیوں کا حملہ

آرمینیوں نے بڑی دلیری سے تاتاریوں پر حملہ کرنے کی ابتدا کی اور تاتاریوں اور آرمینیوں کے درمیان کچھ عرصہ تک اِس امر پر بحث ہوتی رہی کہ قراباغ کے خطے پر کس کا قبضہ ہونا چاہیئے۔ برطانی نمائندہ مقیم طفلس نے ہر دو جمہوری حکومتوں کو اپنا فیصلہ ثالث کے حوالہ کرنے کی ترغیب دی۔ مگر تاتاریوں نے بالشویت کی اطاعت قبول کر لی۔ ثالثی کا معاملہ خارج از بحث ہو گیا۔ اور جمہوریہ آرمینیا نے اِس موقعہ کو غنیمت جان کر قراباغ پر قبضہ کر کے سوسش کے پہاڑی قلعہ سے تاتاریوں کو نکال دیا۔

بالشویکوں پر حملہ

اِسکے بعد عین اسوقت جبکہ بالشویک شمال سے باکو پر چڑھائی کر رہے تھے۔ سامان سے آراستہ ایک عظیم آرمینی فوج نے بالشویکوں پر دھاوا کرنے کیلئے کوچ شروع کر دیا۔ اور الزابیٹوں پر ایک شدید جنگ کے بعد قبضہ کر لیا۔ جسکی وجہ سے باکو ہوٹل اور سرکاری عمارتیں زخمیوں سے بھر گئیں۔ ایک اور آرمینی فوج دریائے راس کی طرف بڑھتی چلی آئی۔ آرمینیوں کی اِس حیرت انگیز کارروائی نے بالشویکوں کو سوائے بحری راستہ کے ایران سے بالکل

جدا کر دیا۔ جماعت احمر کے لیڈران صلح کرنے کی غرض سے آرمینیوں کے پاس پہنچے۔ مگر آرمینی جمہوریہ نے ملک گیری کی ہوس کو مد نظر رکھتے ہوئے جماعت احمر کے لیڈران کی درخواست صلح کو نامنظور کرتے ہوئے صلح سے انکار کر دیا۔ جماعت احمر کے لیڈران مایوس ہو کر واپس گئے۔

نیز ارض روم کے ترکی کمانڈر خالص بے نے قوم پرستوں سے کمک کیلئے درخواست کی۔ اور بیان کیا کہ اس پر حملہ ہونے کا خطرہ ہے۔

ترکان احرار کو الٹی میٹم

ایک طرف آرمینی بڑے زور و شور سے تاتاریوں پر حملے کرتے چلے جاتے تھے۔ اُن کے شہروں پر قبضہ کرتے جاتے تھے۔ دوسری جانب انھوں نے ترکان احرار کے خلاف اعلانِ جنگ بول دیا اور عام فوجی بھرتی کا حکم نافذ کر دیا۔ جمہوریہ جارجیا نے قطعاً غیر جانبداری کا اعلان کر دیا۔ اور یہ بھی منظور کر لیا کہ اہلِ جارجیا آرمینی فوج میں بھرتی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اریوان کے پاس اسوقت چالیس ہزار فوج تھی۔ جسمیں سے نصف سے کم ترکوں کے مقابلہ میں گئی۔ باقی شمال مشرقی اور جنوب مشرقی حدود پر بالشویکوں اور تاتاریوں کے مقابلہ پر رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ترکوں کا حملہ آرمینیا پر

ترکان احرار نے آرمینیا کے اعلانِ جنگ کے بعد آرمینیا جمہوریہ پر فوج کشی کی۔ اب بلاشبہ ترکوں اور آرمینیوں کے درمیان طرح جنگ پیدا ہو گئی۔ آرمینیا کی سرحدات پر حالات بہت خطرناک ہو گئے۔

چنانچہ ۷ر فروری ۱۹۲۰ء کو ترکی اور کردی فوجوں نے مل کر سلیشیا پر حملہ کیا۔ کئی یوم تک معرکہ کارزار گرم رہا۔ آخر ترکی فوجیں اس معرکہ میں کامیاب ہوئیں۔ شہر میں داخل ہو کر ترکوں نے ترکی پرچم شہر پر آویزاں کر دیا۔ اس جنگ میں سات ہزار ارمنی قتل ہوئے۔ اور بے شمار مالِ غنیمت ترکوں کے ہاتھ آیا۔

اِس کے بعد ترک سرا کمش میں پہنچے۔ اور وہاں اپنی جد و جہد کو جاری رکھا۔
آرمینیوں نے بھی خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر اُن کو شدید نقصان اُٹھانا پڑا طرفین
سے آگے بڑھے ترکوں نے یاشش کی طرف پیش قدمی کی۔ اور خوف و ہراس

پھیلا دیا۔
پندرہ سے بیس ہزار تک ترکی باقاعدہ فوج نے کاظم قرابکر کے
ماتحت باغ تانس کی طرف رخ کیا۔ راستہ میں بہت سے دیہات پر قبضہ کر لیا
آرمینیا کی سرحد کو عبور کر کے التائی پر قبضہ کر لیا۔ اور سرائے کمش کی طرف پیش قدمی
شروع کر دی۔ اور آسپر قابض ہو گئے۔

ارمن لوگ ترکوں کی اِس کامیاب پیش قدمی سے بہت گھبرائے۔ چنانچہ
آرمینیوں نے اضطراب اور گھبراہٹ کی حالت میں بڑے زور سے چیخ و پکار
کرتے ہوئے صلح کانفرنس میں اِستدعا کی کہ بہت جلد بین الاقوامی قائم کر کے
ایک مہم آرمینیا کی حفاظت کے لئے بھیجی جائے۔ صلح کانفرنس میں آرمینیا کی اِس
استدعا پر غور کیا گیا۔ اور فیصلہ ہوا کہ ایک معقول فوجی مہم بھیجی جائے۔ جس میں
زیادہ تر فرانسیسی حصہ افواج کا شامل ہو۔ اور برطانیہ بھی مدد دے۔ صلح کانفرنس
کی اِس تجویز پر عملی جامہ پہنایا گیا۔ جس میں بیچارے مصیبت کے مارے قوم پرستوں
کی مصیبتوں میں مزید اضافہ ہوا۔ اور ارمنوں کے علاوہ اُن کو فرانسیسیوں سے

دو چار ہونا پڑا۔
سرائے کمش کے قبضہ کے بعد ترکوں نے ایک ساتھ ہی آرمینیا کی
مشرقی سرحد پر بھی بدیں خیال حملہ کر دیا۔ کہ ارمن مغرب کی جانب کمک نہ بھیج سکیں
اِسکے بعد طرابزون میں ترکان احرار نے ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں اُنھوں نے
یہ ظاہر کیا کہ باطوم پر پیش قدمی کا خیال ترک کر دیا گیا ہے۔ اور سپاہ جو باقاعدہ
لشکر پر مشتمل ہے۔ اور تین دستوں میں ہو کر پیش قدمی کر رہی ہے۔ اس کا ارادہ ہے
کہ ایک ماہ کے اندر آرمینیا کا صفایا کر دیا جائے۔ تاکہ آذربائیجان کا راستہ کھل جائے

اِس پر آرمینیا کے پریذیڈنٹ نے امریکہ کے پاس صدائے احتجاج بلند کی۔ مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

پھر آرمینیوں نے خبر دی کہ قوم پرستوں نے شہر بچن پر قبضہ کر لیا ہے جسکا مارچ سنہ ۱۹۲۰ء میں قوم پرستوں نے محاصرہ کیا تھا۔ پھر ترکوں نے سریکامش اور ہوغافلی پر بھی قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں ترکوں نے ۹ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء کو قارص پر قبضہ کر لیا۔ اور غنیم کے تین جرنیل اور ۱۴ سو سپاہی گرفتار کیے۔ اسکے بعد ترک الگزینڈرا پول کی طرف بڑھے۔ اور اثنائے راہ میں اُنھوں نے کلیسا پر قبضہ کر لیا نیز آرمینیوں کو دھمکی دی کہ ترکی فوجیں جنوب سے اریوان پہنچنے والی ہیں۔ اِس طرح سے الگزینڈراپول پر ترکوں کی پیش قدمی کامیاب ہوئی۔ جو اُنکے قبضہ میں آ گیا۔

اِن ہزیمتوں کے بعد آرمینیا گورنمنٹ نے مصطفٰے کمال پاشا سے صلح کی درخواست کی۔ مگر اُسکے کمانڈر نے کہا کہ صلح کی بات چیت سے پہلے تم ہتھیار ہمارے حوالے کر دو۔ تب صلح ممکن ہے۔

ترکوں کی اِن فتوحات سے اِتحادی بہت گھبرائے۔ اُنھوں نے ترکی گورنمنٹ کو دھمکی دی کہ وہ سیورے کی بہت جلد تکمیل کرے۔ اگر اِس تکمیل میں توقف وقوع پزیر ہوا تو اتحادی ترکی کو الٹیمیٹم دینے پر غور کریں گے۔ مگر ترکی گورنمنٹ نے جواب دیا کہ ترکانِ احرار سے سلسلۂ گفت و شنید جاری ہے۔ جب تک یہ معاملات صاف نہ ہو جائیں۔ معاہدہ سیورے کی تکمیل ناممکن ہے۔

ایک طرف تو ترکان احرار آرمینیوں کو شکستیں دیتے اور اُنکے شہروں پر قبضہ کرتے ہوئے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ دوسری جانب آرمینیوں کے عقب سے بالشویک بڑھے چلے آ رہے تھے۔ چنانچہ اِستغفا کی سڑک پر اُنھوں نے سکاراکلب پر قبضہ کر لیا۔ بالشویکوں کی پیش قدمی کا در اصل یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی فوجوں کو ترکوں سے ملانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس غرض کیلئے اِس سے قبل بالشویکوں نے آرمینیا کو الٹیمیٹم بھی دیا تھا۔ کہ وہ اُنکو فوجی راستہ دیدے۔ مگر آرمینیا نے اسکو نامنظور

کرکے اتحادیوں سے مدد کی اپیل کی جو بے سود ثابت ہوئی۔

ہنگامی صلح

الغرض آرمینی فوجیں بہت جلد مغلوب ہوگئیں۔ اور آرمینیا کے پریذیڈنٹ کو سوائے صلح کر لینے کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کیونکہ اتحادیوں نے باوجود آرمینیا کی چیخ و پکار اور شور و واویلا کے کوئی امداد نہ دی۔ چنانچہ ۱۸ر نومبر ۱۹۲۰ء کو آرمینیوں نے ترکوں اور بالشویکوں سے ہنگامی صلح کی بنیاد ڈالی۔ جس میں ذیل کی شرائط مقرر ہوئیں۔

۱۔ آرمینی ارپاچیا کے مغربی کنارے کو ہٹ جائیں۔ اور اسی طرح زنکازور اور کارایاغ کا ضلع دیدیں۔ اور ترکی بالشویک آمد و رفت کی رکاوٹیں اٹھا دیں۔

۲۔ جب تک صلح کی گفت و شنید نہ ہو۔ ترک الگزینڈراپول بشمول دس کیلومیٹر قطعہ پر قبضہ رکھیں۔ یہ قبضہ مکمل صلح کے ہونے کے زمانہ تک رہے گا۔

۳۔ ترک باشندوں کی کفالت اور امن کے ذمہ دار ہونگے۔

پس احرار ترکوں نے عارضی صلح کی شرائط کی رو سے آرمینیا کو مغلوب کرکے بالشویکوں سے براہ راست تعلق قائم کر لیا۔ اور آرمینیا کی ریلوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ لارڈ رابرٹ سیسل نے کوشش کی۔ کہ لیگ اقوام آرمینیا کو بچانے کی کوشش کریں۔ لیکن جب قریب کی قسطنطنیہ کی اتحادی فوجیں کچھ نہ کر سکیں۔ تو لیگ اقوام اتنی دور سے کیا کر سکتی تھی۔

دوبارہ لڑائی کا آغاز

مگر افسوس کہ اس ہنگامی صلح کا نتیجہ مفید نہ نکلا۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے جو صلح کا نوٹ پیش کیا تھا۔ اس کو بہت ہی نقصان رساں سمجھا گیا۔ لہٰذا ۲۱ر نومبر ۱۹۲۰ء کو جو شرائط التوائے جنگ کیلئے طے پائی تھیں اُنکا خاتمہ ہوا۔ اور جنگ ازسرنو شروع ہوگئی۔ آرمینیوں نے کہا کہ ہم آخر دم تک لڑیں گے۔

چنانچہ ۱۹ر نومبر ۱۹۲۰ء کو ترک احرار نے اریوان پر جو آرمینیا کا پایۂ تخت ہے حملہ کر دیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا برابر پیش قدمی کرتے رہے قارص آرمینیوں کے

ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ الگزینڈراپول بھی فتح ہو گیا تھا۔ اسی طرح آرمینیا۔ اور جارجیا کا سلسلہ آمد و رفت بھی منقطع ہو گیا۔ پھر مصطفےٰ کمال پاشا کی فوجیں فتح و ظفر کے شادیانے بجاتی ہوئی اریوان دارالسلطنت آرمینیا میں داخل ہو گئیں۔

آرمینیا سے اتحادیوں کی ہمدردی

جب آرمینیا کے پایۂ تخت پر ترکوں کا قبضہ ہو گیا۔ تب لیگ اقوام کی کونسل نے کروٹ بدلی اور مختلف حکومتوں کو بذریعہ تار آرمینیا کے اندر جو مخالفانہ کارروائیاں رونما ہوئی تھیں۔ اُنکا خاتمہ کرنے کی دعوت دی۔ پریذیڈنٹ ولسن اور برزیل کے جوابات آگئے۔ جنمیں معاملات زیر بحث پر مشورہ کرنے کیلئے آمادگی ظاہر کی گئی۔ لارڈ سیسل نے اس بات پر زور دیا کہ اگر گفتگو سے صلح موقوف کر دیگئی۔ تو موسم سرما آرمینیا کو سامانِ حرب سے مدد دینے میں صرف ہو گا۔ اور مداخلت موسم بہار تک ملتوی رکھی جائیگی۔

ترکوں اور آرمینیوں کی صلح

آرمینی ترکوں کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے۔ اور بالآخر مصطفےٰ کمال پاشا اور آرمینیوں کے درمیان بمقام الگزینڈراپول ایک معاہدہ ہو گیا۔ جسنے اس کشمکش کا خاتمہ کیا۔ اس معاہدہ کی رو سے اریوان اور جھیل گوکچہ آرمینیوں کے قبضہ میں رہی۔ اور قلعہ قارص اور سکندروپول ترکانِ احرار کے حوالے ہوئے۔ نیز آرمینیوں نے تمام اسلحہ اور سامان حرب ترکوں کے حوالہ کر دیا۔

بالشویکوں کا تسلط

اہلِ آرمینیا اور ترکوں کے درمیان صلح قائم ہو گئی۔ اور ارمنوں کو ترکوں کی طرف سے چین نصیب ہوا۔ لیکن ارمنوں کی قسمت میں ابھی چین کہاں۔ ملک گیری کی ہوس میں ارمنوں نے کئی ہمسایہ قوموں کو اپنی ہوس رانی کا شکار بنایا۔ خاصکر بالشویکوں کو۔ تاتاری قوم اپنی کمزوری کے باعث ارمنوں کا مقابلہ نہ کر سکی۔ لیکن بالشویک قوم ایک طاقتور قوم تھی۔ اُن کو کب گوارا ہو سکتا تھا۔ کہ ارمن لوگ اُن کو گزند پہنچا کر اور نشانہ تکالیف بنا کر صاف بچ جائیں۔ لہٰذا ابھی ارمنیوں کی قسمت کھوٹی تھی۔ اور ابھی اُنھوں نے اپنے کئے کی سزا اور بھگتنی تھی

بالشویک ارمنیوں کے تعاقب میں تھے۔ انھوں نے اریوان پر حملہ کرکے اپنا تسلط جمالیا۔ اور وہاں بالشویکی حکومت قائم کردی۔ ارمن بالشویکوں کے خوف سے بالکل نہ بولے۔ بلکہ خاموش رہے۔ جب بالشویک اریوان میں بالشویکی طرز کی حکومت کی داغ بیل ڈال کر واپس چلے گئے۔ تو بعد میں ارمنیوں نے بالشویکی حکومت کا خاتمہ کرکے پھر اپنی آزاد حکومت کی بنیاد ڈالدی۔ جب بالشویکوں کو ارمنیوں کے اس انحراف کے متعلق حال معلوم ہوا۔ تو وہ بہت سیخ پا ہوئے۔ اور موقعہ کے انتظار میں خاموش ہو رہے۔

اس اثناء میں اریوان کی حکومت ارمنی نے اپنی عادت کے مطابق ترکی آبادی کو دق کرنا شروع کردیا۔ ترکان احرار نے ارمنیوں کے ان مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ چونکہ بالشویک پہلے ہی سے اریوان والوں کی طرف سے جلے بیٹھے تھے۔ انھوں نے فی الفور آرمینیا پر دھاوا بول دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اریوان کی تمام آبادی تنگیزور کی طرف پناہ لینے کیلئے بھاگ نکلی۔ اریوان کی فوجیں بھی انکے ساتھ ہی پسپا ہوگئیں۔ ۱۲ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء کو بالشویکوں نے اریوان پر قبضہ کرلیا۔ اور آرمینیا کی جمہوری حکومت کو پوری طرح سے تاخت وتاراج کرکے چھوڑا۔ صرف ایک چھوٹا سا ضلع بچا۔ اریوان کا بہت سا حصہ نذر آتش ہوا۔ بالشویکوں نے کسانوں کے تمام مویشی اور غلہ کے کھتے اپنے قبضے میں کرلیئے۔ اور حکومت آرمینی کے حامیوں کو تہ تیغ کردیا۔ اور ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جنھوں نے اس سے پہلے اریوان کی جمہوری بالشویکی حکومت کو نابود کرنے میں حصہ لیا تھا۔

آرمینیوں نے ترکوں کی نیک نیتی اور انکے اصولِ خود اختیاری پر کفرانِ نعمت کیا۔ تو انکو اس کفرانِ نعمت کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ چنانچہ بالشویکوں نے ارمنیوں کو سزائے معقول دی۔ اور دوبارہ اپنی حکومت کا اقتدار اریوان میں قائم کیا۔

اس واقعہ کے نتیجہ میں ایک بڑی عجیب بات یہ ظہور پذیر ہوئی کہ ارمن لوگ بالشویکوں کے خلاف تو مطلقاً کوئی آواز بلند نہیں کرتے۔ اگر آواز بلند کرتے ہیں

تو ترکوں کے خلاف جن کا اس لڑائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ فرانس کے وزیر اعظم سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ خدارا ہمیں ترکوں کے رحم پر نہ چھوڑیئے۔ بلکہ ہماری حمائت کیجیئے۔ کیسی عجیب بات ہے۔ تکلیف تو کوئی پہنچائے۔ اور مورد شکایت کوئی ہے۔ آرمینیوں کا ترکوں سے خوف کھانا بالکل بے سود تھا۔ کیونکہ ترکوں سے تو انہیں کوئی وجہ پرخاش ہی نہ تھی۔ اگر تھی تو بالشویکوں سے۔ لہٰذا ارمنوں کو چاہیئے تھا کہ وہ بالشویکوں سے خوف کھاتے۔ جنکی حکومت کو اُنھوں نے تسلیم نہ کیا تھا۔ اور اسکی جگہ آرمینی وزارت قائم کر لی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالشویک آن پڑے اور اریوان کو تہس نہس کر دیا۔

مظالم آرمینیا

اور مسلمانوں کا قتل عام

چونکہ آرمینیوں نے دوران جنگ میں آرمینیا کے مسلمانوں پر شدید مظالم ڈھائے اور طرح طرح کی اُن بیکسوں کو اذیتیں دیں۔ بیچاری نہتی مسلمان رعایا کو اُنھوں نے ذلیل و خوار کیا۔ لہٰذا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان مظالم کا بھی ذکر اسی جگہ کر دیا جائے۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ ترک آرمینیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ اور آرمینیوں نے ہمیشہ نیکی کا بدلہ بدی دیا ہے۔ یہ نہیں کہ آرمن قوم نے اِس جنگ میں ایسا کیا ہے۔ بلکہ یہ ارمنی لوگ ترکوں کے قدیم سے نمکخوار ہونے کے باوجود بھی ترکوں کو ہمیشہ گڑھے میں گرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

شروع فروری ۱۹۲۰ء میں یہ مشہور ہوا۔ کہ ترکوں نے سات ہزار آرمینیوں کو قتل کر دیا۔ پھر یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ دس ہزار ارمنی ترکوں کے

ہاتھوں غارت ہوئے۔ ان خبروں نے عیسائی دنیا میں سنسنی پھیلادی۔ بلکہ اسلامی دنیا بھی اسیر حیرت زدہ ہوئی۔ چنانچہ لنڈن کے ارمنی محکمہ کو کسی سفارتی ذریعہ سے سلیشیا کی دو تاریں موصول ہوئیں جن کا مفاد حسب ذیل ہے۔

مصطفےٰ کمال پاشا اپنی فوجوں کے جزو غالب کو سلیشیا کی طرف بڑھا رہا ہے تاکہ فرانسیسی افواج کو سمندروں میں دھکیل دے ہیجین اور سیس کے شہروں میں جہاں سے ارمن عورتیں اور بال بچے نکال دئے گئے ہیں۔ ارمن فداکاروں نے ترکوں کی مزاحمت کی تھی۔ مگر ترک اسکے باوجود روز بروز ادانہ کی طرف بڑھتے جاتے ہیں۔ یہ شہر میدان سلیشیا میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ترکی جمعیتوں نے طرسوس کے ریلوے اسٹیشن پر حملہ کردیا ہے جو ادانہ اور بندرگاہ مرسینا کے مابین مقام اتصال ہے۔ تین ہزار ارمنی یتامیٰ اور ہزارہا بے بس آرمینیوں اور یونانیوں کا مال وجان خطرہ میں ہے۔ شہر عین طاب کا سلسلہ نام وپیام بالکل منقطع ہوگیا ہے۔ اور فرانسیسی تمام محاذوں پر پسپا ہورہے ہیں۔

ایک تار میں یہ بھی لکھا ہے کہ مہذب دنیا کے لئے ماتم کا روز سیاہ برپا ہوگیا ہے۔ اسطرف سان ریمو میں اکابر صلح و آشتی کی کوشش میں جمع ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دوسری طرف ترکوں کے غارت گر گروہ اپنے فاتحین کے مقابلے میں علانیہ خم ٹھوک کر کھڑے ہوگئے ہیں۔ اور ہزار در ہزار یتیم سخت خطرے میں پڑ گئے ہیں مغرب کی عظیم ترین دول آرمینیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہی ہیں۔ مگر یتیموں کو خطرے سے نکال کر امن وسلامتی کے ساحل پر پہنچانے کیلئے جہازوں کو مہیا نہیں کرتیں۔

آرمینیوں کا یہ شور وواویلا اور کذب وجھوٹ پردۂ اخفا سے بہت جلد نمودار ہوکر طشت ازبام ہوگیا۔ اور دنیا کو معلوم ہوگیا کہ ترک اس تہمت وعیب سے بالکل پاک اور بے داغ ہیں۔ بلکہ یہ آرمینیوں ہی کی ہستی ہے۔ جو داغدار ہے۔ جس نے الٹے مظالم بیچارے مسلمانوں پر کئے ہیں۔ چنانچہ ارمن مظالم کا راز آشکارا ہوگیا۔ جن کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ایک روسی افسر کی شہادت

روس کی سرکاری رپورٹ منجانب کمانڈر پلٹن نمبر ۹ توپخانہ رجمنٹ نمبر ۲ بمقام قلعہ ارض روم ۳ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء بخدمت جنرل کریسی مف کمانڈر انچیف افواج تفقاریہ روسی فوج کے آخری دستہ کی واپسی کے بعد تشدد اور قزاقی کی وارداتیں ارمنی سپاہی کی طرف سے ارض روم اور نواحی دیہات کے باشندوں کے خلاف عمل میں آئیں۔ ۷ فروری کو قتل و غارت کی کارروائیاں شہر کے چند حصوں میں ایک ہی وقت میں نمودار ہوئیں۔ میں نے انہیں سے ایک کارروائی معلوم کی۔ نہتے ترکوں کو بچانے کیلئے میں فوراً شہر کے کمانڈنٹ اور چند افسروں کو بلانے پر مجبور ہوا۔ کیونکہ چند سپاہیوں نے تعمیل حکم سے انکار کیا اور مجھ کو مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ چھ سپاہی اور ایک افسر گرفتار ہوا۔ میں نے اس ناجائز کارروائی کی خبر وقت پر کمانڈنٹ کو کردی۔ ۹۔۱۰ فروری کو کورٹ مارشل ہوا۔ اور اُس کو تمام اختیارات دیئے گئے۔ مگر گرفتار شدہ آرمینیوں کے خلاف پھر بھی کوئی کارروائی نہیں کیگئی۔ اور ۱۲ فروری کو محاصرے کی حالت کا اعلان کیا گیا تاکہ آرمینیوں کے جرائم کے بارہ میں کارروائی کی جاسکے۔ ۱۹ فروری کو ٹیپ کوئی کے تمام باشندے مار ڈالے گئے۔ حسن جلالین ان بے رحمیوں کا شاہد ہے۔ جرنیل اشرانک ۲ فروری کو آپہنچا۔ اور ۲۰ فروری کو کرنیل موریل نے شہر پر گولہ باری کا حکم دیا۔ لیکن چونکہ افسروں نے ایسا کرنے سے انکار کیا لفٹنٹ کپتان جان پولیشین اور لفٹنٹ حکاپیاں باتریوں کے افسر بنائے گئے۔

۲۳ فروری کو توپخانے کے افسروں کی ایک کانفرنس ڈاکٹر زولیف کی معیت میں منعقد ہوئی۔ اور موقع پر رپورٹ تیار کیگئی۔ ۲۵ فروری کو آٹھ بجے حکم دیا کہ باتری نمبر ۱۳ کو ٹھیک حالت میں کرلیا جائے۔ ۱۴ تاریخ کو اس حکم کی تردید کیگئی۔ کیونکہ دشمن بیجا سے نکل رہے تھے۔ اور مواضع محمدہ پر قابض ہوچکے تھے۔ پندرھویں گھنٹے موضع گوزیر توپ کے گولے برسنے شروع ہوئے۔ اور قلعہ لوبیک کرتل کے پیچھے پیدل فوج کی جگہ چھوڑ دینی پڑی۔ ۶½ بجے شام کے میرے نزدیک بغیر کسی حکم کے آتشباری شروع ہوئی

اور کلدار توپوں کے منہ پورٹ اِٹی پر کھول دئے گئے۔ جہانکہ ارمنی ترکوں کو قتل کرنیکے لئے لائے گئے۔ گولہ باری کو روکنے کیلئے سخت کوشش عمل میں لائی گئی۔ وہ افسر جو مشین گنوں پر مقرر ہیں۔ غیر حاضر تھے۔ انھوں نے بے نشانہ فائر کئے۔ اور یہ اتفاق حسنہ تھا۔ کہ کسی کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ زمین کے ایک پشتے کے پیچھے آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ جو مدد کیلئے پکار رہی تھیں۔ مشین گنوں کے افسروں اور سپاہیوں کے بیانات کے مطابق (جو مدد کو پہنچے) یہ آواز مجروحین اور سسکتے ہوئے لوگوں کی تھیں۔ انیسویں گھنٹے توپ کی آواز بند ہوئی۔ رات کے وقت آتشباری قتل و خون۔ مدد کیلئے چیخ و پکار کے واقعات یکے بعد دیگرے واقع ہو رہے تھے۔ افسر مذکور اپنی رپورٹ کے اخیر میں لکھتا ہے۔ کہ کرز کی بندر پر ہمیشہ ترکوں پر فائر کئے اور بندر کو فوراً آگ لگ گئی۔ رپورٹ مذکور سے ۱½ یا دو ورسٹ (روسی ورسٹ انگریزی ۱۱۶۶⅔ گز کے برابر ہوتا ہے) کے فاصلے پر ایک بھاری بڑی قائم تھی سڑک پر موضع سری کا ہیکے تک صرف شہید ترکوں کی لاشیں دکھائی دیتی تھیں۔ حسن کالی پر محافظوں کے سامنے اسی سے پچاسی ترک (تمام عمروں کے خصوصاً بوڑھے اسلحہ سے مار ڈالے گئے۔ جب کہ لاشوں کو بیحرمت کیا گیا۔ جھونپڑیوں کے صحن ترکی لاشوں سے بھرے پڑے تھے۔ الشکی کمانڈنٹ کمپنی نمبر ۹)

دولتِ عثمانیہ کا اعلان

مندرجہ ذیل سرکاری اطلاع سلیشیا کے واقعات کے متعلق حکومت عثمانیہ کی طرف سے ۵ مارچ ۱۹۲۰ء کو شائع کی گئی۔

ایسے وقت میں جب کہ ترکی کی قسمت کا فیصلہ کیا جانے والا ہے۔ بعض بیہودہ لوگوں نے ترکی کے متعلق نہایت مہمل اور لغو خبریں پھیلا رکھی ہیں۔ جس سے انکا منشاء یہ ہے کہ ترکی قوم کو یورپ کی نظروں میں ذلیل کریں۔ اور دوسری غایت یہ ہے کہ اس خبر کو پھیلا کر کہ ترکوں نے بیس ہزار آرمینیوں کو قتل کر دیا ہے۔ کانفرنس صلح پر اثر ڈالیں۔ سرکاری بیان میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ عیسائی آبادی پر کسی قسم کے کوئی مظالم نہیں کئے گئے۔ البتہ علاقہ مرآش میں جب عیسائیوں نے مسلمانوں کو

بے رحمی کے ساتھ قتل کرنا شروع کیا۔ تو اُن دونوں کے مابین تصادم ضرور واقع ہوا۔ ذیل میں اسکے متعلق سرکاری رپورٹ کیجاتی ہے۔ جب برطانیوں نے اِس مقام کو خالی کر دیا۔ تو فرانسیسی فوجی حکام نے مقام مندرجہ میں بہت سے آرمینیوں کو بھرتی کر لیا۔ گشت کرنیوالوں میں بالکل ہی ارمنی رکھے گئے تھے۔ چنانچہ یہ گشتی سپاہی مسلمانوں کے محلہ میں اکثر گشت لگاتے پھرتے تھے۔ ان لوگوں نے گشت کے دوران میں اکثر ظلم وجبر کے واقعات کئے۔ اور ایسا کرنیسے انکا منشا مسلمان آبادی کی حیات کو نقصان پہنچانا تھا۔ فرانسیسی حکام نے بھی اِس قسم کی بیہودگیاں کرنیوالوں کو سختی کے ساتھ سزا دینا ضروری سمجھا۔ مراش اور نیز اس علاقے کے دیگر دیہات میں ارمنی سپاہ نے مسلمان آبادی کے خلاف اِنتہائی جبر و تشدد سے کام لینا شروع کر دیا۔ اور باوجود ان تکلیف دہ اثرات کے جو مسلمان آبادی پر اس معاملت و رویہ سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ ہر قسم کے جبر و تشدد سے باز رہے۔ اور اُنھوں نے اپنے دِلی جذبات کا کسی پیرایہ میں مظاہرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

آرمینیوں نے فرانسیسیوں کو اِس امر کا یقین دلایا تھا۔ کہ ترک فرانسیسی سپاہ پر ایک زبردست حملہ کرنے کے خیال میں ہیں۔ اور عیسائی آبادی کا قتل عام کرنا چاہتے ہیں۔ ان خیالات سے مرعوب و متاثر ہو کر فرانسیسی پولیٹیکل ایجنٹ نے مذکورہ بالا شک کی کوئی شہادت حاصل کئے بغیر قائم مقام گورنر کمشنر پولیس انجنیر محکمہ تعمیرات اور نیز شہر کے دیگر معززین کو گرفتار کر لیا۔ اسی کے ساتھ ایجنٹ موصوف نے گورنمنٹ ہاس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اس مقام کی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینے کا اعلان کر دیا۔ ان ظالمانہ و جابرانہ کارروائیوں سے متاثر ہو کر مراش کی کثیر اسلامی آبادی مقامی وکلاء کی سربراہی میں گورنمنٹ ہوس تک پہنچی۔ اور وہاں پہنچ کر اُس نے فرانسیسی گورنر سے اُنکے مقرر کردہ نیابت کو باریاب کرنے کی اجازت چاہی۔ وفد کے پیش کرنے کا منشاء یہ تھا۔ کہ وہ فرانسیسی گورنر کے سامنے اپنی خواہشات و شکایات پیش کرے۔

ان تمام جابرانہ کارروائیوں کے برخلاف مسلمان مخالفانہ جذبات کے اظہار سے محترز رہے۔ لیکن اس سکوت کے باوجود ان پر آرمینیوں نے گورنمنٹ ہاؤس سے کلدار توپوں اور رائفلوں کی باڑھ مارنا شروع کردی۔ مجمع بلا کسی قسم کا مقابلہ کئے ہوئے واپس آگیا۔ لیکن آرمینوں نے مجمع کا پیچھا کیا۔ اور اسکو گھیر لیا۔ اسوقت تنگ آکر حالتِ مجبوری میں مجمع نے ڈھیلوں اور پتھروں سے حفاظت کرنی شروع کردی۔ اسلئے کہ ان لوگوں کے پاس کسی قسم کے اسلحہ موجود نہ تھے البتہ اسکے بعد جب سول اور فوج دونوں محکموں کے آرمینوں نے ایک ساتھ انپر حملہ کیا۔ اسوقت مسلمانوں نے مجبور ہوکر اپنی حفاظت کیلیئے مقابلہ کرنا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے محلّوں پر گولے پھینکے جانے لگے۔ اس گولہ باری سے اکثر محلّے بالکل خاکستر ہو گئے۔ اور سینکڑوں مسلمان اسکی آگ میں جل کر شہید ہو گئے۔ اور ایک عرصہ تک سڑکوں پر لڑائی کا سلسلہ قائم رہا۔ اور مسلمانوں کے مکانات پر ہر طرف سے آرمینوی سپاہ کا نرغہ تھا۔ ایسے ہی چند حملے خانہ بدوش کردوں اور عربوں پر بھی کیئے گئے۔ چنانچہ ترکوں کی ایک قلیل جماعت اپنے ہم مذہب بھائیوں کو اس مصیبت سے چھڑانے کیلیئے روانہ ہوئی یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ جونہی فرانسیسی سپاہ نے اس مقام کو بالکل خالی کردیا۔ اسی وقت وہاں امن قائم ہوگیا۔ اور اب اسی مقام پر آرمینوں کی جان و مال کا تحفظ وہی لوگ کررہے ہیں۔ جن پر انھوں نے ایسے وحشیانہ طریقہ پر حملے کیئے تھے۔ فرانسیسی اور ارمنی مراش کے مضافات میں چلے گئے۔ جب انکے پاس مزید کمک پہنچ گئی۔ تو انھوں نے اسوقت اس مقام پر گولہ باری شروع کردی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر کا ½ حصہ بالکل تباہ وبرباد ہوگیا۔ عیسائیوں کے مکانات جلنے کی وجہ بھی یہی گولہ باری ہے۔ جو بعد میں کیگئی تھی۔

مزید براں مسلمانوں کے بعض دیہات کے متعلق بھی آرمینیوں کو یہ شک پیدا ہوا کہ مراش کی حفاظت میں حصہ لے رہے تھے۔ چنانچہ اس ہنگامہ سے

فراغت پاکر آرمینیوں نے اس طرف توجہ کی۔ اور ان غریبوں پر طرح طرح کی مظالم کرنا شروع کر دیئے۔ یہانتک کہ قتلِ عام میں انھوں نے عورتوں اور بچوں تک کو پناہ نہیں دی۔ بلکہ اُن کو بھی تہ تیغ کیا۔ ان واقعات کے دوران میں باشندگان مدراس ہر چہار طرف سے گھرے ہوئے تھے۔ اور کل سلسلہ رسل و رسائل منقطع کر دیا گیا تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ اسکی کثیر التعداد آبادی فاقوں سے مر گئی۔ اس سلسلہ میں یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اس علاقہ میں چوبیس ہزار ارمنی آباد تھے اُن میں نصف سے زائد اس مقام کو چھوڑکر زیتون اصلاحی میں چلے گئے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ فرانسیسی جسوقت اس مقام کو چھوڑنے لگے ہیں۔ تو وہ لوگ موجود نہ تھے۔ اس سے لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ مسلمانوں نے انکا قتل عام کر دیا۔

اس معاملہ کو پورے طور سے روشنی میں لانے کی غرض سے عثمانی گورنمنٹ نے یہ خواہش کی کہ ایک مشترکہ کمیشن کے ذریعہ سے ان واقعات کی باقاعدہ تحقیقات کرائی جائے۔ تاکہ سچے واقعات کو جنہیں خود مسلمان اسقدر ہولناک مظالم کا شکار بنائے گئے ہیں۔ کسقدر بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے۔

ایک ترکی خاتون کی قلم سے

مشہور و معروف شاعرہ اور قوم پرست خاتون خالدہ ادیب خانم کا ایک مراسلہ ہمعصر اوٹ لک میں درج ہے۔ اس نیک نہاد خاتون نے اپنے ایک دوست کو لکھا ہے۔ یہ وہی وطن پرست خاتون ہے۔ جو اتحادیوں کے قبضہ قسطنطنیہ سے اپنی قومی عزت و عظمت کو خاک میں ملتے دیکھکر سر بکف میدانِ جنگ میں نکل پڑی تھی۔ اور جو صرف دس یوم کے اندر قوم پرست فوج میں بارہ ہزار رنگروٹ بھرتی کرکے اناطولیہ میں مصطفےٰ کمال پاشا کی فوج جرّار سے جا ملی تھی۔ اور جو اب اسوقت گورنمنٹ اناطولیہ میں وزیر تعلیمات کے عہدہ پر ممتاز ہے۔ چنانچہ اس نے جنگ کی نوعیت اور اس کی اغراض و مقاصد سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ میں ہندوستان اور دیگر مقامات کے اپنے ہم مذہب بھائیوں اور یورپ کے سچے دلدادگان تہذیب کو کچھ

مختصراً وہ کارروائیاں بتادینا چاہتی ہوں۔ جو اتحادی قبضہ جنگ کے بعد سے عمل میں لائے ہیں۔ اسلئے کہ ترکی مصائب و مظالم کی کوئی آواز یورپ میں سننے نہیں دیگئی۔ یہ آواز نہ صرف سنسر کی حکمت عملیوں و ظلم کے زبردست و آہنی پنجہ سے رد کیگئی۔ بلکہ یونانیوں اور آرمینیوں کے جھوٹے و مبالغہ آمیز پروپیگنڈا کی کثرت اشاعت سے بھی اسکو نقصان پہنچایا گیا۔ اسکے آگے اُنھوں نے دکھایا ہے۔ کہ مسلمانانِ ٹرکی کو دوسرے مذہب و ملت کے لوگوں سے کوئی بغض و حسد نہیں ہے اور نہ وہ دیگر طبقوں اور فرقوں کے مقدس حقوق کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔ اسکے بعد اُنھوں نے التوائے جنگ کی نوعیت سے بحث کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا ہے کہ برطانیہ عظمیٰ نے شرائط التوائے جنگ کے خلاف قسطنطینہ پر فوجی قبضہ کرلیا ہے حالانکہ ان شرائط کی رُو سے اُسکا یہ طرزِ عمل کسی طرح حق بجانب نہ تھا۔ آرمینیوں اور ترکوں کے تصادم سے بحث کرتے ہوئے محترم خاتون نے یہ دکھایا ہے کہ ترکوں اور آرمینیوں کے درمیان صدیوں سے اچھے تعلقات قائم تھے۔ لیکن روس کے سیاسی مفاد نے اُسے نقصان پہنچایا۔ اسلیئے کہ اُسنے ٹرکی کے عیسائیوں کی حفاظت کے بہانہ سے ترکی مشرقی صوبجات پر قبضہ کرنے کی غرض سے وہاں قتلِ عام شروع کردیا۔ اور وہ لکھتی ہے کہ ترکوں اور یونانیوں کو اس باہمی قتلِ عام سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ فائدہ اُٹھانے والے دوسرے ہی تھے۔ جو اشتعال دلاکر الگ ہوگئے۔ جس کو اب دونوں محسوس کرتے ہیں۔ آگے چل کر اتحادیوں کی حکمت عملیوں اور زمانہ حال کی مدبرانہ چالوں کا انکشاف کرتے ہوئے اُنھوں نے لکھا ہے کہ آرمینیوں کے ہاتھ سے جتنے بے گناہ ترکوں نے جامِ شہادت پیا وہ اس وقت تک پردۂ خفا میں ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ارضنجان میں کوئی ترکی گھر نہیں بچا۔ ہزاروں ترک جنمیں عورتیں اور بچے سب ہی شامل تھے۔ ظلم و بے رحمی کے ساتھ قتل کیئے گئے۔ اور اکثر انتہائی سفاکی کے ساتھ زندہ جلادیے گئے۔

نوجوان ترکی خواتین کارس کے بازاروں میں فروخت کردی گئیں! اور ہزاروں

ترکی قیدیوں کو آرمینوں نے انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ اور اس وقت سینکڑوں ترکی مواضعات تباہی اور بربادی کا ایک ڈھیر بنے ہوئے ہیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ ارمنی سپاہی تلاشی اسلحہ کے بہانہ سے کل ترکی مکانات میں گھس گئے اور تقریباً ہر مکان میں انھوں نے قتل و غارت گری اور لوٹ شروع کر دی۔

مراش کے مضافات میں اور صوبہ کے دوسرے حصہ میں بیس ترکی مواضعات بالکل تباہ و برباد کر دئے گئے۔ مراش کا بھی ۲/۳ حصہ آرمینوں نے بالکل غارت کر دیا۔ انتہا یہ ہے کہ لاچار عورتیں۔ اور معصوم بچے بھی گیس کے بموں سے قتل کئے گئے۔ جس مقام پر کامل دس یوم تک گیس اور بموں سے گولہ باری کی گئی۔ ہو اس کے نقصانات کا اندازہ یورپ کے ماہرین جنگ بخوبی کر سکتے ہیں۔ اس جارحانہ طرز عمل نے وہاں کی آبادی میں جو جوش و خروش پیدا کر دیا تھا۔ اسی کا نام قتل عام رکھا گیا۔ اور ترکی کے دوسرے حصوں پر مزید قبضہ کرنے اور ان کو انتہائی مظالم کا شکار بنانے کے لئے یہ بہانہ بنایا گیا۔ ان دل ہلا دینے والے واقعات کو پڑھ کر کوئی شخص بھی ایک لمحہ کے لئے اتحادیوں کے عدل و انصاف پر بھروسہ کر سکتا ہے۔ اور ان وحشیانہ کارروائیوں کو معلوم کر کے کوئی بھی صفائی قلب کے ساتھ یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ اتحادیوں نے ترکوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا ہے جیسا دیگر شکست خوردہ طاقتوں کے ساتھ کیا گیا ہے ترک معذور و مجبور اشخاص کو نقصان پہنچانا مردمی اور مردانگی کے خلاف سمجھتے ہیں چنانچہ اُسنے سابقہ مضمون کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ میں مہذب دنیا کی توجہ اس امر واقعہ کی طرف منعطف کرانا چاہتی ہوں۔ کہ یہی ارمنی سپاہی جو فرانسیسی افواج کی پسپائی کے بعد پیچھے رہ گئے تھے۔ اُنکے ساتھ ترکوں نے یہ برتاؤ کیا۔ کہ محض اُنکے اسلحہ کو اُن سے لینے کے بعد اُنکو بحفاظت تمام مثل قیدیوں کے رہنے کی اجازت دے دی۔ اور ان انتہائی مصائب و تکالیف کے دوران میں ترکوں نے ساڑھے چار سو ارمنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت بھی کی۔ اور اُنکو کھانا بھی دیا۔ برعکس اسکے

لارڈ کرزن نے اپنی تقریر میں آرمینیوں کے مظالم کا اِن الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ گذشتہ چند ہفتے میں اس حصہ دنیا کے ارمنی بھی بالکل چپ اور ساکت نہ رہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہوگا۔ میرے پاس اسوقت بعض ایسے کاغذات ہیں۔ جن سے ان وحشیانہ وخونی مظالم کا اظہار ہوتا ہے۔ جو آرمینیوں نے اِشتعال ترغیب سے اس حصہ دنیا کے مسلمانوں پر کئے تھے۔

آگے چل کر وہ اِنتہائی صفائی اور نیک نیتی کے ساتھ کہتے ہیں کہ بہرحال گذری ہوئی بات کا ذکر ہی کیا۔ سچ ہے ترکی خواتین کی آبروریزی۔ ترکی شیرخوار بچوں کی خوں ریزی اور بڑے بڑے مواضعات کی تباہی یہ ایسی ہی بے وقعت چیزیں ہیں۔ جن کو تہذیب انسانی کے اُستاد اور عدل وانصاف کے علمبردار ایک ناقابل توجہ والتفات چیز سمجھ رہے ہیں۔ اور کیوں؟ محض اِسلئے کہ وہ ترکی مسلمان ہیں لارڈ کرزن کے اس فقرہ سے مسلمانوں کے قلب پر جو زخم پہنچا ہے۔ وہ شائید کبھی مندمل نہ ہوسکے گا۔

آرمینیوں کے مظالم ایرانی مسلمانوں پر

یہ مانا کہ ترکوں کے ماتحت ارمنی رہتے ہیں۔ اور آرمینیوں کو اُنسے دلی بغض وعناد پیدا ہوا مگر بیچارے مسلمان ایرانیوں کے متعلق اُنکے دل میں کیوں کدورت اور دشمنی پیدا ہوئی۔ کہ وہ بھی ظالم آرمینیوں کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ صرف وجہ یہی تھی کہ وہ بھی مسلمان ہیں۔

باوجود اسکے کہ سلطنت ایران آرمینیوں کے ساتھ ہمیشہ کمال مہربانی اور حسن سلوک کا برتاؤ کرتی رہی ہے۔ اور ارمنی اور مسلمانوں کے درمیان متنازعہ مسائل پیش آجانے کی صورت میں ہر وقت کامل بے طرفی اختیار کرتی۔ اور حکام سلطنتِ ایران قفقاز میں ارمنی رعایا کی حفاظت وحمایت مسلمان رعایا کی مانند کرتے رہے ہیں۔ اور درحقیقت سرزمین طہران تنہا ملجا و پناہ گاہ ارمنیوں کی شمار کی جاتی ہے۔ اور ہر طرف انتہائی مہربانی اور نرمی اُنکے ساتھ روا رکھی جاتی تھی۔

ان تمام مراعات کے باوجود ارمینیوں نے قلمرو عثمانیہ اور قفقاز میں بربریت اور جاہلانہ تعصب کے ساتھ خونریزی اور قتل و غارت شروع کر دیا۔ اور ایرانیوں۔ اور قفقازیوں میں کچھ بھی تفریق نہیں کی۔ اس سلسلہ میں ہزاروں ایرانی رعایا کو جو آرمینیا میں مقیم تھے۔ طرح طرح مصائب و آلام کا تختہ مشق بنایا گیا۔ ایک گروہ بے رحمی کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ بقیۃ السیف اپنے مال و متاع اور علاقہ جات کو چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کیلئے وہاں سے بھاگ نکلے۔ حکام ایران نے ہمیشہ اس قسم کے ناگوار واقعات کے رونما ہونے پر اعتراضی یادداشتیں حکومت آرمینیا کو روانہ کیں۔ مگر چونکہ ارمینیوں کو اطمینان ہے کہ سلطنت ایران ہی رعایا کے حقوق کی حفاظت کیلئے کسی وقت عملی پیش قدمی نہیں کریگی۔ اسلیئے انھوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور صرف ظاہری اظہار افسوس پر قناعت کی۔ انھوں نے اپنے سلسلہ مظالم کو اسقدر وسعت دی کہ آرمینیا مسلم رعایا سے تقریباً خالی ہوگیا۔ اور شہر ایروان جسمیں پہلے کم از کم بیس ہزار ایرانی رعایا تھی۔ آج انکا شمار ایک ہزار تک بھی نہیں پہنچا۔

مقام قارص کے باشندے جو کہ تمام مسلمان اور ایرانی مہاجرین سے تھے انپر حکام آرمینیا کی طرف سے اسقدر سختیاں اور تعدیاں کیگئیں کہ وہ سب کے سب اپنے گھروں کو چھوڑ کر واپس آگئے۔

چند ماہ قبل قارص کے آٹھ گاؤں جنمیں تمام ایرانی مہاجرین تھے۔ ان کی حمایت کے بارہ میں ایرانی قونصل جنرل نے حکومت آرمینیا کو متنبہ کر کے ان سے امن و آسائش کا مطالبہ کیا۔ اسکے بعد قارص کی کونسل نے ایرانی فوج ان گاؤں کے بالائی حصوں میں بھیجدی تاکہ ارمنی حملوں سے وہ محفوظ رہیں۔ اس پر بھی حکام آرمینیا ٹس سے مس نہ ہوئے۔ باشندوں کی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ اور پے در پے قتل و غارت کی وارداتیں ہوتی رہیں۔ اسی وجہ سے ان مقامات کے اکثر باشندے اپنی جائداد و املاک چھوڑ کر سخت جاڑے اور شدید برف باری کے زمانہ میں وہاں سے روانہ ہوگئے۔ جسوقت ان واقعات کی خبر

ایران پہنچی تو فوراً ایک تار آرمینیا کے وزیرِ خارجہ کے نام روانہ کیا گیا۔ اور حکّام آرمینیا کی ان پیش دستیوں پر اعتراض کرتے ہوئے اُس کے انسداد کا تقاضہ کیا لیکن وزیرِ خارجہ نے جواب دیتے ہوئے سارے الزامات باشندگان مواضعات قارص کے سر تھوپے کہ وہ حکومت کے مقابلہ اور مخالفت کے درپے تھے۔

ان آخری ایّام میں جب کہ حکومت آذربائیجان اور آرمینیا کے مابین جنگ چھڑی۔ اور طرفین سے فوجی قوّت کا پُرزور طریقہ میں مظاہرہ ہوا۔ آرمینیوں نے سرزمین قارص کو مسلمانوں سے پاک کرنے کا موقعہ پاکر تمام دیہاتوں کو جنہیں مسلمان آباد تھے۔ اپنی فوجی طاقت اور توپ خانہ کے زور سے ویران کردیا اور قتل و غارت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ جو لوگ جان بچا سکے وہ نہایت بے کسی و بے بسی اور فاقہ کشی کی حالت میں اپنے فرزندوں کو ساتھ لئے ہوئے برف اور جاڑوں کی سختیوں کو جھیلتے ہوئے گرجستان اور آذربائیجان میں پناہ گزین ہوئے۔ اور کچھ لوگوں نے راستہ ہی میں مصائب سہتے سہتے پیامِ اجل کو لبیک کہا۔ حیرت ہے کہ ارمنی باوجود اپنے مظالم اور خوں ریزیوں کے مسلسل اخبارات و رسائل اور وفود کے ذریعہ اپنی مظلومیت و بے گناہی اور مسلمانوں کی مفروضہ وحشیانہ حرکات اور دست درازیوں کا دول یورپ کے سامنے اظہار کرتے رہے اور لطف یہ ہے کہ دول یورپ بھی ان بیہودہ اور غلط اور مفروضہ پروپیگنڈہ پر اعتبار کرکے انکی تائید و حمایت پر ہر طرح کمربستہ نظر آتیں۔ اور ترکوں کے خلاف زہر اگلتیں۔ لیکن خود آرمینیوں کی شرمناک حرکتوں اور اُنکے خوفناک مظالم کیطرف کوئی توجہ نہیں کرتا تھا۔ کہ اُنھوں نے کس قسم کی بے رحمانہ سفاکی اور شدورہ لشتی سے بے بس و بے کس مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھائے۔

مصطفیٰ کمال پاشا

اور

معرکہ فرانس

فرانس کی علمبرداری شام میں

جنگ یورپ کے دوران میں برطانیہ نے ایک طرف تو معاہدہ عربوں سے کیا۔ اور دوسری طرف فرانس سے۔ عربوں سے تو یہ قول و قرار ہوا کہ صلح کے بعد عربوں کو ترکی کے قبضہ سے آزاد کرا کر انکی ایک علیحدہ خود مختار سلطنت قائم کر دیجائے گی۔ جس میں علاقہ شام بھی شامل ہوگا۔ اور فرانس سے یہ عہد تھا کہ شام کا علاقہ ترکی کی حکومت سے چھین کر فرانس کو دیا جائے گا۔ جسوقت جنگ بند ہوگئی۔ اور صلح کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اور مسٹر ولسن کے اصولوں کے مطابق اقوام عالم کی آزادی کا مسئلہ چھڑا۔ تو اس وقت عربوں نے بھی اس معاہدے کو برطانیہ کے گوش گذار کیا چنانچہ جرمنی سے صلح ہو گئی۔ آسٹریا اور بلغاریہ کا بھی تصفیہ ہو گیا۔ مگر ترکی کا فیصلہ ابھی معلق تھا۔ فیصلہ کرنے سے پہلے اتحادیوں نے ترکی کی قطع و برید شروع کر دی۔ اس قطع و برید میں سمرنا اور تھریس یونان کو دیا گیا۔ علاقہ شام فرانس کے حوالہ کیا گیا۔ تب اُن دو متضاد معاہدوں کا راز منکشف ہوا۔ عربوں نے جب دیکھا کہ برطانیہ اپنے اقرار کے برعکس علاقہ شام فرانس کو دے رہا ہے۔ تو وہ نہائیت چیں بہ جبیں ہوئے۔ شور مچا دیا۔ فرانس کو بھی عربوں کے اس خفیہ

معاہدہ کا پتہ لگا۔ بدظنی کا عالم غالب ہوگیا۔ فرانس نے اس بات پہ زور دینا شروع کیا۔ کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے شام کے علاقہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ مگر ادھر عربوں کی یادداشتیں برطانیہ کے پاس متواتر آتی تھیں۔ اب برطانیہ کو یہ سوچ پڑی کہ کیا جائے۔ برطانیہ نہ تو عربوں کو ہی کچھ جواب دیتا تھا۔ اور نہ فرانس کا ہی شام کے علاقہ میں قبضہ ہونے دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ فرانس اور برطانیہ کے درمیان کدورت پیدا ہوگئی۔ فرانس میں برطانیہ کے برخلاف عام بدظنیاں پھیلنی شروع ہوگئیں۔ اخبارات نے زہر اگلنے شروع کر دیئے۔ اور قریب تھا کہ اتحاد ثلاثہ میں فرق آجائے۔ برطانیہ نے یہی بہتر سمجھا کہ فرانس سے سلسلۂ اتحاد منقطع نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس مقصد کو مضبوط کرنے کیلئے وزیر اعظم برطانیہ مسٹر لائڈ جارج سنہ ۱۹۱۹ء کے انجام میں فرانس تشریف لیگئے۔ جہاں مسٹر ایم کلیمنشو سے اس بات پر گفتگو ہوئی۔ ادھر جنرل النبائی بھی شام سے فرانس میں آئے۔ تاکہ گورنمنٹ برطانیہ کو یہی مشورہ دیں کہ شام کی حکمبرداری فرانس کے حوالے کر دی جائے۔ پس اس گفتگو کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ فرانس اور برطانیہ کے درمیان بہتر اغراض پر سمجھوتا ہو گیا۔ اور شام کی حکمبرداری عربوں کے پیچ و پکار کے باوجود بھی فرانس کے حوالے کر دیگئی۔ جس کا بعد ازاں اعلان علی العلان ہوگیا۔ چنانچہ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء میں فرانس کی فوجیں شام کے علاقہ میں پھیل گئیں اور جنرل النبائی سے اس علاقہ کا چارج لے کر مسلط ہو گئیں۔

فرانسیسیوں سے لڑائی

فرانس نے اسطرح علاقہ شام کو اپنے قبضہ میں کر تو لیا۔ استحکامات بھی قائم کر لیے۔ مگر فرانس کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ ایکطرف تو عرب اس قبضہ پر غیر مطمئن تھے۔ دوسری جانب ترکان احرار اپنے اقتدار کو قائم کرنے کیلئے جدّوجہد کر رہے تھے۔ پس علاقہ شام میں فرانسیسیوں کے ماتحت حالت تسلی بخش قائم نہ ہو سکی۔ جو دن آتا تھا۔ وہ بد سے بدتر آتا تھا۔ آہستہ آہستہ حالت زیادہ نازک اور خطرناک

ہوتی گئی۔ زیادہ تر ترکان احرار کے ہاتھوں فرانس کو تکلیف اٹھانی پڑی۔

آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ کہ آرمینیا کی چیخ و پکار پر صلح کانفرنس نے یہ تجویز پاس کی کہ فرانس ایک معقول فوجی مہم آرمینیا کی امداد کیلئے روانہ کرے جس میں برطانوی افواج بھی حسب ضرورت امداد کریں۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق فرانس نے اپنی فوجوں کو آرمینیا کی حمائیت میں سلیشیا کے میدان میں روانہ کیا۔ تاکہ ترکوں کو قرار واقعی سزا دے کر ارمنیوں کی جان بخشی کرا لی جائے۔ گویا کہ فرانس نے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے لئے ایک اور وجہ اپنے ذمہ لے لی۔ پہلی وجہ تو علاقہ شام پر قبضہ کرنے کی تھی۔ اور دوسری ارمنوں کی حمائیت میں ترکوں کے خلاف نبرد آزمائی تھی۔ بنا بریں ترکوں اور فرانس کے درمیان بھی طرح جنگ پیدا ہو گئی۔ صلح کانفرنس کے احکام کے مطابق فرانس نے اپنی افواج کو آرمینیا کی حمائیت میں ترکان احرار کے خلاف میدان جنگ میں روانہ کر دیا۔ مقام سلیشا میدان جنگ تھا۔ اسوقت زیادہ اہم اور نازک مقام سلیشیا میں اسکندرونہ کا علاقہ تھا۔ جہاں قوم پرستوں اور فرانسیسیوں کے درمیان حالت کش مکش پیدا ہو گئی۔ یہاں فرانسیسی قلعہ گیر فوج کی تعداد کم تھی۔ اور ترکان احرار کی افواج زیادہ تھیں۔ لیکن اورنہ اور مرسینا میں فرانسیسی فوج انتظام قائم رکھنے کیلئے کافی تھی۔

۴ اپریل ۱۹۲۰ء کو لنڈن سے خبر آئی کہ سلیشیا میں عیسائی آبادی خطرے میں ہے۔ ترک اورنہ، طارس، اور مرسینا کو دھمکی دے رہے ہیں۔ اور آرمینیا کے والنٹیر جمع ہو رہے ہیں۔

عین تاب جو حلب اور مراش کے درمیان واقعہ ہے۔ ترکوں کے محاصرے میں دو ماہ تک رہا۔ لیکن فرانس کی نو آبادی کی فوج نے ایک سخت مقابلے کے بعد اس شہر کو رہائی دلائی۔ اس جنگ میں ایک ہزار ترک کام آئے۔ اور باقی منتشر ہو گئے۔

۲۳ر اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کو دجلہ اور فرات کے درمیان فرانسیسیوں کی انتہائی چوکی کو جو ارفہ کے مقام پر قائم تھی۔ اور جہاں ایک فرانسیسی پیدل پلٹن اور رسالہ متعین تھا مصطفیٰ کمال پاشا کی فوجوں نے گھیر لیا۔ بعد ازاں کثیر التعداد ترکی فوج فرانسیسیوں پر حملہ آور ہوئی۔ ترکوں کا بیان ہے کہ اس حملے میں فرانسیسیوں کی فوج دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ یعنی ایک حصہ تو شہر میں رہ گیا۔ اور باقی حصہ غالباً رائن تک پہنچ گیا۔

مصطفیٰ کمال پاشا کی فوج نے بغداد ریلوے کو درۂ سلیشیا کے شمال اور جنوب میں جنگ کے بعد کاٹ ڈالا۔ دوسری جانب مصطفیٰ کمال کی جمعیت آدنہ اور سرسین کے اضلاع میں بھی سرگرم عمل رہی۔ ارفہ کی لڑائی میں فرانسیسیوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ اور سوائے عارضی صلح کے ان کو اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ آخر ہنگامی صلح ترکوں اور فرانسیسیوں کے درمیان قائم ہوئی۔ اور اس صلح کی رو سے فرانسیسیوں نے ارفہ ترکوں کو دیدیا۔ جنگ ارفہ میں فرانسیسیوں کا نقصان کل فوج کا ۱/۳ حصہ ہوا۔ جسکی تعداد سات سو تھی۔ اس میں دو گورہ کمپنیاں اور باقی سینگال کے باشندے شامل تھے۔

جنگ ارفہ کی مزید تفصیل یہ ہے کہ ارفہ کی ۶۱ یوم کی ناکہ بندی کے بعد ترکوں نے فرانسیسی محصور فوج کو جس کے افسر فرانسیسی تھے جنگی اعزاز کے ساتھ بمعہ سامان اسلحہ برجیق کی طرف نکل جانے کی اجازت دی۔ پس وہ ارفہ سے چلدیئے۔ چونکہ ان کے جانور بہت تھکے ماندے تھے۔ اسلئے وہ بہت دور نہ گئے ہونگے۔ کہ دو ہزار محب وطن کردوں اور عربوں نے ان پر یورش کر دی اور تمام دستے کو اطاعت قبول کر لینے پر مجبور کیا۔ اسکے بعد باقاعدہ ترکی فوج موقع پر پہنچ گئی۔ اور اسنے پسماندگان کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ جسکی تعداد اکسو تھی

التوائے جنگ

ارفہ اور عین تاب کی لڑائیوں میں فرانسیسیوں نے قوم پرستوں کے ہاتھوں سخت ہزیمتیں اٹھائیں۔ جسکی بنا پر فرانسیسی پسپائی لاز

۵ ارمئی سنہ ۱۹۲۰ء کو مصطفیٰ کمال پاشا سے التوائے جنگ کی خواہش ظاہر کی اس کے جواب میں مصطفیٰ کمال پاشا نے ذیل کی شرائط پیش کیں۔

۱۔ تمام ارمنی فوجیں معطل کر دی جائیں۔
۲۔ تمام ارمنی باشندے بے ہتھیار کر دیے جائیں۔
۳۔ علاقہ اطنہ وغیرہ بالکل خالی کر دیا جائے۔
۴۔ التوائے جنگ کی مدت پندرہ دن تک رہے۔

فرانسیسی سپہ سالار نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔

جب یہ میعاد التوائے جنگ ختم ہو گئی۔ تو متخاصمین میں پھر دوبارہ جنگ کا آغاز ہوا

دوبارہ جنگ کا آغاز

ماہ جون سنہ ۱۹۲۰ء میں فرانسیسی سپاہ نے ترکان احرار کے گروہوں کو جو بحیرہ اسود کے ساحل پر زنگول داغ کی کوئلہ کی کانوں کے باشندوں پر حملہ آور ہوئے تھے پیچھے ہٹا دیا۔ طرفین کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ فرانسیسی قلعہ گیر فوج کی کمک کیلئے مزید فوج آ گئی۔

قوم پرستوں نے مرسینا پر بھی حملہ کر دیا۔ اس حملہ کے جواب میں فرانسیسی فوج نے جو بندرگاہ میں مقیم تھی۔ ترکوں پر گولہ باری شروع کر دی۔ قوم پرستوں نے سلیشیا میں ایک فرانسیسی پلٹن گرفتار کر لی۔ اس گرفتاری کے متعلق اخبار ٹمپس نے لکھا۔ کہ اس گرفتار شدہ فوج نے پہلے باز نطمی پر قبضہ کیا۔ جو اورنہ سے ۳۵ میل شمال مغرب کی جانب واقعہ ہے۔ فرانسیسی فوج نے باقاعدہ کوچ کرتے ہوئے اپنے لئے راستہ نکال لیا۔ لیکن جب وہ اورنہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر رہ گئی۔ تو سامان حرب کی کمی کی وجہ سے ہتھیار رکھ دینے پر مجبور ہو گئی۔

شروع اگست سنہ ۱۹۲۰ء میں فرانسیسی فوج نے ترکان احرار کی ایک بڑی فوج کو میدجی کے مقام پر بری طرح شکست دی۔ اس لڑائی میں ترکوں کے پاس بہت سی توپیں تھیں۔ اور بہت جوش اور دلیری سے لڑے۔ فرانسیسیوں نے سنگینوں سے چھ حملے کئے۔ چار سو قوم پرست ہلاک اور دو سو پچاس گرفتار ہوئے۔

ان اسیران میں ایک جرمنی افسر بھی تھا۔ چھ سو بندوقیں بطور مال غنیمت فرانسیسیوں کے ہاتھ آئیں۔

اسکے بعد چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ترکوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ہوتی رہیں۔ دسمبر ۱۹۲۰ء کو مقام غنا کیہ سے چالیس میل جنوب و مشرق کی جانب فرانسیسیوں اور ترکوں کے درمیان ایک بڑی بھاری جنگ ہوئی۔ جسمیں فرانسیسیوں نے شکست فاش کھائی۔ ترک حملہ آوروں نے بہت سا سامان حرب اور قیدی گرفتار کیے۔ اور ہزاروں فرانسیسی قتل ہوئے۔ اخبار طان اس جنگ کے متعلق ہلکے سے رنگ میں لکھتا ہے۔ کہ فرانسیسیوں کے ایک رسالہ پر جسکی پاس کلدا توپیں تھیں۔ ترکوں کے ایک طاقتور رسالے نے اورفہ اور عین تاب سے بڑھ کر حملہ کیا اس سخت معرکہ کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ ترک فتحیاب ہوئے۔ کچھ قیدی اور سامان حرب انکے قبضہ میں آیا۔ اور کچھ فرانسیسی اس معرکہ میں کام آئے۔ لیکن فرانسیسی حکومت کی طرف سے اس جنگ کے متعلق کوئی اطلاع موصول نہ ہوئی۔ اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ گورنمنٹ کو اس واقعہ کی فوراً تشریح کرلی چاہیے۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایک ترکی سپاہ خالص عرب علاقے میں داخل ہوجائے۔ اور پھر فرانسیسیوں پر حملہ کردے۔ چنانچہ پیرس سے ۲۴ دسمبر ۱۹۲۰ء کو اس شکست کے مزید تفصیلی حالات موصول ہوئے۔ جسمیں لکھا تھا کہ فرانسیسی دستہ کو شکست ہوئی۔ جس کے پاس میدانی توپیں بھی تھیں۔ فرانس کے کچھ آدمی قتل ہوئے۔ جنمیں ایک افسر بھی تھا۔ چالیس سپاہی زخمی ہوئے۔ دو توپیں بھی ترکوں کے ہاتھ آئیں۔ جس ترکی رسالہ سے مقابلہ ہوا وہ شاید عین تاب کے پہاڑی علاقوں سے آیا تھا۔ شام کے باغی عربوں نے بھی ترکوں کی امداد کی۔ ابھی تک شام کے اس علاقہ پر فرانسیسیوں کا قبضہ پورے طور پر نہیں ہوا۔ نیز یہ بھی بیان کیا گیا تھا۔ کہ حسیر القمر کے مقام پر ایک دوسری فرانسیسی چوکی پر بھی حملہ ہوا۔ غالباً حملہ آور فوج وہی تھی جسنے فرانسیسی دستہ کو پہلے شکست دی تھی۔ حلب سے مزید فرانسیسی فوجیں اس غرض سے روانہ

کی گئیں۔ کہ وہ ترکوں کی واپسی منقطع کر دیں۔ فرانسیسی اخبارات مصطفےٰ کمال کی بڑھتی ہوئی فوج ظفر موج کو دیکھ کر گھبرا گئیں۔ اور فرانسیسیوں نے ان معرکوں میں نقصان مالی اور جانی بیشمار برداشت کیا۔ جس سبب سے اِس بات پر زور دیا کہ اب فوراً ہی مصطفےٰ کمال پاشا سے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کرنی چاہیے اور ان تارک موقعوں سے فرانسیسی افواج کو واپس بلا لینا چاہیئے۔

فرانسیسی جنگ کا خاتمہ

اللہ تعالیٰ نے ترکوں کو ایک اور دشمن سے مخلصی دی اور کامیابی اور نصرت کا جھنڈا اُن کے سر پر لہرانے لگا۔ جب خدا کسی قوم کی کامیابی کے دِن لاتا ہے۔ تو پھر دشمن بھی دوست بنجاتے ہیں۔ ترکانِ احرار کی ابھی چند ہی ضربیں فرانسیسی افواج پر پڑی تھیں۔ جنھوں نے انکے چھکے چھڑا دئے۔ اور مقابلے کی تاب نہ لاکر صلح پر مائل ہوئے۔ ایک دفعہ تو اُنھوں نے پہلے ہنگامی صلح قائم کی۔ اور پھر تازہ ہوکر لڑائی کے لئے آمادہ ہوئے۔ اُنکو خیال تھا۔ کہ تازہ دم ہوکر اور جمعیت کو جمع کر کے سلیشیا پر قبضہ مضبوطی سے جم جائے گا۔ اور ترکان احرار کو بھاگنے کا راستہ نہ ملیگا۔ مگر مصطفےٰ کمال کے پٹے کے ہاتھ تھے۔ اُنھوں نے اُنکو وہ سبق دیا۔ کہ خود اُنکو بھاگنے راہ نہ ملی۔ آخر فرانس میں فرانسیسی افواج کی شکست اور خونریزی پر شور و واویلا برپا ہو گیا۔ اور یہی بہتر خیال کیا گیا کہ سلیشیا کے قبضہ کو چھوڑ کر فرانسیسی افواج کو واپس بلا لینا بہتر ہے۔ تاکہ اُن کو موت کے گرم بازار سے نجات حاصل ہو۔ پس ۲۱ دسمبر ۱۹۲۰ء کو فرانسیسی وزیر اعظم نے مالی کمیشن کے سامنے ایک تقریر کی۔ جسمیں اُسنے بیان کیا۔ کہ گورنمنٹ ایشیائے کوچک میں سلیشیا کا علاقہ خالی کر دینا چاہتی ہے۔ اِسلیئے وہ مصطفےٰ کمال پاشا اور ٹرکی سے اِس امر کی ضمانت لے گی کہ اِس علاقہ کے آرمینیوں کو کچھ نقصان نہ پہنچیگا۔ کمیشن نے گورنمنٹ کی اِس پالیسی کی تائید کی بعد ازاں شام اور سلیشیا کی مصارف کا ووٹ پاس کر دیا۔ پس اِس طرح سے فرانسیسیوں اور قوم پرستوں کی جنگ کا خاتمہ ہوا

اور قوم پرستوں نے بھی اپنے دو دشمنوں سے نجات حاصل کی۔ یعنی آرمینیا اور فرانس سے۔

معاہدہ صلح

یہ فلک کجروی کا عادی ہے۔ نہیں چاہتا کہ انسانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق ہو۔ اور دنیا امن و امان سے زندگی بسر کرے ترکوں اور فرانسیسیوں کے درمیان معاہدے کی صورت پیدا تو ہو گئی۔ مگر روڑے اٹکانے والے بھی بیشمار تھے۔ فرانسیسیوں کو پھسلانے کے لئے کوشش ہوتی رہی۔ مگر انکو شکستیں یاد تھیں۔ جو انکو صلح کرنے پر مجبور کرتی تھیں اگرچہ ترکوں اور فرانسیسیوں کے درمیان نبرد آزمائی سنہ ۱۹۲۰ء کے انجام میں ختم ہو گئی لیکن بعد ازاں بہت عرصہ دراز تک طرفین میں بات چیت ہوتی رہی شرائط صلح طرفین میں تیار ہوئیں۔ حکومت فرانس نے ۱۴؍ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء کو یہ شرائط برطانوی سفیر مقیم فرانس کے حوالہ کیں۔ تاکہ برطانیہ بھی ان شرائط پر غور و خوض کرے۔ اور اگر کوئی ترمیم یا ایزادی کرنی ہو تو دستخط ہونے سے پہلے یہ شرائط مکمل ہو جائیں۔

بالآخر کافی اطمینان کے بعد طرفین نے شرائط صلح پیش کیں۔ اور غور و خوض کے بعد معاہدہ صلح تیار ہوا۔ جس پر حکومت انگورا اور حکومت فرانس نے ۲۰؍ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء کو دستخط ثبت کر دیئے۔ شکر ہے کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی تلوار نے وہ کر دکھایا جسکی توقع نہ تھی۔ یہ معاہدہ ترکان احرار کیلئے نیک فال ہے۔ اور امید ہے کہ جسطرح ہم فرانسیسی اور ترکی معاہدے کی خوشخبری سنا رہے ہیں اسی قسم کا مژدہ اتحادیوں کی طرف سے بھی سنا جائے گا۔ وہ معاہدہ جو فرانس اور ترکی کے درمیان قرار پایا۔ حسب ذیل ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام اس معاہدہ کی ایک ایک شرط کو بغور پڑھیں گے۔ اور احرار ترکوں کیلئے بشارت کبریٰ سمجھیں گے۔

۱۔ طرفین نے اقرار کیا کہ اس معاہدہ پر دستخط ہوتے ہی جو جنگ

ترکی اور فرانس میں عرصہ سے جاری تھی وہ ختم ہو گئی۔ تمام فوجوں۔ انتظامی حکام اور باشندوں کو فوراً اس صلح نامہ کی خبر دی جائے۔

۲۔ جانبین کو لازم ہے کہ تمام جنگی اور دیگر قسم کے قیدیوں کو خواہ فرانسیسی ہوں یا ترکی فوراً رہا کر دیا جائے۔ اور ان قیدیوں کو گرفتار کرنیوالی حکومت اپنے خرچ سے ان مقامات پر پہنچا دے۔ جو اس مقصد کے لیے تجویز ہوں۔ اس شرط کا نفاذ تمام قیدیوں پر ہوگا۔ خواہ وہ کسی تاریخ میں بھی کیوں نہ گرفتار ہوئے ہوں۔

۳۔ جو شرط نمبر ۸ میں قائم کردیگئی ہے۔ فرانسیسی فوجیں اس حد کے جنوب میں اور ترکی فوجیں اس حد کے شمال میں ہٹ آئیں۔ اس کام کو معاہدہ پر دستخط ہونے کے وقت سے دو مہینے کے اندر ہو جانا چاہیئے۔

۴۔ دونوں طاقتوں کا ایک مشترکہ فوجی کمیشن طے کریگا۔ کہ جو مقبوضات اور مقامات خالی کئے جائیں۔ انکا تخلیہ کسطرح ہو۔

۵۔ دونوں طاقتوں پر لازم ہوگا۔ کہ خالی کئے ہوئے مقام پر قبضہ کرتے ہی ایک اعلان کے ذریعہ سے بتا دیں۔ کہ تمام گذشتہ جرائم معاف کر دئے گئے ہیں۔ اور سب کو کامل آزادی دیگئی ہے۔

۶۔ حکومت انگورہ اعلان کرتی ہے۔ کہ ممالک مقبوضہ میں چھوٹی چھوٹی قوموں کے حقوق کو صدمہ نہ پہنچ سکے گا۔

۷۔ اسکندرین کے ضلع میں ایک خاص انتظامی حکومت قائم کیجائے گی ترکی النسل باشندوں کو ترقی قوم کے تمام ذرائع بہم پہنچائے جائیں گے۔ اور سرکاری زبان ترکی رکھی جائے گی۔

۸۔ جس حد کا شرط نمبر ۳ میں ذکر ہوا اُس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-
یہ حد خلیج سکندرین سے شروع ہو کر پایاز کے جنوب میں ہوتی ہوئی میدان قبیس کی طرف جائیگی (ریلوے اسٹیشن اور شہر شام کی حدود میں رہیں گے) یہاں سے

شمالِ مشرق کی طرف بڑھے گی۔ تاکہ ضلع مارسوا فرانس کی حدود میں رہے۔ اور ضلع قرنابہ اور شہر قلس ترکی سلطنت میں آجائے۔ اِس طرح یہ حد خلیج چوپان کے قریب ریل کی سڑک سے مِل جائے گی۔ اِسکے بعد یہ حد بغداد ریلوے تک کھینچی جائے گی۔ اِسی طرح نصیبین تک جو ریلوے ہے۔ وہ ترکوں کی حدود میں رہے گی۔ یہاں سے نصیبین اور جزیرہ ابن عمر سے ہوتی ہوئی دریائے دجلہ سے جا ملیگی۔ نصیبین اور جزیرہ ابن عمر کے درمیان کی سڑک بھی ترکوں کی ہوگی۔ مگر دونوں ملکوں کو یہ سڑک اِستعمال کرنے کے لئے برابر کے حقوق حاصل ہونگے۔ خلیج چوپان اور نصیبین کے درمیان جتنے اسٹیشن ہیں وہ ترکوں کے ہونگے۔ تاکہ ترک خلیج چوپان اور نصیبین کے درمیان ریلوے بنا سکیں۔ اس معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد ایک ماہ کے اندر دونوں طاقتوں کا ایک مشترکہ کمیشن اِس لئے مقرر ہوگا۔ کہ اس حد کو پیمائش وغیرہ کراکے معین کردے۔ یہ کمیشن ایک ماہ کے اندر ہی اَپنا کام شروع کردیگی۔

۹۔ سلطان عثمان جو سلطنت بنی عثمان کے بانی تھے۔ اِنکے دادا کا مقبرہ جس کو ترک سکاری کہتے ہیں۔ اور جو جبل کلیسی پر واقعہ ہے۔ مع متعلقہ ممالک کے ترکوں کے قبضہ میں جائے گا۔ ترک وہاں محافظ فوج رکھ سکیں گے اور ترکی جھنڈا بھی وہاں نصب ہوگا۔

۱۰۔ بیر لنطائن اور نصیبین کے درمیان بغداد ریلوے کا جتنا حصہ ہے۔ اور جو ریل کی شاخیں عدنہ کی ولائت میں ہیں۔ اُنپر فرانسیسی کمپنیوں کو ٹھیکہ۔ اور تعمیرات وغیرہ کے حقوق حاصل ہونگے۔ خصوصاً مسافروں سے جو کرایہ وصول ہوگا اُسمیں فرانسیسیوں کا حصہ ہوسکتا ہے۔ ترکی کو حق ہوگا۔ کہ میدان قبیس اور خلیج چوپان کے درمیان اپنی فوجوں کی نقل و حرکت بذریعہ ریل شام کی حدود میں کریں۔ اور فرانسیسی فوجیں نصیبین اور خلیج چوپان کے درمیان آمد و رفت کرسکتی ہیں۔ مذکورہ بالا ریلوے پر کوئی اِمتیازی کرایہ وصول نہ کیا جائے گا۔ مگر جانبین کے

منظورہ سے اس ریلوے کی شرائط میں ترمیم ممکن ہے۔ اگر جانبین کسی رائے پر اتفاق نہ کریں۔ تو ہر فریق کو اختیار ہوگا۔ کہ اپنی مرضی کے مطابق کام کرے

۱۱۔ اِس معاہدہ کی منظوری کے بعد جانبین کا ایک مشترکہ کمیشن یہ فیصلہ کریگا۔ کہ شام و ترکی کے درمیان چنگی کے متعلق کیا قواعد بنائے جائیں۔ جب تک یہ قواعد نہ مرتب ہوں۔ ہر فریق آزاد ہے۔ کہ چنگی کے متعلق اپنے اپنے ملک میں جو چاہے قانون بنائے۔

۱۲۔ تویک کا سمندر ترکوں اور فرانسیسیوں کے درمیان اِسطرح منقسم ہوگا کہ کچھ حصہ حلب کے ساتھ رہے۔ اور کچھ حصہ شمال میں ترکوں کے مقبوضات سے ملحق رہے۔ تاکہ دونوں فریق راضی رہیں۔ حلب کے باشندے اپنے خرچ پر دریائے دجلہ کے اُس حصہ سے نل لگاکر پانی لے سکتے ہیں جو ترکی کی حدود میں ہے۔

۱۳۔ خانہ بدوش یا نیم خانہ بدوش قبیلے جو شام اور ترکی کی سرحد پہ رہتے ہیں۔ اور چراگاہوں پر عرصہ سے قبضہ رکھتے ہیں۔ اُنکو قدیم حقوق حاصل رہیں گے اور اُنکے مویشی اور خود یہ لوگ آزادی سے بغیر کوئی ٹیکس دئے شام کی حدود سے ترکی کی حدود میں آمدورفت کرسکیں گے۔ یہ لوگ ضروریات کے مطابق اپنے آلات و اوزار اور فصلوں کی پیداوار وغیرہ بھی ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جاسکیں گے۔ انسے اس ملک کے قواعد کے مطابق چنگی لی جائے گی۔ جسمیں یہ آباد ہوں گے۔

سلیشیا کا تخلیہ

پس اِس عہدنامہ کی رو سے فرانسیسیوں اور ترکوں کے درمیان جنگ بیک قلم موقوف ہوگئی۔ اتحاد و اتفاق کی لہر بہنی شروع ہوگئی۔ فرانس نے سلیشیا کا تخلیہ کرکے یہ علاقہ احرار ترکوں کے حوالے کردیا۔ اس تخلیہ سے ترکوں کے قبضہ میں چار علاقہ جات آئے۔ یعنی ادرنہ۔ عرفہ۔ مرعش۔ اور عین تاب اُنکی مادر وطن یعنی ترکی کی سلطنت میں داخل ہوگئے۔ اور ادرنہ اور اس کے علاقہ جات خالی ہونے سے ترکان احرار کو اپنی قومی جدوجہد میں

ایک نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ ترکانِ احرار کو مذکورہ بالا علاقہ جات واپس مل جانے سے مزید تقویت ہوگئی۔ اور وہ آئندہ اپنی قومی جد وجہد کو زیادہ سرگرمی سے جاری رکھنے کیلئے مردانہ وار آگے قدم بڑھا سکتے ہیں۔ فی الواقع جو علاقہ جات گورنمنٹ فرانس نے ترکوں کو واپس دئے ہیں۔ وہ نہایت زرخیز و شاداب علاقے ہیں۔ تنہا انہی علاقہ جات کی پیداوار تمام باشندگان اناطولیہ اور لشکر احرار کی ضروریات کیلئے کافی ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں سلیشیا کی پچیس لاکھ آبادی سے پچاس ہزار جانباز جوانمرد سپاہی بہ آسانی منتخب و مجتمع ہوسکتے ہیں۔ جو یونانیوں کو سرزمین اناطولیہ سے قطعاً خارج کردینے کے لئے اور ایک فیصلہ کن فتح حاصل کرنے میں زبردست امداد تھی۔

اِس ترکی فرانسیسی معاہدے سے ایک اور زبردست فائدہ یہ حاصل ہوا ہے کہ علاقہ سلیشیا کی تمام ریلوے لائن بھی ترکوں کے حوالے ہوئی ہے۔ جسکی وجہ سے ترکانِ احرار علاقہ جاتِ مقبوضہ مذکورہ کے مابین بہ آسانی اپنا سلسلہ رسل ورسائل قائم کرنے اور فیوم قرہ حصار سے اس کو وابستہ کرنے میں کامیاب ہونگے۔

دولتین انگورہ اور فرانس کے اعلانات

چونکہ معاہدہ مذکور میں ایک یہ بھی شرط تھی کہ جس وقت علاقہ سلیشیا خالی ہو اور ترک قبضہ کریں۔ اسی وقت ان علاقوں کی آبادی کو بذریعہ اعلانات اسکے متعلق اطلاع دی جائے۔ معاہدہ کی اس دفعہ کی رو سے جنرل گوراڈ فرانسیسی جرنیل اور مصطفیٰ کمال پاشا نے ذیل کے اعلانات شائع کرکے اطلاع دیدی ہے۔

جنرل گوراڈ کا اِعلان

آپ جانتے ہیں کہ فرانس نے ۱۰؍ اگست سنہ ۱۹۲۱ء سے ٹرکی میں امن قائم کرنے کیلئے ٹرکی کا ایک پرانا صوبہ اور دو پرانے شہر جو موڈروس کی ہنگامی صلح کی زائد دفعات کے مطابق اسکے قبضہ میں تھے دولتِ عثمانیہ کو واپس دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ کو پیامات برقی کے ذریعہ سے معلوم ہوگیا ہے۔ کہ آپکے آہستہ خرام ارادے پر ثابت قدم رہ کر حکومت فرانس نے جس کا

مشہور نمائندہ موسیو فرینکلن سابق وزیر جنگ ہے۔ اور جو معاہدہ وغیرہ کے متعلق گفت و شنید کرنے میں مشّاق ہے۔ ۲۰ر اکتوبر کو ہز ایکسیلینسی مصطفیٰ کمال پاشا اور جمعیت قومیہ انگورہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے۔ جس سے فرانس و ٹرکی کے مابین جنگی کارروائیوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے حکومت فرانس کو یقین ہے کہ وہ ٹرکی کی اِس عام خواہش سے عہدہ برآ ہو جائے گی۔ جو مدت سے جنگ کے مصائب و نوائب کی شکار ہو رہی ہے۔ ایشیائے کوچک کی وہ تمام آبادی جو اِس معاہدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ جنگ کے اس خاتمہ کا جو رہزنی۔ غارتگری۔ بدنظمی اور فسادات کا بھی خاتمہ ہے۔ اطمینانِ قلب کے ساتھ خیر مقدم کرے گی۔ اور دوسرے لوگ اس سے حسد کریں گے۔

میں جانتا ہوں کہ عیسائی قوم اور عرب اور ترک جوان مساعی کیلئے فرانسیسی حکّام کے سپاس گذار ہیں۔ جو انھوں نے مقبوضہ علاقوں کی سود و بہبود کو نشو و نما دینے میں کیں۔ ان سے خوش آیند تعلّقات رکھتے ہیں۔

میں سلیشیا کے تمام باشندگان کیلئے پوری ہوشیاری اور عقلمندی سے کام لینے کا پیغام دیتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ بہت سے عیسائی عرب اور ترک جنکے تعلقات حکومت فرانس کے ساتھ پختہ تھے۔ خوف زدہ ہیں۔ کہ دوبارہ عثمانی اقتدار ہو جانے سے ترک اُن سے اِنتقام لیں گے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا معاہدہ جس پر فرانسیسی گورنمنٹ اور مصطفےٰ کمال پاشا کے دستخط ثبت ہیں۔ تمام آزادی کے لئے بلاتفریق مذہب امن اور سلامتی کا ضامن ہے۔ اس معاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پاشائے موصوف نہ صرف ایک پختہ سپہ سالار ہیں بلکہ وہ ایک دور اندیش مدبر بھی ہیں۔

انگورہ گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ نسل اور زبان اور وطنیت کی تفریق کو اٹھا کر تمام قلیل التعداد جماعت کے لوگوں کی مکمّل نگہداشت کریگی۔ ملک کے تمام افراد بلا استثناء اپنے شخصی اور شہری حقوق لے سکیں گے۔ انکے عقائد

اور رواسم مذہبی میں کوئی خلل اندازی نہ ہوگی۔ قانون کے نزدیک وہ سب بلالحاظ تعداد برابر ہونگے۔ پولیٹیکل معاملات میں بھی چھوٹی چھوٹی جماعتیں آزاد ہونگی۔ تجارتی اور کاروباری معاملات میں ہر شخص اپنی مادری زبان اِستعمال کرسکیگا۔

اب چندہی روز کے بعد تمھارے آسائش و آرام کے لئے تمھارے ملک میں عثمانی اِنتظام قائم ہوجائیگا۔ اور مجھے پورا بھروسہ ہے۔ کہ عثمانی گورنمنٹ امن اور قابلیت کو قائم رکھنے کیلئے پورے طور پر اہل ہے۔

باشندگان سلیشیا اَب امن اور اطمینان کے ساتھ دولت عثمانیہ کے زیر سایہ اپنی زندگی کو خوشحال بنائیں۔ فرانسیسی حکومت ہمیشہ اُن کی خوشحالی کی خواہاں رہے گی۔

مصطفیٰ کمال پاشا کا اِعلان

اورفہ کی ایک رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک اِعلان شائع کیا ہے۔ جسمیں اُنھوں نے فرانسیسی کمالی معاہدہ کی رو سے ٹرکی کو اورفہ اور دیگر علاقے واپس مِل جانے پر اظہار اِطمینان کیا ہے۔ غازی موصوف نے اُمید ظاہر کی۔ کہ آخر کار تمام دنیا ترکی قوم کے امن پسندانہ ارادوں کو صحیح تسلیم کریگی۔ جو کہ صرف یہ چاہتی ہے۔ کہ اُسکو آزادانہ زندگی مِل جائے۔ ترکی قوم کو یہ ثابت کردینا چاہیئے کہ وہ ایک آزاد قوم کا جزو ہے۔ اور وہ اب بھی دیگر اجزا سے محبت و الفت کے ذریعہ متحد ہے۔ اور اُن میں کوئی مذہبی اور قومی امتیاز نہیں ہے۔ اِس اعلان میں یہ بھی بیان کیا گیا۔ کہ جو لوگ بیجا طور پر قانون کی خلاف ورزی کرینگے۔ گورنمنٹ صرف انھیں کے برخلاف سخت تدابیر عمل میں لائے گی۔ اور گورنمنٹ تمام سرکاری حکام کو حکم دیتی ہے۔ کہ ہر جگہ امن و امان قائم کرنے میں اپنی ہر دِل عزیزی پیش نظر رکھیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے سلیشیا کے نام ایک اور اعلان کیا۔ کہ جو ہنگامی صلح کا معاہدہ لنڈن میں تکمیل پاچکا ہے۔ اسکی شرائط پر عمل کرنے کے لیے

انگورا کی حکومت نے اِس قسم کی تدابیر اختیار کی ہیں کہ جو احکام باقاعدہ مرتب شعبوں کو دیئے جا چکے ہیں۔ وہ سلیشیا کے دور از دست مقامات اور تمام آبادی کے افراد کو پہنچا دیئے جائیں۔

یوسف کمال بک کا خط

۲۰ اکتوبر کو اس عہدنامے کے ہمراہ یوسف کمال بے نے ایک خط موسیو بوائیلن کے نام روانہ کیا۔ جس میں اِس بات کا وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ وادی ہرشٹ میں چاندی کی کانوں کا ٹھیکہ ایک فرانسیسی کمپنی کو ننانوے ۹۹ سال کیلئے دیا جائے گا۔ کمپنی کے لئے ترکی قوانین کی پابندی لازمی ہوگی۔ نیز سرمایہ کا پچاس فیصدی ترک ادا کرینگے۔ حکومت انگورہ فرانسیسیوں کو مزید ٹھیکہ کا کام دینے پر بھی رضامند ہے۔ بشرطیکہ ترکی فرانسیسی دونوں مفاد کو نقصان نہ پہنچے۔ انگورہ گورنمنٹ ان تمام فرانسیسی مطالبات کو پورا کرنے پر تیار ہے۔ جو فرانس نے کانوں اور بغداد ریلوے وغیرہ کے متعلق کئے ہیں۔ معلّمین کی ضرورت پڑے گی تو وہ فرانسیسی حکومت سے خط و کتابت کریگی۔ عہدنامہ کے تکمیل کو پہنچنے کے بعد حکومت فرانس اپنے سرمایہ داروں کو اس بات کی اجازت دیگی۔ کہ وہ اپنا کاروبار ترکان احرار کی حکومت کے ساتھ جاری کریں۔

فرانسیسی حکومت نے یوسف کمال بک کے مطالبات کو قبول کرلیا۔ اور کانوں کے نصف حصص ترکی حکومت کو دینے کا اقرار کرلیا ہے۔

معاہدہ فرانسیسی و کمالی پر عام تبصرہ

اِس معاہدہ صلح پر عام طور پر یہ رائے تھی کہ بعض اخبارات نے تو اس معاہدہ کا نہائت سرگرمی سے خیر مقدم کیا اور بعضوں نے اسکی مخالفت کی۔ چنانچہ اخبار طان نے لکھا کہ اِس عہدنامہ کی رو سے فرانسیسیوں اور ترکوں کے آئندہ کے تعلقات دوستانہ اور مخلصانہ ہونگے فرانس کا ہمیشہ سے یہی اصول رہا ہے۔ کہ مملکت ترکی آزاد رہنی چاہیئے۔

ایک اور فرانسیسی اخبار نے اِس عہدنامہ کے مخالف لکھا۔ کہ اس عہدنامہ کی رو سے قسطنطنیہ میں سلطان کا وجود مفقود سمجھا جائیگا۔ حکومت فرانس صرف ترکان

احرار کا پیشتر ہی سے اختلاف چلا آتا ہے۔ شیخ الاسلام موخر الذکر کے برخلاف فتویٰ بھی شائع کر چکے ہیں۔

ٹائمز نے اس معاہدہ کی کوششوں کو اہم نہ سمجھا۔ اسکی یہ رائے تھی کہ باہمی مصالحانہ بحث وتمحیص ہو۔ تاکہ اتحادیوں اور ترکوں کے درمیان مستحکم صلح کی بنیاد قائم ہو جائے۔

مانچسٹر گارڈن نے لکھا۔ کہ یہ معاہدہ دیرپا نہیں ہوگا۔ فرانس کی یہ حرکت دول کی مشترکہ حکمت عملی کے لیئے تباہ کن ہے۔ تمام معاہدہ اور عہدنامہ ورسلیز کو ملیا میٹ کر دیگی۔

بعض فرانسیسی اخبارات نے اس معاہدہ پر اعتراض کیا۔ اور کہا کہ سیورے کی ترمیم کرنا صرف فرانس کا ہی کام ہے۔ اور بعض کی رائے تھی۔ کہ مشرقی قضیہ کسی ثالث کے سپرد کر دینا چاہیئے۔

فرانسیسی اخبار کالائے نے لکھا۔ کہ برطانوی دفتر خارجہ نے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے۔ جس سے یہ معاہدہ عام ہو جائے گا۔ حکومتِ برطانیہ اور اٹلی بھی اسمیں شریک ہو جائے گی۔

جرنیل پیلی فرانسیسی افسر اعلیٰ نے ایک اخبار نویس سے ملاقات کے دوران میں اِس معاہدے پر اظہارِ امتنان واطمینان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ دقیانوسی حکمت عملی کا وہ اصول جس کی رو سے صلیب اور ہلال ایک جا جمع نہیں ہو سکتے۔ مسترد کر دیا گیا ہے۔ اسکی جگہ قومیت کا اصول عام کیا گیا ہے آپنے یہ بھی صاف کہہ دیا کہ مہذب دنیا نظریں لگائے بیٹھی ہے۔ کہ نئے معاہدات میں جدید ترکی کے طرزِ عمل سے کوئی رائے قائم کریں۔ اگر قلیل تعداد باشندوں کے حقوق کا پاس نہ رکھا گیا۔ اور عیسائیوں پر جبر و تشدد کیا گیا۔ تو دنیا بھر کی رائے عامہ ترکی کے برخلاف ہو جائے گی۔ اور بہت برے نتائج پیدا ہونگے

الغرض فرانسیسی اور مسلمانانِ عالم اِس معاہدہ پر نہایت ہی خوش اور

مطمئن تھے۔ چنانچہ اس معاہدہ پہ استنبول میں بھی خوشیاں منائی گئیں۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا کیلئے دعائیں مانگی گئیں۔ ذیل میں مسٹر اے بومنٹ کا خاص مضمون اِس کے متعلق ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

صلح پر استنبول میں خوشیاں

۲ر نومبر کو مسٹر اے بومنٹ نے قسطنطنیہ سے ڈیلی ٹیلی گراف کے نام ایک مضمون لکھا۔ جسمیں انھوں نے تحریر کیا ہے۔ کہ قسطنطنیہ میں ترک قوم پسند لیڈر فرانسیسی کمالی معاہدے پر دستخط ہوجانے اور تین قفقازی جمہوری سلطنتوں۔ آذربائیجان۔ جارجیا اور آرمینیا کے ساتھ گفت وشنید کے کامیاب اختتام کی خبروں کو ایک مہتم بالشان سیاسی فتح تصور کرتے ہیں۔ اِستنبول میں خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ اور منصوبہ بازیوں کا بازار گرم ہے۔ اُن قہوہ خانوں میں جو نوجوان ترکوں کی نشست گاہیں ہیں۔ سیاسی بیداری کی روح نظر آتی ہے۔ سرخ ٹوپیوں والے ترک چست یورپین لباس زیب تن کئے جمع ہوکر انگورہ سے آئی ہوئی مصطفےٰ کمال پاشا کے متعلق تازہ ترین خبروں پر رائے زنی کرتے ہیں۔ وہ اپنی مسرت وراحت کو چھپانے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔ اور جب ہم یورپین اس قہوہ خانہ میں بیٹھتے ہیں۔ جو استنبول کی ایک بڑی مسجد کے سامنے ہے۔ تو وہ ہمیں دیکھکر عجیب انداز سے مسکراتے ہیں۔ گویا ہم اُنکی نگاہ میں بچے ہیں۔ جب کوئی افسر فرانسیسی وردی پہنے ہوئے پاس سے گذرتا ہے۔ تو ترکوں کے چہرے دمکنے لگتے ہیں۔ وہ کافی کی ایک اور چسکی لیتے ہیں۔ یا اپنا نارغل (حقہ) پیتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم معدوم ہورہی ہے۔ لیکن وہ سیاست پر گفتگو کرنا جان گئے ہیں۔ جب کوئی برطانی افسر پاس سے گذرتا ہے۔ تو وہ ایکدوسرے کو معنی خیز طریق سے کہنی مارنے ہیں۔ جن سے اُنکا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ ہم کسی روز انکو بھی اپنے قابو میں کرلیں گے۔

اگر میں اکیلا ہوتا تو کچھ نہ سمجھ سکتا۔ کہ میرے متعلق وہ کیا خیال رکھتے ہیں

لیکن ایک شخص نے جو ترکوں، عربوں اور تاتاریوں وغیرہ کے حالات سے بخوبی واقف تھا۔ اور جسے انگورہ سے آئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے۔ مجھ سے کہا کہ وہ مصطفیٰ کمال پاشا کو ایک زبردست ماہر سیاست اور جنرل سمجھتے ہیں۔ اور انکی تعریف میں عذب البیان ہیں۔ ترکوں کا عقیدہ ہے کہ پاشائے ممدوح انھیں اس سے بھی زیادہ عظیم الشان فتح سے ہم آغوش کریں گے۔ اور ایک ایسی جدید سلطنت عثمانیہ کی بنیاد ڈالیں گے۔ جو غالباً پہلے سے بھی زیادہ جلیل القدر و باجبروت ہوگی۔ کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ جب یورپین لباس میں ملبوس ترک جو صرف اپنی ٹوپی ہی کے نشان سے ترک معلوم ہوتے ہیں۔ مساجد میں محض نماز پڑھنے کیلئے جاتے ہیں۔ وہ ہزاروں مرتبہ سر بسجود ہو کر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی فتح وظفر کیلئے دعا مانگتے ہیں۔

میں یہ تمام باتیں سن کر حیران و ششدر رہ گیا۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ اور وہاں میں نے ترکوں کی غیر معمولی تعداد کو نماز پڑھتے دیکھا۔ امیر و خوشپوش ترک غریب اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ترکوں کے پہلو بہ پہلو رکوع و سجود کرتے تھے۔ یعنی محمود اور ایاز ایک ہی صف میں کھڑے تھے۔ ہر شخص یورپین کی موجودگی سے محض بے خبر احکام قرآنی کے مطابق خضوع و خشوع اور عجز و الحاح کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مصروف تھا۔

باہر آکر میں نے ایک شخص سے دریافت کیا۔ کہ آیا عام ترک اور بالخصوص ترکان انگورہ حقیقتہً ترکی کی نشاۃ الثانیہ پر یقین رکھتے ہیں۔ اُسنے جواب دیا واقعی وہ متیقن ہیں۔ صورت حالات سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ سے بھی بدتر ہے۔ تمام سر برآوردہ ترک قوم پسند اور فدائے اسلام ہیں۔ ترکان استنبول ترکان انگورہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں بیداری کی روح ابھی تک موجود ہے علی بے نے یہاں اتحاد اسلام کی تحریک کے اصول کا اعلان کیا تھا۔ جس نے اوائل جنگ میں جرمنوں کی ہمت افزائی اور بیانہ منظوری کے تحت دھواں دھا

تقریروں کے ذریعہ سے ترقی دی۔ آپ یہاں ہوتے تو دیکھتے۔ کہ اس کی زبردست و پُرجوش اپیلوں نے جانبازانِ اسلام کے دلوں میں کیسا عمیق و پائدار اثر پیدا کیا ہے۔

روسی ترکستان کے ایک سرباز ترک احمد آغا بیر کو تبلیغ اتحّادِ اسلام کے باعث جسے زار کی پولیس نے ناپسند کیا۔ آذربائیجان سے بھاگنا پڑا۔ اُسنے قسطنطنیہ میں پناہ لی۔ جہاں وہ اخبار کا ایڈیٹر اور پروفیسر بن گیا۔

اُن لوگوں نے اتحادِ اسلام کی تبلیغ کی۔ جو ان مسلمانوں کے مابین مجاہرہ (ایجی ٹیشن) کی صورت میں نشر پذیر ہونے کو تھی۔ جن کی زبانیں یا نسلیں تقریباً ملتی جلتی ہیں۔ مثلاً آذربائیجان اور شمالی ایران کے تاتاری مسلمان خصوصاً مسلمانانِ ترکستان و کریمیا۔ انکے اصولوں کو تے الفور یونین اینڈ پرگرس کمیٹی (جماعت اتحاد و ترقی) نے اختیار کیا۔ طلعت بے اور جمال پاشا۔ اور انور پاشا نے انھیں نہایت ذوق و شوق سے مرتب کیا۔ میں نے اسوقت اُنھیں ہند سے شمار کرتے ہوئے سنا۔ ٹرکی چھ کروڑ باشندوں کی ایک سلطنت بننے کو تھی۔ عالمگیر جنگ کی شرکت اُن کو ایک زبردست تحریک و ترغیب تھی۔ سائبیریا اور منگولیا تک جدید سلطنتِ عثمانیہ کے حدود کے تعین سے ٹرکی کا ملک پھر ایک عظیم الشّان سلطنت بننے کو تھا۔

لیکن کیا یہ ایک طفلانہ خواب نہیں تھا؟ اُسکے لئے زیادہ طفلانہ نہیں تھا۔ بالخصوص جب کہ جرمن انکی حمایت اور حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ جرمنی کی امداد و اعانت کے بل بوتے پر وہ اپنے کو ہر چیز کے قابل سمجھتے تھے۔

اوائلِ جنگ میں ٹرکی کے سرکاری حلقے اور سلطان المعظّم نے بنفس نفیس کھلم کھلا اتحادِ اسلام کا اعلان کیا تھا۔ اتحادِ اسلام ایک مقدّس اصول بن گیا۔ اور اب تک ہے۔

وہ علانیہ لاف زنی کرتے تھے۔ کہ اُنھوں نے ہندوستان اور مصر میں اپنے

اپنے ہوشیار و مستعد کارندے اور جاسوس بھیجے ہیں۔ آپنے وہ کوائف ملاحظہ کیے ہونگے جو ان دنوں فسادات وغیرہ کے متعلق شائع ہوئے تھے۔ جنکے بارے میں کہا جاتا تھا کہ کلکتہ۔ بمبئی۔ قاہرہ اور اسکندریہ میں یہ سب کارروائی انہی کارندوں کی ممنوع عمل ہے۔ یہ محض جرمنی کی پدرانہ شفقت و نوازش اور مدد و حمائت کا نتیجہ تھا۔ جسے امید تھی کہ وہ مستعمرات برطانیہ پر ایک مہلک ضرب لگائیگا۔

لیکن کیا آج یہ تمام باتیں معدوم نہیں ہوگئیں؟ نہیں۔ کیونکہ مصطفٰی کمال پاشا اور اسکے احرار کی ہمت افزائی کی جارہی ہے۔ آج اتحادِ اسلام ازسرِنو زندہ ہو رہا ہے۔ اور میرے خیال میں انگلستان یہ معلوم کرکے متعجب ہوگا۔ کہ اب یہ پہلے سے زیادہ منظم و مرتب طریق پر نشو پذیر ہو رہا ہے۔ اتحادی اختتام جنگ پر جو چاہتے کرسکتے تھے۔ وہ اسے نیست و نابود کرسکتے تھے۔ لیکن انھوں نے رفلیں۔ بندوقیں۔ گولہ بارود اور دیگر زبردست سامانِ حرب قفقاز۔ اور اناطولیہ میں چھوڑ دیا۔ اُنھوں نے اپنی فوجیں پیچھے ہٹالیں۔ ترکوں کو اپنی فوج مضبوط و منظم کرنے کا زرین موقعہ مل گیا۔ نوجوان ترکوں نے فوراً اس سے فائدہ اٹھایا۔ مختلف تدابیر و تجاویز پر بحث و تمحیص کیگئی۔ اور مصطفٰی کمال پاشا انکے رہنما بنے۔ اُنھوں نے محض ایک باغی طور پر نہیں۔ بلکہ قوم پسندانہ اور اتحادِ اسلام کے زبردست اصول پر عمل پیرا ہوکر ایسا کیا۔ اُنھوں نے ایک نیم مذہبی لائحہ عمل مرتب کیا۔ اور اسپر قائم و ثابت قدم رہنے کیلئے حلف اٹھایا

غیر متوقع نیک طالعی سے اُنھوں نے گذشتہ سال بالشویکوں کو اپنی حمائت و مدد کے لئے آمادہ و مستعد پایا۔ بالشویکوں کو امید تھی۔ کہ وہ دول متحدہ کے لئے جدید مشکلات پیدا کریں گے۔ ان طاقتوں نے یونانیوں کو انگورہ جانے کا حوصلہ نہ دے کر ایک اور فاش غلطی کی۔ گذشتہ ستمبر کے آغاز میں جسوقت یونانی آہستہ آہستہ اور ثبات اور استقلال کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ اور اُن کی توپوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ تو

آپ کو انگورہ میں موجود ہونا چاہیئے تھا۔

اسوقت سے نوجوان ترکوں کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ اور اُن کے اعتماد و یقین میں ترقی ہو گئی ہے۔ اُنکی سیاسی بیداری و مستعدی کامیاب و قابل صد تحسین ہے۔ اُنھوں نے قفقاز کی تین جمہوری سلطنتوں کی کانفرنس کا انتظام و اہتمام کیا ہے۔ جہاں آپ دیکھیں گے۔ کہ بالشویکوں (جو اس وقت اپنے مسئلہ قحط کو حل کرنے میں بیحد مصروف ہیں) کے بجائے وہ خود صدارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اُنھوں نے اپنے جاسوس فرانس بھیجے۔ تاکہ اسے دم دیکر اسکے ساتھ معاہدہ کرلیں۔ جسپر وہ ہرگز قائم نہیں رہیں گے۔ اُنھیں صرف اِس بات کا خوف ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ دول متحدہ یونان کی حوصلہ افزائی و اعانت کریں۔ جس کی فوج انکی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹکی ہے۔ وہ انگلستان کو راضی کرلینے اور یونان کے خلاف فرانس کی جانبداری کرنیکے متوقع ہیں۔

تو کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ فرانس کے ساتھ یہ جدید معاہدہ اِس بات کا ذمہ دار نہیں کہ مشرق قریب میں جلد امن قائم ہو جائیگا۔

صرف کوتاہ نظر اشخاص کا یہ خیال ہے کہ امن اس حالت میں قائم ہو سکتا ہے۔ اگر ٹرکی کی خواہشات کو پورا کرنے میں مدد دی جائے۔ جب وہ موجودہ صورت میں جنگ یونان کی طرف توجہ مبذول کرنے سے زیادہ اظہار التفات و سرگرمی کے ساتھ اپنی تحریک اِتحادِ اِسلام کی کامیابی میں ساعی ہیں۔ تو وہ امن کا مطلق خیال نہیں کرتے۔

مظاہرہ اتحاد اِسلام کے دو مرکز ہیں۔ ایک استنبول میں اور دوسرا انگورہ میں۔ انگورہ میں ایک بڑی بھاری خفیہ جماعت قائم کیگئی ہے۔ جماعت اتحاد کے ارکین مذہبی تابعین اور مستند و قابل اعتماد شہری ہیں۔ اُنکا نظم و نسق محیر العقول ہے۔ اُنھوں نے نہایت مفصل و مکمل ہدایات دیگر مصر و

وہند کی طرف جو انہیں بھیجے ہیں۔ گذشتہ سال جب مصطفیٰ کمال پاشا افغانستان آئے تھے۔ تو اُنھوں نے خود اِس جماعت کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔

آپ مصر وہند کی تمام خفیہ جماعتوں اور انکی شاخوں کے حالات سُنکر انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔ جنکے ساتھ انگورہ کی جماعت اتحادِ اسلام کا نہائت گہرا اور قریبی تعلق ہے۔ دول عظمیٰ کی تمام مستعمرات کی مقامی جماعتیں کھلے بندوں اتحادِ اسلام کے مقصد کی تائید وتقویت میں کام نہیں کریں گی۔ وہ تمام ہندوستان کی آزادی اور مصر کی تحریک قوم پسندان کے اہتمام وانتظام کی طرح اپنے مقلّدین کو کسی مقامی جھنڈے کے نیچے جمع کریں گی۔ اُنھوں نے جدید امیر کی ہمدردی حاصل کرنے یا زبردست مخالفت کرنے کے لئے عراق عرب میں بھی اپنے کارندے بھیجے ہیں۔ اور سردار الشیخ السنوسی کے ساتھ معاملت کر رہے ہیں۔ جو چند ماہ سے اُنکے یہاں مہمان ہیں۔ وہ ہر جگہ ہوشیار مستعد اور سرگرم کار ہیں۔ اور جب میں انگورہ میں تھا تو جماعت اتحادِ اسلام کا قیام ایک زبردست اِسکیم تھا۔ جس پر پیہم بحث وتمحیص کی جاتی تھی۔ وہ اُمید کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کو عَلَم خلافت کے نیچے جمع کرکے ایک جدید اور پہلے سے زیادہ زبردست عثمانی سلطنت قائم کریں گے۔ اُنھوں نے اپنے اس معاہدہ میں جو قفقاز کی جمہوری سلطنتوں کے ساتھ کیا۔ اپنی حکمت عملی کو واضح کر دیا ہے۔ چونکہ ہر جدید مسلم جماعت یا سلطنت احرار کے زیر اثر ہے۔ اِسلئے وہ جنگی فوج تیار کرکے اسکی کمان کرینگے۔

ترکی زندہ باد

واشنگٹن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ جس میں وزیر اعظم فرانس بھی تشریف لیگئے تھے۔ وہاں مسٹر سپیرے نامہ نگار سے ملاقات ہوئی۔ اور دونوں کے درمیان ذیل کی گفتگو ہوئی۔

مسٹر سپیرے:۔ کیا آپ مجھے بتا سکیں گے کہ حکومت فرانس نے حال میں جو معاہدہ دولت انگورہ سے کیا ہے اُس میں حکومتِ فرانس کسی قسم کی ترمیم و

تبدیلی کرنیوالی ہے۔

موسیو براں ٹلے:۔ میں خیال نہیں کرتا۔ کہ ہم اِس معاہدہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنے پر تیار ہوں۔ اور نہ ہی یہ معاہدہ میری رائے میں کسی صورت میں مفاد برطانیہ کے خلاف ہے۔ اِس معاہدہ سے ہمیں اخراجات کی تخفیف مقصود تھی۔ کیونکہ حدود شام پر ہماری ستر ہزار فرانسیسی فوج تھی۔ جس سے ہم واپس بلانا چاہتے ہیں۔ اِسلئے ہم نے حکومت انگورا کے ساتھ عہدنامہ مرتب کر لیا ہے۔

سوال:۔ جمہور ہند اس بات پر نہایت شادماں ہیں۔ کہ آپ نے دولت انگورا سے عہد کر کے حکومت انگورہ کو تسلیم کر لیا ہے۔

جواب:۔ ہم حالات حاضرہ کے دوران میں اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ رہا حکومت کو تسلیم کرنے کا معاملہ۔ حکومت انگورہ قدرتاً اور قانوناً ترکی حکومت کی نمائندہ ہے۔ اور ہماری دلی خواہش ہے۔ کہ حکومت ترکی مضبوط و مستحکم اور ہمیشہ زندہ رہے۔

سوال:۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ حکومت انگورہ قسطنطنیہ تھریس اور سمرنا کے علاقہ جات واپس لے لیگی۔

جواب:۔ جب تمام حالات پیدا ہو جائیں گے۔ اور دُنیا میں امن اماں قائم ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے۔ کہ حکومت ٹرکی کو قسطنطنیہ اور دیگر علاقہ جات ضرور واپس لینے پڑیں گے۔ ہم دُنیا میں امن چاہتے ہیں اور جب تک یہ علاقے ترکی حکومت کو واپس نہ ملیں۔ دُنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

یونان میں ترکی فرانسیسی معاہدہ پر ماتم

اوپر ہم عام تبصرہ درج کر آئے ہیں۔ جسمیں بعض اخبارات کی رائیں موافق ہیں اور بعض کی مخالف۔ انگریزی اخبارات کی مخالفت کے علاوہ بعض فرانسیسی اخباروں نے

بھی ناموافقت کا اظہار کیا ہے۔ مگر من کل الوجوہ یہ بات ضروری تھی۔ کہ فرانس کی پبلک اس معاہدے پر بہ نہائت ہی شاداں اور مطمئن ہوئی۔ ماسوائے اسکے مسلمانوں میں مدت کی گئی گذری مسرت اور خوشی ایک نئے انداز کی جھلک کے ساتھ رونما ہوئی۔ اگر اسوقت دنیا میں کوئی طاقت مخالف تھی۔ تو صرف یونان اور برطانیہ۔ جب یہ معاہدہ مکمل ہو کر ہر دو سلطنتوں کی طرف سے مہر کر دیا گیا۔ تو یونان پر بیم و خوف کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور یونانی اخبارات و اہل یونان سخت سراسیمگی اور انتشار کی حالت میں فریاد و شیون کرنے لگے۔ کہ یہ فرانسیسی ترکی اتحاد مشرق قریب میں آئندہ آلام و مصائب کو اور بھی خوفناک اور پیچیدہ کر دے گا۔ بعض مشرقی مسائل کی گتھیاں سلجھنے اور امن و سکون قائم ہونے کی بجائے گفتگوئے مصالحت قطعی ناممکن العمل ہو جائے گی۔ جس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ترکان احرار کو فرانس کی امداد سے مزید تقویت و استحکام حاصل ہو جائے گا۔ اور وہ اپنے زیر تسلط علاقہ میں غیر مسلم اقوام پر ہر قسم کی جبر و تعدی روا رکھیں گے۔

انگلستان کی امیدوں کا خون

یونان کے علاوہ برطانیہ کو صلح سے پہلے ہی ایک گونہ تشویش پیدا ہو چکی تھی۔ کیونکہ ابھی صلح کا عہدنامہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ جب کہ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ اور لارڈ کرزن وزیر خارجہ کو قسطنطین شاہ یونان کی فتح کا اسقدر یقین تھا۔ کہ موخر الذکر نے وزیر اعظم فرانس (ایم برائنڈ) کو کہا۔ کہ اگر یونانی قسطنطنیہ پر قابض ہونا چاہیں۔ تو کسی حالت میں بھی کوئی حکومت انکو روک نہیں سکتی اسپر فرانسیسی وزیر نے ہنس کر کہا۔ کہ ذرا مشرق قریب کا نقشہ تو ملاحظہ فرمائیے اور سلیشیا کو بنظر غور دیکھیے۔ پھر آپ کے خیالات کی حقیقت کھل جائے گی۔ سلیشیا میں اسوقت تقریباً آٹھ ہزار فرانسیسی سپاہ موجود ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ اگر ہم غازی مصطفےٰ کمال پاشا سے صلح کر لیں۔ اور ہم ترکان

احرار کی مدد پر کمربستہ ہو جائیں۔ تو ترکی و فرانسیسی متحدہ افواج یونانی لومڑیوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلادیں گی۔ لارڈ کرزن نے متعجب و پریشان ہو کر پوچھا۔ کہ آیا آپ واقعی ایسا کریں گے۔ ایم بریانڈ نے جواب دیا۔ کہ میں یقیناً ایسا ہی کروں گا۔

پھر انگریزوں کا یہ خیال کہ فرانس وقتی پالیسی پر عامل ہے۔ ہرگز قابل وقعت نہیں۔ جب غازی مصطفےٰ کمال پاشا عظیم الشان فتوحات حاصل کرنے لگے۔ تو فرانسیسی وزیر اعظم نے اپنے نمائندہ کو انگورا بھیجا۔ کہ وہ ترکان احرار سے صلح کی گفت و شنید کرے۔ یہ باتیں نمائندہ مذکور نے اپنی روانگی سے قبل مسٹر لائڈ جارج کو اچھی طرح سمجھا دیں۔ اور کہدیا۔ کہ سرزمین اناطولیہ میں، یونانیوں کی ذراسی جنبش بھی اناطولیہ میں یونانیوں کے خون کے دریا بہا دیگی۔ عجیب نہیں کہ ہندوستان۔ مصر۔ اور ایران تک یہ سیلاب پہنچ جائے۔

انگلستان میں تشویش

لیکن تو برطانیہ پہلے ہی سے ترکوں کی مخالفت پر اڑا ہوا تھا۔ موسیو فرینکلن نے کئی بار مسٹر لائڈ جارج کو مشورہ دیا۔ کہ وہ ترکوں کی مخالفت نہ کریں۔ مگر انھوں نے اسکو کبھی قبول نہ کیا۔ مسٹر دنیال نے جو فرانس کی مجلس شیوخ کے مشہور و معروف رکن ہیں اپنے ایک مضمون میں لکھا۔ کہ اگر حکومت برطانیہ کی آنکھوں سے کبر و نخوت کا پردہ اٹھ جائے۔ اور وہ اسلام سے دشمنی کرنے کے انجام کو سمجھ لے۔ تو ہم کو یقین ہے کہ وہ اپنے طرزِ عمل کو فوراً بدل دیگی۔ برعکس اس کے حکومتِ برطانیہ یہی چاہتی تھی۔ کہ وہ گھڑی جلد آئے۔ جب یونان قسطنطنیہ پر قابض ہو جائے۔ لیکن وزیر اعظم اور لارڈ کرزن کی ان امیدوں کو وزیر اعظم فرانس کے مذکورہ بالا جواب نے مایوسی سے بدل دیا۔ جس کو وہ سن کر دم بخود رہ گئے۔ اور ان کی حیرانی اور استعجاب کی کوئی حد نہ رہی۔ معہذا جب معاہدہ صلح پر مکمل ہونے کے بعد طرفین کے دستخط ہو گئے۔ تو پھر انگلستان میں قلق اور پریشانی

اور بھی بڑھ گئی۔ چنانچہ سرکاری حلقوں میں کہا جاتا تھا۔ کہ اس معاہدہ کی شرائط اُن اقراروں کے سراسر خلاف ہے۔ جو موسیو برائنڈ نے جولائی میں کئے تھے۔ کہ معاہدہ میں صرف ان باتوں کا فیصلہ کیا جائے گا کہ طرفین کے اسیران جنگ واپس کر دئے جائیں۔ اور اتحاد ثلاثہ کے علاقے اور سلیشیا کی سرحد میں جو فرانسیسی علاقہ کی حکمبرداری اور ترکی کے درمیان واقعہ ہے۔ اقتصادی مراعات دی جائیں گی۔

پھر اعلان کیا گیا۔ کہ اس معاہدہ میں حکومت انگورا کو ترکی میں واحد انتظامی طاقت تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اسکی رو سے ایشیائے کوچک کی قلیل عیسائی آبادی کے تحفظ کا تمام اصول مسترد ہو جاتا ہے۔ اور وہ تمام علاقہ جو فرانس کی ملکیت تو نہیں۔ لیکن تمام تحادیوں کی طرف سے فرانس کی حکمبرداری کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔ ترکی کو مل جائے گا۔

نیز ایک فقرہ کی رُو سے یہ اجازت دی گئی ہے۔ کہ ترکی افواج اِدھر اُدھر آ سکتی ہے۔ اِس اجازت سے عراق عرب کے لئے بہت تشویش پھیل رہی ہے۔ ڈر ہے کہ فرانس کا یہ خود مختارانہ فعل یونان اور ترکوں کے باہمی قضیہ کے فیصلہ میں برطانیہ عظمیٰ کے اقتدار کو نقصان پہنچائے گا۔ چنانچہ لارڈ کرزن نے فرانسیسی سفیر سے گفت و شنید بھی کی جس نے کہا کہ برطانیہ عظمیٰ عراق عرب کے لئے متشوش نہ ہو۔ حکومت فرانس ہمیشہ برطانیہ کا ساتھ دے گی۔ سفیر نے لارڈ کرزن سے درخواست کی۔ کہ وہ ایک عرضداشت بھیجدیں۔ جس میں اعتراضات درج کئے جائیں۔ تا کہ حقیقی تناسب قائم کیا جائے۔

۲؍ نومبر ۱۹۲۱ء کو دار العوام لنڈن میں مسٹر اوکانر نے اس معاہدہ کے متعلق سوال اُٹھایا۔ اور کہا کہ اس معاہدہ پر بحث و تمحیص ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے برطانیہ عظمیٰ میں چند خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ عیسائی آبادی کے لئے کوئی کفالت نہیں دیگئی۔

مسٹر چیمبرلین نے کہا۔ کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے باہمی گفت وشنید کے اختتام سے پہلے اس معاہدہ پر بحث وتمحیص نہیں ہو سکتی۔ آپ نے فرمایا کہ حکومت کو ان باتوں کا خیال ہے کہ جو مسٹر اوکارٹر نے بیان کی ہیں۔

لارڈ ورٹن نے کہا کہ مشرق قریب میں برطانیہ عظمیٰ کی حالت پر ایک بیان پیش کیا جائے۔ آپ نے کہا کہ دارالعوام کو خطرہ ہے۔ کہ اگر اقرار نامہ کو تسلیم کر لیا گیا۔ تو عراق عرب میں برطانیہ کی حالت پر فوجی خطرہ لاحق ہوگا۔

مسٹر چیمبرلین نے وعدہ کیا۔ کہ میں وزیر امور خارجہ سے دریافت کرونگا کہ اس طرح کا بیان اسوقت عوام کے مفاد کے لئے جائز ہوگا۔

۸ر نومبر ۱۹۲۱ء کو دارالعوام میں مسٹر کنورتھی کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مسٹر سیسل ہارمزورتھ نے فرمایا۔ کہ معاہدہ فرانس وانگورہ کی شرائط حکومت ہٰذا تک پہنچا دیگئی ہیں۔ لیکن انکا سرکاری طور پر شائع کیا جانا فرانسیسی حکومت کی اجازت پر منحصر ہے۔ چنانچہ فرانسیسی حکومت سے مشورہ کیا جا رہا ہے۔

وہ علاقہ جو ترکوں کے حوالے کیا گیا ہے۔ اور بروئے معاہدہ سیورے ترکوں کے اقتدار میں تھا۔ شمالی شام کی سرحد کے ساتھ واقع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے میں برطانی مفاد کا کوئی تعلق نہیں۔

مسٹر کنورتھی نے سوال کیا۔ کہ کیا حکومت کو اطمینان ہے کہ ترکی میں کسی اور جگہ برطانی تجارتی حقوق کی پامالی نہیں کی جا رہی۔ مسٹر سیسل نے کہا کہ اس معاملہ پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

فرانسیسیوں اور ترکوں کے درمیان ایک اور معاہدہ بھی ہوا تھا۔ جسمیں فرانس نے یہ اقرار کیا۔ کہ وہ انگورا کی پچاس ہزار فوجی پولیس کے لئے افسر بہم پہنچائے گا۔ لنڈن نے اس معاہدہ کو خفیہ معاہدہ قرار دیا۔ جس سے اور بھی تشویش پھیل گئی۔

فرانس کا نیم سرکاری اعلان

لیکن حکومت فرانس نے اپنے ۹ نومبر کے نیم سرکاری اعلان میں ظاہر کیا۔ کہ یہ کوئی خفیہ معاہدہ نہیں اس کی شرائط برطانیہ کو پہلے معلوم تھیں۔ یہ عہدنامہ اس عہدنامہ کے عین مطابق ہے۔ جو کہ اپریل گذشتہ میں حکومت برطانیہ کو بھیجا گیا تھا۔ ہاں اس عہدنامہ کی شرائط میں کہیں کہیں ترمیمیں ضرور ہوئی ہیں۔ اِس عہدنامہ کی شرائط عہدنامہ سترکی شرائط کے خلاف نہیں۔ کیونکہ عہدنامہ ترکی اصل معنوں میں اسوقت بالکل کالعدم ہوگیا تھا۔ جبکہ لنڈن کانفرنس کے موقعہ پر انگورہ سے بھی نمائندے طلب کئے گئے تھے۔

نیز اس عہدنامہ کا یہ مطلب ہے کہ شام کی سرحد پر آئے دن کے جھگڑے اور تنازعات دور ہوجائیں۔ کیونکہ اِس عہدنامہ کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ایشیائے کوچک میں فوراً امن قائم ہوجائے۔ لہذا ضروری ہے کہ ہر جگہ عیسائی آبادی کی چھوٹی ریاستوں کے حقوق کے تحفظ کا خیال رکھا جائے۔ فرانسیسی اخبار شام نے اس عہدنامہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا۔ کہ ترکوں اور فرانسیسیوں کا یہ کوئی خفیہ معاہدہ نہیں۔ بلکہ اِس عہدنامہ کی شرائط ۱۴ اپریل ۱۹۲۱ء کو فرانس میں برطانوی سفیر کو بتائی جاچکی تھیں۔

اخبار مذکور نے یہ بھی لکھا۔ کہ برطانوی دفتر خارجہ نہ معلوم سات ماہ تک سویا پڑا تھا۔ جو اب اسکی آنکھ کھلی ہے۔ آخر میں اس فرانسیسی اخبار نے برطانیہ سے اپیل کی۔ کہ وہ مشرق میں فرانس کی صلح کل پالیسی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے۔

کیلیکیہ پر ترکی قبضہ

ترکوں نے اس شاندار اقلیم پر قبضہ کرلیا ہے۔ جو اناطولیہ کی اقالیم میں نہائت زرخیز ہے۔ اور اس قبضہ سے وہاں ایک عالم سکون اور خوشی و عمرانی۔ امن وامان قائم ہوجائے گا۔ کیلیکیہ اناطولیہ کا ایک ایسا ضروری حصہ تھا۔ جس کی پیداوار محاصل کی معقول آمدنی اور اُس کے

ضروری سواحل سے ترکوں کو معقول فائدہ حاصل ہوتا تھا۔ اور جس پر انکا قبضہ ضروری تھا۔

فرانسیسی جرنیل دوفیو نے ترکی فرانسیسی معاہدہ کے بعد کیلیکیہ کے ضلع ادرنہ میں باشندگان ادرنہ کے سامنے جو تقریر کی تھی۔ اسمیں اسنے بیان کیا تھا۔ کہ فرانسیسی سپاہ ۳ر جنوری سنہ ۱۹۲۲ء کو کیلیکیہ کے صوبہ کو بالکل خالی کر دیگی۔ اور انگورا گورنمنٹ کو اسکا سارا انتظام حوالہ کر دیا جائے گا۔

انگورا گورنمنٹ کی سپاہ، ۱۳ر نومبر سنہ ۱۹۲۱ء کو ادرنہ پہنچ گئی۔ اور فرانسیسی سپاہ کے افسر اعلیٰ نے ادرنہ کو اسکے حوالے کر کے خالی کر دیا۔ یہ رسم نہائت خوبی کے ساتھ ادا کیگئی۔ اور ترکی سپاہ نے فرانسیسی سپاہ کو جوش و محبت کے ساتھ رخصت کیا۔

آگے چل کر ان نتائج پر نظر ڈالی جائے گی۔ جو ترکی فرانسیسی معاہدہ کے موجب کیلیکیہ انگورہ گورنمنٹ کو ملنے سے پیدا ہونگے۔ اور جو موجودہ جنگ اناطولیہ کی مالی حالت پر اسکا اثر پڑے گا۔

چنانچہ مقررہ تاریخ پر فرانسیسیوں نے کیلیکیہ مصطفےٰ کمال پاشا کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے اس شہر کے باشندوں کے نام ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں فرانسیسی ترکی معاہدہ کی رو سے جو اراضی انگورا گورنمنٹ کو ملی ہیں۔ اسپر اظہار مسرت فرمایا۔ اور پھر ظاہر کیا کہ عنقریب ساری دنیا ترکی قوم کے حقوق کو تسلیم کریگی۔ انگورا گورنمنٹ صرف زندگی کا حق اور استقلال چاہتی ہے۔ اس اعلان کے آخر میں غازی ممدوح نے فرانس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس سلسلہ میں ظاہر کیا کہ گزشتہ سالوں میں ترکوں اور فرانسیسی قوم کے درمیان سوءِ فہمی واقع ہو جانے کی وجہ سے بعض ناگوار واقعات اور افسوسناک حوادثات پیش آئے۔ اور یہ سب کچھ ان لوگوں کی مساعی کا نتیجہ تھا۔ جو اس قسم کی بدمزگی پیدا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن انگورا گورنمنٹ ان تمام لوگوں کے جرائم کو جھنجھوڑنے

اس قسم کی سیاسی پیچیدگیاں پیدا کرنے میں حصہ لیا تھا۔ معاف کرتی ہے۔ تاکہ آئندہ حوادث کا اثر بالکل زائل ہو جائے۔

اعلان مذکورہ میں غازی ممدوح نے یہ بھی بتلایا کہ ملک میں امن و سکون قائم رکھنا ضروری ہے۔ باشندگان کو چاہیئے۔ کہ وہ ترکوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کا ثبوت دیں۔ اور اُنکے دشمنوں پر ظاہر کر دیں۔ کہ وہ اُنکے دوست ہیں۔ اور متحدہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہیں دینی اور قومی امتیاز کا خیال نہیں ہے۔ نیز اس اعلان میں باشندوں کو متنبہ کیا گیا۔ کہ حکومت اُن لوگوں کے خلاف سخت تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہو گی۔ جو قانون کی بے حرمتی کریں گے۔

فرانسیوں کا کیلیکیہ کو خالی کر دینا اور اُس پر ترکوں کے حق کو تسلیم کر لینا ایک ایسا امر ہے جو یونانیوں کی اس حجت اور دعوے کو ضعیف و ساقط کر دیگا جس کی بنا پر اُنھوں نے سمرنا پر قبضہ کیا تھا۔ یونانیوں نے سمرنا پر قبضہ رکھنے اور اناطولیہ میں مداخلت کرنے کا حق اپنے لیئے اس اصول پر قائم کیا تھا کہ فرانس کیلیکیہ پر قابض ہے۔ پس ایسی حالت میں جب کہ دول حلفا کے ایک بڑے رکن نے کیلیکیہ کو خالی کر کے اِس پر ترکوں کے حق کو تسلیم کر لیا ہے اور اس حجت کو جو یونانیوں نے پیش کی تھی۔ توڑ دیا ہے۔ ترکوں کے لئے یہ موقع بہم پہنچا دیا ہے۔ کہ وہ یونان کو اسکے ذریعہ سے سمرنا کے تخلیہ پر مجبور کریں۔ اور اس سے اناطولیہ کو خالی کرا لیں۔ اسکے ساتھ جب ہم اٹلی اور انگورہ گورنمنٹ کی اِس باہمی قرارداد کو بھی شامل کر لیں۔ جو حال ہی میں ہوئی ہے۔ تو ترکوں کی حجت بہت زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور یونان کے لیئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

مذکورہ بالا فائدہ تو سیاسی حیثیت سے ہے۔ مادی حیثیت سے اس معاہدہ کے موجب جو فائدہ ترکوں کو پہنچے گا۔ وہ اس سے زیادہ شاندار ہوگا۔ یعنی

معاہدہ کے موجب فرانسیسیوں کا کیلیکیہ کو خالی کر دینا۔ اور ترکوں کا اُس پر قابض ہو جانا۔ اور ان حدود کا مقرر ہو جانا جو ٹرکی اور شام کے درمیان معاہدہ میں قرار پائی ہیں۔ اور بغداد ریلوے لائن کی انتظامی کیفیت کا منضبط ہونا۔ یہ تمام باتیں انگورہ گورنمنٹ کو معقول فائدہ پہنچائیں گی۔ اور سب سے بڑا فائدہ اس سے یہ ہوگا۔ کہ اناطولیہ کے جنوب سے میدان جنگ میں ہر قسم کا سامان آسانی سے لایا جا سکے گا۔ اور فوجی وجنگی کارروائیوں میں اس سے بڑی مدد ملے گی۔ صوبہ کیلیکیہ کے محاصل سواحل کی آمدنی اور چنگی وغیرہ کے مداخل سے انگورہ گورنمنٹ کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور وہاں کی پیداوار سے باشندگانِ اناطولیہ کو بڑی مدد ملے گی۔ چنانچہ ماہرین فن زراعت کا بیان ہے کہ کیلیکیہ کے اضلاع میں اتنی پیداوار ہوتی ہے۔ کہ اس سے سارے اناطولیہ کی خوراک کا کام چلایا جا سکتا ہے۔ یعنی کیلیکیہ کی پیداوار اناطولیہ کی ساری آبادی کیلیئے کافی ہے۔

مذکورہ بالا فوائد نہایت اہم ہیں۔ اور یقین ہے کہ کیلیکیہ پر قبضہ ہونے سے یونانیوں کی ہمتیں پست ہو جائیں گی۔ اور انکے لیئے بجز اسکے کوئی چارہ نہ ہوگا کہ وہ ترکوں کے مطالبات کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔ اور اناطولیہ اور سمرنا وغیرہ کو ترکوں کے حوالے کر دیں۔

قبضہ کیلیکیہ پر اعتراض

اِس قبضہ کے متعلق انگلستان نے ایک یادداشت میں لکھا۔ کہ جب کیلیکیہ سے فرانسیسی سپاہ واپس چلی گئی۔ تو اسوقت قلیل التعداد مسیحیوں کی حمائت کیونکر ہو سکے گی۔ تو اسکے جواب میں اخبار "طان" نے ذیل کے تین سوالات پیدا کیئے۔

۱۔ انگلستان اگر ٹرکی میں مسیحیوں کی حمائت کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو اسکو چاہیئے کہ وہ اسکے لئے بہترین طریقہ کو اختیار کرے۔ جو اس حمائت کی ضمانت کر سکتا ہے۔ یعنی وہ فوراً ٹرکی سے صلح کر لے۔ اور جنگ کو طول نہ دے۔

۲- یونان ایشیائے کوچک پر قبضہ کرنے سے عاجز ہے۔ اور کسی طرح ایشیائے کوچک کو وہ فتح نہیں کر سکتا۔ انگریزوں نے اپنے تمام حلفاء سے پہلے شمالی عراق سے اپنی سپاہ کو واپس بلا لیا۔ اور پھر تمام حلفاء نے اسکا اعلان کیا کہ وہ ان مقامات (عراق) پر اپنی سپاہ کو روانہ نہیں کرینگے۔ کیا اس کارروائی سے ان مسیحیوں کی جو وہاں رہتے ہیں۔ زندگی خطرہ میں نہیں پڑی اور کیا بہت سے مسیحی وہاں واپسی سپاہ کے بعد ذبح نہیں کئے گئے۔ برطانیہ کی حمائت کو کیا ہوا۔ کہ وہ خاموش رہی۔ اور آپ نے اس موقعہ پر کچھ نہیں کیا۔

۳- اٹلی نے عرصہ دراز گذرا۔ کہ اپنی سپاہ کو قونیہ سے بلا لیا۔ اس کی اس کارروائی سے برطانیہ کی رگ حمیت کیوں جوش میں نہیں آئی۔ اور کیوں اس پر اس نے کوئی یادداشت روانہ نہیں کی۔ حالانکہ اس کا یہ فعل دول حلفاء کے مصالح کو ضرر رساں تھا۔

برطانیہ نے جو یادداشت روانہ کی ہے۔ اس سے مقصود مسیحی قوم کی حمائت نہیں ہے۔ بلکہ صرف امیر فیصل کی حمائت ہے۔ جو عراق میں مقیم ہیں برطانیہ کو یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ کیلیکیہ کے تخلیہ کے بعد ترکوں کیلئے کردستان کا راستہ کھل جائے گا۔ اور وہ آسانی سے کردستان کی طرف جا سکیں گے۔

عام فرانسیسی رائے اور انگلستان کی کثیر رائے کبھی اسکو پسند نہ کریگی۔ کہ فرانسیسی سپاہ کی رجمنٹیں کیلیکیہ میں صرف اس غرض سے رکھی جائیں کہ امیر فیصل بغداد کے قصر شاہی میں آرام کی نیند سوئے۔ اور عراق کا بیڑا اسکے (امیر فیصل کے) دوستوں کے مقبوضہ حوضوں میں بہتا رہے۔

فرانسیسی قوم کا کوئی فرد اسمیں شبہ نہیں رکھتا۔ کہ مسائل مشرق میں فرانس کا برطانیہ سے اتحاد ایک سخت صدمہ کا موجب ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں دو باتیں پیدا ہونگی۔ ایک سلبی دوسری ایجابی۔

سلبی سیاست کا منشا یہ ہوگا۔ کہ اسلامی اقوام کے استقلال کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ لیکن اسوقت تک اس مقصد میں قطعاً ناکامی ہوئی ہے۔ خصوصاً ایشیائے کوچک میں اور اسی طرح ایران۔ افغانستان اور فلسطین میں بھی۔ اور یہی حشر اس کا عراق اور حجاز میں بھی ہونے والا ہے۔ جہاں امیر فیصل اور شاہ حسین کو حکمراں بنایا گیا ہے۔ یہ سیاست جنگ کی تخم پاشی کر رہی ہے۔ اور بحر سواحل متوسط مالابار تک کے امن و امان کو جلا کر خاک کر دینے والی ہے

ایجابی سیاست کا منشاء یہ ہوگا۔ کہ امن و امان قائم کرنے کیلئے اتحاد و اتفاق قائم کیا جائے۔ اور عام فرانسیسی رائے کو قبول کر لیا جائے۔

یہی وہ سیاست ہے جو اسلامی اقوام کے استقلال کا احترام کرتی ہے۔ اور اسی طرح تمام مغربی قوموں کے استقلال کی محافظ ہے۔ اور اسی سیاست کو پیش نظر رکھ کر فرانس نے انگورہ گورنمنٹ سے اتحاد قائم کرنے کی بنیاد رکھی ہے۔ اسوقت جبکہ واشنگٹن کانفرنس میں چین کے استقلال کا مسئلہ پیش ہوگا اور موجودہ سیاست پر صاف و روشن امور کی تشریح ہو رہی ہوگی۔ فرانس نے انگورہ گورنمنٹ سے معاہدہ اتحاد کیا ہے۔ جسمیں انگورا گورنمنٹ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ دول حلفا کو جب اس کا علم ہوگا۔ تو وہ نادم ہونگی۔ خصوصاً برطانیہ اور پھر اسی قسم کے معاہدہ پر وہ بھی مجبور ہو جائیں گی۔ اور ہمارے اس نقش قدم پر چلیں گی جو ہمنے مشرق کے امن و امان کو قائم رکھنے کیلئے اختیار کیا ہے۔

اخباروں کی نوک جھونک

ترکی فرانسیسی معاہدہ کے متعلق لنڈن میں چہ میگوئیاں ہوتی تھیں۔ اسکے سلسلہ میں ایک فرانسیسی اخبار نے گورنمنٹ برطانیہ کے برخلاف حسب ذیل شکایات کا اظہار کیا ہے۔

(۱) گورنمنٹ برطانیہ نے جرمنی بیڑے سے بہترین جہازات اپنے لئے منتخب کر لئے۔ لیکن ہمیں اس امر پر مجبور کیا گیا۔ کہ ہم اپنے حصہ کے جرمن آبدوزوں کو غرق کر دیں۔

۲۔ برطانیہ نے ہمارے جذباتِ فتحیابی کو پامال کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ برخلاف اِسکے خود برطانیہ نے تمام جرمن نوآبادیات کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔

۳۔ اس غرض سے کہ گورنمنٹ فرانس جدید جرمن جنگ کے مقابلہ پر کسی قسم کی ملکی ضمانت نہ لے سکے۔ مسٹر لائڈ جارج نے تجویز کیا۔ کہ گورنمنٹ فرانس کو معاہدہ ضمانت پر دستخط کرنے چاہییں۔ لیکن اِسکے ساتھ ہی یہ بھی ہوشیاری کی کہ اس معاہدہ کو پارلیمنٹ سے نہ تصدیق کرائے۔

۴۔ گورنمنٹ برطانیہ نے جرمنی برّی فوج کی قائمی پر اصرار کیا۔ مگر جرمنی کے جنگی بیڑے کو بالکل دبا دیا۔

۵۔ جرمنی نے صرف ایک ملیرڈ تاوان جنگ ادا کیا۔ جس کا کثیر حصہ خود برطانیہ نے ہضم کر لیا۔

۶۔ گورنمنٹ فرانس کو بجائے تاوان وصول ہونے کے صرف آیندہ مواعید پر اکتفا کرنا پڑا۔

۷۔ اِنگلستان نے بلا مشورہ گورنمنٹ فرانس بالشویکیوں سے تجارتی معاہدہ کر لیا۔ اور باوجود اِنکار کیے جانے کے یونان میں شاہ قسطنطین کو امداد دی۔ گورنمنٹ برطانیہ نے ہمارے پولینڈ کے حلیفوں کے مقابلہ پر جرمنی کی امداد کی۔ تسپر بھی وہ ترکانِ احرار سے مصالحت کرنے پر ہمارے طرزِ عمل پر نکتہ چینی کرتی ہے۔ اور ہمیں علاقہ سلیشیا میں قائمی فوج کیلئے مجبور کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ ہندوستان کی راہ آمد و رفت کافی طور پر مضبوط رہے

۸۔ گورنمنٹ برطانیہ نے ہمیں اپنا کوئلہ دیگر ممالک کی شرح سے چار گنا زیادہ قیمت پر دیا۔ اِسکے علاوہ جرمنی کے کوئلہ کی بھی ہم سے اسی قدر قیمت دِلوائی گئی۔ یعنی اسکی اصلی قیمت سے چھ گنا ہمیں ادا کرنا پڑا۔

۹۔ گورنمنٹ برطانیہ نے فرانس کی تمام پیداوار اور خاصکر شراب پر

امتناعی ٹیکس قائم کر دے۔

زاں بعد اخبار مذکور نے اعلان کیا ہے۔ کہ دنیا میں کوئی ایسا مقام نہیں جہاں گورنمنٹ برطانیہ اور گورنمنٹ فرانس کا مشترکہ مفاد پیش نظر نہ ہو۔ مذکورہ بالا الزامات کے جواب میں برطانوی اخبارات نے بتلایا ہے کہ اگست ۱۹۱۴ء کی نازک حالت میں فرانس نے گورنمنٹ برطانیہ سے اپیل کی تھی۔

ہم جانتے ہیں کہ تم ہمارے سمندروں کی حفاظت کر سکتے ہو۔ اور تمہاری دوستی اسوقت ہمارے لئے نہایت بیش قیمت ہے۔ لیکن آپکی جانب سے صرف گولڈ سٹریم گارڈ” کا بھیجا جانا ہی کافی ہے۔ کیونکہ اس سے مخالفین کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ فرانس کی پشت پر ہے۔

پس گورنمنٹ برطانیہ نے اسوقت نہ صرف پانچ دستہ اور دیگر گارڈ ہی روانہ کیے بلکہ فرانس کی مشترک حدود کی حفاظت کیلئے یک دم پانچ لاکھ فوج روانہ کر دی۔ اس واقع کی یاد کو فراموش کرانے کی فرانس خواہ کچھ ہی کوشش کرے۔ لیکن وہ ان واقعات پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہ ہوگا۔ کیونکہ برطانی سپاہ کی جانبازی کی داستان کو تازہ رکھنے کیلئے فرانس کے قبرستانوں میں ہر چہار جانب صلیبی نشانات اس امر کا پتہ دے رہے ہیں۔ کہ اس مفتوحہ علاقہ میں سینکڑوں برطانوی فاتح سپاہی آغوش اجل میں محو خواب ہیں۔ پس جب تک قبرستان میں ہمارے اور فرانس کے جانباز سپاہی پہلو بہ پہلو دفن ہیں۔ اور ہمیں اس کا کافی علم ہے۔ اسوقت تک گورنمنٹ برطانیہ اور فرانس کے درمیان سے رشتۂ اتحاد کو دور نہیں کیا جاسکتا۔

برطانیہ اور فرانس میں کشیدگی

لارڈ کرزن نے فرانسیسی اور ترکی معاہدہ پر جو اعتراضات اٹھائے تھے اسکے جواب میں فرانسیسیوں نے انہیں یقین دلایا۔ کہ معاہدہ مذکور امن کے خلاف نہیں۔ اور نہ ہی اس سے حکومت انگورہ کے تسلیم کر لینے کا اظہار ہوتا ہے۔ فوجی اغراض کیلئے بغداد ریلوے کے

استعمال کے متعلق جواب میں کہا گیا۔ کہ یہ امر قابل یقین نہیں کہ ریلوے برطانیہ عظمیٰ کے برخلاف استعمال ہو سکتی ہے۔ اور اسمیں یہ بھی بتایا گیا۔ کہ ریلوے شام کے زیر حکمبرداری علاقہ میں سے گذرتی ہے۔ اور یہ کہ فرانسیسی ایسی بار برداری کو روک سکتے ہیں۔ جس میں عراق عرب کے خلاف فوجی دھمکی کے امکان کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔

فرانسیسی حکومت نے ہر طرح باضابطہ یقین دلایا۔ کہ اسمیں کسی طرح سے بھی یہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ برطانیہ کی زیر حکم برداری جو علاقہ ہے اسکے خلاف کسی قسم کی آسانی بہم پہنچانے کا امکان بھی ہے۔ اور اس سے انکار کیا گیا۔ کہ اسنے ٹرکی میں تنہا سیاسی یا اقتصادی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔

اسکے جواب میں لارڈ کرزن نے جو خط لکھا۔ اسمیں فرانسیسی جواب پر اگرچہ اطمینان ظاہر کیا گیا۔ لیکن انھیں پھر بھی اندیشہ لگا رہا۔ کہ معاہدہ کی شرط نمبر زمانہ امن میں ترکی افواج کی معاندانہ حرکات کو کس طرح روک سکے گی۔ لارڈ کرزن نے پھر بھی متفقہ اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔

لیکن اخبار طان اس امر پہ زور دیتا رہا۔ کہ آؤ انگلستان سے گفتگو کر کے فیصلہ کر لیں۔ انگلستان کے اخبار "آبزرور" کے نامہ نگار مقیم پیرس نے اس سلسلہ میں ایک مضمون لکھا۔ جس کا اقتباس یہ ہے کہ کل معاملہ صاف کر کے سمجھوتہ کر لینے کا وقت تنگ ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ صرف دونوں گورنمنٹوں ہی کے تعلقات میں کشیدگی یوماً فیوماً ترقی پذیر نہیں ہے۔ بلکہ ابنائے انگلشیہ کی دونوں ساحلی قوموں میں بھی رنجش بڑھتی جاتی ہے۔ اب ضرورت یہ ہے کہ ایک ایسی کانفرنس منعقد ہونی چاہیئے۔ کہ پھر دلوں کا غبار باقی نہ رہے اس کانفرنس میں یہ بھی طے ہونا چاہیئے۔ کہ یہ مناسب نہ ہوگا۔ کہ اس فرضی چیز کو جس کا نام اتحاد ثلاثہ ہے۔ ترک کر دیا جائے۔ اور اراکین اتحاد کو اختیار ہوگا

کہ جو اپنے لئے مناسب سمجھیں کریں۔ اور یہ اتحاد بھی کیا اتحاد ہے۔ کہ خلاف ورزی متواتر عمل میں آ رہی ہے۔ ایک دوسرے کو طرح طرح سے دق کیا جا رہا ہے آنکھ بچا کر فائدہ اُٹھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ آگے نکل جانے کی اندرونی خانہ کوششیں ہو رہی ہیں۔

یورپ میں ایک صحیح نظام قائم رکھنے کے لئے اِنگلستان اور فرانس کے مابین اتحاد ایک لازمی امر ہے۔ جس کو کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اکثر فرانسیسی اس کو محسوس کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ لوگ اس اتحاد کو ایک جُوا خیال کرتے ہیں۔ اتحاد چاہنے والے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ہاں ایسے لوگ بہت ہیں جو اتحاد چاہتے ہیں۔ مگر وہ اتحاد کی ذمہ واریوں کو نظر انداز کرنا چاہتے ہیں اخبار طان کے مطالبہ کی تائید کرتے ہیں۔ کہ فوراً ایسی مکمل گفت و شنید ہونی چاہیے۔ تاکہ ایک مشترکہ طریق عمل مرتب ہو کر عمل میں آئے۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور کرۂ ارض کے چپّہ چپّہ پر انگلستان اور فرانس کی باہمی تقدیروں میں باہمی رقابت لکھی ہے۔ تو یہ بات بدرجہا بہتر ہو گی۔ کہ کھلّم کھلّا رقابت سے کام لیا جائے۔

حال کے چند واقعات سے کچھ ایسی ٹھیس لگی ہے کہ پھوڑا پھوٹ نکلا۔ بعض واقعات کو مخفی رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ دوسری قومیں مثلاً جرمن یا امریکہ کیا کہیں گے۔ لیکن واقعات سے چار آنکھیں نہ کرنے کو حماقت کہتے ہیں۔ اور جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ فرانسیسی اخبارات فرانس اور اِنگلستان کے تعلّقات کو روم اور (اس کے قدیمی دشمن) ملک کارتھیج کے تعلّقات سے تشبیہ دینے لگیں۔ تو پھر معاملہ کو صاف نہ کرنا ڈھیل دیئے رہنا جنون کے مترادف ہو گا۔

جو باتیں رنجش کا باعث ہیں۔ اِنمیں بعض باتیں بے حقیقت ہیں۔ صرف تنگ مزاجی کا پتہ چلتا ہے۔ بعض امور کے متعلق اِختلاف رائے کہ

اسباب واقعی موجود ہیں۔ وسطی یورپ یعنی ہنگری۔ رومانیہ وغیرہ میں ریشہ دوانیاں کی نلیاں تانے بانے میں مصروف ہیں۔ پولینڈ کو فرانس کسی اور نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور انگلستان کسی اور نظر سے۔ علاوہ اسکے روس میں دونوں کے مقاصد مختلف ہیں۔ قسطنطنیہ اور ایتھنز اور انگورہ کے متعلق ایسے قضیئے درپیش ہیں۔ جن کو خفیف یا ور کرنا حماقت میں داخل ہوگا۔ اور تو اور البانیہ والے بھی حقیقہ میں فرانس اور انگلستان کے بر مقابل ہونگے۔

بات یہ ہے۔ کہ انگلستان اور فرانس کے لئے مل کر کام کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ ایک دوسرے کے کام میں روڑا اٹکانے کی خواہش ہر وقت دلوں کو بیقرار رکھتی ہے۔

وزیر اعظم فرانس کا استعفیٰ

ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ فرانس کا وہ وزیر اعظم جس نے انگورہ گورنمنٹ سے اتحاد قائم کر کے صلح کی۔ وہ وزیر اعظم جس نے صلح ہونے سے قبل مسٹر لائڈ جارج کو کہا تھا۔ کہ اگر یونان نے انگورہ حکومت پر کوئی فتح حاصل کی۔ تو وہ اپنی فوج سمیت ترکان احرار کی مدد پر کمربستہ ہوجائے گا۔ اور وہ موسیو برائنڈ جسنے اسمبلی میں کہا "زندہ باد ٹرکی"۔ ہمارا اصل مقصد ہے۔ وہ اپنے عہدۂ وزارت سے مستعفی ہوگئے۔

مطبوعاتِ اعوان بک ڈپو

(۱) سوانحعمری غازی مصطفےٰ کمال پاشا پانچ جلدوں میں جنکے نام بمعہ قیمت ذیل میں درج ہیں۔

(الف) فیلڈ مارشل غازی مصطفےٰ کمال پاشا باتصویر قیمت عہ؍

(ب) غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور محاربات آرمینیا و فرانس ؍ ۸؍

(ج) غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور محاربات یونان قیمت عہ؍

(د) دو ہفتوں میں یونانیوں کی مکمل تباہی قیمت ۱۲؍

(ہ) اتاترک مصطفےٰ کمال جلد پنجم …… قیمت ۱۰؍

(۲) سوانحعمری غازی انور پاشا کلاں باتصویر (زیر طبع) ؍ عہ؍

(۳) سوانحعمری غازی محمود شوکت پاشا باتصویر قیمت ۸؍

(۴) انشائے نسوان جدید …… قیمت ۶؍

(۵) سلکِ گوہر۔ قومی نظموں کا مجموعہ …… قیمت ۶؍

(۶) کلید جنّت۔ وِرد و وظائف کی بہترین کتاب اور نایاب تحفہ (زیر طبع) …… قیمت ۸؍

ملنے کا پتہ

اعوان بک ڈپو شہر سیالکوٹ

فہرست مضامین سوانح عمری مصطفےٰ کمال پاشا جلد سوم

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
دیباچہ	۳	یونانیوں کی مصیبت	۲۳
مصطفےٰ کمال پاشا اور یونان		اداس یونانی اور شادمان احرار	۲۴
سنہ ۱۹۲۰ء کا دور		پیرس کانفرنس	۲۷
یونان کا قبضہ تھریس و سمرنا پر	۸	لنڈن کانفرنس کا انعقاد	۲۷
مصطفےٰ کمال پاشا کا حملہ	۱۲	مصطفےٰ کمال پاشا کی شرائط	۲۸
یونان کی جارحانہ کارروائیاں	۱۴	لنڈن کانفرنس میں نمائندوں کی روانگی	۲۸
مصطفےٰ کمال پاشا کی حکمت عملی	۱۴	توفیق پاشا اور مصطفےٰ کمال پاشا	۲۹
یونانی اور دروغ بافی	۱۴	قوم پرستوں کے وفد کی روانگی	۳۰
بیکوس پر ترکی قبضہ	۱۵	مصطفےٰ کمال پاشا کی تصریحات	۳۰
قوم پرستوں کی فتح	۱۶	نمائندوں کی آمد آمد	۳۱
قوم پرستوں کی سرگرمیاں	۱۶	کانفرنس کا اختتام	۳۱
مصطفےٰ کمال پاشا کا اعلان	۱۷	اختلافات	۳۲
یونان کی فراری	۱۷	ترکی مطالبات	۳۴
یونانی خندقوں پر اسرار کا قبضہ	۱۷	یونانیوں کی مخالفت	۳۶
یونانیوں کی شکست	۱۷	معاہدہ سیورے کی ترمیمات	۳۶
مصطفےٰ کمال پاشا کا ہوائی حملہ	۱۸	ترکوں کا اعتراض	۳۸
شاہ قسطنطین کی مزاحمت	۱۹	ترکوں اور یونانیوں کی مایوسی	۳۹
سنہ ۱۹۲۱ء کا دور		غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا اعلان بنام	
شاہ قسطنطین کا زمانہ	۱۹	ساکنین اناطولیہ	
کمال پاشا کی تیاریاں	۲۰	مصطفےٰ کمال پاشا کا دورہ	۴۰
یونانی جارحانہ کارروائی	۲۱	لنڈن کانفرنس سے ترکی نمائندوں کی مراجعت	۴۲
اسلامبول اور انگورہ میں خوشیاں	۲۲	یونانی نمائندوں کی [illegible]	۴۳
عسکی شہر کا معرکہ	۲۲	[illegible]	۴۳
ترکوں کی مزید کامیابیاں	۲۳	اناطولیہ کا فیصلہ [illegible]	

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
دوبارہ جنگ کا آغاز	۴۵	انگورا پارلیمنٹ کی اہم قرارداد	۹۲
یونانیوں کی پیش قدمی	۴۷	حکومت انقرہ کا پیغام	۹۲
یونانی فتح	۴۷	امیر کابل کا پیغام کمال پاشا کے نام	۹۵
عسکی شہر کا معرکہ ثانی	۴۸	حکومت انگورا کا جنگی بیڑا	۹۵
ترکان احرار کا سرکاری اعلان	۵۰	مشرق قریب کے معاملات پر بکر سامی بیک کی رائے	۹۵
یونانیوں کی از سر نو جارحانہ کارروائی	۵۱	جنگ سکاریہ کے بعد	۹۷
ترکوں کی قوت کا اجتماع	۵۱	مظالم یونان مسلمانان ترکی پر	۱۰۹
ترکوں کی شاندار جنگی تیاریاں	۵۲	تمہید	۱۰۹
یونان کی صلح کی خواہش	۵۴	سمرنا میں یونانی مظالم	۱۱۳
یونان کی تازہ سرگرمیاں	۵۴	دول متحدہ کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ	۱۱۵
یونانی بیڑے کی گولہ باری	۵۴	شاہ قسطنطین کی آمد کی خوشی میں مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔	۱۲۰
قوم پرست سمرنا کے قریب	۵۴	یونانی مظالم تھریس میں	۱۲۰
شاہ قسطنطین سمرنا میں	۵۵	تھریس میں یونانیوں کی بے ایمانی	۱۲۴
یوریسا محاصرہ کی حالت میں	۵۵	پانسو سے زیادہ معززین گرفتار	۱۲۴
مصالحت کا خیال	۵۵	اسلامک نیوز کے خاص نامہ نگار کی رپورٹ	۱۲۵
مصطفےٰ کمال پاشا کی پارلیمنٹ کا اجلاس خصوصی	۸۶	غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا دردناک اپیل	۱۲۹
ترکوں کی پیش قدمی	۵۷	افغانستان کی مراسلت برطانیہ کے نام	۱۳۱
یونانیوں کی پیش قدمی	۵۸	ترکان آل عثمان کی مصیبتیں	[illegible]
معرکہ سکاریہ	۶۲	تین سو سے زیادہ سربرآوردہ ترک	۱۳۳
جنگ سکاریہ کی مفصل کیفیت	۶۵	ایک بیات میں سے پانچ رہ گئے	۱۳۳
مصطفےٰ کمال پاشا انگورا میں	۶۷	۱۰۰ مسلمان کلدار توپ سے اڑا دیئے گئے	۱۳۴
قومی پارلیمنٹ کی تہنیت	۶۷	ایک گاؤں کی تباہی	۱۳۴
غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ	۷۳	عورتوں اور بچوں کی دردناک شہادت	۱۳۹
مصطفےٰ کمال پاشا کو غازی کا خطاب	۷۴	ایک گاؤں کی حسرتناک تباہی	۱۳۹
باب عالی اور مصطفےٰ کمال پاشا	۷۵	بے نظیر سفاکی و غارتگری	۱۴۰
غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا بیان	۷۶	مکانات میں آگ لگا دی گئی	۱۴۰
قسطنطنیہ میں مصطفےٰ کمال پاشا کے پیغامات	۷۷	ایک اور گاؤں میں ظلم	۱۴۱
عزت پاشا کے خیالات	۸۳	قرآن شریف پرزہ پرزہ کر دیا گیا	۱۴۲
مصطفےٰ کمال پاشا اور عصمت پاشا کے خیالات	۸۴		
یونان کی فیاضی	۹۰		
ترکوں کی مزید پیش قدمی	۹۱		
کتاہیہ کا محاصرہ	۹۱		

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سے پہلے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی سوانح عمری کی دو جلدیں لکھی جا چکی ہیں۔ جن میں ان کے ابتدائی حالات اور موجودہ زمانے کے کارنامے علاوہ ازیں آرمینیا اور فرانس کے ساتھ محاربات مکمل اور مفصل طور پر ذکر کئے گئے ہیں اب اس جلد میں جو غازی موصوف کی سوانح عمری کی تیسری جلد ہے۔ صرف جنگ یونان کا شروع سے لے کر آخر تک تذکرہ ہے۔ اس جنگ کے دو دور مقرر کئے گئے ہیں سنہ ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۱ء کا۔ اگرچہ یونانیوں نے ۱۹۱۹ء کے درمیان میں سمرنا میں پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ لیکن اس سال میں قوم پرستوں کی یونانیوں سے کوئی مڈبھیڑ نہ ہوئی۔ کیونکہ اس وقت وہ ایک غیر منظم اور پراگندہ حالت میں تھے۔ اور نہ ہی ان کے سر پر کوئی سردار یا لیڈر تھا۔ اس حال میں صرف ان کی قومیت و جمعیت کی ساخت و پرداخت ہی ہوتی رہی لہٰذا اس دور کو علیحدہ مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ صرف ۱۹۲۰ء کے دور کے آغاز میں ...... بطور تمہید ترکان احرار کے ابتدائی حالات درج کئے گئے ہیں۔

۱۹۲۱ء کے آغاز میں جب ترکان احرار کی حالت بہتر ہو گئی۔ ان کی جمعیت بڑھ گئی۔ اور سامان حرب و ضرب بھی ان کو مہیا ہو گیا۔ اور بالشویکوں کی دوستی بھی ان کو حاصل ہو گئی۔ تب انہوں نے اپنی جنگی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ ایک طرف تو انہوں نے آرمینیا اور فرانس کے برخلاف اعلان جنگ کر دیا۔ دوسری جانب برطانیہ اور ٹرکی سے بھی ان کی خفیف چھیڑیں ہوتی رہیں۔ علاوہ اس کے انہوں نے یونانیوں سے بھی طرح جنگ ڈال دی آغاز جنگ سے لے کر موجودہ وقت تک یعنی دو سال کے عرصہ میں یونانیوں

اور ترکوں کے درمیان بے شمار جنگیں ہوئی ہیں۔ لیکن سب سے بڑی تین لڑائیاں ترکوں نے یونانیوں کے برخلاف لڑی ہیں۔ دو معرکے عسکی شہر پر اور ایک معرکہ شہر سکاریہ پر۔ جو ترکی کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائینگے عسکی کے پہلے معرکے میں یونانیوں نے نقصان ضرور اٹھایا۔ مگر مغلوب نہ ہوا اس معرکے کے بعد یونان نے دول یورپ کے پاس صدائے احتجاج بلند کی۔ کہ صلح کرادی جائے۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے ۱۹۲۱ء کے شروع میں لنڈن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ترکوں اور یونانیوں کے مطالبات پیش ہوئے۔ اتحادیوں نے بہت کوشش کی۔ کہ صلح ہو جائے۔ مگر کانفرنس کو ناکامی ہوئی۔ اور دوبارہ جنگ کا آغاز ہوا۔ اور عنقریب ہی عسکی شہر پر دوسرا معرکہ ہوا +

اس معرکے میں یونانیوں کو کافی سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن اب کی دفعہ وہ اتحادیوں کے پاس صدائے احتجاج لے کر نہ گئے۔ بلکہ وہ مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اس نیت سے کہ وہ ترکوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کر کے ان کے دارالخلافہ انگورا پر قبضہ کر لیں۔ اس خیال کو مدنظر رکھکر وہ انگورہ کی طرف بڑھے۔ ترک اپنی حکمت عملی کی رو سے پیچھے ہٹتے گئے۔ جب یونانی ان کی گرفت میں اچھی طرح آ گئے۔ تب انہوں نے سکاریہ کے مقام پر یونانیوں سے مقابلہ کیا۔ دس دن تک جنگ شدید جاری رہی۔ جس میں یونانیوں نے آخر شکست کھائی۔ اور بھاگ نکلے +

معرکہ سکاریہ میں انہوں نے اپنی رہی سہی پونجی بھی ضائع کر دی۔ کمریں یونانیوں کی شکستہ ہو گئیں۔ ان کے چھکے چھوٹ گئے۔ یونانیوں نے شکست فاش کھائی۔ آگے بڑھنے کا نام تک نہ لیا۔ یونانیوں کی اس شکست کے بعد حالت نہایت ہی ردی اور ابتر ہو گئی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگ سکتا ہے کہ شاہ یونان جو اناطولیہ میں اپنی فوجوں کو لڑانے کے لئے خود موجود

تھا۔ اس شکست کے بعد مایوس اور ہراسان ہو کر یونان میں واپس چلا گیا پھر انہوں نے مصطفےٰ کمال پاشا سے خود بخود صلح کی درخواست کی جس کو مصطفےٰ کمال پاشا نے منظور نہ کیا۔ آخر مایوس ہو کر ایک یونانی وفد وزیر اعظم کی سرکردگی میں یورپ گیا۔ اور اتحادیوں کے دروازوں کو جا کھٹکھٹایا۔ اور الحاح وزاری کے ساتھ یہ آرزو ظاہر کی۔ کہ کسی طرح سے یونان کی ترکوں سے صلح کرادی جائے۔ بعض دول نے تو اس میں دخل دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور بعض نے اس وفد کو کہہ دیا۔ کہ یونان کو اپنے تھوڑے سے ہی علاقہ پر قناعت کرنی چاہئے۔ کیونکہ تھوڑے علاقے کا انتظام اچھی طرح سے ہو سکتا ہے۔ آخر اتحادیوں نے مل جل کر اس بات کا اظہار کیا۔ کہ یونان اور ترکی کی صلح ہی کرا دینی بہتر ہے۔ تاکہ دنیا میں جنگ کا خاتمہ اور امن کا آغاز ہو جائے چنانچہ اس مقصد کے لئے ایک اور کانفرنس جنیوا میں منعقد ہوئی۔ جس میں لندن کانفرنس کی طرح ان دونوں حکومتوں کے معاملات پیش ہوئے۔ لہٰذا لڑائی بند رہی۔ اور یونان ہر طرح سے یہی کوشش کرتا رہا ہے۔ کہ صلح ہو جائے۔ اور دوبارہ لڑائی کا آغاز نہ ہو۔ لیکن ترک اس صلح کانفرنس کے اہتمام کے اثر سے بالکل متاثر نہ ہوئے۔ وہ متواتر اپنی تیاریوں میں مشغول رہے اور موسم بہار کا انتظار کرتے رہے۔ تاکہ وہ ایک فیصلہ کن جنگ کریں ان کو یقین تھا۔ کہ جنگ پھر شروع ہوگی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ لندن کانفرنس کی مانند اس جنیوا کانفرنس میں بھی ان کے مطالبات پورے نہیں ہو سکیں گے۔ اور نہ ہی یونان ان کی شرائط تسلیم کریگا۔

سکاریہ کی جنگ سے پہلے یونانیوں کی پیش قدمی اور پسپائی کی خبریں متواتر آتی رہیں۔ یہ نہیں کہ ایک دن ہو۔ یا دو دن۔ یا ایک ہفتہ یا دو ہفتے بلکہ مسلسل مہینوں تک یہی حالت جاری رہی جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ ترک اب کمزور ہو گئے ہیں۔ اور کوئی دن میں مٹی ہوئی ترکی کی باقی رہی سہی پونجی

بھی نابود ہونے کے قریب ہے۔ ان وحشت آثار خبروں نے تمام دنیا کو متوحش بنا دیا۔ ہر ایک کی آنکھیں اس جنگ کے انجام پر لگی ہوئی تھیں۔ مگر جو ژرف بین ہیں۔ وہ کہتے تھے۔ کہ اس میں کچھ چال ہے اور ایک نہ ایک دن یہ خبر آئیگی۔ کہ وہ یونانی مارے گئے۔ حقیقت میں یہ لوگ سچے تھے۔ آخر سنہ ۱۹۲۱ء میں یونانیوں کی شکستوں اور ہزیمتوں کی خبریں آنی شروع ہوگئیں۔ ترکوں کی پسپائی کسی چال پر تھی۔ دراصل وہ اپنی پسپائی کو بروئے کار لاکر یونان کو اپنی گرفت میں مکمل طور پر لانا چاہتے تھے۔ جب جنگ سکاریہ میں یونانیوں کی مکمل شکست کی خبر آگئی۔ تو وہ حیرانگی اور سراسیمگی جو لوگوں کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ فوراً رفع ہوگئی۔ اور مارے خوشی کے ہر ایک کی زبان سے ذیل کے اشعار جاری ہوتے تھے۔ ؎

خوش کار نامہ ایست کہ آمد برائے کار　　ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند
یابند دست اگر بہ سخن خنجر و کماں　　بر دست و بازوئے تو ہزار آفریں کنند

بہر حال یونان کو ترکی کی سرزمین میں فوجیں اتارنے سے از حد نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اس کی فوج لاکھوں کی تعداد میں کٹ چکی ہے۔ ابتدائے جنگ سکاریہ سے لے کر ۵ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء تک یونانی نقصانات کی تعداد ۶۰ ہزار مقتول سے زیادہ ہے۔ اور باقی اور جنگوں کا حساب درکنار۔

یونانیوں نے دوران جنگ میں اور سمرنا اور تھریس میں پیش قدمی کے موقع پر ترکی کی مسلمان رعایا پر از حد ظلم و ستم کئے۔ بیشمار مسلمانوں کو شہید کیا۔ گاؤں اور شہر لوٹ لئے۔ کئی گاؤں اور شہروں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کردیا۔ ایسی تباہی کبھی کسی حکومت نے کسی ملک میں نہیں کی۔ جیسی یونانیوں نے ترکی میں جی کھول کر کی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ یہ مہذب دنیا کی حکومت ہے۔ جس کو خدا کے واسطے مسلمانوں سے دشمنی سوجھتی ہے۔ ہم نے ان مظالم یونان کو جو اس نے ترکی کی مسلمان رعایا پر توڑے ہیں۔ ایک جگہ جمع کر کے اس کتاب کے آخر

ہیں لکھدیئے ہیں جس کا نام "مظالم یونان مسلمانان ترکی پر" رکھا ہے۔ اس کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ یونانیوں نے کیسے کیسے دلخراش اور خوفناک واقعات ظاہر کئے ہیں +

دنیا کی مہذب قوموں نے یونان کی اس واہی تباہی کی طرف اپنی عنان توجہ منعطف بھی کی تھی۔ اور ایک متفقہ کمیشن بھی اس معاملہ کی چھان بین کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ جس نے اپنی رپورٹ میں یونان کو صاف مورد الزام بنایا۔ مگر یونان کا یہ ظلم و استبداد بند نہ ہوا۔ اب بھی یونانیوں کی یہی عادت ہے۔ کہ جب وہ ایک مقام سے شکست کھا کر بھاگتے ہیں۔ راستہ میں جس قدر گاؤں آتے ہیں۔ سب کو تباہ و برباد کرتے جاتے ہیں۔ اور جلا کر خاک سیاہ کر دیتے ہیں +

آخر میں ہم ناظرین کرام کی آگاہی کے لئے اس قدر بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ فی الحال ہم غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی سوانح عمری کا سلسلہ اس کتاب کے اختتام پر ہی ختم کرتے ہیں۔ جب اور نئے واقعات رونما ہونگے۔ تو وہ بھی انشاءاللہ بشرط فرصت ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیئے جائینگے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ہمارے معزز ناظرین ہمارے ان ناچیز تحفوں کو قبول کرتے ہوئے ہماری اس محنت اور ہمت کی قدر کر کے مشکور فرمائینگے۔ اور ہمیں دعائے خیر سے یاد فرماتے رہا کرینگے۔ فقط

والسلام +

نیازمند

محمد عبداللہ اعوان (منشی فاضل)

مالک اعوان بک ایجنسی لاہور

مصطفےٰ کمال پاشا و یونان

(سنہ ۱۹۲۰ء کا دور)

کتب خانہ [illegible] حیدرآباد دکن

یونان کا قبضہ تھریس اور سمرنا پر جون سنہ ۱۹۱۹ء میں پیرس کی صلح کانفرنس نے سب سے اول اس امر کا اظہار کیا۔ کہ تھریس اور سمرنا ترکی سے علیحدہ کرکے یونان کو دیئے جانے چاہئیں۔ چنانچہ اتحادیوں کو جس قدر علاقہ ترکی کا یونان کے حوالے کرنا مقصود تھا۔ انہوں نے اس کی حد بندی کردی۔ جس کو انہوں نے یونان کی حکومت کے پاس بھیجدیا۔ لیکن یونانی وزیر اعظم ایم وینزیلوس نے اس حدبندی کے متعلق ایک نئی تجویز صلح کانفرنس میں پیش کی۔ جو منظور ہو گئی۔ یہ یونان کے لئے امید کا مقام تھا کہ اب اس سے ترکی کے ملک سے کچھ حصہ مل جائیگا۔ اس امید پر یونان نے اپنی فوجوں کو لیس اور آراستہ و پیراستہ کرکے سمرنا اور تھریس کی حدود پر جمع کرکے بٹھادیا۔ تاکہ جب صلح کانفرنس سے دوسری آواز اُٹھے۔ تو وہ فوراً ان علاقوں پر قابض ہو جائے۔ لیکن ترکوں نے اس تقسیم کو بہت ہی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اتحادیوں کی بے انصافی سے بہت ہی متاثر ہوئے۔ اس وقت ملک میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی۔ جو اس تقسیم کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئی۔ اتحادیوں نے صلح کی ابتدائی شرائط کی رو سے ترکی کو بالکل غیر مسلح کردیا۔ لیکن یہ لوگ ملک کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ اور ملک کو بچانے کا پروپیگنڈہ پھیلانے لگ گئے زیادہ تر تعداد ان لوگوں کی اناطولیہ کی پتھریلی اور سنگلاخ زمین میں تھی۔ ان دنوں مصطفےٰ کمال پاشا اناطولیہ کے کمانڈر تھے۔ قوم پرستوں نے ملکر اُن کی صدارت

میں ایک کانگریس ارض روم میں منعقد کی جس میں حفاظت وطن کے لئے تدابیر کی گئیں۔ ابھی کچھ بہت عرصہ نہ گذرنے پایا تھا۔ کہ ستمبر ۱۹۱۹ء کے آغاز میں صلح کانفرنس کے ایوان کے گنبد سے دوسری آواز گونجتی ہوئی۔ اور بجلی کی طرح کڑکتی ہوئی ٹرکی کے خرمن ہستی پر پڑی۔ جس کو اس نے بالکل جلا کر ملیامیٹ کر دیا۔ یعنی سپریم کونسل کے اجلاس میں مسٹر بجھریل کشن نے اس امر کی سفارش کی۔ کہ یونانی افواج کو مغربی تھریس پر قبضہ کر لینا چاہیئے۔ اور وسطی اور مشرقی تھریس پر برطانیہ۔ فرانس اور اٹلی کو قابض ہونا چاہیئے۔ چنانچہ یونان نے اس آواز کے پیدا ہوتے ہی سمرنا اور تھریس کے علاقوں میں داخل ہو کر ظلم وستم شروع کر دئے۔ یونان کی پیش قدمی کی پہلی خبر بابعالی کو اس وقت ملی۔ جب کہ بابعالی میں وزارت کا اجلاس منعقد تھا۔ اس موقع پر مصطفےٰ کمال پاشا بھی موجود تھے۔ پارلیمنٹ کے اوسان خطا ہو گئے۔ وزراء نے ان سے دریافت کیا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ ہمت اور دلیری سے کام لینا چاہیئے۔ اور اعداء کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ تب مصطفےٰ کمال پاشا حیران اور ششدر دل میں یہ خیال کئے ہوئے اناطولیہ میں آگئے۔ کہ وہیں بیٹھ کر قوم کو جمع کر کے اتحادیوں کی اس کارروائی کی مخالفت کرنی چاہیئے۔ اور ملک کو اعداء کے ہاتھوں سے بچانے کی کوئی تجویز کرنے کے لئے اپنی اس جائز تحریک کی بنیاد ڈالنی چاہیئے۔ لیکن اس وقت غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے دل میں یہ خیال بھی گذرا کہ وہ پیچھے ہٹ جائیں۔ کیونکہ دشمن عوام میں یہ زہر پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اتحادیوں کی طرف سے جو سختیاں ٹرکی کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ وہ محض انہی کے باعث سے ہیں۔ لیکن ان کو پھر یہ خیال آیا۔ کہ اگر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ تو لوگ یہ سمجھ لینگے۔ کہ انہیں ٹرکی کے مستقبل سے مایوسی کی جھلک نظر آگئی ہے۔ بدیں وجہ انہوں نے لوگوں کی مخالفت کے خیال کو دل سے محو کر دیا۔ اور اپنی تحریک کو ترقی دینے میں مصروف ہو گئے۔ درحقیقت قوم پرستوں کی حقیقی تحریک اسی وقت سے شروع ہوئی۔ بعد ازاں مصطفےٰ کمال پاشا کی صدارت میں قوم پرستوں کی ایک کا

سیواس بھی منعقد ہوئی۔ جس میں ملک کو بچانے کی تدابیر پر غور کیا گیا۔ اور امریکہ سے یورپ کی جابرانہ پالیسی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ قوم پرستوں کی طرح یہ خبر سنکر مسلمان عالم کو بھی چین نہ تھا۔ انہوں نے بھی اس پیش قدمی کے خلاف اور ان دونوں علاقوں کی ٹرکی سے علیحدگی کے متعلق نہایت ہی زور سے صدائے احتجاج بلند کی۔ مگر اتحادیوں نے اس کی طرف مطلق کان نہ دھرے۔ یورپ میں تو یہ معاملہ تھا کہ "طوطی کی آواز کون سنتا ہے نقارخانے میں"۔ یورپین طاقتوں کو اپنے مطلب سے غرض تھی۔ دوسرے چیخنے چلانے والے بھاڑ میں جائیں۔ اور تو اور خود ٹرکی میں تھریس اور سمرنا میں یونانی پیش قدمی اور قبضہ کے متعلق سخت ہی اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی مگر بیچارے ترکوں کی کوئی پیش نہ گئی۔ نہ تو یونانیوں نے ان علاقوں میں اپنی پیش قدمی کو بند کیا۔ اور نہ ہی اتحادیوں کی طرف سے ہی کوئی کارروائی یونانیوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے ظہور پذیر ہوئی ۔

قوم پرست یورپ کی شہنشاہیت کا مقابلہ کرنے پر تل گئے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے سیواس کے جلسے میں عہد و پیمان باندھے تھے چنانچہ وہ مصطفےٰ کمال پاشا کے جھنڈے تلے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن غازی موصوف کے پاس اس قدر فوج نہ تھی۔ اور نہ ہی اتنا ساز و سامان تھا کہ وہ آگے بڑھ کر یونان کی پیش قدمی کو روکتے اور نہ ہی ان دنوں میں ان کو کسی قسم کی امداد ملنے کی کوئی امید تھی۔ لہذا وہ یونانیوں کی مزاحمت کے لئے آگے نہ بڑھے بلکہ ملک کے اندرونی حصے میں چلے گئے۔ اور کسی بہتر موقع کا انتظار کرنے لگے۔ اور لوگوں کو جمع کرنے اور ان کو باقاعدہ سپاہی بنانے میں مشغول ہوئے۔ اس اثناء میں انہوں نے بالشویکوں سے رابطہ اتحاد و ضابطہ اتفاق قائم کیا۔ بالشویکوں نے بھی ان کو مدد دینے کا اقرار کیا۔ جیسا کہ آپ اس کتاب کے پہلے حصے میں پڑھ آئے ہیں۔ علاوہ بریں مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنی [illegible] کو اردگرد کے ممالک میں وسیع کرنا شروع کر دیا۔ اور لوگوں کو اس اتحاد و اتفاق کی طرف بلانے لگے مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنی اس جائز کارروائی کا

مرکزِ اناطولیہ کی سنگلاخ زمین میں مقر کیا۔ یہ علاقہ اتحادی افواج کی نگرانی سے محفوظ تھا۔ کیونکہ اس جگہ اٹلی نے بغرض قبضہ اپنی افواج کو نہ بھیجا تھا۔

ان ایام میں تھریس کی ترکی افواج کے کمانڈر کرنل جعفر نیار تھے۔ جن کا ہیڈ کوارٹر ایڈریانوپل تھا۔ ان کو قسطنطنیہ کی طرف سے یہ احکام موصول ہوئے۔ کہ وہ غیر مسلح ہو کر تا فیصلہ صلح کانفرنس اتحادیوں سے پیکار و کارزار کا خاتمہ کر دیں۔ لیکن انہوں نے ایسے احکام کی تعمیل سے انکار کیا۔ اور دھمکی دی۔ کہ وہ بھی محرکان احرار کی تحریک میں شامل ہو کر مخالفت کا جھنڈا بلند کر دینگے۔ چنانچہ جعفر نیار نے شہر کے اعیان و اکابر کو بلا کر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی۔ جس میں یہ تجویز منظور ہوئی۔ کہ صوبجات سمرنا اور تھریس کے مجوزہ یونانی قبضہ کی بزور اسلحہ مخالفت کی جائے۔ مشرقی تھریس میں یونانیوں کے مقابلہ کے لئے آٹھ ہزار فوج موجود تھی۔ پس جعفر نیار نے اعلان کر دیا۔ کہ قسطنطنیہ سے تاروں وغیرہ کا سلسلہ منقطع کر دیا جائے۔ اور علانیہ یونانی پیش قدمی روکنے کے لئے میدان میں نکل آئے۔ اس اثنا میں یونانیوں اور بلغاریوں کے درمیان بھی کچھ جھڑپیں ہوئیں۔ کیونکہ بلغاریہ اس وقت کرنل جعفر نیار کی خفیہ امداد کرتا تھا۔ چنانچہ ۵ ہزار باقاعدہ سپاہی بلغاریہ نے قوم پرستوں کی مدد کے لئے یمرغاص اور بزدتا کے اضلاع میں جمع کئے۔ اور سامان حرب سے بھی مدد دی۔ کرنل جعفر نیار نے کچھ عرصہ تک یونانیوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن بدقسمتی سے کرنل جعفر نیار کی جد و جہد کے لئے یورپ کی سرزمین میں صرف ایک محدود قطع تھا۔ جہاں مصروف پرخاش رہ کر وہ بلغاریہ کی امداد کے سوائے اور کوئی بیرونی امداد کسی صورت سے حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ پس یہی وجہ کہ کرنل جعفر نیار یونانی دباؤ کا دیر تک مقابلہ نہ کر سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انہوں نے چند لڑائیوں کے بعد یونانیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ تب یونانیوں کی پیش قدمی میں مزید رکاوٹیں حائل نہ ہوئیں۔ اور وہ درانہ ایشیا کوچک میں گھستے چلے گئے۔ جہاں انہوں نے سمرنا پر قبضہ کر لیا۔ اس پیشقدمی اور قبضہ کے دوران میں یونانیوں نے بیحد

ظلم و ستم ڈھائے۔ جن کو پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ان مظالم کا ذکر علیحدہ کیا جائیگا۔

مصطفےٰ کمال پاشا کا حملہ

کرنل جعفر طیار اپنی مجبوریوں کے باعث مغلوب ہوا۔ اور یونانیوں نے تھریس اور سمرنا کے علاقوں میں اپنے قدم جمالئے۔ مصطفےٰ کمال پاشا اس اثنا میں بڑی شدومد سے فوج کو تیار کرنے میں مشغول تھے انہوں نے وقت کی خوب قدر کی۔ اور جس قدر فائدہ حاصل کرنا چاہئیے تھا۔ انہوں نے فائدہ اس وقت فرصت سے اٹھایا۔ ان کو کب چین اور اطمینان نصیب تھا۔ کہ ترکی کے زریں علاقے یونان نے لے لئے۔ جب وہ اپنی تیاریوں میں مکمل ہو چکے تو انہوں نے آرمینیا اور فرانس سے حالت جنگ ہونے کے باوجود سمرنا کو جو اناطولیہ کی سرزمین میں واقع ہے۔ یونانیوں پر حملہ کر دیا۔ تاکہ یونانی آبادی کی تباہی و بربادی کر دیں۔ طرفین میں شدید مگر فیصلہ کن جنگ ہوئی مصطفےٰ کمال پاشا نے اس امر کا بھی فیصلہ کیا۔ کہ سلطان کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے پھر انہوں نے آئین پسندوں کے برخلاف بھی اعلان جنگ کر دیا۔

یونانیوں کی جارحانہ کارروائیاں

قوم پرستوں کے اس حملے نے یونانیوں میں سخت خوف و خطر پیدا کر دیا۔ جس سے عام حالت غیر منتظم ہو گئی۔ تب یونانیوں نے قوم پرستوں کے خلاف ۲۲ جون سنہ ۱۹۲۰ء سے جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ یونانیوں کی اس کارروائی کی وجہ موسیو وینزیلوس نے یہ بتائی۔ کہ دول متحدہ کی عدم سرگرمی کے باعث مصطفےٰ کمال پاشا نے اتحادیوں کے کمزور ترین مقام پر حملہ کر دیا۔ اور اناطولیہ میں یونانی یورش کا صرف یہی مقصد تھا۔ کہ ان ترکوں کو جو اناطولیہ کو معرض خطر میں ڈالنا چاہتے تھے۔ شکست دی جائے۔

یونانیوں نے قوم پرستوں کی فوج کو جو اخیسر کی نواح میں جمع ہوئی تھی۔ بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا دیا۔ اور اخیسر پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں یونانیوں نے شمال کی جانب پیش قدمی کی۔ اور فلاڈیلفیہ میں ترکی آرمی کور کو محصور کر لیا۔ جہاں آٹھ ہزا

ترک گرفتار ہوئے۔ اس کے بعد یونانی فوجوں نے آگے بڑھ کر سلیگی پر قبضہ کرلیا اس مقام پر بھی توپوں اور قیدیوں کی کثیر تعداد یونانیوں کے ہاتھ آئی۔

زان بعد یونانی سرکاری خبر سے معلوم ہوا۔ کہ یونانیوں نے چہار اطراف سے بڑھ کر سوما۔ بہائیگو، مندھارا۔ اور کلاڈس ڈکلیوس کے مقامات پر حملہ کیا۔ جہاں شدید مزاحمت کے باوجود یونانیوں کا قبضہ ہوگیا۔ ان لڑائیوں میں غنیم شدید نقصان اٹھا کر بے ترتیبی سے پسپا ہوا۔ اور یونانیوں کے ہاتھ کچھ قیدی اور توپیں آئیں۔

اس طرح سے یونانیوں کی جارحانہ کارروائیاں اضیسر سے لیکر رومیلیہ تک پھیل گئیں۔ محاذ بھی ۵۰ میل تک قائم ہوگیا۔ اس میں یونانیوں کا نصب العین افیون قرہ حصار تھا۔ جو ایشیائے کوچک کا وسطی ریلوے سٹیشن ہے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کی تمام جارحانہ کارروائیاں یونانیوں نے روک دیں۔ علاوہ ازیں چناق پر بھی یونانیوں کا قبضہ ہوگیا۔

یونان نے ایک سرکاری اعلان میں ظاہر کیا۔ کہ بالک حصار پر بھی یونانیوں کا قبضہ ہوگیا تھا۔ اور دشمن کی فوجیں بے ترتیبی سے بروصہ کی طرف بھاگ گئیں۔ نیز یہ بھی امید نہیں۔ کہ قوم پرست شمالی محاذ پر کسی قسم کی مزاحمت کریں۔ اس اعلان میں یہ بھی مرقوم تھا۔ کہ ۲۲ جون سے یونانی ایک سو بیس کیلومیٹر آگے بڑھ گئے ہیں۔

جب یونانی پیش قدمی کا ایشیائی دائرہ سوما، اخیسر اور کلیس سے تجاوز کر گیا۔ تو یونانیوں نے مزید پیش قدمی روک لی۔ تاکہ اس علاقے کو مستحکم کر لیں۔

۴۔ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء کو ایک قسطنطنیہ کی خبر لنڈن کے ذریعے سے آئی۔ کہ یونانیوں نے جمعہ کے روز بلا مزاحمت پندرمہ پر قبضہ کر لیا۔ برطانی اور فرانسیسی جنگی جہازوں کی پناہ میں یونانی فوجیں ساحل پر اتر کر جنوب کی طرف روانہ ہوگئیں۔ یہ فوجیں یونانی پیش قدمی کرنے والی گارد سے بمقام اوشی پکائی جو بالک حصار سے ۵ میل

شمال کی جانب واقع ہے۔ جا ملیں۔

بعد میں ۱۳- جولائی سنہ ۱۹۲۰ء کو یونانی سرکاری اعلان سے معلوم ہوا کہ ایشیائے کوچک میں کارروائیوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

مصطفےٰ کمال پاشا کی حکمت عملی اگرچہ یونانیوں نے ایشیائے کوچک اپنی کارروائیوں کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن قوم پرست ترک اپنی تیاری مکمل کرنے میں مصروف تھے۔ اس اثنا میں معزز ترک استنبول سے برابر اناطولیہ کرتے رہے چنانچہ سابق وزیر علی رضا پاشا بھی مصطفےٰ کمال پاشا کی فوج سے جا ملے۔ ترکی محبوسین جنگ مصر سے واپس آکر سفر میں اور اناطولیہ کی طرف چلے گئے۔ تاکہ یونانیوں کے برخلاف قوم پرستوں سے ملکر جنگ کریں۔

متذکرہ بالا خبریں یونانیوں کے ذریعے سے ہی موصول ہوئیں تھیں۔ جن کو یونان نواز خبریں کہنا موزون ہوگا۔ جن میں محض یونانی تحریک کی نشر و اشاعت مد نظر تھی۔ یونانی فوجیں تو پہلے ہی سے حدود سمرنا میں داخل ہو چکی تھیں۔ اگر یونانیوں کی ان فتوحات کو درست مان بھی لیا جائے۔ تو پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا کی فوجی حکمت عملی اس میں مخفی تھی۔ جس کا یہ مقصد تھا۔ کہ یونانیوں کو ڈھیل دی جائے۔ تاکہ وہ سلسلہ رسل و رسائل کے طویل ہو جانے سے اپنی بہت زیادہ افواج کو کام میں لا سکیں۔ اس کے بعد ترکوں کے متفرق جنگجو دستے ان فوجی دستوں پر گھات سے نکل کر حملے کر سکیں۔ کیونکہ اس قسم کی جنگ کے لئے یہی طریق کار مناسب تھا۔

یونانی دروغ بافی اس وقت یونانیوں نے ساحل سے پہلو تہی کی۔ اور زیادہ تر وہ شمال و جنوب میں پیش قدمی کرتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ مشرق کی جانب ان کی پیش قدمی صاف طور پر رک گئی تھی۔

جو حالات کا موازنہ کر سکتے ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ قوم پسندوں کی تمام افواج ان علاقوں میں جن پر یونانی اپنی پیش قدمی کے بعد قبضہ لے چکے تھے۔

اتنی بھی نہ تھی۔ جتنی کہ یونانیوں نے اسیران جنگ کی تعداد بتائی۔ اور جس فوج کے نیست و نابود کرنے کا ان کو دعویٰ تھا۔ اور جس زبردست فتح پر وہ بغلیں بجاتے تھے۔ وہ گرفتاریوں کی طرح محض ایک افسانہ ہی تھا۔

بیشک یہ ایک افسانہ ہی ہوگا۔ کیونکہ جو خط مصطفےٰ کمال پاشا نے سلطان المعظم کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے جس قدر بھی خبریں ہم پڑھ آئے ہیں۔ وہ صداقت سے معرا تھیں۔

اس خط میں غازی موصوف نے سلطان المعظم کو ایک سردار کے طور پر خطاب کیا۔ اور عرض کیا۔ کہ وہ قوم پرست ترکی افواج کو اپنی فوجیں سمجھیں۔ قوم پسندوں کی سپاہ کی حالت نہایت ہی عمدہ ہے۔ گو یونانیوں کا سرکاری اعلان اس کے بالکل برعکس ہے۔ انہوں نے ساتھ ہی اس کے یہ بھی خوشخبری دی۔ کہ قوم پرستوں نے تین ہزار یونانی گرفتار کئے ہیں۔ جن میں دو یونانی جرنیل بھی ہیں۔ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ کرد اور عرب اور عراق عرب کے باشندے قوم پرستوں کی امداد کے لئے کوئی دن میں کمک لے کر آنے والے ہیں۔ اور اگر فرانس نے عربی علاقہ کی طرف قدم بڑھائے۔ تو ترک عربوں کو ان کے مقابلہ کے لئے امداد دینگے۔

بیکوس پر ترکی قبضہ

بعد ازاں ایک اور خبر آئی۔ کہ بیکوس میں جو تھریشیہ کے بالمقابل آبنائے باسفورس پر واقع ہے۔ جہاں اعلیٰ برطانی کمشنر مقیم ہے۔ یونانی افواج ان ترکوں کو سزا دینے کے لئے بھیجی گئی۔ جنہوں نے وہاں کے باشندوں کو سزا دی تھی۔ برطانوی جنگی جہازوں نے اس جگہ پر گولہ باری کی۔ مگر ایسی حالت کے باوجود اتحادی افواج تمام قوم پسندوں کو بیکوس پر قابض چھوڑ کر پسپا ہوگئیں۔ ترکی حلقوں میں یہ خبریں بھی مشہور تھیں۔ کہ قوم پرستوں نے یونانیوں سے سالیلی اور الاشہر چھین لیا۔ جو سمرنا اور افیون قرہ حصار کے درمیان ریلوے اسٹیشن پر واقع ہے۔

قوم پسندوں کی فتح

یکم اگست سنہ ۱۹۲۲ء کو ایک یونانی سرکاری اعلان نے ظاہر کیا۔ کہ علاقہ لفنیا میں بیشمار غنیم کی فوجوں نے جو آرمینیا سے جمع ہوئی تھیں۔ ایک یونانی بٹالین پر حملہ کیا۔ جو تمام دن مقابلہ کرنے کے بعد پسپا ہونے پر مجبور ہوئی۔ اس لڑائی میں ان کے ۵۰ آدمی مقتول اور ۱۰۰ زخمی ہوئے۔ لیکن غنیم کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ اور اس نے تعاقب کی بھی کوشش نہ کی ✦

قوم پرستوں کی سرگرمیاں

اس کے بعد ترک قوم پرستوں نے اپنی بیس بیس ہزار کی دو فوجوں کی اصلاح کر لی۔ ایک حصے کا کمانڈر نورالدین پاشا مقرر ہوا۔ جو ٹیفون کی جنگ میں ترکی سپہ سالار تھا۔ اور دوسرے حصے کا علی فواد پاشا جو پہلے بیوسن میں ترکی آرمی کور کا کمانڈر تھا ✦

بیشک قوم پرست بلا کسی خوف و خطر کے اپنی قومی عزت پر اپنی عزیز ترین جانوں کو قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ مشہور و معروف ترکی قوم پرست و فدائے قوم خاتون خالدہ ادیب خانم نے لکھا کہ "ہمارے جن بھائیوں کو ہمارے ساتھ ہمدردی ہے۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہئیے۔ کہ ہم اپنے خالص اسلامی اور ترکی گھروں کو یوں آسانی کے ساتھ یونانیوں یا آرمینیوں کے ہاتھوں میں نہ جانے دینگے۔ اور ان کو پورے طور پر ذہن نشین کر لینا چاہئیے۔ کہ ترکوں کا وجود صفحات تاریخ پر ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ رہیگا"

(جس قوم کی عورتوں میں اس قسم کے شریفانہ اور بہادرانہ خیالات پیدا ہو جائیں اور جس قوم کی خواتین ناقابل برداشت تذلیل و توہین سے تنگ آ کر میدان جنگ میں نکل پڑیں۔ اس قوم کی ترقی اور کامیابی میں کوئی شک نہیں ہو سکتا)

یونانی ترکوں سے لڑنے اور اوچاق لینے کے لئے فوجیں جمع کرتے رہے۔ اور ترک بھی معقول تعداد میں فوجیں لاتے رہے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ خاص سمرنا ہی میدان جنگ بنے گا۔ اس وقت یونانیوں کو آگے بڑھنے

کی ہمت نہ ہوئی۔ لیکن ترک برابر اپنی تیاریوں میں مصروف رہے۔ جس سے اُن کی پوزیشن حملہ آوروں کی سی ہو گئی۔ انور پاشا اور مشرقی اناطولیہ کے کمانڈر چاہتے تھے۔ کہ تمام فوجوں کا رخ کاکیشیا اور عراق کی طرف کر دیا جائے۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا کا عزم تھا۔ کہ سمرنا میں یونان کو ٹھیک کیا جائے +

مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان .... حکومت انگورا نے مسلمانانِ ایشیائے کوچک کے نام ایک طویل مراسلہ شائع کیا۔ جس میں اتحادیوں اور یونان پر سخت الفاظ کی بوچھاڑ کی گئی۔ یہ اعلان پڑھا گیا۔ اور مساجد میں باشندوں کو سنایا گیا۔ اس کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

انگلستان نے اپنے رویہ سے ہم کو یہ یاد کر دیا۔ اس نے ہمارے بھائیوں میں تفرقہ ڈال دیا۔ اور ہمارے خلاف یونانی فوجوں کو روانہ کر دیا۔ تمام مسلمانوں کو جاننا چاہئے۔ کہ اس وقت دنیا انگلستان کے زیر حراست ہے۔ اور انگلستان ہماری قوم کو صفحہ ہستی سے دور کرنا چاہتا ہے +

یونان کی فراری علاقہ ارچک میں یونانی سپاہ بہت بڑی تعداد میں احرار ترکوں کے خلاف حملہ آور ہوئی۔ یونانیوں نے اپنی حرکات کو پوشیدہ رکھنے کی بہت کوشش کی۔ مگر ترکوں کو اس راستہ کا جو پہاڑیوں میں چھپا ہوا تھا علم ہو گیا انہیں دیکھتے ہی یونانی سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ احرار ترکوں نے ارچک میں حفاظتی تدابیر اختیار کیں +

یونانی خندقوں پر احرار کا قبضہ مقامات مارٹی سرائے کوئی۔ اور اوناق چی کے قریب کے ترکوں اور یونانیوں کے درمیان خوب معرکہ آرائی ہوئی۔ ترکوں نے ایک زبردست حملہ کر کے یونانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور انہیں دم دبا کر بھاگنا پڑا۔ بعد ازاں یونانیوں نے مقام اوناق چی پر پھر حملہ کیا۔ مگر احرار ترکوں نے فوراً انہیں حملہ کر کے انہیں بھگا دیا۔ اور ان کی خندقوں پہ قبضہ کر لیا +

یونانیوں کی شکست قوم پرستوں اور یونانیوں کے درمیان ارسلان [illegible] کے

مقام پر بڑے زور سے جنگ ہوئی۔ یونانی غازیان اسلام سے نبرد آزمائی کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلے۔ ترکان احرار کا اس شہر پر قبضہ ہوگیا۔ جس کو انہوں نے آگ لگا دی ۔

بعد ازاں یونان کی کثیر التعداد فوج نے پھر بہادران اسلام کو گھیر لیا۔ لیکن اللہ کے فضل سے یونانیوں نے پھر شکست کھا کر کثیر نقصان اٹھایا۔ تب غازیوں نے ارادہ کر لیا۔ کہ زنگوں کے مقام کو آگ لگا دیں۔ جہاں یونانی بے شمار تعداد میں آباد تھے۔ پھر ترکان احرار کی فوجوں نے انسق کو فتح کر کے یونانیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ ازاں بعد غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی افواج نے مغرب کی جانب پیش قدمی کی ۔

مصطفیٰ کمال پاشا کا ہوائی حملہ

اس اثنا میں یونان میں عام ملکی انتخابات شروع ہوگئے۔ جس میں وزیر اعظم یونان ایم وینزیلوس کو عہدہ وزارت سے معزول کرنے کی تجاویز پیش ہوئیں۔ اور اس کی جگہ سابق وزیر گونارس طرفدار جرمنی کو تجویز کیا گیا موخر الذکر وزیر کی طرفدار پارٹی کامیاب ہوگئی۔ نیز یہ بھی سوال پیدا ہوا۔ کہ قیصر جرمنی کے بہنوئی معزول شاہ قسطنطین کو پھر یونان کے تخت کے لئے منتخب کیا جائے۔ جو یورپ کی جنگ عظیم کے بعد ملک میں ایک سیاسی انقلاب پیدا ہو جانے کی وجہ سے تخت چھوڑ کر گوشہ نشین ہوگیا تھا۔ چنانچہ ان انتخابات نے ملک میں تہلکہ ڈال دیا۔ اتحادیوں کو بھی اندیشہ لاحق ہوا۔ کہ اس وقت تک ایم وینزیلوس کی رفاقت سے یونان کے ذریعہ جو اغراض پورے کئے گئے تھے۔ ان میں ان کو ناکامیابی کی صورت نظر آگئی۔ نیز یونانی افواج میں بھی نااتفاقی پھیل گئی۔ مصطفیٰ کمال پاشا ایسے نہ تھے۔ کہ وہ یونانیوں کی پارٹی بازی سے فائدہ نہ اٹھاتے چنانچہ انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہوائی جہازوں کی کارروائی کے بعد بروسا کے محاذ پر شدید جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ یونانیوں نے تین شہر یعنی یونس شہر یعنی غول۔ اور سچاپے خالی کر دیئے ۔

شاہ قسطنطین کی مراجعت عام انتخاب میں ایم وینزیلوس کو شکست ہوئی۔ وہ تو استعفیٰ داخل کر کے بوریہ بستر باندھ کر نیس کی طرف روانہ ہوا۔ نئی حکومت نے سابق حکومت کے روبرو حلف اٹھایا۔ اور شاہ قسطنطین کے حق میں گرم جوشی کے اظہار کئے گئے مسلح پولیس نے بھی حامیان قسطنطین کے ہمنوا ہو کر شاہ قسطنطین کے اعزاز میں ایک ترانہ گایا۔ لیڈروں کی کثرت رائے بھی شاہ کے حق میں تھی۔ وزیر اعظم نے شاہ کو سوسرن میں تار دی۔ کہ یونانی شہزادے مثل دیگر یونانیوں کے ملک میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز وزارت نے ۲۸۔ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء کی تاریخ شاہ موصوف کی واپسی کے لئے مقرر کر دی۔ لیکن وہ مقررہ تاریخ تک واپس نہ آئے۔ بلکہ یہ جواب دیا۔ کہ جب تک ان کی بحالی کے لئے رائے عامہ حاصل نہ ہو گی۔ وہ واپس نہیں آ سکتے۔ بعد میں وزارت نے دوبارہ شاہ کو اس امر کے متعلق اطلاع دی۔ کہ رائے عامہ اس کی واپسی کے متعلق حاصل ہو چکی ہے۔ تب شاہ موصوف نے اپنی واپسی پر اظہار رضامندی کیا۔ اور ۱۹۔ دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء کو ایتھنز میں داخل ہو کر تخت یونان پر جلوہ گر ہوئے۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۲۱ء کو ان کے عہد میں پہلی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔

(سنہ ۱۹۲۱ء کا دور)

شاہ قسطنطین کا زمانہ اب سال نو یعنی سنہ ۱۹۲۱ء کا آغاز ہے۔ اور شاہ قسطنطین یونان کے تخت پر جلوہ گر ہے۔ اس کا عہد بھی نیا اور پارلیمنٹ بھی نئی۔ اس پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس یکم جنوری کو ہوا۔ یونان کی پبلک کو امید تھی۔ کہ شاہ قسطنطین کے تخت پر بیٹھتے ہی ترکوں سے صلح کر کے ان کی رضا اور خوشی سے تھریس اور سمرنا ہم اپنے قبضہ میں رکھ سکیں گے۔ مگر شاہ قسطنطین کی پالیسی اتحادیوں کی پالیسی سے کم نہ تھی۔ اگر موسیو وینزیلوس [illegible] کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا۔ تو یہ بھی اس سے کم نہ تھا۔ خون چکاں تلوار [illegible]

ے کر تخت نشین ہوا۔ بجائے اس کے کہ لڑائی اس کے عہد میں بند ہو جاتی۔ ترکان احرار سے صلح کر لیتا۔ اس نے لڑائی کا آغاز از سر نو کیا۔ اور نہایت ہی شد و مد سے تیاری کر کے میدان جنگ میں نکلا۔ مگر یونانیوں کی کیا حقیقت تھی۔ کہ ترکوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ یونانیوں کی قسمت میں شکستیں ہی لکھی تھیں۔ مصطفٰے کمال پاشا کی مکمل تیاری تھی۔ یونانیوں کو ہر معرکہ میں بھاگنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ شاہ قسطنطین باوجود ہزیمتوں کے لڑائی پر زور دیتا تھا۔ مگر اتحادیوں کی حالت دگرگوں ہی تھی۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ صلح نامہ میں ترمیم ہو جائے۔ اور تھریس اور سمرنا کے علاقے ترکوں ہی کے پاس رہنے دیئے جائیں۔ اور یونان اور قوم پرستوں کے درمیان صلح ہو جائے۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے ایک کانفرنس لنڈن میں ماہ فروری میں منعقد ہوئی۔ اس کا ذکر آگے چلکر علیحدہ کیا جائے گا۔ اس جگہ ہم کو صرف ترکان احرار اور یونان کی جنگوں کا ہی ذکر کرنا مقصود ہے۔

کمال پاشا کی تیاریاں

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پچھلے دنوں جب کہ یونان میں تخت حکومت کا تنازعہ تھا۔ اور موسیو وینزیلوس شاہ قسطنطین کی واپسی کی مخالفت کرتا تھا۔ لڑائی بند تھی۔ شاہ قسطنطین نے تخت پر بیٹھتے ہی لڑائی کا میدان گرم کر دیا۔ لیکن اس اثنا میں مصطفٰے کمال پاشا نے حملے کے تمام سامان مکمل کر لئے۔ چنانچہ غازی موصوف نے اسمد اور سمرنا میں احرار ترکوں کی فوجیں جمع کر لیں۔ تاکہ یونانی افواج پر زبردست جارحانہ حملہ کرے بالشویکوں نے بطور امداد ۳۰ ہوائی جہاز۔ ۲۰ مسلح موٹر گاڑیاں۔ اور باربرداری کے لئے بہت سی لاریاں دیں۔ پھر قسطنطنیہ سے یہ خبر ملی۔ کہ بلغاریہ بھی کمال پاشا کے نظام عمل کے ساتھ اتحادیوں کے مخالفات پر کام کر رہا ہے۔ اور اتحادیوں کو ایک خط لکھا۔ کہ بحیرہ ریجیین میں ایک بندرگاہ بنوایا جائے علاوہ ازیں قسطنطنیہ کی ایک خبر نے ظاہر کیا۔ کہ ایک طاقتور یونانی فوج بروصہ کی حوالی میں چکر کاٹتی رہی۔ شاید اس مظاہرہ کا یہ مقصد ہو گا۔ کہ

ترکوں پر اس امر کو روشن کیا جائے۔ کہ شاہ قسطنطین کی واپسی سے ایشیائے کوچک اور یونان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دیگر خبروں سے اس امر کی تصدیق ہوتی تھی۔ کہ غازی مصطفٰے کمال پاشا بڑے پیمانہ پر سمرنا کے خلاف ایک زبردست حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ۴۶ سال کی عمر کے تمام آدمیوں کو فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ اندرون اناطولیہ میں فوجیں کثرت سے جمع ہوئیں۔

یونانی جارحانہ کارروائی

پس دوبارہ لڑائی شروع ہو گئی۔ یونانی جنرل اسٹاف نے ایک سرکاری کمیونیک شائع کی (جو لنڈن سے گیارہ جنوری کو ہندوستان میں پہنچی) کہ سمرنا کے مشرق میں یونانیوں نے قوم پرستوں پر ایک طاقتور حملہ شروع کیا۔ اور پہلے معرکہ میں انہوں نے دو سو قیدی اور کچھ اسلحہ حاصل کئے اس معرکہ میں قوم پرستوں کو بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹنا پڑا۔ لہٰذا ریلوے پر اور قرہ کوئی پر بھی یونانیوں نے قبضہ کر لیا۔ اسی تاریخ کی قسطنطنیہ کی ایک خبر میں بیان کیا گیا۔ کہ یونان نے سرو شک کی طرف جارحانہ کارروائی کرنے کی تیاریاں کیں۔ اور جنرل پاپولاس کا عملہ بروصہ چلا گیا۔ ترکوں اور یونانیوں کے درمیان علاقہ مینڈا میں مقابلہ ہوا اور بہت سے مجروحین سمرنا پہنچے۔ اس کے بعد شاہ قسطنطین نے بھی ایشیائے کوچک میں جانے کی ٹھانی۔ لیکن اسلامک نیوز لنڈن نے ان خبروں کی تردید کر کے حسب ذیل خبر دی" جنرل پاپولاس مع اسٹاف کے میدان جنگ میں روانہ ہو گئے۔ ترک احرار یونانیوں پر جا بجا حملہ کر رہے ہیں۔ ایشیائے کوچک میں یونانیوں کے پاس اس وقت جتنا علاقہ ہے۔ وہ اس حدود سمرنا سے بہت زیادہ ہے۔ جن کی معاہدہ سیورے میں تصریح کی گئی ہے۔ اور جنوب میں ترک شہر سمرنا سے تقریباً ۵۰ میل پر ہیں۔ پچھلے معرکوں کی رپورٹیں اچھی ہیں۔ جو بروصہ کے مشرق اور سمرنا سے تقریباً دو سو میل شمال مشرق میں وقوع پذیر ہوئے ہیں" یہ خبر ظاہر کرتی ہے۔ کہ یونانیوں کے حملہ کی جو خبریں آئیں۔ وہ سب مدافعانہ پہلو رکھتی تھیں۔ نہ کہ جارحانہ۔ اور

ترکوں کی پیش قدمی برابر جاری تھی۔

اسلامبول اور انگورہ میں خوشیاں

اسلامک نیوز نے بروصہ سے متعلق صرف یہی لکھا۔ کہ بروصہ کی رپورٹیں اچھی ہیں۔ لیکن یہ بات پایہ ثبوت کو نہ پہنچی۔ کہ آیا غازی مصطفٰے کمال پاشا کی فوج نے بروصہ کے محاذ پر یونانیوں کو شکست دی۔ ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے۔ کہ شائد یونانی فوج اپنے خط مصاف سے عمداً پیچھے ہٹ آئی ہو۔ بہرحال احرار اسلام کی اس شاندار کامیابی پر اسلامبول اور انگورہ میں خوشی کے شادیانے بجائے گئے۔

عسکی شہر کا معرکہ

اس کے بعد قسطنطنیہ سے یہ خبر آئی۔ کہ یونانیوں نے ایک وسیع پیمانہ پر جارحانہ کارروائیاں کیں جس سے یہ توقع تھی۔ کہ یونانی عسکی شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش کرینگے۔ جو مصطفٰے کمال پاشا کا ایک اہم مرکز اور انگورہ ریلوے کا انتہائی اسٹیشن ہے۔ لیکن یونان کے برخلاف ترکوں نے بڑی سرگرمی دکھائی۔ اور میدان جنگ میں زبردست کمک بھیجدی۔ ترکوں نے عسکی شہر کی حفاظت کے لئے شہر کے اردگرد خندقیں کھودلیں۔ بلکہ مصطفٰے کمال پاشا قائد اعظم بذات خود میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔ عسکی شہر کے شمال مغرب میں ترکوں اور یونانیوں کا مقابلہ ہوا۔ جس میں یونانیوں نے شکست کھائی۔ اور تمام محاذ پر شدید نقصانات اٹھاکر پسپا ہوگئے۔ ترکوں نے آٹھ سو یونانی گرفتار بھی کرلئے۔

اس جنگ عظیم کی تفصیل دار ولایتی اخباروں نے یوں خبر دی۔ کہ عسکی شہر کی طرف یونانیوں کی فوج ٹڈی دل کی طرح روانہ ہوگئی۔ ترکی فوج نے عظمت کی کمان میں دو روز تک یونانیوں کا دلیری۔ جانبازی اور شجاعت سے مقابلہ کیا۔ آخر یونانی بہادر ترکوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے۔ اور بھاگ نکلے ترکی رسالے نے فی الفور تعاقب کیا۔ نیز مسلح کردہ افواج کے سرحد ملنے نے بھی ترکوں کا ساتھ دیا۔ اس لڑائی میں بیشمار مال غنیمت ترکوں کے ہاتھ آیا۔ اور بہت سی

یونانی فوج بھی گرفتار ہوئی ۔

ترکوں کی مزید کامیابیاں

اس لڑائی کے بعد قوم پرست ترکوں نے نشیبے پر قبضہ کر لیا۔ یونانی فوجیں اسمد سے بھی پیچھے ہٹ گئیں۔ ترکوں کا قول ہے کہ یونانیوں کے چار ہزار آدمی مقتول ہوئے۔ اور ۴۳۰۰ زخمی ہوئے۔ ترکوں نے یونانیوں کی ان ہزیمتوں سے فائدہ اٹھا کر آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور نہایت ہی سرعت کے ساتھ مزید حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں ۔

یونانیوں کی مصیبت

ترکوں کی کامیابیوں اور یونانیوں کی پے در پے شکستوں نے وار آفس اور کیبنٹ کی توجہ اپنی طرف منعطف کرائی۔ علاوہ ازیں اس قسم کی خبریں ان کو پہنچیں۔ کہ عنقریب ایشیائے کوچک میں یونانیوں کا قلع قمع ہو جائیگا۔ نیز یہ بھی اطلاع پہنچی کہ مصطفٰے کمال پاشا کی طاقت روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور ہر ممکن ا . . . . ہ ذریعہ سے وہ یونانیوں کی تباہی کا باعث ہو رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی فتوحات کے ماسوا چند شاندار فتح و نصرت کی خبریں بھی پہنچیں ۔

چنانچہ کیبنٹ میں ایک جماعت نے اتحادیوں پر زور ڈالا۔ کہ مزید مسلح افواج سے یونانیوں کی مدد کی جائے۔ مگر کثرت آراء سے اس کی تردید ہو گئی۔ اور کہا گیا کہ اس قسم کی امداد مشرق قریب میں مشکلات کو اور بڑھائے گی۔ اور خواہ مخواہ مصارف بھی زیادہ ہونگے۔ جن کو قوم برداشت نہیں کر سکتی۔ علاوہ بریں اس سے کسی فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ لیکن اس مصیبت کے اندفاع کا واحد ذریعہ ترکی کی شرائط صلح پر نظر ثانی کرنا ہے۔ تا کہ جن دفعات میں تھریس اور سمرنا یونان کے حوالے کرنے کا ذکر ہے۔ ان کو بدل دیا جائے۔ لارڈ کرزن نے ایک مجلس صلح کی کانفرنس کا انتظام کیا۔ جس میں یونان اور ترک دونوں کے نمائندے مدعو کئے گئے۔ (اس کانفرنس کا ذکر آگے چل کر آئے گا)

لہذا ترکوں اور یونانیوں کی جنگ تا فیصلہ صلح کانفرنس ملتوی ہوئی ۔

اداس یونانی اور شادمان احرار

دوران جنگ یونان اور ترکان احرار میں ڈیلی ٹیلیگراف کا ایک نامہ نگار ایشیائے کوچک کے حالات کا معائینہ کرنے کے لئے گیا۔ اس نے ایک مراسلت بھیجی۔ جس سے اس شور و ہیجان کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جو علاقہ مذکور میں جاری و ساری تھی۔ نامہ نگار مذکور کی مراسلت ذیل میں درج ہے :-

مسٹر بیومونٹ (نامہ نگار) نے یونانیوں کو اس علاقے میں نسبتاً خاموش و پرسکون پایا۔ اور ترکان احرار بے انتہا خورم و شادان نظر آئے۔ احرار سرتا پا حب وطن اور جوش ملیہ سے معمور نظر آتے ہیں۔ انہیں یقین کامل ہے۔ کہ اسلام کا اعلا و اعتلا ہر دشت و جبل میں ہو چکا ہے۔ اور وہ توقع رکھتے ہیں۔ کہ اپنے دشمنوں کو بہت جلد ساحل بحر کے علاقوں میں سے نکال باہر کریں گے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے وابستگان دامن نے اناطولیہ میں عظیم الشان کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ لہذا ان کا مسرت و شادمانی کے شادیانے بجانا حق بجانب ہے۔ اگرچہ دول متحدہ نے ان کی طرف سے شیوۂ تغافل اختیار کر رکھا ہے۔ اور قسطنطنیہ کی حکومت نے بھی انہیں مطعون و مردود کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ لیکن تاہم انہوں نے اناطولیہ میں نہایت بلند و حاکمانہ حیثیت اختیار کر رکھی ہے۔

نامہ نگار مذکور نے اس قدیم شہر انگورہ کے موجودہ حالات بھی بیان کئے ہیں۔ جو آجکل غازی مصطفےٰ کمال کا پایہ تخت ہے۔ اس شہر میں ترکان احرار کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوتا ہے جس کے ارکان اشتعال انگیز تقریریں کرتے اور افواج احرار کے مصارف و مخارج کے لئے گراں قدر رقوم کی منظوری پر رائیں دیتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ عجیب و محیر العقول حقیقت یہ ہے۔ کہ روپیہ بھی دھڑا دھڑ آ رہا ہے۔ غرض کسی ترکی تحریک کے لئے یہ مقام آخری اور قطعی ہے۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک فوجی اقاذیمیہ (اکاڈمی) قائم کر رکھا ہے۔ اور بیسیوں نوجوان افسروں کو فوج میں کمیشن کے عہدے عطا کئے جارہے ہیں۔ اور ہر ایک افسر کو میدان جنگ میں جانے سے پیشتر ڈیڑھ سو ترکی پونڈ کی رقم بطور عطیہ دی جاتی ہے۔ اس ملک کو "جدید ترکی" کہنا بہت موزوں ہے۔ پرانے زمانے میں موٹر کاروں کا شوق نہ تھا۔ اور ان کی فوج کے چھوٹے چھوٹے سردار "کوارٹر ماسٹر" کے وقاتر اور اپنے ماتحت سپاہیوں کی تنخواہوں میں سے کچھ روپیہ وضع کر کے گزران کیا کرتے تھے +

اگر غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنے یہی طریق ہائے کار جاری رکھے۔ تو ان کے پیروانِ مخلص کے جوش دینی اور حرارت ملّی میں روز افزوں اضافہ ہوگا احرار کی مجلس شوریٰ نے جو غازی موصوف کی بے انتہا عزت و حرمت کرتی غازی ممدوح کو "فیلڈ مارشل" کا اعزاز دے رکھا ہے +

عہ ایسی کانفرنس

غازی موصوف انگورہ میں بڑے ماہر ترتیب عساکر اور مدبر سیاسات ہی اس جانتے ہیں۔ یہ درست ہو یا غلط۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے۔ کہ وہ ادتی ہے۔ کہ ارادوں میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ جس ہوشیاری اور حسن تدبر سے جو عثمانی سے نے بدقسمت ارمنیوں پر غلبہ پایا ہے۔ اس سے ان کی نیک نامی وکے نمائندگی پر کوئی حرف نہیں آیا۔ اگرچہ "تورانیوں کے عالمگیر اتحاد" کا جذ تھا۔

موجودہ حالات میں ترکان احرار زیادہ تر یونانی افواج کی نقل و حرکت اور فوجی صورت معاملات کے تدارک پر تلے ہوئے ہیں۔ تاوقتیکہ یونانی حملہ آوروں کو مغلوب نہ کرلیں۔ یا ان سے کوئی مفاہمت ہو جائے۔ احرار اپنے آپ کو مجبور محصور سمجھتے ہیں۔ یونانی ابھی اس امر کو پوری طرح نہیں سمجھے۔ کہ ان کے بادشاہ کے دوبارہ تخت حاصل کر لینے سے ان کے مشرقی تعلقات پر کیا اثر پڑا ہے۔ افواج یونانی کے حکام کو اس بیان سے اطمینان ہے۔ کہ بادشاہ قسطنطین موسیو وینزلو

ہی کی ترکی حکمت عملی پر عمل پیرا رہینگے ۔ اور معاہدہ سیورے سے سرمو انحراف نہ کریں گے ۔ لیکن گذشتہ چند ہفتوں کے واقعات کے بعد یونانیوں کو اس امر کے متعلق شبہ سا ہو گیا ہے ۔ کہ اس معاہدہ میں ترمیم کی جائے گی یا نہیں ۔ اور ان شبہات میں وہ حق بجانب ہیں ۔

دول متحدہ کے مدبرین نے صلح نامہ سیورے کو اس مفروضہ کی بنا پر تیار کیا تھا کہ یونان پر ان کے ایک حلیف کی حکومت قائم ہے ۔ لہذا حتی الامکان اس حلیف کی اعانت و حمایت لازمی ہے ۔ لیکن جس حالت میں واقعات کا پانسا پلٹ چکا ہے ۔ اور اہل یونان نے اپنے اس بادشاہ کو واپس بلا لیا ہے ۔ جس نے دوران جنگ عظیم میں دول متحدہ کے مقاصد و اغراض کے خلاف دشمن کو ہر طرح امداد بہم پہنچائی تھی ۔ تو دول متحدہ کے مدبرین اپنے خیالات میں تغیر و تبدل پیدا کر سکتے ہیں ۔ ہمارے لئے یہ زیبا نہیں کہ یونانیوں کو اس بادشاہ کی اطاعت سے کامیاب یا جسے وہ عزیز و محبوب سمجھتے ہیں ۔ لیکن ہم اس فرض پر بھی مکلف نہیں بجانب ۔ بادشاہ کی رعایا کو توسیع مملکت کی خواہشات کی تکمیل کے قابل ہے ۔ اور نہیں اسٹانات کے لئے سوال تو یہ ہے ۔ کہ آیا وہ توسیع مملکت کی عظیم الشان اختیار کر کے بغیر کسی کی امداد و اعانت کے کامیاب بھی ہو سکتے ہیں ۔ یا نہیں ۔ یونانیوں ان فوج غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی افواج قاہرہ کو نفرت و حقارت سے ایرا غیرا نتھو خیرا کہیں تو کہیں ۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے ۔ کہ ترک ہر وقت مشغول کارزار کے لئے آمادہ ہے ۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا تمام اناطولیہ کی امداد و اعانت اور قسطنطنیہ والوں کی خفیہ ہمدردی کے بل پر یونانیوں کو غصب کردہ علاقہ سے مار مار کر سمرنا تک نکال باہر کر سکتے ہیں ۔

پیرس کانفرنس ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء کو پیرس میں وزرائے اعظم کی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں بہت سے اہم مسائل پیش ہوئے ۔ ان میں ایک مسئلہ ٹرکی کے

متعلق یہ تھا کہ ایشیاء کوچک میں جو سیاسی تغیرات رونما ہوئے ہیں۔ ان کی بنا پر ترکی عہدنامہ کی ترمیم یقینی ہوگئی ہے۔ اور سب سے زیادہ اہم مسئلہ یہ تھا۔ کہ جس قدر ترکی علاقوں پر یونان قابض ہے۔ اس پر سلطان المعظم کی سیادت قائم کردی جائے۔ اور رقبہ مذکورہ اقتصادی فوائد کا رقبہ قرار دے کر یونانی فوجیں وہاں سے ہٹالی جائیں۔ لیکن اس کانفرنس میں اس مسئلہ کا حل نہ ہوسکا۔ اور یہ قرار پایا کہ لنڈن میں ایک کانفرنس منعقد کی جائے۔ جس میں ان تمام واقعات متعلقہ مشرق قریبہ پر غور و خوض کیا جائے۔ جو ترکی اور یونان کے درمیان وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ مثلاً شاہ قسطنطین کا واپس آنا۔ غازی مصطفٰے کمال پاشا کی فوجی سرگرمیاں احرار اسلام اور بالشویکوں کا اتحاد اور ایشیائے کوچک میں یونانی افواج کا احرار اسلام سے شکستیں کھانا۔

چنانچہ لارڈ کرزن نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ ۲۱- فروری ۱۹۲۱ء کو ایسی کانفرنس لنڈن میں منعقد کی جائے۔ اور موسیو برائینڈ نے اس کی تائید کی۔ ساتھ ہی اس کے یہ بھی تجویز طے ہوئی۔ کہ حکومت قسطنطنیہ کو پوری آزادی دیجاتی ہے۔ کہ وہ غازی مصطفٰے کمال پاشا سے اس مسئلہ میں گفت و شنید کرے۔ جو عثمانی وفد لنڈن جائے۔ اگر ممکن ہو تو اس میں غازی مصطفٰے کمال پاشا کے نمائندے بھی شامل ہوں +

لنڈن کانفرنس کا انعقاد

پس مذکورہ بالا پاس شدہ تجویز کے مطابق لنڈن میں ۲۱- فروری ۱۹۲۱ء کو لنڈن کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں تمام اتحادی طاقتیں شریک تھیں۔ علاوہ انکے یونانی نمائندوں کو طلب کیا گیا۔ پھر ترکی حکومت کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ صدر اعظم ترکی نے اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے ۳۰ جنوری ۱۹۲۱ء کو اس کا یہ جواب دیا۔ کہ ہم اس دعوت کو منظور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور قوم پرستوں کی حکومت سے گفت و شنید کے بعد ارکان وفد کی روانگی کا فیصلہ کیا جائیگا۔ امید ہے۔ کہ حکومت

انگورہ سے تار برقی کا سلسلہ بہت جلد قائم ہو جائیگا۔ اور وہاں سے جواب آنے پر اطلاع دی جائیگی +

مصطفیٰ کمال پاشا کی شرائط

پس حکومت ٹرکی نے عزت پاشا کو بھیجکر اس کے متعلق حکومت انگورہ سے باتچیت شروع کی۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اس کے جواب میں صدر اعظم ٹرکی کو متنبہ کیا۔ کہ اس وقت ترکوں کی واحد گورنمنٹ صرف حکومت انگورا ہی ہے۔ ہم اتحادیوں کی کانفرنس میں اسی وقت شامل ہونگا۔ جب کہ وہ براہ راست مدعو کریں۔ لیکن انہیں ذیل کی شرائط ماننی پڑیں گی +

(۱) حدود سلطنت عثمانیہ سے غیر ملکی سپاہ فوراً نکل جائیں +

(۲) ٹرکی کسی قسم کا ہرجہ یا معاوضہ ادا کرنے سے انکار کرتی ہے +

(۳) قسطنطنیہ کی موجودہ وزارت جو کسی کی نیابت نہیں کرتی مستعفی ہو جائے اور سلطان المعظم کی سکونت استنبول میں منتقل کر دی جائے۔ جہاں سے غیر ممالک کی تمام افواج ہٹالی جائیں +

بعد ازاں مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی افواج کو حکم دیا۔ کہ سلسلہ گفت و شنید کے دوران میں سیلیشیا میں فرانسیسوں کے خلاف اور عراق عرب میں انگریزوں کے برخلاف جنگ بند کر دی جائے +

لنڈن کانفرنس میں نمائندوں کی روانگی

یونانی وزیر اعظم ہارسیس اتحادی ممالک کے ایک ڈیلیگیٹ کی حیثیت سے لنڈن کی طرف روانہ ہو گئے +

۶۔ فروری ۱۹۲۱ء کو بکر سمیع بے مصطفیٰ کمال پاشا کی حکومت کے وزیر خارجہ نے باب عالی کو اطلاع دی۔ کہ قومی مجلس میں جو وفد حق نیابت ادا کریگا اسے قوم نے منتخب کر لیا ہے۔ اس سے پورا حق ہوگا۔ کہ لنڈن کانفرنس میں ٹرکی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرے +

لنڈن سے ۷۔ فروری کو خبر آئی۔ کہ جو عثمانی وفد لنڈن کانفرنس میں شریک ہوگا

اس میں صدر اعظم ترکی صفلے بے سابق وزیر اعظم۔ رشید بے اور عثمان نظامی بے شریک ہونگے ✦

۸۔ فروری کو خبر ملی۔ کہ حکومت انگورہ نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ مشرق قریب کی کانفرنس کے اجلاس لنڈن میں شریک ہونے کے لئے ترک احرار کا وفد روانہ ہو گیا ہے۔ حکومت نے استدعا کی۔ کہ کانفرنس کے انعقاد کو معرض التوا میں ڈالدیا جائے۔ تاکہ وفد شریک اجلاس ہو سکے۔ انگورہ گورنمنٹ کے وفد کے ارکان یہ تھے۔ صدر بکر سمیع بے۔ نمائندگان۔ جامی۔ یونس۔ نادی (مبعوث سمرنا) اشرف (مبعوث طرابزون) ذکائی (مبعوث ادرنہ) مشیر کار۔ محمود اسعد (مبعوث ارض روم) منیر و نیازی۔

قسطنطنیہ کے وفد کے ارکان یہ تھے۔ توفیق پاشا وزیر اعظم (عثمان نظامی۔ دآمدہ (سرویا) مصطفٰے رشید پاشا (مقیم لنڈن) شفقی پاشا (ترکی نمائندہ سٹاکہالم) اور ایک بڑی تعداد مشیر کاروں کی ✦

توفیق پاشا اور مصطفٰے کمال پاشا

توفیق پاشا نے مصطفٰے کمال پاشا سے درخواست کی۔ کہ ایک مشترکہ وفد لنڈن کانفرنس میں بھیجا جائے۔ اور آپ ناقابل حصول دعاوی سے دست بردار ہو جائیں۔ ممکن ہے کہ دو علیحدہ علیحدہ وفود باریاب نہ ہو سکیں۔ اور یونانی اپنی کہانی سنانے میں کامیاب ہو جائیں ✦

مصطفٰے کمال پاشا نے ایک برقی پیغام کے ذریعہ اس امر کا اعلان کیا۔ کہ حکومت انگورہ کی طرف سے جو وفد بھیجا گیا ہے۔ اس سے ہدایت کر دی گئی ہے۔ کہ وہ معاہدہ سیورے اور ۱۹۱۸ء کی شرائط صلح سے بے نیاز رہے۔ وہ ترکی کے لئے ان حدود کا مطالبہ کرے۔ جو جنگ سے پہلے تھیں۔ البتہ شام اور عراق عرب کو ان حدود سے خارج سمجھے۔ اور موصل کو شامل سمجھے۔ مالی اقتدار اور اسلحہ پر پابندی یا قیود کو مسترد کر دے۔ [illegible] ان قارص اور اردہان کے الحاق کا مطالبہ کرے ✦

قوم پرستوں کے وفد کی روانگی

۷۔ فروری ۱۹۲۱ء کو جب قوم پرستوں کا وفد لنڈن کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے انگورا سے روانہ ہوا۔ تو اس وقت شہر میں عجیب قابل دید نظارہ تھا۔ شہر کے تمام باشندے۔ جن میں گردو نواح کے ہزارہا مرد اور عورتیں بھی شامل تھیں۔ اپنے نمائندوں کو الوداع کہنے کے لئے جمع ہو گئے ریلوے اسٹیشن۔ عدالت عالیہ۔ یونیورسٹی۔ اور قصر مجلس وضع آئین و قوانین۔ غرض تمام سرکاری عمارتیں ترکی جھنڈوں سے آراستہ تھیں۔ جن کے پھریروں پر قرآن مجید کی وہ آیات منقوش تھیں۔ جن میں مسلمانوں کو حصول حریت کی جد و جہد پر آمادہ کیا ہے شہر کے سب سے بڑے چوک اور دفتر جنگ میں ان بیشمار اشیاء کی نمائش کی گئی تھی۔ جو ترکوں کو دوران جنگ عظیم میں قط العمارۃ اور گیلی پولی سے حاصل ہوئی تھیں۔ یا پچھلے دنوں یونانیوں اور ارمنوں پر فتح پانے کے بعد بطور یرغمال ہاتھ آئی تھیں نمائندوں کو رخصت کرتے وقت مصطفےٰ کمال پاشا نے ہدایت کی۔ کہ وہ اپنے حقوق کی حمایت میں پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہیں۔ مغرب کے وقت مساجد میں وفد کی کامیابی کے لئے نہایت جوش و خروش سے دعائیں مانگی گئیں۔

مصطفےٰ کمال پاشا کی تصریحات

جس وقت ترکان احرار کا وفد انگورا سے روانہ ہو چکا۔ تو انگورا کے ایک اخبار کا قائم مقام غازی مصطفےٰ کمال پاشا سے ملا۔ استفسارات کے جواب میں غازی ممدوح نے فرمایا:۔

کانفرنس میں جانے سے ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم اپنے ملک کے لئے فایدہ حاصل کریں۔ اپنے قومی مطالبات کو تسلیم کرائیں۔ اور دنیاوی امن و امان کے قیام میں حصہ لیں۔ ہمارے اس مقصد کی وجہ سے جو نہایت شرافت اور انسانیت پر مبنی ہے۔ بالشویکوں کے اور ہمارے تعلقات پر کوئی بڑا اثر نہیں پڑ سکتا۔ بلکہ ہمارے تعلقات برابر دوستی اور محبت کی بنا پر قائم ہیں۔

غازی موصوف نے فرمایا۔ کہ بالشویکوں میں جو کمیونزم کا نظام ہے۔ وہ ترکی کے اجتماعی حالات اور قومی روایات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لئے ہم بالشویک

نہیں بن سکتے۔ اناطولیہ میں پچھلے دنوں چند کمیونسٹ جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ لیکن وہ توڑ دی گئی ہیں۔ بالشویک بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ معاشرت و اجتماع کے متعلق بولشویکی عقائد کا اطلاق ترکی پر نہیں ہو سکتا۔ آخر میں غازی ممدوح نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہمارے اور بالشویکوں کے درمیان جو اتحاد قائم ہے۔ وہ اس قدرتی اور طبعی وجہ پر مبنی ہے۔ کہ ہم اور وہ دونوں زخم رسیدہ ہیں +

نمائندوں کی آمد آمد

۲۱۔ فروری کو کانفرنس کا افتتاح ہوا۔ اور نمائندے آنے شروع ہو گئے۔ چنانچہ فرانسیسی نمائندے جن میں جنرل گوراڈ بھی تھے۔ موسیو برانڈ کی سرکردگی میں پہنچ گئے۔ اور اطالوی نمائندے کاونٹ سفورزا کی ماتحتی میں آ گئے۔ حکومت ترکی اور یونان کے نمائندے بھی پہنچ گئے۔ یونانی نمائندوں کا سرکردہ موسیو کیلوچہ وپولوس تھا۔ موسیو وینزیلوس بھی پیرس سے لنڈن میں آ گئے۔ حکومت انگورا کا وفد بھی آ گیا۔ تجویز یہ ہوئی۔ کہ پہلے روز مسٹر لائیڈ جارج موسیو برائنڈ اور کاونٹ سفورزا کی ابتدائی گفتگو ڈاؤننگ سٹریٹ میں ہو۔ چنانچہ ۲۱۔ فروری کو کانفرنس کا ابتدائی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں موسیو کیلوچہ وپولوس کی زبانی یونانیوں کا نقطہ خیال معلوم ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ ترکی کا معاہدہ سیورے ہرگز ترمیم نہ ہو۔ اور یونان سے اتحادیوں کی پابندی بھی ہٹا دینی چاہیئے۔ تاکہ یونان باہر سے قرضہ لے سکے اس وقت یونان مصطفےٰ کمال پاشا کے حامیوں کی صفائی کرنے کو تیار ہو گا لیکن فرانس چاہتا تھا۔ کہ معاہدہ سیورے ترکوں کے حق میں از سر نو بدل دیا جائے۔ اور سمرنا کا تمام علاقہ ترکوں کے حوالے کر دیا جائے۔ البتہ شہر سمرنا کی قسمت کا فیصلہ چند سالوں کے بعد رائے عامہ پر ہو +

اس کے بعد ایشیائے کوچک اور سلیشیا کے متعلق کچھ اصلاحی گفت و شنید ہوئی جس میں موسیو کیلوچہ وپولوس اور جرنیل گوراڈ نے بھی حصہ لیا +

کانفرنس کا افتتاح

۲۱۔ فروری کو ابتدائی اجلاس تھا۔ اور ۲۲۔ فروری کو کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ جو سینٹ جیمس پیلس میں شروع ہوا۔ جاپانی سفیر بھی

موجود تھا۔ پہلے فوجی مشیر کار داخل ہوئے۔ بعد ازاں یونانی آئے۔ پھر برطانیہ کے فوجی نمائندوں کی ایک جماعت اور لارڈ کرزن اور سینئور سفورزا داخل ہوئے بعد کو مسٹر لائیڈ جارج اور سب سے آخر موسیو بریانڈ اور فرانسیسی نمائندے آئے۔

۲۱۔ فروری کو امیر فیصل نے شاہ حجاز کے نمائندے کی حیثیت سے درخواست دی۔ کہ معاہدہ سیورے کی بحث و تمحیص سننے کی اجازت دی جائے۔ اس کانفرنس میں بڑی بڑی شخصیتیں شریک نہ ہوئیں۔ مثلاً ایم کلیمنشو پریزیڈنٹ ولسن اور موسیو وینزیلوس۔

اختلافات

۲۔ فروری کا اجلاس ایک ابتدائی اجلاس تھا۔ مگر اس کے فوری اختتام سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ ایک طرف برطانیہ اور دوسری طرف فرانس اور اٹلی میں اختلافات باہمی تھے۔ اس لئے برطانیہ نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ آج یونانی اور ترک تبادلہ خیالات کریں۔ صورت معاملات یہ تھی۔ کہ دول متحدہ اپنے اختلافات پر غور کرنے سے پہلے ترکی اور یونانی نقطہ خیال کو معلوم کرنا چاہتی تھیں۔ برطانیہ ترکی معاہدہ کو برقرار رکھنے کا موید تھا۔ مگر اٹلی اور فرانس اس معاہدہ کی ترمیم چاہتے تھے۔ کیونکہ ایک تو فرانس یونانی فوائد سے کڑھ رہا تھا۔ دوسرے مصطفےٰ کمال پاشا سے مفاہمت کرکے اپنی ذمہ داریاں کم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کاؤنٹ سفورزا (اطالیہ) اور جنرل گورانڈ (فرانس) اور دوسرے فرانسیسی فوجی نمائندے ابتدائی اجلاس میں یونانیوں پر زیادہ نکتہ چینیاں کرتے رہے برطانوی اور جاپانی نمائندے خاموش رہے۔ مگر مسٹر لائیڈ جارج نے موسیو کیلوچیروپولوس (یونانی وزیر اعظم) سے یونانی سپاہ کے حوصلہ اور عمدگی کے بارے میں دل کھول کر سوال کئے۔

برطانوی اور فرانسیسی فوجی حکام مصطفےٰ کمال پاشا کی طاقت وقوت کے متعلق متفق الرائے نہ ہوئے۔ برطانوی تو یہ کہتے تھے۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا

کی دھمکیاں یونہی گیدڑ بھبکیاں ہیں۔ مگر فرانسیسی کمالی جماعت کو خوفناک دشمن خیال کرتے تھے۔ ۲۳ تاریخ کی صبح کو برطانی۔ فرانسیسی۔ اطالوی۔ اور جاپانی نمائیندوں کا جلسہ ڈاؤننگ سٹریٹ میں منعقد ہوا۔ جس میں معاہدہ سیورے کے متعلق مبادلہ خیالات کیا گیا۔ انہوں نے ترکی نمائندوں کو اگلے روز کے جلسہ میں دعوت شرکت دی۔ چونکہ توفیق پاشا کی طبع کچھ علیل تھی۔ اس واسطے برطانوی نمائیندے سے اس روز پیش نہ ہو سکے۔ بلکہ ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ ہر ایک ترکی وفد کہتا تھا۔ کہ میں ہی آل عثمان کا تنہا سرکاری وکیل ہوں۔ بکر سمیع بے جو وفد احرار کے سرکردہ تھے۔ کہتے تھے۔ کہ حکومت قسطنطنیہ کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرینگے۔ احرار ترکی کو آزاد اور خود مختار کرانا چاہتے ہیں۔ یونانی وفد بھی اپنی ضد پہ قایم رہا۔ بادشاہ قسطنطین کی نادروں نے اس میں اور بھی جوش بھر دیا +

معلوم ہوتا ہے۔ کہ برطانیہ یونان کے اس مسئلے کا موئید تھا۔ کہ اُلجھی ہوئی گتھی کو تلوار کی دھار سے کاٹا جائے۔ مگر فرانسیسی اور اطالوی فوجی مبصر کہتے تھے۔ کہ انگورا کی طرف یونانی پیش قدمی حماقت ہوگی۔ اطالوی اس بات پر برابر زور دیتے رہے۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا سے معاہدہ کر لیا جائے۔ اور اگر کوئی وسیع پیمانے پر بین الحلفاء مہم نہ بھیجی گئی۔ تو حالت سخت پیچیدہ اور مایوس کن ہو جائے گی۔ فرانس کو چونکہ امید نہ تھی۔ کہ مشرق قریبہ کے مسئلہ کا جلد تصفیہ ہو سکے۔ اس لئے اس کی رائے تھی۔ کہ ترک احرار کے محاذ پر عارضی صلح کر لی جائے جس کے دوران میں دول متحدہ کی تمام فوجیں ایشیائے کوچک سے ہٹالی جائینگی۔ اس وقت دول متحدہ یونان اور ترکوں کے درمیان بیچ بچاؤ کرینگی ۲۴ تاریخ کی صبح کو کانفرنس میں ترک وفود شامل ہوئے۔ ایک گھنٹہ کی کاروائی کے بعد مزید گفت و شنید اگلے روز پر ملتوی کر دی گئی۔ اس روز یعنی ۲۵ تاریخ کو توفیق پاشا اور بکر سمیع بے دونوں نے وہ عمومی اصول بیان کئے۔ جو مشرق

میں امن بحال کرنے کے متعلق ہو سکتے ہیں۔ ان سے کہا گیا۔ کہ آپ معاہدہ سیورے میں جو ترمیم کرانا چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق کوئی قطعی بات بیان کیجئے۔ مگر وہ کوئی قطعی بات پیش نہ کر سکے۔ برطانی حلقوں میں ترکی وفد کے تساہل پر جیسا کہ کانفرنس کی دو روزہ کارروائی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بے اطمینانی کا اظہار کیا گیا۔ حالانکہ انہیں سوچ بچار کے لئے کئی ماہ کی مہلت ملی تھی ⁜

ترکی مطالبات

۲۴۔ فروری کو کانفرنس کا اجلاس تمام دن رہا۔ ترکی وفود صبح کے وقت جلسے میں شریک ہوئے۔ توفیق پاشا ناسازی طبع کے سبب سے شریک نہ ہوئے۔ مصطفےٰ رشید نے اعلان کیا۔ کہ دونوں ترکی وفود اس امر پر متفق و متحد ہیں۔ کہ قوم پرستوں کے نمائندے بکر سمیع بے خود اپنے مطالبات کو کانفرنس کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ دونوں وفود کے مطالبات تقریباً ایک ہی تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ جن علاقوں میں ترکی آبادی زیادہ ہے۔ وہ ترکوں کے ماتحت رہنے چاہئیں۔ البتہ ان میں سے وہ ممالک جہاں عربوں کی آبادی زیادہ ہے۔ اس سے خارج ہو سکتے ہیں وہ دوسری قوموں کو اس شرط پر حقوق دینے کو تیار ہیں۔ کہ دیگر ممالک میں بھی ترکی آبادی کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جائے۔ وہ دوسری سلطنتوں کو آزادانہ جہازرانی کی اجازت دینے پر راضی ہیں۔ اس شرط پر کہ ترکی سیادت کا اس پر کچھ اثر نہ پڑے ⁜

ترکی نمائندوں نے مسٹر لائیڈ جارج کو جواب دیتے ہوئے عہدنامہ صلح کی ان شرطوں سے اظہار اختلاف کیا۔ جو تھریس۔ اور سمرنا۔ آبناؤں نیز دیگر اقتصادی۔ فوجی اور مالی دفعات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور کہا کہ اس سے سنہ ۱۹۱۴ء کی یورپین سرحد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے انہوں نے کہا۔ کہ ایشیائے کوچک کے مختلف اضلاع کی سرحدوں کا قائم کرنا ترکوں اور عربوں کی ایک کثیر آبادی کے درمیان ایک معاہدے کی رو سے

ہونا چاہیئے۔ اور مشرقی سرحد زمانہ جنگ سے پہلے کی سرحد کے مطابق کر دی جائے۔ گورنمنٹ ایران اور انگورا کے درمیان جو معاہدہ حال ہی میں ہوا ہے۔ اس کے مطابق ترکی ایرانی سرحدی خط اور ترکی ارمنی سرحد مقرر ہونی چاہیئے ادرنہ ٹرکی کو واپس ملنا چاہیئے۔ جہاز رانی کی کامل آزادی ہونی چاہیئے۔ اور ترکی سیادت کے ماتحت آبناؤں کی غیر جانبداری ختم کر دینی چاہیئے۔ ماتحت اقوام کے حقوق کی حفاظت کے لئے جو غیر جانبدار کمشن مقرر کیا جانے والا ہے۔ اس میں ٹرکی کو نیابت دینی چاہیئے۔ ٹرکی عدالتی سیادت کو بھی تسلیم کرنا چاہیئے ایک مشترکہ ترکی و غیر ملکی کمشن عدالت مقرر کیا جائے۔ تاکہ وہ عدالتی طریقوں کو جدید طرز کے مطابق مرتب کرے۔ بحری و بری فوج اس قدر رکھنے کی اجازت ہو کہ اس سے بین الاقوامی امن و انتظام کی ضمانت ہو سکے۔ اور ساحلوں اور سرحدوں کی حفاظت کی جا سکے۔ جزائر کو از سر نو ترتیب دیا جائے۔ عہد نامہ صلح کی تصدیق کے بعد غیر ممالک کی فوجیں قسطنطنیہ وغیرہ سے ہٹا لینی چاہئیں۔ ٹرکی کو کامل مالی و اقتصادی آزادی حاصل ہونی چاہیئے۔ دوران جنگ میں فریقین کا جو نقصان ہوا ہے۔ اس کا اندازہ کر کے باہمی طور پر تاوان ادا کر دینا چاہیئے۔

یہاں تک گفت و شنید کے بعد کانفرنس کا اجلاس ملتوی ہو گیا۔

دوسرے اجلاس میں ترکی اعداد و شمار کے متعلق بیانات سنے گئے۔ جن میں دعویٰ کیا گیا۔ کہ سمرنا اور تھریس میں [illegible] ترکوں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اور یہ ملک ٹرکی کے حوالے ہونے چاہئیں۔ جب ترکی نمائندے چلے گئے۔ تو کانفرنس نے یونانی نمائندوں کو تھریس اور سمرنا کی آبادی سے اعداد و شمار پیش کرنے کو کہا۔

۲۵- فروری کو کانفرنس نے ترکی و یونانی نمائندوں سے یہ دریافت کرنے کا فیصلہ کیا۔ کہ وہ تھریس اور سمرنا کے متعلق انتخابوں کے تحقیقاتی

نتائج قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔ اور اس کے ماتحت عہدنامہ سیورے کی بقیہ شرائط تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں۔ موسیو بریانڈ، کاؤنٹ سفورزا اور لارڈ کرزن کے ایک نمائندے نے ۱۰ مارچ کو ترکی تجاویز پیش کیں جنہیں مسٹر لائیڈ جارج اور لارڈ کرزن نے یونانیوں کے حوالے کر دیا۔ یونانیوں اور ترکوں نے غور و خوض کے لئے مہلت مانگی۔

یونانیوں کی مخالفت لیکن یونانیوں نے تھریس اور سمرنا میں تحقیقاتی کمشن کے قیام کے متعلق اعتراض کیا۔ لہذا کانفرنس نے اس تجویز کو فی الفور روک دیا۔ اس کا یہ اثر پڑا کہ حکومت قسطنطنیہ نے اپنے آپ کو حکومت انگورا کے حوالے کر دیا۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا کے نمائندوں کو ثالثی کا اختیار دیدیا۔ اور سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

معاہدہ سیورے کی ترمیمات جو تجاویز اتحادیوں نے ۱۲ مارچ کو ترکوں اور یونانیوں کے پیش کیں۔ وہ ذیل میں درج ہیں۔

اتحادی لیگ اقوام میں ٹرکی کے داخلہ کے لئے آسانیاں بہم پہنچانے کے لئے تیار رہیں۔ اتحادی معاہدہ سیورے سے اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے بھی تیار ہو جائیں گے۔ جو بحالت موجودہ بعض حالات کے ماتحت ٹرکی کو قسطنطنیہ سے خارج کرنے کے متعلق لگا ہوا ہے۔ نیز اتحادی اس بات پر آمادہ ہو جائیں گے کہ کمشن متعلقہ درہ دانیال کی چیئرمینی ٹرکی کو دیجائے جس میں ٹرکی کو اس حق کے علاوہ بجائے ایک ووٹ حاصل ہونے کے جیسا کہ اب تک تجویز کیا گیا تھا دو ووٹ حاصل ہونگے۔ اتحادی اس کمیشن میں ٹرکی کی ممبری کو بھی منظور کر لیں گے جو کبھی کیپچولیشن کو تبدیل کرنے کی اسکیم پر غور و خوض کرنے کے لئے بیٹھایا جائے گا۔ ٹرکی کی فوجیں ۳۰ ہزار تک اور خاص فوجیں ۲۵ ہزار جنڈارمہ تک بڑھا دی جائیں گی۔ خاص فوج یعنی ۴۵ ہزار کے جنڈارمہ کی تقسیم اس راضی نامہ کے مطابق ہو گی جو ترکی گورنمنٹ اور بین الاتحادی کمیشن کے غیر ملکی کمیشن والے افسران کے تناسب

میں اس طرح ترمیم کی جائے گی۔ کہ وہ پہلے سے زیادہ ٹرکی کی خواہشات کیمطابق ہوگا۔ اس طرح غیر ملکی افسران کی تعداد میں بھی تخفیف اور ان کی تقسیم اس راضی نامہ کے مطابق کی جائے گی۔ جو ترکی گورنمنٹ اور بین الاتحادی کمیشن کے درمیان ملے ہوگا۔ اور یہی کمیشن ایک حد تک فوجی اسکولوں کی تعداد اور نوعیت کے بارے میں بھی منظوری دے سکتا ہے۔ نیز ان میعادوں میں بھی توسیع کر سکتا ہے۔ جو افواج کے منتشر کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ افواج و سامان حرب کی تخفیف وغیرہ بھی منظور کی جائے گی +

مزید برآں مسئلہ درہ دانیال کے متعلق اتحادی یہ خاص ترمیم کر دینگے۔ کہ فوجی بنائے ہوئے علاقہ میں بہت کچھ تخفیف کر دی جائے گی۔ یہ علاقہ (۱) روڈسٹو تک جزیرہ نمائے گیلی پولی اور مارمورا تک (۲) ایشیائی ساحل درہ دانیال پر ٹینیڈس سے قرابیجہ تک (۳) ساحل باسفورس پر ۲۵ کیلومیٹر کی گہرائی تک (۴) بحیرہ ایجیین اور بحیرہ مارمورا کے ان جزائر تک جن سے درہ دانیال کی کمان کی جاتی ہے محدود کر دیا جائے گا۔ اتحادی قسطنطنیہ اور جزیرہ نمائے اسمد کو بھی جلد خالی کر سکتے ہیں۔ اور اپنا قبضہ گیلی پولی اور چناق تک محدود رکھ سکتے ہیں۔ اس حالت میں وہ اس بات پر بھی راضی ہو جائیں گے۔ کہ قسطنطنیہ میں ترکی فوجیں رہیں۔ اور ٹرکی کی رپورٹ اور ایشیا کے مابین باسفورس کے فوجی بنائے ہوئے علاقہ میں آزادانہ آمد و رفت کا حق حاصل ہوگا۔ اتحادی اس امکان پر بھی غور کرنے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں۔ کہ ٹرکی کو اس کی بحری قوت کے متعلق کس طرح انتہائی اطمینان دلایا جا سکتا ہے۔ نیز اتحادی اس بات پر بھی آمادہ ہو جائینگے۔ کہ بعض شرائط التوائے جنگ کو جن پر اس وقت تک عملدرآمد ہوتا رہا ہے۔ اوٹھا لیا جائے۔ قرار دادوں کو بھی جو ٹرکی کو اپنے افسران کو غیر ممالک میں بھیجنے سے روکتے ہیں۔ دور کر دیا جائے گا +

مالیہ کے باب میں یہ ہے۔ کہ اتحادی اون ضروری مراعات کے دینے کے لئے

جو ترکی چاہے گا۔ آمادہ ہیں۔ کمیشن مال کی اعزازی صدارت ترکی وزیر مال کو دی جائے گی۔ اور ترکی گورنمنٹ اس کمیشن میں اپنا ایک ڈیلیگیٹ شرکت کے لئے بھیج سکے گی۔ ٹرکی کو اندرونی مالیہ کے متعلق جملہ مسائل پر رائے دینے کا حق حاصل ہوگا۔ اور خاص خاص مالی مسائل ہیں۔ مشورہ بھی دے سکیگا۔ نیز اس کو اس بجٹ میں ترمیم کرنے کا حق ہوگا۔ جو وزیر مال اور کمیشن مال کی اتفاق رائے سے تیار کیا جائے گا۔ لیکن یہ ترمیم اس قسم کی ہوگی کہ اگر اس سے مالی توازن قائم نہ ہوتا ہو تو وہ بجٹ کمیشن کی دوبارہ منظوری کے لئے لوٹا دیا جائے گا۔ عثمانی گورنمنٹ کو عطیہ مراعات کو از سر نو حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ مگر جو وزیر مال کے لئے مالی کمیشن کے اتفاق رائے سے اس بات کا جانچنا اور فیصلہ کرنا ضروری ہوگا۔ کہ آیا جو کنٹرکٹ ہوئے ہیں۔ وہ عثمانی خزانہ کے مفاد کے خلاف تو نہیں۔ غیر اقوام کے ڈاکخانہ جات کی موقوفی کے مسئلہ پر بھی بعض شرائط کے ساتھ غور کیا جا سکتا ہے۔

اتحادیوں کی ہم قوم کی آبادی کی "تعریف" کے لئے بعض ترمیمات اس غرض سے کی جائیں گی۔ تاکہ معاہدہ مذکور میں صورت حال کے موجودہ واقعات کے مطابق اس طرح ترمیم کی جا سکے کہ اس میں مقامی اندرونی آزادی اور کردوں اور شامی وکلدانی آبادی کے حقوق کا مساوی طور پر تحفظ ہو سکے۔ آرمینیا کے متعلق یہ ہے۔ کہ موجودہ عہدنامہ کو اس شرط پر منظور کیا جائے۔ دول متحدہ نے ترکوں اور یونانیوں کے روبرو یہ تجاویز کو ۱۲ مارچ کو پیش کر دیں۔

ترکوں کا اعتراض ترک نمائندوں نے سمرنا میں یونانی سپاہ کے قیام پر اعتراض کیا۔ اور کہا کہ مشرقی تھریس میں تحقیقاتی مجلس کی تجویز کیوں ترک کر دی گئی ہے۔ بایں ہمہ اتحادیوں کی تجاویز حکومت قسطنطنیہ اور حکومت انگورا کی خدمت میں بھیج دی گئیں۔

مسٹر لائیڈ جارج نے جواب دیا۔ کہ تحقیقاتی مجلس کی تجویز ترک کر دینے سے نئی باتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور ان کا تدارک کر دیا گیا ہے نئی تجاویز

اصل تجاویز سے بہتر ہیں۔ اور ان پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالنی چاہیئے ٭

ترکی کے حق میں معاہدہ سیورے کی ترمیم مدت سے اٹل معلوم ہوتی تھی۔ لیکن یہ رائے بھی ظاہر کی گئی۔ کہ اتحادیوں نے ترکوں سے حیرت انگیز فیاضی کا سلوک کیا ہے۔ مقصد یہ تھا۔ کہ ترکی کی فوجیں ۷۵ ہزار تک بڑھ گئی ہیں۔ جس سے ترکی ایک فوجی طاقت بن گئی ہے ٭

ترکوں اور یونانیوں کی مایوسی ترکی اور یونانی نمائندوں نے اتحادیوں کی تجاویز پر مایوسی کا اظہار کیا۔ مگر دونوں جانتے تھے۔ کہ یہ اتحادیوں کی آخری اور قطعی باتیں ہیں۔ یونانی کہتے تھے۔ کہ ہم تجاویز منظور کئے لیتے ہیں بشرطیکہ ترک بھی فوراً منظور کر لیں۔ تاکہ ایشیائے کوچک میں یونانی فوجی پیچیدگیاں رونما نہ ہونے پائیں ٭

تھریس اور سمرنا کے متعلق جو تجاویز پیش کی گئی تھیں۔ ان سے یونانی نمائندے از حد مایوس ہوئے۔ اور انہوں نے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔ کہ برطانیہ نے ہماری وفاداری کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا ہے۔ ہم نے سمرنا کے لئے ہزارہا یونانی جانیں آزادی کی قربان گاہ پر چڑھا دیں۔ اور بیشمار روپیہ صرف کیا۔ لیکن اس کا اجر ہم کو یہ ملا ہے۔ کہ ہم بیک بینی و دوگوش وہاں سے نکال باہر کر دئے گئے ہیں ٭

قسطنطنیہ اور درہ دانیال کی بحالی کے متعلق فرانس اور انگلستان نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا۔ اس پر عوام کی طرف سے سخت نکتہ چینی ہوئی۔ لیکن فرانسیسی اور انگریز قسطنطنیہ کی بحالی کے متعلق متفق تھے۔ برطانیہ کا بینہ وزارت کے چند ارکان نے شدت سے اس کی مخالفت کی۔ بعض حلقوں میں خیال کیا جاتا تھا۔ کہ سلطنت آل عثمانیہ سے جو رعائتیں کی گئی ہیں۔ ان سے ترکی کو ایک طرح فتح ہوئی ہے ٭

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان بنام ساکنین اناطولیہ اس اثنا

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک اعلان اہل اناطولیہ کے نام شائع کیا۔ آپ نے ۵ عنوانوں کے ماتحت سمرنا تھریس (مشرقی و مغربی) معاہدہ سیورے۔ آرمینیا اور قسطنطنیہ سے متعلق اپنی خواہشات کا اظہار کیا۔ زیادہ دلچسپ دفعات ذیل میں درج ہیں۔

(۱ بنام قسطنطنیہ باسفورس۔ درہ دانیال) معاہدہ سیورے کی ہمارے نزدیک کچھ ہستی نہیں۔ کیونکہ یہ معاہدہ سیاسی۔ قانونی۔ اقتصادی اور مالی دائروں میں ہماری آزادی کو تباہ کرنے والا ہے۔ لہذا ہماری خواہش ہے۔ کہ نئے سرے سے ایسی صلح کی جائے۔ جو ہماری آزادی۔ اور حکومت کی ضامن ہو۔ قسطنطنیہ کے متعلق آپ نے فرمایا۔ کہ قسطنطنیہ قطعاً اور غیر مشروط طور پر ترکی اقتدار حکومت کے ماتحت رہنا چاہیئے۔ اگر ہمارا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو ہم آبنائے کی آزادی پر رضامند ہو جائینگے لیکن اس سمجھوتے کی شرائط کا مسودہ آبنائے کی ملحقہ سلطنتیں تیار کریں۔ اور ان میں برطانیوں کا بالکل دخل نہ ہو۔

(۲ بنام سمرنا۔ تھریس۔ آرمینیا) اعلان میں یہ بھی مندرج ہے۔ کہ ترکان احرار اہل یونان سے دوستی اور اتحاد قائم کرنے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ یونانی حملہ آور دست و برد کی حکمت عملی سے جس میں برطانیہ نے انہیں آلودہ کر رکھا ہے احتراز و اجتناب کریں۔ اس کے علاوہ اعلان میں لکھا ہے۔ کہ یونانی سمرنا اور تھریس کو خالی کر دیں۔ مغربی تھریس کا فیصلہ رائے عامہ پر کیا جائے۔ اور احرار کا قبضہ آرمینیا کے مغربی صوبوں پر برقرار رہے۔ آخر میں لکھا ہے۔ کہ ترکی کو صلح اور امن و امان کی تمنا ہے۔ اور امن اسی حالت میں قائم ہو سکتا ہے۔ جبکہ بیرونی حملہ آور اپنی حرکتوں سے باز آئیں۔

مصطفیٰ کمال پاشا کا خط

ڈیلی اکسپریس کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ نے غازی مصطفیٰ کمال پاشا سے درخواست کی۔ کہ غازی ممدوح اپنے خیالات

وتجاویز کا اظہار فرمادیں۔ چنانچہ اس درخواست کے جواب میں غازی موصوف نے مندرجہ ذیل مقالہ تحریر کیا:۔

میں شرائط صلح کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ بلکہ سب معاملات مجلس عالیہ قومیہ ترکی (انگورا) کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ مجلس مذکور محض اس لئے منتخب کی گئی تھی۔ کہ شہنشاہیت پسند سلطنتوں نے قوم کی ہستی کے خلاف جو حملہ کیا ہے اس کی جانب مدافعت کی جائے۔ اس مجلس کے اجلاس کا مدعا یہ ہے کہ قومی سرحدوں کے اندر مکمل قومی خود مختاری حاصل ہو جائے اور "خلافت" اور "سلطنت" کا پایہ تخت قوم ترکی کے لئے محفوظ رکھا جائے۔ ترکوں کا مطالبہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ آزادی اور خود مختاری کا حق تسلیم کیا جائے۔ ارکان مجلس کو یقین واثق ہے۔ کہ وہ قوم کو سرمایہ داروں اور شہنشاہیت پسندوں کے پنجہ استبداد سے چھڑانے اور قوم کی طاقت اور حکومت کو بحال کرنے میں کامیاب و کامران ہونگے۔

مجلس کے احکام و فرامین کے ماتحت ایک مرتب و منظم لشکر جرار تیار کیا گیا ہے۔ جس کا فرض ہے۔ کہ قوم کو سرمایہ داروں اور شہنشاہیت پسندوں کے حملوں سے بچائے۔ اور جو اس مدعا کی تکمیل میں سد راہ ہوں انہیں قرار واقعی سزا دے۔

مجلس عالیہ کا مقصد اعلیٰ یہ ہے۔ کہ بعض اصلاحات عمل میں لاکر قوم کے اسباب مصیبت کو دور کرے۔ اس کے علاوہ انتظام اراضی تعلیم، صنعت گستری، مالیات اور اقتصادیات کے مسائل کی طرف توجہ کرکے قومی ضروریات کے مطابق ایک ایسا جدید نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔ جو اخوت معاشری اور اشتراک عمل کے اصول اساسی پر مبنی ہے۔ یہ مجلس اس قسم کی اصلاحات نافذ کرنے میں قومی نقوش و روایات کا خاص خیال رکھے گی۔ اور قوم کے فطری و جبلی اصول پر اعتماد کریگی۔

لنڈن کانفرنس سے نمائندگان کی مراجعت

صلح کانفرنس ختم ہو گئی۔

مگر نہ تو یونان کو اس میں تسلی ہوئی۔ نہ ہی ترکوں کو۔ چنانچہ ترکوں کے وفود لنڈن سے چلدیئے۔ اور وسط ہ۔ اپریل کو قسطنطنیہ میں پہنچے۔ وہاں سے انگورا پہنچے حامیان مصطفےٰ کمال پاشا چاہتے تھے۔ کہ دول تخلیہ تھریس اور سمرنا کا ذمہ اٹھائیں۔ جب تک یہ نہ ہوگا۔ وہ کسی کانفرنس میں شریک نہ ہونگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قوم پرستوں نے لنڈن کی کانفرنس کی تجاویز کو بنظر استحسان دیکھا۔

بکر سمیع بے پیرس کے راستہ واپس آئے۔ وہاں انہوں نے فرمایا کہ اتحادیوں کی تجاویز ترکی و یونانی عقدہ کو حل نہیں کرسکتیں۔ ٹیمس (جریدہ فرانس) کے ایک نمائندے کو آپ نے فرمایا۔ کہ انگورا گورنمنٹ کسی ایسے مشورے کو قبول نہیں کرسکتی۔ جس میں سمرنا۔ اناطولیہ سے علیحدہ ہو جائے۔ اور جو ترکی و تھریس کو الگ کرکے قسطنطنیہ سے [illegible] قطعاً بے معنے و بے کار کردیتا ہے۔ اس لئے کہ یہ شہر پھر مخالفین کے رحم کا منتظر رہے گا۔ اور ایک جنبش میں اس کا خاتمہ ہوسکے گا۔ اس لئے ایسی حالت روا نہیں رکھی جاسکتی۔

بعد ازاں بکر سمیع بے روما میں ٹھیرے۔ اور ایک تقریر کے دوران میں آپ نے فرمایا۔ کہ وطن پرست ترک صرف اپنے ملک کی آزادی کے خواہاں ہیں۔ اور موجودہ جدوجہد سے ان کا کوئی اور مطلب نہیں۔ وہ مذہبی تعصب سے پاک و صاف ہیں۔ انہوں نے حالت موجودہ کے پیدا ہو جانے کے اسباب پر نظر ڈالتے ہوئے بیان کیا۔ کہ سیاسی پیچیدگی کے باعث صرف سان ریمو اور سیورس کے معاہدات ہیں۔ موصوف نے ظاہر کیا کہ جب ترکی کو یونان کے ہاتھوں نجات مل جائیگی۔ اور یونان ترکی کے مقبوضات کو چھوڑ دیگا۔ اس وقت ہر متنفس سابق ترکی کا [illegible]

طاقتوں سے اپنے تعلقات قائم رکھیگی۔ بکر سمیع بک نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ سنہ ۱۹۲۰ء میں حکومت انگورا کو کاشتکاروں سے ۵۴ ملین پونڈ ملے ہیں۔ آخر میں انہوں نے کہا۔ کہ ٹرکی کی رعایا اٹلی پر اعتماد رکھتی ہے۔ اور اس کی صداقت میں اس سے ذرہ بھر بھی شبہ نہیں۔ نیز انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ ٹرکی اور یونان کے معاملے کو طے کرنے میں جرمنی کی شرکت کا انہیں کوئی علم نہیں۔ اور یہ کہ ٹرکی اور یونان کی موجودہ جنگ اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک کہ یونانی ٹرکی کے تمام مقبوضات کو چھوڑ کر اپنے ملک کو نہ چلے جائیں۔ یونانی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح سے علاقہ پونٹس کو یونانی علاقہ ثابت کر دیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس علاقہ میں یونانی آبادی صرف ۱۰ فیصدی ہے۔ یونانی حکومت اس علاقہ کے باشندوں کو بغاوت پر آمادہ کر رہی ہے۔ اور حکومت قائم کرنے کے لئے زر کثیر صرف کر رہی ہے۔ مگر مجھے ترکی مجاہدین پر کامل بھروسہ ہے۔ کہ وہ اس ناپاک سازشوں کو کبھی زرخیز نہ ہونے دینگے۔

یونانی نمائندوں کی واپسی

موسیو گوناریس یونانی وزیر جنگ جب لنڈن سے روانہ ہونے لگے۔ تو ایتھنز سے انہیں ایک تار موصول ہوا۔ کہ وہ اپنی روانگی ملتوی کر دیں۔ رائٹر کے نامہ نگار نے موسیو گوناریس سے ملاقات کی۔ چنانچہ دوران ملاقات میں انہوں نے کہا۔ کہ یونان نے ٹرکی کے خلاف جو جنگی کارروائی اختیار کی ہے۔ اس کی وجہ ہے۔ کہ ٹرکی سمرنا اور تھریس لینا چاہتا ہے۔ حالانکہ یونان نے تھریس کو ایک جنگ عظیم کے بعد فتح کیا ہے۔ یونانیوں کو اس امر کا بھی علم ہے۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا ہمارے برخلاف جنگی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ہماری موجودہ یونانی فوج غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی فوجی کارروائی کا نہایت عمدگی سے مقابلہ کر سکتی ہے۔ وزیر اعظم یونان نے صاف کہدیا۔ کہ یونان کو سمرنا میں جو حقوق اتحادیوں نے دیئے

ہیں۔ ان سے وہ کبھی دست بردار نہیں ہوسکتا*

عہدنامہ سیورے ایک بے معنے دفتر

غازی مصطفٰے کمال پاشا نے ایک اعلان میں فرمایا۔ کہ "ہمارا اور روس کا اتحاد صرف اسی وجہ سے ہے کہ مادو عاشق زاریم و کار ما زاریست۔ ہم دونوں زخم خوردہ ہیں۔ اور یہی ہمارے اتفاق و رابطہ کا باعث ہے" اس کے بعد آپ لکھتے ہیں۔ کہ ہم نے شرکت کانفرنس اس وجہ سے قبول کی ہے کہ اتحادیوں پر یہ ہماری کامیابی ہے۔ دول یورپ اب سمجھتی ہیں۔ کہ ترک مدافعت کے ہر پہلو کے لئے تیار ہیں۔ اور ان کی آزادی پر کوئی ضرب کارگر نہیں ہوسکتی۔ ہم اپنے استقلال و عزم راسخ کے اس شاندار نتیجہ پر جس قدر فخر کریں۔ بجا ہے۔ اتحادیوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ عہدنامہ سیورے ہمارے لئے دفتر بے معنے ہے۔ اور ہم پر موثر نہیں۔ ہم محض ترمیمات پر راضی نہیں ہوسکتے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہم اس بات پر تل گئے ہیں۔ کہ یونانیوں کو اپنے رسایق، مقبوضات سے نکال کر دم لینگے۔ اور ان شرائط سے پیشتر گفت و شنید محض بیکار ہے*

اناطولیہ کا فیصلہ تلوار ہی کریگی

مجلس عالیہ قومیہ انگورہ کا ایک غیر معمولی اجلاس جناب غازی مصطفٰے کمال پاشا کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں غازی موصوف نے ترکوں اور یونانیوں کی مخالفانہ کشمکش کی تجدید پر ایک تقریر فرمائی آپ نے فرمایا۔ کہ اب مسئلہ اناطولیہ کی پیچیدہ گتھی ناخن تدبیر کی بجائے شمشیر ہی سے سلجھائی جائیگی۔ آپ نے بیان کیا۔ کہ حکومت ترکی نے دول متحدہ کے پاس ایک احتجاجی مراسلہ ارسال کیا ہے جس میں لکھدیا ہے۔ کہ تسلسل جنگ کا ذمہ دار صرف یونان ہے*

غازی موصوف نے فرمایا۔ کہ اگر اتحادی چاہتے تو لنڈن کانفرنس میں انہیں صاف معلوم ہوسکتا تھا۔ کہ ترک کیسے انہیں مزید خونریزی کے انسداد اور یونان کے ساتھ کسی مصالحت آمیز مفاہمت کے کس قدر خواہاں ہیں*

یونان نے حکومت ترکی کو کسی قسم کا اعلان جنگ بھیجنے کے بغیر ہی اس نے فیصلہ کر دی ہے۔ ان لوگوں کے اس فعل کے وجوہ یہ ہیں۔ کہ لنڈن میں یقین دلایا گیا ہے۔ کہ وہ تھریس اور سمرنا پر ہمیشہ قابض نہیں رہ سکتے۔ نیز شرقی علاقوں پر انہیں تسلط جمانے کا کوئی استحقاق حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے جس کی بنا پر یونان نے عزم جنگ کر کے ایسی خلاف قانون اور غیر منصفانہ صورت حالات پیدا کر دی ہے۔ جو قانون بین الاقوامی کے قطعاً منافی ہے +

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے فرمایا۔ کہ لنڈن میں یونانیوں نے اتحادیوں کی پیش کردہ تجاویز کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کی وجوہ تو آسانی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس سے ایک دفعہ پھر دنیا پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی۔ کہ ترکی مطالبات کی بنا حق و انصاف پر ہے +

فوجی تیاریوں کے متعلق غازی موصوف نے کہا۔ کہ یونانیوں کی پیش قدمی سے جنگ کے آخری نتیجے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ آپ نے مجلس سے استدعا کی۔ کہ وہ فوج کے جذبہ حب وطن پر اعتماد کرے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا۔ کہ فوج کے پاس ساز و سامان کافی سے زیادہ ہے۔ اور ایک مدت دراز تک مصروف حرب و ضرب رہ سکتی ہے +

آخر میں غازی ممدوح نے ارشاد فرمایا۔ کہ تمام ارکان مجلس کو سلطنت عثمانیہ موجودہ اہم لمحات میں متحد و متفق رہنا چاہیئے۔ اور اس امر پر پورا اعتماد رکھنا چاہیئے۔ کہ آخر فتح و نصرت ہمارے ہی قدم چومیگی +

دوبارہ جنگ کا آغاز پیرس کانفرنس بھی ہو گئی۔ لنڈن کانفرنس کا اجلاس بھی ختم ہوا۔ مگر کوئی مفید اور مصالحت آمیز نتیجہ ان دونوں کانفرنسوں سے برآمد نہ ہوا۔ مصالحت کی مخدرہ ابھی تک پردہ اخفا میں رہی اور نمائندگان کو مایوسی کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ زیادہ مایوسی تو یونان کو تھی۔ جس کو ترکوں سے پیچھا چھڑانا اور سمرنا اور تھریس کو قبضے میں رکھنا مقصود تھا۔ اتحادیوں کو بھی اس کانفرنس میں

ہیں۔ ان سے وہ کورہ پھینکنے کا موقع نہ ملا۔ ترکی میں سے ٹرکی حکومت کے نمائندے عہد نامہ سیورے! اور ترکان احرار کے بھی۔ اتحادی اب اس بات کی تاڑ میں تھے۔ یک اتحادی حکومت سے نمائندے دو مختلف گروہوں میں آتے ہیں۔ ضرور ہے۔ کہ ان دونوں کے دعاوی بھی مختلف ہونگے۔ اور جب یہ دونوں گروہ اس کانفرنس ہما! میں مختلف مطالبات پیش کرینگے۔ تب اتحادیوں کے لئے یونان اور ٹرکی کی صلح کرانا کوئی مشکل امر نہ ہوگا۔ بلکہ معاہدہ سیورے کی تکمیل کا بھی آسانی سے موقع نکل آئیگا۔ مگر اللہ تعالےٰ کی حکمت سے یہ باتیں اتحادیوں کی توقع کے برخلاف صادر ہوئیں۔ ٹرکی کے دونوں گروہوں کے مطالبات ایک ہی تھے۔ اور دونوں ہم آہنگ ہو کر اپنے متفقہ مطالبات پر دیوار آہنی کی طرح جمع ہو گئے جو یونان کے لئے ناقابل قبول تھے۔ اتحادی بھی حیران اور ششدر رہ گئے۔ اور وہ کیا کر سکتے تھے؟

جب اتحادیوں نے دیکھا۔ کہ ترکوں کے ساتھ اس طریقہ پر صلح کرنا ناممکن ہے۔ اور یونانی بھی کسی صورت نہیں مانتے۔ تو جدید ترکی و یونانی جنگ کی بنیاد ڈال دی گئی جس سے بہت سے فوائد مدنظر تھے۔ ایک تو یہ کہ ترکوں نے اس بیکسی اور بے بسی کی حالت میں مادر وطن و تحفظ اسلام کے لئے جو تھوڑی بہت فوج جمع کی ہے وہ زیادہ تیاری کر کے خطرناک جماعت نہ بن جائے۔ بلکہ یہ کسی نہ کسی جنگ میں مبتلا رکھی جائے۔ اور جب ترکوں کو اس لڑائی میں کمزوری یا شکست ہو جائے گی۔ تو اس صورت میں اپنی شرائط منوالی جائیں +

بالآخر اس کا نتیجہ یہی ہوا۔ کہ کانفرنس ناکام رہی۔ اور نمائندگان اپنے اپنے ملکوں میں واپس آ گئے۔ جب کوئی آدمی کسی مطلب کے حصول سے محروم ہو جائے تو پھر وہ مایوس ہو کر نہایت ہی سختی کے ساتھ پیچ و تاب کھاتا ہے۔ اور بے وجہ مدمقابل سے لڑنے یا مرنے مارنے کو تیار ہوتا ہے یہی حالت اس وقت یونان کی تھی۔ اس کو ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی۔ بیچارے کی کوئی پیش نہ گئی

اور حیران ہو کر مرنے مارنے پر تل گیا۔ اور نہایت شدت کے ساتھ اس نے فیصلہ کن جنگ کا دوبارہ آغاز کر دیا۔ کیونکہ ایسی حالتوں میں ایسا ہی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ یونان اور ترکان احرار کے درمیان ۲۳۔ مارچ ۱۹۲۱ء کو پھر جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن برطانیہ نے اپنے آپ کو اس جنگ میں سختی کے ساتھ غیر جانبدار رہنے کا اعلان کر دیا۔ بہر حال یہ جنگ سخت ظالمانہ اور بے انصافی کی تھی۔ اور اتحادیوں کا اس میں غیر جانبدار رہنا کسی طرح حق بجانب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اتحادیوں کو چاہیے تھا کہ وہ تھریس اور سمرنا کے علاقے یونان سے خالی کرا کر ترکوں کے حوالے کر دیتے۔ یا ترکوں کو ہر طرح سے آزادی ہوتی۔

یونانیوں کی پیش قدمی

۲۳۔ مارچ کی صبح کو بروسہ کے محاذ پر یونانیوں نے حملہ کیا۔ لیکن ترک ڈومانک میں جمع ہوئے۔ اور عسکی کو جو سڑک جاتی ہے۔ اس کی حفاظت انہوں نے بہت اہتمام سے کی۔

چونکہ برطانیہ سختی کے ساتھ غیر جانبدار رہنا چاہتا تھا۔ اس لئے جنرل ہرینگٹن کو حکم دیا گیا۔ کہ یونانی فوجوں کی کمان چھوڑ دیں۔ اور خصوصاً حوالی اسمد میں جنرل ہرنگٹن کے حکم کے بموجب برطانوی سپاہ کو تمز تک ہٹا لیا گیا۔ اور تمام سامان اور بحری فوجوں کو بھی واپس بلا لیا گیا۔

یونانی اور ترک دونوں اپنی اپنی فتح کا اظہار کرتے تھے۔ قسطنطنیہ کے ایک سرکاری تار میں یہ دعویٰ کیا گیا۔ کہ ان معرکوں میں ترکوں نے ۱۷ سو قیدی اور بیس توپیں حاصل کیں۔ لیکن یونانی سفیر نے اس کی تردید کی۔ اور کہا کہ یونانی فوجیں اوشاک اور بروصہ دونوں مقامات پر پیش قدمی کرتی ہیں۔ یونانی کہتے تھے۔ کہ ان کی فوج بروصہ کے علاقہ میں ۱۳ کلو میٹر آگے بڑھ گئی۔ اور ہوائی جہازوں سے دیکھا گیا کہ دشمن تمام پریشانی میں بھاگ رہا ہے۔

یونانی فتح

بعد ازاں یونانیوں نے افیون قرہ حصار پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ جس کو ترکوں نے خالی کر دیا ہوا تھا۔ ایشیا کوچک کے یونانی کمانڈر نے اطلاع دی

کہ اس مقام پر ترکوں نے سخت مقابلہ کیا۔ مگر وہ بنوک سنگین پسپا کر کے قونیہ کی طرف دھکیل دیئے گئے۔ سمرنا کی ایک رپورٹ ظاہر کرتی ہے۔ کہ یونانیوں نے ۱۱ سو قیدی گرفتار کئے۔ فریقین کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا ہے

عسکی شہر کا معرکہ ثانی

اس کے بعد عسکی شہر پر ترکوں اور یونانیوں کے درمیان ایک اور شدید معرکہ ہوا جس میں ترکوں نے جم کر یونانیوں کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ یونانیوں نے افیوم قرہ حصار۔ اور ادا بازار پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن ترکوں نے کستم سوتی دار اور انگورا کے خط محاذ پر ترکی سپاہ کا بڑا حصہ جمع کر رکھا تھا۔ چنانچہ پہلے عسکی شہر کے شمال کی جانب خوفناک مقابلہ ہوا۔ ترکوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔ اور گولی بارود کا سامان اور ۶ انچ کے دہانے والی بڑی توپیں ان کے پاس کافی تعداد میں موجود تھیں۔ جن سے انہوں نے غنیم کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اس جنگ سے یونانیوں کا میمنہ رک گیا۔ لیکن اسکے میسرہ نے تین روز کی سخت جنگ کے بعد ویسیقا پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ اور ترک پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن عسکی کے شمال مغرب میں جو جنگ واقع ہوئی۔ وہ یونانیوں کے لئے سخت خطرناک ثابت ہوئی۔ اس محاذ پر نہ صرف ان کی مزاحمت ہی ہوئی۔ بلکہ وہ رجعت قہقری کی صورت اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کیونکہ وہاں ترکی فوجیں بہت زیادہ تھیں۔ حالت بھی خطرناک تھی۔ جس کے باعث سے یونانیوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ ترک اپنی زبردست فوجیں اس محاذ پر لے آئے تھے۔ اور یونانیوں پر پے در پے حملے ہوتے تھے۔ بلکہ خود مصطفےٰ کمال پاشا بھی بہ نفس نفیس اس جنگ میں شامل تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترک یونانیوں کے میسرہ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ جو بے احتیاطی سے بڑھ کر ترکوں کی اس فوج کے مقابل آ گئے تھے۔ جو نہایت مضبوطی سے خندقیں قائم کئے ہوئے تھی۔ اور جن کی اعانت مقام مسعود پر زبردست توپیں کر رہی تھیں۔ پس یونانی اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود عالم بدحواسی میں تمام محاذوں پر پسپا ہونے شروع ہو گئے جس کی وجہ خاص طور پر ترکوں کی سخت اور صحیح گولہ باری تھی چنانچہ پانچ ہزا

کی شدید جنگ کے بعد ترکوں نے یکم اپریل ۱۹۲۱ء کو آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اور یونانی مستقروں کے جنرل نے تمام اپنی گمیلی کے شہر کے خط مصافت سے پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ اس وقت سے مزید پسپائی شروع ہو گئی۔ جس سے یہ مقصد تھا۔ کہ کنسٹلیک کے استحکام پر قرار حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور مزید کمک کا انتظار کیا جائے۔ جو محاذ کی طرف بعجلت آ رہی تھی۔ یونانی وزیر نے کہا۔ کہ عسکی شہر پر پھر حملہ کیا جائیگا۔ لیکن مزید کمک نہ آئی۔ اور یونانی تم حصار بھی خالی کر کے پیچھے ہٹ گئے۔

اس پسپائی پر یونانی سپہ سالار نے غیر ملکی افسروں کی چشم دید شہادت پیش کی۔ ان لوگوں کا بیان ہے۔ کہ یونانی فوجیں عسکی شہر سے کامل ترتیب سے پس پا ہوئیں۔ ان کی اخلاقی حالت اور حوصلہ بھی بڑھا ہوا تھا۔

دراصل اس خون ریز معرکہ نے یونانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ یونانی اس جنگ کو معمولی جنگ تصور کئے بیٹھے تھے۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ وہ بہت جلد ترکان احرار کو شکست دیکر ایشیائے کوچک پر تسلط جما لینگے۔ مگر ترکوں کے شدید حملوں اور زبردست مدافعت نے یونانیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کیا یونانیوں کی خواہش تھی۔ کہ کسی طرح انگورہ کو مسخر کر لیں۔ خواہ اس کے لئے کئی ہزار جانیں کیوں نہ ضائع ہو جائیں۔ لیکن ترکان احرار کا یہ خیال تھا۔ کہ یونانیوں کو ایشیائے کوچک سے ایسا خارج کریں۔ جس طرح مکھن سے بال نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ بظاہر ترکوں کا پلہ بھاری تھا۔ فتح کی دیوی نے مصطفےٰ کمال پاشا کے قدم چومے۔ اور ترک نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ عسکی شہر میں داخل ہوئے۔

اس کے بعد قسطنطنیہ سے ۳۰ اپریل ۱۹۲۱ء کو یہ خبر موصول ہوئی کہ یونانی بروصہ والے خط سے بھی پیچھے ہٹ گئے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں انہوں نے ترکوں کے حملے سے قبل قبضہ کر رکھا تھا۔ یونانیوں نے شدید نقصان

اٹھایا اور سراسیمگی سے پسپا ہوئے۔ ترکوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اس جنگ میں یونانی کثیر تعداد میں مجروح ہوئے۔ یونان کی جو فوجیں شمال کی جانب ترکوں کے مقابلہ میں خندق زن تھیں۔ وہ نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹیں +

قسطنطنیہ کے ایک تار سے معلوم ہوا کہ شاہ قسطنطین کا بھائی شہزادہ انڈریے زخموں کی وجہ سے بروصہ میں مرگیا۔ یہ شہزادہ چند روز پیشتر میدان جنگ میں آیا تھا۔ مگر زخمی ہو کر ترکوں کے پاس قید ہوا اور مر گیا +

ترکان احرار کا سرکاری اعلان قوم پرستوں نے اس جنگ کے متعلق ایک سرکاری اعلان جاری کیا۔ کہ ۵ دن کی خونریز جنگ کے بعد یونانیوں نے سخت ہزیمت اٹھائی۔ یہ جنگ نہایت خوفناک طریقہ پہ جاری رہی۔ بیزاریک اور کرا کوئی پہ ترکی فوجوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ علاوہ بریں یونانیوں کے کئی ہزار سپاہی گرفتار ہوئے۔ یونانیوں میں اس ہزیمت کے بعد اس قدر تاب باقی نہ رہی۔ کہ وہ اپنی شہر پہ دوبارہ حملہ کر سکیں +

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے ایک اعلان شائع کیا۔ اور اس میں عوام سے درخواست کی۔ کہ وہ فوج میں بھرتی ہو کر غنیم کا مقابلہ کریں +

ترکوں کے ایک اور سرکاری اعلان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عسکی شہر کی جنگ ایک ہفتہ کے بعد بخیر و خوبی ختم ہو گئی۔ ترکوں نے یونانی فوجوں پر ۲۳۔ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کو جان گسل حملے شروع کر دیئے تھے۔ جن کی تاب نہ لا کر یونانی پسپا ہو گئے۔ اس جنگ میں بہت سا سامان حرب اور مال غنیمت ترکوں کے ہاتھ آیا۔ جس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ غنیم نے پسپائی کے وقت رستے میں تمام گاؤں جلا دئیے۔ ۳۱۔ مارچ کے بعد یونانیوں کی کوئی سرکاری اطلاع شائع نہ ہوئی +

ریوٹر نے ظاہر کیا کہ عسکی شہر کی جنگ میں یونانیوں کے ۷ ہزار آدمی مارے گئے۔ اور اسی قدر مجروح ہوئے۔ لیکن مصطفےٰ کمال پاشا کا اندازہ ان

سے بہت زیادہ تھا۔ کمال پاشا کی سپاہ نے تعاقب کیا اور جنگ میں ۳۰ ہزار یونانی گرفتار کئے۔ مختصر یہ کہ کمال پاشا کو اس جنگ میں کامل فتح حاصل ہوئی۔ اور یونانی ہر جگہ سے شکست کھا کر بھاگے۔

یونانیوں کی از سر نو جارحانہ کارروائی

اسکی شہر پر ہزیمت اٹھا کر یونانی پیچھے ہٹ گئے۔ اور مزید کمک کا انتظار کرنے لگے۔ ۱۸ اپریل کو یونانیوں نے بروصہ کے محاذ پر پھر حملہ شروع کر دیا۔ لیکن اوشاک کے محاذ پر طاقتور ترکی فوجیں حملہ آور ہو گئیں۔ اس کے متعلق مزید تفصیل معلوم نہ ہوئی۔

ترکوں کی قوت کا اجتماع

بہر حال اسکی شہر پر شکست کھا کر یونانیوں کو پھر حملہ کرنے کی تاب نہ رہی۔ اور نہ ہی وہ آگے بڑھ سکے۔ جہاں تھے وہیں بیٹھے مزید کمک کا انتظار کرتے رہے۔ ۲۴ اپریل کو یونانی کٹسیلیک تک پسپا ہوئے وہاں کوئی جنگ نہ ہوئی۔ اگرچہ ترکی حلقوں میں یقین کیا جاتا تھا کہ وہ علاقہ قدرت میں ایک حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ یونانیوں نے پسپائی کے وقت بہت جلدی نہیں کی تھی۔ قوم پرستوں نے بھی کٹسیلیک کے استحکامات پر حملہ کیا۔ جو طبعی طور پر اس قدر مستحکم واقع ہوئے ہیں۔ کہ ان پر حملہ کرنا بہت مشکل ہے۔

اوبانہ پر بھی یونانیوں کے گیارھویں ڈویژن کا قبضہ تھا۔ جس سے بہت کم لڑنے کا اتفاق ہوا۔ افیوم قرہ حصار بھی یونانیوں کے قبضہ میں تھا۔ اگرچہ ان کی بڑی سپاہ واپس بلا لی گئی تھی۔ اور صرف ایک چھوٹی سی فوج باقی تھی جس پر ترکوں نے حملہ نہ کیا۔ یونانی تازہ دم کمک کا انتظار کرتے رہے تاکہ ترکوں پر از سر نو حملہ کریں۔ لیکن ترک بھی اپنی فوجی تیاریوں سے غافل نہ تھے۔ ان کی قوت بھی دن بدن بڑھتی گئی۔ چنانچہ کوہ قاف کی سوار فوج ترکوں کے ساتھ انگورا میں آ ملی۔ اور شام کے محاذ سے ایک سوار اور دو پیدل ڈویژنوں کا تعلقہ قرہ حصار کی فوج سے تبادلہ کیا گیا۔ کوہ قاف کی دوسری فوجیں سمندر کے راستہ ایشیا کو تبدیل کی گئیں۔

آستانہ کی اخباروں کا بیان ہے۔ کہ وہ ترکی سپاہ جو کبلیکیہ میں مقیم تھی۔ اور جس کی تعداد چھ ہزار تھی۔ مقام مذکور سے ایبون قرہ حصار کی طرف روانہ ہوگئی اس کے پاس تمام فوجی سامان اور اسلحہ موجود تھے۔

قومی مسلح رضا کاروں کی ایک جماعت جو قفقاز میں مرتب ہوتی تھی۔ وہ بھی مصطفٰے کمال پاشا سے مل گئی۔ اس جمعیت میں مسلح سواروں کی بھی معقول تعداد تھی۔ اور قفقاز اور ایران کے بہت سے شجاع قبائل شامل تھے۔

خالدہ ادیب خانم وزیر تعلیم انگورا گورنمنٹ نے ایک ہزار ترکی خواتین کی جماعت میدان جنگ میں مریضوں اور زخمیوں کی تیمارداری کے لئے تیار کر کے بھیجی۔

علاوہ ازیں مقامات موش۔ وان۔ خرپوط۔ تیلس۔ اور دیاربکر کے کرد قبائل کی ایک جماعت جس کی تعداد بیس ہزار کی تھی مصطفٰے کمال پاشا کی سپاہ میں شریک ہو کر یونانیوں سے لڑنے کے لئے تیار ہوگئی۔ اس جمعیت میں ایک ہزار مسلح سوار اور ایک ہزار پیادہ تھے۔

. . . .

ترکوں کی شاندار جنگی تیاریاں

وزیر انگورا نے اپنی قومی مجلس سے فوجی وردیوں اور دیگر سامان کے لئے تین کروڑ پونڈ (ترکی) اور مختلف قومی مصارف کے لئے ڈیڑھ کروڑ پونڈ (ترکی) طلب کئے۔ جن کی منظوری فوراً دے دی گئی غازی مصطفٰے کمال پاشا نے مجلس انگورا کی منظوری سے تمام قسم کے محصولات دگنے کر دیئے۔ مسیحی آبادی سے فوجی خدمت میں حصہ نہ لینے کے باعث ایک خاص محصول وصول کیا جاتا تھا۔ وہ بھی دگنا کر دیا گیا۔ ایک قانون نافذ کیا گیا جس کے مطابق تمام یونیورسٹیوں اور کالجوں کے وہ فارغ التحصیل طلباء جو آخری درس کی جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ فوجی خدمت کے لئے طلب کر لئے گئے۔ اور پانچ ہفتہ کی تربیت کے بعد میدان جنگ میں

بھیج دیئے گئے ۔

ترکی قومی جندرامہ کو بھی غازی مصطفٰے کمال پاشا نے فوج میں شامل کر لیا۔ اس سے فوج میں چھبیس ہزار سپاہیوں کا اضافہ ہو گیا۔ غازی مصطفٰے کمال پاشا کا ایک نمائندہ جو قسطنطنیہ میں بھیجا گیا تھا۔ اس کا بیان ہے۔ کہ "جو علاقہ غازی موصوف کے ماتحت ہے۔ اس کے ترکی باشندے فوجی کارروائیوں کی نشو ونما کی بقا کو بہت فکرمندی سے دیکھ رہے ہیں۔ عام طور پر ترک غازی اعظم کی فوج پر کامل اعتماد ظاہر کرتے ہیں" ۔

حکومت انگورا نے ۴۲ سال سے کم عمر کے تمام آدمیوں کو فوجی خدمت کے لئے طلب کر لیا۔ اور انہیں توقع تھی۔ کہ محفوظ فوج سے بھی ۵۰ یا ۵۵ ہزار آدمی مل جائینگے۔ غازی موصوف چاہتے تھے۔ کہ قفقاز اور آرمینیا کے محاذوں سے اپنی تمام فوجیں واپس بلا لیں۔ لیکن انہیں اندیشہ تھا۔ کہ جارجیہ اور آرمینیہ کی فوجیں کہیں چھاپے نہ مارنے لگ جائیں۔ ہاں البتہ غازی موصوف نے اس محاذ سے بہت بڑا توپ خانہ اناطولیہ کے محاذ پر منتقل کر دیا۔ جس میں ۵ میدانی توپیں۔ اور ۴ میدانی ہاوٹزر باڑھ بان شامل تھیں ۔

ابھی یونان کی کمر خمیدہ سیدھی نہ ہوئی تھی۔ اور نہ ہی وہ کوئی جارحانہ کارروائی کر سکتے تھے کہ اس اثنا میں مصطفٰے کمال پاشا نے تمام طرح کے ساز و سامان مہیا کر لئے۔ مورچے بھی مزید فوجوں سے مستحکم کر لئے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ غازی موصوف نے ایک اور تبدیلی کی۔ کہ رفعت پاشا جو قوم پرور ترکوں کی مغربی فوج کے سپہ سالار تھے۔ اپنے عہدے سے علیحدہ کر دئے گئے۔ کیونکہ انگورا گورنمنٹ ان کے ناکام اور گراں حملے سے جو انہوں نے مقام ترلوپار میں کیا تھا۔ مطمئن نہ تھی۔ ان کی جگہ کاظم قرہ بکر پاشا ہوئے۔ یہ آرمینی محاذ کے لائق اور سرگرم سپہ سالار تھے۔ الغرض قوم پرستوں کو کامل طور پر قوت حاصل ہو گئی ۔

یونان کی صلح کی خواہش

مختلف ذرائع سے خبریں موصول ہوئیں کہ یونانیوں نے روم میں اعتدال پسند ترکوں سے چپ چاپ گفت و شنید صلح شروع کردی۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ لنڈن کانفرنس کی تجاویز کے اصولوں سے کچھ مصالحانہ مفاہمت ہوسکے۔ لیکن انگورہ کی اخبارات اس منشور کو بہ نظر حقارت دیکھتی تھیں۔ اور کہتی تھیں۔ کہ حکومت انگورہ اس وقت خوش اور مطمئن ہوسکتی ہے جب یونانی ترکی علاقوں سے اپنے تمام تعلقات منقطع کرلیں۔

یونان کی تازہ سرگرمیاں

اپریل سنہ ۱۹۲۲ء میں قسطنطنیہ کی بعض خبروں سے معلوم ہوا۔ کہ یونانی اپریل کے اختتام میں پھر جارحانہ کارروائی کرنے والے تھے۔ اس وقت چالیس ہزار مزید کمک یونانیوں کو پہنچ گئی۔ باب عالی نے اتحادیوں سے درخواست کی۔ کہ وہ یونانیوں کو مجبور کریں۔ کہ وہ آئندہ قسطنطنیہ کی غیر جانب داری کو ملحوظ رکھیں۔ اور بحیرہ اسود کے بندرگاہوں کو فوجی مطالب کے لئے استعمال نہ کریں۔ ڈیلی ایکسپریس کو سرکاری طور پر معلوم ہوا کہ یونانیوں کے پہلے دستے پر جس نے پچھلے دنوں افیوم قرہ حصار کو خالی کردیا تھا اور قونیہ ریلوے کے ایک طرف چلا گیا تھا۔ ترکوں نے پھر حملہ کردیا۔ ۱۵ اپریل کو غیر معمولی طور پر نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن یونانی اپنی جگہ پر ڈٹے رہے بروصہ کی شہر پر یونانیوں نے پھر جارحانہ کارروائی شروع کردی۔

یونانی بیڑے کی گولہ باری

یونانی بیڑے نے بحر اسود میں۔ کمالیوں کے ایک بندرگاہ انی بولی پر گولہ باری کی۔

قوم پرست سمرنا کے قریب

قسطنطنیہ سے ایک اطلاع ملی۔ کہ متعدد ترکی فوجی کمپنیاں شہر سمرنا سے چند میل کے فاصلہ پر پہنچ گئیں۔ اور رات کے وقت یونانی فوجوں سے ان کی جھڑپیں بھی ہوئیں۔ یونانی فوج اسوقت اپنا ایک نیا خط مصاف منبی الحصار کے پاس تیار کر رہی تھی۔ لیکن یونانی ہرگز ترکی فوج ظفر موج کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھے۔

بعد ازاں سمرنا سے ٹائمز کے وقائع نگار نے لکھا۔ کہ شاہ قسطنطین ایک تباہ کن جنگی جہاز پر سوار جزیرہ لیمنوس پہنچ گئے۔ ان کے پاس دیگر جنگی جہاز بھی تھے لیمنوس سے وہ فوراً میدان جنگ کو روانہ ہو گئے۔ جہاں ایک لاکھ ساٹھ ہزار یونانی فوج ترکوں پر حملہ کرنے کیلئے پورے طور پر تیار کھڑی تھی۔

شاہ قسطنطین سمرنا میں شاہ قسطنطین اور وزیر اعظم دونو ایشیائے کوچک میں گئے۔ ان کی آمد پر سمرنا کو جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا۔ اور بندرگاہ میں یونان کے جنگی جہاز بکثرت موجود تھے۔

بورسا محاصرہ کی حالت میں اگرچہ عسکی شہر کی تسخیر کے بعد مصطفےٰ کمال پاشا اور یونان کی لڑائیوں کے متعلق مبہم خبریں آتی رہیں۔ لیکن تاہم بھی بعد کی خبروں سے یہ ظاہر ہوتا تھا۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا کی سپاہ برابر یونانیوں پر فتح حاصل کرتی رہی۔ چنانچہ شہر بورسا ابھی کمالیوں کے محاصرہ میں ہے۔ اور ترکی سپاہ نے شہر مذکور کو پوری قوت سے محاصرہ میں لے کر یونانیوں کو بدحواس کر دیا۔ بعد کی اطلاع سے معلوم ہوا۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا نے ہوائی جہازوں سے بورسا میں مطبوعہ اوراق گرائے۔ جن میں بورسا کے حاکموں کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ وہ مقام مذکور کے مسلمانوں کو تکلیف و اذیت نہ پہنچائیں اور ان سے کوئی ایسی خدمت نہ لیں۔ جو ان کی قوت سے باہر ہو۔ اگر انہوں نے ایسا کیا یا ان کو قتل کیا۔ تو ترکی حکومت ان یونانی قیدیوں کو جو ان کے ہاتھ میں ہیں قتل کر دیگی۔

مصالحت کا خیال ماہ جون میں ایتھنز کے ایک تار کے ذریعے سے معلوم ہوا۔ کہ یونان کا وزیر اعظم اور وزیر جنگ سمرنا سے واپس چلے گئے۔ یونانی وزارت نے فوراً ایک اجلاس منعقد کیا۔ تاکہ یونان اور ترکی کی آویزش میں اتحادیوں کی مصالحانہ مداخلت کی تجویز پر بحث کی جائے۔ آثار و قرائن سے پایا جاتا تھا کہ یونانی گورنمنٹ مصالحت کے اصول کو منظور کریگی۔ لیکن ذمہ داری کا بار

سر پر لینے سے پہلے وہ اتحادیوں کی شرائط معلوم کرنیکی کوشش کریگی۔

(۲) لیکن انگلستان۔ فرانس۔ اٹلی کے سفیروں نے حکومت یونان کو اطلاع دی۔ کہ اتحادی۔ یونانی اور ترکی کے جنگ و جدال کا خود فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

(۳) گذشتہ لنڈن کانفرنس کے انعقاد کے بعد سیاسی خیالات میں تغیر پیدا ہو گیا فرانسیسی اس بات کا اظہار کرنے میں ذرا بھر بھی تامل نہیں کرتے تھے کہ یونانیوں کو ایشیائے کوچک سے بوریا بستر سنبھال کر اپنے ملک کی طرف مراجعت کرنی پڑے گی۔

مصطفےٰ کمال پاشا کی پارلیمنٹ کا اجلاس خصوص

قسطنطنیہ ۲۸۔ جولائی۔ ایشیائے کوچک کی اخبارات سے ظاہر ہوا۔ کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی پارلیمنٹ کا ایک اجلاس خصوصی بمقام انگورا منعقد ہوا۔

یہ اجلاس جذبات حب وطنی کا بہترین مظہر تھا۔ ہر ایک شخص ان جذبات سے متاثر نظر آتا تھا۔ فوجی حالت کے متعلق حکومت سے استفسارات کئے گئے۔ ایک نائب نے سوال کیا۔ کہ کہیں اس امر کا خطرہ تو نہیں۔ کہ یونانی افواج تمام اناطولیہ کو تاخت و تاراج کر ڈالیں گی؟ غازی مصطفےٰ کمال پاشا فوجی لباس زیب تن کئے جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ اور جوش بھری آواز میں فرمایا۔ کہ ”خطرہ اور خدشہ کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی“۔ یونانیوں نے صرف ان مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ جن کو ہم نے دیدہ دانستہ برضا و رغبت خود خالی کر دیا تھا۔ اب تک ان سے کوئی جھڑپ نہیں ہوئی۔ ہماری افواج ایسے مقامات پر جا پہونچی ہیں۔ جہاں خطرہ سے مامون و مصئون ہیں۔ اور اپنے انتظامات میں مصروف ہیں۔ ہم اپنی جمعیت کو قوی تر بنا رہے ہیں۔ افواج میں اضافہ کر رہے ہیں۔ مجھ کو یقین واثق ہے۔ کہ ہم یونانیوں کا مقابلہ کرینگے“۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے پارلیمنٹ کو اس امر تک کا یقین دلا دیا۔ کہ فوج بہت جلد جارحانہ کارروائی شروع کر سکیگی۔ آپ کی اس حوصلہ افزا تقریر پر جذبات مرحبا کے نعرے

بلند ہوئے*

ترکوں کی پیش قدمی

جنگ عسکی کے بعد کوئی اہم واقع وقوع پذیر نہ ہوا کیونکہ یونانی عسکی شہر پر شکست فاش کھا کر بالکل نڈھال ہو گئے تھے۔ تاوقتیکہ مزید کمک ان کے پاس نہ پہنچ جائے۔ وہ آگے بڑھنے کے قابل نہ تھے۔ اگرچہ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ترکوں اور یونانیوں کے درمیان ہوتی رہیں۔ جن میں سے اکثروں کا ذکر پیچھے کیا گیا ہے۔ لیکن وہ اکثر ترکوں ہی کے لئے نیک فال رہیں۔ اور یونانی مار کھا کر پیچھے ہٹ جاتے تھے ماہ جون ۱۹۲۱ء میں شاہ قسطنطین اور وزیر اعظم یونان البشیائے کوچک میں آئے۔ تاکہ شاہ قسطنطین میدان جنگ میں رہ کر اپنی سپاہ کو ترکوں کے مقابلہ میں لڑائیں۔ چنانچہ وزیر موصوف تو یونان میں واپس چلے گئے۔ اور شاہ قسطنطین میدان جنگ میں موجود رہے۔ مگر ان کا میدان جنگ میں رہنا مفید نہ تھا۔ فوج میں وہ ہر دلعزیز نہیں ہیں۔ اس لئے فوجوں میں کوئی جوش وہیجان پیدا نہ ہوا۔ اور وہ اپنے بادشاہ کی موجودگی کو باعث برکت خیال نہ کرتی تھیں۔ کیونکہ ان کو ۱۸۹۷ء کا واقعہ یاد تھا۔ جبکہ انہوں نے جنگ ترکی و یونان کے موقع پر جس میں یونانی ترکوں کے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔ ایک شہر کو غیر مصافی پناہ گزینوں سے خالی کرا کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ اور غیر مصافی لوگ راستے میں مصیبتوں کا شکار ہوئے۔ اور دوسرے وہ جانتے تھے۔ کہ بادشاہ سلامت لڑنے میں سب سے پیچھے اور بھاگنے میں سب سے آگے ہوتے ہیں*

بہر حال اب پھر لڑائی کا موقع آگیا۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے ایک پیغام سے جو پیرس کے ذریعہ یکم جولائی ۱۹۲۱ء کو یہاں پہنچا۔ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ترکان احرار حالی ساتخہ میں پہنچ گئے۔ اور ان کی پیش قدمی برابر جاری تھی یونانی فوج جنرل میکرو ویلیسا کے ماتحت تین توپ خانوں کے ساتھ نرغہ

میں آگئی ۔

یونانیوں نے اوا بازار اور بجا کو خالی کر کے اسمد میں اپنا محاذ قائم کیا۔ اتحادیوں نے یونانیوں کو اسمد فوراً خالی کر دینے سے روک دیا۔ کیونکہ اس سے قسطنطنیہ کو خطرہ تھا۔ ساتھ ہی اس کے یونانیوں کو ایک عظیم نقصان پہونچا اور وہ یہ تھا۔ کہ سمرنا شہر کے باہر یونانیوں کے بارود اور آتشگیر مادوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ جہاں یکم جولائی کو سہ پہر کے وقت ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ کئی یونانی سپاہی مجروح و ہلاک ہوئے۔ اور اردگرد کے مکانات تباہ و برباد ہو گئے ۔

ابتداءً تو یہ خبر آئی۔ کہ ترکوں نے ۳۰۰ یونانیوں کو ہلاک کر دیا۔ پھر مصطفےٰ کمال پاشا نے خود بہ نفس نفیس اپنی فوج ظفر موج کی کمان ہاتھ میں لی۔ ادھر بالشویکوں کی تمام افواج کو اجتماع کا حکم ملا۔ تاکہ ترکوں کے ہمراہ ہو کر یونانیوں کے خلاف لڑیں ۔

یونانیوں کی پیش قدمی

اس کے بعد لڑائی کا آغاز زور و شور سے ہوا۔ ایتھنز کا ایک تار ۲۱ جولائی کو لندن کے راستے سے ظاہر کرتا ہے۔ کہ سرکاری طور پر اس امر کا اعلان کیا گیا۔ کہ یونانیوں نے عسکی شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور بسرعت تمام انہوں نے اپنے دشمنوں کا تعاقب کیا۔ چنانچہ عسکی شہر کی تسخیر پر اخبارات نے پورا پورا اطمینان ظاہر کیا۔ ان کا بیان ہے۔ کہ ترکان احرار کی فوج میں سخت ابتری پھیل گئی تھی۔ یونانیوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر چھاپا مارا ترک سامان حرب چھوڑ کر چلے گئے۔ ۸۰ توپیں اور ایک ہزار قیدی یونانیوں کے ہاتھ آ گئے۔ یونانی جہازوں سے ترکی فوج پر خوب گولے برسائے۔ فوجی حلقوں میں یہ رائے ظاہر کی جاتی تھی۔ کہ عسکی شہر کی تسخیر نے عملاً ترکانِ احرار سے جنگ کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ترکی فوج کے جنرل سٹاف کے افسرانِ اعلےٰ نے بیان کیا۔ کہ علاقوں اور قلعوں کا ترکوں کے ہاتھ سے نکل جانا کوئی

زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ترکی فوج بغیر کسی خونریز لڑائی کے واپس چلی آئی ہے جیسا کہ پہلے ہی تجویز ہو چکا تھا۔ افسر موصوف کو یقین تھا۔ کہ جنگ کا نتیجہ ترکوں کے حق میں اچھا نکلیگا۔

اس کے بعد یونانیوں کی فتح و کامیابی کی خبریں پے در پے آنے لگیں۔ اور ترکوں کی شکستوں اور ہزیمتوں کے افسانے اڑنے لگے۔ چنانچہ یہ خبر آئی کہ تیس ہزار غازیان اسلام اور مجاہدین دیندار ظالم یونانیوں کے پنجہ بدعت میں گرفتار ہو گئے۔ اور باقی ماندہ عسکی شہر کو بھی دشمنوں کے ہاتھ میں چھوڑ کر مفرور ہو گئے۔ مگر یہ خبریں یونانیوں کے ذریعہ سے آئی تھیں۔ اگر ترک فی الواقع ہی پسپا ہو رہے تھے۔ تو پھر کسی مناسب تجویز کے ماتحت پیچھے ہٹتے ہونگے۔ اور یونانیوں کو بغیر کسی جنگ شدید کے آگے بڑھنے دیتے ہونگے۔ کہتے ہیں۔ کہ یونان میں لوگوں کے جوش پے در پے شکستوں سے اس قدر سرد پڑ گئے تھے۔ کہ پھر ان کو گرم کرنے اور فوجی بھرتی میں ترقی کرنے کے لئے یہ ہوائی فتوحات کی خبریں سناتے تھے۔

اس کے بعد ایتھنز میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا۔ کہ قطانیہ پر یونانیوں کا قبضہ ہو گیا۔ ہزارہا سپاہی گرفتار ہوئے۔ اور کثیر تعداد میں مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اور خیال کیا گیا۔ کہ قطانیہ کی تسخیر سے ترکی کی بڑی ریلوے لائنوں پر یونانیوں کا بہت جلد قبضہ ہو جائیگا۔

ایتھنز کی ایک اور سرکاری اطلاع نے ظاہر کیا۔ جو ۱۳ جولائی کو لندن کے ذریعے سے ہندوستان میں آئی۔ کہ چند ترکی پیدل پلٹنوں اور سوار کی ڈویژنوں نے یونانیوں کے خلاف ایک زبردست جوابی حملہ کیا۔ لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ ترک بہت سی لاشیں اور سامان حرب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یونانی سپاہ نے تعاقب جاری رکھا۔

اگست ۱۹۲۲ء کا مہینہ ہے۔ مگر خبریں برابر ویسے ہی پہنچنے لگیں

آ رہی ہیں۔ ترک شکست پر شکست کھاتے جاتے ہیں۔ بلکہ اگست کے درمیان میں جس قدر خبریں آئیں۔ وہ روح فرسا اور جانگسل تھیں۔ قسطنطنیہ کی تاروں سے یہ ظاہر ہوتا تھا۔ کہ ترکانِ احرار انگورا خالی کرنے پر مائل ہو گئے تھے۔ بلکہ انھوں نے ایسا کرنے کے انتظامات بھی مکمل کر لئے تھے۔ ضروری چیزیں ہٹا کر مشرق کی طرف ایک محفوظ مقام میں پہنچا دی گئیں۔ بجائے عصمت پاشا کے مصطفیٰ کمال پاشا خود سرلشکر مقرر ہو گئے۔ جو فتح پر یقینی اعتماد رکھتے تھے۔ وہ یونانی محاذ کو زیادہ پھیلانا چاہتے تھے۔ ان کو فتح کا اس قدر یقین تھا۔ کہ باوجودیکہ اتحادی مداخلت کرنے کے لئے تیار تھے۔ انھوں نے کہا۔ کہ ہم دب کر مداخلت کی درخواست نہیں کرتے۔ پہلے موجودہ جنگ کا فیصلہ شمشیر خون آشام سے ہو جائے۔ پھر مداخلت پر غور کیا جائیگا۔

یونانی پیش قدمی کے متعلق سرکاری طور پر اعلان کیا گیا۔ کہ یونانی انگورا کی طرف بڑھتے جاتے ہیں اور عسکی شہر کے مشرق میں انگورا سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر ہیں (یہ خبر لنڈن سے ۱۷، اگست کو چلی) ٹائمز کے نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ نے لکھا۔ کہ یونانی افواج نہایت استقلال کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں۔ اور اس کا بہت کمزور مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ وہ اب دریائے پرسنک پر ماندرہ للبا کیرما کی لائن جو عسکی شہر سے ۲۷۰ میل جانب مشرق واقع ہے۔ قابض ہیں۔ کافی مقابلہ کی قوت نہ پا کر پسپا ہو رہے ہیں۔ یونانی حملہ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ انگورہ پہنچ کر ریلوے کے اسٹاک کو تباہ و برباد کر دیں۔ اور کمالیوں کے سلسلہ رسل و رسائل کو منقطع کر کے عسکی شہر پر واپس آ جائیں۔ اخبارات کا بیان ہے۔ کہ ترکوں نے جزیرہ نمائے اسمد بھی خالی کر دیا تھا۔ ایک سرکاری اعلان میں بیان کیا گیا۔ کہ یونانیوں نے پیش قدمی کی۔ اور معمولی ترکی مدافعت کے بعد وہ غنیم کے مورچوں تک جو خط مندرا و قیبز تغی ملو برد پر واقع ہیں۔ بڑھ گئے۔ یہ خط عسکی شہر سے

۰، کیلومیٹر کے فاصلہ پر تھا۔ ایک اور سرکاری اعلان مورخہ ۱۵ اگست میں بیان کیا گیا۔ کہ یونانیوں نے اس خط پر مقام قزل ایفلو سیوری حصار۔ طائر قادکیو پر، اور فیلی سے گذرتا ہے قبضہ کر لیا۔ سمرنا سے ٹائمز کے وقائع نگار نے لکھا۔ کہ یونانی فوجیں بہت تیزی سے انگورا کی جانب بڑھ رہی ہیں۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے سروِن حصار اور انگورا کا کل علاقہ خالی کر دیا ہے۔

یونانیوں کی پیش قدمی ۵۵ سے ۶۰ میل تک کی تھی۔ رعایا کمالی فوج کے عقب میں جاتی تھی۔ یونانی ہوائی جہازوں پر گولہ باری کرتے تھے۔ کمال پاشا یونانیوں کی اس پیش قدمی پر بہت متعجب تھے۔ یونانی اپنی ان کامیابیوں پر نازاں ہو کر قسطنطنیہ پر قبضہ جانے کے خواب دیکھنے لگے۔

یونانیوں کی یہ پے در پے فتوحات اور کامیاب پیش قدمیاں عالم اسلام کو نہایت ہی مضطرب حالت میں کھینچے ہوئے تھیں۔ یاس اور حیرانگی کا عالم طاری تھا۔ لیکن مصطفےٰ کمال پاشا ظفر مندی کا حلقہ لے کر میدان جنگ میں آئے تھے۔ اور خدا کے فضل و احسان سے ایسا ہی ہوا۔ کمال پاشا تمام یورپ میں بہترین ماہران فنون حرب سے سمجھے جاتے ہیں۔ اگر بہ امعان نظر دیکھا جائے۔ تو ان کی یہ پالیسی تھی۔ کہ انگورہ سے ہٹ کر اپنی فوج غیور و شجاع کو سیشاریہ (قیصریہ) میں مجتمع کریں۔ بظاہر یہ تدبیر نہایت ہی صائب تھی۔ اور اس کی تہہ میں یہ اصول کام کر رہا تھا۔ کہ جب تک غنیم کی فوجیں قطعی طور پر مغلوب نہ ہو جائیں۔ کوئی شکست نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اگر مصطفےٰ کمال اپنی افواج کو انگورا سے صحیح سلامت پیچھے ہٹا لیں، اور اس کو تباہی اور ہلاکت سے بچائے رکھیں۔ تو نہ یونانی اس کو اپنی فتح پر محمول کر سکتے ہیں، اور نہ ترکان احرار کی مغلوبیت پر۔ اس پالیسی میں کامیابی کی قطعی امید تھی۔ کیونکہ یونانی فوجیں جوں جوں آگے بڑھتی جاتی تھیں۔ وہ اپنے مرکز جنگ سے دور ہوتی جاتی تھیں۔ جب وہ بہت آگے نکل آئیں۔ تو ان کو کمک بھی نہ پہنچ سکتی

تھی۔ اور ترکوں کے لئے کامیابی کے ساتھ پنجہ آزمائی کا بہترین موقع پیدا ہو جانے والا تھا۔ فی الحقیقت وہ وقت قریب آگیا۔ کہ یونانی اسی تیزی اور سرعت کے ساتھ جس کے ساتھ وہ پیش قدمی کرتے تھے۔ پیچھے کی طرف بھاگیں۔ چنانچہ ہز ایکسیلنسی غازی فوزی پاشا ترکان احرار کے وزیر جنگ کے اعلان نے بکھرتے ہوئے جسموں کو سہارا دیا۔ جو کہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے ؛

دشمن کی پیش قدمیوں کے احتمال کی وجہ سے پبلک کو ہرگز اندیشہ مند اور ہراسان نہیں ہونا چاہئے۔ قوم کو اس بات پر پورا یقین رکھنا چاہئے۔ کہ باوجود اس امر کے کہ دشمن اپنی اعدادی فوقیت سے حفاظت کر رہا ہے۔ ہمارے لشکر کو بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ لیکن التون طاش کا شمالی علاقہ دشمن کی لاشوں سے بھرا ہے۔ دشمن نے ہماری فوج سے عسکی شہر اور سید غازی کے قریب وہ ماریں جو تھپیڑے کھائے ہیں۔ اس حیرت انگیز تجربہ سے اس سے بخوبی معلوم ہو گیا ہے۔ کہ یہ پیش قدمی اسی قدر گراں پڑیگی پبلک کی اطلاع کے لئے ہمیشہ سرکاری رپورٹیں شائع ہوتی آئیں ہیں۔ اور آئندہ قوم کو بڑے صبر و اعتماد کے ساتھ آخری نتیجہ کا انتظار کرنا چاہئے۔ ترکی مجلس اعلےٰ نے اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے سب قسم کی تدابیر کام میں لانے کا قطعی فیصلہ کر لیا ہے۔ دشمن اناطولیہ میں اپنے بازوؤں کو پھیلا پھیلا کر اپنی ہلاکت کو قریب کر رہا ہے۔ تیا حصار دشمن کے جنازہ کا مقبرہ بنیگا ؛

فوزی پاشا کے اعلان اور ترکوں کے عام استقلال سے یہ نتیجہ بالکل ظاہر تھا۔ کہ ترکان احرار میں جنگی جذبات۔ دلیری۔ اور فوجی قابلیت کے وہ تمام جوہر موجود تھے۔ جو جنگ میں ایک فوج کو فاتح بنایا کرتے ہیں ؛

معرکہ سکاریہ

اب یونانیوں کی عمر کا کاسہ لبریز ہو چکا تھا۔ ان کی ترقی اور پیش قدمی کا دروازہ بھی بند ہو گیا تھا۔ اور باد صر شاندار خوشبو والی ریاح و عواطف کے ساتھ ترکوں کے حق میں چل چکی تھی۔ یعنی وہ جنگ جس میں یونانیوں

کی کئی روز تک متواتر پیش قدمی کی خبریں آتی تھیں۔ وہ اب مبدل بہ پسپائی ہو گئی۔ یونانیوں کی خوشی اور انبساط میں حزن و ملال کی زہر آلود نہریں مل گئیں۔ ترکان احرار کی قسمت کا پلڑا غالب ہوا اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی فتح کا آغاز ہوا۔ یونانی جو اپنے دماغ میں فتح قسطنطنیہ کے خیالات لئے ہوئے بڑے زور و شور سے انگورا کی طرف پیش قدمی کرتے تھے۔ دفعتاً نہر سکاریہ پر روک دیئے گئے۔ یہاں آکر جب ترکان احرار نے دیکھا۔ کہ وہ اب اپنے مرکز جنگ سے بہت بعید مسافت پر آ گئے ہیں۔ تب انہوں نے یونانیوں سے مقابلہ کا رخ کیا۔ اس موقع پر ترکوں کو قفقاز اور سلیشیا سے مزید کمک پہونچ گئی۔ جو ۸۰ ہزار سے اوپر تھی۔ مزید برآں ۲۰ ہزار سپاہ ادالیہ میں جمع ہو گئی۔ یونانیوں نے بہت کوشش کی۔ کہ آگے بڑھیں۔ مگر ترکوں کی فوجوں نے ان کو سکاریہ سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیا۔ اس مقام پر یونانیوں اور ترکوں کے درمیان ۵ روز تک مسلسل گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ طرفین کو بہت سختی سے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا پڑا۔ آخر یونانیوں کا یہ عظیم معرکہ انگورا تک پہنچنے کے لئے بالکل ناکام رہا۔

الحمدللہ۔ کہ اتنے روزوں کی مسلسل جنگ کے بعد یونانیوں کو شکست کھا کر پسپا ہونا پڑا۔ اور ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ افیوم قرہ حصار پر بھی یونانی شکستیں کھا کر پیچھے ہٹے۔ بعد ازاں مصطفےٰ کمال پاشا نے دینی شہر پر قبضہ کر لیا۔

ترکان احرار نے نورالدین پاشا کو بحیرہ اسود کے سواحل کا سپہ سالار مقرر کر دیا تاکہ جن مقامات پر یونانیوں کے فوج اتارنے کا احتمال ہو۔ ان جگہوں کو مستحکم کر کے یونانیوں کی اس طرف سے بھی ناکہ بندی کر دے۔

لیکن یہ جنگ ابھی ایک ہی شکست پر ختم نہ ہوئی۔ کیونکہ یونانی بھی کافی جمعیت کے ساتھ بڑھے چلے آتے تھے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے سوری حصار کے

قریب جدید محاذ قلعہ بندی پر یونانی افواج کو سخت ہزیمت دے کر عسکی شہر کی جانب پسپا کر دیا۔ سیوری حصار عسکی شہر سے پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یونانی افواج بہت سا سامان حرب اور ہتھیار مقتول میدان میں چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ ریوٹر کی ایک یونانی سرکاری خبر سے معلوم ہوا۔ کہ ترکوں نے ۵ محاذوں پر زبردست جوابی حملے کئے۔ جن کا نتیجہ ترکوں کے حسب دلخواہ ہوا۔ ایک نامہ نگار نے اطلاع دی۔ کہ یونانیوں کو سخت نقصان جان اٹھانا پڑا۔ اس کے صرف ۱۵ ہزار آدمی اقنالمبرا اور افیبہم قرعہ حصار میں مقتول ہوئے ؎

ایتھنز کے سرکاری اعلان مورخہ ۱۰ ستمبر میں بیان کیا گیا۔ کہ ترکوں نے ہماری فوج کے وسطی حصہ اور بائیں بازو پر شدید حملہ کیا۔ مگر مسترد کر دیا گیا۔ یونانی ان جنگوں میں شدید نقصان اٹھا کر مغرب کی طرف پسپا ہوئے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ ۱۸ ہزار یونانی اور ۱۰ ہزار ترک اس جنگ میں کام آئے۔ سمرنا سے ٹائمز کے نامہ نگار نے لکھا۔ کہ گوردیوس کے مغرب میں اہم پہاڑی بلندیوں پر یونانیوں نے مورچے قائم کئے۔ لیکن مصطفےٰ کمال پاشا نے نہایت ہی طاقتور مدافعت کی ؎

ایک اور خبر سے ظاہر ہوا۔ کہ اس جنگ عظیم میں ۲۰ ہزار یونانی کام آئے۔ جس میں سے ½ حصہ کل تعداد کا ماہ ستمبر میں مقتول ہوا۔ زاں بعد یونانیوں نے تسخیر انگورا کی جد و جہد ترک کر دی۔ کیونکہ جنرل پاپولاس نے یہ اعلان کیا۔ کہ یونانی ۱۰ ہزار جانیں اور تلف کئے بغیر انگورا پر قبضہ نہیں کر سکتے ؎

ماہ اگست کی جنگی کارروائی کا تبصرہ کرتے ہوئے۔ ریوٹر کے نامہ نگار نے لکھا۔ کہ یونانیوں کو جارحانہ کارروائی سے سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ جب یونانیوں نے دریائے سکاریہ کو عبور کیا۔ تو ان کا میمنہ بہت دور تک نہ پھیلا ہوا تھا۔ ترکوں نے حملے کے جواب میں ایسا حملہ کیا کہ یونانیوں کے دو ڈویژن منتشر ہو گئے۔ اور نہایت بے ترتیبی سے سر پر پاؤں رکھ کر پسپا ہو گئے

ان میں یونانی توپ خانہ بھی تھا۔ ترکوں کی دوسری صف نے یونانیوں کی مکمل مدافعت کی۔ یونانی تھک چکے تھے۔ ترکوں نے اپنے محفوظ سپاہیوں اور تازہ دم فوج کی مدد سے جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ یونانیوں کے جنرل سٹاف نے گھبراہٹ میں جلسہ منعقد کر کے دریائے سکاریہ کی دوسری جانب چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ اندازہ کیا جاتا ہے۔ کہ اس لڑائی میں یونانیوں کے ۲۵ ہزار آدمی کام آئے۔ ترکوں نے بھی بہت نقصان اٹھایا۔ ڈیلی میل نے لکھا۔ کہ سکاریہ کے میدان کارزار میں دو لاکھ یونانی مقتول ہوئے۔ بیماریوں اور زخمیوں کے شکار ہونے والے ان کے علاوہ تھے +

جنگ سکاریہ کی مفصل کیفیت

یہ جنگ ۱۰ روز تک برابر جاری رہی شاہ قسطنطین اور یونانی سپاہ دل میں یہ امید رکھتی تھی۔ کہ ایک ہفتے کے اندر انگورا فتح کر لیا جائیگا۔ اس امید موہوم کو مد نظر رکھتے ہوئے یونانیوں نے دوسری مرتبہ ترکوں کے خلاف جارحانہ کارروائی شروع کی۔ افواج بارعب رفتار اور جوش و خروش سے سرشار پیش قدمی کرتی تھیں۔ یونانی دن بدن آگے بڑھتے تھے۔ اب کوٹاہا فتح ہوا۔ پھر سکی شہر کی تسخیر ہوئی۔ بعد ازاں انگورا کی باری آئی۔ یونانیوں کی لاف زنی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی۔ کہ وہ کہتے تھے کہ ترک جاہل جنگ نہیں کیا جانتے۔ وہ تو صرف افواج کو کھڑا کرنا جانتے ہیں۔ اور بھاگنا ہی جانتے ہیں۔ ہماری پیش قدمی کو سنکر اہل انگورا میں کھلبلی مچی ہوگی۔ ترک ہماری فتحیاب افواج سے آگے بھاگتے نظر آئینگے۔ اور بستر بوریہ باندھ کر شہر سیواس کی طرف چلے جائینگے جب مصطفےٰ کمال پاشا کی شاہی عمارتوں پر ہمارا نیلگون جھنڈا ہوا میں لہرائیگا تو ہم تمام یونانی خوشی اور مسرت کے شادیانے بجائینگے۔ نیز یہ بات ممکن بلکہ اغلب معلوم ہوتی ہے کہ ہم مصطفےٰ کمال پاشا کو بھی گرفتار کر لیں۔ جب نوبت یہاں تک پہونچ جائیگی۔ کہ ترکوں کا اتحاد اور سردار ہاتھ سے جاتا رہے تو قصہ تمام ہو جائیگا۔ تو ہم تمام ترکوں سے ہتھیار چھین لینگے۔ بلکہ ہم انہیں چاقو تک

کسی کو بھی اجازت نہ دینگے۔ پھر تحریر کی باری آئیگی۔ تمام دستاویز پر ہماری مہر ثبت ہوگی جو ہم نے پہلے ہی تیار کر رکھی ہے۔ تاکہ ہم کو بعد ازاں فاتح ہونے کی حیثیت میں عین فتح کے موقع پر مہر کن کے پاس جاکر مہر نہ بنوانی پڑے۔ کیونکہ فاتح کے پاس تمام سامان کا مکمل نہ ہونا ایک باعث شرم اور عار فعل ہوتا ہے۔ تب ہم اپنی شرائط لکھوائینگے۔ مگر مصطفےٰ کمال پاشا کو اس میں دخل دینے کی اجازت نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ تو محض ایک لٹیرا ہے۔ اول تو ہم اس کی حکومت کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ شاہ قسطنطین ڈاکوؤں کے ساتھ گفت و شنید نہیں کر سکتا۔ ہم تو کسی بڑے ذوی الاقتدار اور ذی عزت شخصیت کو اپنے سامنے طلب کرینگے۔ جو ہمارے حضور میں جھکے اور دیر تک اپنی بے عزتی کو یاد رکھے"۔ یہی اہل یونان کی یاوہ گوئیاں و جن کا فضول خواب دیکھ رہے تھے۔ آخر ان خوابوں کا یہی نتیجہ نکلا۔ کہ جب آنکھ کھلی تو پھر کچھ بھی نہ تھا۔ ہاں البتہ ان کی یہ خواب و خیالیاں ہوٹلوں میں اور شراب خانوں میں ہی صرف رنگ لاتی تھیں۔ لیکن میدان جنگ میں رنگ سے بے رنگ ہو جاتی تھیں۔ یونانیوں کی خبر رسانی کا لب و لہجہ نہایت ہی مبالغہ آمیز تھا۔ جن میں سچائی کی بو تک نہ تھی۔ جیسا کہ یونانیوں نے اپنے ایک نیم سرکاری اعلان میں مشہور کیا۔ کہ وہ ۲۲ اگست کو انگورا میں داخل ہوگئے۔ حالانکہ اس وقت وہ سکاریہ کے گرد و نواح میں تھے۔

سکی شہر کے بعد یونانیوں اور ترکوں کے درمیان ایک جھڑپ ہوئی جو حسب سابقہ انتظامات کے مطابق تھی۔ اس سے یہ مقصد تھا۔ کہ یونانیوں کی تیز رفتار پیش قدمی کو روک دیا جائے۔ اور ترکی افواج نہایت ہی مستحکم طور پر سکاریہ کے مقام پر پہنچ جائیں۔ اس جھڑپ میں ترکوں کا نقصان جان نہایت ہی بہت ہوا۔ لیکن یونانیوں نے اعلان کیا۔ ترکی فوج کو شکست فاش دی گئی ہے۔ اور اس کا بہت سا حصہ تباہ کر دیا گیا ہے۔ ترکی فوج دریائے

سکاریہ تک مجوزہ تجاویز کے مطابق پیچھے ہٹ گئی۔

(۱) تاکہ یونانی اناطولیہ کے وسط میں پہنچ جائیں۔ اور ان کی قطار اف کے منتشر ہونے
کے باعث یہ مناسب تھا۔ کہ وہ دور دور تک منتشر ہو جائیں۔

(۲) سکاریہ کے مستحکم مورچوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور یونانیوں کی آمد و
رفت کے سلسلے منقطع کر دیئے جائیں۔

(۳) اور موجودہ جنگ کو طول دیا جائے۔ دریائے سکاریہ زیادہ چوڑا نہیں۔ تقریباً چالیس میل لمبا ہے۔ جو انگورا کے راستہ میں واقع ہے۔ یہاں پر ترکوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ جو ۲۳۔ اگست کو شروع ہوا۔ جنگ نہایت ہی شدید تھی یونانی افواج نے بار بار حملے کئے۔ مگر نقصان اٹھاتے رہے۔ سکاریہ انگورا کا دروازہ ہے۔ جسے یونانی فتح نہ کر سکے۔ یونانیوں نے جس قدر اعلانات کئے سب میں انہوں فتح کے دعوے کئے۔ لیکن ترکوں نے ۷ اور ۸ ستمبر کے درمیان جو اعلانات جاری کئے۔ ان میں صرف یہی مرقوم تھا۔ کہ ہماری افواج نے دائیں اور بائیں بازوؤں پر جوابی حملے کئے۔ ہم نے دشمن کی دو رجمنٹوں کو بے ترتیبی سے پسپا کیا۔ اور ہم نے خندقوں کی تین صفیں پکڑ لی ہیں۔ دشمنوں کی افواج کے بہت سے دستے مغرب کی طرف پسپا ہو رہے ہیں۔ ہم نے یونانی محاذ کے بعض مقامات پر حملے کئے۔ اور ان پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے قیدی، سامان حرب اور گولہ بارود بھی لیا ہے۔ جوابی حملے کے وقت ہم نے ۵ صد یونانی لاشیں زمین پر دیکھیں۔ ہماری پیدل فوج نے یونانیوں کے پہلو پر حملہ کیا۔ اور ان کے متحرک دستوں کو سخت نقصان پہنچایا۔

متذکرہ بالا چند سطور جنگ سکاریہ کے متعلق محض تمہید کے طور پر ذکر کر دی گئی ہیں۔ اب ہم آپ کو اس جنگ کے مفصل واقعات دکھلاتے ہیں۔ جو نہر سکاریہ پر ۲۳۔ اگست اور ۹ ستمبر کے درمیان ترکوں اور یونانیوں

کے درمیان وقوع پذیر ہوئی۔

نہر سکاریہ پر اگست اور ستمبر میں جو زبردست معرکہ ہوا۔ وہ فوجی نقطۂ نظر سے دو دور پر منقسم ہے۔ پہلا دور چوبیس اگست سے ۳۱ اگست تک قائم رہا۔ دوسرا دور ۴ ستمبر سے ۸ ستمبر تک۔ معرکہ مذکور کے پہلے دور میں ترکی خط جنگ نہر سکاریہ کے مشرقی کنارہ پر ہلال کی شکل میں تھا۔ جس کا شمالی حصہ جنوبی حصہ سے کسی قدر طویل تھا۔ مصطفےٰ کمال پاشا کا خیال تھا کہ یونانی شمال پر حملہ آور ہونگے۔ اس لئے انہوں نے ہلالی خط جنگ کے شمالی حصہ کو کسی قدر بھاری رکھا تھا۔ لیکن یونانیوں نے اس خیال کے برخلاف جنوبی حصہ پر پورا زور ڈال دیا۔ اور دشمنوں کی زبردست فوجی طاقت سے وہ حملہ آور ہوئے۔ دو دستے ترکی سپاہ کے میمنہ پر اور دو قلب پر اور ۵ میسرہ پر جنوب کی سمت میں حملہ آور ہوئے۔ یونانیوں کا مقصد اس سے یہ تھا کہ وہ ترکوں کو گھیر لیں۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے یونانیوں کے ارادہ کو سمجھ کر اپنی سپاہ کو بتدریج پیچھے ہٹایا۔ اور پھر سپاہ کو یونانی طریقہ پر تقسیم کیا۔ اور پوری قوت سے مدافعت کی۔ اور یونانیوں کو پیچھے ہٹانا شروع کیا۔

۳۱۔ اگست کو یونانی ترکوں کے اس خط مدافعت تک پہنچ گئے۔ جو قوس کی صورت میں مقام "رفلی فیقلی" (ایک گاؤں جو انگورہ سے ۴۷ میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں واقع ہے) سے شروع ہو کر شمال میں ہوتا ہوا مغربی حیانہ تک چلا گیا تھا۔ اور پھر جلطاغ کے پہاڑوں کو قطع کر کے پولطلی کے مغرب میں ریلوے لائن تک وسعت پذیر تھا۔ یونانیوں کی پیش قدمی جنوب مغرب کے سمت میں تھی۔ اور وہ شمال مشرق میں بھی تیزی سے بڑھ رہے تھے۔

۳۱۔ اگست ۱۹۲۱ء تک یونانیوں کی پیش قدمی نہایت شاندار اور

اچھی حالت میں تھی۔ لیکن دوسرے دن صبح کو ترکوں نے ان پر سخت حملہ کیا۔ اور ان سے جلطاغ کے اہم موقع کو چھین کر پیچھے ہٹا دیا۔ اس مشرقی میدان کو بھی ان سے خالی کرا لیا۔ اس معرکہ کا یہ نتیجہ نکلا۔ کہ جلطاغ کے پہاڑ دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔ نصف مشرقی پر ترک قابض تھے۔ اور نصف مغربی یونانیوں کے قبضے میں تھے۔

۲۔ ستمبر کو یونانیوں نے پھر پیش قدمی شروع کی۔ اور تیزتاغ کے پہاڑ تک جو مقامات رفلی فیقلی اور چھپانہ کے درمیان واقع ہے پہونچ گئے

۳۔ ستمبر کو ترکوں نے ان پر حملہ کر کے پھر میسرہ اور قلب کو پیچھے ہٹا دیا

۴۔ ستمبر کو پھر یونانیوں نے پیش قدمی شروع کی۔ اور ان کا میسرہ آگے بڑھ کر باش کوئی کے ٹیلوں یا بلندیوں تک اور میمنہ رفلی فیقلی تک پہنچ گیا لیکن قلب نے کچھ زیادہ پیش قدمی نہ کی۔

مصطفٰے کمال پاشا ۴۔ ستمبر کو فوج کی کمان خود کر رہے تھے۔ یونانیوں کو آگے بڑھتا دیکھ کر انہوں نے پوری قوت سے حملہ کیا۔ اور ترکی سپاہ نے یونانیوں کو سنگینوں اور تلواروں پر رکھ لیا۔ اس معرکہ میں ترکی سپاہ نے جس قدر بھی شجاعت۔ اور غیرت سے کام لیا تھا۔ وہ یادگار زمانہ ہے۔ اور یونانی عمر بھر اس مصیبت کو یاد رکھینگے۔ چنانچہ انہیں اس معرکہ میں ترک شجاعوں کے ہاتھوں اٹھانی پڑی۔ اس معرکہ کی نسبت یورپ کے تمام وقائع نگاروں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ مصطفٰے کمال پاشا نے مدافعت کے فرض کو اس خوبی سے انجام دیا۔ کہ دوسرا کوئی شخص ادا نہیں کر سکتا۔ ٹائمز کے وقائع نگار نے لکھا ہے۔ کہ "یونانی فوجی افسر مصطفٰے کمال پاشا کی بے مثل مدافعت اور شاندار مقابلہ کی تعریف کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ یونانی سپاہ کو اس معرکہ میں سخت مصائب اٹھانے پڑے ہیں۔ اور شدید نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ معرکہ سکاریہ کے دوسرے دور کا آغاز اسی حملے سے ہوا ہے

حملہ اناطولیہ کی جنگ میں سب سے زبردست تھا۔ اور ترکوں نے اس معرکہ میں اپنی مشہور شجاعت و بسالت کا پھر ایک دفعہ ثبوت کے طور پر پیش کیا تھا۔

یہ معرکہ ۴۔ ستمبر سے شروع ہو کر ۸۔ ستمبر تک مسلسل جاری رہا۔ اور ان ایام میں رات دن برابر سخت جنگ جاری رہی یہاں تک کہ فریقین نے ایک لمحہ کے لئے بھی جنگ نہیں روکی تھی۔ ۵ ستمبر کو یونانیوں نے اپنی قوت کو کمزور پا کر خط جنگ کے دونوں پہلوؤں کو طاقتور رکھنے کے لئے مزید احتیاطی فوج طلب کی۔ اور جنگ کو شدت کے ساتھ جاری رکھا۔

۶ ستمبر کو جنگ شدت کے ساتھ جاری تھی۔ اور قریب تھا کہ ترکی سپاہ کا ذخیرہ ختم ہو جائے۔ اور وہ جنگ کو روک کر پیچھے ہٹ جائے۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا اور عصمت پاشا میدان جنگ میں داخل ہوئے۔ اور سامان جنگ کو ختتام کے قریب پا کر انہوں نے اپنی سپاہ میں جوش شجاعت پیدا کیا۔ اور دست بدست جنگ کی طرح ڈالی۔ اور ترکی سپاہ جوش میں بھر کر تلواروں۔ نیزوں اور سنگینوں۔ خنجروں کو لے کر آگے بڑھی۔ اور یونانیوں پر جا پڑی۔ یہ دست بدست جنگ اتنی سخت تھی۔ کہ یونانیوں کے حواس باختہ ہو گئے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ آخر یونانی سراسیمہ ہو کر بھاگے۔ اور میدان ترکوں کے ہاتھ رہا۔ اس پانچ روز کی مسلسل اور سخت جنگ نے فریقین کو تھکا کر چور کر دیا تھا اس لئے یونانیوں کی پسپائی کے بعد جنگ فوراً ختم ہو گئی۔ اور فریقین کی سپاہ نے آرام لینے کے لئے جسم سے ہتھیار رکھ دیے۔

لیکن بعد میں ترکی سپاہ مدافعت کے خط ثانی پر قائم رہی۔ جس کو ترکوں نے نہر سکاریہ کے مشرق میں کیا تھا۔ اس خط کا طول بخط مستقیم۔ سہیل سے پھر یہ خط آگے بڑھ کر شمال میں بک بازار تک چلا گیا۔

نہر سکاریہ کے آخری معرکہ کا یہ مختصر بیان ہے۔ جس کو پیش نظر رکھنے سے یہ

نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ترکوں نے اس معرکہ میں کامل فتح حاصل کی۔ یونانیوں کی پیش قدمی کو انہوں نے ہر طرف سے روک دیا۔ اور ان کے ہاتھوں سے بعض اہم مقامات چھین لئے۔ یونان نے اپنی ساری طاقت کو جمع کیا ہوا تھا جس کا ثبوت اس سے ملتا ہے۔ کہ اس کی سپاہ کے دو دستے تھریس میں مقیم تھے۔ اس نے ان دستوں کو روڈستو کی بندرگاہ سے سمرنا طلب کر کے میدان جنگ میں بھیج دیا تھا لیکن جس غرض سے اس نے ان دستوں کو طلب کیا تھا۔ اس میں اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اور آخر یونانی سخت نقصان اٹھا کر میدان جنگ سے ہٹ آنے پہ مجبور ہوئے اور یہ معرکہ ختم ہو گیا ۔

اس معرکہ میں ۲۰ ہزار یونانی مارے گئے۔ یونانی سپاہ کا نقصان بلا شبہ سخت نقصان ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ اس معرکہ میں جو ۴ ستمبر سے شروع ہو کر ۸ ستمبر تک جاری رہا۔ یونانیوں کی چوتھائی سپاہ ترکوں نے غارت کر دی۔ ممکن ہے۔ کہ اس تعداد میں مبالغہ ہو۔ اگر یہ فرض کر لیا بھی جائے تو پھر بھی نقصان کی تعداد ۲۰ ہزار سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔ اور اتنا نقصان بھی ناقابل برداشت نقصان ہے۔ یونان چونکہ اس محاربہ میں فریق مہاجم یعنی حملہ آور تھا۔ اس لئے اس کو زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔ کیونکہ فریق مہاجم ہمیشہ فریق مدافع سے زیادہ نقصان اٹھاتا ہے۔ بہرحال اس جنگ کے بعد یونانیوں نے نئی جنگ کو بند کر دیا۔ اور اس کمی کو پورا کرنے میں مشغول ہوئے۔ جو اس نقصان سے سپاہ میں پیدا ہو گئی تھی ۔

ترکوں کو اس معرکہ میں وقت پر معقول مدد پہنچ گئی تھی۔ اس بر موقع مدد کی نسبت انگورا سے جو اطلاعات موصول ہوئیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مدد روس سے آئی تھی۔ اور ہتھیاروں، ہوائی جہازوں اور ذخیرہ جنگ کی معقول مقدار بھی وقت پہ پہنچ گئی تھی ۔

یونانی انگورا کی طرف بڑھنے کی بجائے ان مقامات پہ جم گئے جن پہ

انہوں نے ابتدا میں قبضہ کیا تھا۔

مصطفیٰ کمال پاشا انگورا میں

سکاریہ کے معرکہ میں فتح حاصل کرکے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کامیابی اور ظفر مندی کے ساتھ میدان جنگ سے انگورا تشریف لے گئے۔ اگرچہ ان کی آمد کی اطلاع مشتہر نہ کی گئی تھی۔ لیکن پھر بھی بیشمار آدمی اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اور اپنے عظیم الشان ہیرو کے دیکھنے کے لئے بے چین تھے۔ جونہی گاڑی پہنچی تکبیر کے نعرے بلند ہو گئے۔ اور فوجی باجوں نے خیر مقدم گایا۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا انتہائی خاکساری و سادگی سے اترے اور اپنی سواری پر روانہ ہو گئے۔ مجمع نے تین مرتبہ نعرے لگائے "ہمارا مصطفیٰ ہمیشہ زندہ رہے" سرکاری اخبار نے اس موقعہ پر یہ الفاظ شائع کئے کہ "اے سپہ سالار اعظم! آپ سے جو ہو سکا تو آپ نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے موت کے ان سیاہ بادلوں کو چھانٹ دیا تھا۔ جو ہمارے وطن کی فضا پر چھائے ہوئے تھے۔ اور آفتاب کا روشن قرص جو ان بادلوں کے نیچے چھپا ہوا تھا اسلام کو دکھا دیا تھا۔ آپ جیسے کہ انہیں ہاتھوں نے ان اندھیوں کو بینا کر دیا ہے۔ جو ہمارے اشراف کے [illegible] تھیں۔ اور ہماری مردہ روحوں کو تو نے زندہ کر دیا ہے۔ لہٰذا اے ہمارے سردار! تیرا سایہ ہم پر ہمیشہ رہے"

قومی پارلیمنٹ کی تہنیت

اس کے بعد انگورا کی قومی پارلیمنٹ کا اس فتح کی خوشی میں عام اجلاس ہوا۔ قومی پارلیمنٹ نے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی خدمت میں مندرجہ ذیل تہنیت نامہ پیش کیا۔

"بخدمت صدر مجلس قومی سپہ سالار عام غازی مصطفیٰ کمال پاشا! قومی پارلیمنٹ نے آج اپنے عام اجلاس میں اس بے نظیر تحریک کا انتہائی عزت و احترام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ آپ پارلیمنٹ اور تمام ترکی قوم کے مستقل نمایندہ ہیں اور فوج اس کے تمام سپاہیوں اور تمام افسروں کا نہایت شکر گزار ہیں۔ قومی پارلیمنٹ انتہائی عظیم

الشان فتوحات پہ فخر کرتی ہے۔ جو سپہ سالار اعظم کو حاصل ہوئی ہیں۔ اور اس سے یقین کامل ہے۔ کہ آپ اپنی بے مثال لیاقتوں اور تدبیروں سے برابر کامیابی حاصل کرتے رہینگے۔ یہاں تک کہ سرزمین وطن دشمنوں سے پاک ہو جائے "

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ

اس کے بعد غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے ایک پُر زور تقریر کی۔ جو ذیل میں درج ہے "

حضرات ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ اپنی ملکی سرحدوں کے اندر آزاد و خودمختار رہیں ہم یورپ سے کچھ نہیں چاہتے۔ صرف اتنی بات چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے حقوق پر دست درازی نہ کرے۔ جنگ عظیم میں اپنے اتحادیوں کی شکست کا خمیازہ ہم اچھی طرح بھگت چکے۔ اور کافی سے زیادہ سزا ہمیں دی جا چکی ہے ہم نے شام و عراق جیسے وسیع و زرخیز علاقے ان کے باشندوں کے لئے چھوڑ دیئے کہ جیسی حکومت اپنے یہاں پسند کریں۔ قائم کرلیں۔ کس مغلوب سلطنت کو اتنی سزا دی گئی ہے۔ جتنی خاص طور پر ہمیں دی گئی ہے؟ اور کس کا اتنا ملک چھینا گیا ہے۔ جتنا ہمارا چھینا گیا ہے؟ . . . .

ہماری بدانتظامی کے جتنے افسانے مشہور

. . . .

سمجھے گئے ہیں۔ انہیں کو ہماری سلطنت کی بنیادیں گرانے کے لئے حجت قرار دیا گیا ہے۔ ان کی کیا اصلیت ہے؟ یورپ کی کون سلطنت ہم سے زیادہ خوش انتظام ہے؟ اور کس کے متعلق وہ تمام شکایتیں نہیں کی جاتیں۔ جو ہمارے متعلق کی گئی ہیں؟ لیکن سب کی سلطنتیں تقسیم و تجزی سے محفوظ ہیں۔ اور ہماری سلطنت کے حصے بخرے کر لئے ہیں۔ ہماری نسبت ہمیشہ سے یہ دروغ بیانی بھی بطور قضیہ مسلمہ کے دہرائی جاتی ہے۔ کہ ترک اپنی مسیحی رعایا کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کرتے ہیں دنیا میں کون حکومت [illegible] کی مستحق ہے۔ کہ ہم سے زیادہ غیر مذاہب کا احترام کرتی ہے؟ . . . . ہماری ترکی رعایا سے

اور مذہبی احکام ہمیں مجبور کرتے ہیں۔ کہ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی عمدہ برتاؤ کریں

مجھے دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص ہماری قلمرو کا دورہ کر کے دیکھ سکتا ہے۔ کہ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی مسیحیوں کو پورا آرام و اطمینان ہے۔ اور وہ ہر جگہ اپنے مسلمان ہم وطنوں سے زیادہ خوشحال و فارغ البال ہیں۔ اگر ہم اُن سے وحشیانہ سلوک کرتے ہیں۔ تو کیا اُن کی حالت یہی ہوتی؟

بے شک ہماری جو مسیحی رعایا کفران نعمت کرتی اور انتہائی نمک حرامی کے ساتھ وطن مقدس میں ناپاک اجنبیوں کو داخل کرنا چاہتی ہے۔ تو ہم اُسے ضرور تنبیہ کرتے ہیں۔ جس میں ہمیں کوئی ملامت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یورپ کی مہذب و متمدن سلطنتیں ایسے موقعوں پر ہم سے کہیں زیادہ سخت گیری سے پیش آیا کرتی ہیں۔ لیکن باقی پُرامن شہری ہماری سلطنت میں نہایت آزاد ہیں۔ اور مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

یونانی مدعی ہیں۔ کہ جن علاقوں پر انہوں نے غاصبانہ قبضہ کیا ہے۔ ان میں اکثریت یونانی قوم کی ہے۔ یہ ایک سفید جھوٹ ہے۔ اور غیر جانبدارانہ مردم شماری کے کاغذات بھی اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور بین الاقوامی تحقیقاتی کمیشنوں نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔ اسی بنا پر لنڈن کانفرنس میں ہمارے نمائندوں نے یہ تجویز کر دی تھی۔ کہ ان علاقوں میں پھر غیر جانبدار کمیشن جا کر تحقیقات کرے۔ مگر یونانیوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنے جھوٹ سے آگاہ تھے۔

اس کے بعد یونانیوں نے چاہا تھا۔ کہ حق کو اپنی مادی قوتوں سے کچل ڈالیں مگر حق کا حامی اللہ تھا۔ اور اسی کی مدد و توفیق سے قومی فوجوں نے یونانی لشکر عظیم کی دھجیاں اڑا دیں۔ اور اب اس کے ٹکڑے اِدھر اُدھر اڑتے پھرتے ہیں۔ مگر کہیں پناہ نہیں ملتی۔ دنیا یہ نہ خیال کرے۔ کہ اس شاندار فتح کے بعد ہم تلوار نیام میں کر لیں گے۔ ہرگز نہیں۔ ہماری تلوار کا اس وقت تک نیام میں جانا حرام ہے جب تک وہ انصاف نہ حاصل کر لے کوئی یہ نہ کہے کہ ہم خونخوار ہیں۔ اور انسانی خون بہانا

پسند کرتے ہیں۔ حاشا وکلا ہم ہرگز ایسے نہیں ہیں۔ اور نہ جنگ کو پسند کرتے ہیں ہم تو ہر ایک کے ساتھ صلح کرنے کو تیار ہیں۔ اور کسی سے بھی دست بگریبان نہیں ہونا چاہتے ہم نے بڑی کوشش کی۔ کہ ہماری فریادیں سن لی جائیں۔ اور بلا خونریزی کے ہمیں انصاف مل جائے۔ مگر دشمنوں۔ نے ہماری التجاؤں کو ٹھکرا دیا۔ اور ہمارے مطالبات کا مضحکہ اڑایا۔ ہمیں ہر طرح بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اور اپنے ظلم وجور کے سامنے سر جھکانے پر ہمیں اپنی وحشیانہ تدبیروں اور حقیر دھمکیوں سے مجبور کرنے لگے۔ اس وقت ہم نے اللہ کے بھروسہ پر .... اپنا سر اونچا کر لیا۔ اور اپنی مقدس تلوار نکالی۔ کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حقوق کی حفاظت کریں۔ پس تمام مہذب دنیا کان کھول کر سن لے۔ کہ ترکی قوم اور اس کی قومی حکومت اس برتاؤ کو کسی طرح بھی قبول نہیں کر سکتی۔ جس کے مستحق بجز غلاموں کے آزاد انسان کبھی نہیں ہو سکتے۔ ترکی قوم نے عزم مصمم کر لیا ہے۔ کہ دنیا سے اپنی آزادی وخودمختاری تسلیم کرا کے رہے گی +

پس ہمارا معاملہ صرف اس قدر ہے کہ نہ تو ہم جنگ کے شیدائی ہیں نہ خونریزی کے دلدادہ ہیں ہم امن کی تمنا میں لڑ رہے ہیں۔ جو اگر آج ہمیں ملے۔ تو ہم اُسے فوراً لے لیں۔ اور تمام کشت وخون موقوف ہو جائے +

یہ بھی دنیا کو معلوم ہونا چاہئیے۔ کہ ہم روس کے دوست ہیں۔ کیونکہ اسی نے سب سے پہلے ہماری آزادی تسلیم کی تھی۔ اور ہمارے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا تھا اور اسی بنا پر روس کو بھی حق ہے۔ کہ وہ ہماری مدد پہ بھروسہ کرے۔ آج بھی اور کل بھی۔ اور اُس وقت تک جب تک وہ اپنے عہدوں پہ قائم ہے۔ اسی طرح ہم اتحادی حکومتوں کو بھی یقین دلاتے ہیں۔ کہ وہ اگر ہماری آزادی وخودمختاری اور جائز خواہشات تسلیم کر لیں گے۔ تو ہمارے اور ان کے مابین کوئی جھگڑا باقی نہ رہیگا۔ اور فوراً امن بحال ہو جائے گا +

حضرات! میں اس ذمہ دارانہ مقام میں کھڑا ہوا ہوں۔ اور وہ تمام اختیارات

اور طاقت اپنے قبضہ میں رکھتا ہوں۔ جو آپ نے اور آپ کی موتمر مجلس نے مجھے بخشی ہیں یا طبعی تمام حیثیتوں پر نظر ڈالتے اور اپنی ذمہ واریوں کو پورے طور پر محسوس کرنے کے بعد میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ ہم جنگ نہیں چاہتے۔ امن چاہتے ہیں اور ہر وقت منصفانہ صلح کے لئے تیار ہیں۔ معلوم نہیں انتظار کس بات کا کیا جا رہا ہے؟ کیا اتحادی اس انتظار میں ہیں۔ کہ یونانی فوج ہمیں مغلوب کر کے ذلت آمیز صلح پر مجبور کر دیگی؟ محال! قطعاً محال!! اور اسی طرح محال جس طرح سوئی کے ناکے سے اونٹ کا نکلنا محال۔ بحث و مباحثہ کی حاجت نہیں۔ گذشتہ معرکے زبان حال سے اس کی شہادت دے رہے ہیں۔

حضرات! ۱۱ اگست کو مسٹر لائیڈ جارج نے اپنی تقریر میں کہا تھا۔ کہ یقین ہے جو غالب ہوگا۔ اس کے ساتھ لازمی طور پر رعایت کی جائے گی!! اب ہم غالب ہو گئے ہیں۔ اور یونانی مغلوب۔ دیکھنا چاہئے کہ وزیر اعظم برطانیہ کہاں تک اپنے وعدہ کے سچے ہیں۔ لیکن اے حضرات! ہمارا اعتماد انسانوں پر نہیں ہے نہ ہم ان کے وعدہ وعید سے ہم متاثر ہوتے ہیں۔ ہمارا اعتماد تو صرف اپنے خدا پر ہے اور اپنی تلوار پر۔ پس یہی دو ہمارے بہترین محافظ ہیں۔ اور یہی ہمیں منزل مقصود تک پہنچا سکتے ہیں۔ ہماری کامیابی یقینی ہے۔ کیونکہ ہمارے مطالبے زیادہ کوئی دوسرا مطالبہ برحق اور قانون قدرت کے موافق نہیں ہے!

آخر میں میں آپ کو جنگی کارروائیوں کی روئیداد ان مختصر الفاظ میں سنائے دیتا ہوں کہ ہم نے فتح حاصل کر لی ہے۔ دشمن بھاگ رہا ہے۔ ہم پیچھا کر رہے ہیں۔ اور اس وقت تک اس کا تعاقب نہ چھوڑیں گے جب تک اس کے ایک ایک سپاہی کو اپنے پاک ملک سے نہ نکال باہر کر دیں!+

- - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - -

مصطفےٰ کمال پاشا کو غازی کا خطاب

یہ تقریر غازی موصوف کی نہایت ہی جوش اور مسرت سے سنی گئی۔ اس کے بعد گرانڈ نیشنل اسمبلی نے مصطفےٰ کمال پاشا کو مارشل کے عہدے پہ سرفراز کیا۔ اور غازی کے باعزت خطاب سے اس کو مخاطب کیا۔ اور قومی پارلیمنٹ۔ قومی مجاہدین اور شیخ سنوسی اور افغانی سفیر نے اس فتحمندی اور خطاب پہ پاشائے موصوف کو مبارکباد دی۔

بابعالی اور مصطفےٰ کمال پاشا

بابعالی کی طرف سے کمالیوں اور یونانیوں کے معاملہ میں مداخلت کی کوشش نہ کی گئی۔ بلکہ اس کی کامل ذمہ داری انگورا گورنمنٹ کے ہاتھ دیدی گئی۔ تب ترکان احرار نے اعلان کیا۔ کہ مداخلت کی کوئی شرط اس وقت تک نہ قبول کی جائیگی۔ جب تک کہ یونانی ایشیائے کوچک کا کامل تخلیہ نہ کردیں۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا بیان

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں عام اجتماع کا حکم دیا۔ اور ایک اعلان جاری کیا۔ کہ تین روز کے بعد یونانیوں پر جوابی حملہ کردیا گیا ہے۔ نیز اعلان ہذا میں ٹرکی کے جنگی مقاصد کو بالوضاحت دہرایا گیا۔ کہ ایسے علاقہ کو دشمنوں سے بالکل خالی کرائیں۔ اور اپنی قومی آزادی کی برقراری کا کافی اطمینان کرلیں۔ بالآخر غازی موصوف نے صاف اظہار کردیا۔ کہ ترکی لشکر اس جدوجہد میں اس وقت تک رہیگا۔ جبتک یہ مقاصد پورے طور پر پایہ تکمیل کو نہ پہنچ جائیں۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا اعلان

غازی موصوف نے ۱۴ ستمبر کو ذیل کا اعلان شائع کیا تھا۔

دشمن ہماری فوج کو برباد کرنا چاہتا تھا۔ اور ہماری آزادی کو کچلنا چاہتا تھا اور داخلہ انگورہ کے لئے ہماری مقدس زمین کو روندنا چاہتا تھا۔ خدا کی مہربانی سے ایک

سخت خونریز جنگ کے بعد جو ۱۲ روز تک جاری رہی۔ ادس کو شکست فاش ہوئی ہمارے متواتر حملوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ یونانی فوج کو ناگہانی طور پر ہمارے بہادر سپاہیوں کی سنگینوں سے بچکر راہ فرار اختیار کرنی پڑی ہم نے اون کی پسپائی میں بغیر کسی رحم کے ان کا تعاقب کیا جس کا انجام یہ ہوا کہ سکاریہ کے مشرق میں ان کو عظیم نقصانات پہونچے۔ اور بقیۃ السیف دریا کو عبور کر کے مغرب کی طرف بالکل بے ترتیبی کی حالت میں بھاگ گئے ترکی قوم کی آزادی اور زندگی کی تباہی کی کوشش کرنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے ہماری فوج نہایت دلیری اور اہمیت جوش کے ساتھ اس نازک وقت میں اپنا فرض انجام دینے کے لئے غیر متوقع طور پر بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ یونانیوں نے اون چالاک اور دغاباز مدبروں کی خواہش سے فائدہ اٹھایا جو آج قسطنطنیہ میں موجود ہیں۔ جنہوں نے ترکی قوم کے سب سے زیادہ مقدس اغراض کو کچل ڈالا اور سمرنا پر دشمن کو قبضہ کرنے کی اجازت دی۔ میں ترکی قوم کے غیر متزلزل ایمان اور استقلال کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کیونکہ انہیں کسی مقام دانیو دولوپینار پر شکست بھی ہو سکتی تھی۔ مگر وہ ہمت نہیں ہارے۔ یونانی ہمارے مقدس آبائی ملک پر بلا کسی حق کے ضد کے ساتھ حملہ آور ہیں۔ یونان کا بادشاہ قسطنطین نے اپنی جوع الکلب کی تسکین کے لئے اپنے ملک کے تمام ذرائع کو برباد کر دیا۔ اونہوں نے آدمیوں، روپیہ اور گولہ بارود کی قربانی میں کوئی دریغ نہیں کیا اور مہینوں سے تیاریاں کرتے رہے۔ اس کے علاوہ ان کو خفیہ طور پر کچھ ان کے غیر ملکی دوستوں نے جو اس مشرقی مسئلہ پر بیگناہوں کا خون بہانا چاہتے تھے۔ ان کی مدد کی اور وہ فوج جس کی تیاری کرنے میں وہ اس طرح کامیاب ہوئے تھے۔ ایشیا کوچک کے قلب میں دھکیل دی گئی۔ اونہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ اپنے آبائی ملک کی محبت جو ترکوں کے دلوں میں جاگزین ہے۔ وہ اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ اور ان کا مقابلہ آہنی سینوں سے کیا جائیگا۔ درحقیقت یونانی تیاریوں کا مقابلہ کرنے میں ہماری قوم نے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ ہماری اپنی فوج کی مدد کے لئے ہماری قوم نے ہر

ایک تنے حد سے زیادہ بہم پہونچاری۔ آدمی روپیہ ہتھیار گھوڑے۔ اونٹ اور بیل گاڑیاں بمقابلہ یونانی افواج کے جو کثیر اور جدید اسلحہ سے مسلح تھیں۔ اور جن کو ہر وقت ہر قسم کا سامان بہم پہونچ رہا تھا۔ ہماری فوج معمولی تھی۔ لیکن اگر دشمن کی فوج بمقابلہ آبادی اناطولیہ اس سے پھر زیادہ ہوتی تب بھی ہم اس سے زیادہ حیرت ناک قربانی کا ثبوت دیتے۔ ہماری قوم کے ہر فرد نے جس طریقہ سے اپنی ذاتی فوائد کو پس پشت ڈالدیا وہ نسلاً بعد نسلٍ ایک شاندار یادگار رہیگا۔ میں اون کی ان مساعی جمیلہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے ہماری فوج کو اس قابل بنا دیا کہ وہ موت کی کچھ پرواہ نہ کرکے بغیر ایک منٹ تامل کئے ہوئے دشمن پر غیر متوقع قوت کے ساتھ جا پڑی۔ جب یونانی ہماری عزت اور زندگی کو تباہ کرنے کے لئے حمیا کے میدانوں میں آگئے تب وہ مجبور کر دیئے گئے۔ کہ خود کو ہماری حوالہ کریں۔ انہوں نے ہمارے فیاض سپاہیوں سے روٹی کے ٹکڑوں کی بھیک مانگی۔ ہمارے مغرور دشمن کی ذلت اس درجہ کو پہونچ گئی۔ ہماری قوم کو یہ فخر حاصل ہے۔ کہ اوس نے اپنی شاندار قربانیوں سے اپنی سرزمین کو بچا لیا۔ مگر ہم کو اوس خدا کی امداد فراموش نہ کرنا چاہیئے جسنے ترکوں کو اس جنگ میں آزادی عطا فرمائی۔ ہم خدا کی حمایت سے کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ کیونکہ ہم حق پر ہیں۔ اور مدافعانہ لڑرہے ہیں۔ ہم نے دوسروں کے حقوق کبھی غصب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم یہ ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہم اپنے حقوق زندگی اور آزادی کو دوسروں کی مداخلت سے محفوظ رکھینگے۔ ترکی قوم کا اور کوئی مقصد نہیں۔ بجز اس کے کہ وہ اپنی قومی حدود کے اندر زندہ رہے۔ جیسے کہ ایک مہذب اور آزاد قوم کو بلا مداخلت غیر کے رہنا چاہیئے۔ اور کسی غیر کو اپنے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہ دیں گے۔ تمام انسان اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ جب تک ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہولینگے۔ اور جنگ مکمل طور پر آزادی حاصل کر لینگے۔ جس کے حصول میں اب زیادہ مدت نہیں رہی ہتھیار نہ رکھینگے۔ میری خواہش ہے۔ کہ تمام قوم کو اپنی تاریخی

بہادری اور قربانی کا ثبوت دینا چاہئے۔ خدا ہم کو اپنی حفاظت علیا عطا فرمائے۔

قسطنطین اور مصطفیٰ کمال پاشا کے پیغامات

جنگ سکاریہ کے بعد شاہ قسطنطین اور غازی اعظم نے اپنی اپنی افواج کے نام پیغامات شائع کئے جو ذیل میں درج ہیں۔ ان دونوں سے فریقین کی حالت کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔

شاہ قسطنطین کا پیغام

میرے بہادر سپاہیو! اب میں اس مقام پر واپس جا رہا ہوں۔ جہاں میرے فرائض مجھے جانے پر مجبور کر رہے ہیں۔ لیکن واپسی سے پہلے میں . . . . تمہارے کارہائے نمایاں پر اپنی مسرت کا اعلان کرتا ہوں۔ جو میرے قلب میں اس قدر ہے۔ کہ شاید الفاظ اس کی پوری ترجمانی نہ کر سکیں گے۔

میں نے تمہیں یہ نعرے لگاتے سنا ہے کہ چلو انگورہ! چلو انگورہ! لیکن جو خدمات تم انجام دے چکے ہو وہ میرے نزدیک حصول مقاصد کے لئے کافی ہیں۔ اس لئے میں نے نہ چاہا کہ تم سے مزید قربانیاں طلب کروں۔

مجھے امید ہے کہ تم ان علاقوں کی حفاظت کرو گے جنہیں تم نے اپنے زور بازو سے فتح کیا ہے۔ اور تم دنیا پر ثابت کر دو گے کہ تم اس ملک میں اس لئے نہیں آئے ہو کہ یہاں کے مسلمان باشندوں سے جنگ کرو بلکہ اس لئے آئے ہو کہ بلاتفریق مذہب سب کو تہذیب و محبت عطا کرو تم اپنے وطن کے مطالبات کو بااحسن وجوہ پورا کر چکے۔ اور اب جو کچھ تم نے کرنا ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ اس زمین کو تھام لو جسے تم نے اتنی مصیبتوں اور قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہے۔ اور جب اپنے فرض کا یہ حصہ بھی انجام دے چکو گے تو اس وقت فرحت و مسرت کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ گے۔

تم نے اپنی تلوار سے دشمن کو شکست آمیز سبق دیا ہے۔ اور اب وہ نہیں سکتے کہ کسی طرح یہ زمین واپس لے کر تمہاری محنت کو رائگان کرے۔ لہٰذا تم اسے

بتادو کہ "یونانیت" کی راہ میں جنگ کرنے سے تھکے نہیں ہو۔ اور جب وہ آگے بڑھے۔ تو تلواریں اور نیزے اس کے سامنے کرکے للکارو! کہ آ! اور لے!!

قسطنطین (بادشاہ یونان)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا پیغام

میرے دوستو! جس جنگ میں ہم کودے تھے۔ اس جنگ میں تم نے بےنظیر اور عظیم الشان فتح حاصل کرلی۔ اور تمہارے کارناموں نے "سکاریا" کے نام کو تاریخ میں غیر فانی بنادیا!

میری پوری زندگی تمہاری صفوں میں گذری ہے۔ اور میں تمہاری مافوق العادت بسالت وشجاعت سے بخوبی واقف اور ہمیشہ اس کا معترف ہوں۔ لیکن میں آج چاہتا ہوں کہ دل کھول کر تمہارا شکریہ ادا کروں۔ اور اُس خوشی و فخر کا ظاہر کروں جو اس جنگ میں تمہاری کامل فتح سے میرے قلب میں موجود ہے۔ میں اپنی اس آواز کو ہر سپاہی کے کان تک پہنچانا اور پبلک کے فرد فرد کو سنانا چاہتا ہوں کہ اس جنگ میں ترکی سپاہیوں نے وہ کیا۔ جس پر آئندہ نسلیں بھی فخر کریں گی اور کہیں گی کہ ہم اُن سُورماؤں کے جانشین ہیں۔ جنہوں نے "سکاریہ" کے میدان کو سر کیا تھا۔

جان نثاران وطن! سکاریہ کی جنگ درحقیقت نہایت ہی ہولناک اور انتہا سے زائد خطرناک تھی۔ کیونکہ اس میں ہماری آزادی و زندگی کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ سکاریہ کے کنارے ۲۲ دن تک برابر معرکہ کارزار گرم رہا۔ اس میں آدمیوں کی جنگ نہیں تھی۔ عقیدہ اور روح کی جنگ تھی۔ ایک طرف حق اور آزادی اور اس کے پرستار تھے۔ اور دوسری طرف غلبہ و غارت گری۔ اور اس کے علم بردار تھے۔ طرفین نے ہتھیار سنبھالے۔ اور آخری فتح حاصل کرنے کے لیے ڈٹ گئے۔ لیکن جب جدا ہوئے۔ تو تم پرستاران حق و حریت غالب تھے۔ اور غلامی کے حامی مغلوب! یونانی صرف مغلوب ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ مجرموں کی طرح ترک کے خوف سے بھاگ رہے ہیں۔ اور وہ تمام آبادیاں جلا

ناپید جہاں سے گزر سکتے ہیں۔

دشمن تو یقین ٹھان کر آیا تھا کہ میدان خالی ہے۔ اور قدم رکھتے ہی وہ اسے جیت لے گا۔ لیکن آگے بڑھتے ہی اسے معلوم ہو گیا کہ یہ پھولوں کی سیج نہیں۔ بلکہ کانٹوں بھری راہ ہے۔ کہ جس میں وہ قدم رکھ چکا ہے۔ اور اے بہادرو! تم نے اپنی روح اور ایمان کی اٹل قوت سے اسے اس جرأت کی ایسی سزا دی ہے۔ کہ ہمیشہ عبرت انگیز رہے گی!

میں اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوں۔ اور اپنے اندر انتہائی فخر و مسرت پاتا ہوں۔ کہ میں اس جنگ میں تمہارا سپہ سالار تھا جس نے ایسے نازک وقت میں قوم کی قسمت کو پھوٹنے سے بچا لیا۔ اور اسے ساحل نجات تک... یقینی طور پر پہنچا دیا۔

میں تمہارے جنرلوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بے مثال قابلیت سے جنگ کو چلایا۔ تمہارے افسروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ جنہوں نے طرابلس بلقان اور عالمگیر جنگ کے بعد اس جنگ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھلائے۔ اور موت کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود اس کا ہنسی خوشی خیر مقدم کیا۔ اور اپنے کارہائے نمایاں سے ایک ایسا نمونہ قائم کر دیا۔ کہ ہم سب تقلید کریں گے اور اس سے اپنی زندگی میں کامیابی حاصل کریں گے۔ اور اے سپاہیو! تم میں سے ہر ایک کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور تمہاری تعریف کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ تم اس سے مستغنی ہو۔ اور تمہیں میں اس موت و حیات کی لڑائی کے قبل سے جانتا ہوں! دنیا میں تمہارے جیسے لوگ کہاں ہیں؟ اور کس فوج کو تمہارے جیسے سپاہی میسر آئے ہیں؟ چشم فلک ترس گئی۔ مگر اسے ترکی سپاہی کی مانند کوئی سپاہی آج تک نظر نہ آیا۔ ترکی سپاہی وہ ہے جس کا قلب مثل آئینہ صاف و شفاف ہے۔ اور فتح و ظفر اس کے اندر سے ابلی پڑتی ہے۔ پس میرا فرض ہے۔ کہ تمہاری غیرت قومی استقلال اور اطاعت پر تمہیں مبارکباد دوں۔ اور سچے دل سے تمہارا شکریہ

ادا کروں +

دوستو! جس قوم میں ایسے جنرل۔ ایسے افسر۔ اور ایسے سپاہی ہوں۔ کیا وہ غلام بنائی جا سکتی ہے؟ محال اور قطعاً محال! دنیا نے اب پھر تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے۔ کہ ترک کیسے بہادر اور آزادی کے کیسے شیدائی ہوتے ہیں +

اے جان نثار فوج! مجلس ملیہ نے اس فتح کے صلہ میں مجھے بہت بڑے عہدے اور خطاب سے سرفراز کیا ہے۔ کیا میں اس کا مستحق ہوں؟ نہیں! بلکہ اے میری پیاری فوج! تو اس کی مستحق ہے۔ کیونکہ تیری ہی بدولت مجھے سرخروئی حاصل ہوئی ہے۔ اور تیرے ہی بھروسہ پر میں کھڑا ہوں۔ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے۔ سب تیرا کارنامہ ہے۔ اور تیرے لئے ہی سرمایہ فخر و ناز ہے۔ بے شک میں اس "محترم تمغہ" سے اپنے سینے کو زینت دوں گا۔ کیونکہ وہ تیرے جہاد عظیم کی یادگار ہے جسے قوم و ملک نے قبول فرما کر میری عزت افزائی کی ہے۔ ہاں میں اس نشان کو اپنے سینے پر لگاؤں گا۔ کیونکہ وہ مجھے تیری مہربانی سے ملا ہے۔ اور اس لئے میں اسے تیرے ہی نام سے لگاؤں گا۔ اور اسے اپنی جنگی زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ تصور کروں گا +

آخر میں میں رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں۔ کہ وہ میرا اور میرے رفیقوں کا معین و ناصر رہے۔ اور حق ہی اس جنگ میں ہر لمحہ اور ہر آن ہمارا پشت پناہ و مددگار رہے۔ آمین +

(سپہ سالار عام مصطفیٰ کمال)

عزت پاشا کے خیالات

عزت پاشا نے ترکوں کی رونما فزوں خواہش صلح کی ترجمان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ترک سلطنت عثمانیہ اور خلافت اسلامیہ کا استحکام اور ترکی کا ایسا انتظام چاہتے ہیں۔ جو کسی آئینی معاہدہ کے ماتحت عمل میں لایا جائے۔ پاشائے ممدوح نے فرمایا۔ کہ ترکوں نے اب تک کاری

حیثیت سے میں کسی بیرونی طاقت سے مداخلت کی استدعا نہیں کی ہے۔ لیکن باہر سے جو کوشش ترکوں کے حق میں کی جارہی ہیں۔ ان کو ٹرکی بہ نظر استحسان دیکھتی ہے +

مصطفٰے کمال پاشا اور عصمت پاشا کے خیالات

انگورہ کے اخبارات نے اس گفتگو کو شائع کیا جو ایسوسی ایٹڈ پریس کے نامہ نگار نے مصطفٰے کمال پاشا سے کی۔ مصطفٰے کمال پاشا اور عصمت پاشا نے نامہ نگار کے سامنے جو تقریریں کی ہیں وہ نہایت عظیم الشان اور پر مغز ہیں۔ جن سے گورنمنٹ انگورا کے ارادوں پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ذیل میں دونوں تقریروں کے اہم اقتباسات درج ہیں۔ نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ میں نے مصطفٰے کمال پاشا سے موجودہ جنگ اناطولیہ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی جس کے جواب میں آپ نے فرمایا +

ہم نے مضبوط ارادہ کر لیا ہے۔ کہ ہم یونانیوں کو سرزمین اناطولیہ سے باہر نکال کر اپنے ملک کو اون کے قدموں سے پاک کریں۔ خواہ اس ارادہ کو پورا کرنے اور اپنے مقصد کو منزل مقصود تک پہونچانے میں ہمیں چند سال تک برابر لڑنا پڑے +

ترکی زمین اور ترکی مقبوضات ترکوں ہی کے لئے ہیں۔ اس اصول کو ترکوں نے اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اور اپنے اس اصول کو قائم و دائم رکھنے کے لئے وہ آخری قطرہ خون تک اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ اگرچہ ایسی لڑائیاں دنیا میں بہت کم ہوتی ہیں۔ جو قرنوں تک جاری رہی ہوں۔ لیکن ہم اس کے لئے آمادہ اور بالکل آمادہ ہیں +

ہم نے مختلف مواقع پر اپنے مقصد کی تشریح کر دی ہے۔ اور صاف الفاظ میں بتا دیا ہے۔ کہ جنگ سے ہماری کیا غرض ہے۔ ہم نے دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ مشرقی تھریس جس کی غالب آبادی ترک ہے۔ ہمارے مقبوضات کا قلب ہے یعنی مشرقی تھریس ہماری پناہ کی جگہ ہے۔ اس لئے ہم کسی طرح اس کو اپنے مقبوضات سے جدا نہیں کر سکتے۔ رہا مغربی تھریس کا معاملہ اوس کا فیصلہ وہاں کی آبادی کی

رائے سے کیا جا سکتا ہے۔ آبادی جس حکومت کو پسند کرے اوس کو اختیار کرے ہمیں اس میں کوئی عذر نہیں ہے +

آستانہ بلاشبہ ہمارا ہے۔ لیکن آستانہ اوسی وقت ہمارے مقبوضات کا جزو ہو سکتا ہے جبکہ اس کے اپنانے پر ہمیں پورا حق حاصل ہو۔ دوسرے لوگوں کو اپنانے سے فائدہ اٹھانے ، . . اور مساوی حقوق قائم رکھنے میں ہمیں اسوقت تک کوئی عذر نہیں جب تک کہ یہ مساعات ہمارے دارالسلطنت (آستانہ) کے لئے خطرناک نہ ہو +

میں جانتا ہوں اور خوب جانتا ہوں۔ کہ جنگ جاری رکھنے کے لئے کثیر مال کی ضرورت ہے۔ اور جنگ کے مصارف بہت زیادہ ہوتے ہیں میں اس سے بھی واقف ہوں۔ کہ جنگ بہت بری چیز ہے۔ اور آبادی کو اوس سے نہ صرف تکلیف ہوتی ہے۔ بلکہ جانی و مالی نقصان اٹھانے پڑتے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ایسی حالت میں امن و امان کو اپنا نصب العین رکھنا تباہی و بربادی کا مرادف ہے۔ اور اب اس مخصوص میں غور و فکر کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ البتہ جب دنیا ہمارے حقوق کو تسلیم کر لیگی۔ اور ہم کو ہمارے حال پہ چھوڑ دیگی۔ تو ہم کو موقع ملیگا۔ کہ ہم جلد سے جلد اپنے مقبوضات کی اصلاح کریں۔ اور ترقی کے وسائل کو اختیار کر کے میدان ترقی میں دوسری قوموں کی طرح قدمزن ہوں +

اناطولیہ میں جوئے اور شراب فروشی کی ممانعت

ہم نے اپنے مقبوضات میں جوئے کی ممانعت کر دی ہے۔ اور شراب فروشی کو بھی بند کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ضروری اصلاحات ہم عمل میں لائے ہیں۔ اور آرزو یہ ہے کہ ہم ولایات متحدہ سے مضبوط اتحاد و دوستی کو قائم رکھیں۔ ہم اگرچہ موجودہ طریق جمہوریت کو پسند نہیں کرتے لیکن بایں ہمہ آج بھی ہم سے اور امریکہ سے زیادہ جمہوریت پسند کوئی ملک نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ میں ترکی جمہوریت کا صدر بننے کا خواہشمند ہوں۔ یہ خیال خیال باطل ہے میرے قلب میں بھی کبھی اس کا خطرہ

نہیں گذرا۔ اور نہ آئندہ کبھی یہ خیال ہم سے واقع میں پیدا ہوگا۔ ہمارے لئے تو بس خلیفہ کافی ہے۔ اور ہماری پوری سرگرمی اسی کے لئے ہے۔ کہ ہم خلیفہ کے مقدس و بلند پایہ مرکز سے تمام عالم اسلامی کے ساتھ وابستہ ہو جائیں۔ اور سب ملک اس سے معزز و سربلند بنانے کی کوشش کریں۔ خلافت اسلامیہ ابدی ہے۔ اور ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس کا مرکز قسطنطنیہ میں رہے گا۔ کیونکہ ہماری روایات کا اقتضا یہی ہے۔

انور پاشا ہمارے مخالف نہیں ہیں میں اس موقع پر یہ بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ ساری ترکی قوم متحد ہے۔ اور ہم میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جو متحدہ مقصد کے خلاف رائے رکھتا ہو۔ بعض اخبارات نے لکھا ہے۔ کہ انور پاشا اور ان کی جماعت ہماری مخالف ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اور اس قسم کی تمام افواہیں بے بنیاد ہیں۔ ترکی قوم یک جان و دو قالب کی مصداق ہے۔ اور باہم کامل اتحاد رکھتی ہے۔

یورپ کے بعض نامہ نگاروں نے یہ افواہ اڑائی ہے۔ کہ انور پاشا کی جماعت اناطولیہ کی موجودہ حکومت کو بری نظروں سے دیکھتی اور اس کے انقلاب کی ساعی ہے۔ یہ افواہ صداقت سے عاری اور بالکل عاری ہے۔ انور پاشا کی جماعت ہمارے ساتھ متحد ہے۔ اور ہمارے کاموں میں پورے جوش سے حصہ لے رہی ہے۔

بالشویکوں سے معاہدہ اتحاد ہم نے بالشویکوں سے اتحاد کا معاہدہ اس شرط سے کیا ہے۔ کہ وہ ہمارے ملک میں اپنے خیالات کی تبلیغ نہ کریں۔ اور اس شرط کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بالشویکوں کا نظام (حکومت یا عمل) ہمارے (مذہب یا اصول) کے خلاف ہے۔ اور ہم کسی ایسے اصول کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے جو ہمارے خلاف ہو۔ ایسوشی ایٹڈ پریس کا نامہ نگار مصطفےٰ کمال پاشا کا مذکورۂ بالا جواب لکھکر موجودہ جنگ کے متعلق رقمطراز ہے۔

انگورہ کی قوم پرور جماعت کی کامیابی انہی کی کارگزاری اور تمام ترکوں کے اتحاد اور جانبازی کی مرہون منت ہے۔ اور خصوصاً افسران فوج کی شجاعت و تدبیر پر افسران فوج میں مصطفیٰ کمال پاشا کے بعد عصمت پاشا رئیس ارکان حرب کی توجہ اور تدبیر موجودہ جنگ کو کامیاب بنانے کے لئے نہایت ضروری ہے عصمت پاشا نے گذشتہ جنگ یورپ میں جو شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ انہوں نے اُن کے نام کو بہت روشن کر دیا ہے۔ آپ جنگ یورپ میں درہ دانیال کے معرکوں میں شریک تھے۔ اور ارکان حرب کی صدارت پر ممتاز تھے۔ آپ بہت کم گو ہیں۔ لیکن کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔ ارادہ کے مضبوط ہیں۔ اور بلند ہمت رکھتے ہیں +

عصمت پاشا سے سقاریہ کے اہم معرکوں میں میں نے ملاقات کی اور میں ان کے ساتھ کئی معرکوں میں شریک رہا کبھی میں ان کے ساتھ موٹر کار پر سفر کرتا تھا اور کبھی پیدل آپ سے جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے +

میدان سقاریہ میں سوائے ایک فرانسیسی نامہ نگار کے کسی اور کو جانے کی اجازت نہ تھی عصمت نے مجھ سے بڑے اخلاق سے فرمایا۔ آپ دیکھ رہے ہیں۔ کہ میدان کارزار گرم ہے۔ اور بندوقوں کی بجائے فولادی تلواریں بول رہی ہیں۔ تاہم میری خواہش ہے کہ آپ سے کچھ گفتگو کروں +

عصمت پاشا نے مجھے ایسوسی ایٹڈ پریس کے نامہ نگار کو مخاطب کر کے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ بعض ان باتوں سے تم کو آگاہ کروں جو میرے نزدیک نہایت اہم ہیں افسوس ہے کہ ہم بعض دشواریوں کی وجہ سے اپنے متعلق صحیح خبریں دنیا کو نہیں پہنچا سکتے تم چونکہ امریکہ کے باشندے ہو اور امریکہ ایک بالکل غیر جانبدار ملک ہے۔ اس لئے تمہارے ذریعہ ان خبروں کا پہنچانا بہت آسان ہے۔ امید ہے کہ تم ان باتوں کو بلا کم و کاست دنیا کے کانوں تک پہنچا دو گے +

ہم ایک ایسے مکان میں بود و باش رکھتے ہیں جو بالکل پہاڑی ملک ہے اور دنیا سے علیحدہ ہے کہ ہم گوشہ تنہائی میں بسر کرتے ہیں۔ اور متمدن دنیا سے بعد پڑے

ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کا علم نہیں کہ دنیا ہماری نسبت کیا خیال رکھتی ہے۔ لیکن بایں ہمہ کہ ہمیں کسی بات کا علم نہیں ہے۔ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ ترکی قوم اپنے ملک کو بچانے اور دشمن پر فتح حاصل کرنے کے لئے مضطرب و مجبور ہے۔ اور اس نے اپنی تمام متاع اور ساری قوت کو حصول فتح کے لئے لگا دیا ہے۔ اور چونکہ ہمارا حق ہے۔ اس لئے ہمیں یقین ہے۔ کہ حق سرنگون نہ ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ غالب و سربلند رہیگا۔

یورپ کے جنگ میں جب ہم نے التوا کی خواہش کی تھی اور معاہدہ التوا مرتب ہوا تھا اس وقت ہم میں سے کسی ایک کے قلب میں بھی یہ خطرہ نہیں گذرا تھا۔ کہ ہمیں ایک اور جنگ سے سابقہ پڑیگا۔ اور ہم پھر جنگ پر مجبور کئے جائینگے۔ معاہدہ کے بعد بھی اس وقت تک کہ یونان برسر پیکار ہو کر ہمارے مقابل آ گیا۔ ہم جنگ کے لئے تیار نہ تھے لیکن جب ہمیں مجبور کیا گیا تو آخر ہم تیار ہو گئے۔

گذشتہ جنگ کے دوران میں اور پھر بعد اختتام جنگ حریص سلطنتوں نے ہم پر یہ الزام لگا کر (کہ ہم ظالم ہیں۔ سنگدل ہیں۔ اور صرف فوجی آدمی ہیں۔ حکومت کی اہلیت نہیں رکھتے) دنیا کو ہماری طرف سے بدظن کیا اور خاموش کر دینا چاہا۔ یہ صحیح ہو یا غلط لیکن ہم اس الزام کو تسلیم کر کے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا ان حکومتوں نے جنہوں نے ہم پر یہ الزام لگایا ہے۔ گذشتہ جنگ یورپ میں مظالم نہیں کئے۔ ایسے مظالم جو ہم سے بہت زیادہ کہے جاتے ہیں۔ اور جن کی سختی و حیوانیت دنیا تسلیم کر چکی ہے۔

یہ دیہاتی اور وحشی درندے (یونانی) اپنے گھروں کو چھوڑ کر ہمارے ملک میں کیوں آئے ہیں۔ کیا ان کو بجز اسکے اس کا کوئی اور سبب بھی معلوم ہے۔ کہ ان کا بادشاہ قسطنطین جنگ کا آرزومند ہے قسطنطین اپنی فوجی قوت ساز و سامان اور آراستگی کو دیکھ کر جامہ میں پھولا نہیں سماتا لیکن اس کو عنقریب اس غرور کا مزہ چکھنا پڑیگا۔ جبکہ وہ اس جنگ کے نتیجہ کو دیکھیگا اور اس کی سپاہ پریشان حال و بدحواس ہمارے ملک کو چھوڑ کر بھاگتی ہوگی۔

قسطنطین کا خیال تھا کہ وہ اپنی فوجی طاقت سے اناطولیہ پر قبضہ کر لیگا۔ لیکن اس کا خیال غلط نکلا۔ اور اس کی تمام جد و جہد بیکار گئی ہم اپنے بزرگ و برتر خدا پر بھروسہ رکھکر پہنچ

ہیں۔ کہ ہم اسوقت تک کسی طاقت سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔ جبتک کہ ہم اپنی موجودہ حالت میں ہیں۔ البتہ دنیا کا نظام بدلجائے تو ممکن ہے۔ کہ ہم بھی مغلوب ہو کر سر جھکا دیں۔ یونانیوں نے ہم پر بیشمار اسلحہ جنگ سے حملہ کیا۔ وہ بڑی بڑی توپیں اور ہوائی جہاز وغیرہ ہمارے مقابلہ پر لائے۔ لیکن اس سے کیا ہوگا۔ ہم ان کے ہتھیاروں۔ توپوں۔ ہوائی جہاز وغیرہ کو آہستہ آہستہ مال غنیمت میں حاصل کر لینگے۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ وہ یہ تمام اشیاء ہمارے لئے لائے ہیں۔ جن کو بتدریج مغلوب ہو کر ہمارے حوالے کرتے رہیں گے۔ یونانی اسی ہزار سے زیادہ ہمارے کچلنے کو اٹھے ہیں۔ اس کی ہمیں پرواہ بھی نہیں کیونکہ ہم ہر وقت اتنی ہی بلکہ اس سے بہت زیادہ فوج جمع کر سکتے ہیں۔ اور اس کو ان یونانی ہتھیاروں سے جو ہمیں مال غنیمت میں ملتے ہیں۔ مسلح کر سکتے ہیں۔

بظاہر یونانی سپاہ کی تعداد زیادہ خیال کی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ہماری سپاہ یونانیوں سے کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے ان تمام نوجوانوں کو جن کی عمر اٹھارہ سال یا اس سے زیادہ ہے۔ میدان جنگ میں طلب کر لیا ہے۔ اور احکام جاری کر دئے ہیں کہ وہ ہتھیاروں سے مسلح ہو جائیں۔

التوائے جنگ یورپ کے وقت ہم نے نصف ملین (پانچ لاکھ) فوج فراہم کر لی تھی۔ اسوقت جو قوم ہمارے پاس ہے۔ اگرچہ اتنی تعداد نہیں رکھتی۔ لیکن جب ہم چاہیں اتنی ہی فوج مہیا کر سکتے ہیں۔ اور اس کو میدان جنگ میں لا سکتے ہیں۔ ایسوشی ایٹڈ پریس کے نامہ نگار نے اس موقع پر عصمت پاشا سے دریافت کیا کہا جاتا ہے کہ آپ کی سپاہ میں جرمنی اور روسی قوت بھی شامل ہے۔ کیا یہ صحیح ہے عصمت پاشا نے اس کے جواب میں فرمایا۔ تم نے میرے ساتھ میدان جنگ اور مورچوں کی سیر کی ہے کہیں تم نے کسی جرمنی یا روسی کو دیکھا ہے۔ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ ہم آدمیوں کے محتاج نہیں ہیں۔ کسی سپاہ کی ضرورت نہیں ہے۔ آدمی ہمارے پاس کافی ہیں۔ اس کے علاوہ تم خود سوچو کہ کیا کسی اجنبی ملک کی فوج ہمارے ساتھ ہو کر اس اعتقاد و جوش سے لڑ سکتی ہے۔ جس طرح ہم لڑتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر ہم کو کیا ضرورت ہے کہ ایسی بدلی

سے لڑنے والی فوج کو ہم کام لائیں اور اس سے نقصان اٹھائیں۔ کیونکہ جو سپاہ اپنے اعتقاد اور جوش سے لڑتی نہیں ہے یقیناً وہ کامیاب ہونے کی بجائے شکست کھائے گی۔ اس کا البتہ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس جنگی آلات کی تعداد کم ہے۔ اور یورپ کی سلطنتوں کے مقابلہ میں ہمارے آلات حرب بہت کم ہیں۔ لیکن عشق کی قوت ہماری اس کمی کو پورا کر دیتی ہے۔ ہماری فوج نہایت مستعد ہے۔ اور اب چونکہ یورپ کی بدولت اس کا منتہا صرف جنگ رہ گیا ہے۔ اس لئے وہ ہر وقت جنگ کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ہم اور ہماری فوج اس پر مستعد ہیں۔ کہ جنگ کو آخر تک جاری رکھیں گے۔ خواہ ہم کو برابر دس سال تک لڑنا پڑے۔ ہم نے اتنی طویل مدت تک جنگ کو جاری رکھنے کے انتظامات کر لئے ہیں۔ اور اب ہم بالکل تیار ہیں۔ کہ اپنے دشمن سے دس سال تک لڑتے رہیں ہم نے اپنی توپوں کو درست کر لیا ہے۔ وہ ہتھیار جو ہم نے روسیوں اور آرمنیوں کے پاس چھوڑ دیئے تھے۔ ان سے لے لئے ہیں۔ اور جنرل ڈینیکن کی سپاہ سے تقریباً تمام آلات حرب ہمارے ہاتھ آ گئے ہیں۔ اس کے علاوہ گذشتہ معرکوں میں یونانیوں سے بھی ہم نے کثیر تعداد میں ہتھیار حاصل کر لئے ہیں۔ اور آئندہ بھی اسی طرح ان سے غنیمت کے طور پر ہتھیاروں کی معقول تعداد حاصل کرتے رہیں گے۔ ایسی حالت میں طوالت جنگ کا ہم پر کوئی ناگوار و خطرناک اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور ہم بڑے اطمینان کے ساتھ جنگ کو برابر جاری رکھیں گے۔

یونان کی فیاضی ابھی یونان کو شکست کھائے ہوئے تھوڑے ہی دن گذرے ہیں۔ کہ یونان کی ہوس ملک گیری۔ اور اتحادیوں کی امداد سے یورپین مدبرین غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی بابت تہذیب واپسی کو غلط سمجھا رہے تھے۔ اور یونانی ترکوں کے متعلق سنجق پر غاصبانہ قبضہ کرنے بیٹھے ہوئے تھے۔ خدا کی قدرت ہے کہ [illegible] بات مشتبہ [illegible] کے حملوں کی تاب نہ لا کر [illegible] تھرتھراتا ہے۔ جو ایتھنز سے ۱۶۔ اکتوبر کو جاری ہوا۔ . . . . کہ یونان کے سیاسی حلقوں میں یہ افواہ گرم ہے۔ کہ وہ ترکوں کے فتح کردہ علاقہ [illegible] بعض حصے [illegible] تاکہ

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو پتہ چل سکے۔ کہ اصل حالت کیا ہے۔ اعلان مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے۔ کہ حکومت برطانیہ نے بار بار یونانیوں کو مشورہ دیا۔ کہ وہ ترکوں کے متعلق ایک معتدلانہ رویہ اختیار کریں۔ لہذا حکومت اب سرکاری طور پر اعلان کرتی ہے۔ کہ اب ان کی خواہش ملک گیری کی نہیں رہی۔ اور ترکوں کے ساتھ وہ ایک معتدلانہ رویہ پر عمل کرنے کو تیار ہے۔ اور فتح کردہ علاقوں پر بدستور قبضہ رکھیگی۔ کیونکہ اقتصادی مجبوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات ازحد ضرور ہے۔ اور انہی شرائط کے ماتحت معاہدہ ترکی کی رو سے یہ علاقے یونان کو دیئے گئے تھے ٭

ترکوں کی مزید پیش قدمی یونانی شکست کھا گئے۔ مگر ترک باوجود کثیر نقصانات اٹھانے کے بھی پھر لو ہو اور تازہ دم تھے۔ انہوں نے افیوم قرہ حصار سے عسکی شہر کو جانے والی ریلوے لائن کاٹ دی۔ یونانیوں نے جو سکاریہ سے بھاگ کر عسکی شہر میں پناہ گزین ہوئے۔ اس شہر پر حفاظتی انتظامات شروع کر دیئے کیونکہ انہیں وہاں بھی ترکی حملہ کا اندیشہ تھا ٭

عسکی شہر کا محاصرہ سکاریہ کی جنگ کے بعد ترکوں اور یونانیوں کے درمیان کوئی اہم جنگ نہ ہوئی۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ جن میں یونانی شکست کھا کر پسپا ہوتے گئے۔ حتی کہ عسکی کو دوبارہ تسخیر کرنے میں بھی ترکوں کو کسی تکلیف کا سامنا نہ ہوا۔ یونانیوں کو اس بات کا پہلے سے ہی اندیشہ لگا ہوا تھا انہوں نے عسکی شہر کے گرد خندقیں کھودنی شروع کر دیں۔ چنانچہ ترک بازار جیک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ تاکہ یونانیوں کو اپنی جگہ پر جمع نہ ہونے دیں۔ پھر ترکوں نے عسکی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بلکہ سواروں کا ایک دستہ تو شہر میں داخل ہو گیا۔ مزید اطلاع ملی۔ کہ زبردست حملہ ہوا۔ مگر دستوں نے بالآخر [illegible] پسپا کر دیئے گئے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے عسکی شہر پر بہت جلد بعد دوبارہ قبضہ کر لیا ٭

انگورا میں ۵ - اکتوبر کو نیم سرکاری طور پر بیان کیا گیا۔ کہ ترکوں نے عزیزی اور پولو ابی کے نواح میں پسپا شدہ یونانیوں کو گھیر لیا۔ جنہوں نے مداخلت کئے بغیر ہتھیار ڈال دیئے۔

ایتھنز دارالحکومت یونان سے ایک تار میں بیان کیا گیا کہ مصطفٰے کمال پاشا کا ایک دستہ صوفیہ (بلغاریہ) پہنچا۔ اس خبر نے ایتھنز کے سیاسی حلقوں میں اضطراب پیدا کر دیا۔ اور اندیشہ پیدا ہو گیا۔ کہ کہیں ترک ایڈریانوپل پر حملہ نہ کر دیں۔

قسطنطنیہ سے ایک پیام سے معلوم ہوا۔ کہ ایشیائے کوچک میں جنگی کارروائی ختم ہو چکی ہے۔ یونانیوں نے واپسی کے وقت انگورا اور عسکی شہر کے درمیان ۸۵ میل ریلوے لائن کو تباہ کر دیا۔ جو فوجی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترکان احرار کو خود تیار کرنی پڑی۔

انگورہ پارلیمنٹ کی اہم قرارداد انگورا پارلیمنٹ نے اپنے ایک اجلاس میں یہ قرارداد پاس کی۔ کہ ترکان احرار یونانیوں کے ساتھ کوئی عہد نامہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دیگر یورپین طاقتوں سے وہ عہد نامہ کرینگے۔ مگر اس شرط پر کہ وہ ترکی یونانی جنگ میں بالکل غیر جانبدار رہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے ترکی کو مکمل آزادی دی جائے۔ اور غیر جانبدار علاقے سے یونانی بیڑے کو ہٹا دیا جائے۔

حکومت انقرہ کا پیغام ۱۶ - یوم سے ہماری فوجیں دشمنوں کا نہایت مستعدی اور سرعت سے تعاقب کر رہی ہیں۔ ہزارہا مقتول جو میدانوں میں بغیر کفن دفن پڑے ہیں۔ اور بے شمار قیدی جو ہمارے ہاتھ لگے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دشمن کے نقصانات تصور سے بھی زائد ہیں۔ شکست خوردہ دشمن اپنی آبادی معہ عورتوں اور بچوں کے اپنے ساتھ ساتھ لے گیا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا۔

یونانی اخبارات کا ماتم

یونانی اخبار بردشیا امتالیا افتتاحیہ میں جنگ اناطولیہ پر بحث کرتا ہوا رقمطراز ہے۔ کہ یونانی پیش قدمی کا مقصد حقیقی انگورہ پر قبضہ کرنا تھا۔ لیکن جب اس میں سخت شرمناک ناکامی ہوئی تو موسیو گونریس اور جنرل پاپولس نے کہنا شروع کردیا کہ انگورہ پر قبضہ کرنے کا ہمارا ارادہ ہی نہ تھا۔ حالانکہ یہ نہایت مضحکہ انگیز بات ہے۔ اور اس سے مقصود یونانی قوم کو احمق بنانا ہے۔ کیونکہ عسکی شہر پہ قبضہ کرنے کے بعد یونانی سپہ سالار نے اعلان کیا تھا کہ وہ عنقریب انگورہ پہ قبضہ کرکے ترکوں کی تمام جنگی کارروائیوں کو درہم برہم کردے گا۔ اور انہیں اس قابل نہ چھوڑے گا کہ وہ دوبارہ حملہ کرسکیں۔ اس وقت مصطفےٰ کمال کو مجبوراً قزل ایرماق کی جانب بھاگ جانا پڑے گا۔ اور انگورہ کی فتح سے ترکوں کی ہمتیں پست ہوجائیں گی۔ اس وقت یونانی سپہ سالار کے یہ دعوے تھے۔ مگر اب وہ ان سے منکر ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بات بھی نہ ہوئی۔ بلکہ الٹا یہ ہوا کہ

(۱) مصطفےٰ کمال پاشا نے سکاریا کو عبور کرلیا۔ اور یونانی فوجوں پر ایسی سخت ضرب لگائی کہ اب سنبھلنا مشکل ہوگیا ہے ٭

(۲) نہ تو ترکوں کی کسی جنگی تدبیر کی کاٹ ہوئی۔ اور نہ ان کے حملوں کے راستے مسدود ہوئے۔ صرف چند پل توڑے ہیں۔ جو چند ہفتوں میں بن جائیں گے۔ اور اس وقت ترکوں کو اپنی جنگی کارروائیوں میں اور بھی زیادہ آزادی حاصل ہوجائے گی ٭

(۳) یونانی فوجیں ترکوں کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں ٭

(۴) بلکہ ان جنگوں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ترکوں میں از سرِ نو زندگی پیدا ہوگئی۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا کے قدم پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط ہوگئے ٭

یہ نتائج ہیں انگورہ کے نہ فتح ہونے اور یونانی فوج کے پیچھے ہٹنے کے۔ ہم سے کہا جاتا ہے۔ کہ بیشک ناکامی ہوئی ہے۔ لیکن ہزیمت نہیں ہوئی ہے۔ لیکن ہم تسلیم نہیں کرسکتے۔ یونانی فوج کا کوئی قصور نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بیچارے جب [illegible] فتح حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے [illegible] کردیا

پیمانہ پر جنگی تیاریاں شروع کی ہیں۔ اور زبردست فوجیں بنائی جا رہی ہیں۔ صرف فوجیں ہی نہیں بلکہ جنگی بیڑا بھی مہیا کر لیا گیا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ہمارے وزیراعظم موسیو گوناریس نے کیا کیا ہے؟ جنگی حرکات کی موقوفی کا اعلان کیا ہے۔ پھر یہ ترکی یونانی قضیہ کس طرح طے ہو سکے گا؟ مفتوحہ علاقوں کی کیونکر حفاظت کی جا سکے گی؟ اور کسی تیاری کے بغیر ترکوں کی یلغار کو کس صورت سے روکا جا سکیگا؟

یونانی اخبار "باترس" لکھتا ہے۔ کہ "ہماری حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے۔ کہ اس نے یونان کو دول یورپ سے کاٹ کر ایک ایسے شکنجہ میں ڈال دیا ہے جس سے نکلنا ناممکن سا نظر آتا ہے۔ اسی حکومت نے یونانی قوم کو اناطولیہ کے تنور میں دھکیلا ہے۔ اس نے کہا۔ یونانی فوج ترکوں کی دھجیاں اڑا دے گی۔ مگر ۲۳ر مارچ سے برابر جنگ ہو رہی ہے۔ اور اس کا نتیجہ جو ہوا ہے۔ وہ ان اعلانوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو خود یونانی سپہ سالار نے شائع کئے ہیں۔ اور جن میں اگرچہ اس ہزیمت کو چھپانے کی پوری کوشش کی گئی ہے لیکن حقائق کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ اور یہ اعلانات خود اعتراف کر رہے ہیں۔ کہ اناطولیہ میں ہم پر کیسی مصائب نازل ہوئی ہیں۔

اب سے چھ ماہ پہلے لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ یونانی گورنمنٹ کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے تھا۔ وہ اسی وقت یا تو صلح کر لیتی۔ یا دول عظمیٰ کی شرکت میں ترکوں سے جنگ کرتی۔ لیکن موسیو گوناریس نے یہ نہیں کیا۔ بلکہ دول سے اجازت مانگی۔ کہ انہیں بطور خود ترکوں پر فتحیاب ہونے دیں۔ دول عظمیٰ نے اجازت دیدی جنگ ہوئی۔ لیکن فتح نہ ہوئی۔ ہاں تو یہ ہوا کہ سقاریہ کے کنارے دشمن نے ہماری کمر توڑ ڈالی۔

اب پھر ایک کانفرنس ضرور منعقد ہوگی۔ اور اس میں ترکی و یونان کا مسئلہ پیش ہوگا۔ دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس وقت موسیو گوناریس کیا کرتے ہیں۔ کیا اب بھی جنگ [illegible] سلطنا۔ کہ ان [illegible]

پانی نہیں۔ بلکہ سرخ یونانی خون بہہ رہا ہے۔ موسیو گوناریس اور جنرل پاپولس کی قابلیت کار کو اس جنگ نے پوری طرح ظاہر کر دیا ہے۔

امیر کابل کا پیغام کمال پاشا کے نام

فرمانروائے افغانستان نے ترکی فتح اور یونانی ہزیمت فاش کے موقع پر محی الدین والملۃ غازی مصطفٰے کمال پاشا کو ایک خاص تہنیت نامہ بھیجا۔ اس نامہ مبارک بادی میں یہ بھی مذکور تھا کہ ترکوں کی اس شاندار فتح نے جو اعدائے اسلام و بانیان جور و جفا کے خلاف حاصل کی ہے۔ کابل کو مداح اور رطب اللسان بنا دیا ہے۔ اور ترکی قوم نے جس کو ہم سے سیاسی اتحاد و روحانی برادری حاصل ہے۔ ہمارے دلوں میں جگہ حاصل کر لی ہے۔

حکومت انگورا کا جنگی بیڑا

یونانی اخبار کریکس رقمطراز ہے۔ کہ یوزباشی عثمان بک پرنسپل بحری کالج انگورا چند اور افسروں کی معیت میں اوڈیسا تشریف لے گئے تاکہ حکومت انگورا کے جنگی بیڑے کا جائزہ لیں۔ یہ جنگی بیڑا روسیوں سے خریدا گیا ہے۔ اس میں تین عظیم الشان جہاز اور تین آبدوز کشتیاں ہیں۔ اس سے پہلے حکومت انگورا نے روسی تحت البحر کشتیاں بھی خریدی تھیں اس طرح سے حکومت انگورا کی بحری طاقت بھی زیادہ ہو جائیگی۔ اور یونانیوں کو اپنی جرات کی سمندر میں بھی اچھی طرح سزا مل جائیگی۔

مشرق قریبہ کے معاملات پر بکر سامی بک کی رائے

بکر سامی بک اور مجید الدین آفندی ناصت کے درمیان مشرق قریب کے معاملات پر جن میں اناطولیہ کی جنگ بھی شامل ہے۔ بحث اور تمحیص اور پر لطف گفتگو ہوئی۔ اور بکر سامی بک نے اپنی گفتگو میں معاملات مذکور پر حسب ذیل رائے ظاہر کی۔

یونان کے ساتھ ہماری لڑائی اسوقت تک برابر قائم رہے گی۔ جبتک کہ ہمارے وطن مقدس کی سرزمین پر ایک یونانی بھی موجود رہیگا۔ اور اسوقت تک ہم کامل فتح حاصل نہ کر لینگے۔ ہم اہل اناطولیہ کہتے ہیں۔ کہ جب تک یونانی اناطولیہ کو بالکل خالی نہ کر دینگے

اسوقت تک نہ تو ان سے التوائے جنگ ممکن ہے۔ اور نہ صلح کی گفتگو شروع ہو سکتی ہے ہم جنگ کے شائق نہیں ہیں۔ اور نہ لڑائی سے ہمیں کسی قسم کی محبت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ لڑائی کس قدر خطرناک چیز ہے۔ اور کتنی قربانیاں چاہتی ہے۔ اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ ہم ۱۲ سال سے جنگ میں مشغول ہیں۔ ہمیں جنگ سے کوئی رغبت نہیں ہو سکتی۔ لیکن ترکی قوم ایک زندہ قوم ہے۔ وہ اپنے مقدس فرض کو جانتی ہے۔ اور قومی وطن کی حفاظت و شان اسلام کی صیانت کے لئے ہر قسم کی قربانیوں کو ضروری خیال کرتی ہے۔ اس لئے جب کوئی ایسا وقت اسپر آپڑتا ہے۔ کہ وہ مجبور ہو کر جنگ کرے۔ تو اس کے لئے جنگ ضروری ہو جاتی ہے۔ اناطولیہ کی موجودہ جنگ ترکوں نے نہیں چھیڑی ہے۔ بلکہ یونان نے اس کو چھیڑا ہے۔ اور ترکوں کو اس میں شرکت کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ اسوقت تک موجودہ جنگ میں ہم نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ صرف مدافعت پر مبنی ہے۔ اور ہمیں یقین ہے۔ کہ ہماری اُن قربانیوں کا جو ہم نے اس راہ میں کی ہیں۔ ضرور اچھا بدلہ ملے گا۔ اور ہم اپنی آزادی اور حقوق کو قائم رکھ سکیں گے ہماری قومی تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے۔ کہ ہم ہمیشہ آزاد اور مستقل رہے ہیں۔ اور کوئی قوم جب تک خداوند بزرگ نہ چاہے ہماری آزادی کو فنا نہیں کر سکتی۔ ہمیں اس کا بھی کامل یقین ہے۔ کہ ترکی قوم اس جنگ سے کامیاب طریقہ پر نکل کر پہلے سے بہت زیادہ مضبوط ہو جائیگی۔ اس نے اپنی خلافت مقدسہ کے ماتحت اس کا ارادہ کر لیا ہے۔ کہ وہ جنگ سے نجات پا کر ملکی اصلاح کا کام پوری قوت سے شروع کرے گی ترک جس طرح ہمیشہ سے چھوٹی اور پست قوموں کو پناہ دیتے رہے ہیں۔ اسی طرح آئندہ بھی ان کو اپنی حفاظت میں رکھیں گے۔ کیا وہ زمانہ لوگوں کو یاد نہیں ہے۔ جبکہ ترکی قوم نے اجنبی لوگوں کو فراخدلی سے اپنا مہمان بنایا۔ اور ان کی حفاظت کی تھی۔ یہودیوں کو اسپین کی حکومت نے جلا وطن کیا۔ اور وہ ترکوں کی پناہ میں آکر آباد ہو گئے۔ ترکوں نے ان کی حفاظت کی اور اُن کو ہمیشہ خوش رکھا۔ پولینڈ اور ہنگری کے تباہ شدہ لوگ ٹرکی میں آئے۔ اور ٹرکی نے ان کو پناہ دیکر اپنا ملک دیا۔ اور ان کو آباد کیا۔ ٹرکی ہی میں آکر

کرلوس اسوجی نے پناہ لی۔ اور اسی قسم کے بہت سے واقعات تاریخ میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ترک ہمیشہ سے تباہ شدہ قوموں اور بیکس لوگوں کو پناہ دیتے رہے ہیں۔ اور ان کی یہ خصلت فطری ہے +

بکر سامی بک نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا۔

ترکی اسلامی حکومت ہمیشہ سے غیر متعصب حکومت رہی ہے۔ وہ تمام مذاہب اور تمام قوموں کے ساتھ عدل و انصاف کرتی رہی ہے۔ اس نے کبھی کسی قوم اور کسی مذہب کی اہانت نہیں کی۔ اور نہ کسی کو کوئی اذیت پہونچائی۔ جس کا ثبوت ٹرکی کے باشندوں کی معاشرت اور باہمی محبت و رواداری سے کافی طور پہ مل سکتا ہے +

جنگ سکاریہ کے بعد یونانیوں کی آخری غلط بیانی نے جس طرح ان کے عروج کو چند ساعتوں کے لئے دنیا میں بلند و بالا کر دیا تھا۔ اسی طرح بعد کے واقعات نے ان کو پست و ذلیل کر دیا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنگ اناطولیہ کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اور یونانیوں کے تمام جنگی قوای مضمحل اور بیکار ہو گئے ہیں۔ جس وقت تک مغربی اقوام کو یہ امید تھی۔ کہ یونان فتح یاب ہو جائیگا۔ اور ترکوں کو معاہدہ سیورے تسلیم کرنے پہ مجبور کیا جائیگا۔ ان کے ضمیر یا اعتقاد کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ فرانس و برطانیہ کے رگ یونان کی بربریت و خونخواری کے واقعات کی رپورٹ کرتے رہے۔ اناطولیہ کے مرد و زن اور بچوں کی تباہی کے افسانے سبھی دول عظام کی تمام سلطنتوں میں گونجتے رہے۔ لیکن مہذب و متمدن مغربی تہذیب کو حرکت نہ ہوئی۔ اگر کوئی تجویز پاس ہوئی۔ تو یہ کہ یونانی اور ترک تجارتی کارخانوں سے سامان جنگ خرید سکتے ہیں۔ جس سے سراسر یونان کی امداد منظور تھی۔ لیکن جب یونانیوں کو شکست ہوئی۔ تو بیسویں صدی کی تہذیب حرکت میں آ گئی۔ اور دول عظام مداخلت کر کے اناطولیہ کو فاقہ کشی سے بچانے کی کوشش کا عزم کرنے لگی۔ اور

یونانیوں نے دیہاتوں کو تباہ و برباد کر کے ایک قحط کی حالت پیدا کر دی ہے۔

دراصل جنگ سکاریہ نے یونانیوں کی ہمت کی کمریں توڑ دیں۔ حوصلے ان کے پست ہو گئے بے شمار جانوں اور مال کا نقصان انہوں نے اٹھایا جس کی تلافی وہ سالوں میں بھی نہیں کر سکیں گے۔ وہ ہر طرح سے مایوس ہو گئے۔ حملہ تو درکنار ان کو مدافعت کا بھی یارا نہ رہا۔ ان کی طاقتیں بالکل پراگندہ ہو گئی تھیں۔ امید تھی کہ اگر یونانیوں کے پاؤں میدان سکاریہ میں اکھڑ گئے۔ تو وہ عسکی شہر پر ضرور اپنی قوتوں کو جمع کر کے مقابلہ شدت کے ساتھ کریں گے۔ کیونکہ یہ ان کا نہایت ہی اہم مقام تھا۔ لیکن جب شہر عسکی پر ترکوں نے حملہ کیا۔ اور محاصرہ کی نوبت آئی۔ تو کیا ہوا کہ ترک عسکی شہر میں خود بخود داخل ہو گئے۔ اور شہر پر انہوں نے قبضہ کر لیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی مقابلہ کرنے کے ناقابل تھے۔ یہی بھاری میدان جنگ تھا جب یہ مقام آسانی سے ترکوں کے ہاتھ آ گیا تو پھر دیگر غیر اہم مقامات کس آسانی سے ترکوں کے ہاتھ آئے ہونگے۔ فی الواقع جنگ سکاریہ کے بعد یونانیوں اور ترکوں کے درمیان کوئی بھاری لڑائی نہ ہوئی چند چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ مگر یونانی ہر مقام پر مقابلہ کرنے سے عاجز ہو گئے۔

یونانی ہر طرح سے مایوس ہو گئے تھے۔ شاہ قسطنطین بھی یونان میں واپس چلا گیا تھا۔ لوگ اس سے بھی بیزار تھے مصطفےٰ کمال پاشا کے پاس انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ مگر انہوں نے قبول نہ کی۔ تب شاہ قسطنطین اس سوچ بچار میں تھا۔ کہ دول یورپ سے بیچ بچاؤ کرنے کی استدعا کرے چنانچہ یونان کا وزیر اعظم اسی غرض سے ایک وفد ہمراہ لے کر یورپ میں گیا۔ روم میں اسپین کی پیرس میں بھی۔ اور پھر لندن میں۔ تاکہ اتحادیوں کو اپنا طرفدار بنا کر ترکی سے ان کی حفاظت کی

میں آئے۔ اور ترکی کی خوش قسمتی یہ ہوئی۔ کہ شاہ قسطنطین کو ایک تو پبلک تخت سے

معزول کرنا چاہتی تھی۔ دویم دول بھی اس کو بادشاہ تسلیم نہ کرتی تھی۔ خاصکر فرانس اس کی عدم تخت نشینی کا حامی تھا۔ ہاں البتہ برطانیہ عظمےٰ نے شاہ قسطنطین کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس شرط پر کہ یونانیوں اور ترکوں کا قضیہ ختم ہو جائے۔ اور اٹلی اور فرانس بھی رضا مند ہوں ٭

ایک اخبار کے نمائندے نے بکر سمیع بے سفیر کمال پاشا سے پیرس میں ملاقات کی۔ اور یونانی ترکی جھگڑے کے اختتام کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں کسی سیاسی کام پر پیرس میں نہیں آیا ہوں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہم صلح سے بھاگتے نہیں۔ لیکن صلح ایسی ہو کہ ہماری شاندار روایات کے سامنے مناسب حال ہو۔ اور جب برطانوی محکمہ خارجیہ نے چند سیاسی اتحادیوں کے توسط سے ہم لوگوں سے مصالحت کے لئے کہلا بھیجا۔ تو ہم لوگوں نے اعلان کیا۔ کہ ہم یونان سے اس وقت گفتگوئے صلح کریں گے۔ جب وہ تخلیہ سمرنا۔ تھریس اور سواحل باسفورس کو تسلیم کرینگے۔ ہم کو معلوم ہے۔ کہ برطانی سفیر متعینہ ایتھنس یعنی لارڈ گرین دل نے کہا ہے۔ کہ وہ یونان کی طرف سے ہم لوگوں سے نامہ و پیام کرنے کو تیار رہیں۔ ہم اس کو بھی پوشیدہ رکھنا نہیں چاہیئے۔ کہ فرانس ہمارے ساتھ ہے۔ اور فرانسیسی وزیر خارجیہ ہماری خارجیہ پالیسی کا موید و معاون ہے۔ اور اپنی گورنمنٹ کی ہدایت سے میں نے ایم برائنڈ کو اطلاع دی ہے۔ کہ اگر یونان ہمارے اصول مصالحت کو تسلیم کرے۔ تو سرزمین فرانس میں ہم یونانیوں سے گفتگوئے مصالحت کر لینے کو تیار رہیں ٭

بہرحال دول حلفاء کے سیاسی حلقوں اور یونانی حکومت میں تبادلہ خیالات جاری ہو گیا جس میں مشرق کے امن و امان اور سکون و اطمینان کے معاملات

زیر بحث تھے۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے کسی سے بھی اس معاملہ پر بات چیت نہ کی۔ اور نہ ہی انہوں نے اس بات کی التجا کی۔ وہ صلح کرنے پر آمادہ تھے لیکن ان شرائط پر کہ یونان سمرنا اور تھریس خالی کر دے تاوان جنگ ادا کرے۔ اور اناطولیہ کے شہروں اور آبادی کو جو نقصان پہنچا ہے۔ اس کا معاوضہ دے۔

یونان حالت نزع میں دم شماری کر رہا تھا۔ اور تمام یونانی منہ اٹھائے وزیر اعظم کی راہ دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ وزیر موصوف دول خلفاء کے ہر صدر مقامات پر یونانیوں کی طرف سے فریاد لے کر گیا تھا۔ اور یونان کے مستقبل کا دارومدار زیادہ تر اسی گفت و شنید پر منحصر تھا۔ لیکن خبروں سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ وزیر موصوف کو بہت ہی کم کامیابی کی امید نظر آئی۔ وہ بھی سرکاری ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ مخفی ذریعہ سے۔ وزیر اعظم یونان نے فرانس میں اپنی ملاقات کے متعلق کوئی خبر نہ دی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ فرانس یونانی وفد کی طرف ملتفت نہ ہوئی۔ ....

...... کیونکہ فرانس کی گورنمنٹ اس وقت ترکی اور فرانسیسی معاہدہ کی طرف اس قدر منہمک تھی۔ اور وہ اس وفد کی طرف کافی طور پر متوجہ نہ ہو سکی وزیر خارجہ فرانس نے یونانی وزیر اعظم کو اپنی ملاقات میں کہا۔ کہ یونان کو چاہئے۔ کہ وہ اپنے چھوٹے سے ملک پر قناعت کرے۔ کیونکہ چھوٹے سے ملک کا انتظام اچھا رہتا ہے۔ اور ملک کی وسعت بسا اوقات نظام کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ ایسا ہی وزیر خارجہ نے وزیر اعظم یونان کو پہلی ملاقات میں کہا۔ کہ چونکہ اب فرانس اور گورنمنٹ انگورہ کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ انگورہ گورنمنٹ اور یونان کے معاملہ میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتی۔

دراصل فرانس یونانی جدوجہد کو جو اناطولیہ میں کر رہا تھا۔ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سب سے پہلے اٹلی نے بکر سمیع بیک سے ایک معاہدہ کیا

جس میں اس نے یونانی جدوجہد کو ناانصافیہ یا ناجائز قرار دیا۔ اور پھر فرانس بھی اٹلی کے نقش قدم پر چلا۔ جس کا نتیجہ معاہدہ فرانس اور انگورہ گورنمنٹ ہوا۔ اب حلفاء سے صرف انگلستان ہی باقی رہ گیا ہے۔ وہ بھی شاہ قسطنطین کی واپسی پر کفکاہو۔ لنڈن ٹائمز نے لکھا ہے کہ مشرق قریبہ میں واقعات کی حالت اس حد تک پہنچ گئی ہے۔ کہ برطانوی گورنمنٹ کے لئے لازمی ہو گیا ہے۔ کہ وہ اس امر کا فیصلہ کرے۔ کہ وہ کس قسم کی پالیسی اختیار کریگی۔ ایشیائے کوچک میں یونانیوں کی ملک گیری کی ہوس اور جابرانہ کارروائیوں کو قطعی ناکامیابی ہوئی ہے۔ اور ان تمام عالی امیدوں اور آرزوؤں کی یاد جن کی بنیاد اس ہوس اور بہیمیت پر قائم کی گئی تھی۔ اب یقیناً باعث کوفت ہونا چاہیئے جسوقت سے کہ یونانی فوج انگورا کے سامنے سے کسی شہر کی جانب پسپا ہوئی ہے۔ اسوقت سے اب تک کوئی واقعہ فوجی اہمیت کا ظہور میں نہیں آیا۔ لیکن امید و بیم کی حالت جو اس طریق سے پیدا ہو گئی ہے۔ وہ عرصہ تک قایم نہیں رہ سکتی۔ سب سے زیادہ برطانوی گورنمنٹ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس نازک حالت کی بنا پر جس کے اثرات کا اس کے مفاد پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس کو جو فیصلہ کرنا ہے۔ اُسے التوا میں نہ ڈالے۔ واقعات اور اسباب ہم کو عقلمندانہ روش کے لئے مجبور کر رہے ہیں۔ یونانی وزیر اعظم مسٹر ایم گوناریس اور وزیر امور خارجہ مسٹر ایم بالٹزیس یہاں لنڈن میں ہیں۔ اور گذشتہ چند ایام میں وہ لارڈ کرزن سے برابر گفت و شنید کر رہے تھے۔ آج یہ خبر ہے۔ کہ انگورا کی نیشنل اسمبلی نے یہ طے کیا ہے۔ کہ وہ برطانیہ، اٹلی اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کو وفود روانہ کریگی۔ جو قوم پرستوں کی شرائط صلح اور مقاصد کو ان کے سامنے با تفصیل پیش کرینگے۔ جن ممالک کو کہ وفود روانہ کر رہے ہیں۔ ان میں فرانس کا نام نہیں ہے۔ کیونکہ فرانس نے حال ہی میں مصطفےٰ کمال سے ایک اہم معاہدہ کر لیا جس کی پہلی شرط یہ ہے۔ کہ دستخطوں کے ثبت ہونے کے وقت سے جانبین کی طرف سے حالت جنگ فوراً بند ہو جائیگی۔ معاہدہ ترکی اور شام کی حدود کا فیصلہ

قیدیوں کا تبادلہ، قلیل التعداد قوموں کا تحفظ اور بغداد ریلوے کا زفارس کے جنوب سے نصیبین تک استعمال شامل ہے۔ کمالی وزیر خارجہ نے جو خط فرانسیسی نمائندہ ایم فرینکلس بولین کو لکھا ہے۔ اس میں فرانس کی تجارتی جد وجہد کی ہمت افزائی کی ہے ہمارا دوسرا حلیف اٹلی بھی فرانس کے نقش قدم پر چل رہا ہے ۔

اس لئے صورت حال جس کا ہم کو مقابلہ کرنا ہے یہ ہے۔ عہد نامہ سیورے متروک ہے۔ نام نہاد ترکی گورنمنٹ جو کہ قسطنطنیہ میں اتحادیوں کے زیر تحفظ قائم ہے کسی شمار میں نہیں آتی۔ دراصل جو گورنمنٹ ترکی قوم کی نمائندہ گورنمنٹ ہے وہ صرف مصطفےٰ کمال کی گورنمنٹ ہے۔ یونانی مصطفےٰ کمال کے خلاف ایشیائے کوچک میں اپنے ہتھیاروں کے زور پر قبضہ قائم رکھنے میں قطعی ناکامیاب رہے۔ اور گو کہ وہ عسکی شہر پر جمے ہوئے ہیں۔ لیکن عظیم خطرات اُن کے سامنے ہیں۔ مصطفےٰ کمال نے ایک ایسی فوج کی مدد سے جس کے پاس نہ تو کافی ہتھیار تھے۔ اور نہ وہ قواعد جنگ سے کماحقہ واقف تھی۔ ایک ایسی یونانی پیش قدمی کو جو کہ شروع میں جنگی نکتہ خیال سے نہایت اہم تھی۔ انگورا پر روکنے اور پسپا کرنے میں عجیب و غریب جنگی قابلیت کا ثبوت دیا ہے۔ اناطولیہ کا موسم سرما جو کہ نہایت سخت ہوتا ہے قریب آرہا ہے۔ اور اگرچہ افواہیں جو کہ یونانی فوج کی ہمت ہارنے کی بابت مشہور ہیں مبالغہ آمیز ہوں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ اگر موجودہ پر خطر حالت کچھ دنوں اور قائم رہی تو یونانی فوجی استقامت اور یونانی طرز حکومت کو صدمہ عظیم پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ یہ خیال عام ہے۔ کہ برطانوی گورنمنٹ یونانی مطالبات سے ہمدردی اور ترکی پر ان کے حملہ کی طرفدار ہے۔ یہ خیال صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ غلط ہے۔ اس خیال میں تبدیلی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ بہترین خدمت جو ہم یونانیوں کی اسوقت انجام دے سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم اُن کو مجبور کریں۔ کہ وہ اپنے ناممکن الوقوع مطالبات سے فوراً دستکش ہو جائیں۔ یونانی و ترکی جنگ ہر ایک دن ہماری مشکلات اور

اخراجات میں عراق، کردستان۔ اور تمام مشرق وسطےٰ میں ہندوستان تک اضافہ کرتا ہے۔ یہ جنگ بالشویک اور پان اسلامسٹ کے ہاتھ میں جو کہ ہمارے خلاف مشرق میں پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ اس جنگ سے زیادہ مہلک ہتھیار رہے ہے۔ جو کہ فی الحقیقت جنگ نہیں ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ہم مصطفےٰ کمال سے جس کے جھنڈے کے نیچے تمام ترکی قوم کا اجتماع ہے جنگ کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ تاخیر فیصل کی گورنمنٹ کے لیئے جو ہم نے حال ہی میں عراق میں قائم کی ہے۔ بہت بڑے خطرہ کا باعث ہے۔ قسطنطنیہ کی تجارت سے حاصل ہونے والی دولت کو اتحادی قبضہ سے ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے جن پر اس شہر کی حکومت اور تحفظ کا بار ہے کہ یونانیوں کو اس امر کی ترغیب دیجائے کہ وہ اپنے مطالبات میں اس حد تک کمی کریں۔ کہ ایشیائے کوچک کو جس کے حصے میں بھی وہ اپنی قوت کی بنا پر تحفظ سے نہیں رہ سکتے۔ فوراً خالی کر دیں۔ تب ترکی قومی گورنمنٹ سے منفعت بخش صلح کرنے کے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔ ایسی صلح کہ جس سے مشرق قریبہ میں توازن قوت قائم ہو جائیگا اور وہ ایجیٹیشن جس کی وجہ سے سلطنت برطانیہ کے مفاد پر خطرہ میں ہیں۔ مٹ جائے گا۔

لیکن ادھر انگورا گورنمنٹ نیشنل اسمبلی نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ ترکان احرار کے مقاصد و شرائط صلح بیان کرنے کے لئے برطانیہ عظمیٰ۔ فرانس۔ اٹلی اور اضلاع متحدہ امریکہ کی جانب وفود بھیجے جائیں۔ جو وفد امریکہ جائیگا۔ وہ اقتصادی مراعات کی ضمانت پر قرض حاصل کرنے کی کوشش کریگا۔ نیز جمعیت قومیہ نے یہ بھی ایک قرارداد پاس کی۔ وہ یونان کے سوا باقی سب طاقتوں سے ذیل کی شرائط پر صلح کرنے کے لئے تیار ہے:-

(۱) یونانی ترکی آویزش میں پوری پوری غیر جانبداری برتنا۔

(۲) ترکی کی مکمل آزادی کو تسلیم کر لینا۔

(۴) غیر جانبدار علاقے سے یونانی بیڑے کو ہٹا دینا۔

ترکی وفد جو فرانس میں گیا تھا۔ اس میں جنرل رفعت بے اور تین افسران اعلےٰ جمال بے۔ سنگی بے۔ اور شاہی بے تھے۔

پیشتر اس کے کہ یونانی و ترکی جنگ کا تصفیہ دول یورپ کریں۔ اتحادیوں نے اس بات کی تجویز کی۔ کہ ایک کانفرنس پیرس میں اتحادیوں کی قائم کی جائے جس میں مشرق قریبہ کے حالات پر بحث کی جائے۔ چنانچہ یہ کانفرنس منعقد ہوئی اور کئی ہفتوں تک اس کا اجلاس رہا۔ اس کانفرنس کے اختتام پر ایک اور کانفرنس کے انعقاد کی تجویز ہوئی جس میں مسائل ترکی زیر بحث تھے۔ اس کانفرنس کے جو نتائج ہونگے وہ آئندہ ناظرین کی۔ نذر کئے جائینگے۔

اب ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اس اثناء میں ترک کیا کرتے رہے ہیں اگرچہ اناطولیہ میں معمولی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن ترکی سپاہ زبردست لڑائی کے لئے تیار ہو گئی۔ اناطولیہ کا موسم سرما بھی شروع ہو گیا۔ اور صلح کی سلسلہ جنبانی بھی شروع ہو گئی۔ مگر مصطفےٰ کمال پاشا نے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور اپنی تیاری میں مشغول رہے۔ چنانچہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا معارکان حرب علم مرکز جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تاکہ ایک آخری فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے یونان کے خلاف پوری قوت سے جنگ کو شروع کیا جائے۔ بلکہ حکومت انگورا نے موسم سرما کی جنگ کے لئے مکمل تیاریاں کر لیں۔

بعد ازاں غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے جرنیل نورالدین پاشا کو حکم دیا کہ وہ بروصہ پر حملہ کریں۔ اور جرنیل غالب پاشا کو کہا گیا۔ کہ وہ اپنی تمام طاقت کو جمع کر کے سمرنا کی طرف بڑھیں۔ اور اس پر حملہ آور ہوں۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے یہ کوشش بھی کی کہ افیوم قرہ حصار اور عسکی شہر کے محاذوں پر یونانی افواج مشغول مدافعت رہیں۔ تاکہ لورجہ اور سمرنا کی افواج کو امداد نہ پہنچا سکیں۔

ترکوں کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ لیکن یونانی سپاہ کی حالت تمام محاذوں پہ نہایت کمزور اور ردی تھی۔ اور بعض مقامات پر تو اس کی ہستی بھی خطرے میں تھی۔ ترکوں نے کئی مقامات پہ سلسلہ اتصال قطع کر دیا۔ اور یونانی سپاہ محصور ہو گئی۔ جو ترکی فوج سمرنا کی طرف بھیجی گئی تھی۔ وہ بہت مضبوط اور قوی تھی۔ خیال کیا جاتا تھا۔ کہ یونانی سمرنا کی محافظت نہیں کر سکتے۔ اور تاب مقاومت نہیں لا سکینگے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج یورپ کی فضائے آسمان میں یونان کی طرف سے مصالحت اور صلح و امن و امان کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب یونانیوں کے لئے ذریعہ نجات و رستگاری یہی ہے۔ کہ وہ فوراً صلح کر لیں اور اپنے آپکو ترکوں کی بے پناہ شمشیر سے بچا لیں ۔

اناطولیہ کی ترکی سپاہ موسم سرما کی زبردست جنگ کے لئے مکمل ہو چکی تھی۔ اور خطوط جنگ پر چھوٹے چھوٹے معرکے بھی شروع ہو گئے — یہی وجہ ہے کہ لنڈن میں صلح کا نفرنس طلب کی جا رہی تھی۔ لیکن ترکوں کے گذشتہ تجربات کو دیکھتے ہوئے۔ ان کا فاتحانہ پیش قدمی کے مقابلہ میں صلح کی ڈوریوں سے مرعوب ہونا ہرگز قابل یقین نہیں۔ جس طرح ایک فاتح جرنیل کو جب تک دشمن کی غیر مشروط حوالگی کا اطمینان نہیں ہوتا۔ وہ ابتدائی تجاویز صلح پیش نہیں کرتا۔ اسی طرح غازی اعظم سب سے اول اناطولیہ کے تخلیہ، تاوان جنگ کی مقدار اور اتحادیوں کی ضمانت پر اڑے ہوئے تھے ۔

ترکوں کی یہ تیاریاں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ وہ اس ارادہ پر مضبوطی سے قائم تھے کہ گفتگوئے مصالحت میں اگر ناکامی ہوئی۔ تو بعد میں وہ فوراً جنگ شروع کر دینگے۔ اور موسم سرما کی شدت کا خیال ان کو اس ارادے سے باز نہ رکھے گا ۔

انگورا کی قومی مجلس اعظم کا ایک جلسہ ہوا جسمیں غازی اعظم کے عہدہ سپہ سالاری میں اور تین ماہ کا اضافہ منظور کیا گیا۔ اس میں غازی کمال پاشا نے

ایک زبردست تقریر کی ۔ اور ظاہر کیا ۔ کہ جنگ کا اختتام اس وقت تک ناممکن ہے ۔ جب تک ایک زبردست اور فیصلہ کن جنگ وقوع میں نہ آئے ۔ پھر آپ نے فرمایا ۔ کہ میں بوثوق یہ امر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں ۔ کہ ترکی سپاہ اپنے ترکی عہد کو پورا کرنے کے لیے مضبوطی سے قائم ہے ۔ اس نے قومی مجلس اعظم سے حمایت وطن کے لئے کہا تھا ۔ غازی ممدوح نے فرمایا ۔ کہ جب تک یونان کا ایک سپاہی بھی سرزمین اناطولیہ میں رہیگا ۔ اس وقت تک صلح کی گفتگو کا لفظ منہ سے نکالنا حرام ہے ۔

پھر مکمل تیاریوں کے علاوہ حکومت انگورا نے فوجی عہدوں میں ایک اہم تغیر و تبدل کیا ۔ جو ایک زبردست معرکہ کے آغاز کی تمہید ہے ۔ چنانچہ افیوم قرہ حصار کے جنوبی میدان کی کمان علی احسان پاشا کے حوالہ کی گئی ... ۔ جو مالٹا سے رہا ہو کر آئے تھے ۔ اور کاظم پاشا کو ان کا مددگار کیا گیا تاکہ وہ دوران جنگ میں معرکہ کی سربراہی کریں ۔ پھر غازی کمال پاشا نے اپنے معتمد فوجی افسروں سے مل کر آئندہ جنگ شروع کرنے کے مسئلہ پر مشورہ کیا ۔ اور کثرت رائے سے یہ قرار پا گیا کہ یونان پر حملہ شروع کیا جائے ۔

رؤف بک مشہور ترکی بحری افسر جو جنگ طرابلس کے زمانہ میں جہاز حمیدیہ کے کمانڈر تھے ۔ اور پھر حکومت آستانہ کے وزیر بحر مقرر ہوئے تھے ۔ مالٹا سے رہا ہو کر آستانہ پہنچ گئے ۔ اور وہاں سے انگورا کے ارادہ سے اینبولی کی طرف روانہ ہو گئے ۔ ... انگورا کی حکومت نے ان کو اپنی حکومت کا وزیر بحر مقرر کیا ۔

مارننگ پوسٹ کے نامہ نگار نے ایک انگریزی فوجی افسر سے بیان کیا ۔ کہ ترکی تعمہیں ۔ ترکی ہتھیار اور تمام سامان جنگ نہایت اچھا اور زمانہ کے مطابق ہے ۔ ... ان کی تعداد یونان سے کم نہیں ۔ اور یہ ترکی سپاہ یونانی مرکزوں پر پوری قوت سے حملہ کر رہی ہے ۔ یہاں تک کہ وہ سمرنا کے قریب تک پہنچ گئی

ہے۔ نامہ نگار نے اپنے اندازہ سے ظاہر کیا۔ کہ اس وقت ترکی سپاہ سمرنا سے صرف ۳۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اور اس کے سامنے یونانی سپاہ کا ٹھہرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ترکی سپاہ ان پہاڑیوں کی پناہ میں ہے۔ جو سمرنا کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں: +

اب ہم اس کو اسی جگہ ختم کرتے ہیں۔ آئندہ جو واقعات رونما ہونگے۔ پھر انشاءاللہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیے جاوینگے۔ یار زندہ اور صحبت باقی +

مظالم یونان مسلمانان ٹرکی پر

تمہید عنوان بالا کے متعلق تمہیدی بیان ایک مرقع عیان کی سی داستان رکھتا ہے جس کو پڑھ کر سنگ دل سے سنگ دل بھی رقیق القلب ہو کر لرزہ براندام ہو جائیگا۔ اور رنج و الم کا نشانہ رہ کر ایک دفعہ تو ضرور ہی ان مظلوموں پر دلی درد کے ساتھ اشک حسرت و افسوس گرائیگا۔ جو رقیق القلب ہے جس سے اسلام کے ساتھ محبت ہے۔ جو اپنے بھائیوں کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ وہ تو ان حالات و واقعات کا مطالعہ کر کے حزن و ملال اور رنج و غم سے پیچ و تاب کھاتا ہوا ظالم یونانیوں کے حق میں دعائے بد ہی کیا کرے گا۔ اور آہیں سرد بھرتا ہوا ان مظلومین کی دردناک حالت پر آٹھ آٹھ آنسو روئیگا ظالم یونانیوں کے ہاتھوں لامحدود تعداد میں ملک کی بے گناہ مسلمان آبادی شہید ہو کر دار البقا کی طرف کوچ کر گئی۔ ہزارہا کی تعداد میں مقتول بے گور و کفن ہیں۔ یونانیوں نے تیغ بیدریغ چلاتے وقت یہ نہ دیکھا۔ کہ ان کی تلوار کے سامنے میں کوئی معصوم بچہ آتا ہے۔ وہ معصوم بچہ جو ایک ٹھوکر سے لڑھکتا لڑھکتا کئی قدموں پر جا سکتا ہے۔ وہ معصوم بچہ جو نہ اٹھ سکتا ہے۔ اور نہ ہی چل سکتا ہے۔ بلکہ بلک بلک کر ماں سے دودھ مانگتا ہے۔ جس کے منہ میں ابھی دانت بھی نہیں ہیں۔ جو رحم اور بے رحمی کو محسوس تک نہیں کر سکتا۔ اور جو یونانیوں کی سفاکانہ شمشیر زنی سے کہیں بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتا +

نہ ہی یونانیوں نے قتل عام کرتے وقت یہ دیکھا۔ کہ کوئی عورت ذات ان کے ہاتھوں مقتول ہو رہی ہے۔ وہ عورت ذات جو بے دست و پا شکستہ ہوتی ہے۔ وہ پردہ دار اور باعصمت عورت جو گھر کی چار دیواری سے باہر کبھی قدم نہیں رکھتی۔ اور جس نے کبھی تلوار کی شکل تک نہیں دیکھی ہے۔ وہ عورت

جو اپنی نازک ہستی کے باعث صنف لطیف گنی جاتی ہے۔ وہ عورت جو نہایت ہی ضعیف دل رکھتی ہے جس کی روح ذرا سی بھی خوفناک بات دیکھکر قالب عنصری سے پرواز پیدا کرنے کو تیار ہوتی ہے۔ وہ عورت جو خوفناک قتل کا خونی نظارہ دیکھکر "موتوا قبل ان تموتوا" ہو جاتی ہے ۔

اور نہ ہی یونانیوں نے خونچکان تلوار چلاتے وقت یہ دیکھا کہ کوئی بوڑھا مرد ان کی تلوار کا شکار ہوتا ہے۔ وہ بوڑھا جس کے ہاتھوں میں نہ تو قدرت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس کے پاؤں میں سکت۔ وہ بوڑھا جو اپنی عمر کے آخری حصہ کی منزلیں طے کرتا ہوا ضعیف و ناتوان جسم رکھتا ہے۔ وہ بوڑھا جس کی ریش مبارک، مونچھیں اور سر کے بال بھنووں تک سفید ہوتے ہیں۔ وہ بوڑھا جو پشت خمیدہ ہو کر عصا کے سہارے سے چلتا ہے۔ وہ بوڑھا جس کے تمام اعضا اور قویٰ کمزور ہوتے ہیں۔ بصارت کمی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ منہ میں دانت نہیں ہوتے۔ وہ بوڑھا جس کا جسم اور سر شل ہوتا ہے۔ اور وہ بوڑھا جس کے سفید بالوں کی عزت دربار خداوندی میں بھی منظور ہوتی ہے ۔

الغرض یونانیوں کے مظالم سے نہ کوئی عورت بچی نہ کوئی مرد بوڑھا یا جوان بچہ یا کوئی بالغ۔ جو سامنے آیا۔ ان کا شکار ہوا۔ ایک ہی وار میں اس کا کام تمام ہوا۔ ماؤں نے اپنے سامنے بچوں کو مقتول ہوتے دیکھا۔ اس کے بھائی بہن۔ عزیز و رشتہ دار اور اکثر ان کے روبرو یونانیوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ پھر وہ خود بھی جانبر نہ ہو سکیں۔ باپوں نے اپنے اہل و عیال و عزیز و اقارب کو فنا ہوتے اپنی آنکھوں دیکھا۔ لیکن بعد ازاں وہ بھی اجل کے منہ میں دھکیلے گئے۔ مکانوں میں مردوں عورتوں اور بچوں کو بند کر کے آگ لگا دی گئی۔ اور جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ بھاگتے ہوؤں کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ موت کا بازار گرم تھا۔ ملک الموت کو ایک سکنڈ کی بھی مہلت نہ تھی ۔

یونانیوں نے وہ مظالم و ستم مسلمانوں پر توڑے جو کبھی کسی کے وہم

دگمان بین بھی نہیں آئے۔ ضحاک سخت ظالم گنا جاتا ہے۔ مگر اس قدر نرالی طرز کے ظلم اس نے بھی نہ کئے ہونگے۔ قتل عام اور آتشزدگی کے علاوہ انہوں نے تاخت و غارت گری سے بھی کام لیا۔ گھروں کے گھر لوٹ لئے۔ گھر والوں کا گلا گھونٹا مال و اسباب اٹھا کر چلتے بنے۔ گھر کے گھر انہوں نے برباد کر دیئے گاؤں کے گاؤں تباہ کر ڈالے گئے۔ شہروں کے شہر جلا دیئے گئے۔ نیک سیرت فرشتہ خصلت عفت مآب مستورات کی بے پردگی اور عفت شکنی کی گئی۔ بعد ازاں ان کو مکانوں پر سے گلیوں اور بازاروں میں پھینکا گیا۔ ہزاروں بچے معصوم یتیم رہ گئے۔ ہزارہا عورتیں بیوہ ہوگئیں۔ یونانیوں نے ایک تہلکہ عظیم برپا کر رکھا تھا۔

اول تو کوئی بھاگ کر یونانیوں کی ستم رانی سے جان ہی نہیں بچا سکتا تھا جو بھاگے وہ جنگلوں میں بھوک اور پیاس کے مارے تباہ و برباد ہوئے۔ ان کی حیات و بقا اجل کے بھنور عظیم میں پڑ گئی۔ گھر سے بے سر و سامان فقط اپنی جان لے کر باہر نکلے۔ ایسی بے چینی اور بھگدڑ کی حالت میں سامان اٹھانا کس کو سوجھتا ہے۔ فقط اپنی عزیز جان کو ہی بچانے کا خیال ہوتا ہے۔ اکثر بچے اپنی ماؤں سے جدا ہوئے۔ اکثر بھائی بھائی سے عورت خاوند سے باپ بیٹے سے علیحدہ ہوا۔ وہ سماں قیامت خیز تھا۔ اکثر ہستیاں نیم جان اور بسمل تڑپتی اور پھڑکتی رہ گئیں۔ جن کو یونانیوں نے نذر آتش کیا۔ کہاں تک اس غم بھری داستان کو بیان کیا جائے۔ قلم کو یارا نہیں کہ اس لہولہان منظر کا نقشہ کھینچ سکے۔ آگے چلکر آپ تمام ان ظالمانہ واقعات اور سیاہ کاریوں کا ملاحظہ فرمالینگے۔ جو یونانیوں کے ہاتھوں بردے کار آئے۔ اور جس کے سبب سے یونانیوں کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا لگ چکا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ ہر ممکن ظلم و ستم کا تجربہ کیا گیا۔ اور ہر ممکن سفاکی اور بے باکی سے عمل کیا گیا مسلمانوں کا خون گرایا گیا۔ دل کی بھڑاس نکالی گئی۔ جو وہ نہ کر سکتے تھے۔ وہ بھی

انھوں نے کیا، اور خوشیاں منائیں ۔

یونانیوں نے اس قتل و غارتگری کی حقیقت کو چھپانے کی از حد کوشش کی مگر وہ اپنی قصابی کو نہ چھپا سکے ۔ چند اہل دل شخصوں نے خونی مناظر کو اپنی آنکھوں دیکھا، دنیا کے سامنے ان حقائق کا انکشاف کیا، چنانچہ کپتان جانسن نے ایک رسالہ لکھا جس میں انھوں نے سمرنا اور ضلع ایدن کے ۱۲ مئی سنہ ۱۹۱۹ء کے اور بعد کے پیش آنے والے دلخراش واقعات کو صوف سہا بسوو کا لباس پہنا کر جلوہ گر کیا ۔

کپتان موصوف نے لکھا کہ اگرچہ ترکی سپاہیوں نے یونانیوں کی کسی قسم کی مزاحمت نہ کی، لیکن اس پر بھی ان کو ایک جگہ جمع کر کے صرف اس بناء پر گولیوں کا مینہ برسایا گیا۔ کہ انھوں نے موسیو وینزیلاس کے نعرے لگانے سے کیوں انکار کیا ۔

یونانی بیچارے گورنر سمرنا کو سمندر کے پشتہ تک کھینچ کر لے گئے اس کی ٹوپی پیروں سے روندی گئی۔ اس کی عورتوں کو بے پردہ کیا گیا اور اس کے گھر کو لوٹ لیا گیا ۔

ترکی سٹاف کے افسر اعلیٰ کے چہرہ کو برچھیوں سے گودا گیا، اور بعد قتل اس کی لاش کو مویشی کے باڑہ میں پھینک دیا گیا۔ ترکی فوج کا لفٹیننٹ ڈاکٹر بیرحمی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ مسلم عورتوں کی بے حرمتی کی گئی ان کا مال و زیور چھین لیا گیا۔ اور انھیں ان کے گھروں سے باہر نکال دیا گیا ۔

یونانیوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ترکوں کو بیدردی سے قتل کیا ۔ اور جب ان کی خونریزی کی پیاس اس سے بھی نہ بجھی ۔ تو انھوں نے بے زبان عورتوں اور معصوم بچوں کو مکانوں میں بند کر کے آگ لگا دی۔ اور ان کی بے بسی کی موت کا تماشا دیکھا جن عورتوں کی عصمت اور حمیت نے اس طرح

ذلت کی موت مرنا گوارا نہ کیا۔ اور انہوں نے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہا تو ان کو باندھ باندھ کر گولیوں کا نشانہ بنایا گیا ۔

یونان نے سب سے پہلے ۱۹۱۹ء کے درمیان میں سرزمین سمرنا میں قدم رکھا۔ اس وقت سے مسلمان بے دریغ تہ تیغ ہونے شروع ہو گئے۔ بعدازاں انہوں نے جب تھریس میں قدم رکھا تو وہاں بھی انہوں نے اپنے مظالم کے جوہر دکھانے میں کمی نہ کی۔ جیسا پہلو بن آیا ظلم کیا۔ اس کے بعد جہاں جہاں یونانیوں کا قدم گیا۔ وہ زمین مسلمانوں کے خون شہادت سے رنگی گئی ۔

ہم سب سے پہلے ان مظالم کا ذکر کرتے ہیں۔ جو انہوں نے سرزمین سمرنا میں برپا کئے۔ بعد میں دیگر مقامات کا ذکر کیا جائیگا ۔

سمرنا میں یونانی مظالم

ولایت سمرنا وہ جگہ ہے۔ جہاں گذشتہ پانچسو سال سے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا ہے۔ اب یونانیوں نے زمانہ گذشتہ کی تلافی پوری کر دی ہے۔ انہوں نے بے گناہوں کی خونریزی و آبروریزی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے ۔

لوسین کی کنگش عثمانیہ ٹرکش کانگریس، نے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں یہ بتایا گیا کہ اس عظیم الشان ولایت کو یونانیوں نے ایک وسیع ویرانہ کی صورت میں بدل دیا ہے۔ ۵۰ ہزار ترک روح فرسا حالت کے ماتحت قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اور تین لاکھ ترک اس وقت خانماں برباد و مارے مارے پھر رہے ہیں ۔

خود شہر سمرنا میں غضب آلود چینیوں کی ۔ انگلیوں کے سلطنتی ترکی آبادی کو ہر قسم کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ یوں تو سرزمین سمرنا کا ایک ایک ذرہ یونانی مظالم سے چیخ رہا ہے لیکن صوبہ کے دو علاقوں مینیمن اور عائیدین کی طرف یونانیوں نے خاص توجہ کی ۔

مینیمن کی قریباً تمام ترکی آبادی بغیر کسی اشتعال کے تلوار کے گھاٹ اتار دی گئی

گئی۔ عائیدین کی کیفیت ناگفتہ بہ تھی ۔

نیرو کا قصہ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ روما الکبریٰ کو آگ لگی ہے۔ اور وہ ایک اونچے ٹیلے پہ بیٹھا بانسری بجا رہا ہے۔ لیکن اس ظالم بادشاہ کو بھی کبھی ظلم کا یہ پیرایہ نہ سوجھا ہوگا۔ کہ آبادی کو زندہ ان کے گھروں میں جلا دیا گیا۔ لیکن یونانیوں نے عائیدین میں سب کچھ کر دکھایا ۔

سمرنا سے لے کر نازلی تک تمام شہر۔ گاؤں۔ اور جھونپڑے ویران خانوں اور راکھ کے ڈھیروں کی صورت میں تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں بہت ایسے ہیں۔ جن کے باقی ماندہ دھواں نکلتے ہوئے راکھ کے ڈھیر میں سے جلی ہوئی لاشیں اور ہزاروں معصوم ترکی عورتوں۔ بچوں اور ضعیفوں کے خون آلود اعضا دکھائی دے رہے ہیں۔ جو یونانی مظالم کے شکار بن چکے ہیں۔ اس تمام تاراج شدہ سرزمین سے جو پہلے نہایت ہی خوشحال اور شاداب شمار کی جاتی تھی۔ آج ایک دہشت ناک صدائے الم سنائی دیتی ہے ۔

جس خون آشام سنگدلی سے ترکوں پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور جس کا ثبوت انگریزی۔ فرانسیسی اور اطالوی شاہدوں کی شہادت سے ہوتا ہے۔ اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ۔

رپورٹ بتاتی ہے کہ اعلیٰ یونانی سوسائٹی کی عورتوں اور سمرنا کی بلند پایہ لیڈیوں نے مردہ لاشوں کی نہایت قابل نفرت اور کمینہ قطع و برید پہ نہ صرف خوشیاں ہی منائیں۔ بلکہ خود اس بے حرمتی میں گاتے اور ہنستے ہوئے اور حصہ لیتی ہوئی پائی گئیں ۔

سنگدلی اور بے رحمی اس سے آگے نہیں جا سکتی۔ لیکن مہذب دنیا نے اس پر ذرا بھی کروٹ نہ بدلی۔ خاموشی ان کا طغرائے عظیم رہی۔ جب یونانیوں کے مظالم کا تمام دنیا پر راز آشکارا ہو گیا۔ تب ایک متحدہ کمیشن مقرر کی گئی جس نے ان واقعات کی تحقیقات کی۔ جو ذیل میں درج کی جاتی ہے ۔

دول متحدہ کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ

قسطنطنیہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء

حصہ اول ۔ ذمہ داری کی تشخیص :-

(۱) تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے ۔ کہ ہنگامی صلح کے بعد سے عام طور پر عیسائیوں کی حالت ولایت عایدین میں قابل اطمینان ہے ۔ اور ان کی سلامتی معرض خطر میں نہیں پڑی ۔

اگر یہ سمجھا جائے ۔ کہ مجلس صلح نے نادرست اطلاعات کی بنا پر سمرنا کے قبضہ کا حکم صادر کیا ۔ تو جو واقعات وہاں رونما ہوئے ۔ ان کے متعلق اولین ذمہ داری ان اشخاص یا حکومتوں پر عائد ہوتی ہے ۔ جنہوں نے اس قسم کی اطلاع جیسی کہ واقعات ثابت شدہ میں پہلے نمبر پر درج ہے ۔ بلا تصدیق صحیح تسلیم کی یا مشہور کی ۔ (اس بارے میں اطالیہ کے نمائندہ جرنیل نے چند امور مختصر کا اعادہ کیا ہے ۔ جو سینتیسویں جلسہ کی رپورٹ میں مذکور ہیں)

(۲) ان واقعات کا اصل سبب مذہبی منافرت میں تلاش کرنا چاہئے ۔ یونانیوں نے اس منافرت کے اظہار کو روکنے کی کوئی سبیل نہیں کی ۔ سمرنا پر قبضہ کرتے وقت وہ تہذیب و شائستگی کے علمبرداروں کی شکل میں نظر نہیں آئے ۔ بلکہ ان کی پیش قدمی نے فوراً ہی فاتحانہ شکل اختیار کر لی ۔ اور جو رویہ انہوں نے اختیار کیا اس سے ثابت ہوتا تھا کہ گویا وہ ایک صلیبی جنگ میں حصہ لے رہے ہیں ۔

(۳) جو کارروائیاں ۱۵۔ اور ۱۶۔ مئی کو سمرنا اور اس کے مضافات میں یونانیوں کے ساحل سمرنا پر اترنے سے پانچ روز کے اندر وقوع میں آئیں ۔ ان سب کی ذمہ داری یونان کے اعلےٰ فوجی افسروں نیز ان حکام پر عائد ہوتی ہے ۔ جو اپنے فرض کی بجا آوری سے قاصر رہے ہیں ۔

حکومت یونان نے اس معاملے میں جو فیصلہ کیا ہے ۔ اس میں اس نے اپنی اس ذمہ داری کو تسلیم کر لیا ہے ۔

مگر اس ذمہ داری کا ایک حصہ سمرنا کے ترکی حکام پر بھی عائد ہوتا ہے جنہوں نے یونانیوں کی آمد سے پیشتر تمام قیدیوں کو فرار اور ان کی [illegible] کر گئے

سکے لئے کوئی تدابیر اختیار نہ کیں ۔

(۴) ان خونریز ہنگاموں کے لئے جنہوں نے ملک کے اندرونی حصے کو یونانی سپاہ کی پیش قدمی کے دوران بیگناہوں کے خون سے رنگ دیا۔ تمام ذمہ داری گورنمنٹ یونان پر اس کے نائب یعنی حاکم اعلےٰ کے توسل سے عاید ہوتی ہے۔ جو سمرنا میں اس کا قائم مقام تھا۔ اور اس کی وجوہ حسب ذیل تھیں ۔

(الف) حاکم مذکور نے مجلس عالیہ کی ان ہدایات پر عمل نہیں کیا۔ جو بذریعہ تار ۷ مئی سہ پہر کے ۴ بجے موسیو وینیزیلوس نے بھجوائی تھیں۔ اس نے ائتلاف ثلاثہ سے استصواب کئے بغیر فوجی کمانڈر کو اجازت دے دی۔ کہ ۱۰ مئی کو شب کے گیارہ بجے عایدین میگنیشیا اور قصابہ کی جانب جو سنجق (ضلع) سمرنا کی حدود سے باہر تھے۔ سپاہ روانہ کرنے کا حکم صادر کرے ۔

(ب) اسی حاکم نے اہل سمرنا کو یونانی فوجی قبضہ کی وسعت سے دیدہ و دانستہ بے خبر رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان آبادی کا جوش بڑھا اور آخر فساد ہو گیا ۔

(۵) اعلےٰ یونانی حکام پر اس وجہ سے بھی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ کہ انہوں نے غیر مصافی آبادی کو مسلح ہو کر اطراف و اکناف سمرنا میں کھلے بندوں پھرنے کی اجازت دی۔ اور جب انہیں قیام امن و امان کے لئے فوج یا پولیس سے کام لینے کی ضرورت پیش آئی۔ تو فوج باقاعدہ کے ساتھ ساتھ انہوں نے اسلحہ بند غیر مصافی آبادی کی خدمات سے بھی فائدہ اٹھایا۔ جو کسی طرح جائز نہ تھا ۔

(۶) وادی میاندر میں جو فسادات واقع ہوئے ان کا اصلی سبب یہ تھا کہ یونانی فوج اس علاقہ پر قابض ہو گئی تھی۔ حالانکہ یہ قبضہ سراسر ناجائز تھا ۔

یونانی سپاہ کی پیشقدمی اور اقامت پر جو افسوسناک واقعات ظہور میں آئے۔ ان کی وجہ یہ تھی۔ کہ سپاہ مذکور کی پیشقدمی کے بعد ملک میں ایک طرح کی حالت جنگ رونما ہو گئی ہے ۔

[illegible] سے ترکوں اور یونانیوں کے درمیان منافرت پھیل آئی ہے۔ جس سے

بلاشبہ فسادات مذکورہیں اور یہی وحشیانہ پن داخل ہوگیا۔ اور وہ آئے دن رونما ہونے لگے۔ لیکن اگر بنظر انصاف دیکھا جائے۔ تو صرف یونانی ان کے لئے ذمہ وار نہیں گردانے جاسکتے۔ اور یہی نظریہ ان واقعات پر عائد ہوتا ہے۔ جو علاقہ پرغامہ نواح میگنیشیا اور یوڈیمش میں ظہور پذیر ہوئے۔

(۷) مگر اس کے برعکس تنہا یونانی مینیمن کے قتل عام کے ذمہ وار ہیں۔ خونریزی پہلے سے سوچ سمجھ کر عمل میں نہیں لائی گئی۔ بہر نوع یونان کے فوجی حکام جانتے تھے کہ معاملہ پرغامہ کی وجہ سے یونانی سپاہ میں بیحد جوش پھیل رہا ہے۔ اس لئے ان کا فرض تھا۔ کہ وہ حتی الوسع ایسی ممکن تدابیر اختیار کرتے۔ کہ سپاہ ان کے قابو میں رہتی لیکن ان کی غفلت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جو فوج مصائب۔ تکان اور خوف وخطر کی وجہ سے تنگ آچکی تھی۔ آخر بلا اشتعال نہتے ترکوں کے قتل عام پر اتر آئی۔ جو یونانی افسر مینیمن میں موجود تھے۔ وہ اپنے فرض کی بجا آوری سے کلیتہً قاصر رہے۔

(۸) اگرچہ صورت حالات اب کسی قدر رو بہ اصلاح ہوگئی ہے۔ لیکن ہنوز ولایت عائدین میں مکمل امن وامان بحال نہیں ہوا۔

اناطولیہ کے اندرونی علاقے کے ساتھ تمام تجارتی تعلقات منقطع ہیں۔ اس میں کچھ کلام نہیں۔ کہ معاملات کی یہ صورت یونانی تسلط اور اس حالت جنگ کی وجہ سے ہے۔ جو ترکوں کی بے قاعدہ سپاہ اور یونانی فوج کے درمیان رونما ہوگئی ہے لیکن اب یونانی فوج کے دائرہ تسلط کی توسیع رک گئی ہے۔

ترکوں کی قومی تحریک کے سرگروہوں کو جو بعض غارت گر اور رہزن قبائل کے بوڑھے سرداروں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ مؤخر الذکر جمعیتوں پر اتنا قابو حاصل نہیں تھا۔ کہ وہ انہیں اتفاقیہ حملوں سے باز رکھیں۔ اس لحاظ سے ملک کے موجودہ حالات کی ذمہ داری کسی قدر ان سرگروہوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔

ان کی ذمہ داری کے پردے میں بظاہر ترکی حکومت کی ہے۔ واقعی ہے جسے اب تک قومی تحریک کے سرگروہوں پر کسی قسم کا اقتدار حاصل نہیں۔

ارکان کمیشن

(دستخط ثانی) برسٹل۔ ہیونوسٹ۔ ہیر۔ ڈل اولیو۔

حصہ دوم کمیٹی کے اخذ کردہ نتائج۔

(۱) یونانی قبضہ سے سمرنا اور ولایت عائدین میں جو صورت حالات پیدا ہوئی ہے۔ وہ راستی اور حقیقت سے دور ہے۔ جس کی یہ وجہ ہے۔ کہ

(الف) اس قبضہ سے اصولاً صرف قیام امن مقصود تھا۔ لیکن فی الحقیقت اس میں الحاق کی تمام صورتیں عیاں ہیں۔ تنہا یونانی۔ ہائی کمشنر کو موثر اختیارات حاصل ہیں ترکی حکام کو جو اپنے عہدوں پر قائم رہے ہیں کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں۔ انہیں قسطنطنیہ سے کوئی احکام موصول نہیں ہوتے۔ ادھر تقریباً تمام ترکی پولیس اور جنڈارمہ معدوم ہو چکی ہے۔ اس لئے ترکی حکام کو اپنے احکام کے امتثال کا کوئی ذریعہ حاصل نہیں۔

(ب) اگر یونانی قبضہ عارضی ہے اور اس کا مقصد صرف قیام امن ہے۔ تو اس سے یونانیوں پر اتنی عظیم فوجی قربانیاں عائد ہو جاتی ہیں۔ جو مقصد مذکور کے لحاظ سے بہت بڑھ چڑھ کر ہیں۔

(ج) موجودہ صورت میں اس قبضہ سے صلح اور امن و امان بحال نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ قحط زدہ اقوام کو اس کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) کمیٹی کی رائے ہے۔ کہ

(الف) اگر اس علاقے پر فوجی قبضہ کا مقصد صرف اسی قدر ہے۔ کہ امن عامہ اور سلامتی کو بحال کیا جائے۔ تو اس پر یونانی سپاہ کا نہیں بلکہ اتحادیوں کی سپاہ کا تسلط ہونا چاہئے جس پر ایشیائے کوچک میں ایک متحدہ ہائی کمشنر مامور ہو۔

(ب) اگر مجلس صلح میں قرار دیا جا چکا ہے۔ کہ یونان اس علاقے کو مکمل اور قطعی طور [illegible] کرلے تو پھر یونانی ہی اس قبضہ کو قائم رکھیں۔ اس صورت میں یونان کے [illegible] کو ہر طرح کی کار روائی کرنے کا اختیار ہوگا)

(ج) [illegible] مذکورہ بالا احکامات اصول کے منافی ہوگا جس سے [illegible]

کا احترام کیا گیا ہے۔ مگر علاقہ مقبوضہ میں خود سمرنا[1] اور عیوالی کو نظر انداز کر کے دیکھا جائے۔ تو لامحالہ یونانی عنصر پر ترکی عنصر غالب ہے۔

یہ جتا دینا تحقیقاتی کمیٹی کا فرض ہے۔ کہ ترکی قومی جذبہ جو پہلے ہی اپنی مخالفت کا ثبوت دے چکا ہے۔ اس الحاق کو منظور نہ کرے گا۔ وہ صرف طاقت و قوت یا یوں کہئے کہ ایک فوجی مہم کے سامنے سر تسلیم خم کر سکتا ہے۔ اور اگر یونانیوں نے تنہا اس مہم کا بیڑا اٹھایا تو کامیابی کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔

(۳) نظر بحالات موجودہ کمیٹی حسب ذیل تجاویز پیش کرتی ہے۔

(الف) جہاں تک جلد ممکن ہو۔ کل یونانی سپاہ یا اس کے ایک حصہ کی بجائے دول متحدہ کی افواج بھیجی جائیں۔ اور ان کی تعداد بھی یونانی سپاہ سے بہت کم ہو۔

(ب) اگر یونان کی خودداری کو قائم رکھنے کی غرض سے یہ فیصلہ کیا جائے۔ کہ یونانی سپاہ کا ایک حصہ اس قیام تسلط میں معاون ہو۔ تو اس سپاہ کو مقبوضہ علاقے کے مرکز میں رکھا جائے۔ تاکہ ترکی جماعت احرار کی فوجوں سے اس کا تصادم نہ ہونے پائے۔

(ج) جونہی اتحادی قابض ہو جائیں۔ حکومت ترکی سے کہا جائے۔ کہ وہ اتحادی افسروں کی زیر ہدایت اور زیر کمان جنڈرامہ کو مرتب کرے۔ اور اسے جہاں تک جلد ممکن ہو اس قابل بنائے کہ وہ تمام علاقہ میں امن قائم کر سکے۔ اور اس کے ساتھ ہی اتحادیوں کی افواج کی قائم مقام بن جائے۔

(د) جنڈرامہ کے نظم و نسق کے ساتھ ساتھ حکومت ترکی کو چاہئے۔ کہ وہ علاقے کا دیوانی انتظام بھی بحال کرے۔

(ہ) ترکی کی جماعت احرار کے سربرآوردہ اشخاص نے بار بار کہا ہے۔ کہ ان کی مخالفت محض یونانیوں تک محدود رہی ہے۔ اس لئے ان کے دل میں مسلح مقاومت کی جو خواہش ہو۔ وہ تجاویز مذکورہ سے زائل ہو جانی چاہئے۔ اور قسطنطنیہ کی مرکزی حکومت

---

[1] سمرنا میں عیسائیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن یونانی مسیحی ترکوں کے مقابلہ میں تھوڑے ہیں۔ غیر یونانی مسیحی اور یہودی بھی اس بات کے خواہشمند نہیں کہ یونانی سمرنا کو ملحق کر لیں۔

کو تمام اختیارات واپس مل جانے چاہئیں۔ جو اسے اس وقت حاصل نہیں۔

اب اس میں کوئی امر مانع نہ ہونا چاہئے۔ کہ بے قاعدہ سپاہ سے ہتھیار چھین لئے جائیں۔ اگر اس پر عملدرآمد نہ ہوا تو پھر ائتلاف ثلاثہ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ ترکوں کے عذرات وفاداری کہاں تک قابل وقعت ہیں۔ خواہ وہ عذرات قومی تحریک کے سرکردہ اشخاص کی طرف سے ہوں یا حکومت کے اعضاء کی طرف سے۔

ارکان کمیشن۔

(دستخط) امیر البحر برسٹل۔ نمائندہ ریاستہائے متحدہ امریکہ۔

(دستخط) جرنیل پولوسٹ۔ نمائندہ فرانس۔

(دستخط) جرنیل ہیئر۔ نمائندہ برطانیہ۔

(دستخط) جرنیل ڈل اولیہ۔ نمائندہ اطالیہ۔

شاہ قسطنطین کی آمد کی خوشی میں مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنایا گیا

ایمسٹرڈیم کے اخبار "الگیمین اونڈلبد" کا نامہ نگار اناطولیہ اپنی چشم دید کیفیت کی بنا پر لکھتا ہے کہ یونانی سمرنا میں شاہ قسطنطین کی آمد پر خوشیاں منا رہے تھے۔ وہ بندوق چلاتے اور بم پھینکتے تھے۔ مظلوم وحشت زدہ ترک اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے۔ ان کو وہ دن یاد تھے۔ جب ترکوں کو سمندر میں پھینکا گیا۔ لاکھوں ترکوں کو لوٹا گیا۔ اس کے علاوہ دوسرے نامہ نگاروں نے نہایت ہوشربا حالات یونانیوں کے ظلم و ستم کے حوالہ قلم کئے ہیں۔ ان کے مطابق زرین۔ بیرامچ اور ایولیک کے قصبوں میں یونانیوں نے مسجدوں کو اصطبلوں میں تبدیل کر دیا۔ ایک امام کو مار کر اس کی لاش تالاب میں پھینک دی۔ انہوں نے شل رضا بے۔ رشیدی بے چنگری بے۔ حج احمد بے۔ علی لوزی بے۔ مالک بے کو جو نہایت سربرآوردہ اور بے ضرر اشخاص ہیں۔ بغیر کسی جرم کے جلاوطن کر دیا۔ برودصہ کے ترکوں پر انہوں نے بے انتہا ظلم کیا۔ انہوں نے نہ صرف لوگوں کو لوٹا۔ اور قتل کیا۔ بلکہ میگنیشیا کے قبرستان

میں گھوڑے دوڑ لئے۔ اور البو کی مسجد میں زبردستی گھسکر قرآن اور دیگر کتب مقدسہ کو پارہ پارہ کیا ٭

یونانی مظالم تھریس میں

سمرنا میں یونانی مظالم کی کوئی انتہا نہیں۔ اس جگہ ہم نے صرف محدود سے چند بطور مثال درج کئے ہیں۔ اب ہم علاقہ تھریس میں یا دیگر ترکی علاقوں میں یونانی مظالم کی داستان بیان کرتے ہیں۔ جو ذیل میں درج ہے ٭

یونانیوں کے خوفناک مظالم یونانیوں نے باشندگان "اسنک" پر جو مظالم توڑے۔ وہ اتنے ہیں۔ کہ حیطۂ تعداد میں کبھی نہیں آسکتے۔ ان میں سے چند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) جس دن ضلع اسنک پر یونانیوں کا قبضہ ہوا۔ اسی دن انہوں نے حیدر امر کے ان ارکین کو تہ تیغ کر دیا۔ امین علی شوشن۔ احمد علی عثمان۔ احمد اوغلو مصطفیٰ دامادی۔ یوشنگ رجب۔ ابراہیم حسن بیرام۔ اس کے علاوہ انہوں نے "جانباز زادے" کی خوبصورت عورت کو جلا کر راکھ کر دیا ٭

ایک ترکی خاتون کی چھاتی کاٹ ڈالی (۲) اسی ہفتے کے دوران میں یونانی "خودوس" کے گاؤں میں گھس آئے اور سات سو بھیڑیں "حاجی مصطفیٰ" سے اور دو سو کو یون "مصطفیٰ" سے چھین کر لے گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے محمد حاجی اوغلو موتا حمدی۔ مہاجر یونس۔ احمد صالح۔ اور مہاجر محمد کو گرفتار کر کے کسی نامعلوم مقام کو بھیجدیا۔ مقام "مسیما" میں اتحادیوں کے ان لاڈلوں نے اس سے بھی زیادہ مظالم کئے۔ اور اس گاؤں کی ایک محترم خاتون فاطمہ خانم کی دائیں چھاتی کاٹ ڈالی ٭

(۳) "عزمرلی" میں یہ وحشی اور سفاک لوگ علی اوسطہ کی نوعمر بیٹی کو اٹھا کر لے گئے۔ اور اسے لاٹھیوں سے مارا۔ اس کے علاوہ دو سو مویشی بھی چھین لے گئے ٭

(۴) اسلحہ کی تلاشی کے بہانے سے یونانیوں نے عمرلی، کورصغان، سینیکلی، تاجیر اور نشکرلی کے دیہات کی تمام بیش قیمت منقولہ جائیداد پر قبضہ کیا اور لیکر چل دیئے +

مسلمان عورتوں کی بے حرمتی (۵) اسنک کے شہر میں ان ظالموں نے تمام گھروں اور کھیتوں کو تاراج کیا۔ زراعت کے بنک کو پیوند زمین کر دیا یعنی قوم کو قرضہ مہیا کرنے والے محکمے کی عمارت کو آگ لگا دی۔ سرکاری دفتر جلا دیئے اور دفتر تلغراف کو بھی خاکستر بنا دیا۔ جو ترک مسلمان عورت نظر آئی۔ یونانیوں کے ہاتھوں بے حرمتی سے بچ نہ سکی!! "اشرف زادے" "اشلی" اور بلیبے کے محلوں میں ایک سو سینتالیس مکان جلا دیئے گئے۔ شہر کے مرکزی حصے میں بھی انہوں نے چھ مکان اور بتیس دکانیں تباہ کر دیں +

مسجد اور مقبرہ مسمار (۶) محلہ "اشرف زادے" کی مسجد اور مقبرہ دونوں عمارتیں بالکل مسمار اور ڈھنڈھار کر دی گئیں۔ اور جتنا بیش قیمت مال ان میں نظر آیا۔ سب یونانیوں کے پیٹ چڑھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے شیخ اسد مفتی اسمٰعیل حقی، امام حاجی صالح اور حسنی دلیل کو گرفتار کر کے کسی نامعلوم مقام پر بھیج دیا +

مسجد کو آگ لگا دی (۷) جب یونانی فوج کو "استنبول" سے بروصہ کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ تو سپاہیوں نے "کوپری حصار غملیک" کی سڑک کے شمال میں تمام دیہات تباہ کر دیئے۔ علاوہ بریں انہوں نے کوپری حصار کے تمام مردوں، عورتوں اور بچوں کو شہر کی مسجد کے اندر بند کر کے مسجد کو آگ لگا دی۔ اور جب ان مسیحی یونانیوں کے مظالم سے گھبرائے ہوئے بے بس اور بے کس مسلمان اس مسجد سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔ تو یونانی سپاہیوں نے ان کو بندوقوں کے کندوں سے دھکیل دھکیل کر پھر آگ میں پھینک دیا +

یونانیوں کی فوج کا ایک دستہ قصبہ "پے پیشیا" میں داخل ہوا۔ سپاہیوں نے پیش [illegible] کی لڑکی [illegible] عورتوں کی بے حرمت کیا +

[illegible] اور ترکان یا بعلی

دونوں جماعتوں نے اتحادیوں سے بارہا استدعا کی۔ کہ خدا کے لئے ان علاقوں کے مسلمانوں کی خوفناک مصائب کو دور کرو۔ جن پر یونانیوں نے قبضہ کر رکھا ہے لیکن خونخوار یونانی فوجیں اسی جبر و تشدد اور دہشت انگیزی پر قائم رہیں۔ اور ایشیائے کوچک اور تھریس میں یونانی برابر ترکوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتے رہے اور سب سے زیادہ کمبختی ان علاقوں کے مسلمانوں کی تھی۔ جن کے خالی کر دینے پر یونانی مجبور ہو گئے تھے۔ ان سفاکوں نے "اینی شہر" اور اس کے نواحی قصبات و دیہات کو تاخت و تاراج کیا۔ اور پھر ان کو جلا کر خاک کر دیا۔ یونانی فوجیں جس جس شہر کے خالی کر دینے پر مجبور ہوئیں۔ ان شہروں کی تمام سرکاری عمارتوں اور مقامات عامہ کو انہوں نے آگ لگا دی +

عیسائیوں کو بھی نہ چھوڑا

دربند۔ مارماجیک۔ سلوز۔ سوس۔ ساغرلک و یشبت اور بانشک کے دیہات میں تو انہوں نے عیسائیوں کو بھی نہ چھوڑا۔ صرف کوپری حصار اور ینی شہر کے علاقوں میں انیس گاؤں اس فوج نے تباہ و تاراج کئے۔ اور خاکستر بنا دیئے +

ترکی دیہات پر گولہ باری

یونانیوں کے چند جنگی جہازوں نے بندرگاہ دسینا کے آس پاس متعدد ترکی دیہات پر گولہ باری کی۔ اور جب بے شمار بے گناہ جانوں کا نقصان ہو چکا۔ تو سمندر کی طرف واپس لوٹ گئے +

ہزارہا مویشی ترکی سے یونان پہنچائے جا رہے ہیں

مویشی حاصل کرنے کے لئے باقاعدہ میلے منعقد کئے جاتے تھے۔ جس میں آئے دن بھیڑیں زراعتی مویشی۔ دودھ دینے والے حیوان اور گھوڑے تمام دیہات سے جمع ہوتے اور مال غنیمت کی طرح تقسیم کر لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ یونانیوں کی باقاعدہ فوج نے ستر ہزار بھیڑیں اور پچیس ہزار دیگر مویشی فراہم کئے۔ اور برگام کے مقام پر بھیج دئے تاکہ بذریعہ جہاز یونان کو روانہ کئے جائیں۔ امریکہ نے جو فی الحقیقت سلطنت جرمنی سے برسرپیکار ہے۔ ایک لاکھ دودھ دینے والی گائیں جرمنی بھیجی ہیں۔ تاکہ جرمنی

کے لاکھوں کروڑوں بچے جو دودھ نہ ملنے کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ جان بر ہو سکیں لیکن اس کے برعکس ٹرکی میں چھوٹے بڑے انسان برابر حیوانیت کی سفاکیوں کی نذر ہوتے رہے۔ اور کوئی ان مظلوموں کی خبر نہیں لیتا تھا۔

تھریس میں یونانیوں کی بے ایمانی لنڈن کانفرنس میں جو ترکی وفد شریک ہوا۔ اس کے صدر کی خدمت میں قسطنطنیہ سے مندرجہ ذیل برقی پیغام موصول ہوا۔ جس پر ۲۰ فروری کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔ اور تھریس کے کئی معززین کے دستخط ثبت تھے۔

جناب والا! تھریس میں یونانیوں نے صدہا ترکی معززین کو محض اس لئے گرفتار کر رکھا ہے۔ کہ وہ تھریس سے نقل مکانی کر جائیں۔ تاکہ ملک میں اکثریت یونانیوں کی رہ جائے۔ اور اس کے علاوہ تھریس کے ملک بھر میں دہشت انگیزی کا دور دورہ ہے۔ براہ کرم حکام متعلقہ سے گفت و شنید کر کے ایسی تدابیر اختیار کیجئے۔ کہ ان مظالم کا سدباب ہو جائے۔

پانسو سے اوپر معززین گرفتار ترکی وفد کے نام ایک اور پیغام برقی روما سے وصول ہوا۔ جو غالب کمال بے صدر وفد ترکی (تھریس) اور سابق سفیر فوق العادہ ترکی نے ارسال کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔

یونانی حکام تھریس کی ترکی آبادی اور ترکی جماعتوں کو مجبور کر رہے ہیں۔ کہ وہ جلسے منعقد کریں۔ اور یونانیوں کی سلطنت کے حق میں منظوری کی دستاویزوں پر دستخط کر دیں۔ پانسو سے زیادہ معززین گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ میں بحیثیت نمائندہ ترکان تھریس ان خیانت آمیز اور پُر فریب کارروائیوں پر صدائے ملامت بلند کرتا ہوں۔ اور دول متحدہ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ کہ جہاں تک جلد ہو سکے۔ ان حرکتوں کا سدباب کرنے کی کوشش کریں۔

اسلامک نیوز کے خاص نامہ نگار کی رپورٹ

اب میں یونانیوں کی دست برد اور ان کے احتساب کی حدود سے باہر ہوں۔ اور اس وجہ سے علاقہ ماریتہ اور مندارین جو کچھ یونانیوں نے کیا ہے۔ اس کے مفصل حالات اب لکھتا ہوں۔ بغیر کسی فوجی مدافعت و نبرد آزمائی کے انہوں نے اس علاقہ پر قبضہ جمالیا ہے۔ میں اس کے وجوہات و اسباب کو قلم انداز کرتا ہوں۔ یہ شاید آپ کو معلوم ہے۔ کہ (قبضہ کے وقت) فصل تیار تھی چنانچہ پہلا کام جو یونانیوں نے کیا وہ یہ تھا۔ کہ اس دہری بھری (فصل کو اپنے گھوڑوں کی نذر کر دیا۔ اور جو ان سے بچ رہی۔ اسے پامال کر دیا۔ اور پھر بھی جو کچھ باقی رہا۔ اسے جہازوں میں لاد کر یونان بھیجدیا گیا جس قدر مزدور کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ سب کو مقید کر کے مرکزی کمپ (واقعہ) یونان بھیجدیا گیا۔ بہت سے کاشتکار قتل کر دیئے گئے +

اب دو تین روز تک سکون و خاموشی کی زندگی پھر عود کر آئی۔ بڑے بڑے ترک جو روپوش ہو گئے تھے۔ برآمد ہو گئے۔ اور بعض لوگوں نے یونانی اعلان پر یقین و اعتماد بھی کر لیا +

جب سب لوگ یونانی اقتدار و قبضہ میں آ گئے تو انہوں نے سب سے اسلحہ داخل کرا لئے۔ تمام جیل خانے معصوم ترکوں سے بھر دیئے گئے۔ سب قسم کی ایذا رسانی اور عذاب شروع ہو گیا۔ صرف ترک ہونا ایک جرم تھا۔ ہر شخص پر قوم پرست ہونے کا الزام لگایا جانے لگا۔ ہر شخص کی بے عزتی کی جاتی تھی۔ اور ہر شخص کی تحقیر کی گئی تمام معزز ترک قید خانے میں بند کر دیئے گئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ایذا پہونچائی گئی۔ اور آہ وہ ایذا کیا تھی۔ چھ یونانی سپاہیوں نے زیتون کی قمچیاں لیں۔ اور اپنے شکار (ترکوں) کو اس قدر زدوکوب کیا کہ واماندگی و نیم مردگی طاری ہو گئی۔ اور وہ بیدم ہو گئے۔ ان بدنصیبوں میں سے بہت فوراً ہی عدم ہو گئے۔ اور کچھ کو فالج نے معذور کر دیا +

ترکوں کو کس طرح لوٹا گیا

ایذا رسانی تو بالکل فصل کی چیز ہو گئی۔ اور موقع

بموقع اس کا ظہور ہونے لگا۔ عرویک میں سوائے ان لوگوں کے جو قسطنطنیہ بھاگ گئے تھے۔ ایک مسلمان بھی زد سے نہ بچا۔ اس کے بعد قریب قریب ہر اک ترک اپنی بندوق سے دست بردار ہو گیا۔ لیکن یونانی دل اب بھی اپنی ظلم آزمائی سے ٹھنڈا نہیں تھا۔ اور انہوں نے بھی اسلحہ داخل کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اس مرتبہ کسی کے پاس کچھ داخل کرنے کو نہ تھا۔ چنانچہ یونانیوں نے حسب ذیل غدارائی کا طریقہ اختیار کیا۔ یعنی بعض یونانی سپاہیوں نے (اپنی حکومت کے اشارہ سے) پوشیدہ طور پہ بندوقیں فروخت کیں جن کی قیمت پچاس پونڈ تک پہنچی۔ اور غریب مسلمانوں کو ان بندوقوں کو خریدنا پڑا تاکہ انہیں اسلحہ داخل کرنے والے حکام کو دیکر کچھ روز کا سکون اور امن خرید سکیں +

اس کے بعد یونانیوں نے "نا انصافی کی تلافی" کرنے کا ڈھنگ ایجاد کیا۔ لیکن یہ بھی اس سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ کہ ترکوں سے اور روپیہ وصول کیا جائے۔ مثلاً ایک یونانی آیا اور اس نے کسی ترک سے کہا کہ تم پر میرا اتنا قرضہ ہے۔ یا اب سے بیس برس پیشتر تم نے مجھ سے فلاں چیز بہت کم قیمت پر خریدی تھی! یا تم نے میری ہتک عزت کی اب وہ غریب ترک مجبور تھا۔ کہ اس یونانی سے فیصلہ کر لے۔ اور کچھ روپیہ دیدے یا جس چیز کا وہ طالب ہے۔ اُسے دیکر قصہ ختم کرے۔ اگر وہ (ترک) راضی نہ ہو تو اسے ایذا پہنچائی جاتی! اس کو مقید کر دیا جاتا۔ یا کسی تکلیف سے وہ مرکزی کیمپ میں جلا وطن کر دیا جاتا۔ وہ اس سے روگردانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مظالم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہی نہیں بلکہ اس تمام دردناک واقعہ کا حال بھی اپنے کسی عزیز یا ملاقاتی کو لکھنے کا موقعہ نہیں دیا جاتا تھا۔ جب مظالم تمام حدود سے متجاوز ہو گئے تو اس کے سوائے چارہ کار نہ تھا کہ اپنے مال و متاع پہ لات مار کر قسطنطنیہ کو چلا جائے یہی وہ بات ہے۔ جس پر یونانی تلے ہوئے ہیں۔ اگر اس کے پاس مفروری کا کوئی ذریعہ نہیں۔ تو پھر وہ مجبور ہے۔ کہ اپنے گھر میں مقید ہو جائے۔ اگر یونانیوں کو معلوم ہو جائے کہ کوئی ترک اپنے رفقا کو کسی قسم کی امداد پہونچا سکتا ہے۔ تو وہ کسی دن چپ چپاتے کسی غیر معلوم مقام پر بھیج دیتے ہیں +

اگر کوئی چاہے کہ اپنا مال (سوداگری کا) قسطنطنیہ کو بھیجدے تب بھی اس کی ممانعت ہے۔ اور اسے مجبور کیا جائیگا۔ کہ نقصان عظیم کے ساتھ اس کو وہیں فروخت کرے۔ اس مال کا خریدار ہمیشہ یونانی ہی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ صرف وہی مال کو حسب مرضی باہر بھیج سکتا ہے۔ اگر کسی کے پاس عمدہ موقع کا مکان ہے۔ اور کسی یونانی افسر کا اسپر دانت ہے۔ تو دوسرے ہی روز وہ اپنے گھر سے نکال باہر کر دیا جائیگا۔ (یہی نہیں) اس مکان کا تمام اسباب فرنیچر بھی وہیں چھوڑنا پڑیگا۔ اگر کسی دن وہ یونانی کہیں چلا جائے۔ اور وہ بیچارہ اپنے مکان پر دوبارہ قبضہ کرنے جائے تو اسے فرنیچر وغیرہ کچھ نہ ملیگا۔ اسباب کی تلاش وغیرہ بیکار ہوگی۔ اس لئے کہ وہ یونانی بندرگاہ پر پہونچ چکا ہوگا ٭

اگر یونانی معلوم کرلیں۔ کہ کسی ترک کے پاس کچھ روپیہ ہے۔ تو اس کو فوراً جنگی گورنر کے پاس طلب کیا جائیگا۔ اس کا قصور یہ بتلایا جائیگا۔ کہ تمہارے پاس قوم پرستوں کا دیا ہوا روپیہ موجود ہے۔ لہذا اسے فوراً یونانی حکام کے پاس داخل کر دیا جائے۔ اس کی مدافعت و صفائی بیکار ہے۔ اور ہر چند وہ ثابت کرے کہ روپیہ اسی کا ہے لیکن وہ مجبور ہے۔ کہ روپیہ داخل کرے ٭

یونانیوں نے سب ترکوں کو مجبور کیا کہ اس نماز میں شریک ہوں۔ جو وینزیلوس بادشاہ قسطنطین کی خوشی میں ادا کی گئی تھی۔ مفتی (اسلام) بھی مجبور تھے۔ کہ اپنے مذہبی احکام کے خلاف یونانی گرجا میں جائیں۔ اور ان کے لئے دعا کریں۔ یونانیوں نے پیشتر ہی سے مذہب اسلام اور قوم ترک کے مٹانے کا تہیہ کر لیا ہے۔ وہ مساجد کا بھی احترام نہیں کرتے ہیں۔ اور اسلحہ ضبط کرنے کے بہانہ سے ان مقدس عمارتوں کو بھی آلودہ کرتے ہیں ٭

ایک مہینہ گذرا ہوگا۔ کہ بعض البانی اور قزاقی خانہ بدوشوں نے یونانی رجمنٹ پر حملہ کیا۔ اور دو یونانی زخمی ہو گئے۔ یونانی سپاہیوں کی ان خانہ بدوشوں سے تو بن نہیں پڑی لیکن ان ستم شعاروں نے اس کا بدلہ معصوم ترک کاشتکاروں سے لیا۔ نہیں

جو راستہ میں ملا اسے قتل کر دیا۔ ان دو مقتول سپاہیوں کی لاشیں بندرہ بھیجی گئیں گرجا کی گھنٹیاں بجائی گئیں۔ اور یونانیوں سے اشارہ پاتے ہی جو ترک راہ میں ملا قتل کرنا شروع کر دیا۔ ترکوں کی لاشیں سرکاری عمارتوں کے سامنے خوشنما انعام و تمغہ کے لطف لٹکائی گئیں +

ان تمام بدعتوں کے بعد بھی وہ ان تمام خانہ بدوشوں کا پتہ چلانا چاہتے تھے۔ اس خدمت کے لئے مشہور بدمعاش کر تجکی کو آزاد کیا گیا اور اس کو دو سو سپاہی باقاعدہ فوج کے دیئے گئے لیکن انہوں نے البانوی اور قرقاصی خانہ بدوشوں کی تلاش کی بجائے موضع چیپنی میں آگ لگا دی۔ عورتوں کی عصمت دری کی۔ کاشتکاروں کو قتل کیا۔ صرف اس جھوٹے الزام پر کہ اس گاؤں نے ان لوگوں کو پناہ دی ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ نہ وہاں اور نہ عثمانلی۔ گونان اور ریناز کے مواضعات میں جہاں یونانیوں نے اپنی ظلم آمائیوں کی تجدید کی تھی، پناہ دی گئی۔ اور نہ وہاں سے ہو کر گذرے تھے۔ لیکن یونانی قتل و خونریزی کے لئے ہر حیلہ بالکل بجا و درست ہوتا ہے۔ ان غریبوں کے پاس چونکہ ہتھیار و اسلحہ نہیں اس لئے وہ ذرا سی بھی مدافعت نہیں کر سکتے۔ بہت سے زن و مرد سب چیزوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ اور جو نہیں بھاگ سکتے۔ وہ ان کا شکار ہو جاتے ہیں +

یونانیوں نے سب مویشی چھین لئے۔ سب بھیڑیں ضبط کر لیں۔ یہانتک کہ اس تعلاقہ میں بدبخت گرسنہ اور نیم مردہ لوگ باقی رہ گئے ہیں۔ اگر موسم بہار سے پیشتر قوم پرور ترکوں کی فوجیں ان کی حمایت کے لئے نہ آگئیں۔ تو یہاں سوائے کھنڈروں کے کچھ نہ رہے گا +

یہاں کی صورت حال اس سے کہیں زیادہ عبرتناک ہے جس کا تخیل کیا جا سکتا ہے اور یونانیوں نے ترکوں کی تباہی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ہے +

یونانی اپنی اعلان آزادی کا جشن صد سالہ منا رہے ہیں۔ جو مظالم یونانیوں نے اب سے سو سال میں کئے ہیں۔ وہ ہمیں اس وقت کی یاد دلاتے ہیں جبکہ اہل ایران نے

روسیوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے موریا میں علم بغاوت بلند کیا تھا۔ انہوں نے شہر بطرس کی مسلمان آبادی کو قتل کر دیا۔ اور یہی خونین معرکہ آرائی ہر اس شہر میں کی جوان کے قبضہ میں آ گیا۔ لیکن آخر میں جو قتل و خونریزی ٹری پولسٹ میں ہوئی اس کا حال "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" (قاموس برطانیہ) میں اس طرح مندرج ہے:۔

"کاسٹرون (یعنی یونانی باغی) جب فتحمند ہو کر گرجا کی طرف گھوڑے پر سوار ہو کر گیا ہے۔ تو اسکے راستہ میں لاشوں کا فرش تھا۔ اور "صلیب" کی سب سے بڑی خوشی اس طرح منائی گئی کہ دو ہزار مسلمان قیدیوں کو جس میں ہر عمر و ہر صنف کے لوگ شامل تھے قتل کرا دیا گیا۔ زمین کی طرح سمندر پر بھی دست ظلم انکا دراز ہو رہا تھا۔ اور پہلی ہی حرکت جو ان سے سرزد ہوئی وہ اس جہاز کی گرفتاری تھی جس میں حضرت شیخ الاسلام اور ان کے اہل و عیال مکہ معظمہ جا رہے تھے۔ ان بیرحم سفاکوں نے انہیں بیحد بیدردی سے قتل کر دیا تھا۔ ان بدشگونیوں اور بدفالیوں کی بے نغمہ جنگ میں سنائی دیتی تھی۔ جس کا مقصد حقیقی ایک دوسرے کا استیصال تھا۔"

غازی مصطفٰے کمال پاشا کا دردناک اپیل

الغرض یونانیوں نے شہروں کے شہر اور قصبات کے قصبات جلا کر راکھ کے ڈھیر کر دیئے۔ مسلمانوں کو وہاں بیدریغ قتل کیا گیا۔ غازی مصطفٰے کمال پاشا نے مجلس قومیہ عظیمہ ترکی کے صدر کی حیثیت سے ایک طویل و بسیط اعلان شائع کیا۔ جس میں انہوں نے اس سکتہ کا عالم پیدا کر دینے والے مظالم کا بالتفصیل تذکرہ کیا ہے جو یونانیوں نے اناطولیہ میں مردوں عورتوں اور بچوں پر کئے۔ اعلان کے خاتمہ پر مہذب دنیا کے تمام باشندوں سے اپیل کی گئی ہے۔ کہ وہ نہنگ اجل کا طعمہ بننے والے مظلوموں اور بے کسوں کی جان بچائیں۔ یہ اعلان خصوصاً ان سلطنتوں سے حفاظت و صیانت کے متعلق اپیل کرتا ہے کہ جنکی رضامندی۔ موالات اور امداد و اعانت سے یونانیوں نے ترکی کے مقبوضات پر حملہ کیا۔ مذکور الصدر اعلان کا لب لباب حسب ذیل ہے:۔

(۱) اعلان میں بالتفصیل بتایا گیا ہے۔ کہ کس قدر نقصان جان مجموعی طور پر ہوا اور کسی طرح قیمتی اور تاریخی ذخائر برباد کر دیئے گئے۔ یہ سب آفتیں اتحادیوں اور یونانیوں کے قبضۂ اناطولیہ کے دوران میں آئیں۔ اور جب یونانی حال میں پسپا ہونے لگے اُسوقت بھی انہوں نے یہ حرکات کیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ ملک کا جو وسیع علاقہ بحر اسود و بحر ایجین کے درمیان واقع ہے۔ اور ترکان احرار کی مدافعت کا مقام ہے۔ وہاں ایک موضع یا قصبہ بھی ایسا باقی نہیں رہا جسکو یونانی غارتگروں نے تباہ نہ کر دیا ہو۔ تمام قصبے اور مواضعات جلا کر خاک سیاہ کر دیئے گئے۔ تمام کھیتیاں برباد ہو گئیں۔ یہاں کے تباہ شدہ علاقوں کی آبادی ادھر ادھر بے خانماں و برباد ہو کر ماری ماری پھر رہی ہے۔ یہاں کے ہزاروں عالم و فاضل پر طرح طرح کے مظالم توڑے گئے ہیں۔ ان کے گلوں میں طوق غلامی ڈالدیا گیا ہے جن کی نگرانی وحشی درندوں کے سپرد ہے جنہیں غلطی سے "یونانی فوج" کہا جاتا ہے۔ اس رپورٹ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ تمام لوگ جو بمشکل یونانیوں کے ظلم آفریں اور بے پناہ تیغ سے امان پا گئے ہیں۔ وہ بھی اس قابل نہیں رہے کہ کسی طرح بھی اپنی قوم کے مصرف میں آسکیں یونانیوں کے مظالم جو اسیران جنگ پر توڑے گئے ہیں۔ وہ ناقابل بیان ہیں اکثر ایسے افسروں اور سپاہیوں کی آنکھیں سنگینوں سے نکالی گئیں۔ بہت سے قیدیوں کی مختلف جسم کے حصوں کی جلد اتاری گئی۔ بہت سے زخمیوں اور صحیح سالم قیدیوں کا بیدریغ قتل عام کیا گیا اگر ہم ان یونانی ظالمانہ کرتوتوں کو سامنے رکھیں۔ جو انہوں نے دس ہزار ترکی اسیران جنگ کو روک کر ان پر مظالم اس وجہ سے توڑے کہ انہوں نے بعض لٹیروں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ تو اُن مظالم کی خونین داستان پر ایک بات کا اور اضافہ ہو جاتا ہے +

(۲) اسمرنا کے ساحل پر جس جگہ یونانی اترتے ہیں۔ اور جو مقامات اس جگہ سے قریب تر ہیں۔ وہ مقامات بھی پبلک اور پرائیویٹ قانونی پروانوں سے مستثنیٰ نہیں ہیں جو لوگ زندہ ہیں۔ وہ صرف اس لئے ہیں۔ کہ یونانی افواج ان پر درندوں کی طرح حکمرانی کریں۔

(۳) یہ اطلاعات بھی ملی ہیں۔ کہ بیحیایانہ اور وحشیانہ جرائم کا ارتکاب کرنے کے بعد اور کرتے وقت ان میں زیادہ افسران اعلیٰ نمایاں حصہ لیتے ہیں) یہ انسان نما وحشی درندے

اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنے کے بعد مستورات کو اکٹھا کر کے کمروں میں بند کر دیتے ہیں۔ اور پھر ان کمروں میں آگ لگا کر جلا کر خاک سیاہ کر دیتے ہیں۔

(۴) تاریخی اور خوشنما یادگاریں ان کے ہاتھوں برباد ہو گئیں حتیٰ کہ مسلمانوں کی مساجد اور اناطولیہ کے دیگر مقدس مقامات بھی آج بربادی کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے خاصی دلچسپی کے ساتھ مذہبی بزرگوں کو ان کی جائے پناہ سے نکال کر علانیہ گولی مار دی۔ سب سے زیادہ بزرگ یعنی شہر کے مفتی تھے۔ جو آخری شکار بنائے گئے۔

(۵) منجملہ دیگر جرائم کے ایک اس جرم کا بھی ارتکاب کیا گیا کہ سلطان ارطغرل کا مقبرہ جو عثمان اول کے والد تھے۔ اور خاندان عثمانی کی بنیاد کے بانی تھے۔ یہ قدیم تاریخی یادگار ڈائنامیٹ سے اڑا دی گئی۔ جمعیۃ ملیہ عظمیٰ ترکی کے صدر محترم نے تمام دنیا سے اپیل کیا۔ کہ آیا ترکی قوم جو اپنی عزت اور خودداری کی خاطر لڑ رہی ہے۔ اسی طرح قتل کی جائیگی۔ اور یہ کہ جو امداد کر سکتے ہیں۔ وہ اسی طرح خاموشی سے بیٹھے رہیں گے۔

افغانستان کی مراسلت برطانیہ کے نام

سرزمین ٹرکی میں مسلمانوں پر یونانی مظالم سے متاثر ہو کر افغانستان نے۔۔ برطانیہ سے ... سلسلہ رسل و رسائل قائم کیا۔ خط و کتابت حسب ذیل ہے:۔

جلالت مآب عالی قدر سردار اعلیٰ وزیر صاحب خارجیہ افغانستان نے بعد القاب لکھا

عثمانی سرزمین پر لشکر یونان کی ظالمانہ کارروائیوں اور غیر منصفانہ مظالم کا حال سن کر افغانستان کی حکومت۔ اور افغانوں کی قوم کو سخت صدمہ ہوا ہے۔

ہم نے سنا ہے۔ کہ اس غیر معقول جنگ میں ہماری توقع کے خلاف دولت برطانیہ نے بھی کسی قسم کی مدد دی ہے۔ آیا یہ درست ہے؟

۔۔ اگر حکومت برطانیہ . . . . اس مسئلہ میں کوئی دخل نہیں رکھتی۔ تو افغانستان۔ جو حکومت یونان کا ہمسرحد نہ ہونے کی وجہ سے اس حکومت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ آرزومند ہے۔ کہ حکومت برطانیہ جس نے [illegible]نوں کے احسانات کا اندازہ کر کے یہ وعدہ کیا ہے۔ کہ [illegible] ..

ہو اتفاق سے ان احساسات کی تکمیل کرائے۔ کہ حکومت یونان کو ایسی ہدایات دے جن سے اس قسم کے ناجائز مظالم کا سلسلہ منقطع ہو جائے"۔

اس مراسلہ کے پہنچنے سے تیسرے دن آنریبل سر ہنری ڈابس نے سردار اعلیٰ کو لکھا۔ کہ جنگ اناطولیہ و یونان کے متعلق میں نے اپنی حکومت عالیہ برطانیہ سے اس کا رویہ دریافت کیا ہے۔ جب وہاں سے کوئی جواب آئیگا۔ تو مطلع کر دوں گا جب جواب موصول ہوا۔ تو سر ہنری نے سردار اعلیٰ وزیر خارجیہ کو لکھا۔ کہ

"حضور ملک معظم کی حکومت کی طرف سے مجھے یہ ہدایت دی گئی ہے۔ کہ میں دولت افغانستان کو اطلاع دے دوں۔ کہ اناطولیہ و یونان کی موجودہ جنگ میں ابتدا ہی سے دولت برطانیہ نے بالواسطہ یا براہ راست یونان کو کسی قسم کی مدد نہیں دی۔ میں نے آپ کی خدمت میں جو پیغامات برقی بھیجے ہیں۔ ان سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ فریقین کے لشکر جنگ و پیکار سے تھک گئے ہیں۔ اور اب امید ہے۔ کہ دونوں طاقتیں کسی قرارداد پر راضی ہو جائیں گی۔ تاکہ یہ افسوسناک جنگ عدل و انصاف کی بنا پر ختم ہو جائے +

ترکان آل عثمان کی مصیبتیں ذیل میں یونانی مظالم کے وہ ہوش ربا واقعات درج کئے جاتے ہیں۔ جن کو بابعالی نے اپنی رپورٹ میں شائع کیا تھا +

اضلاع یلووا، ارخان غازی اور گیملک تک جن جن مظالم کا شکار بنائے جا رہے ہیں یونانی سپاہیوں نے ان علاقوں کے کل دیہات کو لوٹ کر بالکل جلا دیا ہے۔ یہ لوگ طرح طرح مظالم توڑتے رہے ہیں۔ جبریہ عصمت دری، لوٹ مار کے واقعات تو بالکل ہی معمولی ہیں۔ اور نہایت بے رحمی اور پوری حیوانیت کے ساتھ قتل کئے جا رہے ہیں۔ یہ بدمعاش کمسن لڑکوں اور لڑکیوں تک کو نہیں چھوڑتے اور ان کو بھی تختہ مشق بنائے ہوئے ہیں محض مثالاً یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ چیوکسیپ کے مقام پر وہاں کے کل باشندے جن کی تعداد قریب ۵ سو کے تھی۔ ایک مسجد میں جمع کر کے زندہ جلا دیئے گئے +

ترکوں کے دیہات آگ کی نذر چینار جک اور کاپالن کے مقامات پر اسی قسم

کے مظالم کئے گئے۔ جو لوگ اس آگ سے محفوظ رہ سکے۔ وہ چنیار جاب کے جنگلوں میں جا کر چھپ گئے لیکن ان کے شکاری اب ان کے تعاقب میں مصروف ہیں۔ واقعات سے اس کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ گوٹیمک کے جو پانچ مقامات اس وقت تک جلنے سے محفوظ رہ سکے ہیں۔ وہ بھی اب دوسروں کی طرح جلا دیئے جائیں گے۔ جو مفرورین کسی نہ کسی طریقہ پر قسطنطنیہ پہنچ سکے ہیں۔ وہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر فوری کارروائی نہ کی گئی۔ تو اس علاقہ میں کوئی حصہ محفوظ نہ رہ سکے گا۔

تین سو سے زیادہ سربرآوردہ ترک مندرجہ بالا واقعات سے یہ ظاہر ہے کہ ترکی آبادی پر یونانیوں کی طرف سے روز افزوں حیوانیت و بے رحمی کے ساتھ ظلم کئے جا رہے ہیں۔ قسطنطنیہ کے عمال حکومت کو جو قابل اعتماد اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یونانیوں نے اسمد کے تین سو سے زائد سربرآوردہ اشخاص کو گرفتار کر کے انہیں ایک مسجد میں بند کر دیا۔ اور اس کے بعد ان کے مکانات کے دروازوں کو لوٹ مار کی غرض سے توڑ ڈالا۔ دوسری طرف اطلاع ملی ہے۔ کہ دلیتی یونانیوں کی جو جماعت گوئیز واپس چلی جا چکی تھی۔ اس کے ذمہ یہ کام دیا گیا ہے۔ کہ اسمد کے تخلیہ کے وقت وہ کل ترکی دیہات میں آگ لگا دے۔ اور آبادی کا قتل عام کر دے۔

اکیس دیہات سے پانچ رہ گئے عار خان غازی کے متعلق جو اکیس دیہات تھے ان میں سے صرف پانچ باقی رہ گئے۔ اور خود عار خان غازی کی کل آبادی جس میں سرکاری عمال حکومت بھی شامل ہیں۔ یہ سب گوشملیک کو جلا وطن کر دیئے گئے ہیں۔ راستہ میں ان بد نصیبوں کے ساتھ انتہائی برا برتاؤ کیا گیا۔ اور ان کے جسم پر جو کچھ لباس وغیرہ تھا۔ اس سے محروم کر دیئے گئے۔ شہر بالکل لوٹ لیا گیا۔ اور اس کے بعد اس میں آگ لگا دی گئی۔ گوشملیک کے ضلع میں بھی چند مواضعات کا بھی یہی حشر ہوا۔ اور اس کی کل آبادی انتہائی بے رحمی کے ساتھ تہ تیغ کر دی گئی۔ پسماندہ اشخاص جن میں زیادہ تعداد بچوں اور عورتوں کی تھی کسی قسم کی پناہ بار دئے بغیر پہاڑوں میں منتشر کر دیئے گئے۔ ان میں ایسے بچے بھی تھے۔ کہ جو یونانی سپاہ کے ہاتھوں زخمی بھی ہو چکے تھے۔

حالت نماز میں قید کر لئے گئے

۱۷ اپریل کو ویلیبورو بری کینی اور انا ہر مونتیچ کے تین سو مسلح یونانیوں نے موضع خیراقت پر حملہ کیا۔ موضع مذکور بروصہ کے مغرب میں ۴۰ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ مسجد میں اُن باشندگان موضع کو قید کرنے کے بعد جو اُس وقت نماز میں مصروف تھے۔ ان لوگوں نے کل مکانات کو لوٹ لیا۔ اور عورتوں کے ساتھ نہایت بُرا برتاؤ کیا۔ دو عورتوں نے خفیف سا مقابلہ کیا لیکن یونانی لٹیروں نے انہیں بندوق سے مار دیا۔ اپنی لوٹ اور غارتگری کو ختم کرنے کے بعد انہوں نے نوجوان باشندگان موضع کو پابند لیا۔ اور مال غنیمت کے ساتھ انہیں موضع ویلیبدسر میں لے گئے لیکن اُس موضع سے روانگی سے قبل انہوں نے اُس میں آگ لگا دی۔ اس کے علاوہ چار پانچ ہزار کے قریب ترک جمہریہ بروصہ کو جلاوطن کر دیئے گئے۔ جہاں وہ انتہائی مصیبت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں +

۱۰۰ مسلمان کلدار توپ سے اڑا دیئے گئے

۱۱ مئی ۱۹۲۱ء بروز چہارشنبہ کو یونانیوں نے معنو تیلیق اور قرب وجوار کے دیگر مواضع پر حملہ کیا۔ تقریباً ۱۰۰ مسلمان جن میں مرد، عورتیں اور بچے تھے مظالم سے بچنے اور قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے کے لئے اپنے اپنے گاؤں سے بھاگ کر المالک میں جمع ہوئے۔ ان کی حالت سخت افسوسناک اور قابل رحم تھی۔ ان میں اکثر عورتیں ایسی تھیں جن کی گودوں میں شیر خوار بچے تھے۔ ایک یونانی دستہ فوج جس کے پاس کلدار توپ تھی۔ اور اکثر یونانی ڈاکوؤں اور قاتلوں نے ان کو گھیر کر توپ سے گولیوں کی بارش کی اور سخت بے رحمی کے ساتھ ہلاک کر ڈالا۔ صرف ایک شخص جیشان اوغلو اپنی جان بچا سکا۔ جو پہلی ہی گولی سے مجروح ہو کر گر پڑا۔ اور نعشوں کے نیچے دبا پڑا رہا۔ یہاں تک کہ دستہ فوج وہاں سے چلا گیا۔ حافظ محمد آفندی البانی سکول ماسٹر جو احمد چاؤش کے خاندان سے تھا۔ کلہاڑیوں اور سنگینوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے گولی سے اڑا دیا گیا +

ایک گاؤں کی تباہی

یونانی سپاہ نے جسیلر گاؤں پر حملہ کیا۔ اور سارے دیہاتیوں کو قتل کر کے جس قدر مال اسباب لے جا سکے وہ لے گئے۔ بر طالوی سپاہ کا کمانڈر

وہاں گیا۔ اور تجویز کی کہ قسطنطنیہ سے مسلح فوج وہاں بھیجی جائے۔ چنانچہ بیس مسلح پولیس مین اور پانچ پولیس سوار بھیجے گئے۔

مسلمانوں کو ایک دوسرے سے باندھ کر قتل ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء کو بہانچی واقع اسمد کی یونانی آبادی نے یونانی سپاہیوں کے ساتھ ملکر احمد بے کے عاشق میدان میں جو ناش کھو پرہ کے قریب ہے۔ ۱۳ مسلمان مردوں اور ایک عورت کو ایک دوسرے سے باندھکر قتل کر ڈالا۔ ان مقتولین میں موضع سونیر کے باشندے محمد امین کا بیٹا بھی تھا۔ خانہ تلاشی کے دوران میں ایک دیہاتی مسمی مصطفےٰ کو الٹا لٹکا دیا گیا اور نیچے گھاس وغیرہ کا انبار لگا کر اسے آگ لگا دی گئی۔

ایک مسلمان پر چاندماری کی گئی یونانیوں نے قریہ ایدان جیک کے قریب ایک ہفتاد سالہ مسلمان مسمی میمش لہنو بیاں پر چاندماری کر کے اسے شہید کر دیا۔

دو مسلمان بچوں کو تہ تیغ کر ڈالا یونانی سپاہیوں نے ایک پنساری کے ساتھ سازش کر کے دو مسلمان بچوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔

عورتوں کی بے حرمتی ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء کو یونانی سپاہیوں کی ایک زبردست جماعت نے تلاشی اسلحہ کے بہانے سے موضع طوشانلی میں داخل ہو کر ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا۔ عورتوں کی بے حرمتی کی اور ان تمام مظالم کے باوجود میونسپل ممبران کو سخت اذیت دی۔ جنہوں نے اس رپورٹ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا جس میں یہ درج تھا۔ کہ وہاں کے باشندے یونانی حکومت سے مطمئن رہیں۔ یونانیوں نے ان سے جبراً دستخط کرا کر یہ رپورٹ تیار کی۔

غریب کسان پر گولہ باری ۱۸۔ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء کو یونانی سپاہیوں نے موضع جو فورجنقل کے باشندے اسلام آغا پر حملہ کیا۔ اور سخت زدوکوب کر کے جو کچھ اس کے پاس تھا سب چھین لیا۔ اسلام آغا نے بھاگ جانے کی کوشش کی مگر یونانیوں نے اس پر دو بم کے گولے پھینکے۔

مسلمانوں کو گاڑی میں جوتا اور قتل کیا گیا یونانیوں نے موضع سلوری اور دیگر

بنتیجہ نصف نواحی مواضعات پر متواتر حملے کئے۔ اور تلاشی اسلحہ کے بہانے سے گھروں میں داخل ہو کر سب قیمتی مال لوٹ لیا۔ کابیلی کے سہ مسلمانوں کو سخت زدوکوب کیا جن میں سے دو مسلمان زخم پر زخم لگنے سے شہید ہو گئے۔ سرائے کے مسلمانوں کو گاڑیوں میں جوت کر سخت اذیت دی گئی۔

مسلم خواتین سے وحشیانہ سلوک یونانی بلورا بندرگاہ کے کپتان سرکاری وکیل اور معتمد محکمہ مردم شماری کو پکڑ کر لے گئے۔ اور ان کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ یونانیوں نے موضع بلورا کے دہقان محمد آغا کی زوجہ کو یہانتک پیٹا۔ کہ بیچاری جان بحق تسلیم ہو گئی۔ بکارا مرسل کے گاؤں اسلام الیاس کو نذر آتش کر دیا گیا۔ بلورا میں یونانی سپاہی رات کے وقت مسلم خواتین کے گھروں میں داخل ہوئے۔ اور انہیں پکڑ کر جبراً اپنی جائے قیام پر لے گئے۔ بعض ماخوذ عورتوں کو چند یوم کے بعد چھوڑ دیا مگر اکثر خواتین کو اپنے پاس رکھا۔ یونانیوں نے ان ٹیکس جمع کرنے والوں کو جو قریات کو جا رہے تھے۔ زدوکوب کیا۔ اور ان سے تمام روپیہ چھین لیا۔

۱۳۰ گاؤں خاک سیاہ ان یونانی سپاہیوں نے جنہوں نے بلوما اور عثمان غازی کے علاقے میں یونانی اور ارمن جماعتوں کے ساتھ موالات کی مزید وحشیانہ مظالم کا بازار گرم کیا۔ موضع جہان کو کلیتہً اور قرہ تیزار کے بعض حصوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ جہان کوئی کی ایک عورت اور ۷، مرد زندہ سلامت بچ رہے۔ باقی باشندوں کو قتل کیا گیا۔ یونانیوں نے اس علاقے کے ۱۳۰ گاؤں کو آگ لگا کر تباہ کر دیا۔ یونانیوں نے عیسائیوں کو اسلحہ وغیرہ سے مسلح کیا۔ مگر برعکس اس کے مسلمانوں کا سامان حرب ضبط کر لیا۔

باشندے شعلوں کی نذر (۱) قریہ بیرالیوتی کے مفتی کو برہنہ کر کے سخت اذیت دی گئی۔ اور ایک منجمد ندی میں غرق کر دیا گیا (۲) جرکیس کا گاؤں جس میں ۵۰۰ مکانات تھے۔ جلا ڈالا۔ اور اس کے باشندوں کو سنگینوں کی نوکوں سے آسمان پر شعلوں کے طوفان آتشیں کے سپرد کیا گیا۔ صرف چند اشخاص زندہ سلامت بچے (۳) کالی بلاؤ

نیول برغاد کے نواحی دیہاتوں کے مسلمان باشندوں کو تکلیفوں پر تکلیفیں دیجاتی تھیں +

مسلم خواتین کو پھانسی ۳۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے باباعسکی کے قریب مندیرہ کے ۱۰ باشندوں کو زدوکوب کرتے کرتے مار ڈالا اور ۰ مسلم خواتین کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ اس کے بعد گاؤں پر گولہ باری کی گئی +

باسفورس پر ایک حاملہ عورت کا قتل ۷ جولائی کو احمد آغا عمر پچاس سال۔ جس کا بیٹا جمال عمر ۲۲ سال اور بیٹی عمر ۱۸ سال اور احمد آغا کی حاملہ بیوی کو چبوقلی میں ان کے گھر کے سامنے سنگینوں سے چھید کر کے قتل کیا گیا +

ترکوں کو سخت زدوکوب کیا گیا یوسف جمال آفندی امام رشادی مجلسی پاشا باغچی ...... کے حکام پولیس کے سامنے مختلف گواہوں کی شہادت مظہر ہے کہ ہم یونانی سپاہیوں نے باسفورس کی ایک منڈی میں دفتر جنگ کے سکرٹری فرید ون بے مقیم سلطان شہر کے باغبان اور بیرنسے کے باشندے عثمان اور احمد آغا پسر کریم ساکن سلطان شہر کو زدوکوب کیا۔ ان کے سروں پر سخت زخم آئے +

مسجد میں نمازی پر حملہ دیکاس کے امام اور دیوان خاص کی اطلاع مظہر ہے کہ ایک یونانی سپاہی نے مریم زادہ حاجی محمد آفندی کی مسجد واقع شاہین باجا مجلیسی دیکاس کے امام حسن آفندی پر اس وقت جبکہ وہ مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے بآواز بلند یہ کہتے ہوئے کہ مسلمانو! کیا تم ابھی تک مسلمان ہو اور [illegible] عبادت کرتے ہو، حملہ کر کے انہیں مذکورہ مسجد سے نکال دیا

مساجد تباہ و برباد ایجیری کے امام اور دیوان خاص کی اطلاع مظہر ہے کہ یونانیوں نے پاشا بلچے پر قبضہ کرنے کے وقت سے ایک ہفتہ بعد مشرقی رومیلیا کے باشندے اور نیجا کوئی کے مدرس و امام ابراہیم آفندی کو حاجی علی بے کی مسجد سے جبراً باہر کھینچا کر پیٹا اور سخت اذیت دی۔ بعد ازاں اسے ہتھکڑی لگائی۔ اور بندوقوں کے کندے مار مار کر یونانی فوج کے صدر مقام چبوقلی میں بھیج دیا۔ اس کے علاوہ اسلحہ کی تلاشی [illegible] اور ان میں [illegible] مسجدیں تباہ و برباد کر دیں +

حاملہ عورت معہ خاوند اور دو بچوں کے قتل ۱۷ جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے

ایک مزدور احمد آغا جس کی عمر ۵۰ سال کی تھی۔ اس کے دو بچوں جمال و محمود جن کی عمر علی الترتیب ۳۵ سال اور ۱۸ سال تھی۔ اور اس کی زوجہ حوا کو سنگینوں سے زخمی کر کے ان کے مکان کے سامنے شہید کر دیا۔ اس حادثہ کے دوسرے دن بعد لاشوں کو دفن کرنے کی اجازت دینے کے لئے یونانی فوج کے سپہ سالار کی خدمت میں اپیل کی گئی۔ سپہ سالار نے اپیل منظور کر لی مگر کنعان بے سرکاری وکیل (سفوطری) کو اس دفعہ کے متعلق ابتدائی تحقیق تفتیش جاری رکھنے کی اجازت نہ دی گئی۔

مکان پر حاملہ عورت کی عصمت دری ۲۶ ستمبر ۱۹۲۰ء کو بعض ظالم و قاتل یونانیوں نے سیف الدین آفندی کے مکان پر حملہ کیا۔ ایک یونانی افسر ایک سپاہی اور ایک اناطولی یونانی نے مکان کے اندر داخل ہو کر آفندی کو سخت اذیت دی۔ اور اس کی اہلیہ کی عصمت دری کی۔ یونانی سپاہیوں نے حبیب ثانی آفندی اور پولیس کے ملازم سید اور بخاتی آفندی پر جو چیخ و پکار سنکر وہاں گئے حملہ کیا۔ اور ان کے پستول چھین لئے۔ اگرچہ یونانی سپہ سالار کو اطلاع دی گئی تھی مگر حملہ آوروں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی بلکہ انکا حوصلہ بڑھایا گیا۔

ایک لڑکی کی عصمت دری اور ہلاکت یونانی سپاہیوں نے کاریسی میں ایک ۱۸ سالہ مسلمان لڑکی کی عصمت دری کر کے اسے کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور وہ غریب جان بحق تسلیم ہو گئی ادریک میں اسی قسم کے وحشیانہ مظالم کا ارتکاب کیا گیا ہر روز مکانوں پر حملے کئے جاتے تھے اور عورتوں کی عصمت دری کر کے انہیں قتل کیا گیا یونانی سپاہیوں نے حاکم شہر کے فرزند کو جو ہلال احمر کا نشان لگائے ہوئے تھا گرفتار کر کے سخت زدوکوب کی۔ یونانی سپہ سالار نے اس کے باپ پر جس نے اپنے بیٹے کو بچانے کی کوشش کی ظلم و ستم کیا۔

شوہر کی آنکھوں کے سامنے بیوی کی عصمت دری ۱۶۔ مارچ ۱۹۲۱ء کو تین یونانی سپاہیوں نے سلیمان آفندی اسکی زوجہ اور حسن آغا کی زوجہ کو جو قاضی کوئی سے آگے ویرانہ کی طرف ایک گاڑی میں جا رہے تھے روک لیا اور سلیمان آفندی کی مشکیں کسکر اسکی آنکھوں کے سامنے اسکی اہلیہ کی عصمت دری کی سپاہیوں نے دھمکی دی کہ وہ قاضی کوئی کے چنگی کے افسروں سے بھی ایسا ہی سلوک کر کے انہیں بعد ازیں قتل کر ڈالیں گے۔ ایک حملہ آور سپاہی کی شناخت کی گئی۔ باقی دو سپاہی پکڑے

نہ جاسکے۔ کیونکہ وہ بھاگنے کے بعد فوراً سرحد عبور کر گئے تھے۔ مادام کوئی کے فرانسیسی کمانڈر اور ہز ایکسیلینسی جنرل چارپی ادجکیا کچھ کی طرف جا رہے تھے۔ ان کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔

عورتوں اور بچوں کی دردناک شہادت

۱۶۔ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء کو ڈیڑھ سو یونانی سپاہیوں کا ایک دستہ جو ایک یونانی افسر کے ماتحت تھا۔ اور جس میں بہت مقامی یونانی بدمعاش بھی شامل تھے۔ اور یونانیوں نے انکو مسلح کر دیا تھا۔ دیہات چکیرکی پر حملہ آور ہوا۔ آفتاب نکلنے سے ایک گھنٹہ پیشتر یہ سفاک دیہات مذکور پر ٹوٹ پڑے۔ اکثر مکانوں کے کواڑ کھلے نہ تھے۔ ان کو بندوقوں کے کندوں سے توڑ ڈالا اور تمام مردوں کو طرح طرح کی تکلیف دے دیکر ایک مسجد میں لاکر جمع کیا۔ انکا تمام قیمتی مال و اسباب چھین لیا۔ اور پھر ان ظالموں نے تمام مجمع پر گولیوں کی بوچھار کر دی۔ صرف چند خوش نصیب ہی جان بچا سکے جو لوگ مکانوں میں چھپ گئے تھے۔ اُن کو سنگینوں سے مار ڈالا دوران ہنگامہ میں مسماۃ شریفہ بنت یوسف اور چھ دیگر عورتوں اور چند مردوں کی معیت میں دیہات سے بھاگ نکلی۔ راہ میں یونانی سپاہیوں نے ان کو روک لیا اور مردوں عورتوں کو علیحدہ کر کے تمام مردوں کو گولیوں سے مار ڈالا۔ عورتیں بدحواس ہو ہو کر چلاتی رہیں مگر ظالموں کے سنگین دلوں پر اثر نہ ہوا۔ مسماۃ شریفہ اپنے نو برس کے بچے کی لاش کی تلاش میں دیوانہ وار دوڑتی رہی آخر اس کو نظر آیا کہ اس کا لال دریا کے کنارے پڑا ہے۔ ظالموں نے ایک شانہ اکھیڑ ڈالا تھا۔ اس اثناء میں ایک عورت کو گولی مار دی گئی اور اسکی لڑکی ہاجرہ جس کی عمر دس برس کی تھی۔ ڈر کر بھاگ نکلی۔ تو کمبخت یونانیوں نے اس کے ہونٹ کاٹ ڈالے۔ یونانی سپاہیوں نے تمام مال و متاع لوٹ لیا۔ تمام دیہات کو بھسے تباہ کر دیا۔ صرف چند لوگ جان بچا سکے۔

ایک گاؤں کی حسرتناک تباہی

اگست سنہ ۱۹۲۱ء میں یونانی سپاہیوں نے دیہہ قازیابیہ پر حملہ کیا اور تمام دیہہ کو لوٹ لیا۔ پھر سب لوگوں کو گھروں سے نکال کر باہر کیا۔ گاؤں میں آگ لگا دی اور تمام لوگوں کو شہید کر دیا۔ ایک شخص مسمی احمد اس کا چھ سالہ لڑکا اور حسن آغا ان تینوں کو یونانیوں نے جانوروں کی طرح ذبح کر دیا۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر!

بابر علی اور اس کے لڑکے ہلال آغا کو گولی ماردی گئی۔ ہزاروں مسلمان خاندان جو خانماں برباد ہو کر دوسری جگہ روانہ ہو رہے تھے انپر یونانیوں نے حملہ کیا سینکڑوں مردوں کو مار ڈالا اور نوجوان لڑکیوں کی عصمت دری کی الا

بےنظیر سفاکی و غارتگری

.... دیہات کرد احملی ضلع گملک سے جو لوگ پناہ گزینی کے لئے ساحل گملک پر آئے ہیں، اُنکی زبانی معلوم ہوا کہ یونانیوں نے مذکورہ بالا دیہات کو بالکل جلا کر فنا کر دیا۔ تمام لوگوں کو یونانی سپاہیوں اور مقامی یونانی بدمعاشوں نے تہ تیغ کر دیا۔ چند لوگ خوش قسمتی سے پہاڑ پر بھاگ کر جان بچا سکے۔ ۲۰ اپریل ۱۹۲۱ء کو دیہات مذکور پر حملہ کیا گیا ایک سو یونانی سپاہی اور مقامی بدمعاشوں کی جمعیت نے دیہات کو تباہ کر دیا۔ مال و متاع لوٹ لیا۔ چند یونانی سپاہی گھروں میں گھس پڑے اور خواتین کی جو گھروں میں چھپ گئی تھیں عصمت دری کی۔ بہت سی عورتوں کو زبردستی کھینچ کر یونانی سپاہی پہاڑ پر لے گئے۔ ان عورتوں میں سماۃ شریفہ ۱۴ سالہ لڑکی تھی جو خورشید حسین کی لڑکی تھی اور ایک شخص اسد کی ۱۶ سالہ لڑکی تھی۔ ایک جنت حسین ۱۸ سالہ لڑکی تھی۔ بہت سے مرد و عورت جو بدحواس ہو ہو کر اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے گولیوں کا نشانہ بنائے گئے۔ اور ان کی لاشوں کی کثرت سے سڑک پٹ گئی۔ ادھر تو یہ سفاکی تھی۔ اور اُدھر چند یونانی خبیثوں نے ان مکانوں میں آگ لگا دی جن میں وہ چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے تھے جو بھاگ نہ سکے۔ چند لوگوں نے خندقوں میں چھپ کر جان بچائی +

مکانات میں آگ لگا دی گئی

مردوں اور عورتوں کا عظیم الشان مجمع جو جنون و دیوانگی کی حالت میں اِدھر اُدھر مارا پھر رہا تھا۔ اُسے بھی انہوں نے رائفل کے فیروں اور سنگینوں کی نوکوں سے شہید کیا اور مقتولین اور زخمیوں کی کثرت سے سڑکیں بھر گئی تھیں۔ یونانی سپاہیوں نے ان مظالم کا ارتکاب کرنے کے وقت مکانات میں آگ لگا دی تھی۔ ایسے بچے جو بھاگ نہ سکتے تھے۔ وہ بھی مکانات میں تھے اور زخمیوں اور مقتولین کی نعشیں بھی تھیں +

موضع سلطانیہ میں یونانی ظلم رانی

۱۵ اپریل ۱۹۲۱ء کو ۱۰ اشخاص کے ایک یونانی گروہ جو چانبار لوثی کے یہاں سیمن اور لوطی ابن الکر کے پیچھا اور ان سے ۱۵ اپریل ۱۹۲۱ء کو سلطانیہ پر حملہ کیا۔ انہوں نے حاجی احمد اوغلو حسن امین اوغلو عثمان کو نہایت بری طرح مارا اور سخت تکالیف پہنچائیں اور گاؤں والوں سے ۲۱ ہزار پونڈ دینے کو کہا جب انہوں نے یہ کہہ کر روپیہ دینے سے انکار کیا کہ وہ اتنی رقم ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ تو سپاہیوں نے ان کے مکانات پر حملہ کیا۔ اور مکانات اور کھڑکیوں کے قفل توڑ ڈالے عورتوں کو مکانات کے باہر پھینک دیا اور تمام بیش قیمت مال و اسباب جبریہ لے گئے۔ آس پاس

کے مواضعات کے لوگوں نے جب قتل و غارت گری کے ان واقعات کو سنا تو وہ اپنا مکان مال تا اسباب چھوڑ موضع تھیگلی میں بھاگ گئے +

ایک اور گاؤں میں ظلم تھیگلی پر ۲۱۔ اپریل ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے جو حملہ کیا تھا۔ اس میں انہوں نے حاجی احمد اور غلو حسن احمد آغا ابن قایا اور صابری ابن محمد سکنہ موضع ساجانیہ کے گولی ماردی اور بیلول ابن عثمان نہایت بری طرح زخمی کئے گئے۔ حاجی احمد کی بیوی جب اپنے ہلاک طریقہ پر زخم کردہ شوہر کی درخواست پر نزدیک گئی ہیں۔ تو ان کے دماغ پر ایک گولی ماردی گئی۔ اور ایک گولی ان کی انگلی کاٹتی ہوئی نکل گئی +

شہر لفیہ کے ہولناک مظالم ۲۲۔ اپریل ۱۹۲۱ء کو ۵۰ یونانی سپاہیوں کا دستہ لفٹننٹ ٹوڈار کی زیر کمان پہنچا۔ ان کے ساتھ قزاقان نیکو کرنالس ملمس ہیمیو۔ اور ان کے بھائی تنانس بھی تھے۔ ان کے ساتھ چار ب جینز۔ کاٹرکی۔ رنگھری۔ ایلمالی۔ لوغی اور قونیہ کے دیسی یونانی تھے۔ ان سب کے پاس یونانیوں کے دئے ہوئے اسلحہ تھے۔ وہ موضع میں آئے۔ اور لوگوں کو اس قسم کے الفاظ سے مخاطب کیا۔ کہ ہم سے مت ڈرو۔ بھاگو نہیں۔ اسکول کے مکان میں چلے جاؤ۔ ہمیں اعلان کرنا ہے۔ انہوں نے موضع کے کل مردوں کو اسکول کے مکان میں جمع کیا۔ اور اس کے بعد اپنا رویہ بدل کر ان کی توہین کرنے لگے! ور ان کو زدوکوب کرنے لگے بیگناہ مسلم آبادی سے اس کا روپیہ لوٹ لینے کے بعد انہوں نے اسکول کا محاصرہ کیا۔ سب سے پہلے انہوں نے حافظ ابراہیم آفندی اسکول ماسٹر کو ریوالور سے گولی ماردی۔ پھر ان کا بستر اور اسکول کے دوسرے کمروں کی چٹائی اسکول کے وسط میں جمع کر کے انہوں نے اس پر پٹرولیم چھڑک کر اسکول کے مکان میں آگ لگادی۔ انہوں نے ان بیگناہ معصوموں کو بھی گولی ماردی۔ کہ جو آگ کے شعلوں کے یکایک بھڑک اٹھنے سے خوفزدہ ہو کر اپنی جان بچانے کیلئے انتہائی حسرت و یاس کی حالت میں کھڑکیوں سے پھاند پڑے تھے +

زندہ آدمی جلائے گئے تھوڑے عرصہ کے بعد جب یونانیوں نے دیکھا کہ اسکول کا مقام تمام جلکر خاک سیاہ نہیں ہوا۔ اور وہ خود دھوئیں کی وجہ سے عمارت کے اندر داخل نہیں ہو سکتے تو انہوں نے دروازوں اور کھڑکیوں میں گولیاں چلانا شروع کیں۔ اس دستہ کی روانگی

اس کے بعد اہلیہ حسین احمد اور زاوغلو محمد علی اور چار دیگر عورتیں اسکول کے مکان کے قریب آکر چیخنے اور پکارنے لگیں۔ کہ تم میں سے جو زندہ ہو باہر چلے آؤ۔ عرف محمد اوغلو الیاس اور مصطفےٰ اوغلو محمد اپنی جان بچا سکے اور وہ بھی جب نکلے تو ان کے کپڑوں میں آگ لگی تھی۔ بہادر بیلی بھی بھاگ کر جان بچا سکی۔ لیکن باقی عورتیں سنگینوں اور رائیفلوں سے شہید کی ہوئی پائی گئیں۔ صالح اوغلو محمد کی ماں خواہم اور ان کی صاحب زادی خدیجہ مندرجہ بالا واقعات سے کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا سکیں جس وقت وہ اپنے مکانات میں تھیں۔ ان میں بھی آگ لگا دی گئی۔ اس طریقہ پر کل لوگ اور کل موضع لوٹ کر جلا دیا گیا۔ اور اس کی آبادی سنگینوں اور رائیفلوں سے شہید کی گئی۔ اور باقی ماندہ لوگ زندہ جلا دیئے گئے۔

قرآن شریف پرزہ پرزہ کر دیا گیا

گاؤں کی انجمن کے دفتر میں یہ مندرج ہے کہ دسمبر ۱۹۲۰ء کو پندرہ یونانی سوار ایک یونانی افسر کے ماتحت موضع صفوانیا میں نازل ہوئے اور حسب معمول لوگوں کو قہوہ خانے میں جمع کر کے کہا کہ حکومت یونان کا اعلان عنقریب شائع ہوگا بعد ازاں لوگوں کو مقید کر لیا۔ اور گھروں کی تلاشی لینے لگے۔

یہ ایک دولتمند گاؤں ہے۔ اور وہاں کی تلواریں نہایت مرصع ہوتی ہیں۔ تلواریں ضبط کر لیں اور تمام زر و جواہر و دیگر بیش قیمت اشیا اٹھا لے گئے۔ اس کے بعد عورتوں کو مارنے لگے۔ انہوں نے گاؤں کے رئیس قادری بے اور عمر اغلن حسن آغا کو دھمکی دی۔ اور مار ا مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو اس طرح ٹھیس لگائی کہ قرآن شریف کو پرزے پرزے کر کے ادھر ادھر پھینک دیا۔

مسلم خواتین کو سر کے بال سے لٹکا دیا

یہ بھی انجمن دیہی کے رجسٹر میں درج ہے کہ ۱۴ مئی ۱۹۲۱ء کو ایک یونانی دستہ موضع کیبا کو میں پہنچا۔ اور رفعت آفندی کو بُری طرح پیٹا۔ اور ان کے تین سو پونڈ چھین لیے۔ اور حسب ذیل خواتین کو سر کے بال سے لٹکا دیا۔ عائشہ اہلیہ عزیز۔ رقیہ اہلیہ محمد بابا حسین اغلو۔ آمنہ اہلیہ مصطفےٰ انکوش۔ عائشہ اہلیہ ماؤ تنکوش۔ فاطمہ زوجہ حاجی ادہم آغا۔ عائشہ ان کی دختر۔ سرنی دو دن ان کی پوتی اور بہیہ حوا خانم ان تین عورات کو گھنٹوں زدوکوب کرتے رہے۔ اور ان کی بے عزتی کی۔ بعد ازاں کنواری نسرندوم خانم کی عصمت دری جبراً کی۔ الامان یا حفیظ الامان۔

آخر میں ہم مولانا کیفی چریاکوٹی کی نظم شہیدان تھریس وسمرنا کے متعلق درج کر کے مظالم یونان کو ختم کرتے ہیں۔ اور خدا کے حضور میں بخشوع و خضوع دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ یونانیوں سے ان مظالم کا بدلہ لے۔ نظم ذیل میں درج ہے۔

شہیدان تھریس وسمرنا

شہنشاہ دوعالم کے دربار میں

مرکز ہر ایک چیز کا ہستی میں ہے عیاں — جاتی ہے دل سے آہ رسا سوئے آسماں
نخچیر تیر شعلہ کا ہے جسم و جان شمع — سر سے بلند ہوتا ہے بیساختہ دھواں
ہر خار و خس میں شوق کا شعلہ اگر نہیں — بیتاب برق گرتی ہے کیوں سوئے آشیاں
ہر تار میں کشش کا اگر حوصلہ نہیں — آنسو نکل کے ہوتے ہیں دامن میں کیوں نہاں
اس سے بلند تم کو بتاؤں میں فلسفہ — جاتی ہے کس طرف جو نکلتی ہے دل کی جاں
بزم طرب کہ خوابگاہِ شہنشاہِ کائنات — وہ قبلہ ہے کہ قبلہ نما جس کا دوجہاں
وہ سرزمین طور کہ جس سے ضیا ملی — ہر ذرہ جس کا برق تجلی کا ہے نشاں
پروانہ جس کے شوق میں روح الامیں نہیں — وہ جو دلوں کی جان ہے جانوں کا آشیاں
وہ ہے کہ جس کی سمت ہیں آنکھیں اٹھی ہوئی — وہ جس کا فرش راہ ہیں آنکھوں کی پتلیاں

ہے یہ وہی [illegible] شش جہات ہے
حاصل یہ ہے کہ حاصل کل کائنات ہے

جب ہو چکی تھریس وسمرنا میں گیرودار — تثلیث نے کیا دل توحید کو فگار
دست خزاں سے گلشن عثماں لٹ چکا — نکلا ستم کے خار سے یونان کا بخار
ٹکڑے بدن جو تیغ شہیدوں کے کر چکی — روحیں سوئے مدینہ چلیں ہو کے بیقرار
آ کر طواف در کیا مستی شوق میں — پروانے جس طرح سے کہ ہوں شمع پر نثار

لغزش میں خود بخود قدم اضطراب تھے
قطرے کنار بحر میں بھی آب آب تھے

پوچھا حضور رشہ نے کہ اے خلد کے طیور کس چیز نے کیا ہے تمہیں آشیاں سے دور
کیا حال؟ کیا ملال ہے؟ کیا پیچ و تاب ہے کیا درد ہے کہ جس نے کیا تم کو ناصبور
ہر چند ضبط مانع اظہار ہے . . مگر درد دلی کا رنگ پریدہ سے ہے ظہور
چھپ چھپ کے کہہ رہا ہے تقاضائے خامشی اس اضطراب دل کا سبب ہوگا کچھ ضرور
ارشاد سن کے ایک نے رو کر دیا جواب اے آنکہ از در تو مہ و مہر یافت نور
اسلام جو کہ گوہر تاج کمال تھا ہیہات! ہے وہ سنگ زمانہ سے چور چور
دلسوز ہے تھریس و سمرنا کی داستان ہم کیا کہیں تمام سے آگاہ ہیں حضور
بچے وہ شیرخوار وہ عصمت کی دیویاں تیغ ستم نے ذبح کیا ان کو بے قصور
محشر کو حکم صور قیامت کا ہو عطاء اب انقلاب دہر کا حد سے بڑھا غرور

آن شیوہ ہائے جور اگر یاد می کنیم
در خون تپیم و نالہ و فریاد مے کنیم

ورآہ! تڑپیں تہ تیغ دشمناں کہنے کی بات یہ ہے کہ کھلتی نہیں زباں
زمین پہ کوئی ٹھکانا نہیں رہا برق ستم نے پھونک دیا شاخ و آشیاں
بجا اپنا عشق و وفا کا مکان تھا اب اس میں گھس پڑی ہیں ستمگار گولیاں
حاصل جمال و مہ نور ذو الجلال قربان تیرے خیال پہ ہم بیکسوں کی جاں

خونے نہ کردہ ایم و کسے را نکشتہ ایم
جرم ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

تمام شد جلد تیسری

فہرست مضامین

دیباچہ ۴
تمہید ۵
پیرس کانفرنس ۶
ترکوں کا جواب ۸
اتحادیوں کا جواب ۸
التوائے جنگ اور نمائندوں کی روانگی ۹
کانفرنس کا آغاز ۱۰
ترکی مطالبات ۱۱
شرائط صلح میں ترمیم ۱۲
ترکوں کا انکار ۱۴
بالشویکوں کا خط ۱۵
قسطنطنیہ کے مطالبات ۱۶
غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی تنقید ۱۶
انگورا گورنمنٹ کی جوابی یادداشت ۱۸
یوسف کمال کی گفتگو ۲۵
تجاویز کانفرنس کی تشریح ۲۶
غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے خیالات ۳۱
وزیر داخلیہ فتحی بک کی تقریر ۳۲
جنیوا کانفرنس ۳۳
جنگی تیاریاں ۳۴
جنگ کا آغاز ۳۵
پارلیمنٹ میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی تقریر ۳۸
غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی دعوت ۴۱
غازی مصطفیٰ کمال پاشا سے امریکن نامہ نگار کی گفتگو ۴۲
انگورا میں معرکہ ادانی کی یادگار میں ایک شاندار جلسہ ۴۵
سمسون پر گولہ باری ۴۸
ایک نئی تجویز ۵۲
صلح کی نئی کوشش ۵۵
یونانیوں کو قسطنطنیہ کے خواب ۵۸
اتحادیوں کا جواب ″
اتحادی تجاویز ۵۹
حالات اناطولیہ ۶۰
ترکان احرار کی فتوحات ۶۳
انگورا گورنمنٹ کی کارروائی ۶۴
تسخیر افیون قرہ حصار ۶۵
عسکی شہر کی تسخیر ۷۴
اوشک پر اجتماع ۷۵
غازی انگورا کا پیام غازیان اسلام کے نام ۷۶
ترکان احرار کی پیش قدمی سمرنا کی طرف ۷۷
ترکوں کا سمرنا پر قبضہ ۷۹
جنرل نورالدین گورنر سمرنا ۸۳
ترکی حملہ غیر متوقع تھا ″
قسطنطنیہ میں خوشیاں ۸۵
غازی انور پاشا کا پیام مبارکبادی ۸۸
گذشتہ جنگوں کی مجمل روئیداد ″
یونانی سمرنا سے کس طرح بھاگے ۹۲
یونانیوں کا نقصان ۹۴
صلح کے ڈورے ۹۵
پیرس کانفرنس ۹۸
ترکان احرار کے ارادے ۱۰۰
ترکی فوج کی پیشقدمی چناق کی طرف ۱۰۲
تھریس اور قسطنطنیہ پر قبضہ ۱۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ۔ کہ آج ہم غازی مصطفٰے کمال پاشا بطل حریت محبوب المسلمین والاسلام کی سوانح عمری کی چوتھی جلد لکھ رہے ہیں۔ ہمارا ارادہ تھا۔ کہ سال رواں کے انجام میں یا سال آیندہ کے آغاز میں یہ حصہ لکھنا شروع کریں گے۔ کیونکہ ہمارا دستور یہی رہا ہے۔ کہ ہم پچھلے حصوں میں سال سال کے واقعات لکھتے آئے ہیں۔ مگر تازہ واقعات کچھ ایسے دل خوش کن اور زبردست رونما ہوئے ہیں۔ کہ جن سے ناظرین کو ایک لمبے عرصے تک نا آشنا رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اس حصہ کو لکھنا شروع کر دیا۔ گو کہ ان واقعات کو اخبار بین اصحاب نے اخباروں میں پڑھا ہوگا۔ لیکن جو شیرینی کتابی لب ولہجہ سے حاصل ہوتی ہے وہ اخبار کی تحریر میں کہاں۔ ہم نے تمام واقعات کو جو اس سال سنہ ۱۹۲۲ء میں عصر حاضرہ تک ظاہر ہوئے ہیں۔ نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ خاص کر ان جنگوں کو جو اس حصے کا ایک بڑا جزو ہیں۔ نہایت ہی احتیاط اور خوش اسلوبی سے تسلسل اور تواتر کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھا ہے۔ ناظرین پڑھتے پڑھتے ضرور ایک دفعہ وجد اور اہتزاز میں آئیں گے دلچسپی کی یہ کیفیت ہے۔ کہ بار بار پڑھتے جاؤ چھوڑنے کو جی نہیں چاہیگا۔ ہر بار نیا ہی مزا آئیگا۔ بلکہ سابقہ حصوں میں بھی یہی خاصیت بھری ہوئی ہے۔ اس حصے میں دو نقشے اناطولیہ کے دئے گئے ہیں۔ ایک نقشے میں اس جنگ کا محاذ دکھایا گیا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام یہ دیکھ سکیں کہ ترک یونانیوں کے پیچھے کس طرح گئے۔ اور اثنائے راہ میں انہوں نے کون کونسے شہر فتح کئے۔ ....

....

.... قادر مطلق ذوالجلال کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے عطیات جدیدہ و نعمات مسعودہ سے مسلمانان عالم کو دوبارہ خوشی مکرمت فرمائی ہے۔ وہ خوشی جو کئی سالوں سے مسلمانوں کے دلوں سے معدوم بھی

اُسکی عنایات و مراحم سے از سر نو موجزن ہوئی۔ شکست و نابود کی ہوئی ٹرکی نے حیات ثانیہ حاصل کی اور قرآن شریف و فرقان حمید کی پیشگوئی "الم غلبت الروم" پوری ہوئی۔ حریت کی جیتی جاگتی مورت نے اپنے اعدا کے پرزے کاٹ کر علیحدہ رکھدیئے۔ وہ اعدا جو فرعونیت اور تکبر کی تخیل پرستی کا مادہ اپنے دماغوں میں لئے ہوئے ایوان ہائے شاہی میں متمکن بہ آرائیک ہو کر اپنے تدبر اور تعقل پر بے حد ناز اور افتخار کرتے تھے۔ ایک شل شدہ جسم کی مانند نظر آئے۔ غازی اسلام نے اُن کے تدبر، تعقل اور تخیل پرستی کو حرف غلط کی طرح مٹا کر دنیا کی نظروں سے نابود کر دیا۔ اُن کے ایجنٹ اور گماشتے جو ناک بھوں چڑھائے ترکوں کو ایک تر لقمہ سمجھ کر نگل جانے کو تیار تھے محض ایک معطل اور بیکار عضو ثابت ہوئے۔ جب مار کھانیکا وقت قریب پہنچا۔ تو بھاگتے وقت راہ فرار اُن پر تنگ ہوئی۔ اور مجاہدین اسلام نے اُن پر ایسا غلبہ حاصل کیا۔ کہ اُن پر مکمل تباہی اور بربادی کا سماں طاری کر دیا۔

یونان بڑھ چڑھ کر تیاریاں کر رہا تھا۔ اور اُسکو اُمید تھی کہ وہ بہت جلد جنگ اناطولیہ کا فیصلہ کریگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُسکی اُمیدوں کو خاک میں ملایا۔ بلکہ خود اُسکی ہستی مٹی۔ اور غازی مصطفےٰ الکمال پاشا نے بتائید ایزدی و افضال یزدانی آخر جنگ اناطولیہ کا خاتمہ کر دکھایا۔ اور قوم کی ڈوبتی کشتی کو بربادی اور تباہی کے بھنور سے بچا کر نجات کے ساحل پر پہنچایا۔ اُمید نہ تھی کہ جنگ اناطولیہ اتنی سرعت اور عجلت کے ساتھ اختتام پذیر ہوگی۔ کیونکہ اتحادیوں کا رویہ ہی ایسا تھا۔ کہ جس سے جنگ اناطولیہ طوالت پکڑے جب ترک جنگ کیلئے تیار ہوتے تو وہ فوراً صلح کی طرح ڈالدیتے۔ اور ترکوں کے عزم میں رخنہ انداز ہو جاتے۔ مگر یہ ایک چال تھی جس کی اخفاء اور مطویات میں وہ یونان کو طاقتور بنانیکی کوشش کرتے۔ آخر جب مصطفےٰ الکمال پاشا یورپ کی ان چالوں اور طلسم کاریوں کو دیکھ دیکھ کر عاجز آگئے۔ تو انہوں نے صلح کے خیال کو دل سے نکالدیا۔ اور اپنے مطالب قومی کے حصول کیلئے بالکل سر بکف ہو گئے اور ایک ایسی ضرب کاری یونانیوں پر لگائی۔ کہ جس کی برداشت یونانیوں کے بس میں نہ تھی اُن کو سوائے گریز کے اور چارہ کار کوئی نہ سوجھا۔ گریز بھی ایسی تبہ کار اور ابتر حالت میں تھی۔ کہ اکثر

راستے بھول کر وادیوں اور جنگلوں میں بھٹکتے پھرے ۔ ہزاروں کی تعداد میں اسیر ہوئے اور سامان حرب و ذخائر خوراک وغیرہ میدان جنگ میں ترکوں کیلئے چھوڑ گئے ۔ اگر کسی دستے کو فرار کے موقع پر ترکوں سے مقابلہ کی نوبت آئی ۔ تو بجائے مقابلہ کے سامان چھوڑ سر پر پاؤں رکھ حواس باختہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ بیشمار مال غنیمت ترکوں کے ہاتھ آیا ۔ کہ جس کی نظیر کسی گذشتہ جنگ میں نہیں ملتی ۔ تمام دنیا یونانیوں کی ایسی ذلیل و خوار ہزیمتیں اور شکستیں دیکھ کر انگشت بدنداں تھی ۔ جو مقامات ترکوں کیلئے عرصہ دراز تک ناقابل تسخیر سمجھے جاتے تھے ۔ وہ مقامات انہوں نے ساعتوں میں فتح کئے ۔ جو نیک طینت ہمدرد اور مہذب انسان تھے ۔ وہ ترکوں کی ان کامیابیوں اور فتوحات پر بے تحاشا خوش ہوئے جاتے تھے اور تحسین و آفرین کے ہار ان کے گلوں میں پہناتے تھے ۔ اور یونانیوں پر لعنت اور پھٹکار کی بوچھاڑ کرتے تھے ۔ آخر غازی مصطفے کمال پاشا نے جنگ کا آغاز کر کے اپنی دانائی اور تدبیر سے جنگ اناطولیہ کا خاتمہ دو ہفتوں میں کر دیا ۔ اور مشہور ترکی بندرگاہ سمرنا تک قبضہ کر کے یونانیوں کو سمندر میں دھکیل دیا تمام یورپ ترکونکی اس طاقت الہی سے مرعوب تھا ۔ ترک فاتح تھے ۔ انہوں نے قسطنطنیہ اور تھریس کی طرف پیش قدمی کی ۔ اور اتحادیوں کو یہ مقامات خالی کرنیکی دھمکی دی ۔ اسکے بعد فوراً ہی اتحادیوں نے مدانیہ کانفرنس قایم کر کے عارضی صلح کی بنیاد ڈالی اور جنگ کا التوا کر دیا ۔

اس کانفرنس کے انجام تک ہم نے اس کتاب کو لکھا ہے ۔ بعد میں جو واقعات رونما ہونگے وہ پھر انشاء اللہ آپ کی خدمت میں پیش کئے جاوینگے منتظر رہیں ۔ توقع ہے کہ ہمارے ناظرین اس حصہ اور حصہ جات سابقہ کے مطالعہ سے محظوظ و مسرور ہونگے ۔ اور ہم کو دعائے خیر سے یاد فرماوینگے تاکہ اللہ تعالیٰ ہم کو طاقت و استطاعت عطا فرما دے ۔ اور اسی طرح اپنے اہل وطنوں کی خدمتگذاری میں مشغول رہیں ۔ فقط والسلام والاکرام ۔

مقام لاہور
مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۲ء

آپکا خیر اندیش نیازمند
محمد حبیب اللہ اعوان (منشی فاضل)
مالک اعوان بک ایجنسی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ ۱۹۲۴ء کا دور

تمہید ہمارے معزز ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ قبل اس کے ہم غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی سوانح عمری کے متعلق تین جلدیں شائع کر چکے ہیں۔ جو آپ کی نظروں سے گذری ہونگی۔ آپ کو اُن کے نام بخوبی یاد ہونگے۔ لیکن جن صاحبوں نے ہماری مطبوعہ سوانح عمری کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے۔ ہم اُن کو یہ کہنے کے لئے ضرور تیار ہونگے۔ کہ اُنہوں نے مصطفےٰ کمال پاشا کے حالات کے متعلق کچھ بھی حاصل نہیں کیا ہے۔ خواہ اُنہوں نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی دیگر سوانح عمری کا مطالعہ کیوں نہ کیا ہو۔ ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ فی الحقیقت یہ تینوں جلدیں نہایت ہی محنت اور دماغ سوزی سے تیار کی گئیں ہیں۔ اس سوانح عمری کو مکمل کرنے کے لئے ہم نے ہر ایک قسم کی تکلیف اور محنت برداشت کی ہوئی ہے۔ اِس لئے ہم بوثوق کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم سے غازی ممدوح کے سوانح میں سے کوئی بھی واقعہ فروگذاشت نہیں ہوا ہوگا۔ خواہ بچپن کی عمر کے متعلق ہو۔ یا مابعد کے متعلق ہو۔ ہمارے اس دعوے کی بین دلیل یہ ہے۔ کہ بیشمار حالات ہونے کے باعث ہم کو یہ واقعات و حالات تین جلدوں میں تقسیم کرنے پڑے۔ جن کے نام ہم پھر اس جگہ درج کرتے ہیں۔ تا کہ نا آشنا اصحاب بھی اس سوانح عمری کے تینوں ناموں سے واقفیت حاصل کرلیں۔

جلد اول۔ فیلڈ مارشل غازی مصطفےٰ کمال پاشا با تصویر
جلد دوم۔ مصطفےٰ کمال پاشا اور محاربات آرمینیا و فرانس
جلد سوم۔ مصطفےٰ کمال پاشا اور محاربات یونان

ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم اپنے ناآشنا صاحب کے لئے اس جگہ ان تینوں جلدوں کی مفصل تعریف و توصیف لکھیں۔ کیونکہ ہم اس وقت غازی مصطفےٰ الکمال پاشا کی سوانحعمری کی چوتھی جلد لکھ رہے ہیں اگر ہمارے ناآشنا دوستوں نے ان تینوں جلدوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ تو یہ ہمارا قصور نہیں ہے۔ ہمارے ذمے جو فرض تھا۔ وہ ہم نے ادا کر دیا۔ یعنی ان کی آگاہی کے لئے یہ تینوں جلدیں مشتہر کر دی جا چکی ہیں٭

اب ہمارا روئے سخن واقف اصحاب سے ہوتا ہے۔ اے ہمارے معزز اور واقف ناظرینوں آپ جانتے ہیں۔ کہ تیسری جلد میں ترکان احرار اور یونان کی لڑائیاں درج ہیں۔ اور آپ کو یہ بھی یاد ہے۔ کہ اس کتاب میں وہ دو دور مقرر کئے گئے ہیں۔ یعنی سنہ ۱۹۲۰ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کا دور۔

مؤخر الذکر دور جنگ سقاریہ پر ختم ہوا ہے۔ اس کے بعد کوئی اہم واقعات اس سال میں وقوع پذیر نہیں ہوئے۔ کیونکہ یونان تو مارا مار اتحادیوں کے عتبۂ عالیہ پر ماتھا رگڑ رگڑ کر صلح کے لئے چیخ و پکار کر رہا تھا۔ جس کی حالت زار پر اتحادی رحم کھا کر صلح کرانے کے لئے آمادہ ہوئے تھے۔ اس بنا پر انہوں نے پیرس میں ایک کانفرنس کی بنا ڈالی تھی۔ اس صلح کانفرنس کے حالات پر ہم نے گذشتہ جلد میں کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے۔ بلکہ آپ کو یاد ہے کہ ہم نے اس میں یہ اقرار کیا ہے۔ کہ آئندہ واقعات آپکی خدمت میں عرض کئے جائیں گے۔ لہذا اب آپ پر واضح ہونا چاہئے۔ کہ یہ چوتھی جلد سنہ ۱۹۲۲ء کے آغاز سے شروع ہوتی ہے۔ اور پیرس کی صلح کانفرنس کے حالات اس میں سب سے اول درج کئے جاتے ہیں۔

پیرس کانفرنس ہم کو پچھلے واقعات کے اعادہ کرنیکی چنداں ضرورت

محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ جس کے پاس یہ مکمل کتاب موجود ہوگی۔ واقعات کا تسلسل اسکی پیش نظر ضرور ہوگا۔ ہاں البتہ اتنا ضرور عرض کر دیتے ہیں۔ کہ جنگ سگاریہ ستمبر ۱۹۲۱ء کے شروع میں ختم ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد کوئی جنگ نہ ہوئی۔ مگر غازی مصطفٰے کمال پاشا اپنی افواج کو آئندہ کی جنگ کے لئے تیار کرنے میں برابر مشغول رہے۔ کیونکہ وہ یورپ کی چالوں سے خوب واقف تھے اور جانتے تھے کہ یورپ صلح کا ڈھنڈورہ تو پیٹ دیگا۔ مگر بجائے حقیقی صلح کرانے کے ترکوں کو پھانسنے کی کوشش کریگا۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح سے ترکوں کے گلے میں دھوکے کی رسی پڑ جائے اور معاہدہ سیورے کی تکمیل ہو جائے۔ اگر ترک کسی طرح ان کے دام تزویر میں نہ پھنسے۔ تو کم از کم اس صلح کانفرنس کے قیام سے انکی یہ غرض و غایت ضرور ہوگی۔ کہ صلح اگر نہ ہو۔ تو نہ سہی جس کو وہ چاہتے بھی نہیں۔ اتنا تو ضرور ہوگا۔ کہ جب تک صلح کی گفت و شنید ہوتی رہیگی۔ اس عرصے میں یونان تازہ دم ہو جائیگا۔ اور پچھلی مارپیٹ کے زخم مٹ جائیں گے تب وہ از سر نو اپنی افواج کی ترتیب کریگا۔ اور صلح کی گفت و شنید کے ناکام اختتام پر فی الفور اپنی افواج کو میدان کارزار میں لاکر ترکوں کے مقابلہ کے لئے کھڑا کر دیگا۔ لہذا غازی مصطفٰے کمال پاشا نے یہ سمجھکر کہ نہ تو ان کی شرائط قبول ہونگی اور نہ صلح ہوگی۔ اپنی تیاریوں میں غفلت نہ کی۔ ہاں البتہ انہوں نے صلح کانفرنس کے اختتام تک جنگ کو ملتوی کر دیا۔ چنانچہ پیرس کانفرنس کے نتائج ترکوں کی مرضی کے برخلاف ہی برآمد ہوئے۔ اور صلح کا وجود معرض پیدائش نہ آیا۔

بہت سا عرصہ صلح کانفرنس کے انعقاد کی تجاویز میں گذرا۔ بالاخر ۲۲ مارچ ۱۹۲۲ء سے پیرس کانفرنس مشرق قریبہ کے اجلاس پیرس میں شروع ہوئے۔ اتحادیوں نے ترکی اور یونان کو متفقہ طور پر لکھا۔ کہ تین ماہ تک جنگ کو ملتوی رکھیں۔ اور اگر مزید التوا کی ضرورت ہوگی۔ تو اس میعاد

میں توسیع کر دیا گیا۔ ترکی کے متعلق اطلاعات انگورا اور قسطنطنیہ دونوں جگہ پہنچ گئیں جب اس اطلاع میں یہ بھی مرقوم تھا۔ کہ دس میل سے کچھ کم رقبہ درمیانی محاذات جنگ پر اتحادی اپنا قبضہ رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ فریقین جدا رہیں۔ ترکوں کو یہ پہلے ہی خیال تھا۔ کہ ان کو اپنی جنگی تیاریوں اور مستعدی سے جنگ سے فائدہ اٹھانے سے ضرور روکا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بلکہ اٹلی اور فرانس تک اس تجویز سے متفق تھے۔

ترکوں کا جواب ترکوں نے اتحادیوں کو التوائے جنگ کی یادداشت کے جواب میں لکھا۔ کہ ہم التوائے جنگ اس شرط پر منظور کرتے ہیں۔ کہ یونانی سمرنا خالی کرنا شروع کر دیں۔ بلکہ انہوں نے وضاحت کے ساتھ لکھا۔ کہ فلاں قریبی عرصہ سے اس کا تخلیہ شروع ہو جائے۔ اور جونہی وہ پہلا خط محاذ خالی کر دیں گے ترک اس پر قابض ہو جائیں گے۔ اور اس طرح سے بتدریج یونانی انخلا اور ترکی قبضہ ہوتا چلا جائیگا۔ حتی کہ چار ماہ کے عرصہ میں وہ یونانیوں سے بالکل خالی ہو جائے تب ترک اپنے نمائندے مشرقی کانفرنس میں بھیجیں گے تاکہ وہ شرائط صلح پر بحث کریں۔ اس مطالبہ پر یونانی بہت ہی سیخ پا ہوئے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ ایسا کرنے کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ یونان نے اناطولیہ میں جس قدر قربانیاں کی ہیں۔ وہ سب ضائع جائیں گی۔ اور ترکوں کے ماتحت یونانیوں کی کوئی امداد نہ ہو سکیگی۔ یونانیوں نے اس پر ایک قسم کا کہرام مچا دیا۔ اور سمرنا کو خالی نہ کیا۔ حالانکہ اتحادیوں نے یادداشت میں تین ماہ کی میعاد التوائی مقرر کی تھی۔ اس کی توسیع بھی ساتھ ہی شرط تھی۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی کمال دیانت لطافت اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ اور چار ماہ کی میعاد مقرر کر دی۔ اس سے ان کا یہ مقصد تھا۔ کہ دنیا دیکھ لے۔ کہ ترک دوسروں کے حقیقی انصاف کو کس قدر مدنظر رکھتے ہیں۔

اتحادیوں کا جواب اتحادیوں نے اپنے ہائی کمشنروں کی معرفت ترکوں کے اس مطالبہ کا یہ جواب دیا۔ کہ اتحادی یونانیوں پر تخلیہ اناطولیہ کی ضروری کارروائی پر بغیر عارضی صلح کی بنا پر زور نہیں ڈال سکتے۔ البتہ اتحادی اس امر پر راضی ہو

سکتے ہیں کہ جس وقت انگورا مجوزہ شرائط صلح کو منظور کر لیگا۔ اس وقت یونانیوں پر اناطولیہ کے خالی کرنے کا زور ڈالا جا سکتا ہے۔

اتحادی ہائی کمشنر نے بتلایا کہ یونانی بذات خود بھی عارضی صلح کی شرائط پر اناطولیہ خالی کرنا ہرگز گوارا نہ کریں گے۔ اور بالفرض اگر یونانیوں نے منظور بھی کر لیا۔ تب بھی تخریب میں جارحانہ کارروائیوں اور ترسیل افواج کا مسدود کرنا امر محال ہے آپ نے فرمایا کہ اتحادیوں کی جدید تجاویز میں ترکان احرار کے مطالبات پورا کرنے کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے ترکان احرار کو اپنی جارحانہ کارروائیاں فوراً بند کر دینی چاہئیں۔ اتحادیوں نے ترکان احرار سے جدید نمایندگان کی فہرست طلب کی اور وقت کا مقرر کرنا اپنے اختیار میں رکھا۔

التوائے جنگ اور نمایندوں کی روانگی

تب ترکان احرار نے جنگ کو ملتوی کر دیا۔ اور یوسف کمال بک کو حکومت انگورا نے اپنا نمایندہ مقرر کیا۔ ان کے ساتھ ماہرین سیاست کی ایک بڑی جماعت مقرر ہوئی۔ یوسف کمال بک اس جماعت کے ہمراہ پیرس کی طرف براستہ قسطنطنیہ روانہ ہوئے۔ جہاں ان کا بڑے جوش اور تپاک سے استقبال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ قومی مجلس انگورا نے ان کو دول حلفا سے گفتگو کرنے کے لئے سرکاری طور پر کامل اختیار تفویض کئے ہیں۔ اور وہ جو مطالبات پیش کریں گے۔ وہ قومی حدود کے اندر ہوں گے۔ بعد ازاں انہوں نے خلیفۃ المسلمین سے ایک خفیہ ملاقات کی۔ اور بڑی دیر تک اس ملاقات کے دوران میں خفیہ گفتگو ہوتی رہی۔ مگر ترکی وزراء کو اس کا کوئی علم نہ تھا۔ جب یوسف بک حضور خلیفۃ المسلمین سے رخصت ہو کر باہر آئے۔ تب ان کو پتہ لگا جس پر وہ بہت ہی چیں بجبیں ہوئے۔ مگر اب وہ کیا کر سکتے تھے۔ جب پانی سر سے گذر چکا تھا۔

حکومت قسطنطنیہ نے غازی عزت پاشا وزیر خارجہ کو اپنا نمایندہ مقرر کیا۔ دونوں وفود قسطنطنیہ سے ۱۲ مارچ کو روانہ ہوئے۔ پیرس پہنچکر انہوں

نے لارڈ کرزن سے ملاقات کی۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ عزت پاشا نے ایشیائے کوچک اور سمرنا کے مطالبہ پر زور دیا۔ اور کہا۔ کہ قسطنطنیہ پر ترکی حکومت بحال ہونی چاہیئے۔ ہمیں آبناؤں میں آزادانہ جہاز رانی منظور ہے۔ بشرطیکہ استنبول کی آزادانہ حفاظت کا ہمیں یقین دلایا جائے۔ قلیل التعداد آبادیوں کے متعلق ہمیں وہی شرائط منظور ہیں۔ جو پہلے طے پا چکی ہیں۔

یوسف کمال نے کسی گفتگو میں فرمایا کہ اگر دول حلفاء مشرق قریب میں کوئی مفاد حاصل کرنا چاہتی ہیں تو انہیں ترکان احرار کے مطالبات کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ جو انتہائی کمی کیساتھ قومی معاہدہ کی شرائط میں مندرج ہیں۔ اور جن سے محض ترکی کی اقتصادی ترقی اور اسکی آئندہ فلاح و بہبود کا اطمینان کرنا مقصود ہے۔ میں بوثوق کہہ سکتا ہوں۔ کہ گورنمنٹ انگورا سمرنا اور تھریس کے متعلق کسی رعایت کے عطا کرنے کی روادار نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ایڈریانوپل کو علاقہ عثمانیہ سے علیحدہ کرنے کی کوئی تجویز ہوئی۔ تو ترکان احرار اسکی بزور مخالفت کریں گے۔

کانفرنس کا آغاز جب ترکی اور یونانی وفود پیرس میں پہنچ گئے۔ تب پیرس کانفرنس کا افتتاح ہوا۔ کارکنان صلح نے مسئلہ مشرق قریبہ پر نہایت ہی انصاف اور ہمدردی سے پرجوش مباحثے کئے۔ بہت گرما گرم بحث مباحثے کے بعد کانفرنس اس انجام پر پہنچی۔ کہ آرمینیا کا قومی وطن مقرر کر دیا جائے۔ اور یہ فیصلہ ہوا کہ بین الاقوامی انجمن ان مقامات اور علاقہ جات میں کمشنروں کا تقرر کرے۔ جہاں مخلوط آبادی ہو۔ مثلاً بحرہ اسود۔ سلیشیا۔ تھسلی۔ تھریس۔ جنوب مشرقی اور جنوب مغربی اناطولیہ۔ یہ کمشنر انجمن کے ہائی کمشنر متعینہ قسطنطنیہ کی زیر ہدایت سالانہ اپنی تجاویز اور سفارشات پیش کرتے رہیں گے۔ کانفرنس نے ایشیائے کوچک کے تخلیہ کے لیے امتحاناً ایک تجویز منظور کی اور کہا کہ یہ تخلیہ اتحادی حکام کی زیر نگرانی عمل میں آئیگا۔ کانفرنس نے آبناؤں کو آزاد رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اور ساحل اناطولیہ غیر جانبدار علاقہ بنایا گیا۔ مگر اس پر آبناؤں کی کمیشن کے قبضہ کا حق نہ دیا گیا۔ علاوہ اس کے جزیرہ نا گیلی پولی پر

آباد دکن

یونان کا قبضہ تسلیم کیا گیا۔

ترکی مطالبات پیرس کانفرنس میں ترکی مطالبات بھی پیش ہوئے۔ جو تعداد میں پندرہ تھے۔ اور قومی میثاق انہی شرائط پر مبنی تھا۔ یہ شرائط ذیل میں درج ہیں۔

سمرنا۔ مشرقی تھریس۔ ایڈریانوپل کی واپسی بغیر کی شرط اور قید کے۔

مغربی تھریس کو اندرونی آزادی عطا کرنا۔

آستانہ سے دول حلفاء کی واپسی اور تمام آبناؤں کا تخلیہ۔

ٹرکی میں جس قدر اجنبی امتیازات اور اقتدار قائم ہیں۔ اُن کا اٹھا لینا۔ خواہ یہ امتیازات و اختیارات فوجی ہوں۔ یا مالی و قضائی دوسرے الفاظ میں اس کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ کہ دول حلفاء کی انجمنوں۔ کمیٹیوں اور اجنبیوں کے امتیازات کو قطعی طور پر دور کر دینا۔

عثمانی آرمینیا میں کسی آزاد ارمنی حکومت کا قائم نہ کرنا۔

قلیل التعداد اقوام کو ایسے حقوق عطا کرنا۔ یا ضمانت دینے سے انکار کرنا۔ جو وسط یورپ کے معاہدات کی دفعہ سے زیادہ ہوں۔

قفقاز میں انگورا گورنمنٹ کو کامل اقتدار حاصل رہنا۔

ٹرکی کو کافی سپاہ اور بحری بیڑہ کی اجازت دینا۔ امن و امان کی حالت میں ایک لاکھ ترکی سپاہ رکھی جائے۔ جس کی اعانت کے لئے غیر معین تعداد پولیس کی ہوگی **بحری** بیڑہ اور ترکی سپاہ یورپ کی مداخلت اور اقتدار سے بالکل آزاد و خود مختار رہیگا۔

یہ قراردادیں قومی مجلس انگورا نے پاس کی تھیں اور کمال بک وزیر خارجہ نے بار بار اسکی تصریح کی۔ کہ وہ (یوسف کمال بک) یورپ کے دارالحکومتوں میں اس غرض سے جا رہے ہیں۔ کہ وہاں کی گورنمنٹوں کو انگورا کے مقاصد سے آگاہ کریں۔ اور یہ کہ انکی غرض اس سفر سے شرائط صلح پر گفتگو کرنا۔ یا ان شرائط

کو قبول کرنا۔ جو پیش کی جائیں۔ نہ تھی۔ اس لئے کہ قومی مجلس انگورا نے ان کو اس کا اختیار ہی نہیں دیا تھا۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گورنمنٹ انگورا دول حلفار سے اپنی شرائط قبول کرانے پر مضبوطی سے قائم تھی۔

شرائط صلح میں ترمیم جب یہ ترکی مطالبات کانفرنس میں پیش ہوئے۔ تو بانیان صلح اپنی تجاویز میں ترمیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی پہلی مجوزہ تجاویز میں یہ اضافہ کیا۔ کہ قسطنطنیہ ترکوں کے ہی قبضہ میں رہنے دیا جائے۔ بنا بریں دار الخلافہ کی حفاظت کے لئے یہ از حد ضروری ہے۔ کہ مشرقی تھریس کا ایک بڑا حصہ (جس میں ایڈریانوپل شامل نہیں تھا) ترکوں کو دیدیا جائے۔ تاکہ یونانی پھر حملہ نہ کر سکیں۔ علاوہ اس کے آبنائے درہ دانیال کے ایشیائی ساحل تک ترکوں کو علاقہ دیا گیا جس سے افواج کی واپسی کا اقرار کیا گیا لیکن آبناؤں کے داخلہ کے تحفظ کے لئے اتحادی فوج کا قبضہ ضروری سمجھا گیا۔ اس طرح سے ترکوں کو بے دست و پا بنا کر ترکوں کو دار الخلافہ کی حفاظت کا خیال عطا کیا گیا۔

اس اضافہ کی ایک بڑی خاص وجہ یہ تھی۔ کہ دول حلفار کو معلوم تھا۔ کہ یونان کو جنگ نے پژمردہ کر دیا تھا۔ جس کے بارے وہ بالکل دب گیا تھا۔ اور جنگ اناطولیہ کے ختم کئے جانے کا بہت ہی خواہش مند تھا۔ موسیو گوناریس تو اس بات پہ بھی راضی تھا۔ کہ ترکی اراضی کو اگر بالکل نہ سہی۔ تو اکثر کو خالی کر دیا جائے۔ لہذا دول حلفار کا اس امر پر اتفاق رائے ہو گیا تھا۔ کہ یونان اناطولیہ کو بالکل خالی کر دے۔ مگر وہ سمرنا کو خالی کرنے پر راضی نہ ہوا۔

گیلی پولی کی بابت عقلائے فرنگ نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ یونانیوں کے قبضہ میں رکھا جائے۔ اور ایک بین الاقوامی کمیشن آبناؤں کی نگرانی کرے۔ از راہ مروت یہ بھی فرمایا گیا۔ کہ اس کمیشن حفاظت کا کوئی صدر ترک ہوا کریگا۔ ظاہر ہے کہ کمیشن کے افراد متفقہ میں اگر ایک کمزور یا تنہا جان کوئی ترک بچہ صدر ہو

کر بھی بیٹھے۔ تو بہرحال قانون یورپ کی پابندی میں اس کو اس سے زیادہ تو کوئی حق حاصل ہو نہیں سکتا۔ کہ جب کوئی معاملہ طے ہونے کے لئے مساوی آرا رکھتا ہو۔ تو صدر اپنے فیصلہ رائے سے اس کو طے کر دے۔ تو اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ممبران کمیشن ترکی کے ساتھ کس نوعیت کی ہمدردی رکھنے والے اور کس قوم کی کثرت کے نفوس ہوں گے۔ صدر کبھی بھی ان کے مقابلہ میں اپنی رائے فیصلہ کن کا اظہار کرنے کے قابل نہیں ہوگا۔ مانا کہ ترکی فوجی استحکامات جدا کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا تھا۔ کہ یونانی فوجی استحکامات بھی توڑ دیئے جائیں گے۔ لیکن کیا آج کوئی ذی عقل انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ ترک قسطنطنیہ کے اندر مقید بیٹھ کر اور اپنی عین دروازہ کو دشمنوں کے قبضہ و اقتدار میں چھوڑ کر چین کی نیند سو سکتے ہیں؟ اور کیا گیلی پولی ایسی چیز ہے۔ جس پر بین الاقوامی نگرانی چھوڑ دینا ہی ترکوں کیلئے بس ہوگا؟ بلکہ اس کے صاف اور صریح معنے یہ ہیں۔ کہ دول متحدہ ہرگز نہیں چاہتی تھیں۔ کہ اختتام جنگ کے بعد بھی ترکوں کو مطمئن بیٹھنے دیں۔ بلکہ بلا خوف تردید یہی کہا جاتا ہے کہ یورپ یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ ترک چین سے بیٹھیں۔ ورنہ اس کے کوئی معنے نہیں کہ جزیرہ نما گیلی پولی جس کو خالص ترکی مملوکہ کہنا چاہئے مصالحت کے بعد بھی انہیں دشمنوں کے ہاتھوں میں رہے۔ جو اسلام کے سخت دشمن ہیں۔

علاوہ بریں جزیرہ نمائے گیلی پولی جو بیشمار مسلمان شہدا کو اپنے آغوش لحد میں لئے ہوئے ہے۔ اور جس کا ذرہ ذرہ آفتاب کی چمکیلی اور روشن شعاعوں میں دن دہاڑے پکار پکار کر زبان حال سے کہہ رہا تھا۔ کہ ان شہیدوں نے دار الخلافہ کی حفاظت کیلئے اس سرزمین پر اپنی جانیں نثار کی ہوئی ہیں۔ کیا آج اس متبرک اور مقدس سرزمین کو اس بدبخت کے حوالہ کیا جا رہا ہے جس کی عداوت اسلام سے ایسی ظاہر و باہر ہے جس طرح آفتاب عالمتاب کی روشن دھوپ۔ الغرض پیرس کانفرنس کمیٹی تک بعینہٖ یہی اور متذکرہ بالا فیصلہ کر کے اٹھی جس کے یہ معنے ہیں۔ کہ صلح کانفرنس کے ارباب حل و عقد۔ صلح و صفائی کے پردے میں صلح کے جذبات کو بری طرح ٹھکرا رہے تھے۔ اور طرح طرح کے ظلم اور ناانصافی

برت رہے تھے۔ مگر پھر بھی یونان صلح کانفرنس کی ان تجاویز پر مطمئن نہ تھا۔ اور منہ بسوڑ بسوڑ کر غم وغصہ کا اظہار کرتا تھا۔ بانیان صلح نے اس پر پہلے درجے کی مرحمت خسروانہ کیں۔ یعنی انڈریا نوپل اس کے قبضہ میں رہنے دیا۔ سمرنا کو اس کے زیر اقتدار رکھا سب سے بڑی چیز جزیرہ نمائے گیلی پولی بھی اس کے سپرد کرنے کی تجویز ہوئی۔ مگر اس کی مکاری دیکھئے کہ وہ پھر بھی نہیں مانتا تھا۔ اور یہ سب یونان کی ظاہرداری تھی۔ در پردہ ان تجاویز پر بہت خوش تھا۔ کیونکہ جب یہ تجاویز صلح کانفرنس نے فریقین کے پیش کیں۔ تو یونانی وفد نے نہایت ہی اطمینان کے ساتھ ان تجاویز کو لے لیا۔

کانفرنس کی قراردادیں فی الحقیقت ایک معمہ سی ہیں۔ کیونکہ جو طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ وہ کسی طرح صلح کی تعریف میں نہیں آسکتا۔ ان جدید تجاویز صلح پر یونانی خوشیاں منا رہے تھے۔ البتہ یونانی عمال سلطنت اس جذبہ کو خفیہ رکھنے کیلئے کوشاں تھے۔ درحقیقت تجاویز پیرس کانفرنس نے یونانی شہنشاہیت کو مزید قوت و استحکام بخشدیا۔

ترکوں کا انکار لیکن ترکان احرار پیرس کانفرنس کی تجاویز کو منظور کرنے کے لئے قطعاً تیار نہ تھے۔ اور مدبرین انگورا قومی معاہدہ کے نفاذ پر اڑے ہوئے تھے جس کا خاص منشا یہ تھا کہ ترکی تمام وکمال آزاد کر دی جائے اور خلیفۃ المسلمین کے اقتدار کو غیر ملکی اثرات سے پاک وصاف کر دیا جائے۔ انگورا میں نہایت خاموشی سے کام کیا جا رہا تھا۔ قومی پارلیمنٹ کے خفیہ جلسوں کے علاوہ فوجی جنرلوں سے بھی مشورہ لیا گیا۔ اتحادیوں کی ضد اور معاملات حاضرہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اگر اس سے بھی زیادہ رازداری سے کام لیا جائے۔ تو کچھ بیجا نہیں۔ کیونکہ متحدین کی نگاہیں انگورہ کے طرز عمل پر لگی ہوئی تھیں۔

ترکان احرار متفقہ طور پر اتحادیوں کی تجاویز کے مخالف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اتحادیوں نے دانستہ طور پر ایسی تجاویز مرتب کی ہیں۔ جن کو وہ منظور نہ کرسکیں اور مسترد کرنے کی ذمہ داری ترکوں پر عائد ہو۔ ان کو یہ بھی خوف تھا۔ کہ معاہدہ

سیورے کیطرح مفروضہ مراعات کی بارش خالی از علت نہیں۔ ٹرکی حقوق کو محفوظ کئے بغیر صلح ناممکن تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جنگ اٹل تھی۔ مسلمانان تھریس بھی یونانی خطرے کے باوجود سربکف تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ موریا۔ کریٹ اور تھسلی کے مسلمانوں کیطرح یونان کے ظالم ہاتھوں دیدیئے جائیں۔ ان حالات سے اس امر کی جھلک نمایا ہوتی تھی۔ کہ شمشیر عثمانی کے جوہر یونانیوں کی ناپاک ہستی کو ہمیشہ کے لئے برباد کر دینگے۔ کیونکہ شرائط صلح نے ترکوں کی رگ حمیت کو بھڑکا دیا تھا۔ اور گورنمنٹ قسطنطنیہ و انگورا اپنے مطالبات میں متحد تھیں۔ اور اپنے آبائی ملک کو پنجہ اغیار سے بچانے کے لئے سینہ سپر تھیں۔

بکر سامی بک مشہور لیڈر انگورا نے فرمایا کہ ‘‘ہم نے عزم بالجزم کر لیا ہے۔ کہ یونانیوں کے ساتھ تا فتح لڑائی جاری رکھیں گے۔ اس وقت تک تجاویز صلح پر راضی نہ ہوں گے جب تک کہ ہمارا دشمن ہماری مقدس سرزمین میں موجود اور ہمارے اماکن مقدسہ کو اپنے ناپاک قدموں سے ملوث کرتا رہیگا’’ غازی مصطفٰے کمال پاشا نے فرمایا ‘‘کہ ہم گذشتہ ۱۲ سال سے جنگ و جدال میں مصروف ہیں لیکن موجودہ جنگ سے ہمارا صرف مدعا یہ ہے۔ کہ خلافت کی حفاظت اور اسلام کی مدد کریں۔ ہم مستقبل کے متعلق امید رکھتے ہیں۔ کہ اس جنگ کے بعد سلطنت ٹرکی جو خلافت مقدسہ کی محافظ ہے ہماری توقعات سے زیادہ طاقتور اور آزاد ہوگی’’

بولشویکوں کا خط

ایرالوف نے حکومت سویٹ (بالشویک) کی جانب سے ایک خط کمالی پارلیمنٹ کو دیا۔ اس سے متحدین کی شروط قبول کرنے سے انکار کرنے کیلئے انگورا پر روسی اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس خط کا مضمون حسب ذیل ہے۔

‘‘مغربی حکومتیں حملہ آور ہوتی ہوئیں دیکھ کر ٹرکی نے روس کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ آپ لوگوں نے (اراکین پارلیمنٹ کی طرف خطاب ہے) یہ محسوس کیا۔ کہ مغربی حکومتیں آپ کو غلامی کے دام میں پھانسنے کے منصوبے باندھ رہی ہیں۔ اس لئے آپ اس سے بچنے کے لیئے

مصطفیٰ کمال پاشا کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور اپنے ممالک کی حفاظت کے لئے روس کی مانند بڑی قربانیاں چڑھائیں۔ روسی قوم آپ کی طرف ہاتھ بڑھا رہی ہے۔ اور اس جد و جہد میں روس آپ کا بڑا بھائی ہے۔ اور آپ کو آخر دم تک لڑنے کے لئے زور دے رہا ہے ملک گیری کی ہوس کے کیڑوں کو تباہ کر دیجئے۔ لومڑی جیسے وعدوں پر دھوکہ نہ کھائیے۔ آپ تنہا نہیں ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی تائید میں لڑ رہے ہیں۔"

قسطنطنیہ کے مطالبات آستانہ کی حکومت کے وزیر اعظم توفیق پاشا نے ایک نامہ نگار سے بیان کیا۔ کہ یورپ میں ۲ ترکی وفود کا موجود ہونا یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ غرض و مطلوب میں دونوں متحد نہیں ہیں۔ اس کے بعد صدر اعظم نے ان قربانیوں کا ذکر کر کے جو ترکی قوم نے اپنی زمین کے لئے کی ہیں فرمایا۔

ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا قومی مرکز محفوظ رہے۔ یعنی ہم صرف اپنی آزاد قومی زندگی کو چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم کسی ایسے معاہدے کو تسلیم نہ کریں گے جس کی رو سے ہمیں اپنی اس زمین سے جو تاریخ۔ جنس اقتصاد اور سیاست کے احکام سے ہماری ہے دست بردار ہونا پڑے۔ ترکی قلیل التعداد اقوام کے حقوق کا اس شرط کے ساتھ احترام کرنے پر آمادہ ہے کہ ہمارے ہمسایہ ممالک میں اسلامی قومیں بھی ایسے احترام حقوق سے متمتع ہوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

مشرق میں ہمارے خیال کے مطابق امن و امان محض کاغذات پر قائم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ واقعی امن و امان کا محتاج ہے۔ اگر ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں مساوات قانونی۔ مالی و اقتصادی کو اختیار کیا گیا۔ تو بلاشبہ یہ دائمی امن و امان کا موجب ہوگا اور مشرق قریب مطمئن ہو جائیگا۔ اور مسئلہ مشرقیہ کی مشکلات بالکل دور ہو جائینگی۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی تنقید جب یہ تجاویز صلح مجلس ملیہ انگورا میں پہنچیں تو ان پر غور کرنے کے لئے قومی مجلس کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں غازی مصطفیٰ

کمال پاشا بھی شریک ہوئے۔ انہوں نے ممبران مجلس کو مخاطب کر کے ایک زبردست تقریر کی جس میں آپ نے دول حلفا کی تجاویز التوائے جنگ پر اپنی تنقیدانہ رائے ظاہر کی اور بتلایا کہ التوائے جنگ کی تجاویز سے یورپ کی غرض صرف یہ ہے۔ کہ ترکوں سے وہ ہتھیار بھی لے لئے جائیں۔ جو ان کے پاس اپنی آزادی اور اپنے حقوق کی مدافعت کے لئے موجود ہیں۔

اس موضوع پر آپ نے تقریر میں فرمایا۔

بھائیو! دول حلفا نے اپنی پہلی یادداشت جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہمارے حوالہ کی ہے۔ اس یادداشت میں چند شرائط ہیں۔ اور ہماری سپاہ کو ایک طویل مدت تک اپنے اختیار میں رکھنے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد دوسری یادداشت ہمارے حوالہ کی۔ اس میں ایسی شرائط ہیں۔ جو ہماری سپاہ کی طاقت کو مقید کر دینی ہیں۔ اور ہمارے ملک کو وسائل حفاظت و ذرائع دفاع سے محروم کر دینی ہیں۔ اب ہمارے پاس دول حلفا نے تیسری یادداشت بھیجی ہے جس میں اناطولیہ کے تخلیہ کو غیر معینہ زمانہ تک ملتوی کیا گیا ہے۔ حالانکہ اناطولیہ کا تخلیہ ہی وہ اصولی امر ہے۔ جس کو آپ کی مجلس نے گفتگوئے صلح کی بنیاد قرار دیا ہے۔ جب ہم دول حلفا کی تینوں یادداشتوں کو ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کے لئے سامنے رکھتے ہیں۔ تو یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ پہلی اور دوسری یادداشت میں تخلیہ اناطولیہ کو اصل قاعدہ رکھا گیا ہے۔ لیکن تیسری یادداشت میں اناطولیہ کے تخلیہ کو موخر الذکر کیا گیا ہے۔ تینوں یادداشتوں کا یہ تناقض اتنا واضح ہے۔ جتنا کہ طلوع آفتاب کیوقت دن کا وجود ظاہر و باہر ہوتا ہے۔ اور ایسی حالت میں جبکہ یادداشتوں میں تناقض صریح پایا جاتا ہے۔ کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح میں اسکی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا۔ کہ مسئلہ صلح اور اسکی شرائط پر کوئی طویل بحث کروں۔ کیونکہ صلح کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کا حل ترکی اور دول یورپ کے درمیان طے ہونا واجب ہے۔ اور یونان کو اس میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہمارا معاملہ یونان سے نہیں۔ بلکہ دول سے ہے

اور خود دل ہی کے ساتھ ملکر ہم اسکو طے کر سکتے ہیں۔

برادران محترم!

میں نے گذشتہ ہفتے میدان جنگ میں گذارے ہیں۔ اور اس عرصہ میں دشمن کی حالت کا غور سے مطالعہ کیا ہے اور اپنی سپاہ کی حالت کو بھی بخوبی دیکھا ہے ہمارے عساکر میں قائد اعظم سے لیکر سپاہی تک اعتماد نفس اور حب الوطنی کے جذبہ سے معمور ہے۔ جس سے ان کا ملی اخلاص ظاہر ہوتا ہے۔ میں اپنے مشاہدات اور تجربات کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہماری سپاہ جو سخت مشکلات کے زمانہ میں تیار کیگئی ہے۔ اس عثمانی سپاہ سے تعداد میں کم ہے۔ جو سابق میں تھی۔ لیکن باین ہمہ وہ سابق ترکی سپاہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور اسکی تیاریاں مکمل ہیں۔ ہماری موجودہ سپاہ کوئی طمع نہیں رکھتی۔ اور اسکو اس لئے تیار کیا گیا ہے۔ کہ اس کو اپنی طمع اور حرص کا وسیلہ بنایا جائے۔ بلکہ اسکی تکمیل سے غرض صرف قومی حقوق کی حفاظت ہے ہماری سپاہ کی اخلاقی حالت نہایت بہتر اور بلند درجہ رکھتی ہے اور اسکی قوت زبردست قوت ہے۔ جب ہم اپنی سپاہ کی حالت کو دیکھتے ہیں۔ تو یہ امر ہم پر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ہمارے مطالبات قوم کی خواہش کے موافق اور مصالح کے مناسب ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ یونان ہماری مملکت کے بعض حصوں میں تخریب و بربادی کے درپے ہے۔ اور معصوم و بیگناہ اشخاص کو تلوار کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ یہ سلسلہ کب تک جاری ہیگا ہم اسے تباہ کرنے اور اسے اپنی مملکت سے نکالنے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر رہے ہیں۔

انگورا گورنمنٹ کی جوابی یادداشت

بعد ازاں قومی مجلس انگورا نے ان تجاویز صلح کے جواب میں جو ۱۵ اپریل کو انگورا میں موصول ہوئیں تھیں۔ غور و غوض کے بعد ذیل کا جواب لکھدیا۔ چونکہ یوسف کمال بک ترکوں کے نمائندہ مقرر ہو کر پیرس کی کانفرنس میں گئے تھے۔ اس لئے انگورا گورنمنٹ نے انہیں کو اپنی طرف سے جواب دینے کا مجاز
موا ا
قرار دیا ہوا تھا۔

بخدمت جناب موسیو پوانکارے لارڈ کرزن اور موسیو شانتزر

میری حکومت نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں آپ کو اس امر کی اطلاع دوں۔ کہ آپ کی جوابی یادداشت جو فرانس، اٹلی اور انگلستان کی حکومتوں کی جانب سے آپ نے روانہ کی ہے اور جو میری گورنمنٹ کی یادداشت مورخہ ۵ر اپریل ۱۹۲۲ء کے جواب میں ہے۔ انگورہ کو قومی مجلس کو موصول ہوئی ہے۔

چونکہ دول مذکورہ کے وزراء خارجیہ مشرق قریب میں امن وامان کے بہت زیادہ خواہشمند ہیں اور انہوں نے اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے التوائے جنگ اناطولیہ کی تجویز جو تخلیہ اناطولیہ پر مبنی ہے پیش کی ہے۔ اس بنا پر انگورہ کی قومی مجلس ظاہر کرتی ہے۔ کہ التوائے جنگ کے ساتھ ہی تخلیہ کی کارروائی کا آغاز غرض مطلوب تک بآسانی پہونچا دینے والا ہے۔ اور اس طرح وہ نتائج جو التوائے جنگ اور تخلیہ اناطولیہ کے مقدمات پر مبنی ہیں۔ نہایت آسانی سے حاصل ہو سکتے ہیں ۵ر اپریل کو جو یادداشت میری گورنمنٹ نے بھیجی تھی۔ اس میں دول حلفاء کو جو دوبارہ جنگ شروع ہونے کی مخالف ہیں اور جنگ چھڑ جانے کے ہر ممکن احتمال کو رد کرنے کی خواہشمند ہیں۔ اس جانب کافی توجہ دلائی جا چکی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ دول حلفاء کے وزراء خارجہ نے اپنی یادداشت مورخہ ۲۲ر مارچ ۱۹۲۲ء میں جو التوائے جنگ کے متعلق تھی۔ فریقین متحارب یعنی یونان اور ٹرکی کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ جنگی کارروائیوں کو ختم کر دیں۔ اسی یادداشت میں وزراء خارجہ مذکور نے اس امر کی بھی تصریح کی تھی کہ دول حلفاء یا دول حلفاء کے وزراء خارجہ کی غرض اس کوشش سے صرف مشرق قریب میں امن وامان قائم کرنا اور صلح کے پھریرے کو اڑانا ہے اور وہ اسکی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ کہ اناطولیہ کی سرزمین سے بغیر خونریزی اور تباہی اموال کے تخلیہ عمل میں آجائے۔

دول حلفاء کے وزراء خارجہ نے اپنی دوسری یادداشت میں اُن شرائط کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو التوائے جنگ اور تخلیہ اناطولیہ سے مخصوص طور پر تعلق رکھتی ہیں۔ ان تجاویز و شرائط کا مقصد یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ یونان اپنی فوجوں کو بآسانی واپس لیجائے

اور اناطولیہ کی سرزمین کو خالی کر کے ترکوں کے حوالہ کردے۔

اس کے علاوہ لارڈ کرزن وزیر خارجہ انگلستان نے ہاؤس آف لارڈز میں بعد مارچ ۱۹۲۳ء کو تقریر کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ التوائے جنگ اُن تدابیر کی تمہید یا مقدمہ ہے جو یونانی قوت کو اناطولیہ سے واپس لانے کے لئے اختیار کی جائیں گی۔ ترکی قوم نے دول حلفاء کی یادداشتوں اور لارڈ کرزن کے بیانات کو غور سے ملاحظہ کیا تھا۔ اور یہ اُمیدیں قائم کر لی تھیں کہ التوائے جنگ کے ساتھ ہی اناطولیہ کے تخلیہ کی کارروائی بھی شروع ہو جائے گی۔ اور تخلیہ میں کوئی وقفہ روا نہ رکھا جائیگا لیکن ان اُمیدوں کو قائم کئے ہوئے تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ ترکی قوم نے دول حلفاء کی تیسری یادداشت مؤرخہ ۵ اپریل ۱۹۲۲ء کو دیکھا اور وہ حیرت میں رہ گئی۔ اس یادداشت میں بیان کیا گیا تھا کہ التوائے جنگ تخلیہ اناطولیہ پر اس وقت مبنی ہو سکتا ہے۔ جبکہ فریقین اُن تجاویز صلح کو قبول کر لیں۔ جو دول حلفا کے وزراء خارجہ نے قرار دی ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اگر تجاویز صلح کو فریقین نے قبول نہ کیا اور صرف التوا جنگ کے ساتھ تخلیہ اناطولیہ عمل میں آیا تو یہ احتمال پیدا ہو جائیگا کہ یونان تجاویز صلح کو قبول نہ کرے اور اپنی فوجوں کو اناطولیہ سے لیجا کر تھریس میں جمع کر دے اور وہاں پھر دوسری جنگ چھڑ جائے۔

میری حکومت (انگورہ گورنمنٹ) اِن اسباب پر تنقید کرنا نہیں چاہتی بلکہ یہ بیان کر دینا کافی خیال کرتی ہے کہ اگر یونان التوائے جنگ اور تخلیہ اناطولیہ کے اندر تھریس میں کوئی جنگی کارروائی کریگا۔ تو اُس کی یہ کارروائی دول حلفاء کے اعلان کے خلاف تمرد و سرکشی بھی سمجھی جائے گی۔ اور اس کا نتیجہ یقیناً یہ نکلیگا۔ کہ ساری دنیا یونان سے غضبناک ہو جائے گی۔ بہرحال وہ تمام اسباب جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ صاف طور پر اس کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ وہ کہاں تک ٹرکی کے معاملہ میں صلح کے مقتضیات اور عدل و انصاف جیں سے ہیں۔ اِس کے علاوہ انگورہ گورنمنٹ کے سامنے وہ تمام واقعات بھی ہیں جو یونانی سپاہ کے ہاتھوں وقوع پذیر ہو گئے ہیں۔ یعنی اناطولیہ کی اُس زمین پر جس پر یونان کا قبضہ ہے یونانی سپاہیوں کا ظلم کرنا باشندوں کو اذیتیں دینا آتشزدگی

اور آبادیوں کی تباہی و بربادی رعایا کے اموال کی ضبطی وغیرہ وغیرہ یہ تمام واقعات عیاں ہیں اور جو خونریزی اور بیگناہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی عمل میں آئی وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے ان تمام شرمناک واقعات اور خونریزی کے حادثات نے میری حکومت کو مجبور کیا ہے۔ کہ وہ اپنی رائے پر قائم رہے۔ میری حکومت اِس خصوص میں نہایت مضبوط دلائل رکھتی ہے۔ اور بطور مثال اُن حادثات کو پیش کرتی ہے جو یونانیوں نے اُس آراضی پر قبضہ کرتے ہوئے جس کو اٹلی نے خالی کیا تھا کئے ہیں۔ یعنی بے گناہ مسلمانوں کی قتل و غارتگری اور آبادیوں میں آگ لگانا وغیرہ وغیرہ۔

تمام وہ ناطرفدار جماعتیں جنھوں نے اُس آراضی کا معائنہ کیا ہے جس پر یونانی قابض ہیں۔ نیز صلیب احمر کے نمایندوں نے یہ شہادتیں دی ہیں۔ کہ یونانی مظالم انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ اور یونانی قتل و غارتگری کی نسبت جو واقعات شائع ہوئے ہیں۔ وہ سب درست و صحیح ہیں اور یونانیوں نے اسلامی آبادیوں اور مسلمانوں کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا ہے میری حکومت کسی طرح اس کو درست تسلیم نہیں کر سکتی کہ دول حلفا، جو انسانی ہمدردی کے سلسلہ میں قلیل التعداد مسیحیوں کی حمایت کرتی ہیں۔ اس امر کو گوارا کریں گی کہ یونانی حکومت کثیر التعداد مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتی رہے اِسی انسانی ہمدردی کو پیش نظر رکھکر جس کو دول حلفار مسیحیوں کے معاملہ میں ظاہر کرتی رہتی ہیں۔ میں دول حلفار کے وزراء خارجہ کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اور میری حکومت نے جو مطالبہ کیا ہے۔ اس پر اصرار کرتا ہوں یعنی یہ کہ التوائے جنگ کے بعد ہی اناطولیہ کا تخلیہ فوراً عمل میں آئے تاکہ جلد سے جلد اُن مسکین مسلمانوں کو جو یونانی حکومت میں برداشت سے زیادہ ظلم و ستم کا شکار ہو رہے ہیں نجات دلائی جائے۔

میری حکومت قوی امید رکھتی ہے کہ دول حلفاء اس امر کو تسلیم کر لیں گی کہ ترکی قوم جو اپنے بھائیوں کو یونانی مظالم سے نجات دلانے کے لئے کھڑی ہوگی ہے۔ اس امر کو قبول کرنے میں بالکل مجبور و معذور رہے کہ التوائے جنگ کیساتھ تخلیہ کی کارروائی کو ملتوی کر دیا جائے یا اس کے لئے کوئی مدت مقرر کیجائے یعنی ترکی قوم التوائے جنگ

کے ساتھ تخلیہ اناطولیہ کو اس شرط پر مشروط کرکے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کہ فریقین متحارب تجاویز صلح کو بھی قبول کرلیں۔

اس موقعہ پر میں دوبارہ اُن لفظوں کا اعادہ کرتا ہوں جن کو میں اپنی پہلی یادداشت میں لکھ چکا ہوں یعنی یہ کہ میری حکومت اس امر پر تیار ہے کہ اپنے نمایندوں کو اس دعوت کی بنا پر جس کا ذکر دول حلفاء کی ۲۶ مارچ ۱۹۲۲ء والی یادداشت میں کیا گیا ہے۔ شرائط صلح پر گفتگو کرنے کے لئے روانہ کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اس امر کو پیش نظر رکھا جائے جو تخلیہ اناطولیہ سے متعلق ہے اور جس کا بار بار ترک اعادہ کرچکے ہیں۔

اوپر جو کچھ لکھا جاچکا ہے اُسی کے ساتھ اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ تجاویز صلح اور مبادی صلح جن کو دول حلفاء کے وزرا خارجہ نے قرار دیا ہے وہ اُن مواعید وعہود کے بالکل خلاف ہیں جن کا اعلان انگلستان کے وزیر خارجہ نے ۱۹۱۸ء میں سرکاری طور پر کیا تھا۔ یعنی یہ کہ ہم (اتحادی) اس لئے نہیں لڑ رہے ہیں کہ ٹرکی کو اُس کے دارالسلطنت سے محروم کردیں اور نہ اس لئے کہ ٹرکی کے شہروں (اناطولیہ اور تھریس) کو ٹرکی سے چھین لیں۔

اسی کے ساتھ ۲۶ مارچ والی یادداشت کے یہ الفاظ کہ

"وہ آراضی محدودہ جو ٹرکی کے تابع ہے۔ ترکی قوم کو واپس دی جائیگی اور ٹرکی حکومت اوسپر قابض رہے گی اور یہ اس لئے کہ ٹرکی حکومت اس طرح اپنی مستقل قومی زندگی کو قائم و باقی رکھنے کے قابل ہوسکے اور اس لئے کہ مسلمان ایک ایسے انتظام کو حاصل کرسکیں جو اُن کے لئے زیادہ موزوں و مناسب ہیں۔"

امور مذکورہ میں جن باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ کسی طرح اُن مطالبات کے خلاف نہیں ہیں جو ترکوں نے کئے ہیں اور جن کے حصول کے لئے ترک جد و جہد کر رہے ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر میری حکومت نے اپنی امیدوں کو منقطع نہیں کیا ہے اور اس کا یہ عقیدہ پختہ ہے کہ وہ اصول و قواعد جو مذکورۂ بالا مواعید و عہود کے مطابق نہ ہوں اُن میں کوئی تبدیلی یا ترمیم مناسب نہیں ہے اور انہیں مواعید و عہود کو پیش نظر رکھنے سے تجاویز و شرائط

صلح کی تکمیل ہو سکتی ہے۔

میری حکومت مکرر اس موقعہ پر اس کی تصریح کر دینا مناسب سمجھتی ہے کہ ترک صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے ملک میں آزادی کی زندگی بسر کریں اور امن و سکون کی حیات گذاریں اور یہ کہ وہ اُن اقتصادی۔ سیاسی اور عدالتی قیود سے آزاد ہوں جو اُن کی ترقی میں حارج و مانع ہوتی ہیں۔ تاکہ اُن کی مستقل زندگی اُنہیں ترقی و کامیابی کا موقعہ دے۔

میری حکومت یہ بھی کہتی ہے کہ وہ چونکہ ایک اسلامی حکومت ہے۔ اس لئے بحیثیت ایک اسلامی حکومت کے وہ دوسرے اقوام کے حقوق کے اعتراف پر مجبور ہے اور ہر ایک مسیحی قوم کے حق کی حفاظت اوسکا فرض ہے!!

ٹرکی حکومت اُن حکومتوں میں سے جو جنگ یورپ میں شکست پا چکی ہیں۔ صرف پہلی حکومت ہے جس نے جنگ یورپ میں اپنی املاک کی وسیع آراضی کو ضائع کیا ہے۔ جو ممالک ٹرکی کے ہاتھ سے اس جنگ میں نکل گئے ہیں۔ وہ بہت وسیع رقبہ رکھتے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ کئی وسیع ملک ہیں۔

دول حلفاء کے وزراء نے جو شرائط قرار دی ہیں۔ اُن کو پیش نظر رکھنے سے نیز ترکی قوم کی کمزوری کو ملحوظ خاطر رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دول حلفاء نے تخلیہ اناطولیہ کو جو تجاویز صلح کے قبول کرنے پر مشروط کیا ہے اوسکا مطلب صرف یہ ہو سکتا ہے۔ کہ دشمن کو کافی موقعہ تیاری کا مل جائیگا تاکہ وہ شرائط صلح کی تائید کے قابل ہو سکے اور دوبارہ جنگ چھیڑنے کے سامان کو فراہم کر سکے۔ میں مکرر اس کو دُہراتا ہوں کہ التوائے جنگ صرف ایک بہانہ ہے اور اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ یونان کافی تیاریاں کر کے پھر مسلمانوں کی زندگی عزت اور مال و دولت کی تباہی و بربادی کر سکے اور اُن شہروں میں جن کی نسبت ایک شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ترکی نہیں ہیں۔ ظلم و ستم ڈھانے کا موقعہ پا سکے۔

(اس موقعہ پر یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ) چونکہ اُن شرائط صلح کا جن کو دول حلفاء نے تجویز کیا ہے۔ زیادہ حصہ خود دول حلفاء سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے میری حکومت

یہ خیال رکھتی ہے کہ دول حلفاء کو اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ یونانی فوجوں کو اناطولیہ میں موجود رکھے ۔ کیونکہ ان فوجوں سے مناقشہ کے حق کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ۔ مگر صرف اتنا کہ ایک دھمکی دیجا سکے ۔

اس مناسبت سے میں اس امر کو آپ کے سامنے پیش کرنا ضروری خیال کرتا ہوں ۔ کہ میری حکومت دول حلفاء کی نیتوں پر شک رکھتی ہے اور اس شک کی بڑی وجہ یہ ہے ۔ کہ دول حلفاء نے اپنی یادداشتوں میں شرائط و تجاویز صلح کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہیں بیان نہیں کیا ہے کہ وہ کون سے نقاط ہیں جو خاص اہمیت رکھتے ہیں ۔ شرائط صلح کی تقسیم اس صورت پر جیسی کہ یادداشتوں میں بیان کی گئی بہت زیادہ اختلاف اور بحث و گفتگو کا موقعہ رکھتی ہے اور یہ ایسی صورت ہے جس سے کسی مفید نتیجہ پر پہونچنے کے بجائے ایسا مناقشہ پیدا ہو جائیگا جس کی تلافی ناممکن ہوگی ۔ اور ان مناقشات کا صرف ایک نتیجہ ہوگا ۔ اور وہ یہ کہ اناطولیہ کے مسلمان باشندوں پر ظلم و ستم کی مدت طویل ہو جائیگی مجلس قومی کی حکومت آپ کی یادداشتوں کو پیش نظر رکھکر اُن پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ آپنے تخلیہ کے متعلق تجویز کو دوسرے جامہ میں پیش کیا اور اس پر اصرار کرتی ہے کہ تخلیہ کے متعلق پہلی اور دوسری یادداشت کی تجاویز کو اختیار کیا جائے یعنی التوائے جنگ کو تخلیہ پر مشروط رکھا جائے ۔

چونکہ یادداشتوں کے تبادلہ اور خط و کتابت میں زیادہ وقت صرف ہوتا ہے ۔ اس لئے ان بیکار باتوں سے بچنے کے لئے میری حکومت تجویز کرتی ہے کہ اُس کے دو نمایندوں کو قبول کیا جائے اور اُن کو بحث و گفتگو کی آزادی دی جائے ۔ اور یہ اس خیال سے کہ زبانی گفتگو اس کا موقعہ آسانی سے بہم پہونچا دیگی کہ گم شدہ صلح کو حاصل کیا جائے اور خونریزی کو روکا جائے ۔ اس گفتگو سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا ۔ کہ مختلف نقطہائے نظر میں اتفاق ممکن ہے یا نہیں ۔

میری حکومت کے نمایندے آپ کے نمایندوں سے گفتگو کرنے کے لئے شہر ازمیت میں تیار ہیں اور جو وقت تمہیدی گفتگو کے لئے مقرر کیا جائے اُسوقت وہ حاضر ہو سکتے ہیں

یہ نمائندے اپنی گفتگو کے بعد اگر یہ خیال کریں کہ باہمی سمجھوتہ ممکن ہے تو پھر فوراً گفتگوئے صلح کو شروع کر دیا جائے۔

اگر آپ کی حکومت میری حکومت کی تجویز سے اتفاق کرے تو میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے اس کے اعلان کی اجازت دی جائے اور ظاہر کیا جائے کہ آپ کے کون کون نمایندے گفتگو کے لئے آئیں گے۔

مجھے یہ شرف حاصل کریں ہوں آپ کا . . . . .

وزیر خارجہ مجلس وطنی کبیر

یوسف کمال کی گفتگو ایک لنڈنی معاصر کے خاص نمایندہ نے گورنمنٹ انگورا کے وزیر خارجہ یوسف کمال بے سے حسب ذیل گفت وشنید کی۔

نمایندہ۔ کیا یہ خیال کرنا صحیح نہیں کہ آپ کو گفتگوئے مصالحت کے اختیارات سے محروم کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ جس وقت قومی پارلیمنٹ نے آپ کو یورپ روانہ کیا۔ اس وقت اعلان کر دیا تھا۔ کہ قومی معاہدہ میں ہرگز کسی ترمیم کی گنجائش نہیں؟

وزیر۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر مجھے گفت وشنید کے لئے بھیجا جاتا۔ تو مجھ سے یہ نہ کہا جاتا۔ کہ تمہیں یہ کرنا چاہئے اور یہ نہ کرنا چاہئے۔ فی الحقیقت قومی معاہدہ ایک واثق ہے۔ جس کے ذریعہ سے ترک اپنے مطالبات کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ حقیقتاً یہ معاہدہ ہمارے تمام کمال مطالبات کا ضروری ملخص ہے۔ میرا اس کہنے سے یہ مطلب نہیں۔ کہ مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے۔ کہ میں بعض خاص کام کروں۔ اور بعض نہ کروں۔ بلکہ یہ کہ ابھی گفت وشنید کا وقت ہی نہیں آیا۔

نمایندہ۔ آپ کے خیال میں وقت کب آئیگا۔

وزیر۔ اس کا انحصار دیگر طاقتوں پر ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت صرف میں ہی گفتگو کرنے والا نہ ہوں گا۔ بلکہ ہماری گورنمنٹ اور ہماری پارلیمنٹ اس معاملہ میں شامل ہوگی۔

نمایندہ۔ اس معاہدہ کے سلسلہ میں آپ کے اور گورنمنٹ قسطنطنیہ کے تعلقات کیسے ہیں؟

وزیر - اولاً اس کے متعلق مختلف مقامات پر جلسے کیئے گئے - اور بالآخر قسطنطنیہ کی پارلیمنٹ عثمانیہ نے جس کو اب انگورہ کی قومی پارلیمنٹ عظمیٰ کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے - اس کو منظور کیا -

نمایندہ - لیکن کیا سلطان المعظم کی گورنمنٹ نے بھی اس معاہدہ کی منظوری دیدی ہے ؟

وزیر - یہ معاہدہ فی الواقع تمام قوم کے نمایندوں نے مرتب کیا ہے -

نمایندہ - کیا آپ سلطان المعظم کی گورنمنٹ کو تسلیم نہیں کرتے ؟

وزیر - قوم کے نمایندگان کو قوم کی حکمرانی کا حق ہے -

نمایندہ - کیا آپ کا جنیوا جانے کا ارادہ ہے ؟

وزیر - شاید میں جاؤں - کیونکہ میں جانے کا ارادہ تو کر رہا ہوں -

نمایندہ - بشرطیکہ وہاں مشرقی مسائل کا معاملہ پیش ہو -

وزیر - نہیں یہ مطلب نہیں - کیونکہ یہ تو ایک مسلمہ امر ہے - کہ جہاں مشرقی مسائل پر بحث ہوگی - وہاں نمایندگان ترکی کو ضرور شریک کیا جائیگا - نیز ترکی بلحاظ جغرافیہ و اقتصادی تعلقات کے یورپین طاقتوں میں بھی شامل ہے -

نمایندہ - میں نے سنا ہے - کہ بالشویک ترکی کے نمایندگان کو کانفرنس میں شریک کرنے پر زور دے رہے ہیں -

وزیر - میں اس کی بابت کچھ نہیں بتلا سکتا -

نمایندہ - لیکن اس قومی معاہدہ میں ارمنوں کے قومی آماجگاہ کا کوئی خاص ذکر نہیں

وزیر - معاف فرمایئے - میں اس کے متعلق زیادہ انکشاف نہیں کر سکتا -

تجاویز کانفرنس کی تشریح

پیرس کانفرنس کے نتائج اور تجاویز آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں - یہ کانفرنس اپریل کے شروع میں ختم ہوئی - اس کی تجاویز اختصار کیساتھ ذیل میں ہدیہ ناظرین کیجاتی ہیں - (۱) گیلی پولی یونان کو دیا جاۓ - (۲) آبنائیں بین الاقوامی رہیں اور سنجق چناق - جزائر بلنوس ستیلیفن - جزیرہ نمائے ورطاق اور باسفورس کے پورے ایشیائی

ساحل میں کوئی فوج نہ رہے (۳) تھریس میں ترکی حدود روڈسٹو میڈیا لائن پر مقرر کیجائے (۴) مغربی تھریس مع ایڈریانوپل یونان کو دیا جائے (۵) قسطنطنیہ ترکوں کے پاس رہے۔ یہ تجاویز دراصل ایک ہی تجویز کی فروع ہیں۔ ان سب کی اصل یہ ہے کہ ترکوں کو محض دم دینے کیلئے شتلجہ لائن سے چند گز زیادہ زمین دیکر عملاً یورپ سے خارج کر دیا جائے۔ اور ترکی حکومت کو قسطنطنیہ میں اس حال میں رکھا جائے کہ جب ضرورت ہو یا مناسب موقع ملجائے تو وہ بآسانی وہاں سے خارج کئے جاسکیں۔ اور ادنیٰ سی بھی مزاحمت نہ کرسکیں حقیقتاً یہ شرائط معاہدہ سیورے کی ترمیم ہیں ہم ایک نقشہ دیکر بتاتے ہیں کہ جغرافی حیثیت سے اتحادیوں نے معاہدہ سیورے میں کیا ترمیم کی تھی چنانچہ ذیل کے نقشہ پر نظر ڈالنے سے آپکو معلوم ہوگا کہ یورپین ترکی اور اناطولیہ میں کیا تغیر و تبدل کیا گیا تھا۔

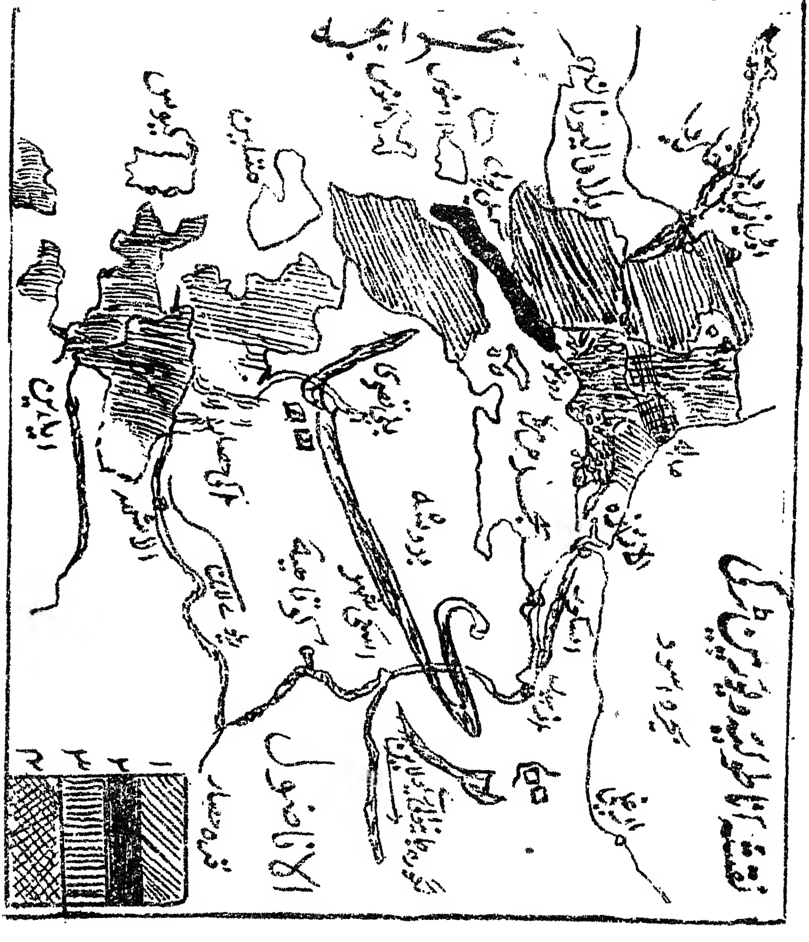
نقشہ اناطولیہ و یورپین ٹرکی
بحیرہ اسود
بلاد الیونان
ادریانوپل
روڈسٹو
اسکودار
بروسہ
اسکی شہر
کوتاھیہ
الاناضول
قرہ حصار
ریلوے لائن
ایدین
متلین
کیوس
۱
۲
۳
۴

اناطولیہ میں سمرنا کا ضلع معاہدہ سیورے کی رو سے یونان کو دیا گیا تھا۔ پیرس کانفرنس کی تجویز کے مطابق یہ ضلع ٹرکی کو اس شرط پر واپس دیا گیا۔ کہ وہاں ایک خاص اتحادی انتظام ہوگا۔ اور ایسا ہی انتظام ایڈریانوپل کے لیئے بھی تجویز ہوا تھا۔

نقشہ میں جو مقامات عمودی (کھڑے) خطوط کے اندر واقع ہیں۔ وہ سب ٹرکی کو واپس دیئے گئے تھے۔ یعنی اناطولیہ کا سارا علاقہ ٹرکی کے حوالے کیا گیا تھا۔

جو مقامات افقی (ترچھے) خطوط کے اندر واقع ہیں۔ یعنی درہ دانیال کا ایشیائی ساحل وغیرہ وہ بھی پیرس کانفرنس نے ٹرکی کو واپس دیدیئے تھے۔ لیکن یہ شرط تھی کہ ان مقامات کے تمام فوجی نشانات مٹا دیئے جائیں گے۔ اور آیندہ حکومت عثمانیہ کو نہ قلعہ بنانے کی اجازت ہوگی۔ نہ فوجی استحکامات اور نہ وہاں فوج رکھی جاسکیگی۔

نقشہ میں جو ایک پٹی سیاہ رنگ کی دی گئی ہے۔ یعنی یورپین ٹرکی کا یورپی ساحل اس پر پیرس کانفرنس نے یونان کا قبضہ زیر نگرانی دول حلفاء تسلیم کیا تھا دول حلفاء کی غرض ٹرکی کے یورپین ساحل پر قبضہ کرنیکی یہ تھی۔ کہ درہ دانیال میں آزادی سے آمد و رفت رہ سکے۔ اور جہازات بغیر روک ٹوک آسکیں۔ اور یہ کہ ٹرکی اس کو آیندہ بند نہ کرسکے۔ جیسا کہ گذشتہ یورپ کی جنگ عظیم میں بند کر دیا گیا تھا۔

باوجود اس کے کہ گیلی پولی کے ساحل کو دول حلفاء درہ دانیال پر قبضہ رکھنے کے لیئے اپنے پاس رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن پھر بھی بعض برطانوی فوجی افسروں کا خیال تھا۔ کہ ترک درہ دانیال کو ضرورت کیوقت بند کرسکتے ہیں۔ اس صورت سے کہ بڑی بڑی توپیں لاکر درہ دانیال کے اندر سے گذرنے والی کشتیوں کو روک دیں۔ اور پھر درہ دانیال کو بند کردیں۔ بعض فوجی ماہرین نے یہ اعتراض پیش کیا۔ کہ آبنائے کے متعلق جو تجاویز قرار دی گئی ہیں۔ ان میں اس بات کا اشارہ تک بھی نہیں ہے کہ باسفورس کے متعلق کیا ہوگا۔ اور بحیرہ روم میں کیونکر آزاد جہاز رانی ہوسکیگی۔ کیونکہ آبنا کو آزاد رکھنے سے تو صرف بحیرہ روم اور بحیرہ اسود میں جہازرانی

مقصود ہے ۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ جواب دیا گیا تھا ۔ کہ بحیرہ مارمورہ میں جہاز رانی میں کوئی دقت پیش نہ آئیگی ۔ کیونکہ مارمورہ آستانہ سے بہت قریب ہے ۔ اس لئے اگر ترکی حکومت نے باسفور کو بند کر دیا ۔ تو اس کو آستانہ پر گولہ باری کرنے کی دھمکی دیجائیگی ۔ جس کے خوف سے وہ باسفورس کو بند نہ کر سکیں گے ۔

معاہدہ سیورے میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ یورپ میں ٹرکی حدود صرف خطوط ستالجہ تک رکھی جائیں ۔ چنانچہ نقشہ میں آستانہ کے آگے جتنے ترچھے خطوط میں جو زمین ہے اتنی ہی زمین معاہدہ سیورے میں ٹرکی کو دی گئی تھی ۔ جس پر ٹرکی نے صدائے احتجاج بلند کی تھی ۔ اور ظاہر کیا ۔ کہ اس طرح آستانہ پڑوسی حکومت کے رحم و کرم پر ہوگا ۔ لہذا پیرس کانفرنس نے اس امر پر غور کر کے یورپ میں ٹرکی حدود کو مشرقی تھریس کے ایک جزو تک بڑھا دیا ۔ جس کو نقشہ میں سیاہ متقاطع خطوط کے اندر دکھایا گیا ہے ۔ اس تبدیلی سے ترکی کو یورپ میں ایک سو کیلو میٹر یا ۶۲ میل زمین اور مل گئی تھی ۔ لیکن اس زمین پر ترکوں کو فوجی استحکامات بنانے یا فوج رکھنے کی اجازت نہ تھی ۔ تا کہ ٹرکی فریق مخالف پر فوراً حملہ نہ کر سکے ۔ اس طرح سے یونان کو بھی یہ اجازت نہ تھی کہ وہ ٹرکی حدود کے قریب کوئی قلعہ یا استحکام بنائے ۔ یا فوج رکھے ۔ جس سے اس کے یکایک حملہ کی مدافعت مقصود تھی ۔

وہ قطعہ جس کو ٹرکی اور یونان کے لئے فوجی استحکامات بنانے یا فوج رکھنے سے مستثنیٰ کیا گیا تھا ۔ نقشہ میں اس ترچھے خطوط سے نمایاں کر دیا گیا ہے ۔ گیلی پولی کے اوپر کا تمام علاقہ اس میں شامل ہے ۔ پیرس کانفرنس میں جو اہم مسئلہ جغرافیائی حیثیت سے ترکوں کے خلاف طے کیا گیا تھا ۔ وہ انڈریانوپل کا مسئلہ تھا ۔ ترک اس کو ایک مقدس شہر مانتے ہیں ۔ یہ شہر ان کو نہیں دیا گیا تھا ۔ پیرس کانفرنس کا یہ فیصلہ ترکان احرار کے قومی میثاق کے بالکل برخلاف تھا ۔ دول حلفاء کے وزراء نے اس پر کافی غور کیا ۔ لیکن وہ کسی ایسے حل پر نہ پہنچ سکے ۔ جس سے ترک راضی ہو جاتے ۔ دول حلفاء کے وزراء نے اس سلسلہ میں ظاہر کیا ۔ کہ یونانیوں نے مشرقی

تھریس کو فوجی قوت سے حاصل کیا ہے۔ اس لئے اُن سے مشرقی تھریس کو صرف قوت ہی کے ذریعہ خالی کرایا جاسکتا ہے۔ اور دول حلفاء اس امر کو مناسب خیال نہیں کرتیں۔ ایڈریانوپل کے متعلق دول حلفاء کا تو یہ خیال تھا۔ لیکن ترک یہ کہتے تھے۔ کہ پیرس کانفرنس میں جو علاقہ ترکوں کے حوالے کرنا تجویز ہوا تھا۔ وہ آستانہ کی حفاظت کا کسی طرح ضامن نہ تھا۔

اس فیصلہ کی رو سے یونانیوں کو تھریس کا ایک بڑا حصہ دیدیا گیا تھا۔ جس میں ترکی آبادی کی اکثریت پائی جاتی ہے۔ اس یونان نوازی کے لئے کانفرنس نے صرف یہ وجہ پیش کی۔ کہ چونکہ یونانیوں کی فوجیں وہاں غیر متوقع طور پر مستحکم ہیں اس لئے ان کا وہاں سے نکالنا غالباً بالکل ناممکن ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اتحادیوں کا دلی منشا یہ تھا۔ کہ جہاں یونانیوں کی حالت کمزور اور مخدوش تھی۔ اس کو صلح کا دام پھیلا کر مضبوط کر دیا جائے۔ اور جہاں ان کی فوجیں غالب ہوں۔ وہاں کی بحث کو بیکار سمجھا جائے۔ اس کے علاوہ گیلی پولی کا علاقہ بھی یونانیوں کو دیا گیا۔ اس حیلہ کی بنا پر کہ یونانیوں نے وہاں اپنا خون بہایا ہے۔ سمرنا برائے نام ترکوں کے قبضہ میں دیا گیا۔ لیکن اس کے انتظام کے لئے دول متحدہ کی جانب سے ایک مخصوص حلقہ بنایا جا رہا تھا۔ جہاں ایک گورنر کا تقرر ضروری سمجھا گیا تھا۔ گیلی پولی اور تھریس کا علاقہ روڈوسٹو تک یونانیوں کو دیا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ قسطنطنیہ کے دروازے ہر وقت یونانیوں کے لئے وا تھے۔ جب چاہیں ایک ہی حملہ میں مقام خلافت میں داخل ہو جائیں۔ مالیات کے متعلق یہ فیصلہ ہوا تھا۔ کہ ترکوں کو اپنے وسائل پر بہت کافی اقتدار دیا جائیگا۔ جس کا یہ مطلب تھا۔ کہ اتحادی پھر بھی کچھ نہ کچھ اپنے اقتدار میں رکھیں گے۔ کانفرنس کا یہ فیصلہ انصاف و حق پر مبنی نہ تھا۔ در اصل اس کانفرنس کا یہ مقصد تھا۔ کہ دول متحدہ کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو از سر نو باندھا جائے اور معاہدہ سیورے کی تکمیل کے لئے فرانس اور اٹلی کی متباین و مختلف آراء کو ایک نقطہ واحد پر لایا جائے۔ اور فرانس اور اٹلی کو جو ترکوں کی حامی بنی ہوئی ہیں علیحدہ

کیا جائے ۔ اور ایک دفعہ پھر عیسائیت کی جھلک سے متاثر ہو کر یورپین دول کے اتحاد و اتفاق کی لڑی میں شامل ہو جائیں ۔ اس کانفرنس کی یہ غرض و غایت تھی دوسری بات مقصود یہ تھی کہ یونانی چونکہ شکست کھا کر کمزور اور نحیف ہو گئے تھے ۔ ان کی اخلاقی حالت نہایت ہی پست اور ردی ہو چکی تھی ۔ اور وہ ترکان احرار کے حملہ کی تاب نہ لا سکے تھے ۔ اتحادی یہ چاہتے تھے ۔ کہ زمانہ التوائے جنگ میں ان کو از سر نو طاقتور بنایا جائے ۔ تاکہ وہ ترکوں کا پھر سے مقابلہ شروع کر دیں ۔ ورنہ اتحادیوں کو کیا ضرورت تھی کہ ترکوں کے لئے مصالحت کا میز بچھائیں ۔

غازی مصطفٰے الکمال پاشا کے خیالات

لیکن ترکان احرار کے دل سے پوچھیں ۔ کہ وہ ان تجاویز صلح کو کس نظر سے دیکھتے تھے ۔ انہوں نے تو اتحادی مکتوب کے جواب یہ لکھ دیا تھا ۔ کہ تخلیہ ایشیائے کوچک اور تھریس ضروری ہے ۔ تو پھر وہ کس طرح ایسی تجاویز کی موجودگی میں جس میں برائے نام ترکوں کی بہتری اور بہبودی کا نظارہ دکھلایا گیا تھا صلح کے لئے آمادہ ہو سکتے تھے ۔ غازی مصطفٰے الکمال پاشا نے مجلس ملیہ انگورہ کے دوبارہ صدر منتخب کئے جانے پر مجلس شورائے ملیہ میں تقریر کرتے ہوئے ۔ فرمایا تھا ۔ کہ ہماری حکومت قسطنطنیہ کو اتحادیوں کے دست تصرف سے بہت جلد آزاد کرائیگی ترک قوم کی لاانتہا قربانیوں کا مطمح نظر قسطنطنیہ ہے ۔ ہمارا ہمسایہ دشمنوں کے نرغہ میں گھرا رہا ہے حکومت ...... ہر ممکن طریقہ سے اس سے اظہار ہمدردی کر رہی ہے ۔ میں حکومت مذکور کی اس فیاضانہ کوششوں کا اعتراف کرتا ہوں ۔ ہم بہت جلد آزاد کرا لیں گے ۔ ہمارا مقصد ٹرکی کی کامل آزادی ہے ۔ اور ہماری کوششوں کی جو مخالفت کرتے ہیں ۔ وہ دغاباز اور باغی ہیں ۔ ہم اپنے حال اور مستقبل پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں ۔ ہم اپنے غیر ملکی دشمنوں کے خلاف بالکل متحد ہیں ۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے ہمارے ذرائع نہایت زبردست ہیں اور ہم غیر ملک سے قرض لئے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں ۔ اقتصادی معاملات کے متعلق غازی مصطفٰے الکمال پاشا نے فرمایا کہ حکومت انگورہ ٹرکی کی مالی اور اقتصادی خودمختاری

کے لئے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھیگی۔

الغرض قسطنطنیہ کی برائے نام حکومت اور حقیقی ترکی گورنمنٹ انگورہ دونوں نے ان ناکارہ تجاویز کو قبول کرنے سے صاف الفاظ میں انکار کر دیا۔ اس تصفیہ نے بالآخر جنگ کے آتش فشاں دہانہ کو کھولدیا۔

اور تو اور خود تھریس کی مسلمان آباد اس بات کی بالکل خواہشمند نہ تھی۔ کہ وہ کانفرنس کے فیصلہ کے مطابق یونانیوں کی رعایا بنکر رہیں۔ کیونکہ اُن کو معلوم تھا۔ کہ مسلمانان تھسلی اور کریٹ کی یونانیوں کے ماتحت رہ کر کیسی حالت زار تھی۔ لہذا وہ اپنی قسمت کو ان جیسا بنانا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے پرزور صدائے احتجاج بلند کی۔ کہ تھریس کو یونانیوں کی وحشیانہ اور بربرانہ حکومت میں کیوں رکھا گیا ہے۔ ان کا مطالبہ تھا۔ کہ علاقہ تھریس کو جو سرتاسر مسلم آبادی سے مملو ہے۔ قومی گورنمنٹ کے ماتحت رکھا جائے۔

وزیر داخلیہ فتحی بک کی تقریر اس سلسلہ کے تعلق میں وزیر داخلیہ فتحی بک نے بارننگ پوسٹ کے نامہ نگار مشرق قریب سے فرمایا کہ وطن پرستوں کا مطالبہ ہے۔ کہ آستانہ۔ تھریس اور سمرنا بغیر کسی شرط اور قید کے ترکوں کو واپس دیئے جائیں اور یہ کہ کمالی اس امر کا پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ کہ میدان جنگ میں وہ کامل فتح حاصل کریں گے۔ ترک ارمنوں اور یونانیوں کے لئے اندرونی آزادی کے مسئلہ کو نہایت بے توجہی سے دیکھتے ہیں۔ اور اس امر کو قابل توجہ نہیں خیال کرتے۔ البتہ وہ ایسی شرائط اور ضمانتوں کے لئے تیار ہیں۔ جو قلیل التعداد اقوام کی حفاظت کے ضامن ہوں لیکن اسی کے ساتھ شرط یہ ہے۔ کہ ان مقامات پر جہاں قلیل التعداد مسلمان آباد ہیں۔ ان کے حقوق کی ایسی ہی حفاظت کی جائے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ ہم روس کے بہت زیادہ مشکور ہیں۔ کہ اس نے ہم کو گرانقدر مدد دی ہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ قفقاز کی مشکلات طرفین کی رضامندی سے رفع ہو گئیں اور ترک و روس ایک دوسرے کے مخلص دوست بن گئے ہیں لیکن

ہماری خواہش یہ بھی ہے۔ کہ ہم اپنے قدیم دوست برطانیہ سے بھی اپنے تعلقات کو دوبارہ قائم کریں۔ اور ایک دوسرے سے اس کا ثبوت دیں کہ باہم مخلص دوست ہیں۔

جنیوا کانفرنس

پیرس کانفرنس کا زمانہ گذر گیا۔ اتحادیوں کو اپنے ارادوں اور تجاویز میں کسی طرح سے کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ ترکان احرار اپنے مطالبات سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے تھے۔ اس کے بعد ہی فوراً جنیوا کانفرنس کے اجلاس شروع ہوئے اس کانفرنس میں تمام یورپین طاقتوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ ٹرکی کو اس میں دعوتِ شرکت نہیں دی گئی تھی۔ بدیں وجہ کہ ٹرکی یورپین طاقت شمار نہیں کی جاتی تھی۔ اس کانفرنس کا اصل مقصد وہی پرانا اتحاد و اتفاق تھا۔ تاکہ تمام یورپ جنگ کے زمانہ سے پہلے کیطرح متحد اور متفق ہو جائے۔ اور ترکوں پر متفقہ طور پر دباؤ ڈال کر معاہدہ سیورے کی تکمیل کرائی جائے۔ چنانچہ اس کانفرنس میں روس کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ روس نے اپنے مفاد مدنظر رکھکر کانفرنس میں اپنے مطالبات پیش کئے بعد ازاں اسی کانفرنس کے دوران میں روس اور جرمنی کا عہد نامہ ہو گیا جس سے فرانس کی پالیسی پر بہت اثر پڑا۔ کیونکہ فرانس جرمنی سے تاوان جنگ وصول کرنا چاہتا تھا۔ اس روس اور جرمنی معاہدہ کیوجہ سے فرانس کی دلشکنی ہو گئی۔ اور اس نے شمولیت سے انکار کر دیا۔ اجلاس اس کانفرنس کے کئی ہفتوں تک جاری رہے۔ مگر نتیجہ خوشگوار نہ نکلا۔ آخر کانفرنس کا بغیر کسی نقطہ نظر پر پہنچنے کے اختتام ہوا۔ ہم یہ ضرورت چنداں محسوس نہیں کرتے کہ اس کانفرنس کا بھی مفصل ذکر کیا جائے۔ سرسری طور پر اس کا لب لباب ہی ناظرین کے پیش نظر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو واقعہ ہمارے نفس مضمون سے تعلق ہی نہیں رکھتا۔ اگرچہ بعد ازاں حکومت قسطنطنیہ کی شرکت کو کانفرنس میں منظور کر لیا گیا تھا۔ اور پھر جو واقعہ کوئی نتیجہ خواہ اچھا ہو یا برا نہیں رکھتا۔ تو اس کو بالتفصیل بیان کرنا خواہ مخواہ کتاب کو طوالت دینا ہے۔ ناظرین کی سمع خراشی تک نوبت

پہنچاتا ہے۔ لہذا اس کانفرنس کو ایک تاریخی غیر مکمل واقع سمجھکر اسکی تفصیل کو نظر انداز کر کے مجملاً ہی بیان کر دینا بہتر ہے۔ اس سے مقصود صرف یہی بات ہے۔ کہ ناظرین کے ذہنوں میں صرف اسکی یاد رہے۔

اس کانفرنس کے بعد ہیگ کانفرنس ہوئی۔ مگر وہ بھی بارآور ثابت نہ ہوئی۔

جنگی تیاریاں

اب ہم کانفرنسوں کے سلسلہ کو اسجگہ ختم کرتے ہیں اور آپکو ترکوں اور یونانیوں کی جنگی تیاریوں کا نظارہ دکھلاتے ہیں۔ اگرچہ ایک طرف کانفرنسیں ہو رہی تھیں۔ اور مشرقی مسائل کی گتھی کو سلجھنے کی بہت بہت تجاویز اور تدابیر سوچی جا رہی تھیں۔ لیکن ترکوں کو معلوم تھا۔ کہ نہ تو ان کے مطالبات قومی پورے ہونگے اور نہ ہی صلح ہو گی۔ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ کہ ان خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ترکان احرار نے اپنی تیاریوں کو بند نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ اپنی تیاریوں میں متواتر اور مسلسل مشغول رہے۔ یونانیوں کے مقابلہ پر ترکان احرار کی افواج میں دمبدم اضافہ ہوتا رہا۔ اور ہر لمحہ امدادی افواج لشکر احرار شامل ہوتی رہیں۔ پس لشکر احرار نہایت مہیب اور خوفناک صورت اختیار کرتا گیا جس سے یہ مترشح ہوتا تھا۔ کہ وہ عنقریب یونانیوں کا تختہ الٹ دیں گے۔ یہ لشکر غفیر اقیوم قرہ حصار کے قریب جمع ہو گئے تھے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اعلان کیا۔ کہ ۱۸ سے ۲۰ تک کی عمر کے لوگ فوج میں بھرتی کئے جائیں۔ اگر جن ابنائے وطن نے ہنوز خدمت میں شرکت نہیں کی۔ فی الفور فوج میں شریک ہوں۔ حکومت انگورا کی مسیح رعایا بھی ترکوں کے مطالبات میں شریک تھی اور یونانیوں کے اخراج پر زور دیتی تھی۔ یکم اپریل ۱۹۲۲ء کو انگورا میں ایک جلسہ عام ہوا۔ جس میں مسیح لوگ بھی شامل تھے بہت تقریریں ہوئیں عیسائی پادری بابا افتیم نے فرمایا کہ ہم لوگ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اخراج یونانی افواج میں شریک ہیں۔ اس نے اس جلسہ میں سمرنا کے یونانیوں کے حوالے کئے جانیکی تاریخ سے اسوقت تک حرکات قومیہ و مجاہدات ملیہ بیان کئے اور یونان کے اعمال و حرکات وحشیانہ پر افسوس کیا۔

جب پیرس کانفرنس کوئی نتیجہ خیر مصالحت پیدا نہ کر سکی تو پھر یونانیوں نے

بھی جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ یونانی افواج گذشتہ جنگ سقاریہ کی ضرب کاری کی تاب نہ لاکر اس مقام سے بھی پیچھے ہٹ آئی تھیں۔ جہاں سے انہوں نے پیشقدمی شروع کی تھی۔ اور اپنے سرمائی کیمپ میں پناگزیں ہو گئی تھیں لیکن اب وہ پھر اپنی کمین گاہ سے نکلکر موجودہ محاذ جنگ پر آگئی تھیں۔ یہ خط محاذ افیوم قرہ حصار اور عسکی شہر کی لائن سے باہر کی جانب واقع تھا۔ یونانیوں کے اسوقت ایشیا کوچک میں ۱۲ ڈویژن تھے جن میں سے ۶ ڈویژن میدان جنگ کو روانہ کر دیئے گئے تھے اور بقیہ ۶ ڈویژن سمرنا میں امن قائم رکھنے کے لئے روک لئے گئے تھے۔

جنگ کا آغاز اگرچہ پیرس کانفرنس سے پہلے ترکوں اور یونانیوں کے درمیان چھیڑ خوانیاں برابر جاری تھیں لیکن جس وقت اتحادیوں نے ترکوں کو التوا کے متعلق خط لکھا تھا، اس وقت سے جنگ بالکل بند ہو گئی۔ اور صلح کانفرنس کے انجام تک کوئی واقعہ ظہور پذیر نہ ہوا۔ اتحادیوں نے التوا کا عرصہ تین ماہ کا مقرر کیا تھا۔ کیونکہ ان کو امید تھی کہ اس کانفرنس کو اس طرز اور طریقہ سے طے کیا جائیگا جس کے نتائج پر ترک خوش ہو جائیں گے۔ اور تین ماہ کے عرصہ میں تمام خدشات مٹ جائیں گے۔ بعد میں صلح نامہ پر دستخط ہو کر جنگ بالکل بند ہو جائیگی مگر جونہی تجاویز صلح ترکوں کے پاس پہنچیں انہوں نے ان تجاویز کو اپنے قومی میثاق کے برخلاف دیکھکر ماننے سے انکار کر دیا۔ اور بزم کارزار منعقد کرنے پر مائل ہوئے چنانچہ غازی مصطفٰے الکمال پاشا نے حملہ شروع کرنے کا اعلان کر دیا جس کے واسطے انہوں نے تین دستے سپاہ کے طلب کیئے۔ اور قرہ بکر کاظم پاشا قفقاز کی سپاہ کے افسر اعلٰی کو فوجی تیاریوں کے احکام بھیجے گئے۔ اور تین رجمنٹوں نے میدان عسکی کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

ترکوں کی تیاریاں تو پہلے ہی مکمل ہو چکی تھیں۔ ان کو صرف حکم پہنچنے کی دیر تھی وہ جھٹ میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار رہ گئے۔ غازی مصطفٰے کمال پاشا انگورا سے صدر مقام عمومی کی طرف تشریف لے گئے۔ تاکہ آپ آئندہ جارحانہ کارروائی کے لئے مقامات و حالات کا بنفس نفیس ملاحظہ فرمائیں۔ رفعت پاشا صدر کونسل آف سٹیٹ

انگورا نے تمام محاذات کا ایک ہفتہ تک معائنہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ ترکی فوج بہترین حالت میں ہے ہر ایک جگہ یونانیوں سے سامنا ہے اور فوجیں پیشقدمی کرنے کے حکم کا بیصبری سے انتظار کر رہی ہیں۔ جنرل عصمت پاشا اناطولیہ کی مغربی سپاہ کے کمانڈر انچیف نے اپنی ماتحت سپاہ کا جائزہ لینے کے بعد سپاہ اور ماتحت افسران کو خطاب کر کے فرمایا۔ سپاہیوں اور افسروں کو جاننا چاہئیے۔ کہ یہ جنگ جس میں ہم داخل ہوئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یا تو موت ہے یا زندگی۔ اس لیئے ہم میں سے ہر شخص کا اس وقت یہ فرض کہ جو اس پر واجب ہے۔ پوری کوشش سے انجام دے اگر ہم نے اپنے فرض کو محسوس کیا۔ اور پورے طور پر ادا کیا۔ تو ہمیں یقین ہے کہ کوئی طاقت ہم پر غالب نہ آسکیگی۔ بلکہ ہم ہر ایک قوت پر غالب آئیں گے۔ اور اسکی طاقت کو شکست کر دیں گے۔ خواہ وہ طاقت کتنی ہی زبردست کیوں نہ ہو۔ ہم انشاءاللہ ہر مشکل پر غالب آئیں گے۔ اور کوئی مصیبت ہم کو برداشتہ خاطر نظر نہ آئیگی۔ ہم اپنی فتح اور کامیابی پر کامل وثوق رکھتے ہیں۔ اور جب تک کہ ہم اپنے فرض کو ادا کرتے رہیں گے۔ اور وطن کی آزادی میں اپنی قربانیوں پر تیار رہیں گے۔ اس وقت تک کوئی طاقت ہمیں زیر نہیں کر سکتی۔ ہم میں سے ہر شخص کو ایسی حالت میں جیسی حالت میں کہ ہم مبتلا ہیں۔ اپنے فرض سے غافل نہ رہنا چاہئیے۔ تاکہ ہم کامیاب ہو جائیں اور فتح ہماری حلیف بن جائے۔

چنانچہ ترکان احرار نے ذخائر حرب و ضرب گھوڑوں اور ہوائی جہازوں سے لیس ہو کر یونانی محاذ جنگ پر ہلہ بولدیا۔ اور ایسی زبردست جنگ واقع ہوئی۔ جس کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔ اس جنگ کے دوران میں غنیم کے معتدبہ آدمی کام آئے ترکان احرار کے طیاروں نے شہر ازمیر پر تاخت کی اور متعدد بم گرائے۔ یونانی ابتر حالت میں شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

پیرس کی صلح کانفرنس کی تجاویز کے مطابق اٹلی نے علاقہ ایشیائے کوچک میاندر کا تخلیہ شروع کر دیا۔ یونانیوں نے ۵۰ میل رقبہ علاقہ پر اپنا قبضہ جمالیا۔ بعد ازاں

انہوں نے سوگیا پر قبضہ کر لیا۔ پھر یونانیوں نے جنوب کیطرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ان کا مقابلہ نہایت معمولی طریقہ پر کیا گیا۔ ترکوں کے حکام نے ۴۶ یونانی گرفتار کر کے شہر ترک کر دیا۔

یونانیوں نے انزل کے میدانوں میں توپوں کی حمایت میں ترکوں پر حملہ کیا۔ جس کو ترکوں نے روک دیا۔ یونانی توپوں نے مسلسل ۲۴ گھنٹہ تک گولہ باری کی۔ ترکوں نے یونانیوں کے حملہ کو روک کے ان پر زبردست دباؤ ڈالا۔ اور چند گھنٹوں کی لڑائی کے بعد وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اس جنگ میں معقول تعداد میں سامان جنگ اور متعدد توپیں ترکوں کے ہاتھ آئیں۔ اور بہت سے یونانی گرفتار ہوئے۔

علاقہ قوجہ ایلی میں ترکوں کے ایک دستے نے یونانیوں سے جو انکی قوت کی جانچ پڑتال اور انکشاف کے لئے مقرر ہوئے تھے۔ آلات حرب مثلاً بم کے گولے اور دیگر اشیاء چھین لیں۔

ترکوں کی دوسری متجسس فوج نے افیوں کے مغرب میں دشمن کی فوج سے مقابلہ کیا۔ اور دشمن کو اس مرکز سے برطرف کر دیا۔ اور اس پر متصرف ہو گئی۔

پھر ترکوں کی ایک متحرک فوج (سیارہ) نے آئیدین کے قریب لشکر یونان پر سخت ہجوم کیا اور بہت سے آدمیوں کو مقتول و مجروح کیا۔

آیدین کے تمام محاذات پر ترکوں اور یونانیوں کے درمیان خونریز جنگ ہوئی کبھی کبھی مشین گنوں کی بھی آتش باری ہوتی رہی۔ پھر یونانیوں نے اس محاذ کو عبور کر کے وادی مندراس کو عبور کرنے کی کوشش کی لیکن ترکی فوج نے انکو پیچھے دھکیل دیا اور بہت سے یونانی گرفتار کر لئے۔

نزیہ عمادی المودرین پر یونانیوں نے ترکوں پر حملہ کیا۔ مگر سخت معرکہ کے بعد شکست کھا کر نزخنی سے پیچھے ہٹ گئے۔ بلکہ ان کا ایک افسر بھی گرفتار نہ ہوا۔ اس فتح کے بعد ترکوں کو آگے بڑھنے کا موقع مل گیا۔ اس طرح ترک فتوحات حاصل کرتے ہوئے ایدین پہنچ گئے۔

الغرض اس طرح سے ترکوں اور یونانیوں میں سخت معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں ترکی ہوائی جہاز تمام محاذات پر چکر لگاتے رہتے تھے۔ اور دشمنوں کو پریشان کرتے رہتے تھے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنی سپاہ کے نام ایک بیان شائع کیا جن میں لکھا تھا۔ کہ سمرنا۔ بروصہ۔ اور اڈریانوپل کو دشمنوں کے ظلم وستم سے آزادی دلانیکا وقت قریب آگیا ہے۔ فرمان کے آخر میں سپاہ اور ترکی قوم کو بتلایا گیا تھا۔ کہ اسلامی دنیا انگورا کی قومی حکومت کی تائید میں ہے۔ اور اس کو معقول مدد دے رہی ہے اور اسکی مساعی کو قابل قدر قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ فتح اب بہت زیادہ دور نہیں بلکہ بہت قریب آگئی ہے۔

پارلیمنٹ میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی تقریر

کانفرنسیں ختم ہوگئیں۔ مگر مشرقی معاملہ کا حل نہ ہوسکا۔ اور ترکوں اور یونانیوں کے جنگ کا بھی آغاز ہوچکا ہے۔ اس وقت غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے پارلیمنٹ میں ایک زبردست تقریر کی اور آپ نے فرمایا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس وقت ہمیں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔ اور ہماری حکومت کے جہاز کا رُخ کدھر ہوگا۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ضرورت صرف اسکی ہے کہ ہمارے سب کاموں میں استقامت و صداقت کی روح موجود ہو۔ مجلس ملی نہایت دانشمندی و فکر و تدبر سے کام کر رہی ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ اپنی مالی حالت درست کرنے میں کوشاں ہو تاکہ آزادانہ زندگی بسر کرسکے اور کسی وقت دشمن سے مقابلہ کرنے میں اُسے پس وپیش نہ ہوسکے۔ مجلس ملی ہر طریقہ سے ترقی کی کوشش میں مصروف ہے۔ اگر خدانخواستہ قوم مجلس ملی کے قوانین کے نفاذ میں سستی کی مرتکب ہوگی تو ہمارے تمام ارادے بلاتکمیل رہ جائیں گے۔ اسلام و آزادی کے لئے قربانی و ایثار کرنا ترکوں کا پیدائشی حق ہے۔ ہماری تاریخ و دور سیاسی سے دنیا کی تمام اقوام واقف ہیں۔ یہ مصیبت یہ خلاکت یہ بربادی جس میں ترکی قوم مبتلا ہے۔ ہماری خیانت ہمارے عصیاں

اور امر الہی سے ہماری غفلت کا نتیجہ ہے۔ ہماری مصیبت و فلاکت ہماری شامت اعمال کی ترجمان ہیں۔

لیکن اب ہماری تاریخ میں ایک دور جدید کا آغاز ہوا ہے۔ دول یورپ نے ترکی قوم کی ہلاکت و بربادی میں جاں توڑ کوشش کی تھی کہ ہماری ہڈیاں بھی جلادیں۔ مگر الحمد للہ ترکی قوم ازسرنو زندہ ہوئی ہے۔ دول یورپ نے ہماری جس قدر تذلیل و تحقیر کی اور اپنی جباریت سے ہمیں مغلوب کرنا چاہا اُسی قدر ہم میں آثار زندگی و حیات ملی کے ولولے اور نمایاں ہوتے گئے۔ ہمارے اخوان و برادران ملت کا فرض ہے۔ کہ اپنی حالت کی اصلاح کریں۔ دور جدید اور تاریخ جدید میں ہماری قوم کو ایک باوقعت و باعزت جگہ حاصل کرنی چاہیئے۔

غازی ممدوح نے زراعت پیشہ حضرات سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ اہل زراعت کا فرض ہے کہ وطنی اور قومی ترقی کے لئے پوری کوشش کرکے ملکی پیداوار کو ترقی دیں اور صیغہ صنعت و حرفت بھی ترقی صنعت و حرفت کے جانب پوری توجہ کرے زراعت و صنعت ہی ہماری ترقی و آزادی کی کفیل ہوں گی اور اُن کی ترقی میں کامل سعی کرنا مجلس ملی و حکومت انگورہ کا موضوع ہے، ہمارا فرض ہے کہ دیہات کے رہنے والے زراعت پیشہ اصحاب کا کامل احترام ملحوظ رکھا کریں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ دور حاضرہ دور سابقہ سے بہت متضاد ہے چنانچہ ہماری قوم نے یہ بات ذہن نشین کرلی ہے کہ اصلاحات کے ذریعہ سے درجہ عروج و کمال پر پہونچنا اُس کا فرض ہے یہ امر ایک فال نیک ہے کہ غیرت حمیت و آزادی کے احساسات ہماری قوم کے رگ و پے میں سرایت کرگئے ہیں اور اُن کے قلوب میں یہ جذبہ حریت پیدا ہوگیا ہے کہ دولت و حکومت ہماری ہے۔ چنانچہ ہماری قوم صبح آزادی کی نسیم سے بیدار ہوکر ایک نصب العین اور ایک مرکز پر متحد و متفق ہوگئی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ جیوں جیوں دن چڑھتا ہے اور آفتاب بلند ہوتا ہے ہماری قوم اور ہماری مجلس کیسی بیداری کا ثبوت دیتی ہے ہمارے قوائے مدرکہ و وجدان ہماری کیسی

رہنمائی کرتے ہیں قوم اور مجلس ملی کو استقامت اور عزم بالجزم کا ثبوت دینا ہے۔ مجلس ملی کے ارکان و تمام حاضرین نے نہایت جوش کے ساتھ یہ صدا بلند کی۔ انشاء اللہ ہم ایسا کریں گے۔ اے ہمارے رئیس خدا تجھ سے راضی ہو۔ چنانچہ نعرائے تحسین و آفرین اور دعاؤں سے قلب و روح میں ہیجان پیدا ہو گیا اور انبساط و جوش کی کیفیت نمایاں ہو گئی۔ پاشائے ممدوح نے ارشاد فرمایا۔

کہ داخلی و خارجی خطرات سے اپنے کو محفوظ کرتے ہوئے ہمارا فرض ہے۔ کہ دشمن کی ہلاکت و بربادی کے لئے جس قدر قوت و مصارف کی ضرورت ہے۔ اُن کا انتظام کریں۔ قوم کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ افعال ذمیمہ سے اپنے دامن و اخلاق کو پاک رکھے۔ اور ہر قسم کے بہیمی افعال سے مجتنب رہے مجلس ملی قوم کی مرفہ الحالی کے لئے کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھے گی۔ ہمارا یقین ہے کہ یَدُ اللّٰہِ مَعَ الجَمَاعَۃ یعنی خداوند تعالےٰ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے تمام ملت کو اس پر کامل ایمان رکھنا چاہئے اور حکمت و تدبیر کو کسی وقت ہاتھ سے نہ دینا چاہئے اور مستقبل کی طرف ہمیشہ نظر رکھنی چاہئے۔

ضرور انتہا ادارہ [illegible] صداقت و سچائی [illegible]

دوران سیاحت اناطولیہ میں بعض دلخراش واقعات میری نظر سے گذرے ہیں انہوں نے میرے قلب کو مجروح کر دیا ہے سقوط عسکی شہر کے وقت میں اینہ پولی جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ترکی خواتین کا ایک قافلہ کھلی گاڑیوں میں جا رہا تھا۔ جنہیں چھوٹے چھوٹے بچے اور دیہاتی عورتیں کھینچ رہی تھیں۔ میں نے اُن سے سوال کیا۔ کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔

جواب۔ انگورہ۔ سوال۔ کس لئے۔

جواب۔ یہاں جو مصیبت پڑی ہے۔ اُسکی وجہ سے یہاں کے مرد اپنے بیوی بچوں کو مختلف مقامات پر منتشر کر رہے ہیں۔ یونانیوں کے مظالم سے ہمارے شوہر اور بچے سب ہلاکت کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں۔ دوسرا واقعہ مجھکو یہ پیش آیا۔ کہ ایک گاؤں کے تمام ترکی بچے لڑکیاں اور عورتیں ایک دوسرے گاؤں میں پناہ کیلئے گئیں

اُن گاؤں والوں نے اُن غریبوں کو زدوکوب کیا۔ اس سے یہ بیچارے مصیبت کے مارے اپنی جان بچا کر بھاگے۔ ان کا تمام مال واسباب لوٹ لیا گیا۔ ایسے واقعات سے مجھے دلی رنج ہوا ہے۔ اور ان آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھا نہیں جاتا ان مظلوم وبیکس لوگوں کے ساتھ قوم کا تغافل حیرت انگیز ہے میں آپ کو حیا وغیرت قومی واسلامی کی دعوت دیتا ہوں اور مصیبت زدہ بھائیوں سے کہتا ہوں کہ بھائیو آپ ہمارے اجداد کے گناہوں کا کفارہ ہو رہے ہیں۔ خدا آپ کو اس کی جزائے خیر دیگا میں قوم کی بے اعتنائی کا شکوہ زبان پر لانا پسند نہیں کرتا لیکن بہرحال ہمیں غیرت و استقامت کا ثبوت دینا چاہئے۔ اس پرجوش خطبہ کے ختم ہوتے ہی حاضرین کے قلوب پر جوش وولولہ قومی کا ایک حیرت انگیز سماں چھا گیا۔ اور تمام حاضرین نے یک زبان ہو کر یہ نعرہ لگایا۔ خداوند تعالیٰ تجھ سے راضی ہو۔ آفرین صد آفرین۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی دعوت

روسی سفیر مقیم انگورہ نے فیلڈ مارشل غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو ایک ضیافت پر قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دی جس میں تمام غیرملکی سفیروں وکیلوں اور مقامی ارکان جرائد کو بلایا گیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مسیو آرالوف بولداش سفیر جمہوریہ روس نے کھڑے ہو کر دلپذیر تقریر کی جس سے حاضرین جلسہ بہت مسرور و محظوظ ہوئے۔ تقریر کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔

سفیر موصوف نے فرمایا۔ کہ روس اور ترکی کے درمیان صرف ظاہری دوستی نہیں۔ ہمارے اور ترکی کے تعلقات صرف اس لگاؤ تک محدود نہیں۔ بلکہ حقیقی صداقت و مودت نے دونوں قوموں کو وابستہ کر دیا ہے۔ جو تعلقات و روابط دونوں حکومتوں میں طے ہوئے تھے۔ وہ روزافزوں کی طرح بڑھتے گئے۔ اور قوت پذیر ہوتے گئے۔ کیونکہ ہم مشرقی اقوام کا ایک گروہ ہیں جو حریت و استقلال کے لئے برسر پیکار ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ اس مقصد پاک کے حصول کے لئے ہم ہمیشہ فائز المرام اور کامیاب و کامگار رہتے ہیں۔ مجھے کامل امید ہے کہ ترکی عساکر عنقریب آخری حد فتح و نصرت تک پہنچ جائیں گے جس طرح ہم ظفر و کامرانی کا مشاہدہ کریں گے۔ ہمی

طرح دنیا بھی دیکھیگی۔ اور ہمارا لوہا مان جائیگی۔ ہاں ہاں وہ وقت نزدیک ہے جب ترکی کی فوج ظفر موج فتح و شادمانی کے شادیانے بجاتی ہوئی اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیگی۔

میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے آ[illegible] دینا چاہتا ہوں کہ یہ صاف و شفاف شیریں پانی سے بھرے ہوئے جام ہماری تمہاری صفائی قلب و محبت باطنی کا نمونہ ہیں آؤ اس آب صافی کا ایک ایک گلاس پئیں۔ تاکہ ہماری دائمی اور قلبی مودت و محبت کی یادگار قائم رہے۔

غازی مصطفٰے کمال پاشا نے جواب میں فرمایا:۔

"موسیو آرالوف پولداش صرف روسی سفیر ہونیکی حیثیت سے ہمیں عزیز نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسی ذاتی شخصیت کے مالک ہیں۔ جن کے لئے ہمارے دلوں میں قدر و منزلت کی جگہ خالی ہے۔ یہ قدر و منزلت پہلے معمولی تھی۔ اور قاعدہ ہے کہ ہر ایک چیز ادنیٰ حیثیت سے شروع ہوتی ہے۔ پھلتی ہے۔ پھولتی ہے اور بڑی ہو جاتی ہے۔ پہلے ہم نے ایک دوسرے کو مظلوم و بیکس سمجھکر بہ نظر رحم دیکھا تھا لیکن جوں جوں یہ اتفاق ترقی کرتا گیا۔ ہم مضبوط ہوتے گئے۔ اور ہم نے اپنا استقلال حاصل کر لیا۔ جس طرح انہوں نے ہمارے اتحاد و اتفاق کو صاف و شفاف پانی سے تشبیہ دی ہے ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے تعلقات ہمیشہ مضبوط رہیں اور کبھی متزلزل نہ ہوں۔

غازی مصطفٰے کمال پاشا سے امریکن نامہ نگار کی گفتگو

حریص و طامع اقوام کی سیاست آستانہ میں یہ رہی ہے کہ دنیائے اسلام کو اس امر کا یقین دلایا جائے کہ غازی مصطفٰے کمال پاشا خلافت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور اس کے خلاف جد و جہد میں مصروف ہیں۔ یہ سیاست اس فتوی پر مبنی تھی جو داماد فرید پاشا نے اپنی صدارت عظمیٰ کے عہد میں غازی مصطفٰے کمال پاشا کے خلاف صادر کیا تھا۔ داماد فرید پاشا کوشش کر رہا تھا کہ غازی مصطفٰے کمال پاشا کے خلاف یہ الزام لگا کر اور اس امر کا

اعلان کرکے کہ خلافت عظمیٰ کے مخالف ہیں اون پر فوجکشی کی ہے۔ لیکن اوس کی یہ ساری امیدیں تباہ و برباد ہو گئیں اور وہ کچھ نہ کر سکا۔

اس سلسلہ میں امریکہ کے مشہور و کثیر الاشاعت اخبار "امریکن اسٹنڈرڈ" نے اپنے نامہ نگار کی وہ گفتگو چھاپی ہے جو اوس نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا سے کی ہے چنانچہ نامہ نگار مذکور کہتا ہے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں حاضری کا موقع جب مجھے ملا تو سب سے پہلے اون کی زبان سے جو الفاظ میں نے سنے وہ یہ تھے کہ ٹرکی صرف ترکوں کیلئے ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کسی طرح یہ امر قرین صواب نہیں ہے۔ کہ اوس قوم کو جو اپنے استقلال و حریت کی مدافعت کر رہی ہو قتل کیا جائے اسی بناء پر ہم نے قرار دیا ہے کہ ہم برابر اپنے حقوق کی مدافعت میں جنگ کرتے رہیں گے۔ اور ہم نے عزم مصمم کر لیا ہے کہ اپنے ملک سے یونانیوں کو باہر نکال کر رہیں گے۔ خواہ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے ہمیں برسوں لڑنا پڑے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے تاریخ شاہد ہے کہ اس مقام پر سو سال تک برابر جنگ جاری رہی ہے

یہ امر طبعی ہے کہ مغلوب فریق کو تاوان جنگ ادا کرنا پڑتا ہے اسلئے یونان کو جو اپنے ہم مثل نوآبادیاں قایم کرنے کے خواہشمندوں کی امداد پر اعتماد رکھتا ہے اور اناطولیہ پر اون کی اعانت کے بھروسہ پر حملہ آور ہوا ہے اس کو فراموش نہ کر دینا چاہئے۔

قسم ہے خدائے بزرگ و برتر کی کہ ترکی قوم کی اراضی کو تقسیم کرنا اور اوس کا ایک حصہ یونان کو دینا ایک صریح ظلم ہے اور جنگ سے ہماری جو غرض ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے بلکہ عالم پر آشکارا ہے۔

سمرنا ترکی ہے اور ہمیشہ ترکی رہے گا۔ اسی طرح مشرقی تھریس ہمارے ملک کا ایک ایسا جزو ہے جس کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اور جس میں زیادہ حصہ ترکوں کا آب

میری رائے یہ ہے کہ ہمارے قضیہ کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ اینا ڈول کا ترکوں کے پاس رہنا ٹرکی کی حفاظت کیلئے ضروری ہے نیز اس لئے بھی کہ اینا ڈول کی

حفاظت صرف ترک ہی کر سکتے ہیں۔ اگر دول حلفا (فی الواقع) اس کے خواہشمند ہیں کہ امن وسکون قایم ہو تو اوسکی بہتر صورت یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ملکر مسائل کا حل کریں اور ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ ایسی مناسب شرائط پر جن سے دار الخلافتہ یا سلطنت عثمانیہ اور خلافت اسلامیہ کے مرکز کی حفاظت ہو سکے مسئلہ کو حل کرنیکے لئے تیار اور بالکل تیار ہیں۔

میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں کہ جنگ کثیر مصارف کو چاہتی ہے میں جنگ کے آلام ومصائب سے بھی بہت متاثر ہوتا ہوں اور اسی لئے میں امن وسکون کا زیادہ خواہشمند ہوں۔ اگر ہم کو امن وسکون سے زندگی کے بسر کرنے کا موقع دیا گیا تو ہم اپنی تمام کوششیں کو ٹرکی کی فلاح وبہبود اور ترقی میں صرف کریں گے اور ٹرکی کو نئی زندگی بخشنے کے جس قدر وسائل ہمارے امکان میں ہوں گے۔ ہم پہونچائیں گے

ہم نے اناطولیہ میں شراب کے استعمال کے خلاف سخت قوانین نافذ کئے ہیں اور اسی طرح جوے کی ممانعت کا قانون نافذ کیا گیا ہے اور ہم اسکی امید رکھتے ہیں کہ امریکہ ہمارا دوست بنجائے گا اور ہمارے ساتھ تجارتی تعلقات قایم کرلے گا۔

ہم اگرچہ اون لوگوں میں سے نہیں ہیں جو جمہوریت کو ناپسند کرتے ہیں مگر ہم نے اپنے ملک میں جمہوریت قایم نہیں کی ہے البتہ ہم جمہوریت کے نصب العین کو ہر وقت پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور امریکہ کی طرح اسی اصول پر کام کر رہے ہیں اور نہ کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ اپنے ملک میں جمہوریت قایم کرکے میں اوس کا صدر بن جاؤں۔

ہمارے لئے ہمارا خلیفہ کافی ہے۔ ہماری تمام تر امیدیں مقدس مرکز خلافت سے وابستہ ہیں اور ہم اس مقدس مقام کو تمام دنیائے اسلام کیطرح واجب التعظیم مقام خیال کرتے اور اوسکی تقویت اپنا فرض سمجھتے اور اوسکی اطاعت ایک دینی امر مانتے ہیں خلافت اسلامیہ ہمیشہ باقی رہے گی اور (انشاء اللہ) اوس کا مرکز آستانہ ہی رہیگا۔ کیونکہ ہمارا دینی اتباع اور مذہبی فرض اسی کو لازم ٹھیراتا ہے۔

رہا سلطان کی شخصیت کا سوال یہ ایک دیگر مسئلہ ہے اور اس صورت میں سلطان کی شخصیت ذمہ واری سے بری ہے کیونکہ حکومت نمایندگان قوم کے ہاتھ میں ہے اور ہم سب متحد ہیں۔

انگورا میں معرکہ اینوانی کی یادگار میں ایک شاندار جلسہ۔ انگورہ کی قومی مجلس نے عثمانی سپاہ کے افسروں۔ سیاسی آدمیوں۔ علماء و مذہبی اشخاص اناطولیہ کے ادیبوں شاعروں اور اخبارات کے اڈیٹروں کو تازہ معاہدات کی تکمیل کے بعد ایک شاندار جلسہ میں شرکت کے لئے مدعو کیا۔ جس میں دول کے سفرا کو بھی دعوت دی گئی تھی۔

تمام اشخاص کے جمع ہو جانے پر پرجوش تقریروں کا تبادلہ ہوا اور پھر فوجی باجوں میں قومی گیت گائے گئے جن سے تمام حاضرین نہایت متاثر ہوئے۔ باجوں کی دلکش آواز اور پرجوش قومی نظموں نے حاضرین پر اسقدر اثر ڈالا تھا۔ گویا کہ وہ ایک نئی زندگی پا گئے ہیں۔ اور موت و ناکامی یا مایوسی و حرمان نصیبی کے بعد ان کو حیات تازہ اور کامیابی و شادمانی نصیب ہوئی ہے اس کے بعد فوجیوں کے رسالے اور دستے حاضرین کے سامنے سے گذرے۔ سپاہیوں کی حمیت و غیرت اور قومی جوش سے لوگ اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ اکثر کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ سفراء دول اور اخبارات کے قائمقام بھی بہت متاثر تھے اور ترکی سپاہیوں اور افسروں کا جوش شجاعت دیکھکر حیرت سے بیخود تھے۔ اس تاثر کی کیفیت یہ تھی کہ ایک اجنبی نامہ نگار اپنے تاثر کو ضبط نہ کر سکا۔ اور بے اختیار اوسکی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

سپاہیوں کی پرجوش فوجی آواز اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ ترکوں کے قلوب میں جنگ کا بہت زیادہ شوق و شغف ہے اور ہر لمحہ وہ جنگ میں شریک ہونے کے لئے اپنے کو بیچین پاتے ہیں۔

اس اجتماع میں غیر ترکی حاضرین پر ترکوں کی غیرت و حمیت کا بہت زیادہ اثر تھا۔ جب کوئی رسالہ سامنے گذر جاتا۔ تو وہ یہ خیال کرتے کہ شاید یہ آخری رسالہ ہے۔ لیکن اس کے بعد اور رسالہ آتا۔ اور پھر اس کے بعد اور بہت سے دستے گذرتے۔

پھر سواروں کے رسالے برہنہ شمشیر لئے ہوئے سامنے آتے اور حاضرین اُن کی چالاکی و چستی سے مسرور ہو کر بے اختیار صدائے مسرت بلند کرتے اور تالیاں بجاتے تھے۔

غیر ملکی اور وطنی لوگوں کو سب سے زیادہ تعجب کُرد سواروں کے دستہ کو دیکھکر ہوا جو ترکی سپاہ کے ساتھ شریک ہے۔ اس رسالہ کے گذرنیکے بعد انجنیروں اور فوجی کارکنوں کی جماعت گذری پھر انجمن ہلال احمر کی مختلف جماعتیں جن میں ہندوستان۔ افغانستان ایران اور قفقاز وغیرہ اسلامی ممالک کی ہلال احمر انجمنیں تھیں گذریں۔

رسالوں اور دستوں کے گذر جانے کے بعد تھوڑی دیر حاضرین نے آرام کیا۔ اور چاء وغیرہ کا شغل رہا۔ اس کے بعد ہوائی فوج کا معائنہ شروع ہوا اور ہوائی جہازوں نے اپنے کرتب دکھانے شروع کئے جس سے حاضرین حیرت میں رہ گئے ہوائی جہازوں کے طریق انکشافات اور دشمن کے حالات معلوم کرنے کے طریقوں اور کام کے خطرات کو دیکھ کر حاضرین بہت متاثر تھے۔ ہوائی جہازوں نے مثال و نمونہ کے طور پر وہ تمام باتیں دکھلائیں۔ جو میدان جنگ میں اور دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے اُنہیں اختیار کرنی پڑتی ہیں یعنی جبکہ ہوائی جہاز دشمن کی توپوں میں گھر جائے تو کیا کرے اور جب بہت سی توپوں سے اوپر گولہ باری شروع ہو تو وہ کیونکر اُن سے اپنے آپ کو بچائے۔ ان تمام کاموں کو دیکھکر حاضرین کے چہروں کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور ہوائی جہازوں کے خطرناک کاموں سے وہ گویا سہم گئے جب ہوائی جہازوں کا کام ختم ہو گیا تو حاضرین نے اللہ اکبر کے نعروں اور تالیوں سے جو دیر تک جاری رہیں ایک قیامت کا شور برپا کر دیا۔ دو ہوائی جہاز جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف و مقابل تھے ڈیڑھ گھنٹہ تک عثمانی توپوں کی کارگذاری میں مشغول جنگ رہے اس مقابلہ کا سماں نہایت زبردست تھا۔ لوگ خوفناک نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے گویا یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُن کی عقول سلب ہو گئی ہیں اور آنکھوں کی روشنی جاتی رہی ہے اور وہ مدہوش پڑے ہیں۔

ہوائی جہازوں کا کام ختم ہونے پر وہ تمام تماشائی لوگ جن سے بازار اور

راستہ بھرے ہوئے تھے چلے گئے اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے جلسہ گاہ میں کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں اوّل حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے قومی مجلس کی دعوت کو قبول فرما کر جلسہ میں شرکت فرمائی اور پھر بیان کیا۔

یہ لشکر جو آپ نے ابھی ابھی ملاحظہ فرمایا ہے۔ قومی حکومت کی غرض اسکی ترتیب وتشکیل سے صرف یہ ہے کہ دائمی امن و امان کو قائم کیا جائے اور امن و امان دائمی اُس وقت ہی قائم ہو سکتا ہے جبکہ حق داروں کو اُن کے حقوق دیئے جائیں۔ اگر حق داروں کو ان کے حقوق دیئے گئے تو سمجھ لیجئے کہ اسوقت صلح ناممکن ہے جبتک کہ یہ تمام لشکر بلکہ اس جیسے سینکڑوں ترکی لشکر تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔ اور ترکی سرزمین کے غیرت مند فرزند اپنی ہستی کو خاک میں نہ ملا دیں۔ مجھے حاضرین جلسہ سے اُمید ہے کہ وہ انسانیت کے معاون ثابت ہوں گے اور خطرناک زخموں پر مرہم رکھکر انسانیت کا ثبوت دینگے

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی تقریر کے بعد جنرل فوزی پاشا کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا۔ معرکہ این اونی کی یادگار میں ہم نے آج کا جلسہ منعقد کیا ہے ہم کسی معرکہ کی یادگار میں کوئی جلسہ منعقد نہ کرتے لیکن چونکہ یہ معرکہ نہایت زبردست تھا جس میں عثمانی سپاہ کو شاندار فتح حاصل ہوئی ہے اس لئے ہم نے اس کی یادگار منائی ہے اور انشاء اللہ ہر سال اس یادگار کو ہم منائیں گے۔

یہ یادگار اس اعتبار سے بہت اہم ہو جاتی ہے کہ معرکۂ این اونی میں یونانیوں کی سپاہ بیشمار تھی سامان جنگ اور توپوں کی کمی نہ تھی۔ برخلاف اس کے ترکی سپاہ کی تعداد بہت کم جس کا زیادہ حصہ صرف وہ والنٹیر تھے جن کے پاس ہتھیار تک نہ تھے لیکن ہمارا بھروسہ خدا پر تھا اور خدا ہی نے ہم کو شاندار فتح عنایت فرمائی اس وقت ہمارے پاس کوئی ہوائی جہاز بھی نہ تھا۔ حاضرین کو یاد ہوگا کہ جنرل پاپولاس (یونانی جنرل) ہم پر ایک لشکر جرار لیکر حملہ آور ہوا تھا۔ جدید قسم کی توپیں کثیر تعداد میں اُس کے پاس تھیں اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ اُس وقت اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف ایک تھوڑی سی تعداد ہمارے پاس تھی۔

جس کے پاس ہتھیار تک کافی تعداد میں نہ تھے۔ ہماری یہ جماعت دشمن کا مقابلہ کرتی ہوئی پیچھے ہٹ رہی تھی اور یونانیوں کی پیشقدمی کو روک رہی تھی۔ یہاں تک کہ جنرل عصمت پاشا نے معقول تعداد میں ترکی سپاہ کو جمع کیا اوسکو ترتیب دیا خطوط جنگ قرار دیئے گئے اور کاموں کو تقسیم کیا گیا۔ اس طریقہ پر ہماری فوجی طاقت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ جنرل پاپولاس نے عسکی شہر اور قوالیجہ پر قبضہ کر لیا اور آخر این آدانی پر ہماری اس سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ۱۰؍ دسمبر کی تاریخ تھی اور مغلوب کی طاقت توپوں کی قوت سے مقابلہ کر رہی تھی آخر خدا نے ہماری مدد کی اور ہم نے شاندار فتح حاصل کی جس کی یادگار آج ہم سنا رہے ہیں۔

جنرل فوزی پاشا کے آخری الفاظ پر حاضرین نے سپاہ زندہ باد کے نعرے لگائے اور دیر تک تالیاں بجاتے رہے۔

انگورہ کے اخبار حاکمیت ملیت نے اس یادگار میں اپنا ایک خاص نمبر نکالا جو نہایت شاندار تھا۔ بلاشبہ یہ دن ترکوں اور ہر اس شخص کے لئے جو آزادی کو چاہتا ہے نہایت عجیب اور مسرت کا دن تھا۔

سمسون پر گولہ باری یونانیوں کے انسانیت سوز مظالم کی داستان طولانی کا قصہ مختصر ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ آئے دن یونانی تازہ شگوفے کھلاتے رہتے ہیں چنانچہ انہوں نے سمسون پر گولہ باری شروع کر دی جو ایک غیر جانبدار بندرگاہ تھا۔ سمسون ایشیائے کوچک کا ایک ساحلی قصبہ ہے جس پر یونانیوں نے موقع پاکر گولے برسائے اور اس غیر مستحکم مقام پر عین ان ایام میں جب کہ سارے یورپ میں صلح کی تجاویز کی جا رہی تھیں۔ اور جنگ و جدال عملی طور پر بند ہو چکا تھا۔ تباہی خیز منظر پیدا کر دیا۔

اس گولہ باری کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ یونانیوں نے مسلسل ۳ گھنٹوں تک بندرگاہ سمسون پر گولہ باری کی۔ یہ بندرگاہ ترکوں اور بالشویکوں کے اتحاد کا خاص مرکز تھا۔ اس کے ذریعہ سے بالشویک سامان حرب ترکوں کے لئے آتا

تھا۔ یونانی بحری دستہ نے یکایک بندرگاہ پر حملہ کر دیا۔ اس وقت بندرگاہ میں ایک امریکن تارپیڈو پڑی ہوئی تھی۔ یونانی بحری افسر نے اس تارپیڈو کے ذریعہ سے ترکی سفیر کو پیام بھیجکر سامان حرب اور توپوں کے ضائع کرنے کا مطالبہ کیا۔ ساتھ ہی اس کے یہ دھمکی دی۔ کہ اگر تعمیل حکم میں کچھ بھی دیر ہوئی تو گولہ باری فوراً شروع کر دیجائیگی۔ نیز غیر ملکی سفرا کو یہ حکم دیا گیا۔ کہ فوراً شہری آبادی کو خالی کر دیں۔ ترکوں کو جواب کے لئے صرف ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ کی مہلت دی گئی۔ نیز ترکی گورنر کو یہ بتلایا گیا۔ کہ اگر اس آئینی گولہ باری کی وجہ سے ترکوں نے قتل کا بازار گرم کیا۔ تو مجبوراً یونانی سخت کارروائی کرینگے دو گھنٹہ کے بعد ترکی گورنر کا جواب پہنچا جس میں اس نے یونانی مطالبات کو مسترد کر دیا۔ اور لکھا کہ سمسون ایک غیر قلعہ بند شہر ہے۔ اس لئے بین الاقوامی قانون کے خلاف گولہ باری کرنا سخت ناانصافی ہوگی۔ سمسون میں کثرت سے سامان جنگ موجود تھا۔ اور بولشویکوں نے یہاں پر گولہ بارود کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ ترکی گورنر کا یہ جواب سن کر یونانی افسر نے ایک گھنٹہ اور صبر کیا۔ بعد ازاں جنگ شروع کرنے کے لئے بطور علامت ایک آگ بلند کی۔ اس علامت کے بعد یونانیوں نے گولہ باری شروع کر دی۔

جونہی یونانی بیڑہ نے گولہ باری شروع کی۔ تو امریکن تارپیڈو کے افسر نے بذریعہ لاسلکی پیام یونانی افسر سے اظہار ناراضگی کیا۔ کمالیوں نے یہ حالت دیکھکر اپنی توپوں کا رخ یونانی جہازوں کی طرف پھیر دیا۔ یونانی افسر نے امریکن افسر کو جواب دیا کہ وہ اس واقعہ کو نوٹ کر لیں۔ کہ غیر قلعہ بند شہر کہتے ہوئے بھی ترک اپنی توپوں کے دہانوں سے آگ برسا رہے ہیں۔ ایک یونانی سپاہی کا بیان ہے۔ کہ یونانیوں نے قصداً آبادی پر گولہ باری نہیں کی۔ گولہ باری کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یونانی باشندے گولیوں کی نظر ہوگئے۔ اور ترکی ذخائر حرب کو بھی نقصان پہنچا۔ ترکوں کا بیان ہے۔ کہ یونانیوں کی گولہ

باری سے شہر کے کئی محلے آگ کی نذر ہوئے اور غیر ملکی تاجروں کے سامان کو بھی نقصان پہنچا۔ انگورا گورنمنٹ کا بیان ہے۔ کہ اس میں شک نہیں۔ کہ یونانیوں نے اس مجرمانہ حملے سے بہت سے بیگناہ انسانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ لیکن اس کا خاص مقصد ترکوں کو سمسون کے یونانی باشندوں کے برخلاف مشتعل کرنا تھا۔ کہ ترک جوش قومی میں آکر عیسائیوں پر دست درازی کریں۔ اور اس طرح یونان کے ساختہ مفروضہ مظالم ترکی کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ثبوت ملجائے۔ تاہم انگورہ گورنمنٹ نے ارادہ کرلیا تھا کہ وہ ہر ممکن کوشش سے عیسائیوں کی حفاظت کرتی رہیگی۔

اس طرح بین الاقوامی قواعد جنگ کی خلاف ورزی دیکھکر انگورہ گورنمنٹ کے نمایندہ مقیم استانہ نے انگلستان اٹلی۔ فرانس اور جاپان کے نمایندگان مقیم استانہ سے ملاقات کی۔ اور ان کے سامنے یونانی شرارتوں پر انگورہ گورنمنٹ کیطرف سے پرزور صدائے احتجاج پیش کی۔ اور بیان کیا کہ اس یونانی گولہ باری کا نتیجہ اس کے سوائے اور کچھ نہ نکلیگا کہ انگورا کی قومی مجلس کے ارکان کے قلوب میں یونانیوں کے خلاف آتش غضب بھڑک اٹھیگی۔ اور یورپ کی متمدن حکومتیں یونان کے اس فعل پر اظہار نفرت کریں گی۔ دول حلفاء کے نمایندگان نے انگورا گورنمنٹ کی صدائے احتجاج کی یادداشت کو لے لیا۔ اور اس کا وعدہ کیا۔ کہ وہ اپنی گورنمنٹوں کو یہ یادداشت بھیجدیں گے۔ انگورا گورنمنٹ کی یادداشت کا مضمون ذیل میں درج ہے۔

انگورا کی قومی مجلس کی حکومت آپ کی توجہ فوراً اس یونانی شرارت کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہے۔ جو اس کی بحری قوت نے بحر اسود میں کی ہے یونانی بحری بیڑہ نے جس میں تین جنگی جہاز اور دو باربرداری کے جہاز تھے۔ شہر سمسون پر جو آزاد تجارتی بندرگاہ ہے گولہ باری کی جس سے بعض مکانات کو نقصان پہنچا اور لوگ مارے گئے۔

یہ امر ظاہر ہے۔ کہ یونانیوں کی یہ حرکت ایک فوجی حرکت ہے جس سے مقصود صرف یہ تھا۔ کہ جان و مال کا نقصان کیا جائے۔ اور خونریزی کو جاری رکھا جائے۔ اور یہ کہ مسلمانان اناطولیہ میں ہیجان پیدا کیا جائے لیکن انگورا کی قومی مجلس کی حکومت نے باوجود اس کے کہ وہ جنگ کو حصول استقلال و جسامت کے لئے جاری رکھنا چاہتی ہے۔ یہ امر ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ ابھی انتظام کی قابلیت رکھتی ہے۔ اور اس قسم کے ہیجان پیدا کرنے والے واقعات میں بھی اس کے انتظام میں خلل نہیں آیا ہے۔

یونانیوں کی یہ کوششیں بھی خدا کے فضل و کرم سے تباہ و برباد ہوگئی ہیں۔ اور وہ اناطولیہ کے مسیحیوں اور مسلمانوں میں کسی قسم کا فرق نہیں ڈال سکے ہیں۔ کیا یہ امر باعث مسرت نہیں۔ کہ اناطولیہ کے مسیحی اور مسلمان نہایت خوش ہیں۔ اور اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔

انگورا گورنمنٹ کا وزیر خارجہ آپ کی حکومتوں کو یونانیوں کی بیجا کارروائیوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور اس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ کہ اس گولہ باری اور اس قسم کی دوسری کارروائیوں سے یونانیوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ اناطولیہ کے مسیحی اور اسلامی عنصروں کے دوستانہ اور مخلصانہ تعلقات کو شکست کر دے۔ اور یہ بیجا حرکتیں ان کے ان مظالم کے علاوہ ہیں۔ جو انہوں نے مختلف مقامات میں بیگناہوں پر روا رکھی ہیں ان مظالم اور بیجا کارروائیوں کی باز پرس دنیا کی عام رائے کر سکتی ہے۔ اور دول کی توجہ ان کارروائیوں پر یونانی وسائس (فریب کاری) کیطرف دلا سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں دنیا کی عام رائے ایک مرتبہ پھر مطالبہ کرتی ہے۔ کہ اناطولیہ کو دول حلفاء کے اقرار کے بموجب اور مشرق قریب میں امن و سکون قائم کرنیکی خاطر فوراً یونانیوں سے خالی کرا دیا جائے۔

(دستخط) یوسف کمال وزیر خارجہ انگورا گورنمنٹ

بعد ازاں حکومت یونان نے ان مظالم کی نسبت ایک معذرتی اعلان شائع کیا جو سمسون کی گولہ باری سے ظہور پذیر ہوئے تھے۔ اور جن سے بین الاقوامی کی صریح خلاف ورزی ہوئی تھی۔ اس اعلان میں طرح طرح کی تاویلیں کی گئی تھیں۔ اور لکھا تھا کہ گولہ باری کا مقصد میگزین اور ذخائر قریبہ کو تباہ کرنا تھا۔

مجلس عالیہ ملیہ میں وکیل فوزی پاشا کی زیر صدارت ایک جلسہ ہوا۔ جس میں سمسون پر گولہ باری کے نتائج پر نہایت شد و مد سے مباحثہ ہوا جناب فوزی پاشا نے ایک دھواں دھار تقریر کی جس کے اخیر میں آپ نے فرمایا۔ جو چیرہ دستی سمسون میں ظہور پذیر ہوئی ہے عنقریب یونان اس کا خمیازہ بھگت کر رہیگا۔ اور ہم آگ کا بدلہ آگ سے اور تلوار کا انتقام تلوار سے لیں گے۔ راتیں آنے والی ہیں۔ اور ایسے دن قریب ہیں۔ جو زندہ رہیگا۔ دیکھ لیگا۔

ایک نئی تجویز جب سے عیسائیت کو عروج حاصل ہوا ہے۔ اس کا یہی خاصہ رہا ہے کہ ترکوں کو روند کر پیس ڈالا جائے۔ اور صفحہ ہستی پر ان کا نام تک نہ رہنے پائے۔ اس مقصد کے لئے عیسائی دنیا ہر رنگ اور ہر پہلو سے نئی نئی چالیں کھیلتی رہی ہے۔ چنانچہ سیاسی پہلو کے لحاظ سے ان کا رویہ ترکوں کے خلاف کچھ اور ہی رہا ہے۔ اور مذہبی تعصب کسی اور ہی رنگ میں نمایاں ہوتا رہا ہے۔ ہم کو اس جگہ صرف موخر الذکر حالت کو مدنظر رہنا ہے کہ عیسائی دنیا مذہبی تعصب کے رنگ میں کس طرح ترکوں کے خلاف زہر اگلتی رہی ہے۔ اور اب بھی اگل رہی ہے۔ یہ معجزہ مسیحی پادریوں کی زبان معجز نما سے ظاہر ہوتا رہا ہے۔ یعنی انہوں نے ترکوں کو ظالم کا خطاب روز اول سے ہی دیدیا ہوا ہے۔

ٹرکی میں مسلمانوں کی آبادی کے علاوہ یہودی بھی آباد ہیں۔ نصرانی بھی اور عیسائی بھی۔ ان عیسائی مسیحوں نے ترکوں پر ظالم کا الزام اس طرح لگایا۔ کہ وہ عیسائی آبادی کو برانگیختہ کرنے کے لئے گوناں گوں اندر ہی اندر سازشیں کرتے رہتے تھے۔ ٹرکی کی عیسائی آبادی از حد متعصب اس بیرونی حمایت

واعانت پر فتنہ وفساد پر آمادہ ہو جاتی تھی۔ حکومت کو اس فتنہ وفساد کو دبانے کے لئے تعزیری کارروائیاں کرنی پڑتی تھیں۔ جیسا کہ ہر سلطنت کا قاعدہ ہے خواہ وہ سلطنت عیسائی ہو یا مسلمان کہ ملک میں امن قائم رکھنے کے لئے جیسی تدابیر مناسب ہوں۔ اختیار کیجاتی ہیں۔ اور مجرموں کو سزائیں دیجاتی ہیں۔ اسی طرح ترک ان شورشوں کو دبا کر امن قائم کرنیکی خاطر سزائیں دیتے تھے۔ یہ شورشیں ہمیشہ عیسائی آبادی بیرونی بل بوتے پر کرتی تھی۔ اور یہی لوگ اپنے اعمال کی پاداش میں سزائیں بھگتتے تھے۔ تو پھر بیرونی عیسائی دنیا ایسے واقعات کو سن کر اصل واقعات پر پردہ پوشی کرتی۔ اور انصاف کو خاطر میں نہ لا کر ترکوں کو ظالم قرار دیتی۔ تاکہ دنیا میں ترکوں کے خلاف نفرت وحقارت پیدا ہو۔ اور ترک دنیا میں ذلیل وخوار ہوں۔ اسی طرح ترک آج تک ظالم۔ خونخوار وحشی اور حکومت کے نااہل مشہور چلے آتے ہیں۔ اصل حقیقت دنیا پر کبھی روشن ہی نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ رسل وسائل کے انتظامات عیسائی دنیا کے ہاتھ میں ہیں۔

بعض مسیحی سیاح جب ٹرکی میں ان واقعات کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے آتے۔ تو وہ بھی ٹرکی سے باہر جا کر تعصب کی حرارت سے مملو۔ ترکوں اور مسیحیوں کی یوں تصویر کھینچتے۔ کہ ایک طرف ظالم ترک ہے۔ جو لال آنکھیں نکالے خنجر ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ اور دوسری طرف مظلوم یونانی پادری ہے جو اُس کے آگے ہاتھ جوڑے گھٹنوں کے بل کھڑا ہے۔ اس قسم کی حکایتوں پر فرضی ترکی مظالم کی بنیاد رکھی جاتی تھی۔ اور اب بھی رکھی جاتی ہے۔ اور ترکوں کو بدنام کیا جاتا ہے۔

یہ بدنامی اور مفروضہ مظالم آج تک ترکوں پر تھوپے جاتے ہیں۔ یورپ کے عیسائی خود ٹرکی کے عیسائیوں سے فساد برپا کرانے کی تحریکیں کرواتے ہیں۔ چنانچہ اوپر کا واقعہ سمسون کی گولہ باری کا بھی یہی مطلب

تھا۔ کہ یونانیوں کی اس شرارت سے مسلمان بھڑک اٹھیں گے۔ اور عیسائیوں کو بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کر دیں گے۔ تب ان کو بدنام کرنے کا موقع ہاتھ آ جائیگا لیکن ترکوں نے اپنی عادت کے مطابق نہایت ہی حوصلے اور بردباری سے کام لیا ترک خواہ کتنا ہی اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پاک و صاف ظاہر کرنے کی کوشش کریں مگر عیسائی ان کو کبھی بھی اس الزام سے بری الذمہ نہ ہونے دیں گے۔ بلکہ مفروضہ مظالم ان کے سر تھوپتے ہی رہیں گے۔ حالانکہ اناطولیہ کے عیسائیوں کی زبان پر کوئی حرف شکایت نہیں ہے۔ اناطولیہ کے سب بڑے پادری بابا افتیم نے بارہا ان الزاموں کے خلاف اعلان کئے۔ کہ ہم کو ترکوں کے ماتحت کوئی تکلیف نہیں بلکہ وہ اپنی عیسائی آبادی کو بھائیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ اور ہم ترکوں کے زیر سایہ رہنے کے لئے بہت خوش ہیں۔ مگر یورپ کبھی ایسی تحریروں کی طرف متوجہ نہیں ہوا ہے۔ پڑھا اور نظر انداز کر دیا۔ اپنی پالیسی پر اڑا رہا۔ انہی مفروضہ مظالم کی بنا پر یورپ کے سرمایہ دار شہنشاہیت پسندوں کی رگ حمیت میں تعصبانہ خون نے جوش مارا۔ کہ ان مظالم کی تحقیقات کی جائے چنانچہ اس غرض کے لئے یہ تجویز ہوئی۔ کہ اتحادیوں کا ایک وفد ٹرکی میں جائے جس میں امریکہ بھی شامل ہو۔

اس نئی تجویز کی رپورٹ انگورا کی حکومت کو بھیجی گئی۔ غازی مصطفٰے کمال پاشا اتحادیوں کی اس تجویز پر بہت بھپرے۔ انہوں نے اسمار کے مقام پر ایک تقریر میں سرکاری طور پر اتحادیوں کے وفد تحقیقات کو اجازت دینے سے انکار کر دیا آپ نے کہا۔ یہ تجویز خلاف قانون اور گستاخانہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر غیر معاندانہ عنصر کو محاذ جنگ سے نکال کر دوسری جگہ پہنچانے کا نام ظلم ہے۔ تو اس ظلم کی ذمہ داری اتھینز یا دنیا کے سب سے بڑے دار السلطنت پر عاید ہوتی ہے۔

پس ترکان احرار نے اناطولیہ میں تحقیقاتی کمیشن بھیجنے کے متعلق اتحادیوں اور امریکہ کے مطالبات کو مسترد کر دیا۔ اور صحیح الفاظ میں کہدیا۔ کہ جن اکاذیب و اباطیل کو شہرت دی جا رہی ہے۔ وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں ایسے بہتان

و افترا کا مخزن متعصب پادریوں کے قلوب ہیں۔ علاوہ ازیں ترکان احرار ان باتوں کی شمہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔ کہ ان کے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکائے جا رہے ہیں۔ اور مخالفانہ خیالات کی نشر و اشاعت کی جا رہی ہے۔ اور وہ اس وقت تک ان باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کریں گے۔ جب تک انہیں قوت بازو سے اس مسئلہ کو حل کرنے کا یقین اور اعتماد ہے۔

ترکان احرار کا یہ جواب سن کر امریکہ نے اپنا وفد بھیجنے سے انکار کر دیا۔ مگر اتحادی پھر بھی اس بات کے درپے رہے۔ کہ وفد اناطولیہ میں ضرور بھیجا جائیگا۔

بعد ازاں فرانس نے یہ تجویز پیش کی کہ مظالم کی تحقیقات کے لئے غیر جانبدار حکومتوں کے وفود جانے چاہئیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ انجمن صلیب احمر قسطنطنیہ کے کارکنوں کے وفود مقرر کئے جائیں۔ اس تجویز کو اتحادیوں نے منظور کر لیا۔ کہ یہ وفود ہر جگہ جا کر برای العین تمام باتیں دیکھیں۔ اور تحقیقات کریں۔ دو وفود مقرر ہوئے۔ ایک اناطولیہ کے لئے اور ایک یونانی علاقہ کے لئے لیکن بعد میں فرانس نے اپنی اس تجویز کو منسوخ کر دیا۔ اور عملی جامہ پہنانے سے روک دیا۔ اور کہا کہ اس تجویز کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

صلح کی نئی کوشش

پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں۔ کہ پیرس کانفرنس کو صلح کے متعلق کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ نہ تو ترکوں کی شرائط صلح کانفرنس نے منظور کیں۔ اور نہ ترکان احرار نے کانفرنس کی تجاویز صلح تسلیم کیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی کا دوبارہ آغاز ہو گیا۔ ترک ایک جنگجو قوم ہے۔ لیکن یونانی جو چنداں ایسی قوم نہیں ہے۔ پھر مجبوراً اپنی خواہش کے خلاف ان شیروں کے خلاف میدان میں آئے۔ صرف بیرونی اعانت ہی ان کو میدان جنگ میں لا رہی تھی۔ ورنہ ان میں ذاتی ہمت اور دلیری کہاں تھیں۔ کہ وہ خوشی سے جنگ کے لئے آمادہ ہوتے۔ جنگ کا چندن ہار انہوں نے اپنے گلے ڈال تو لیا تھا۔ مگر اب وہ ہار ان سے اتارنا مشکل ہو گیا۔ ترک تو ہمیشہ اپنے مخالف کو سزا دینے کیلئے تیار

ہوتے ہیں۔ وہ شیروں کی مانند یونانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اگرچہ پیرس کانفرنس کے بعد کوئی سخت معرکہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن تاہم بھی یونانیوں نے چھوٹی چھوٹی بہت سی ہزیمتیں اٹھائیں اور بے شمار نقصان جان مال برداشت کیا۔

اس بھڑکتی ہوئی آگ کو روکنے کے لئے پھر فرانس نے صلح کی تجویز کی تاکہ مشرق میں قیام امن کے اسباب معلوم کرنے کے لئے برطانیہ عظمی۔ فرانس۔ اٹلی ٹرکی اور یونان کے درمیان ابتدائی کانفرنس کی جائے برطانیہ نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ لیکن برطانیہ عظمی نے اس تجویز کو منظور کرنے سے پہلے چند شرائط پیش کیں۔ تاکہ پیرس میں منظور شدہ پروگرام پر کوئی حرف نہ آسکے اور ترکوں کی طرف سے غفلت و انکار کا اظہار نہ ہو سکے۔ اس امر کا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ کہ کانفرنس کا انعقاد کس جگہ ہو۔

بعد میں فرانس نے یہ شرط پیش کی۔ کہ یونانیوں اور ترکوں کے درمیان ایک علیحدہ جلسہ منعقد کیا جائے۔ جس میں برطانیہ۔ اٹلی۔ فرانس بطور ثالث بالخیر کا کام کریں۔ برطانیہ نے اس کو منظور کر لیا۔ حکومت برطانیہ نے پھر یہ تجویز پیش کی۔ کہ اتحادیوں ترکوں اور یونانیوں کے درمیان کوئی کانفرنس نہ ہو۔ بلکہ متخاصمین کے نمایندگان کا ایک جلسہ اتحادی ہائی کمشنروں کی زیر نگرانی منعقد ہو۔ جو قسطنطنیہ میں مقیم ہیں۔ یہ اجلاس حسب ذیل ۴ شرائط کے مطابق منعقد ہو۔

(۱) کانفرنس اسمد میں منعقد نہ ہو۔ بلکہ قسطنطنیہ کے قریب بیکوز میں۔

(۲) سمسون کی گولہ باری ایسی خصومتوں سے بچنے کے لئے اور ممنوع اشیاء کا راستہ روکنے کے لئے یونانی جہازوں کی آمد و رفت کی اجازت دی جائے

(۳) صلح کے اصول وہی قایم رکھے جائیں جو ۲۲ر مارچ کو پیرس کانفرنس میں قرار دیئے گئے تھے۔

(۴) جہاں مظالم کی تحقیقات کی ضرورت محسوس ہو۔ وہاں قلیل التعداد

جماعتوں کی حفاظت کی مزید ضمانت کا مطالبہ کیا جائے۔ حکومت فرانس نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ جب دول یورپ نے ٹرکی کے ساتھ صلح کی ٹھان لی تو اس پر غازی مصطفٰے کمال پاشا نے یہ اظہار رائے کیا۔ کہ وہ مندوبین وطنی کے رئیس خود ہونگے اور توفیق پاشا بابعالی کے وفد کے سردار ہوں گے۔ اس تجویز کی اطلاع یونان اور ٹرکی کو دی گئی۔ اور صلح کی بنیادی اصولوں سے بھی متخاصمین کو مطلع کیا گیا۔ حکومت انگورا نے ان پر یہ اعتراض کیا۔ کہ بیکوز انعقاد کانفرنس کے لئے موزون مقام نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مقام اتحادیوں کے علاقہ میں واقع ہے اور اس پر یونان کا قبضہ ہے۔ اس لئے حکومت انگورا نے اس بات پر زور دیا۔ کہ اسمد شہر کو منظور کیا جائے۔ کیونکہ یہی مقام ہے۔ جہاں سے مصطفٰے کمال پاشا انگورا سے خط و کتابت کر سکیں گے۔ لیکن سلطان اسمد اور بیکوز دونوں جگہوں پر کانفرنس کا انعقاد نہیں چاہتے تھے۔ چونکہ ترکوں نے بیکوز کی نسبت اسمد کو پسند کیا تھا۔ اور سلطان نے دونوں جگہوں پر انعقاد کانفرنس پسند نہ کیا۔ اس لئے غالباً یہ امید تھی۔ کہ ہر دو فریق اس امر پر راضی ہو جائیں۔ کہ خلیج اسمد کے فرانسیسی جنگی جہاز پر گفت وشنید ہو۔

اتحادیوں نے ترکوں اور یونانیوں کے درمیان باہمی صلح کی گفت وشنید کی طرح ڈالدی۔ مگر بدقسمتی سے یہ تجویز پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ کیونکہ اس تجویز کے دوران میں یونانیوں نے اس امر کا اظہار کیا۔ کہ وہ قسطنطنیہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیں گے۔ جس کا آگے ذکر آئیگا۔ جب اس حملہ کا خطرہ دور ہوا۔ تو پھر اتحادی کمشنروں نے اس تجویز کی تجدید کی اور رائے ظاہر کی کہ مشرق قریبہ کی کانفرنس وینس میں منعقد ہو اور ٹرکی و یونانی نمائندگان بھی اس کانفرنس میں مدعو کئے جائیں۔ چنانچہ وینس کانفرنس کے انعقاد کے متعلق اتحادیوں کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی حکومت فرانس نے برطانیہ کی تقریباً تمام تجاویز منظور کر لیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ حکومت فرانس اس بات پر ضرور اڑی ہوئی تھی کہ اگر اتحادیوں کی شرائط جو ماہ مارچ میں پیش

لی گئی تھیں۔ مان لی جائیں۔ ان پر موثر عملدر آمد سے پہلے ایشیا ر کوچک کا مکمل تخلیہ ضروری ہے لیکن اس کانفرنس کا بھی انعقاد عمل میں نہ آیا۔ کیونکہ واقعات مابعد نے ایسا موقع ہی بہم نہ پہنچایا۔ جیسا آگے چلکر ناظرین کو معلوم ہوگا۔

یونانیوں کو قسطنطنیہ کے خواب اتحادی تو یہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ مشرق قریب میں امن و امان قائم ہو جائے۔ اور ترکوں کی بھی یہی خواہش تھی۔ کہ انکے مطالبات قومی میثاق کے مطابق پورے ہو جائیں۔ لیکن یونان کو قسطنطنیہ پر قبضہ جمانے کے خواب نظر آنے لگے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ متذکرہ بالا مجوزہ کانفرنس قائم نہ ہو سکی۔ چنانچہ یونانی وزارت میں اس امر کے متعلق کچھ چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ اس مطلب کے لئے یونانیوں نے تھریس میں اپنی فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں اور اتحادیوں کو یہ لکھا۔ کہ وہ غیر جانبدار علاقوں پر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور وہ اپنی فوجوں کو صرف اس غرض کے لئے ترتیب دے رہے ہیں۔ کہ اگر اتحادی قسطنطنیہ پر حملہ کرنیکی اجازت دیں۔ تو اسوقت ان قوت کا استعمال کیا جائیگا۔

جولائی کے آخر میں یونانیوں نے اپنی اس جدید خواہش کا پھر اظہار کیا۔ اور لکھا۔ کہ اس کا ماحصل یہ تھا۔ کہ قسطنطنیہ کو غیر جانبدار اثر و اقتدار میں رکھنے سے دول متحدہ ترکی کو نقصان پہنچانے کے بجائے اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اور یونانیوں کو قیام امن کے ذرائع سے محروم کر رہے ہیں۔ اس مکتوب میں یہ بھی درج تھا۔ کہ اس طرز عمل پر اصرار کرنے سے عیسائیوں کے قتل کے معاملات میں ہمت افزائی ہو رہی ہے۔ امن و امان کے قیام کا واحد ذریعہ یہ ہے۔ کہ یونانیوں کو قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کی اجازت دی جائے یونان نے اس کیلئے ضروری انتظامات کر لئے ہیں۔ اور وہ اتحادیوں سے التجا کرتا ہے۔ کہ افواج مقیم قسطنطنیہ کو ضروری احکام صادر کر دیئے جائیں۔

اتحادیوں کا جواب لفٹیننٹ جنرل ہیرنگٹن نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ اگر یونانیوں نے قسطنطنیہ کی جانب نقل و حرکت کی۔ تو وہ ان کے مقابلہ میں قوت

کا استعمال کرے گا۔ اس جواب نے ایتھنز کو نہایت متاثر کیا۔ اور یونانی پارلیمنٹ میں اس کے متعلق تین گھنٹہ تک بحث ہوتی رہی۔ لیکن اتحادی نمایندگان نے یونانی وزیر خارجہ کو یونانی مکتوب کا جواب دیدیا۔ جس میں یونانیوں کی استدعا کو رد کر دیا گیا تھا۔ اور انہوں نے اس بات کا حکم دیدیا۔ کہ افواج مقیم قسطنطنیہ کا کمانڈر اعظم یونانیوں کی پیش قدمی کی مزاحمت کرے۔ اس پر وزیر خارجہ یونان نے صاف طور پر یقین دلایا۔ کہ یونانی فوجیں اتحادیوں کی اجازت کے بغیر غیر جانبدار حلقوں کے قریب بالکل نہ جائیں گی۔

اتحادی تجاویز اتحادیوں نے یونانی حملہ کا خطرہ دور کرنے کے لئے چوکیاں جو شتالجہ لائن پر واقع تھیں۔ اور بھی مضبوط کر دیں۔ اور اتحادی پیادہ اور سوار فوج نے سرحدات پر مواقع قائم کر لئے اور سرحد پر ہر طرح سے امن و سکون قائم ہو گیا۔ جرنیل ممبیلی اطالوی کمانڈر اعظم مقیم قسطنطنیہ برطانی اور فرانسیسی افسروں کی معیت میں شتالجہ گیا۔ تاکہ یونانی کمانڈر اعظم سے باتیں کر کے سرحد کا فیصلہ کرے اور سرحد کی دونوں جانب غیر جانبدار علاقے کا انتظام کرے۔ اور طلایہ گرد دستوں اور ہوائی جہازوں کو ان علاقوں میں جانے کی ممانعت کرے اگرچہ اتحادی قسطنطنیہ پر یونانی حملہ کو روکنے کے لئے تدابیر کر رہے تھے۔ لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ قسطنطنیہ کے باہر ۵۰ ہزار یونانی فوج جمع تھی۔ علاوہ اس کے حکومت یونان نے ۲۸ راگست کو دول یورپ کو پھر لکھا۔ کہ اس نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تاکہ فی الفور امن و امان قائم ہو جائے۔ اور اگر دول متحدہ یونانیوں کو حملہ آور ہونے کے حقوق حاصل کرنے میں مزاحم ہونگے تو اس سے معاملات میں اور بھی نزاکت پیدا ہو جائیگی۔ اس جواب میں تاخیر کے خطرات پر توجہ دلائی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا۔ کہ اس سے عیسائیوں پر مزید مظالم کی بارش ہو گی۔ اور مشرق قریب کی ناگفتہ بہ حالت میں ترقی ہو جائیگی۔ اس کے بعد حکومت یونان نے ایک اور جدید مکتوب روانہ کیا جس

میں اتحادیوں کو یقین دلایا گیا تھا۔ کہ یونان اتحادیوں کی مرضی کے بغیر قسطنطیہ پر قبضہ کرنے کا کبھی ارادہ نہیں کرے گا۔ اور اس امر پر زور دیا گیا تھا۔ کہ قسطنطیہ غیر جانبدار رہنے سے ترکوں کو تقویت پہنچتی ہے اور یونان کو فیصلہ کن حملہ کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ حالانکہ اتحادی یہ تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ ترک قوت کے استعمال کئے بغیر کسی مصالحت یا کسی قسم کی شرائط کو تسلیم نہ کریں گے۔

اگرچہ یونان نے اتحادیوں کو یقین دلایا تھا۔ کہ وہ قسطنطیہ پر حملہ نہیں کریگا لیکن باوجود اس اقرار کے وہ مشرقی تھریس میں فوجوں کو بڑے زور شور سے تیاریاں کرکے لا رہا تھا۔ اور یونانی فوجیں شتلجہ لائن کے قریب ہوتی جاتی تھیں۔ جہاں بہت سی مشکلات رونما ہو رہی تھیں۔ آخرکار یونانیوں اور اتحادی کمانداروں کے درمیان ایک سمجھوتہ ہو گیا جس کی بنا پر یونانی ۶ میل شتلجہ لائن سے پیچھے ہٹ گئے۔ روڈسٹو میڈیا لائن سے یونانیوں کی ایک بھاری فوج نکل گئی۔ اور محاذ شتلجہ کے غیر جانبدار علاقے کے نقشے پر ۱۵ر اگست کو دستخط ہو گئے۔ اور جو مشکلات پیش آ رہی تھیں دور ہو گئیں۔

حالات اناطولیہ اب ہم پھر اناطولیہ کے حالات ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ قسطنطیہ کی تشویش ناک حالت جو درمیان میں سرزد ہوئی تھی یہ ایک فی البدیعہ واقعہ تھا۔ جس کا بیان کرنا اس موقع پر ازبس ضروری تھا کیونکہ یہ واقع بھی اناطولیہ کے میدان کو کامیاب بنانے میں امدادی واقع ہوا تھا۔ جیسا کہ آگے چلکر ظاہر ہوگا۔

تعجب تو یہ ہے۔ کہ ہر روز نئے نئے واقعات رونما ہوتے جاتے تھے۔ جو پہلے واقعات میں ملکر مشرقی مسئلہ کو اور بھی پیچیدہ کر دیتے تھے۔ اتحادیوں نے کانفرنسیں منعقد کرنے پر زور ڈالدیا۔ مگر مشرقی معاملات کا حل کسی میں بھی نہ کرسکے۔ کیونکہ وہ دل سے تو نہیں چاہتے تھے۔ ان کا اصلی مقصد یہ تھا۔ کہ معاملہ طول پکڑتا جائے اور یونان کی قوت میں برابر ترقی ہوتی رہے اور وہ محاذات

پر اپنی جمعیتوں کو جمع کرتا رہے تاکہ ترکوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔ مگر ترکوں نے ان کانفرنسوں کی مطلق پرواہ نہ کی۔ کیونکہ وہ یورپ کی چالوں سے خوب واقف تھے۔ وہ اپنی جنگی کارروائیوں اور تیاریوں میں برابر مشغول رہے۔ حکومت انگورا خفیہ جلسے کرتی تھی۔ اور نئی تجاویز پاس ہوتی تھیں۔ ترکوں نے صلح کے خیال کو بالکل ترک کر دیا۔ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے حرب و ضرب کو انتہائی معراج تک پہنچانا لازمی خیال کرتے تھے۔ اس نسبت سے انگورا میں مجلس حربیہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ محاذ کے قرب و جوار کے حکام کے نام احکام جاری ہو گئے۔ کہ وہاں کے باشندگان اندرون ملک کی طرف نقل مکانی کر جائیں۔ اور رخصت پر جانے والے سپاہیوں کو اڑتالیس گھنٹہ میں اپنی اپنی چھاؤنیوں میں پہنچ جانیکی تاکید ہوئی۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا خود محاذ پر معائنہ کے لئے تشریف لے گئے جولائی کے انجام میں یہ سنا گیا تھا۔ کہ ایشیائے کوچک میں ترکوں اور یونانیوں کی جنگ شروع ہو جائیگی ایسا ہی ہوا لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ اور چھوٹی چھوٹی جنگیں ہوتی رہیں۔ اس اثنا میں یونان نے اپنا یہ عندیہ ظاہر کر دیا تھا۔ کہ وہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کا قصد رکھتا ہے۔ اس خبر نے تمام عالم اسلام میں ایک قسم کا ہیجان پیدا کر دیا۔ ترک بہت جوش میں آ گئے۔ انجمن اتحاد ملی نے جو وسط ایشیا میں قائم ہے۔ انور پاشا کو لکھا۔ کہ بالشویکوں سے تمام جھگڑے سمیٹ کر اور جن شرائط پر بھی صلح ہو سکے۔ صلح کر کے اپنی فوجوں کو ہمراہ لیکر مقام خلافت کو بچانے کے لئے قسطنطنیہ کی طرف بڑھے۔ کیونکہ اگر قسطنطنیہ ہاتھ سے چلا گیا تو پھر ازحد ذلت کا سامنا ہوگا۔ معاہدہ قسطنطنیہ و انگورہ بھی غالباً انہی ایام میں عمل میں آیا تھا۔ جس کی رو سے حکومت قسطنطنیہ نے بعض کارخانے اور فوجی صیغے اناطولیہ میں منتقل کئے جانے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ قسطنطنیہ کی مالی اخراجات سے سبکدوشی نصیب ہو۔

الملنہ میں بڑے زور شور سے بھرتی شروع ہوگئی۔ نوجوان وطن پرست بڑے جوش وولولہ کے ساتھ بھرتی کرنے والوں اور دفاع کنندگان وطن کے ساتھ شامل ہوگئے۔ ترکان احرار سخت غیظ و غضب میں بھر گئے۔ اور اناطولیہ میں انہوں نے بڑے زور و شور سے یونانیوں پر حملہ شروع کر دیا۔ ترکی کمانڈر کا یہ مقصد تھا۔ کہ سمرنا کے قرب و جوار کے علاقہ جات فتح ہو جائیں۔

ترکوں کے عساکر ملی کا حال جب یونان میں معلوم ہوا۔ اور یونانی فوجوں کی شکست کی خبر پہنچی۔ تو ارباب حکومت نے ان خبروں کو چھپا دیا۔ یونانیوں کے فرار ہونے کی خبروں کو نہایت احتیاط سے مخفی رکھا جاتا تھا۔ حالانکہ چار ہزار کی تعداد تک یونانی مفرور ہو گئے تھے۔ یہ سپاہی پوری طرح سے مسلح تھے۔ اور انہوں نے بنیف کی پہاڑیوں میں پناہ لی۔ جب یونانی افسروں کو ان کے فرار ہونے کی خبر پہنچی۔ اور لشکر میں ترکوں کا رعب طاری ہونے لگا۔ تو مفرورین کے نام ایک معافی نامہ لکھ کر بھیجا گیا۔ اور یقین دلایا گیا۔ کہ اگر وہ واپس آکر فوج میں شامل ہو جائیں۔ تو ان کا قصور معاف کیا جائیگا۔ لیکن مفرورین نے اس معافی نامہ کی پرواہ تک نہ کی۔ اور واپس ہونے سے انکار کیا۔ اس پر یونانی افواج کے قائد اعظم نے گھبرا کر ان مفرورین کے مقابلہ کے لئے پہاڑوں میں فوج بھیجی۔ زیادہ تر سپاہی سمرنا اور ایدین کے میدان جنگ سے بھاگے تھے۔ کیونکہ ان میدانوں میں ترکوں نے اپنے دشمنوں کو بہت زک دی تھی۔ اوران پر بہت غلبہ حاصل کیا تھا جب یونانی افواج مفرورین کی سرکوبی کے لئے پہنچیں تو خوب مقابلہ ہوا۔ اور مفرورین نے پہاڑیوں سے فائدہ اٹھا کر خوب جنگ کی۔ اور قائد اعظم کی فوج کے بہت سے آدمی کام آگئے۔

مذکورہ بالا مثال یونانیوں پر عساکر ملیہ کی طاقت کا رعب طاری ہونے کی ایک بین دلیل ہے۔ یونانی ہراسان ہو رہے تھے۔ اور ہر روز انہیں ترکی لشکروں کیطرف سے حملہ کا اندیشہ لگا رہتا تھا۔ اخبار ٹائمز کے نامہ نگار کو ترکی

ذرائع سے اسمد میں ترکی افواج کی تعداد میں اضافہ ہونیکی اطلاع موصول ہوئی تھی۔ جس میں بتلایا گیا تھا۔ کہ ترکوں کی افواج اعداد و شمار میں ۲۴ ڈویژنوں تک پہنچ گئی تھی۔ اس نقل و حرکت کے مختلف وجوہ بیان کئے جاتے تھے۔ بعض کہتے تھے۔ کہ یہ اضافہ محض تھریس میں یونانی افواج کے اجتماع کا جواب ہے۔ بعض کہتے تھے۔ کہ اگر وینس کی تجویز کردہ کانفرنس میں صلح و آشتی کی طرف سے مایوسی ہوئی تو غازیان احرار اتحادیوں پر دباؤ ڈالیں گے۔

ترکان احرار کی فتوحات

اب ہم آپ کو اس زمانہ کی تاریخ بتاتے ہیں۔ جو غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی تمام سوانحعمری میں نہایت ہی مشہور معروف اور درخشاں زمانہ ہے۔ اس زمانہ نے غازی موصوف کی زندگی کا تاریخی ورق نہایت ہی مزین کر دیا ہے۔ ٹرکی کی گذشتہ شان و شوکت کو اس نے ایک دفعہ پھر دہرایا ہے اور سلاطین عثمانیہ کی صولت و عظمت کو از سر نو تازہ کر دیا ہے۔ یہ زمانہ اسلام کے عروج اور ترقی کا پیش خیمہ ہے۔ جس سے ثابت یہ ہوتا ہے۔ کہ اسلام کو انشاءاللہ پھر پہلی سی شان و شوکت حاصل ہو گی۔ یہ زمانہ اس زمانہ کی یاد دلاتا ہے جب ترک اپنے عروج کے زمانہ میں پے در پے فتوحات حاصل کرتے جاتے اور مخالف خائف و ترساں بھاگتے پھرتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ وقت ابھی نہ آتا۔ جیسا کہ اکثر یہی امید تھی۔ کہ ابھی حل مشکلات کا وقت بعید ہے۔ مگر اسرار الٰہی سے کوئی واقف نہیں ہوتا۔ قیاسوں اور خیالوں کے علی الرغم اس نے تمام مشکلات کو حل کر دیا۔ فتح و شادمانی کے دور کے بہت جلد نمودار ہونے کی بین وجہ یونانیوں کا قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کا عزم معلوم ہوتا ہے۔ اگر یونانی ایسا ناپاک ارادہ دل میں نہ لاتے۔ تو ممکن تھا۔ کہ فتوحات دیر سے حاصل ہوتیں اور ترک اپنی جارحانہ کارروائیاں ایک لمبے عرصہ تک کرتے رہتے۔ یونانیوں کے خیال فاسد نے ان کو چونکا دیا۔ اور انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ اگر قسطنطنیہ پر یونان کا قبضہ ہو گیا۔ تو پھر تباہی اور بربادی کے سر پر موجود ہونے میں کوئی شبہ باقی نہ

رہیگا۔ اور ذلت اور خواری کا ٹیکا تا دم زیست ماتھے پر لگا رہیگا۔ چنانچہ یونانیوں نے ترکوں کے رگ و پے میں جوش غیرت بھر دیا۔ اور وہ نہایت ہی غیض و غضب کی حالت میں بھڑک اُٹھے۔ اور یونانیوں کے ساتھ ایک آخری فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ترکوں کی تیاریاں تو مکمل ہو ہی چکی تھیں۔ انہوں نے اگست کے آخری حصہ میں جارحانہ کارروائیاں شروع کر دیں۔ چنانچہ ۱۹ اگست سے انکی جارحانہ سرگرمیاں ڈینیزیلی کے گرد و نواح سے شروع ہوئیں۔ میانڈر کے علاقہ میں ایک ترکی دستے نے جس کے ہمراہ گرد و نواح کے کسان تھے۔ یونانی فوج کے بڑھے ہوئے حصہ پر حملہ کیا۔ اور ریل کی پٹڑی کو اکھاڑ پھینکا۔ ترکوں کا دعویٰ ہے۔ کہ یونانیوں کو عظیم نقصان پہنچایا تھا۔ پھر ترکوں نے اسمد کے علاقے میں کلوئی بیر کے مقام پر یونانیوں کی چھاؤنی پر حملہ کیا۔ دریائے اکار سے بیکر حسن بک تک لڑائی کا بازار مسلسل تین روز تک گرم رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ترکوں کے ۲۴ ڈویژن میدان جنگ میں موجود تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ترکان احرار کا یہ مقصد تھا۔ کہ ریلوں پر قبضہ کر لیں۔ تاکہ یونانیوں کی چھاؤنیوں کو جو سمرنا اور بروصہ میں تھیں۔ بالکل علیحدہ کر لیں۔ اور دیگر حصص ملک سے ان کے تعلقات منقطع کر ڈالیں۔

انگورا گورنمنٹ کی کارروائی

انگورا گورنمنٹ نے فوجی نقل و حرکت اور دوسرے اسرار کو محفوظ رکھنے کے لئے سخت تدابیر اختیار کیں۔ یہاں تک کہ برقی تاروں کو بھی کاٹ دیا۔ ترکی حملہ شروع ہونے کے وقت مجلس وطن نے ایک اعلان شائع کیا جس میں سرکاری طور پر ذیل کے احکام نافذ کئے گئے۔

(۱) اناطولیہ میں باہر کا کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا۔

(۲) اناطولیہ سے ہر شخص کو باہر جانے کی اجازت نہیں۔

(۳) اناطولیہ سے کسی قسم کی کوئی اطلاع یا خبر باہر بھیجنے کی سخت ممانعت ہے۔

(۴) اگر احکام مذکورہ بالا کی کسی نے مخالفت کی۔ یا ان کے خلاف کوئی امر وقوع میں آیا۔ تو اس پر اہانت وطن کا جرم قائم کر کے مقدمہ چلایا جائیگا۔ کیونکہ مذکورہ بالا

تجاویز تجسس کو روکنے کے لئے اختیار کی گئی ہیں۔

ان احکام کے نفاذ کے بعد فرانس کے ایک اسٹیمر فریجی نے سمسون کے ساحل پر ۲۶ راگست کو داخل ہونیکی کوشش کی۔ لیکن فوراً ہی اس کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ واپس چلا جائے۔ اس طرح انگورا گورنمنٹ نے آستانہ کے پوسٹ آفسوں کو اطلاع دیدی تھی۔ کہ وہ انگورہ یا اناطولیہ کے لئے کوئی خط یا تار قبول نہ کریں۔ بحرِ اسود میں بھی کشتیوں کی نقل و حرکت بند کر دی تھی۔

انگورا گورنمنٹ نے ڈاکخانوں اور ٹیلیگراف آفسوں کو باہر ڈاک و تار بھیجنے کی ممانعت کے ساتھ اسکی پیام رسانی کو بھی روک دیا تھا۔ اور کسی قسم کی کوئی اطلاع باہر جانے کی سخت پابندی عاید کر دی تھی۔

تسخیر افیون قرہ حصار حکومت انگورا کی ان پوشیدہ کارروائیوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے آخری اور فیصلہ کن جنگ کرنیکا تہیہ کر لیا تھا۔ جب گورنمنٹ اپنے راز کو پوشیدہ رکھنے کے لئے تمام تدابیر مکمل کر چکی۔ تو ترکوں نے سخت ترین حملے کا یونانیوں پر آغاز کیا۔ جو ۲۶ راگست سے شروع ہوا تھا۔ اس وقت ترکان احرار کے لشکر کی کمان نہایت قابل و جنگ آزمودہ افسروں کے ہاتھ میں تھی۔ اور یونانی سپہ سالاری پر بزدل اور ناقابل لوگ متعین تھے۔ چنانچہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنے ارادوں کو اس طرح سے صیغہ راز میں رکھا۔ کہ یونانی خود حیرت سے انگشت بدنداں تھے۔ کہ اس زبردست حملہ کے وقوع پذیر ہونے سے تین دن قبل تک انہیں لشکر احرار کی نقل و حرکت یا اس کے ارادوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا تھا

غازی کمال پاشا نے تین افواج افیون قرہ حصار کے جنوب و مغرب میں مقام صند یقلی پر مجتمع کر لی تھیں۔ اور چونکہ یہ مقام ایک پہاڑی جنگل تھا۔ بدیں وجہ یونانی ہوا بازوں کو ترکی افواج کے اس اجتماع کا پتہ نہ چل سکا۔ اس کے علاوہ مشہور ترکی سپاہ کو افیون کے شمال مشرق میں مقام بازید پر جمع کیا گیا تھا۔ بالآخر تمام کارروائی مکمل ہونے پر اسمد اور سندیر مقامات پر دھاوا بول دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ سپہ سالار جنرل عصمت پاشا نے اس حملہ کی تیاریوں کے زمانہ میں اس قسم کے فوجی احکام اور فوجی خبریں اناطولیہ کے اس حصہ میں جو یونانیوں کے قبضہ میں تھا۔ پھیلانی شروع کیں جن سے مترشح ہوتا تھا۔ کہ ترکی سپاہ میں عصیاں۔ سرکشی۔ نافرمانی و تمرد کی روح پھیل گئی تھی۔ اور بعض ترکی دستوں اور حکومت کے عہدہ داروں کے درمیان مخالفت کی روح پیدا ہو گئی ہے۔ جنرل عصمت پاشا وغیرہ نے جو احکام اس عرصہ میں جاری کئے۔ ان میں کبھی تو سپاہ کو زجر و توبیخ کی جاتی تھی۔ اور سپاہیوں کو خوف دلایا جاتا تھا۔ اور کبھی نرمی و اخلاق سے کام لیا جاتا تھا۔

یونانی سپاہ میں جو لوگ اس قسم کی خبروں کو پہنچایا کرتے تھے۔ وہ خوب نمک مرچ لگا کر خبریں بیان کرتے تھے۔ سب سے بڑی بات جو جنرل عصمت پاشا نے اس سلسلہ میں کی وہ یہ تھی۔ کہ آستانہ کے ان لوگوں کو جو ترکان احرار کے ہمنوا تھے اس قسم کی خبریں آستانہ میں پھیلانے پر مقرر کیا گیا۔ کہ علی احسان پاشا کا جو انگورا گورنمنٹ کے ایک بہت بڑے فوجی افسر ہیں۔ اور فنون جنگ میں غیر معمولی قابلیت رکھتے ہیں۔ انگورا گورنمنٹ کے عہدہ داروں سے ایک سخت جھگڑا ہو گیا ہے اور قومی مجلس کے ارکان سے بھی ایک شدید نزاع وقوع میں آیا ہے۔ اس لئے وہ (علی احسان پاشا) قومی مجلس اور ارکان انگورا کے دشمن ہو گئے ہیں۔ اور ماتحت سپاہ کی قوت سے وہ قومی مجلس اور گورنمنٹ سے انتقام لینا چاہتے ہیں یہ کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو جب علی احسان پاشا کے ارادوں کا علم ہوا۔ تو انہوں نے فوراً ان کو اپنے حکم سے گرفتار کرا کر قید خانہ میں ڈال دیا ہے۔ چونکہ علی احسان پاشا کے بھی بہت سے دوست ہیں۔ اس لئے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی اس حرکت کا ان پر بہت اثر پڑا ہے۔ اور وہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی فکر میں ہیں۔ اور موقع کے منتظر ہیں اور سپاہ میں تمرد و سرکشی کے جذبات پیدا کر رہے ہیں ترکان احرار کے ہمنوا باشندگان آستانہ نے اس قسم کی خبروں کو آستانہ

کے اخبارات میں کچھ ایسے الفاظ اور لب و لہجہ میں لکھا۔ کہ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ غیر ملکی اخبارات نے ان خبروں کو آستانہ کے اخبارات سے نقل کیا۔ اور یونانی اخبارات نے تو خوب ان پر حاشیہ آرائی کی۔

مختصر یہ کہ اس قسم کی خبروں کی مسلسل اشاعت نے یونانیوں اور دوسری قوموں میں اس امر کو راسخ کر دیا۔ کہ ترکان احرار اور ان کی سپاہ میں اختلاف رائے بلکہ مخالفت و عداوت پیدا ہو گئی ہے۔ افیون قرہ حصار کا یونانی جنرل اس قسم کی خبروں کو پورے شوق سے سنتا اور خوش ہوتا تھا۔ اور اس کو اس امر کا یقین ہو گیا تھا۔ کہ ترک یونانی سپاہ پر حملہ نہیں کر سکتے۔

ادھر اس قسم کی خبریں یورپ کے فضا میں اپنا کام کر رہی تھیں۔ اور یونانی سپاہ اناطولیہ کے میادین جنگ میں بے فکر پڑی ہوئی تھی کہ یکایک افیون قرہ حصار پر ترکوں نے حملہ شروع کر دیا۔ اور یونانیوں نے دیکھا۔ کہ وہ ترکی سپاہ جو افیون قرہ حصار پر حملہ آور ہوئی تھی۔ اس کا افسر اعلیٰ وہی علی احسان پاشا ہے جس کی نسبت انہوں نے یہ سنا تھا۔ کہ وہ قید میں ہے۔ اس وقت یونانیوں کو معلوم ہوا۔ کہ ترکوں نے اس قسم کی خبروں کی اشاعت صرف یونانیوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لئے کی تھی تاکہ وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کہ ترک خطوط جنگ کے باہر کیا کر رہے ہیں۔

مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنے خطوط جنگ کے پیچھے کوئی ایک ہفتہ پہلے ۱۰ چیدہ چیدہ پیادہ ڈویژنوں کو تیار کر رکھا تھا۔ جن میں سے ہر ڈویژن ۶۰۰ جانبازوں پر مشتمل تھی۔

حملہ آور فوجیں رات کو نقل و حرکت کرتی اور دن کو آرام کرتی تھیں۔ اس طرح یونان کے دیکھ بھال کرنے والے ہوائی جہازوں کی مشتاق متجسس نظروں سے پوشیدہ رہیں۔ خود حملہ آور کمالی فوجوں کو اس بات کا علم نہیں کرایا گیا تھا۔ کہ انہیں محاذ کے کس حصہ پر حملہ کرنا ہوگا۔ بلکہ خود افسروں کو بھی ۲۵ اگست

کی شام کو ہی اس کے متعلق ہدائتیں موصول ہوئی تھیں۔ انگورا کے پڑاؤ کے عملے و سٹاف نے اس حملہ کے کام کو نہایت ہی راز داری سے بڑی خوبی کے ساتھ سر انجام دیا۔ شام ہوتے ہی فوجیں اپنے مقام پر صف آرا کر دی گئیں۔ چھ میل تک ترکی محاذ پر بڑھنے والے سپاہیوں کا ایک متحرک خط تھا۔ اور ان کی توپیں اور سامان نقل و حرکت بھی عقب میں چلا آ رہا تھا۔ دس بجے کے قریب حملہ کرنے والے ڈویژنوں کو میدان جنگ کے اگلے حصہ میں قائم کر دیا گیا تھا۔

لیکن یونانیوں کو ان ترکی حملہ آور فوجوں کی بالکل خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ صبح کے ۵ بجے ترکی مہاجمہ کی ساری توپیں آگ اگلنے لگیں اور انکی پر ہیبت گرج ہوا میں ایک با اصول آتشین نقارہ کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے کہ یکے بعد دیگرے توپخانہ بڑی باقاعدگی سے گونج رہا تھا۔ یونانی توپخانہ نے بھی جواب میں سستی نہیں کی۔ لیکن ترکی توپخانہ کی خونخواری کو بند کرنے سے قاصر رہا۔ پانچ ہی منٹ کی گولہ باری میں یونانیوں کی کئی توپیں بیکار ہو گئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ ترکوں نے آتشبازی کے آغاز سے قبل ہی ان کی توپوں کو تاک لیا تھا۔ اور برابر ان پر گولے اتارتے تھے۔ ابھی سفیدۂ سحر نمودار نہیں ہوا تھا۔ کہ گولہ اندازی پورے زور شور سے ہونے لگی۔ اور بڑے بڑے پھٹنے والے گولے یونانی خندقوں اور بڑھے ہوئے مورچوں پر برسنے لگے۔ کوئی نصف گھنٹہ سے زیادہ اس ہیبت و جلال کی آتشبازی ہوتی رہی۔ اور جب اجالا ہونے لگا۔ تو ترکی فوجوں نے بھی بڑھنا شروع کر دیا۔ اور ۲۶ ر اگست کو ترکی فوجیں صف بستہ ہو کر میدان کارزار میں آ گئیں۔ اور ترکی توپخانہ و طیاروں نے شہر پر گولہ باری شروع کر دی۔

کہیں کہیں یونانیوں نے بڑھنے والی ترکی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ رفعت پاشا نے جو اس محاذ کے کمانڈر تھے۔ اپنی فوجوں کو ۹ بجے سے قبل ہی یونانی خندقوں کے اندر گھسا ہوا دیکھا۔ بڑھنے والی پیادہ فوجوں کے شمال میں ترکی رسالہ ان کو غنیم سے پاک و صاف کر رہا تھا۔

چونکہ یونانیوں کو اس حملہ کے متعلق وہم وگمان بھی نہ تھا۔ بلکہ انہیں خوف تھا۔ کہ ترک قطاہیہ پر حملہ کرینگے۔ اس لئے انہوں نے اپنی افواج اسی علاقہ میں جمع کر رکھی تھیں۔ اچانک حملہ ہو جانے کی صورت میں یونانی افواج کا افیون قرہ حصار کی حفاظت کے لئے بھاگ کر آنا ناممکن تھا۔ یونانیوں کے دوسرے ڈویژن نے جو اس شہر کی محافظت پر متعین تھا۔ کچھ دیر تک مقابلہ کیا۔ بالآخر توپ خانہ اور مشین گنوں کا شکار ہو گیا۔ جو یونانی بچے وہ قطاہیہ کی طرف بھاگ گئے۔ مغرب کی جانب یونانیوں کا چوتھا ڈویژن موجود تھا۔ مگر شمال کی جانب سے ترکی سوار سپاہ نے پہلی اور دوسری ڈویژن کے درمیان سے گذر کر اس چوتھی ڈویژن پر حملہ کیا۔ یہ فوج حملہ کا دباؤ پڑتے ہی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ اور منتشر ہو گئی الغرض دوپہر ہوتے ہوتے یونانی پرا اکھڑ گیا۔ اور سپاہی پیٹھ دکھا کر فرار ہونے لگے۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جنرل بیڈجیا نیز یونانی کمانڈر کو ترکی یورش کی سعی کی اس وقت تک خبر نہ ہوئی۔ اور جب ہوئی تو اس وقت پانی سر سے گذر چکا تھا۔ یونانیوں کو ایک گھنٹہ بھر کی بھی مہلت نہ دی گئی۔ ترک فتح وظفر کے نشے میں جھومتے ہوئے محفوظہ فوج کی قطاروں پر جا پڑے۔ اور شام ہونے سے پہلے ہی چوبیس گھنٹوں کے اندر دشمن کو کھلے میدانوں میں مار بھگایا۔ یونانی فوجوں نے افیون قرہ حصار کا تخلیہ کر دیا حتیٰ کہ افیون قرہ حصار پر ترکان احرار کا علم حریت لہرانے لگا۔ یہ یونانی افواج کی پسپائی نہ تھی بلکہ سراسیمگی کی حالت میں تمام سامان چھوڑ کر بھاگ نکلی تھی۔ مگر چونکہ ترکی سوار سپاہ نے تعاقب کرنے اور مفرور یونانیوں کو چاروں طرف سے گھیرنے میں تساہل سے کام لیا تھا۔ اس لئے یونانی فوج بھاگ کر سماو آپہنچ گئی۔ اور وہاں دم لیکر پھر مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگی۔ ترک احرار کی پر حوصلہ سپاہ نے دو دن کی جنگ میں ان کا منہ پھیر دیا۔ اور یونانی فوج کو مجبوراً پیچھے ہٹ کر اوشک کی طرف جانا پڑا۔

یونانی سپاہ کے نمبر دو کے دستہ نے افیون ترہ حصار کو بچانے کی پوری کوشش کی اور نہایت جوش کے ساتھ مدافعت کی لیکن ترکی سپاہ کی تعداد زیادہ تھی۔ جس نے اپنی توپوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے یونانیوں کی آدھی سپاہ کو برباد کر دیا۔ اور حملہ کی شدت سے عاجز آ گئی۔ آخر ایک زبردست جنگ کے بعد ترک غالب آئے۔ اور انہوں نے یونانی سپاہ کو پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ ترک یونان کی ہزیمت خوردہ سپاہ کے پیچھے تھے اور وہ بدحواس و منتشر حالت میں بھاگ رہی تھی۔

۲۷ر اگست ۱۹۲۲ء کی شام کو افیون قرہ حصار کا سقوط ہوا۔ اور ترکوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ یونانیوں کا دستہ نمبر ۱ مغرب میں پسپا ہو کر چلا گیا۔ اور چوتھا دستہ جو پہلے منتشر ہو چکا تھا۔ اس سے جدا ہو گیا۔ اور دونوں کے درمیان کس قسم کا اتصال یا تعلق باقی نہ رہا۔

ترک سواروں کے دستوں نے یونانیوں کو ان کے شمالی قرہ حصار کے مقامات سے بھی ہٹا دیا۔ اور پھر یونانیوں کے دستہ نمبر اول اور دستہ نمبر ۳ کے درمیان اس خالی مقام پر قبضہ کر لیا۔ جس کو یونانیوں کے چوتھے دستہ نے خالی کیا تھا۔ یونانیوں کے دوسرے دستہ نے بہ حالت مخدوش پا کر نکلنا چاہا۔ لیکن ترکوں نے اس پر ایک کاری ضرب لگائی اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اور جس قدر سپاہی بچے وہ کوتاہیہ کی طرف بہ حالت سراسیمگی بھاگ نکلے۔ ترکوں نے بھاگتے ہوؤں کا تعاقب کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یونانی سپاہی راستہ سے بھٹک کر جنگلوں میں چلے گئے۔ اور سرگرداں و آوارہ بہ حالت تباہی و بربادی وادیوں میں پھرنے لگے۔ ان کے پاس نہ تو کوئی کھانے کا سامان تھا اور نہ کوئی ہتھیار۔ کیونکہ ترکوں نے ان پر ایسی کاری ضرب لگائی تھی۔ کہ وہ کوئی چیز اپنے ساتھ نہ لیجا سکے۔ اور تمام سامان توپیں اسلحہ اور گاڑیاں وغیرہ ترکوں کے لئے ان کو چھوڑنا پڑیں۔

ترک سواروں نے تعاقب میں ذرا غفلت سے کام لیا اور کافی سرعت نہیں دکھائی۔ اگر وہ دوسرے دستہ کے تعاقب میں تیزی سے روانہ ہوتے۔ تو ان کو چاروں طرف سے گھیر لیتے۔ اور سب کو گرفتار کر لیتے۔ اس تاخیر سے یونانی سپاہ کے تیسرے دستہ نے فائدہ اٹھایا۔ اور وہ درمیان میں موقع پر آگیا۔ جو اس وقت میسرہ کی جانب تھا۔ اور ترکوں کے درمیان حائل ہو کر دوسرے دستہ کے بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو بچا لیگیا۔ اور انہی سپاہیوں کو ہمراہ لیکر وہ نہایت تیزی کے ساتھ سماوا کیطرف روانہ ہوا۔ یہ یونانی سپاہ چونکہ ہتھیار و توپوں سے خالی تھی۔ اس لئے اس تیزی سے روانہ ہوئی۔ کہ جس کی نظیر گذشتہ جنگوں میں نہیں ملتی بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ یہ ہزیمت اس قدر شاندار تھی۔ کہ آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔

یونانی سپاہ کا پہلا دستہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا۔ اور "دوملو بیکار" پہاڑیوں کی ان چوٹیوں پر پہنچ گیا۔ جو "دوملو بیکار" کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں پہلے دستہ کی تیسری پلٹن برابر پیچھے ہٹ رہی تھی۔ اور اس کی پسپائی برابر جاری تھی۔ دوسرا دستہ جس پر ترکوں نے کاری ضرب لگائی تھی۔ اس کا افسر جنرل شاپ تھا۔ جو تجربہ کار جنرل سمجھا جاتا تھا۔ اس نے اس منتشر گروہ کو یکجا کر کے ریلوے لائن کے دونوں جانب پھیلا دیا۔ اور مضبوط مورچے قائم کر لئے۔ بعد میں اس سپاہ میں پہلے دستہ کے سپاہیوں کی ایک تعداد اور بھی آکر شامل ہو گئی۔ جنرل شاپ نے ان کو بھی ریلوے لائن پر لگا دیا۔ ترک اس موقع پر آپہنچے۔ اور یونانیوں پر حملہ کر دیا۔ زبردست معرکہ ہوا۔ یہ مقابلہ بھی قابل دید تھا۔ تلواروں کی جھنکار سے دشمنوں کے دل دہل گئے۔ دستی ڈائنامیٹ کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ غازیان اسلام کی بہادری نے دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ چونکہ یونانیوں کے پہلے دستہ کو کوئی امداد نہ پہنچ سکی اور ترکوں کی تعداد بھی اس سے زیادہ تھی۔ اس لئے یونانیوں کو اس جگہ بھی شکست ہوئی۔ یونانی اگرچہ مضبوط مورچوں پر تھے۔ لیکن زیادہ عرصہ تک وہ مقابلہ نہ کر سکے۔ اور صرف دو روز کی شدید جنگ کے بعد ان کو اپنے مورچے خالی کر دینے پڑے اور راہ شکست

کی سمت میں پسپا ہونا پڑا۔ بھاگتے وقت یونانیوں کی یہ حالت تھی۔ کہ انہوں نے ایک دفعہ بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ یونانی افواج اور سرداروں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے آپ کو ترکوں کے حوالے کر دیا۔ اناطولیہ کے گذشتہ معرکوں میں یہ دوسرا اور آخری معرکہ تھا۔ جس کے بعد کوئی زبردست جنگ نہیں ہوئی۔

زاں بعد ترکی سوار سپاہ نے گیدنیر پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے دو روز بعد سماوا کو قبضہ میں لے لیا۔ یونانی فوجیں قرہ حصار پر شکست کھا کر دو حصوں میں پھٹ گئی تھیں۔ ایک حصہ شمال کی جانب پسپا ہوا۔ اور دوسرا حصہ جنوب کی طرف یونانیوں کی فوجوں کے ہر دو گروہوں کے درمیان کا سلسلہ اتصال منقطع کر دیا گیا تھا۔

کہا جاتا ہے۔ کہ اس معرکہ میں کمانڈر اعظم غازی مصطفےٰ کمال پاشا تھے ان کے ہمراہ دفتر حربیہ کے ارکان تھے۔ ترکی فوج کا میمنہ جس نے حملہ کیا تھا۔ اس کے پاس ۴۰ توپیں۔ ۵۰ ہوائی جہاز۔ ۷ قلعہ شکن گاڑیاں۔ اور دس ہزار فوجی سوار تھے۔ ترکان احرار یونانی مرکز مدافعت پر آٹھ حملے کرنے کے بعد کامیاب ہوئے تھے۔ یونانیوں کے ہاں دو رجمنٹیں تھیں۔ پہلی رجمنٹ کی کمان ٹربیوکس کے ہاتھ میں تھی اور دوسری کی کمان جنرل ڈیبس کے ہاتھ میں تھی۔ ان دشمنوں نے شہر سے نکلتے وقت وقت ریلوے اسٹیشن۔ اس کے قریب کی انجن کا مکان۔ فوجی مکان دو ہوٹلوں ۱۲ گھروں۔ اور تین تجارتی گداموں۔ ۴۵ دوکانوں۔ آٹھ قہوہ خانوں۔ ۱۰۷ مکانوں اور دس سرکاری دوکانوں کو آگ لگا دی۔ حمیدیہ بازار میں بھی ۲۵ مکانات آگ کی نذر کر دیئے گئے۔ سرکاری مکانات کی کھڑکیاں اور دریچے توڑ ڈالے گئے۔

علاوہ ازیں جب یونانی سپاہی یہاں سے بھاگنے لگے۔ تو عیسائی اور ارمنی باشندوں کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

اسلامی فوجیں جس وقت شہر میں داخل ہوئیں۔ اس وقت مسلمانوں نے

تباہ شدہ شہر نے ان کا استقبال کیا۔ خوشی میں اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے۔ یہاں فوج نے آرام نہیں کیا۔ بلکہ دشمن کے تعاقب میں روانہ ہو گئی۔ اور دوملو بیکار میں پھر مقابلہ ہوا۔ کیونکہ یہاں دشمن نے کچھ فوج جمع کر لی تھی۔ جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

معرکہ افیون قرہ حصار ۲۶ اگست سے ۲۸ اگست تک رہا۔ جو ترکوں کی فتح پر ختم ہوا۔ یہ مقام یونانی افواج کا ایک زبردست ریلوے سٹیشن تھا۔ اس معرکہ میں ۱۵ ہزار یونانی مارے گئے۔ اور ۲۰۰ ریلوے گاڑیاں وہ ذخیروں کی بھر کر لے گئے۔ یونانیوں کی ہزیمت اس قدر خوفناک تھی۔ کہ سپاہی افسروں کا حکم نہ مانتے تھے اور بعض اوقات افسروں کو مجبوراً سپاہیوں کو قابو میں رکھنے کے لئے ہتھیار استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔

ان معرکوں کے بعد یونانی پسپا ہوتے جاتے تھے۔ اور ترک نہایت تیزی سے آگے بڑھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ترک پیش قدمی کرتے کرتے افیون قرہ حصار سے عشاق تک ۳۰ تاریخ کو پہنچ گئے۔ یہ دونوں مقام ایک دوسرے سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ گویا کہ ترکی فوج نے ۷۰ میل کا فاصلہ ۴ روز میں طے کیا تھا۔ اور ۱۵ میل روزانہ کی اوسط سے ان کی پیشقدمی جاری رہی۔ پہلے پہل ترکوں کی پیشقدمی کی رفتار ذرا سست رہی۔ کیونکہ یونانی اس وقت پسپا ہونے کی حالت میں بھی مقابلہ کرتے جاتے تھے۔ پھر یونانیوں کی ہزیمت نے ترکوں کی رفتار کو اور بڑھا دیا۔ اور وہ پوری قوت سے آگے بڑھنے لگے۔ غرض ترکی فوج برابر بڑھتی رہی یہاں تک کہ الاشہر تک جو افیون قرہ حصار سے ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہنچ گئی۔ عشاق سے الاشہر تک ترکوں کی پیش قدمی کی رفتار تقریباً ۲۳ میل روزانہ کی اوسط سے رہی جس کی نظیر کسی گذشتہ جنگ میں نہیں ملتی۔ البتہ ۱۹۱۴ء میں جرمنی فوج کی رفتار جنگ یورپ کے زمانہ میں اتنی ہی تھی۔

افیون قرہ حصار کے گرد ونواح کے علاوہ شمالی اناطولیہ میں بھی نائرہ حرب بلند تھا۔ اور سخت آتش جنگ مشتعل تھی۔ احمد کے علاقہ میں ترکی طلایہ گردستے یونانیوں کو مار مار کر بھگا رہے تھے۔ بہت سے یونانی اسیر ہوئے۔ اسلحہ اور سامان حرب گولہ بارود بھی ہاتھ آیا۔ اور یونانیوں کو نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا۔

اگرچہ قرہ حصار کی فتح کی خوشخبری ہندوستان میں سب سے پہلے روٹر ایجنسی کے ذریعہ آئی تھی لیکن بعد میں ہز ایکسیلینسی جلال الدین عارف نے ذیل کا بحری پیغام ہندوستان میں بھیجکر ہندوستان کو اور بھی مسرور فرمایا۔

"قرہ حصار ترکوں نے فتح کر لیا۔ مسلمانان ہند اور مسلمانان عالم اسلام اگر آج اپنی دعاؤں سے مدد فرمادیں۔ تو انشاءاللہ فتح کامل حاصل ہوگی" مرکزی خلافت کمیٹی نے اس بحری پیغام کے جواب میں جھٹ حکومت انگورا کو مسلمانان ہند کیطرف سے اس شاندار فتح پر مبارکباد دی۔

جب یہ خبر تمام ہندوستان میں مشتہر ہوئی۔ تو مسلمانوں کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ ہر ایک مسلمان کے منہ میں ترکوں کی فتح و نصرت کے لئے کلمات جاری رہتے تھے۔ اور مساجد میں پنجگانہ دعائیں کیجاتی تھیں بعد میں ۸ ستمبر کا دن خاص طور پر تمام ہندوستان میں دعا کیواسطے مقرر ہوا۔ اور یہ تجویز ہوئی کہ اس روز شب کے ۹ بجے تمام مسلمان مساجد میں جمع ہو کر نہایت ہی الحاح و زاری سے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ ترکوں کو کامیابی اور فتح عطا فرمائے۔

عسکی شہر کی تسخیر قرہ حصار پر یونانی شکست کھاکر دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ ایک حصہ عسکی کی طرف بھاگا۔ یعنی شمال کیطرف اور دوسرا جنوب کیطرف۔ اس لحاظ سے ترک بھی دو حصوں میں ہوگئے۔ جو حصہ عسکی شہر کی طرف بھاگا۔ ترک بھی اس کے عقب میں برابر پیشقدمی کرتے گئے۔ اور عسکی شہر پر پہنچ گئے وہاں یونانیوں سے پھر مقابلہ کی نوبت آئی مگر یونانیوں کے دلوں پر ترکوں کی قوت و جمعیت کا سکہ بیٹھ چکا تھا۔ وہ عسکی شہر پر بھی ترکوں کا مقابلہ اطمینان کے ساتھ نہ کرسکے۔ اور وہاں

سے بھی شکست کھا کر بھاگے۔ اور عسکی شہر پر ترکوں کا قبضہ ہوا۔ اس فتح کی اطلاع لنڈن کے ۳۱ر اگست کے ایک برقی پیغام نے ہندوستان میں پہنچائی ساتھ ہی ایک اور مسرت انگیز اطلاع موصول ہوئی۔ کہ ترکان احرار ہر جگہ فاتحانہ پیشقدمی کر رہے ہیں۔ اور یونانیوں کو گرفتار کر رہے ہیں۔ یونانی سامان کثیر التعداد میں چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگے پھرتے ہیں۔ یونانی افواج کے دو حصے تھے۔ ایک شمالی اور ایک جنوبی۔ شمالی حصہ تو تباہ ہو گیا۔ اور جنوبی حصہ کو طولیا کے علاقہ میں سخت ہزیمت اور شکست ہوئی۔ یہ فوج شکست کھا کر اوشک کیطرف پسپا ہوئی۔ سامان حرب جس میں ڈیڑھ سو توپیں تھیں۔ ترکوں کے ہاتھ آیا۔ ترکوں نے قیدذر اور قوطالیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ یونانی سرکاری اطلاع نے اس بات پر روشنی ڈالی۔ کہ عسکی شہر کے بہت سے مجروحین آئے تھے۔ جن کے لئے ایک ہسپتال کا فوری انتظام کیا گیا ہے۔ یونانی حکومت ان شکستوں پر بالکل خاموش تھی۔

اوشک پر اجتماع یونانی فوج کا وہ حصہ جو جنوب کی طرف پسپا ہوا تھا۔ راستے میں شکستیں اور ہزیمتیں اٹھاتے ہوئے اس نے اوشک شہر پر جا کر سہارا لیا۔ حکومت یونان نے حکم دیا۔ کہ تمام یونانی فوجیں سمیٹ کر اوشک کے محاذ پر جمع ہو جائیں۔ کیونکہ اس جگہ مستحکم کوہستانی مورچے تھے۔ جن سے سمرنا جانے والی ریل کی سڑک کی محافظت ہوتی تھی۔ ۳۰ر اگست کو ترکان احرار کا مقدمۃ الجیش بسرعت تمام اوشک میں پہنچ گیا۔ یونانی یہاں مدافعت کے لئے آمادہ تھے۔ فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مگر یونانی فوجوں کو وہاں بھی عثمانی شمشیرران سے پناہ نہ ملی اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے مقابلے میں، وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے یہ معرکہ ۳۱ر اگست تک قائم رہا۔ اوشک ترکوں کے قبضہ میں آیا۔ یونانی اس جگہ سے شکست کھا کر الاشہر کی طرف بھاگے مگر وہاں پہلے سے بربادی وارد ہو چکی تھی۔ اس طرح یونانی فوجوں نے ترکوں کو اپنی آخری محاذ جنگ کیطرف کھینچا۔ جبر،

کے ٹوٹنے کے بعد ساحل سمرنا ان کی زندگی کا ادنیٰ سہارا باقی تھا۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں یونانی دم واپسین گذارنے کی فکر میں تھے۔ اسے آگے ان کی پیش قدمی کا کوئی مقام نہ تھا۔ ارباب جنگ کا بیان ہے۔ کہ جنگ ادشاک معرکہ افیون قرہ حصار سے کچھ کم نہ تھی۔ یہاں دشمن کی قوت کا خاتمہ ہو گیا اور ترکان احرار کی کامل فتح کا صاف راستہ اسی جگہ سے نظر آنے لگا۔ اس مکان میں ان یونانیوں پہ یہ گذری اور ادھر پہلی ستمبر تک تمام میدان جنگ میں قتل عام کا بازار گرم ہو گیا۔ جس میں یونانیوں کی ۷ رجمنٹیں برباد ہو گئیں۔ ادشاک کی جنگ میں بھی ترکوں کو بیحساب مال غنیمت ہاتھ آیا۔

غازی انگورا کا پیام غازیان اسلام کے نام

ان فتوحات کی خوشی میں یکم ستمبر کو اعلیٰ حضرت غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے فوجی اعلان اپنے عساکر ملیہ کے نام شائع کیا۔ جو ذیل میں درج ہے۔

عساکر مجلس عالیہ ملیہ ترکیہ کے نام

محاذات افیون قرہ حصار و دوملی برکار وغیرہ میں تم نے مغرور و ظالم دشمن کی فوجوں کو تھوڑی مدت میں شکست فاش دیکر یہ ثابت کر دیا۔ کہ تم اس امر کے مستحق ہو کہ تم اس عظیم الشان بہادر اور مقدس ترکی قوم کے فرزندوں میں شمار کئے جاؤ۔ اس عظیم الشان ملت کو تم سے مستقبل میں بہت کچھ امید ہے۔ میں پہاڑوں اور ٹیلوں پر سے تمہاری بہادری اور جانبازی مشاہدہ کرتا رہتا ہوں۔ اور ہماری قوم تمہارے ان زرین کارناموں پر جس قدر فخر کرے وہ بجا ہے۔

میں اپنی عرض داشت کو برابر انجام دیتا رہوں گا۔ اور میں نے محاذ کے ذمہ دار فوجی افسروں کو مطلع کر دیا ہے۔ کہ وہ قیادت علیا و مرکز کمان کے ساتھ اسکی تجاویز پہ تعاون کرتے رہیں۔ میں سپاہیوں سے خواستگار ہوں۔ کہ وہ آگے بڑھیں۔ اور خیال رکھیں کہ ابھی اناطولیہ میں اس میدان جنگ کے علاوہ اور جگہ بھی دشمن سے برسرپیکار رہنا ہے۔ ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنی قوت عقیدہ سے پیش قدمی کرے

اور اپنی بہادری اور جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ نور ایمان کے لئے یہی وقت ہے کہ وہ چمکے۔ اور میدان جنگ کی تاریکی میں فتح و ظفر کی روشنی سے قوت بصیرت کو تروتازہ کردے۔

اے بہادر سپاہیو۔ تمہارا حقیقی نشانہ بحیرہ ابیض ہے۔ لہذا بڑھو

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

رئیس مجلس امت ترکیہ اعظم۔ القائد عام مصطفیٰ کمال۔

ترکان احرار کی سمرنا کیطرف پیشقدمی اوشک سے پسپا ہو کر یونانی سمرنا کیطرف بھاگے۔ لیکن ترکوں کی پیش قدمی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ان فتوحات پر قسطنطنیہ میں بہت خوشی منائی گئی۔ ۵ ستمبر کو جھنڈے اڑائے گئے۔ یونانی سخت اضطراب اور پریشانی کی حالت میں تھے۔ اتحادیوں نے کوشش کی کہ صلح کا سوال ترکان احرار کے سامنے پیش کیا جائے۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ترک عارضی صلح کے لئے اس وقت تک تیار نہ ہوں گے جب تک یونانی ایشیائے کوچک خالی نہ کردیں۔ ترکان احرار کی جارحانہ کارروائی میں نہایت زبردست توپخانے کے دس ڈویژن مصروف پیکار تھے۔ ان کا ارادہ یہ تھا۔ کہ ریل پر قبضہ کرکے بروصہ اور سمرنا کے یونانیوں کو باقی علاقہ سے علیحدہ کر دیا جائے۔ فتح و ظفر ترکوں کے قدم چومتی تھی۔ وہ پونے تین سو میل لمبے محاذ پر مصروف پیکار تھے۔ یونانیوں کے نقصانات عظیم نے یونانیوں کو از حد کمزور کر دیا تھا۔ انہوں نے لڑائی سے انکار کر دیا۔ اور معرکہ اوشک کے بعد وہ ترکوں کا کہیں بھی مقابلہ نہ کر سکے۔ بلکہ ان کے آگے آگے بھاگتے چلے گئے۔ لندن کے باخبر حلقوں میں عام طور پر یہ رائے قائم کر لی گئی تھی۔ کہ یونانی فوج کی تباہی و بربادی پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہے۔ اب تو ذرہ برابر امید نہیں ہے کہ یونانیوں کی مکمل ہزیمت کا باعث انتشار و شیرازہ کی پراگندگی کو کوئی چیز روک سکے۔ یہی حالت تشویشناک نے حکومت یونان کو اس بات پر مجبور کیا۔ کہ وہ اپنے سپہ سالار کو تبدیل کر دے۔ اب تو یونانی خود سمجھ و مانتے تھے کہ وہ ایشیائے کوچک خالی

کردیں گے۔ بشرطیکہ ترک التوائے جنگ منظور کریں۔ اس امر کے متعلق یونان نے ایک نوٹ اتحادیوں کے پاس بھیجا لیکن فرانس نے جواب دیا کہ حکومت انگورا پر دباؤ ڈالنا اب بہت مشکل ہے۔

انگورا کی سرکاری اطلاعات سے ثابت ہوا کہ احرار کو تازہ فتوحات میں کثیر سامان جنگ وغیرہ ہاتھ آیا تھا۔ اور میزل۔ عبدین اور سوما پر ترک قابض ہو گئے۔ بعد ازاں ترک برگاما کی جانب بڑھے۔ اور وہاں بھی قابض ہو گئے۔

علاوہ ان کامیابیوں کے ترکوں نے اور کئی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ ان کی افواج قاہرہ بحیرہ ایجین تک جا پہنچی۔ پھر انہوں نے منسیا کیطرف پیشقدمی کی۔

یونانیوں کا یہ زبردست مورچا تھا۔ لیکن ترکی جانباز بہادروں کا وہ اس جگہ میں مقابلہ نہ کر سکے۔ اور شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ منسیا ترکوں کے ہاتھ آیا اس فتح میں بہت سا سامان ترکوں کو ملا۔ جس کی مقدار سات سو توپیں۔ گیارہ ہوائی جہاز اور دو ہزار کلدار توپیں تھیں۔ یہ فتح اس قوت کو حاصل ہوئی تھی۔ جو قرہ حصار کی فتح کے بعد شمالی جانب بن عسکی شہر کیطرف یونانیوں کے تعاقب میں بڑھی تھی اس قوت کی کمان عصمت پاشا کے ہاتھ تھی۔

اس حالت نازک میں یونانیوں نے ترکوں سے خائف ہو کر درہ دانیال کے ایشیائی ساحل کے بہت سے اضلاع خالی کر دیئے۔ ترکوں نے جندارمہ کا ایک دستہ وہاں انتظام کے لئے بھیجدیا۔ منسیا کو عبور کر کے ترکان احرار کی فوج ظفر موج قاہر سلیکلی میں پہنچ گئی۔ بائیس ہزار کے ایک ترکی رسالہ نے پوڈیمک پر قابض ہونے کے بعد سمرنا کی جانب پیشقدمی کی۔

قاہر سلیکلی کے مقام پر یونان کے سپہ سالار اعظم ترکوپس اور اس کا تمام عملہ اور چار کرنیل ترکوں نے گرفتار کر لئے۔ اس گرفتاری کے متعلق عجب خبر ہے اور وہ یہ ہے کہ یونانی فوج بے خبر تھی۔ اور سپہ سالار بمعہ عملہ لڑائی کے نقشے پر جھک رہا تھا کہ اچانک ایک سنتری نے اندر آ کر اطلاع دی کہ ترکی رسالہ آ پہنچا

سپہ سالار معہ سٹاف گرفتار ہو گیا۔

کہا جاتا ہے۔ کہ یونانی وزیر جنگ نے مختلف محاذات جنگ کے دوران میں افیون قرہ حصار میں اپنی فوج کے سامنے کچھ کہنا چاہا۔ تو اس وقت مسلح سپاہیوں کے درمیان اس قدر شور و غل برپا ہو گیا۔ کہ وزیر موصوف اسے خوف زدہ ہو گیا۔ سپاہیوں نے وزیر موصوف کو چاروں طرف سے گھیر کر کہا۔ کہ ہم آپ کو صاف طور پر کہے دیتے ہیں۔ کہ آج کے بعد سپاہی اپنے ہتھیار استعمال نہ کریں گے۔ کیونکہ ہم موجودہ حالت سے نا اُمید ہو چکے ہیں۔ اور ترکوں کے ساتھ ہم جنگ کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔

ترکوں کا سمرنا پر قبضہ

۲۲ ہزار کا ترکی رسالہ پوڈیماب پر قابض ہونیکے بعد سمرنا کیطرف بڑھا۔ اگرچہ یونانیوں نے اپنی پراگندہ جمعیتوں کو جمع کر کے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر ان کی تمت شکست خوردہ تھی۔ شکستوں پر شکستیں ہی ان کو نصیب ہوتی تھیں۔ وہ سمرنا پر بھی ترکوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور انہوں نے راہ فرار رکہا۔ ترکی افواج کا مقدمۃ الجیش جنرل نورالدین پاشا کے ماتحت ۹ ستمبر کو بلا کسی روک اور مقابلہ کے سمرنا میں داخل ہو گیا۔ کیونکہ یونانی جنرل اسٹاف ایک دن قبل شب کو پسپا ہونیوالی افواج کے ہمراہ چیشمہ کو چلا گیا تھا۔ ترکانِ احرار جس وقت سمرنا کے قریب پہنچے۔ تو انہوں نے دو گھنٹہ تک مزید امداد کا انتظار کیا۔ اس دوران میں ترکی ہوائی جہاز سمرنا کے اوپر گشت لگاتے تھے اور برابر اہل سمرنا پر شائع شدہ اشتہارات گراتے تھے۔ ان اعلانات میں ذیل کی عبارت درج تھی۔

عنقریب ترکی لشکر سمرنا کی خلاصی کے لئے آنیوالا ہے۔ اہل سمرنا کو چاہئے کہ سکون و اطمینان سے رہیں۔ اور وقت پر ترکوں کا ہاتھ بٹائیں۔ ان اعلانات کو دیکھتے ہی کثیر آبادی ترکوں کے استقبال کے لئے بڑھی۔ ظہر کے بعد ترکوں کا دوسرا دستہ کرنل محمد زکی بک کی قیادت میں شہر میں داخل ہوا۔ ہر طرف سے نعرہ تکبیر و پُرجوش قومی گیتوں کی صدائیں آرہی تھیں۔

ساحل پر اتحادوں افواج کا پہرہ تھا۔ جب ترکان احرار سمرنا میں داخل ہوئے تو برطانوی قنصل نے معہ بیڑہ بحیرہ روم کے سپہ سالار فرانسیسی اور اطالوی قنصلوں کے ترکان احرار کے افسروں سے ملاقات کی۔ اور کہا۔ کہ یونانی شہر چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ تو ترکان احرار نے جواب دیا۔ کہ ہم امید کرتے ہیں۔ اہل اتحادی اس وقت تک شہر کی محافظت میں امداد کریں گے جب تک ترکی افواج اپنا تسلط شہر پر قائم کریں۔ ترکی افسروں نے یہ بھی بتلایا۔ کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا بہت جلد سمرنا پہنچ جائیں گے۔ دوسرے دستے کے بعد پانچواں دستہ ظہر کے ۵ گھنٹے بعد داخل ہوا۔ یونانی سامان جنگ چھوڑ کر اپنی روانگی کی فکر میں سرگرداں تھے لیکن صرف چند افسروں کو فرار ہونے کا موقع ملا۔ باقی تمام لشکر معہ سامان جنگ ترکوں کے ہاتھ آیا۔

الغرض ترکوں کا قبضہ شہر سمرنا پر ۹ ستمبر ۱۹۲۲ء کو شب کے بارہ بجے تک ہوگیا۔ یاد رہے۔ کہ یہی دن ہندوستان بھر میں متفقہ طور پر ایک ہی یوم الدعا تھا جس کی شب کو ۹ بجے کے وقت تمام مسلمانان ہند اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر اور رو رو کر ترکوں کی فتح کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ یہ دن بھی ہزاروں دن بھر میں ایک خاص نوعیت کے لحاظ سے اپنے اندر ایک تاریخی شرف رکھتا ہے۔ یعنی اسی روز رات کے ۱۲ بجے سمرنا فتح ہوا تھا۔ دعائیں مانگنے کے تین گھنٹہ بعد یہ دن تاریخ میں بطور یادگار قائم رہیگا۔

کہا جاتا ہے۔ کہ اتحادیوں نے سمرنا میں حفاظتی تدابیر اختیار کی ہوئی تھیں تاکہ یونانی بھاگتے وقت شہر کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ جیسا کہ انکی عادت تھی۔ لیکن یونانی اور ارمنی باوجود اس انتظام کے اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور جاتے ہوئے شہر کے ایک حصہ میں آگ لگا گئے جس سے کچھ نقصان ہوا۔ شہر میں انہوں نے گولیاں بھی چلائیں۔

ساحل سمندر پر ایک یونانی نے وحشیانہ طریق پر ایک ریوالور سر کیا جس

سے ایک ترکی افسر خفیف سا زخمی ہوگیا تھا۔ مگر باوجود اس زیادتی کے بھی ترکوں نے یونانیوں پر کسی قسم کے تشدد کا سلوک نہ کیا۔ کیونکہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنی فوج کو سخت تاکید کر دی ہوئی تھی۔ کہ باوجود یونانیوں کے آگ لگا دینے اور دیگر جوش دلانے والی باتوں کے بھی وہ یونانیوں سے کسی قسم کی سختی نہ کریں۔ اس لئے ترکی افسروں نے اپنی فوجوں کو یونانیوں پر کسی قسم کا حملہ کرنے سے روکے رکھا۔ اور مجمع کو تسلی دی۔ کہ خوف کی کوئی بات نہیں بعض انگریزوں کا جو گرد و نواح میں ۵ میل کے فاصلے پر رہتے تھے۔ بیان ہے کہ یونانیوں نے ترکوں کا قبضہ ہونے سے قبل کی رات میں سرکاری کوارٹر کو جلانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ مگر سول گارڈ نے ان کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اس میں شک نہیں کہ ترکان احرار کا یہ شاندار طرز عمل یونانیوں کے لئے باعث شرم ہے۔ کیونکہ ۱۹۱۹ء میں جب یونانی شہر میں داخل ہوئے تھے۔ تو انہوں نے فتح کے زعم باطل میں ساحل پر ۱۳۰ ترکی افسروں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اور تمام لاشیں سمندر میں پھینک دی تھیں۔ اس مرتبہ بھی بھاگتے ہوئے یونانیوں نے کئی دیہات جلا کر خاک سیاہ کر دیئے۔ مگر ترکان احرار نے یونانیوں پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا۔

ترکوں نے اس امر کے متعلق جمعیتہ الاقوام سے شکایت کی۔ کہ یونانی اپنی پسپائی کے وقت مظالم توڑتے رہے ہیں۔ اور اپنی حرکات مذمومہ سے باز نہیں آتے۔ پہلے پہل تو یہ خیال کیا گیا۔ کہ یہ شکایت بدلہ لینے کے لئے تمہید ہی نہ ہو۔ لیکن بعد میں سمرنا میں ترکوں کے داخلہ کے متعلق سرکاری رپورٹ نے ان شکوک و اوہام کو رفع کر دیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ ترکوں نے کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جب ترک شہر میں داخل ہونے لگے۔ تو ارمنوں یا یونانیوں نے اندھا دھند گولیاں چلائیں۔ جس سے شہر میں ہیبت طاری ہوگئی۔ لیکن ترکی کمانڈر نے اپنی افواج کو حکم دیا تھا۔ کہ کسی کو تنگ نہ کریں۔ اس لئے ایک گھنٹے کے اندر اندر

امن قائم ہوگیا۔ ہفتہ کے روز پھر گولیاں چلیں اور کچھ لوٹ مار بھی ہوئی۔ ترکی کمانڈر نے شہر میں گشت لگانی شروع کر دی۔

کہا جاتا ہے۔ کہ اس اثنا میں چند وارداتیں ہوئیں لیکن ترکوں نے فوراً اس کا انتظام کر لیا۔ اور مزید واقعات رونما نہ ہونے پائے مجرموں اور بدمعاشوں کو سزائیں دی گئیں۔ فساد پیدا کرنے والوں کو گولی سے اڑا دیا گیا۔ اور چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر مکمل امن قائم ہو گیا۔

یونانی سمرنا میں ترکوں کی تشریف آوری سے پہلے پہلے اپنی افواج کو نکال لے جانیکی بہت کوشش کرتے رہے۔ ادھر ادھر ہانپتے پھرتے تھے۔ بالآخر ۱۵ ہزار بُری طرح مجروح شدہ یونانی یونان کیطرف جہازوں میں لاد کر بھیجا سکے۔ ۲ ہزار تازہ دم یونانی فوج جو تھریس سے آگئی تھی۔ خالی مورچہ پر جا پہنچی۔ اس کے بعد یونانیوں کا صدر مقام مٹلین کو منتقل کر دیا گیا۔ جہاں سے نقل و حرکت کے لئے ہدایات موصول ہوتی تھیں۔ یونانی وزیر حرب سمرنا سے یونان واپس چلا گیا۔ اور سمرنا کے مکمل تخلیہ کی خوشخبری یونانیوں کو دی اس پر یونانی بہت گھبرا گئے۔ لیکن شاہ قسطنطین نے اپنی رعایا کو نصیحت فرمائی۔ کہ اس اندوہگین ابتلاء و آزمائش کو صبر و تحمل سے برداشت کریں۔ اپنی فوج کے شجاعانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بادشاہ کی مرضی ہے کہ وہ دستور العمل حکومت کے مطابق عمل کرے۔ اور قوم کے مفاد کو جو اس کے ذمہ ہے۔ پورا کرے میں آپ حضرات کے محاسن۔ معروفہ حب الوطنی اور اتحاد و یگانگت کے مظاہرہ پر کامل اعتماد رکھتا ہوں۔ لیکن یونانی رعایا قسطنطین کے برخلاف تھی۔ قسطنطین چاہتا تھا۔ کہ جو افواج قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کے لئے تھریس میں جمع ہوئی تھی۔ وہ ایشیا کو چلی بھیجی جاوے۔ اخبارات نے شور مچا دیا۔ کہ تھریس کو بچاؤ۔ کہتے ہیں۔ کہ افواج یونانی متعینہ تھریس نے تمام حملہ آوروں کی مدافعت کے لئے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔

سمرنا میں یونانی آبادی ترکوں کے خوف سے نہایت ہی بے چین تھی۔ انکا

خیال تھا۔ کہ ترک کہیں انتقام لینے کی غرض سے ان کو تکالیف پہنچائیں گے۔ لیکن ایک اعلان میں ان کو اس امر کی تسلی دلائی گئی۔ کہ ان پر کسی قسم کا تشدد نہ کیا جائے۔ تب یونانیوں کے دم میں دم آیا۔

جنرل نورالدین گورنر سمرنا غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اعلان کیا ہُوا تھا کہ جو فوج کا جرنیل سب سے اول شہر سمرنا میں داخل ہوگا۔ اس کو ۵۰۰ پونڈ انعام دیئے جائیں گے۔ چنانچہ سب سے اول جنرل نورالدین پاشا شہر میں داخل ہوئے لہذا فتح سمرنا کا سہرا اس بہادر جرنیل کے سر ہے۔ جنہوں نے کمال قابلیت اور اہلیت تسخیر سمرنا کے وقت ظاہر کی۔ قبضے کے بعد انہیں کو اس جگہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اور ۵۰۰ پونڈ بطور انعام انہیں کے حصے میں آئے۔ آپ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے داہنے بازو ہیں۔ معرکہ سکاریہ میں یونانیوں کی شکست فاش اور کثیر نقصان انہیں کی عدیم المثال بہادریوں کا نتیجہ تھے۔ ترکوں نے سمرنا میں ایک مقامی پولیس تیار کی۔ جس سے شہر کی حفاظت کی گئی۔ تسخیر سمرنا کے بعد غازی مصطفےٰ کمال پاشا بھی ترکی فوج کا کثیر حصہ ہمراہ لیکر شہر میں داخل ہوئے۔

جزیرہ نما شمسی جو سمرنا کا ایک مختصر حصہ ہے۔ اس میں یونانیوں کی تھوڑی سی فوج اڑی ہوئی تھی۔ ترکوں نے اس کو بھی شکست دیکر جزیرہ نما پر قبضہ کر لیا۔ یونانی فوج سمرنا اور دیگر مقامات سے بھاگ کر بروصہ کی طرف چلی گئی ترک بھی ان کے تعاقب میں وہاں پہنچے۔ اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ یونانی وہاں سے بھی بھاگے اور موادینہ کے راستہ سے جہازوں وغیرہ کے ذریعہ سے روڈوسٹو (مشرقی تھریس) میں چلے گئے۔

ترکی حملہ غیر متوقع تھا عجیب وغریب بات جو ترکی حملہ کے متعلق وقوع میں آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی کو اس حملہ کی توقع نہ تھی۔ یہانتک کہ آستانہ والوں تک کو اسکی بالکل خبر نہ تھی۔ اور آستانہ کے اخبارات ۲۶ر اگست ۱۹۲۲ء کی شام تک یعنی ترکی

حملہ شروع ہونے کے ایک روز بعد تک اس امر کے متوقع تھے کہ صبح وشام میں یونانی حملہ اناطولیہ میں شروع ہونے والا ہے۔ تاکہ وہ اس حملہ سے بندقیہ کانفرنس پر اثر ڈال سکیں اور یونانی حملہ کے شروع ہونیکی توقع اس امر سے اور بڑھ گئی تھی۔ کہ یونانی جنرل ہاجیا نلکیس اسی غرض سے سمرنا آیا تھا۔

۲۵؍اگست ۲۲ء کو ترکوں کا حملہ شروع ہو گیا جس کی نسبت یونان نے یہ اطلاع شائع کی کہ ترکی حملہ بالکل معمولی ہے۔ اور کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور یہ کہ یونانی سپاہ اُس مقام پر بھیجدی گئی ہیں۔ جہاں ترکوں نے حملہ کیا ہے اور جلد اصلی حالت قایم ہو جائیگی۔

اسی قسم کا ایک تار اخبار "رڈوس" نے ۲۶؍اگست کو شائع کیا۔ جس میں ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ ترکوں کا حملہ اور جنگی حرکات کچھ اہمیت نہیں رکھتیں۔

۲۷؍اگست ۲۲ء کی صبح کو آستانہ کے لوگ بیدار ہوئے اور اخبارات میں پڑھا کہ ترکان احرار نے حملہ شروع کر دیا ہے۔ ان خبروں کو پڑھکر لوگ حیرت میں رہ گئے اور چونکہ کوئی ثبوت اور قرینہ اس حملہ کا نہ تھا۔ اس لئے خبروں پر زیادہ اعتماد نہ کیا گیا۔ اور نہ مقامی اخبارات نے ان خبروں پر کوئی اظہار رائے کیا پھر اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوئیں کہ ترکان احرار نے توجہ ایلی کے میدان میں رومکوئی پر حملہ کر دیا ہے۔ اور اس حملہ کی کچھ تفصیل بھی موصول ہوئی اور اب آستانہ والوں کو یہ کہنا پڑا کہ کیا فی الواقع ترکان احرار نے حملہ شروع کر دیا ہے ایک دوسرے سے ہر شخص یہی سوال کرتا تھا آخر کثرت سے زود اضطراب میں یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ انتظار کیا جائے اور دیکھا جائے کہ کیا وقوع میں آتا ہے۔

۲۸؍ستمبر ۱۹۲۲ء کا آفتاب طلوع ہوا اور آستانیوں کی حملہ کے شروع ہونیکے متعلق جو شک کیا جاتا تھا۔ وہ یقین سے بدل گیا۔ صبح کے اخبارات شائع ہوئے اور اُن میں نہایت جلی قلم سے یہ بشارت دی گئی کہ ترکان احرار کا حملہ شروع ہو گیا ہے۔ اور ترکی سپاہ فاتحانہ دشمن کو کچلتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے اور اناطولیہ کی حکومت نے اس

خط انصال کو منقطع کر دیا ہے جو آستانہ اور اناطولیہ کے درمیان قائم تھا۔ اور حیدر پاشا کے اسٹیشن میں آزمیت کو ریلوے لائن پر جو گاڑیاں آتی جاتی تھیں۔ انکو بند کر دیا گیا۔

یہ خبریں پڑھکر آستانہ کی آبادی کا اضطراب کسیقدر کم ہوا لیکن خبروں کے انقطاع سے بے چینی بڑھ گئی اگرچہ آستانہ اور اناطولیہ کے درمیان کوئی بڑا فاصلہ نہ تھا۔ لیکن خبریں بہت کم آتی تھیں۔ اور لوگ اسوجہ سے اور پریشان و مضطرب رہتے تھے کہ اسی جنگ پر ترکوں کی حیات، عزت اور مستقبل کا دارومدار تھا۔

۲۹ر ستمبر کو سرکاری اطلاعات نے پردہ کو چاک کر دیا آستانہ کے باشندوں کا اضطراب رفع ہو گیا اور سکون و اطمینان کی لہریں دوڑ گئیں ان یونانی اطلاعات میں ظاہر کیا گیا تھا کہ افیون قرہ حصار یونانیوں کے ہاتھوں سے نکل گیا اور ترکان احرار نے تین شب و روز کی سخت جنگ کے بعد اُس پر قبضہ کر لیا۔

افیون قرہ حصار کے سقوط کی خبر نے آستانہ کے ترکوں میں نئی زندگی کی لہر پیدا کر دی۔ جوش مسرت سے ترکوں کے چہرے چمکنے لگے اور ہر جگہ تکبیر و تہلیل کے نعرہ بلند کئے جانے لگے۔ اخبارات نے غازی مصطفےٰ کمال کی تصویریں شائع کیں اور غازی مصطفےٰ کمال کی طرف سے یہ اعلان بھی کیا کہ وطن نے جو فرض اون کے ذمہ عاید کیا تھا۔ وہ انہوں نے خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اور اپنے اُس قول کو پورا کر کے دکھا دیا۔ جو انہوں نے قومی مجلس سے ذیل کے الفاظ میں کیا تھا۔ یعنی یہ کہ ہماری سپاہ دشمن کو گرفت میں لینے کے لئے ہر طرح تیار ہے اور وقت پر وہ دشمن کے ٹکڑے کر کے رکھدے گی۔ البتہ وہ مناسب موقع کی منتظر ہے اور یہ کہ ہم یونانیوں کی نعشوں پر اون کے تعاقب میں سرگرم رہیں گے۔ اور ان کو سمندر میں دھکیل دیں گے۔

قسطنطنیہ میں خوشیاں اب ذرا قسطنطنیہ والوں کا حال تسخیر سمرنا کے موقع کا بھی سنئے۔ کہ جب قسطنطنیہ میں تسخیر سمرنا کی خبر موصول ہوئی۔ تو فی الفور جمہور کے جذبات اور بھی خوشی سے مشتعل ہو گئے۔ مسرت بے اندازہ سے ہر ایک مسلمان ترک اچھل پڑا۔ ترکان احرار کی فتح و نصرت پر خوشیاں منائی گئیں اور مجلس عالیہ

ملیہ انگورا کی خدمت میں مبارکبادی کے پیامات بھیجے گئے۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے۔ کہ قسطنطنیہ کی مساجد میں چراغاں کیا گیا۔ اور میناروں کے درمیان کتبے لگائے گئے۔ جو روشنی سے جگمگا رہے تھے۔

ایا صوفیہ کی مسجد میں بیس ہزار نمازی جوش مسرت سے بھرے ہوئے دل لئے کھڑے تھے۔ صحن میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی صحن میں تاریخی پرچم اور جھنڈے لہرا رہے تھے۔ نماز کے بعد پر انبساط تقریریں ہوئیں۔ اور نعرہ ہائے خوشی بلند کئے گئے۔ اب تک ایسا کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔

قسطنطنیہ میں خوشی مسلمانوں کی حد انبساط سے بڑھ گئی۔ انہوں نے مظاہرے شروع کر دیئے۔ مظاہرہ کرنیوالوں نے غیر ملکی دفاتر کی کھڑکیاں توڑ ڈالیں۔ اور پیرا کے مقام میں یورپین دکانوں کو نقصان پہنچایا۔ یہ لوگ بڑے زور سے نعرے لگاتے تھے۔ کہ عیسائیوں کو قسطنطنیہ سے نکال دو۔ اس پر سر چارلس ہرنگٹن اتحادی کماندار اعظم نے ایک اعلان جاری کیا جس میں کہا گیا تھا۔ کہ اگر اس قسم کے فسادات کا اعادہ ہوا تو فوجی قانون نافذ کر دیا جائیگا۔

ان فتوحات پر نہ صرف قسطنطنیہ میں ہی خوشیاں منائی گئی تھیں۔ بلکہ انگورا شہر میں بھی ان فتوحات پر بے اندازہ اظہار جوش و مسرت کیا گیا تھا۔ حکومت انگورا نے اعلان کر دیا۔ کہ اب سیاہ جھنڈے اتار کر سبز جھنڈے بلند کئے جائیں سرکاری عمارتوں پر سیاہ رنگ نمایاں تھا۔ ان پر بھی سبز رنگ کیا گیا۔ کیونکہ مسلمان مسرت کے موقع پر اس رنگ کو پسند کرتے ہیں۔

علاوہ بریں تمام عالم اسلام بھی ترکوں کی ان بے نظیر کامیابیوں پر بیحد خوش تھا۔ والیئے افغانستان نے بھی غازی مصطفٰے کمال پاشا کو ان فتوحات پر مبارک بادی کا پیام ارسال فرمایا۔ اس مبارک نامہ میں آپنے غازی موصوف کو بھائی کے لفظ سے مخاطب کیا۔ مختصر یہ کہ تمام مسلمانان عالم کے قلوب بیحد جوش و مسرت سے لبریز تھے۔ مضطرب و بےچین مسلمانوں کے دلوں کو

اطمینان نصیب ہوا۔ ورنہ مسلمان عالم سنہ ۱۹۱۸ء کے بعد نہایت ہی غمگین اور مایوس ہو گئے تھے۔ یہ مایوسی دلوں میں ہی پنہاں تھی۔ غم ہی کھاتے تھے۔ اور غم ہی پیتے تھے۔ دل سے آہیں سرد کھینچتے اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں درد بھری آواز سے دعائیں مانگتے تھے اس عرصہ میں مسلمانوں کو نہ تو عید سوجھتی اور نہ ہی شب قدر۔ گویا کہ دلوں سے خوشی ہی اٹھ گئی تھی۔ آج چار پانچ سال کے بعد مسلمانوں کو دوبارہ یہ دن خوشی اور مسرت کے نصیب ہوئے ہیں۔ وہ خوشیاں کیوں نہ منائیں تمام عالم اسلام نے حیات ثانیہ حاصل کی ہے۔ اس سے بڑھکر اور خوشی کا موقع کونسا ہو سکتا ہے۔ اس موقع پر جو عدو تھے۔ وہ بھی دوست بن گئے ہیں۔ مسلمانوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں انکی خوشی سے خوشی حاصل کرتے ہیں۔ مگر یہ باتیں کس کی طفیل حاصل ہوئیں۔ صرف شمشیر عثمانی کی طفیل۔ جو غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ہاتھ میں ہے جس کی تیز دھار سے دشمن نے پناہ نہ پاکر لرزاں اور ترساں بھاگ کر جان بچائی ہے للہ الحمد۔ کہاں وہ دن تھے جب کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نہایت ہی عاجزی اور انکساری سے اتحادیوں کے پاس یہ درخواستیں کرتے تھے۔ کہ از روئے ترحم و مہربانی ہم کو صرف وہ علاقے دیدو جہاں ترکوں کی کثیر آبادی ہے تاکہ ترک بیچارے مصیبت کے مارے اپنا سر چھپا کر امن سے بیٹھکر آسائش کی زندگی بسر کریں۔ اور اپنی اندرونی اصلاحات کی طرف متوجہ ہوں۔ مگر سرمایہ داروں نے کبھی اس بات پر توجہ نہ کی۔ بلکہ وہ تو کہتے تھے۔ کہ ہم مصطفےٰ کمال پاشا سے بات ہی نہیں کرنی چاہتے کیونکہ وہ باغی اور طاغی واجب القتل ہے۔ آج وہی غازی موصوف کی عاجزی اور انکساری رنگ لائی ہے جس نے سرمایہ داروں کے اس تحکمانہ غرور کو سر کے بل گرا دیا ہے۔ اور وہ ہی سرمایہ دار خود ترکوں سے مصالحت قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا رویہ وہی شریفانہ ہے اور ہر وقت وہ صلح کے لئے تیار ہیں۔ فاتح ہونیکی صورت میں بھی نخوت و غرور

سے پاک و صاف ہیں۔

غازی انور پاشا کا پیام مبارکباد انور پاشا اور مصطفٰے کمال پاشا کے درمیان تحریری معاہدہ ہو چکا ہے جس میں یہ قرار ہوا ہے کہ اول الذکر وسط ایشیا میں اپنی سرگرمیاں قایم رکھیں گے۔ اور موخر الذکر کی کوشش کا میدان سرزمین ترکی ہو گی۔ ان فتوحات سے غازی انور پاشا بھی نہایت ہی خوش ہوئے۔ انہوں نے ذیل کا تہنیت نامہ غازی مصطفٰے کمال پاشا کو روانہ فرمایا۔

"گو اس وقت میں مادر وطن اور ملت غیور کی کوئی عملی مدد نہیں کر سکتا۔ لیکن میں نہایت فخر سے اعلان کرتا ہوں کہ آج ترکی فداکاروں کی رہنمائی وہ سپہ سالار اعظم کر رہا ہے جس پر سارے مشرق کو ناز ہے ترکمانی ریاستیں میرے توسط سے جناب کو اپنی گہری عقیدت اور محبت کا پیغام بھیجتی ہیں۔ اور آپ کی فتوحات پر مبارکباد دیتی ہیں"

گذشتہ جنگوں کی مجمل روئداد اناطولیہ میں ترکی جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اب ہم ایک مجمل روئداد ان تمام معرکوں کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ جو ۲۶ راگست سے شروع ہوئے تھے۔ آپ پڑھ آئے ہیں۔ کہ ۲۶ راگست کو ترکوں کی جارحانہ کارروائیاں شروع ہوئی تھیں۔ اور قرہ حصار کی جنگ کے متعلق مفصل حالات کا بھی آپ نے مطالعہ کیا ہے۔ قرہ حصار کی تسخیر نے یونانی فوجوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور وہ اپنے بحری استحکامات پر ہٹنے کے لئے مجبور ہوئیں۔ ایک حصہ اوشک کی طرف پسپا ہوا۔ اور دوسرا حصہ شمالی جانب پسپا ہوا۔ یونانیوں کی فوج کی اس تقسیم کے تعاقب میں ترکی لشکر بھی دو حصوں میں منقسم ہوا۔ سمرنا کی پوزیشن کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ ہم ان دونوں لشکروں کو شمالی اور جنوبی قوتوں سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ حصہ لشکر جو اوشک کیطرف بڑھا اسکی فتوحات کا سلسلہ سمرنا پر ختم ہو گیا۔ برگاما یا برغاما کی تسخیر کے بعد ترکان احرار نے شمالی محاذ پر شمشیر عثمانی کے جوہر دکھائے۔ اور شاندار گولہ باری اور خنجروں کی جھنکار

میں سوما پر قدم جمائے۔ شہر سوما سمرنا کے شمال جنوب میں ۳۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پھر انہوں نے عسکی حصار وغیرہ کو طے کرتے ہوئے منسیا پر قبضہ کر لیا۔ یہاں یونانیوں کی قوت بہ نسبت دیگر مقامات کے زیادہ مستحکم تھی اور انہیں کافی یقین تھا۔ کہ ان کا فیصلہ اسی جگہ ہوگا۔ اس لئے انہوں نے وہ سب کچھ کیا جو ایک انسانی قوت کے اختیار میں ہوتا ہے۔

لیکن تقدیر ابھی یونانیوں کے مخالف تھی۔ اس لئے یونانیوں کا جو بھی قدم اٹھا۔ پسپا ہوا۔ اور جو تلوار چلی۔ اس نے یونانیوں کے خرمن ہستی کو کاٹا اور یونانی پوزیشن کو نقصان پہنچایا۔ آخر وہ منسیا سے بھاگے۔ اور سمرنا سے ۲۵ میل کے فاصلے پر انہوں نے اپنی قوت کو جمع کرنا شروع کیا۔ مگر مبصرین جنگ کی یہ رائے تھی۔ کہ یہ یونانی استحکامات حفاظت سمرنا کی ضمانت ہرگز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ترک اپنے شمالی محاذ کی طرح جنوبی محاذ پر بھی قوت رکھتے تھے اور یہ دونوں قوتیں مشین کے پرزوں کی طرح کام کر رہی تھیں۔ اگر شمالی محاذ کا لشکر جبار اگاما۔ سوما۔ کسابا اور منسیا کو فتح کرتا ہے۔ تو جنوبی قوت الاشہر۔ ایدین اور سلکلی پر قبضہ کرتی ہے۔ منسیا اور سلکلی فوجی نقطہ سے نہایت اہم تھے۔ سلکلی پر ترکوں نے ۲۲ ہزار سواروں سے یورش کی۔ اور چشم زدن میں اس پر قابض ہو گئے۔ منسیا کی فتح بھی اس طرح عمل میں آئی لیکن فرق صرف اتنا تھا۔ کہ شمالی قوت کو منسیا کی فتح میں ۷۰۰ توپیں گیارہ ہوائی جہاز اور دو ہزار کاندار توپیں ہاتھ آئی تھیں۔ جس کو یقیناً فتح سمرنا کے لئے سامان جنگ کہا جاتا ہے۔

فوجی مبصرین کی رائے یونانیوں کے آخری محاذ کے متعلق بالکل درست نکلی۔ ترکوں نے اس محاذ کو فوراً فتح کر لیا۔

ترک اس مرحلہ کو طے کر کے فوراً سمرنا پر پہنچ گئے۔ کیونکہ اوشک کے مقام کے بعد یونانیوں نے کسی جگہ بھی مقابلہ نہ کیا۔ اور بھاگتے گئے۔ اس جگہ ہم

جناب جلالت مآب احمد فرید بے نمایندہ ترکان احرار مقیم پیرس کا مقولہ درج کرتے ہیں۔ جس میں سراسر ایک قسم کی پیشین گوئی کا سارا روح بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے کسی ملاقات کے دوران میں فرمایا۔ کہ سمرنا کی تسخیر محض ایک دو دن کی بات ہے۔ ترکی فوج جس میں ۲½ لاکھ نوجوان تندرست و توانا موجود ہیں۔ اتوار یا پیر تک سمرنا تک پہنچ جائیگی۔ آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا تھا۔ کہ یونانیوں کی طرف سے مدافعت کا خیال محال ہے۔ کیونکہ ان کی فوج کا بیشتر حصہ کام آچکا ہے۔ اور وہ ہمت ہار بیٹھے ہیں۔ آپنے پر زور الفاظ میں فرمایا۔ کہ ترکان احرار قسطنطنیہ اڈانہ۔ اور تھریس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہم درہ دانیال خالی کرالیں گے۔ ہم اس بات کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتے۔ اگر درہ دانیال پر کسی قوم کی افواج کا قبضہ کیوں نہ ہو۔ فی الواقع ایسا ہی ہوا۔ ترکوں نے سمرنا پر بہت آسانی سے ۸ ستمبر کو قبضہ کر لیا۔

عثمانی شمشیر براں نے تقریباً دو ہفتوں کے عرصہ میں یونانیوں کو اناطولیہ کی سرزمین سے خارج کر کے جنگ اناطولیہ کا خاتمہ کر دیا۔ یہی اناطولیہ ہے جس کے واسطے ترک اتحادیوں سے اس کے تخلیہ کے متعلق بارہا درخواستیں کر چکے تھے۔ مگر اتحادی اس پر کان نہ دھرتے تھے۔ اور بیش از بیش توقف اور دیر سے کام لیتے تھے۔ ان کے وہم و گمان میں یہ بات سمائی ہوئی تھی۔ کہ ترک کمزور ہیں۔ اور یونانیوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں جس واسطے وہ اتحادیوں سے تخلیہ اناطولیہ کی التجا کرتے ہیں۔ در اصل بات یہ ہے۔ کہ ترک جنگ کی نسبت صلح پر زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ ان کا منشا تھا۔ کہ کسی طرح سے خونریزی نہ ہونے پائے۔ اور امن و آشتی سے تمام مسئلہ حل ہو جائے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ انکی درخواستوں کیطرف اتحادیوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ اور صرف یونانیوں سے ہی ہمدرد کا اظہار ہوتا ہے۔ تو پھر انہوں نے مصالحت کا خیال ترک کر دیا۔ اور اللہ پر بھروسہ کر کے شمشیر زنی پر اتر آئے۔ خدا کے

فضل وکرم سے انہوں نے صرف دو ہفتوں میں یونانیوں کو بیک بینی و دو گوش اناطولیہ سے باہر نکالدیا۔ اور دنیا کو دکھا دیا۔ کہ ترکوں کی تلواریں ایسے ایسے جوہر بھرے ہیں۔ جو دشمن کے خرمن ہستی پر گر کر تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

سمرنا کی فتح کے بعد ترکوں نے یونانی فوجوں کو اناطولیہ کی چپہ چپہ زمین سے خارج کر دیا۔ اور ان کے پس ماندہ استحکامات کو شکست کر دیا۔ آخری مقام یونانیوں کی پناہ کا بروصہ تھا۔ وہ بھی ترکوں نے لے لیا۔ اس محاذ پر عصمت پاشا جرنل تھے۔ بھروسہ سے یونان روڈسٹو بھاگ گئے اور یونانی سپہ سالار عام ایتھنز میں پہنچ گیا۔ اور اس نے وزارت جنگ اور شاہ یونان کی خدمت میں اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ اس رپورٹ میں سپہ سالار عام نے اس بات پر زور دیا ہوا تھا۔ کہ فوری کارروائی کر کے یونانی سپاہ کو موجودہ خطرناک مقام سے فوراً ہٹا لیا جاوے۔ اس کے بعد اینتھنز میں ایک مجلس شوری شاہ یونان کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں تمام وزراء۔ سپہ سالار عام اور جنگی کمیٹی کے جملہ ارکان شامل ہوئے۔ اس جلسہ میں یونان کی سیاسی اور حربی حالت پر بحث کی گئی۔ اور غور و بحث کے بعد چند تجاویز پاس کی گئیں جن کو مجلس وزراء کے حوالہ کیا گیا تاکہ وہ ان پر مکرر غور کرے۔ جو تجاویز پاس ہوئی تھیں۔ ان میں ایک یہ تجویز بھی تھی۔ کہ انگورا کی گورنمنٹ کو ایک آخری دھمکی دی جائے۔ اور جنگ دوبارہ شروع کرنے سے قبل اس کو پھر متنبہ کر دیا جائے۔ اس تجویز میں یہ بھی درج تھا۔ کہ انگورا گورنمنٹ ان شرائط کو منظور کرے۔ جو اناطولیہ میں یونانی حقوق کے مضر نہ ہوں۔ اگر ترکوں نے اس تجویز کو منظور نہ کیا۔ اور قومی میثاق پر بدستور قائم رہے تو خیال ہے۔ کہ جنگ دوبارہ شروع ہو جائیگی۔ آستانہ کی اخباروں نے اس دھمکی کے جواب میں لکھا۔ کہ ترکی قوم اپنے مطالبات سے ہرگز ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹیگی۔ اور اپنے قومی میثاق پر مضبوطی سے قائم رہیگی۔

یونان کی یہ دھمکی فضول ہے۔ وہ آگے بڑھے۔ اور سپاہ کو جنگ کا حکم دے۔ ترک ان سے لڑنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔

یونانی سمرنا سے کسطرح بھاگے اب ذرا یونانیوں کے سمرنا سے بھاگنے کی کیفیت بھی سنئے۔ مسٹر وارڈ پرائس نے اس کو ایک دلچسپ قصہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ شاہ قسطنطین کی بچی کھچی فوج کو جہازوں پر سوار کر کے جزیرہ کیوس کی طرف لے گئے۔ جہاں سے ان کو ایتھنز پہنچا کر منتشر کر دیا گیا تھا۔ خلیج سمرنا میں دخانی جہازوں کی بہ کثرت آمد و رفت سے یونانی حالت کا کافی ثبوت ملتا تھا۔ کہ وہ کس قدر حواس باختہ اور وحشت زدہ ہو کر فرار پر فرار کر رہے تھے۔ تمام آبادی فوجی ہو یا سول نکل بھاگنے کی کوشش میں تھی۔ یونانی باربرداری کے دقیانوسی اور مرمت طلب جہاز یکے بعد دیگرے خلیج کے اندر آتے تھے۔ اور یہی جہاز تھے۔ جو بعجلت تمام وقت پر ہاتھ لگ گئے۔ یونانی سپاہی جان بچانے کی آرزو میں اس قدر لدے ہوئے تھے۔ جیسے مکھیوں کے چھتے۔ چھوٹی چھوٹی بادبانی کشتیاں سواریوں کے بوجھ کے مارے بمشکل حرکت کر سکتی تھیں۔ ساحل پیما دخانی جہاز اور دیگر ہلکے جہازوں میں سول آبادی لدی ہوئی تھی۔ اور خلیج کے جنوب میں یونانی پیدل فوجیں رسالے اور موٹریں جانب مغرب جزیرہ نمائے شمسی کے جا رہی تھیں۔ خوب حواس باختہ اور پریشان تھیں۔ گودیوں میں بدحواس یونانیوں کے ٹھٹ لگ رہے تھے۔ جن کی کیفیت عجب مضحکہ انگیز تھی۔ یعنی کبھی ہنستے تھے۔ اور کبھی ہاتھ جوڑ کر کشتی والوں کو بلاتے تھے۔ اور پاؤں رکھنے کی جگہ کے لئے بڑی سے بڑی اجرت دینے کے لئے تیار رہتے تھے۔ ترکوں کے ہراولی دستے بلا مزاحمت سمرنا میں داخل ہو گئے۔ اس جگہ ہم ایک اناطولیہ کا ایک نقشہ دیتے ہیں جس سے آپ جنگ اناطولیہ کے مقامات اچھی طرح ملاحظہ فرما سکیں۔ اور محاذ جنگ بھی سمجھ لیں گے۔

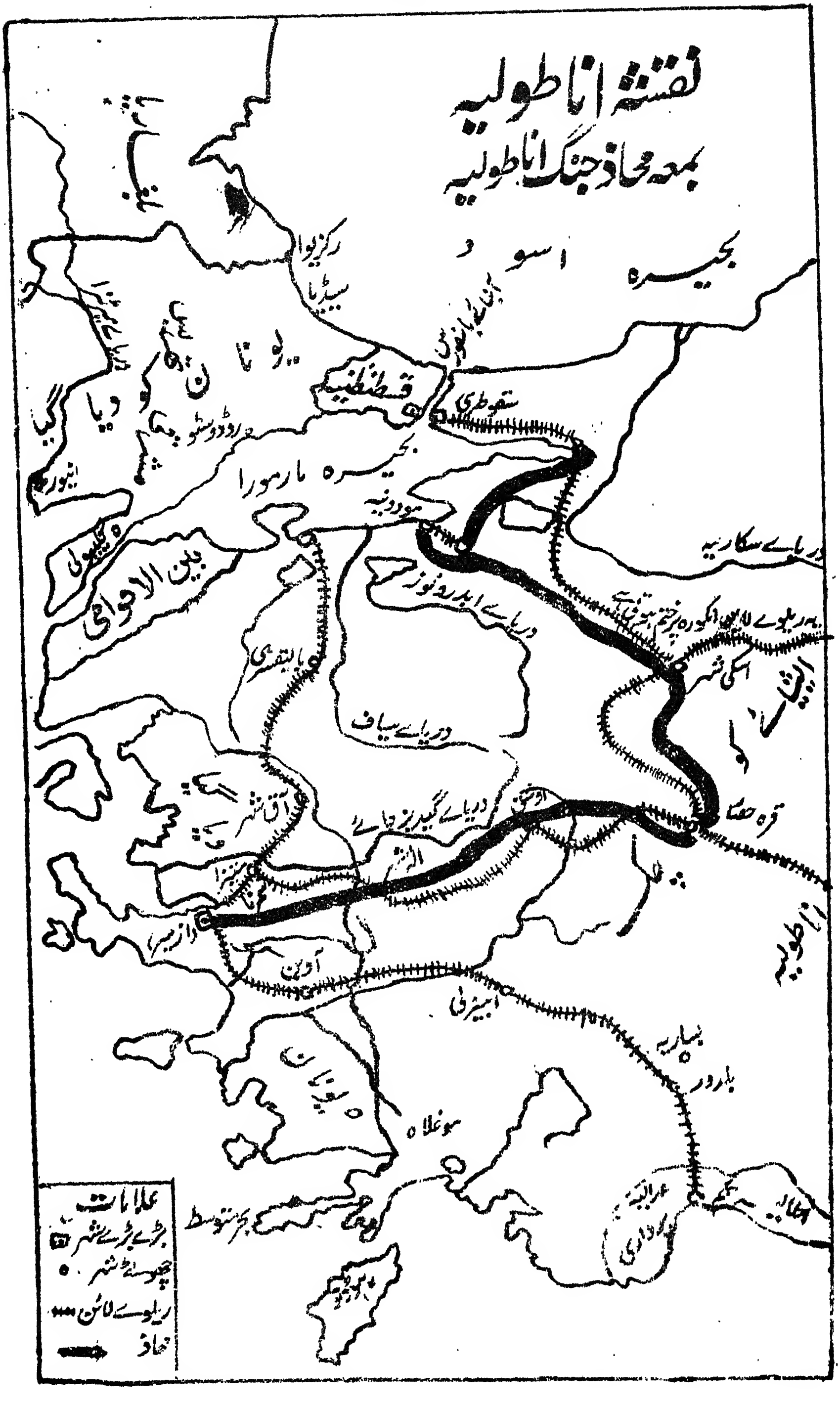

نقشۂ اناطولیہ
بمعہ محاذ جنگ اناطولیہ

بحیرہ اسود
رکزیوا
بیڈیا
آبنائے باسفورس
قسطنطنیہ
سقوطری
یونان
رڈوسٹو
اینوز
بحیرہ مارمورا
گیلیبولی
بین الاقوامی
موڈانیہ
دریائے ایدرونوز
بالیکسری
دریائے سیاف
دریائے سکاریہ
ریلوے لائن انگورہ پر ختم ہوتی ہے
اسکی شہر
ایشیائے کوچک
قرہ حصار
اوشاک
آق شہر
دریائے گیدیز چائے
الاشہر
ازمیر
آیدین
ابیزلی
اناطولیہ
بساریہ
بلدور
موغلا
بحر متوسط
عدالیہ
علامات
بڑے بڑے شہر
چھوٹے شہر
ریلوے لائن
محاذ

یونانیوں کا نقصان اگر اتحادی ترکوں کی درخواستوں کو تسلیم کر لیتے ہیں اور صلح کرا دیتے۔ تو یونانیوں نے جو لاانتہا تعداد میں مال وجان کا نقصان برداشت کیا ہے۔ وہ ہرگز نہ کرتے۔ مالی نقصان کے علاوہ جانی نقصان کی تعداد بھی بیشمار ہے۔ چنانچہ دو ستمبر کی تاریخ کو یونانیوں کے ۴۰۰ یونانی افسر اور دس ہزار سپاہی گرفتار ہوئے۔ ان اسیروں میں بڑے بڑے مقتدر یونانی افسر تھے جن میں یونانی فوج کا جرنیل بھی تھا۔

۲۶ راگست سے لیکر ۱۴ ستمبر تک یونانیوں کا کل نقصان یہ تھا۔ جو ترکوں کے ہاتھ بطور یرغمال آیا۔

۹۱۰ توپیں۔ ۱۲۰۰ باربرداری کے ہوائی جہاز۔ ۵ ہزار تیز رفتار توپیں۔ ۴۵۰ سامان حرب و ذخائر سے بھری ہوئی گاڑیاں۔ اور ۲۰ ہزار سے زیادہ بندوقیں تھیں۔ قیدیوں کی تعداد اس تاریخ تک ۲۰ ہزار کو پہنچ گئی تھی۔

منسیا غالباً ۶ ستمبر کو فتح ہوا۔ اس فتح میں ترکوں نے سات سو توپیں۔ گیا ہوائی جہاز اور ۲ ہزار کلدار توپیں بطور مال غنیمت حاصل کیں۔

سلنکلی مقام پر جو ۷ ستمبر کو فتح ہوا تھا۔ یونانی فوج کا سپہ سالار عام اور اس کا تمام عملہ اور چار کرنیل ترکوں نے گرفتار کیے۔

یونانی نقصانات کے متعلق غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے مجلس علیہ ترکیہ کے نام ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں انہوں نے ظاہر کیا تھا کہ یہ عظیم الشان فتوحات فقط ان کے دم کا صدقہ ہے۔ اور بیان کیا۔ کہ غنیم کا نقصان جان ایک لاکھ سے زیادہ ہوا ہے۔ اور بمقابلہ اسکے ترکان تتار کا نقصان صرف دس ہزار ہے جس میں چوتھائی صرف مجروح ہیں۔ گویا کہ ایک لاکھ یونانیوں نے موت کا جام وصل پیا اور یونانی اسیروں کی تعداد جو آج کی تاریخ تک شمار کی گئی ہے۔ وہ ۶۰ ہزار بتائی گئی ہے۔ ان میں مجروحین کا کوئی ..... ذکر نہیں۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جب مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ اور قیدیوں کی تعداد ۶۰ ہزار ہے۔ تو پھر مجروحین کی تعداد کسقدر ہو گی

مختصراً الفاظ میں یہ کہئے۔ کہ یونان بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ جنگ سکاریہ میں بھی یونانیوں نے بہت شدید نقصانات اٹھائے تھے۔ کیا مادی اور کیا جانی لیکن یہ جنگیں تو یونانیوں کے لئے بالکل ہی فناہ کا نقارہ ہو گئی ہیں۔

صلح کے ڈورے

ترکوں نے تمام ایشیائے کوچک اور درہ دانیال کے ساحلی علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ لیکن ابھی ترکوں نے اور بھی بہت سے علاقے فتح کرنے ہیں۔ یعنی قسطنطیہ۔ تھریس کا علاقہ گیلی پولی اور درہ دانیال۔ فتح سمرنا کے بعد جب یونانیوں کی کاغذ کی ناؤ ڈوب گئی۔ تو اتحادیوں کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اگرچہ یونان کہتا تھا۔ کہ وہ تھریس میں ڈٹ کر مقابلہ کریگا۔ مگر ان افواہوں پر کس کو اعتبار رہتا۔ کیونکہ ایک تو یونانی فوج ترکوں کے خوف سے اناطولیہ میں لڑنے سے انکار کر چکی تھی۔ دوسرے یونانیوں میں خود پھوٹ کا مادہ پھوٹ پڑا تھا۔ قسطنطین کے خلاف جمہور یونان آوازے کس رہی تھی۔ شاہ ڈر کے مارے تخت چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اس لئے ایسے نازک وقت میں اتحادیو کو کچھ نہ سوجھا۔ سوائے اس بات کے کہ وہ ایک دفعہ پھر صلح کا جال بچھائیں لہذا انہوں نے حکومت انگورہ کے پاس صلح کی درخواست کی۔ اور وینس میں کانفرنس کے انعقاد کے متعلق لکھا۔ کہ اس میں ترکی نمایندوں کو بھی شریک کیا جائیگا۔ اور ترکوں کے مطالبات بھی اس میں تسلیم کر لئے جائیں گے۔ اتحادی اب اس لئے صلح کی تجاویز کرتے تھے۔ کہ ترکوں کا سمرنا کے بعد مطمح نظر درہ دانیال قسطنطنیہ اور تھریس تھے۔ آبناؤں کی آزادی کا مسئلہ درپیش تھا۔ اس لئے اتحادی باہم اس امر پر مشورہ کرتے تھے۔ کہ ترکوں کو تھریس دے دیا جائے۔ باقی درہ دانیال اور دیگر غیر جانبدار علاقوں کو قبضے میں رکھنے کی کوشش کی جائے۔ یہ بھی سوال درپیش تھا۔ کہ اگر ترکوں اور اتحادیوں کے درمیان ان قبضوں کی بنا پر جنگ چھڑ بھی جائے۔ تو اتحادی متفقہ طور پر ترکوں کا مقابل کریں گے۔ لیکن فرانس نے اس بات سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ اگر جنگ

شروع ہو گئی تو وہ ترکوں سے نہیں لڑیگا۔ بلکہ متنازعہ فی معاملہ بذریعہ تحریر فیصلہ کریگا۔ بعدازاں یہ تجویز ہوئی کہ وینس کانفرنس سے پہلے پہل ترکوں اور یونانیوں کے نمایندہ کو مدعو کرکے صلح کے بنیادی اصول مقرر کر لینے چاہئیں۔ تاکہ پھر وینس کانفرنس میں ان اصولوں پر بحث کر کے صلح ہو جاوے

اتحادیوں کی التوائے جنگ کی درخواست کے متعلق حسب ذیل شرائط ترکوں نے پیش کیں۔

(۱) یونان غیر مشروطہ طور پر علاقہ مقبوضہ میں اپنی تمام فوجیں اور سامان جنگ ترکوں کے حوالہ کرے۔

(۲) ولایت اناطولیہ وتھریس میں ترکی حکومت کو تسلیم کرے اور ان کے متعلق اپنے خیالی ڈھکوسلوں اور حریصانہ منصوبوں کو خیر باد کہے۔

(۳) آج تک جس قدر یونانیوں کے ہاتھوں نقصان پہنچا ہے۔ اس کا معاوضہ اور جس قدر مصارف ترکوں کو برداشت کرنے پڑے ہیں۔ اسکی رقم ادا کرے

(۴) دوران حملہ میں جو جنگ زیادتیوں کے ذمہ دار ہیں۔ ان کو ترکوں کے حوالے کرے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ ترکوں نے کہا۔ کہ ان شرائط کے سوائے اور شرائط منظور نہیں ہونگی۔ اگرچہ اتحادی صلح کی کوشش میں مصروف تھے۔ مگر وہ قوت کو جمع کرنے سے بھی غافل نہ تھے۔ قسطنطنیہ میں انہوں نے میگزین تیار کر لئے۔ بحیرہ روم کی تقریباً تمام قوت قسطنطنیہ اور درہ دانیال میں لائی گئی۔ کیونکہ ترکوں نے درہ دانیال پر حملہ کا اندیشہ ظاہر کر دیا تھا۔ اور غیر جانبدار علاقہ میں پیشقدمی شروع کر دی تھی۔ جس کے متعلق اتحادیوں نے متفقہ طور پر حکومت انگورا کو ایک نوٹ تحریر کیا۔ کہ غیر جانبدار علاقہ میں فوجی نقل حرکت نہ کی جائے۔ اور ان جگہوں کا احترام کیا جائے۔ جس کے جواب میں حکومت انگورا نے اطمینان دلایا۔

لیکن دوسری طرف ترک بھی اپنی قوت میں تازہ دم فوجوں کو بھرتی کرنے کے لئے کوشش کرتے رہے۔ رضاکاروں کی جماعتوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور ترکان احرار کو جو برلن میں تھے۔ ان کو برلن سے واپس آنے اور مجاہدِ اسلام کی صف میں کھڑا ہونے کی ہدایت کی گئی جس کے دوسرے معنے یہ ہیں۔ کہ ترکان احرار بھی بس قسطنطنیہ اور درہ دانیال پر قابض ہونے اور دول یورپ کے مقابلہ میں بشرط ضرورت شمشیر عثمانی کے جوہر دکھانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ ترکان احرار تو کہیں رہے ....

... قسطنطنیہ کی مسلم آبادی بہت بے چین تھی۔ وہ لوگ چاہتے تھے کہ کب ترکان احرار قسطنطنیہ میں داخل ہوں۔ انہوں نے اس جگہ مظاہرے شروع کر دیئے۔ ترکان احرار نے ان کو ہدایت کی کہ وہ مجاہدین کی آمد تک صبر و سکون سے رہیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ڈیلی میل کے نمائندے مسٹر وارڈ پرائس سے دوران ملاقات میں کہا۔

اب آگے جنگ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دل سے صلح کا خواہشمند ہوں۔ میں یونانیوں پر یہ جارحانہ حملہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ یونانیوں کو ایشیائے کوچک سے نکالنے کے سوائے دوسرا کوئی چارہ نہیں۔ ترکی سرحد کا جو مطالبہ ہم کرتے ہیں۔ اس میں شام و عراق عرب شامل نہیں ہے۔ لیکن جس حصہ میں ترک آباد ہیں۔ وہ ہم کو ملنا چاہئے۔ ہم کو ایشیائے کوچک تھریس درہ دانیال سے آنے جانے کی آزادانہ طور پر اجازت دیدیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں۔ کہ بحیرہ مارمورا پر مدافعانہ انتظام کریں۔ تاکہ قسطنطنیہ کی حفاظت ہو سکے۔

مسٹر پرائس۔ اگر اتحادیوں نے قسطنطنیہ دینے سے انکار کیا۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا۔ تو میں مجبوراً اپنی فوج کو لیکر قسطنطنیہ پر حملہ

کر دوں گا۔ اور یہ صرف چند دنوں کا کام ہے۔ ہم صلح سے قبضہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن قدرتاً ہم اس کے لئے بیحد انتظار نہیں کر سکتے۔

دوسرا مطالبہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا یہ ہے۔ کہ غیر ملکی لوگوں کو خاص خاص جو حقوق دیئے گئے ہیں۔ وہ چھین لئے جائیں گے۔ یونان اپنا تمام بیڑہ میرے حوالے کر دے اور پسپائی کے وقت جو کچھ اُس نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا تاوان دے۔ نیز وہ ہر جگہ کانفرنس میں شرکت کے لئے آمادہ ہیں لیکن اگر کانفرنس ترکی علاقہ میں نہ ہوئی۔ تو وہ مجبور ہیں۔ اور ذاتی طور پر شرکت نہیں کر سکتے جسکی وجہ یہ ہے کہ انگورہ کی قومی مجلس ان کو جانے کی اجازت نہ دیگی۔

پیرس کانفرنس گویا کہ اس طرح سے مشرق قریب کا حل اتحادیوں کے نقطہ نگاہ سے نہایت ہی مشکل ہو گیا تھا۔ ترک اپنی فتوحات کے نشہ میں سرشار تھے۔ انہوں نے التوائے جنگ کی شرائط پیش کر کے مسئلہ مصالحت کو اور بھی پیچیدہ کر دیا۔ اور صلح کی گفت و شنید کے آغاز سے قبل وہ اپنی شرائط منوانی چاہتے تھے۔ اٹلی اور فرانس تو بالکل ترکوں کی شرائط ماننے پر تیار تھے۔ صرف برطانیہ ہی ہچکچاتی تھی۔ اخبارات شور مچا رہی تھیں۔ کہ ترکوں کی شرائط منظور کر لی جائیں۔ اور ان کے حقوق تسلیم کر لئے جائیں۔ انگلستان کی پبلک بھی یہ رجحان رکھتی تھی۔ برطانیہ یہ چاہتی تھی۔ کہ ترکوں پر متفقہ طور پہ دباؤ ڈال کر معاہدہ سیورے کی کسی طرح سے تکمیل کرائی جائے۔

چنانچہ اس صعب ترین اور مشکل ترین وقت میں پیرس میں اتحادیوں کے درمیان ایک اور کانفرنس منعقد ہوئی۔ تاکہ مشرق قریب کا حل سوچا جائے اور آئندہ کی کانفرنس وینس میں وہ تجاویز پیش کر کے مشرق قریب میں امن و امان قائم کر دیا جائے اور اتحادیوں کی باہمی پھوٹ کا بھی سدباب کیا جائے۔ یہ کانفرنس ستمبر کے انجام میں ہوئی۔ اس میں اٹلی فرانس اور برطانیہ کے سفرا شامل تھے۔

اس کانفرنس میں کمانڈ نے یہ اعلان کیا۔ کہ ایشیائی علاقوں میں افواج کا قیام لازمی ہے لیکن اس بات نے فرانسیسی اور اطالوی حلقوں میں بیجا اثر ڈالا۔ حکومت فرانس کو یقین تھا۔ کہ حکومت انگورا اس وقت تک صلح کانفرنس میں شریک نہ ہوگی۔ جب تک کہ اس کے مطالبات متعلقہ سرحد مرتفعی۔ اور تخلیہ ایڈریانوپل کو تسلیم نہ کیا جائیگا۔ چنانچہ اس نقطہ نگاہ کو مدنظر رکھکر کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔

کانفرنس میں مشرقی معاملات پر بحث و تمحیص ہوتی رہی۔ چار گھنٹہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ دول فرانس اور اٹلی اس کوشش میں تھیں۔ کہ موادینہ میں ایک ابتدائی کانفرنس منعقد ہو۔ اور ترکان احرار کو اس میں شرکت کی دعوت دیجائے۔ اور اس میں ان کو یہ یقین دلایا جائے۔ کہ قسطنطنیہ تھریس اور ایڈریانوپل ان کے حوالے کیا جائیگا۔ لیکن لارڈ کرزن نے کہا کہ معاہدہ سیورے میں ذرہ برابر ترمیم بھی صرف کانفرنس مصالحت میں ہی ہو سکتی ہے۔ لارڈ کرزن کی اس مخالفت کو دیکھکر فرانس اور اٹلی نے ترکوں کو علیحدہ علیحدہ مکتوب لکھنے کی ٹھان لی۔

فرانس کا ارادہ تھا۔ کہ قسطنطنیہ ترکوں کو مکمل طور پر واپس دیدیا جائے اور دول متحدہ کی افواج واپس بلالی جائیں۔ البتہ تھریس پر ترکوں کی بادشاہت اور جمعیتہ الاقوام کی سیادت ہوگی۔ آبنائے سے فوج ہٹالی جائیگی۔ لیکن بعض پیش بندیاں ضرور کی جائینگی۔ جب لارڈ کرزن نے فرانس اور اٹلی کا اب رویہ دیکھا تو وہ بھی مان گئے۔ کہ ایک متحدہ مکتوب ترکوں کے پاس بھیجدیا جائے۔ چنانچہ دول متحدہ کی طرف سے ذیل کا مکتوب بھیجا گیا۔

ترک یونانیوں اور دول متحدہ کے درمیان ایک باہمی معاہدہ صلح مرتب کرنے کے لئے جس قدر جلد ممکن ہو سکے مملکت برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی۔ جاپان رومانیہ۔ یوگوسلافیہ۔ ترکی اور یونان کے سفرا وینس یا کسی اور جگہ جمع ہوں

دول متحدہ تیار رہیں۔ کہ ترکوں کی اس سرحد کا تعین کردیں۔ جو پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ یہ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ ترکی اور اس کے ہمسایوں کے مفاد کی تحفظ کے لئے بعض علاقوں میں تخفیف اسلحہ و فوج کی تجویز منظور کی جائیگی۔ ان تجاویز سے مقصود اقتدار کی بحالی اور مصالحت ہے۔ تاکہ آبنائے درہ دانیال۔ بحیرہ مامورا۔ اور باسفورس کی آزادی کے لئے جمعیتہ الاقوام کی سیادت میں قابل یقین کفالت کا تیقن ہو سکے۔ بعض قلیل التعداد آبادیوں کے نسلی اور مذہبی مفاد کی محافظت کی جا سکے۔

دول برطانیہ فرانس۔ اٹلی ترکوں کو جمعیتہ الاقوام میں داخل کرنے کی حمایت کرینگی۔ دول متحدہ وعدہ کرتی ہیں۔ کہ جب معاہدہ کا انتظام ہو جائیگا۔ تو قسطنطنیہ چھوڑ دیا جائے گا۔

کانفرنس کے انعقاد سے پہلے دول متحدہ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر یونانیوں کو اس خط پر پسپا ہونے پر مجبور کر دینگی جس سے دول متحدہ کے جرنیل ترک اور یونانی افسر منظور کریں گے۔ اس مطلب کے لئے دول متحدہ کے نمایندے اور غازی مصطفٰے کمال پاشا مدانیہ یا احمدہ کے مقام پر گفتگو کرینگے

اس مکتوب کے اختتام میں اس تیقن کا اظہار کیا گیا تھا۔ کہ دول متحدہ مصالحت کے بعد ترکی سے ایک حلیف سلطنت کیطرح موالات کرنے کے قابل ہو جائینگی۔

الغرض اس کانفرنس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا۔ کہ ہر سہ دول نے ترکوں کو شرکت کانفرنس کی دعوت دی۔ اور اس بات کے مواعید کئے۔ کہ سرحد مرتضٰی معہ ایڈریانوپل تسلیم کر لی جائیگی۔

اور غیر جانبداری کی ذمہ داری کے ساتھ آبنائے پر ترکی بادشاہت مان لی جائیں گی۔

ترکان احرار کے ارادے اب دیکھنا یہ ہے کہ ترکان احرار اس مکتوب

کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کے متعلق صحیح خبر معلوم نہ ہوئی۔ کیونکہ متضاد خبریں آتی تھیں۔ قسطنطنیہ کے بعض حلقوں میں یہ مشہور تھا۔ کہ اس مکتوب کا بہت اچھا اثر ہوا ہے لیکن دیگر حلقوں کی اطلاعات سے یہ پتہ چلتا تھا۔ کہ ترکوں کا رویہ غیر مصالحانہ ہے۔ وہ اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ تھریس فوراً غیر مشروط طور پر ترکوں کے حوالے کیا جائے اور کانفرنس میں نمایندگان روس کو بھی شرکت کی دعوت دی جائے۔ ہاں اس مکتوب کا اتنا اثر ضرور ہوگا۔ کہ انگورا میں اعتدال پسندوں اور انتہا پسندوں میں سیاسی مخالفت رونما ہوگئی۔ جیساکہ ٹائمز کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ نے اطلاع دی تھی۔ اعتدال پسندوں کی طرفدار وہ جماعت تھی۔ جو جنگ کی مخالف تھی اور انتہا پسندوں کے حامی فوجی افسر تھے۔ جو فتوحات کے نشہ میں سرشار تھے۔ اور لڑنے کے لئے تیار تھے۔ بالشویک سفیر بھی اس موخر الذکر جماعت کا طرفدار تھا حکومت فرانس نے اپنے نمایندہ کی معرفت ترکوں کو معتدل حکمت عملی پر لانے کی از حد کوشش کی۔ مگر حکومت فرانس اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ کیونکہ خود غازی مصطفےٰ کمال پاشا جنگ کی حمایت میں تھے نیز حکومت انگورا نے عزم مصمم کر لیا تھا۔ کہ تھریس پر قبضہ کر لیا جائے مجلس عالیہ نے کثرت رائے سے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو یہ حق عطا کر دیا۔ کہ جب تک ترکان احرار کے مطالب کامیابی کے ساتھ حاصل نہ ہو جائیں جنگ جاری رکھی جائے۔

ان واقعات اور مابعد کے واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ ترکان احرار تھریس پر ضرور قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ دوسرا وہ یہ چاہتے تھے۔ کہ دردانیال پر بھی ضرور قبضہ ہو جائے۔ اگر دردانیال کے تمام قلعوں پر قبضہ نہ ہو تو کم از کم ایک آدھ مشہور قلعوں پر قبضہ ہو جائے۔ دیگر اُن کا یہ مطلب تھا۔ کہ غیر جانبدار علاقوں میں گھس کر ٹرکی کے تمام ممالک محروسہ پر قبضہ کر لیا جائے

ان اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے ترکوں نے اپنی فوجیں اطراف و اکناف میں پھیلا دیں۔ یعنی کچھ درہ دانیال کی طرف بڑھیں۔ کچھ غیر جانبدار علاقوں کی طرف اور کچھ اسمد پر مجتمع ہونی شروع ہوئیں۔ پہلے ہم آپ کو ان افواج کا حال سناتے ہیں۔ جو چناق کیطرف بڑھی تھیں۔

ترکی فوج کی پیشقدمی چناق کیطرف

جب انگورا میں ایسی صورت حالات تھی کہ خود سر عسکر جنگ کے لئے آمادہ تھے۔ تو دیگر فوجی افسروں کا کیا کہنا۔ پس ترکوں نے اتحادیوں کے مکتوب کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ انکی فوجیں غیر جانبدار علاقوں میں تو پہلے ہی گھس چکی تھیں۔ بڑھتے بڑھتے غیر جانبدار علاقہ کی آخری حد تک پہنچ گئیں۔ باوجود اس امر کے کہ اتحادیوں نے متعدد بار ترکوں کو غیر جانبدار علاقہ کے احترام کو مدنظر رکھنے کی تاکید کی تھی۔ مگر انہوں نے اپنی پیش قدمی کو بند نہ کیا۔ چنانچہ ترکی سوار بغہ کے نواح میں جو غیر جانبدار علاقہ کی حد پر چناق سے ۵۰ میل کے فاصلے پر واقعہ ہے جا پہنچے۔ گویا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت ترکوں کا مطمح نظر محض چناق تھا۔ یہ درہ دانیال کے ساحل پر ایک نہایت ہی مشہور و معروف قلعہ ہے۔ جس کو ترک اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے تھے۔ تاکہ قبضہ سمرنا اور مستحکم ہو جائے۔ غالباً یہ قلعہ اتحادیوں نے یونانیوں کو دیدیا تھا بدیں غرض کہ یونانیوں کا قبضہ سمرنا پر مستحکم رہے۔ لیکن جب یونانی بھاگ گئے تو پھر اس پر اتحادیوں نے قبضہ کر لیا جس میں اتحادیوں کی متحدہ فوجیں رہا کرتی تھیں جب فرانسیسیوں اور اطالویوں نے ترکان احرار کی پیشقدمی اس قلعہ کی طرف دیکھی۔ تو انہوں نے اپنی فوجیں وہاں سے واپس بلالیں۔ صرف برطانیہ کی فوجیں باقی رہ گئیں۔ فرانس کی اس کارروائی پر بہت لے دے ہوئی مارشل فاش نے بیان کیا۔ کہ ساحل کی زمین پر قبضہ جمائے رکھنا۔ اور عمیق وہ بارہ کی طرف پشت کئے رہنا نہایت ہی خطرناک ہے۔ اور چناق پر قبضہ قائم رکھنے کے لئے ایک لاکھ سپاہیوں کی ضرورت ہے۔ لہذا معمولی سی فوج چناق پر قابض

نہیں رہ سکتی لیکن برطانوی سرکاری حلقوں میں یہ خیال ظاہر کیا جا رہا تھا۔ کہ چناق پر اس وقت تک قبضہ ضرور رہیگا۔ جب تک کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا یہ نہ بتائیں۔ کہ وہ آیندہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

مزید برآں فرانس نے اس بات کا بھی اعلان کر دیا۔ کہ اگر ترکوں سے لڑائی چھڑ جانے کا احتمال ہؤا۔ تو فرانسیسی فوجیں ترکوں سے ہرگز نہیں لڑینگی برطانیہ نے کہا کہ اگر ترکوں سے جنگ کا موقع آگیا۔ تو وہ تنہا ہی میدان میں اتریگی۔ لیکن اس پالیسی سے ملک میں سخت ہلچل مچگئی۔ مزدور پارٹی جنگ کے سخت مخالف تھی۔ لہذا برطانیہ کو پھر یہ کہنا پڑا۔ اگر کوئی طاقت اس کے ساتھ شامل ہوئی تب وہ ترکوں سے لڑیگی۔ ورنہ اکیلی نہیں لڑیگی۔

برطانیہ کا تو یہ ارادہ تھا۔ لیکن حکومت عالیہ ملیہ انگورا مصمم ارادہ کر چکی ہوئی تھی۔ کہ جب تک ترکان احرار چناق پر قابض نہ ہو جائیں۔ وہ صلح کی گفت وشنید نہیں کریگی۔ اور اس قبضہ کے بعد حکومت ملیہ گیلی پولی میں مکمل قلعہ گیر فوج رکھنا منظور کرلیگی۔ پس ترکان احرار غیر جانبدار علاقہ میں گھسے چلے گئے۔

اثنائے راہ میں ترکان احرار نے درہ دانیال کے ایشیائی ساحل پر قصبہ ابزینی پر قبضہ کر لیا۔ اور کم کلید کی طرف بڑھے۔ یہ مقام اہم کلید اور مقام کامیابی ہے۔ اس وقت ترکان احرار کے ہمراہ بڑے بڑے توپخانے تھے۔ برطانی ہوائی جہاز ترکان احرار کے محاذات پر اڑتے تھے۔

۲۳ ستمبر کو ایک ترکی سواروں کی ایک زبردست جماعت چناق کے علاقے میں سرحد کے اس پار چلی گئی۔ یہ جماعت موضع ارین کیتی کے قریب برطانوی محاذ سے گولی مار پر جا پہنچی۔ چناق کے گورنر نے اس جماعت کو پسپا ہونے کے لئے کہا۔ کیونکہ وہ غیر جانبدار علاقہ میں مداخلت بے جا کا ارتکاب کر رہی تھی۔

جنرل شٹل ورتھ نے ۲۴ ستمبر کی صبح کو چھ بجے ترکی مجلس شوریٰ کے ارکان سے ملاقات کی۔ جرنیل ہیرنگٹن نے بھی نمایندہ احرار مقیم قسطنطنیہ کو طلب کیا۔

تاکہ وہ اس سے اس موضع پر درخواست پیش کریں لیکن نمایندہ موصوف نے صاف کہدیا۔ کہ وہ ترکان احرار کی طرف سے غیرجانبدار علاقہ کے احترام کا وعدہ نہیں کرسکتے۔ اگرچہ انہیں متنبہ کردیا گیا ہے۔ کہ جارحانہ کارروائی سے مراد برطانیہ عظمےٰ سے جنگ ہے۔ لیکن انہوں نے کسی قسم کا وعدہ نہیں کیا۔ بایں ہمہ امید کی جاتی ہے کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا بیرونی مصالحانہ مشوروں سے بجا طور پر غیرجانبداری میں رخنہ اندازی کے لئے تیار نہ ہونگے

باوجود اتحادیوں کی ان یادداشتوں کے ترکان احرار نے اپنی پیشقدمی میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ وہ برابر چناق کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ترکوں کی پیادہ فوج نے جو سمرنا سے آرہی تھی۔ بالیکیاری پر جو بروصہ سے ۷۵ میل کے فاصلہ پر ہے قبضہ کرلیا تین ڈویژن پیندرمہ کے قرب جوار میں موجود تھے۔ خیر تو یہ رہی کہ باوجود ترکوں کی پیشقدمی کے برطانوی افواج سے کوئی جنگ وقوع پذیر نہ ہوئی ورنہ غالب امید تھی۔ کہ چناق پر ضرور جنگ ہوگی۔ مگر اس جگہ نہ تو ترکوں نے اتحادیوں پر حملہ کیا اور نہ ہی اتحادیوں نے ترکوں کو کوئی تکلیف دی۔ مخالف فوجیں مخالف سمتوں میں ڈیرہ ڈالے رہیں۔ ترک چاہتے تھے۔ کہ پہلے اتحادی حملہ کریں۔ مگر اتحادی طرح جنگ نہیں ڈالنی چاہتے تھے۔ اتحادیوں نے باوجود اس خاموشی کے اپنے بحری بیڑے وہاں جمع کردیئے اور کمک بھی طلب کرلی۔

ٹائمس کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ نے چناق پر ترکوں کی پیش قدمی کو چند مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ جو ہم اس جگہ درج کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے۔ کہ تیسری ہسار رجمنٹ کے سوار رسالہ کی ایک جماعت کو سب سے اول اس بات کا علم ہوا۔ کہ ترک غیرجانبدار علاقہ کی حدود میں داخل ہوگئے ہیں۔ دو سو ترک سواروں نے چناق سے ۲۷ میل کے فاصلہ پر سراجیلی پر قبضہ کرلیا اور وہاں کے باشندوں سے وہ انگریزی

سپاہ کی نقل و حرکت کے متعلق دریافت کرتے تھے۔ فوراً انگریزی کمانڈر ترکی رسالے کے کمانڈر کے پاس گیا۔ اور کہا کہ وہ غیر جانبدار علاقہ میں داخل ہو گئے ہیں جس کے جواب میں ترکی کمانڈر نے کہا۔ کہ اس کو مطلق اس کا علم نہیں ہوا اور نہ اس نے انگریزی جھنڈے کو حدود پر دیکھا۔ بلکہ وہ مسلح یونانی جماعتوں کے تعاقب میں آیا تھا تب اس سے یہ کہا گیا کہ وہ اس علاقہ کو خالی کر دیں۔ لیکن ترکی کمانڈر نے کہا۔ کہ میں بغیر اپنے افسر اعلیٰ کے حکم کے ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد انگریزی رسالہ خود پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد پھر چار بجے سہ پہر کو آٹھ سو ترک سوار غیر جانبدار علاقہ میں داخل ہوئے جن میں سے ایک سو پچاس حد کے قریب پہنچ گئے۔ اس کے بعد پھر انگریزی سواروں کا ایک اور طاقتور دستہ بارمیچ سے آگے بڑھا۔ اور اس نے یہ خواہش کی۔ کہ وہ ترکی رسالوں کے کمانڈر (جو ایک کرنل تھا) سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ ترکی کرنل نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ ترک انگریزی فوج سے جھگڑا کرنا نہیں چاہتے۔ بشرطیکہ انگریز ان کی شرائط کو مان لیں۔ انگریزی رسالہ پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس نے آبنائے کے انگریزی کمانڈر انچیف کو اطلاع دی جس نے چناق کے ترکی گورنر کو لکھا۔ کہ وہ ترکی رسالہ کے کمانڈر کو متنبہ کر دیں۔ کہ اس کارروائی کا نتیجہ ترکی کے لئے بہت ہی خراب ہو گا۔

ترکی گورنر نے اس کے جواب میں لکھا۔ کہ ترکی کرنل اسکی درخواست کو منظور نہیں کرتا۔ اس عرصہ میں ترک برابر آگے بڑھتے رہے۔ اور انہوں نے چناق اور ارنکی کی سڑک پر تین فوجی استحکامات کو منہدم کر دیا۔ استحکامات کو منہدم کرنے کے بعد ترکی کمانڈر ایک سفید جھنڈا لیکر آگے بڑھا۔ اور اس نے یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ وہ دوسرے روز صبح کو انگریزی کمانڈر سے بمقام پیرنی پر ملاقات کرے گا۔ اس کو جواب دیا گیا۔ کہ اگرچہ ترکی کمانڈر نے بالارادہ غیر جانبدار علاقہ میں زبردستی مداخلت کی تاہم اگر ترکی رسالہ آگے نہ بڑھے

۹ بجے صبح تک ہٹ جائیگا۔ تو انگریزی کمانڈر ان سے خوشی ملاقات کرلیگا اب خواہ صلح کانفرنس کا کچھ بھی ارادہ ہو لیکن انگریزوں نے اسکودر ساحلی علاقہ پر اب بھی قبضہ کرلیا ہے۔ کہ وہ وہاں چھوٹی چھوٹی توپیں نصب کرکے آبنائے کے راستہ کو مخدوش بنا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے چناق کے ایک تار میں توم تھا کہ ترکی جنگی جہاز نمبر ۲ آبنائے کی جانب [illegible] سے اور اس کے آگے بیگا بروا خیک اور ادانین کے خط جنگ [illegible] ترکی سوار رسالہ بھی بڑھ رہا ہے۔ دس ہزار ترک [illegible] اپنی چوکی پر گولہ باری ہونے کے خوف سے وہاں سے [illegible] چلے گئے۔

تھریس اور قسطنطنیہ پر قبضہ

ابھی چناق [illegible] کارروائیاں ظہور پذیر ہونے پائی تھیں کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے [illegible] چناق پر حملہ کرنے سے خیال کو بدل دیا کیونکہ تھریس میں یونانی مسلمانوں پر [illegible] ظلم و ستم توڑ رہے تھے مجلس ملیہ تو پہلے ہی غازی مصطفیٰ کمال پاشا کو [illegible] دے چکی تھی کہ جب تک اغراض قومی پورے نہ ہوں جنگ جاری رکھی جائے۔ اس وقت یونانیوں کی ناپاک حرکت ظلم و ستم نے ترکان احرار کو مشتعل کر دیا۔ لہذا انہوں نے چناق پر قبضہ کرنے کی تجویز کو ملتوی کر دیا۔ تاکہ سب سے پہلے تھریس کو یونانیوں سے پاک و صاف کیا جائے۔ اور مسلمان آبادی وہاں کی ان اذیتوں سے محفوظ رہ سکے۔ ادہر اتحادی صلح کرانے کی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ پیرس میں اجلاس پہ اجلاس ہو رہے تھے۔ ان اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ترکان احرار کی شرائط مان لی جائیں۔ اور تھریس ان کو واپس دیدیا جائے اور صلح کانفرنس میں بھی ان کو شریک کیا جائے۔ یہ سب باتیں انہوں نے اپنے متحدہ مکتوب میں تسلیم کرلی تھیں۔ جو آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں۔ لیکن ابھی صلح کانفرنس کے انعقاد کی کوئی تاریخ مقرر نہ ہوئی تھی کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اتحادیوں سے درخواست کی۔ کہ ان کی فوج کو سب سے اول تھریس پر قبضہ کرنے کی اجازت دیدیں

تاکہ مظلوم مسلمان آبادی کی [illegible] اور مشرقی تھریس [illegible] درہ دانیال پر بغیر [illegible] جا سکتا ہے۔ اس کشمکش [illegible] شامل ہو گئے [illegible] ونواح میں واقع ہیں۔ چنانچہ [illegible] کو حاصل کرنے کے لئے ترکان احرار نے اسمد پر زبردست فوجی [illegible] غازی مصطفےٰ کمال پاشا بنفس نفیس وہاں موجود تھے [illegible] مسلمان موجود تھا۔

حمید بے نمائندہ ترکان احرار [illegible] کہا کہ ترکان احرار نے عزم صمیم کر لیا ہے [illegible] تھریس میں یونان کے مظالم و قتل عام کی روک تھام کے لئے درہ دانیال [illegible] نیز ترکی افواج اتحادیوں پر اس وقت تک کوئی حملہ [illegible] نہ کیا جائیگا۔ اگر اتحادی پسند نہیں کرتے کہ ترکان [illegible] دانیال عبور کریں۔ تو مشرقی تھریس [illegible] فوراً ترکوں کے حوالے کر دیا جانا [illegible]

حمید بے نے یہ بھی کہا [illegible] ساحل پر گولہ باری کے لئے یونانیوں کو درہ دانیال عبور کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اگر اب ترکوں کو اجازت نہ دی گئی۔ تو اتحادیوں کی [illegible] کھل جائیگا۔ اگر اسمد سے اتحادیوں کی افواج ہٹا لی گئیں۔ تو [illegible] مصطفےٰ کمال پاشا [illegible] میں شریک کانفرنس ہوں گے۔

اتحادی [illegible] جب کانفرنس اس امر کے متعلق [illegible] تھے کہ ترکان احرار کی افواج کو اس وقت درہ دانیال سے گزرنے کی اجازت دی جائیگی جب شرائط صلح طے ہو جائینگی۔ لیکن [illegible] اتحادیوں [illegible] اگر غازی مصطفےٰ کمال پاشا اپنی افواج کو روکے رکھیں۔ تو وہ [illegible] کہ نہایت فیاضانہ شرائط منظور کر لیا اور [illegible] لارڈ کرزن نے اس امر کو [illegible] کہ کمال پاشا جہاں چاہیں [illegible] کانفرنس کا اجلاس کریں۔ خواہ انگورا

میں جلسہ منعقد ہو۔ خواہ سمرنا میں۔ یا کسی اور جگہ۔

ایک طرف تو ترک اتحادیوں کی کوئی بات نہیں سنتے تھے۔ دوسری طرف بالشویک بھی ترکوں کی امداد پر اتر آئے تھے۔ ان کا خاص مقصد یہ تھا۔ کہ درہ دانیال ترکوں کے ماتحت رہے۔ یہ بیان کرنا کبھی بے جا نہ ہوگا کہ اس وقت لینن بالشویکوں کا سردار بیمار ہو کر چھ ماہ کی رخصت پر چلا گیا تھا۔ اور اس کی جگہ ایک مسلمان بالشویکوں کا صدر مقرر ہوا تھا۔ اور وزیر خارجیہ بھی ایک مسلمان ہی تھا۔ خدا کی قدرت کا ملاحظہ فرمائیے۔ کہ روس کی وہ سرزمین ہے۔ جہاں کبھی کوئی مسلمان حکمران نہیں ہوا ہے۔ لیکن اب اسلام کی ترقی کا زمانہ کہئے۔ یا اعداء کی بدبختی یا زوال کا وقت سمجھئے۔ کہ اس سرزمین روس پر مسلمان حکمراں ہے۔ چنانچہ حکومت روس نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی فوجی کارروائیوں کا ملاحظہ کر کے انقلابی فوجی مجلس کا ایک غیر معمولی جلسہ منعقد کیا جسکی صدارت ٹراٹسکی کے ذمہ تھی۔ اس جلسے کی قراردادیں مخفی رکھی گئی تھیں۔ لیکن باخبر لوگ کہتے تھے کہ مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ جمہوریہ قفقاز اور ماسکو کی تمام فوجیں جو قفقاز اور بحیرہ اسود کے بیڑے میں متعین ہیں۔ فوراً جنگ کے لئے تیار کر لی جائیں۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ سوویٹ سپاہ کا ایک جیش پہلے ہی سے انگورا کی سرحد پر مقیم تھا۔ اس غرض سے کہ اگر قسطنطنیہ کیطرف ترکی پیشقدمی ہوئی۔ تو فوراً بڑھکر مصطفےٰ کمال پاشا کی مدد کرے۔

نیز روس اور انگورہ کے معاہدہ کی رو سے ماسکو تسخیر درہ دانیال میں بھی غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی امداد کرنے پر تلا ہوا تھا۔ بشرطیکہ بحیرہ اسود میں کامل آزادی دی جائے۔ علاوہ بریں بالشویکوں نے بیشمار سامان اسلحہ اٹلی سے خرید کیا۔ تاکہ وہ جنگ کی صورت میں ترکان احرار کا ہاتھ کامیابی سے بٹا سکیں۔ خدا کی ذات پاک کی مہربانیوں کا اندازہ کیجئے کہ وہی روس جو کسی زمانہ میں سلطنت ٹرکی کو بالکل ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔ وہ آج ترکوں کا سب سے بڑھکر

خیر خواہ اور دوست نظر آتا ہے۔ جہاں ترکوں کا پسینہ بہے وہ وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوتا ہے۔ مگر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ یہ روس اب زار کے زمانہ کا روس نہیں ہے۔ بلکہ یہ روس یورپ کی نیش کا زخم خوردہ ہے۔ ادھر ترک بھی یورپ کے ہاتھوں زخم کھائے ہوئے ہیں۔ جس طرح زخم خوردہ طرفین آپس میں ایک دوسرے کی ہمدرد ہو سکتی ہیں۔ اس طرح متضاد حالت کی طرفین ایک دوسرے کی ہمدردی نہیں کر سکتیں۔

آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ کہ اسمد پر ترکان احرار نے اپنی افواج اور سامان جمع کر دیا تھا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ ترکان احرار قسطنطنیہ اور تھریس پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ترکان احرار کی ان تیاریوں کو دیکھکر فرانسیسی افسر اعلےٰ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ملاقات کے لئے سمرنا گیا۔ تاکہ کسی بہتر سمجھوتہ کی صورت نکالے اور ترکان احرار جوش میں کوئی مفتوحی نکر سکیں۔

حامدبے نے فرمایا۔ کہ فرانسیسی افسر اعلےٰ اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ملاقات کے کامیاب نتائج کی بہت ہی کم امید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حکومت انگورا نے تھریس فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اور کوئی طاقت اس ارادے کو نہیں روک سکتی۔ درحقیقت غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور فرانسیسی افسر اعلیٰ کی ملاقات نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔ ترکان احرار کے حلقہ ہائے سیاسی میں نہایت ہی خوشگوار امیدوں کا اظہار ہو رہا تھا۔ ہر شخص کے منہ پر یہی الفاظ تھے۔ کہ تاوقتیکہ اتحادی تخلیہ تھریس کی مکمل ضمانت نہ دیں گے ترکی افواج کی فاتحانہ پیشقدمی میں کوئی افواج حارج نہ ہو سکیگی۔

کہا جاتا ہے۔ کہ ترکان احرار نے مطالبہ کیا۔ کہ قسطنطنیہ ۵ یوم کے اندر خالی کر دیا جائے۔ اور تھریس ۴۸ گھنٹہ کے اندر۔ اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو ایک نازک حالت پیدا ہو جائیگی۔ اس اثنا میں بہت سے کمالی افسر تھریس میں جا پہنچے۔

لیکن ترکان احرار کی مزید پیشقدمی کے متعلق خواہ چناق پر یا تھریس

اور قسطنطنیہ کی طرف مزید خبر کوئی نہ آئی۔ اگر آئی۔ تو سفیر دولت خداداد افغانستان مقیم شملہ کے ذریعہ سے نہایت مسرت انگیز خبر یہ آئی۔ کہ ترکان احرار اور مجاہدین اسلام نے قسطنطنیہ اور تھریس پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ خبر کوئی کم خوشی اور انبساط کی خبر نہ تھی۔ کون تھا جو اس خبر پر پھولا نہ سمائے۔ کون اس خبر پر خوشی نہ کرے۔ اس خبر نے اہل اسلام کے دلوں میں روح تازہ اور طراوت بے اندازہ ڈال دی۔ ہر مسلمان خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کر رہا تھا۔ مردہ جسموں میں جان آئی۔ ساکن قلوب میں خون متحرک ہوئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ترکان احرار نے اسمد سے آگے بڑھ کر سقوطری کے رستہ درہ دانیال کو عبور کر کے قسطنطنیہ پر حملہ کر لیا ہوگا۔ اور فوجی افسران نے جن کے متعلق یہ اطلاع ملی تھی۔ کہ وہ تھریس میں پہنچ گئے ہیں تاکہ وہاں کی مسلمان آبادی کو یونانیوں کے خلاف برانگیختہ کریں۔ قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کے بعد ترکان احرار کی افواج ہمراہ لیکر تھریس پر بھی حملہ کر دیا ہوگا اور اس پر قبضہ کر لیا ہوگا۔ مگر اس خبر کی تصدیق سرکاری طور پر نہ ہوئی۔ بلکہ آج تک اس خبر کی تصدیق یا تردید کوئی نہیں ہوئی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خاموشی نیم رضا۔ قسطنطنیہ و تھریس کی فتح کی خبر بالکل درست ہوگی۔ اگر یہ خبر غلط ہوتی۔ تو رائٹر ایجنسی کی طرف سے فوراً اس کی تردید ہو جاتی یا سرکاری طور پر اس کے متعلق تشریح ہو جاتی۔ اخبار مشرق نے اس خاموشی طلسم کو اس طرح توڑا۔ کہ معتبر نامہ نگاروں کی اطلاعیں یہ ثابت کر رہی ہیں۔ کہ کمالیوں کی منتظم فوجیں غیر جانبدار علاقہ میں داخل ہو گئی ہیں۔ اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا درہ دانیال میں داخل ہو کر گیلی پولی اور تھریس پر بھی قابض ہو گئے ہیں۔ قسطنطنیہ کے اتحادیوں نے بھی شہر کو خالی کر دیا۔ اور یونان کا بادشاہ انقلاب کے اثر سے تخت سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ سلطان المعظم خود تخت سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ اور ترکی شاہی خاندان کے چند آدمی مالٹا چلے گئے ہیں۔ اور فی الحال

ترکی فوجیں ساحل یورپ پر غیر جانبدار خطہ میں رہتی ہیں ۔

اگر مان لیا جائے کہ یہ خبریں صداقت سے بالکل مبرا ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ۔ مدانیہ کانفرنس میں اتحادیوں نے ترکوں کو علاقہ تھریس واپس دینے کا حتمی طور پر اقرار کیا اور قسطنطنیہ تکمیل صلح کے بعد خالی کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن مدانیہ کانفرنس کے بعد بہت جلدی لوزین صلح کی کانفرنس کے انعقاد کے بہت قبل قسطنطنیہ کے متعلق خبریں نئے رنگ میں موصول ہونی شروع ہو گئیں ۔ جس سے یہ مترشح ہوتا تھا ۔ کہ واقعی قسطنطنیہ ترکوں کے لئے خالی کر دیا گیا ہے ۔ یا ترکوں کا اس میں داخلہ ہو گیا ہے ۔ کیونکہ آستانہ کی پرانی پارلیمنٹ نے استعفیٰ دیدیا تھا ۔ اور ترکان احرار کی نئی پارلیمنٹ منتخب ہوئی ۔ حکومت انگورا نے رفعت پاشا کو قسطنطنیہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا ۔ رفعت پاشا پہلے تھریس کے گورنر تھے اتحادی جنرلوں کے ایک جلسہ میں مدعو ہوئے ۔ جہاں انہوں نے خوف انتشار پیدا کرنے کی غرض سے گورنمنٹ قسطنطنیہ کی تبدیلی کا اچانک تذکرہ کیا ۔ اس ترکی نمائندہ کو جلسہ مذکورہ میں اس غرض سے بلایا گیا تھا ۔ کہ گیلی پولی اور چناق کے غیر جانبدارانہ علاقہ پر برطانیہ کی ماتحتی میں ترکی جنڈرامہ قائم کرنے کا بحث مباحثہ کیا جائے ۔ مگر پاشائے موصوف نے صاف انکار کر دیا ۔ اور کہا ۔ کہ کسی صورت اور کسی طریقہ پر بھی برطانوی ماتحتی منظور نہیں کی جا سکتی ۔ پاشائے موصوف نے اس امر پر رضامندی ظاہر کی کہ اس معاملہ کو انگورا میں طے ہونے کے لئے بھیجدیا جائیگا ۔ ازاں بعد انہوں نے یکدم یہ سنسنی خیز خبر اتحادی جنرلوں کو سنائی ۔ کہ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں ۔ کہ آج دوپہر سے حکومت قسطنطنیہ کا کوئی وجود نہیں اور میں وہاں کا گورنر بن گیا ہوں ۔ لیکن میں مدانیہ کانفرنس کی شرائط کا لحاظ ضرور رکھونگا ۔ اور برطانی قبضہ کا احترام ضرور کرونگا ۔ لیکن اندرونی معاملات میں کسی مداخلت کو گوارا نہیں کیا جا سکتا ۔

ایک طرف تو ترکی پارلیمنٹ نے رفعت پاشا کا تقرر بطور گورنر قسطنطنیہ کیا ۔ اور دوسری طرف ترکی قومی پارلیمنٹ نے ۲ ۔ نومبر کو ایک جلسہ منعقد کر کے یہ فیصلہ کیا کہ سلطان المعظم سے قطع تعلق کر کے قومی پارلیمنٹ کے نام سے ملک پر حکمرانی کی جائے جب رفعت پاشا قسطنطنیہ پہنچے ۔ تو قسطنطنیہ کی انتظامی کونسل نے جو رفعت پاشا کے

اشاروں پر چل رہی تھی۔ ایک اجلاس کر کے اتفاق رائے سے قرار دیا۔ کہ قسطنطنیہ و سلطان کے متعلق ترکی پارلیمنٹ کے مذکورہ بالا فیصلے کے مطابق عمل کر کے اس کا نفاذ کیا۔ جندرامہ کے افسر اعلیٰ اور پولیس نے بھی ترکی پارلیمنٹ کے حق میں حلف وفاداری اُٹھا لیا۔ اور رفعت پاشا نے اُن کو سابقہ عہدوں پر مستقل طور پر مقرر کر دیا۔ اگرچہ ترکی پارلیمنٹ کے قواعد و ضوابط کا اعلان تا فیصلہ صلح کانفرنس ملتوی رکھا گیا۔ ..... اس تبدیلی حکومت پر لوگوں کو تین دن تک خوشیاں منانے کی اجازت دی گئی۔ تمام ترکی محلوں میں ایک جلوس نے گشت لگائی۔ جو لاتعداد ہلالی جھنڈے اور کمال پاشا کی تصاویر لئے ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں ہزارہا بندوقوں کی فیر کی گئی۔ اگرچہ قومی پارلیمنٹ نے بادشاہ سے قطع تعلقی کر لی تھی۔ اور قسطنطنیہ میں قومی حکومت کی بنیاد ڈالی تھی۔ مگر سلطان کو کسی قسم کی تکلیف دئے بغیر قسطنطنیہ میں رہنے کی اجازت تھی۔ وائے افسوس سلطان المعظم سلطان وحید الدین پر جو اس وقت تخت خلافت پر متمکن تھے۔ یہ سمجھے کہ شاید ترکان احرار کوئی اُن کو تکلیف دیں گے۔ وہ تخت سے دست بردار ہو گئے۔ اتحادی اُکسا کر اُن کو مالٹا لے گئے۔ حالانکہ ترکان احرار نے اُن کی برطرفی کے متعلق کوئی سوال پیش نہیں کیا تھا۔ انہوں نے صرف سیاسی انتظامات قومی پارلیمنٹ کو دئے تھے۔ اور خلیفہ کی ذات کے متعلق انہوں نے یہ اظہار رائے کیا تھا۔ کہ تمام عالم اسلام سے خلیفۃ المسلمین کے متعلق ایک عام مشورہ لیا جائیگا۔ جو عام رائے کے مطابق منتخب ہوگا۔ وہی خلیفۃ المسلمین مقرر ہوگا۔ خواہ سلطان وحید الدین منتخب ہو یا کوئی اور شاہزادہ آل عثمان سے ہو۔ لہذا جب ترکان احرار نے سلطان وحید الدین کے چپکے سے مفرور ہونیکی خبر سنی۔ تو انہوں نے ایک جلسہ میں سلطان کی اس حرکت کو احکام شرعیہ کے خلاف قرار دے کر ایک مذہبی فتویٰ کی بنیاد ڈالی اور سلطان کو تخت سے معزول کر دیا۔ اور شہزادہ عبد المجید کو تخت خلافت کیلئے منتخب کیا۔

مندرجہ بالا واقعات صاف طور پر ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ ترکان احرار کا قسطنطنیہ

میں داخلہ ہے۔ اگر اُن کا اس میں کوئی دخل نہ ہوتا۔ اور اتحادیوں کا ہی اقتدار وہاں قائم ہوتا۔ تو سلطان وحید الدین کو تخت چھوڑ کر بھاگنے کی کیا حاجت تھی پھر حکومت انگورا نے ایک نیا اعلان یہ کیا۔ کہ آبنا میں صرف ایک جہاز داخل ہو سکتا ہے۔ اور وہ بھی پروانہ اجازت حاصل کر کے۔ اور پھر جب جہاز داخل ہو جائے۔ تو نئی حکومت کو سلام کرے۔ جب رفعت پاشا نے قومی گورنمنٹ کا اقتدار قسطنطنیہ میں قائم کر لیا۔ تو پھر انہوں نے اعلان کیا۔ کہ اتحادی فوراً قسطنطنیہ کو خالی کر دیں۔ کیونکہ ایک شہر میں دو حکومتیں قائم نہیں رہ سکتیں۔ بعد ازاں ترکوں اور اتحادیوں میں کچھ دھینگا مشتی بھی ہوئی۔ اور شہر میں عام حالت امن مخدوش ہوگئی۔ اس پر اتحادیوں نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اور ترکان احرار کو قسطنطنیہ خالی کرنے کو کہا۔ اور دھمکی بھی دی۔ کہ اگر ایسا نہ ہوا یا شہر میں امن قائم نہ ہوا تو بوقت ضرورت شہر کا محاصرہ کر لیا جائیگا۔ جس میں تمام اتحادی متفق نظر آتے تھے۔ اور ظاہر کیا گیا۔ کہ مدانیہ کانفرنس کی خلاف ورزی کر کے قسطنطنیہ میں دخل کر لیا گیا ہے۔ اب بوثوق کہا جا سکتا ہے۔ کہ ترکان احرار کا اگر قسطنطنیہ پر مکمل قبضہ نہیں ہے۔ لیکن داخلہ ضرور ہے۔ اور مکمل قبضہ صلح کانفرنس کے بعد ہوگا۔

تھریس پر بھی ترکوں کا پھریرا مکمل طور پر لہرا رہا ہے۔ یہ علاقہ مدانیہ کانفرنس کی شرائط کے مطابق یونانیوں سے خالی کرا کر ترکوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اور رفعت پاشا وہاں کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔

اب رہا آبناؤں کا معاملہ۔ سو وہ مکمل صلح کانفرنس میں طے ہوگا۔ جو لاسینے میں منعقد ہوگی۔ پہلے اس کے انعقاد کی تاریخ ۱۳ نومبر تھی۔ لیکن بعد میں انعقاد کانفرنس کو کسی اور تاریخ تک ملتوی کر دیا گیا۔ اس کانفرنس کے حالات انشاءاللہ پھر کسی موقع پر سپرد قلم کئے جائینگے۔ اس جگہ اب صرف مدانیہ کانفرنس کے حالات لکھ کر اس کتاب کو ختم کیا جاتا ہے۔

مدانیہ کانفرنس

ہم یہ ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ کہ مدانیہ کانفرنس کے مکمل حالات ناظرین کی خدمت میں عرض کئے جاویں۔ صرف ترکوں اور اتحادیوں کی شرائط ہی لکھ کر ہم اکتفا کرینگے۔ کانفرنس کا انعقاد ۳۔ اکتوبر کو شروع ہوا جس کا افتتاح جنرل ہیرنگٹن نے کیا۔ ترکی وفد زیر سرکردگی عصمت پاشا مدانیہ کانفرنس میں شریک ہوا۔ اور یونانی وفد کانفرنس کے افتتاح سے ایک روز بعد مدانیہ پہنچا۔ اسکا صدر ڈینیلوس تھا۔ ترکوں نے مطالبہ کیا کہ تھریس فوراً خالی کردیا جائے۔ مگر اتحادی اس میں کچھ لیت ولعل کرتے نظر آتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ تا صلح مکمل علاقہ تھریس اتحادیوں کے ماتحت رہیگا۔ مگر جنرل عصمت پاشا نے اصرار کیا۔ کہ تھریس بہت جلد خالی کراکر ترکوں کا انتظام وہاں قائم کرا دیا جائے۔ ساتھ ہی اس کے ترک تخلیہ چناق بھی چاہتے تھے۔ برطانوی مبصرین کی رائے تھی۔ کہ تخلیہ تھریس تو ممکن ہے۔ مگر تخلیہ چناق ناقابل تسلیم ہے۔ اتحادیوں نے کہا۔ کہ تخلیہ تھریس کی صورت میں عیسائی آبادی کی حفاظت کی ضمانت ترکوں کو دینی چاہیے۔ اُس وقت عصمت پاشا نے کہا کہ تم مطالبہ کرنے والے کون ہو۔ ہم فاتح ہیں۔ اور ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ نہ صرف مشرقی تھریس بلکہ مغربی تھریس بھی ہمیں بلاکسی شرط حوالے کردو اگر ہمارے مطالبات نہ مانے گئے۔ تو ترکی فوج حملہ آور ہوگی۔

مختصراً یہ کہ صلح کانفرنس میں کئی نشیب وفراز واقع ہوئے۔ عصمت پاشا اس پر بہت ہی مشتعل ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم فوراً تھریس کو واپس لینا چاہتے ہیں۔ ورنہ حالت نازک پیدا ہوجائیگی۔ اتحادی ترکوں کے مطالبات فی الفور مان لینے کو تیار نہ تھے۔ ترکی فوجوں نے غیر جانبدار علاقوں میں بڑھنا شروع کردیا۔ اور چناق کے گرد سپاہ جمع کرنی شروع کردی۔ بلکہ اتحادیوں میں بھی آپس میں نفاق پڑگیا۔ کیونکہ فرانس ترکوں کے تمام مطالبات

تسلیم کرتا تھا۔ اور انگلستان بعض مطالبات کو نظر انداز کرنا چاہتا تھا۔ ان حالات کے متعلق جنرل ہیرنگٹن نے لنڈن میں اطلاع دی۔ رات کے گیارہ بجے کابینہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ترکوں کے جائز مطالبات مان لیئے گئے۔ مگر تخلیہ چناق نہ مانا گیا۔ اور کہا گیا۔ کہ اگر وہ تخلیہ چناق پر اصرار کریں تو اس صورت میں اُن کو الٹی میٹم دیا جائے۔ چنانچہ کابینہ کے فیصلہ کے مطابق جنرل ہیرنگٹن کو اطلاع دی گئی۔ اور ساتھ ہی الٹی میٹم بھی بھیج دیا گیا۔ جب جنرل موصوف کو یہ اطلاع بمعہ الٹی میٹم ملی۔ تو بہت حیران ہوئے کہ اب کیا کیا جائے۔ وہ ترکوں کی حالت سے خوب واقف تھے۔ انہوں نے اس وقت نہایت ہی عقلمندی اور فرزانگی کا اظہار کیا۔ اور الٹی میٹم کو چھپائے رکھا۔ اور اپنی حکمت عملی پر اڑے رہے۔ بہت اغلب تھا۔ کہ تخلیہ چناق کا مسئلہ صلح کی کانفرنس کو کسی فیصلہ پر پہنچنے کے بغیر ہی درہم برہم کر دے۔ انہوں نے کوشش کر کے پھر کانفرنس کا آغاز کیا۔ اور اپنی دانائی سے ترکوں کے غصے کو فرو کر کے صلح پر مائل کیا اور تھریس کے متعلق یہ اقرار کیا۔ کہ دو ہفتوں میں یونانیوں سے خالی کرا کر ترکوں کا انتظام قائم کر دیا جائیگا۔

الغرض بہت رد و کد کے بعد ترک صلح پر مائل ہوئے صلحنامہ پر طرفین نے دستخط کر دیئے اور التوائے جنگ ہوا۔ بعد ازاں جنرل ہیرنگٹن نے جیب سے انگلستان کا الٹی میٹم نکال کر جنرل عصمت پاشا کو دکھلایا۔ اور کہا کہ میں نے ہی اپنی حکمت عملی سے جنگ کو روکا ہے۔ ورنہ انگلستان الٹی میٹم دے چکی تھی جس کو میں نے اب تک ظاہر نہیں کیا تھا اس پر جنرل عصمت پاشا نے جنرل موصوف کا شکریہ ادا کیا۔ شرائط ترکوں اور اتحادیوں کی ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ترکوں اور اتحادیوں کی شرائط

اتحادی شرائط یہ تھیں۔ (۱) مشرقی تھریس ترکوں کے حوالے کیا جائے۔ خاص خاص علاقوں کو غیر مستحکم کیا جائے (۲) قسطنطنیہ سے اتحادی فوجیں ہٹائی جائیں۔ (۳) لیگ اقوام کے ماتحت درہ دانیال

باسفورس اور بحیرہ مارمورا کی آزادی کا یقین دلایا جائے۔ (۴) قلیل التعداد قوموں اور اُن کے مذہب کی حفاظت۔ (۵) اتحادی اس امر میں ترکوں کی تائید کرینگے کہ اسے لیگ اقوام کا ایک رکن قرار دیا جائے۔ (۶) اتحادیوں کا فرض ہے کہ وہ یونانیوں کو اس علاقہ سے نکالنے میں اپنا اثر استعمال کریں جس کے متعلق ترکوں۔ یونانیوں اور اتحادیوں میں باہمی فیصلہ ہو چکا ہے۔ (۷) ترکی کا فرض ہے کہ غیر جانبدار علاقہ میں فوج نہ لائیگی آبناؤں اور بحیرہ مارمورہ کو عبور نہ کریگی +

ترکی مطالبات یہ ہیں۔ (۱) مشرقی تھریس ترکوں کو واپس دے دیا جائے (۲) عراق۔ عرب۔ شام اور ارض مقدس کا فیصلہ باشندوں کی رائے سے عمل میں آوے۔ (۳) کارس۔ باطوم اور وہاں کا فیصلہ بھی اسی اصول پر مبنی ہو۔ (۴) مغربی تھریس خود مختار ہو۔ (۵) قسطنطنیہ اور بحیرہ مارمورہ کو مخالف حملوں سے محفوظ رکھا جائے۔ (۶) درہ دانیال کی آزادی کے متعلق جو کارروائی کیجائے اس میں ترکی اور متعلقہ دول اتحادی کا اتفاق ہونا چاہئے۔ (۷) قلیل التعداد اقوام کی حفاظت کے وہی اصول ہونے چاہئیں جو کہ اتحادیوں اور اُن کے مخالفوں کے درمیان متفق علیہ ہیں۔ (۸) ترکی کے غیر ملکی باشندوں کی حفاظت کیجائے +

جلد چہارم تمام شد

(جملہ حقوق محفوظ)

کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی
۷۸۶۰
حیدرآباد دکن

اللہ اکبر

ھو المعین

سوانح عمری

اتاترک مصطفیٰ کمال علیہ رحمۃ اللہ

جلد پنجم

از

ڈاکٹر محمد عبد اللہ اعوان ایم ڈی ہومیو منشی فاضل

جسکو

اعوان بک ڈپو شہر سیالکوٹ

نے

تعلیمی پرنٹنگ پریس صدیقی سٹریٹ بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور میں باہتمام ایم محمد فاضل منیجر طبع کرا کر شائع کیا

قیمت ۱۰/

فہرست مضامین سوانح عمری مصطفےٰ کمال پاشا جلد پنجم

دیباچہ صفحہ ۳
تخلیہ تقریبیں ” ۹
قسطنطنیہ میں ورود ” ۱۰
قسطنطنیہ میں انقلابات ” ۱۱
جدید قانون خلافت ” ۱۲
غازی راحت پاشا اور اتحادی جرنیل ” ۱۴
لوزان کانفرنس ” ۱۷
ترکی وفد کی واپسی ” ۲۰
چین کی نیند ” ۲۱
خلافت کا خاتمہ ” ۲۲
نیا آئین ” ۲۷
اصلاحات کا دور ” ۲۹
جمہوریت ” ۳۰
تشکیل جمہوریت ” ۳۳
صدارت ” ۳۴
انگورا کی تعمیر ” ۳۵
تعلیم و تربیت ” ۳۷
لباس میں تبدیلی ” ۴۰
مستورات شاہراہ ترقی پر ” ۴۱
کاروبار کے متعلق اصلاح ” ۴۲
لاطینی رسم الخط ” ۴۳
تقریب تولید ” ۴۴
تقریب ختنہ ” ۴۵
تقریب بسم اللہ ” ۴۵
تقریب نکاح ” ۴۶
تجہیز و تکفین ” ۴۷
سلسلہ رسل و رسائل ” ۴۸
صنعت و حرفت ” ۴۹
زراعت اور معدنیات ” ۵۲
ترکوں کی فوجی تیاریاں صفحہ ۵۳
حفظان صحت ” ۵۵
مصطفےٰ کمال کی تقریر ” ۵۶
جدید وزارت ” ۵۸
درہ دانیال کی مورچہ بندی ” ۵۹
میثاق سعد آباد ” ۶۰
غازی مصطفےٰ کمال کی تقریر ” ۶۱
مصطفےٰ کمال کی علالت ” ۶۳
وفات حسرت آیات ” ۶۴
اتاترک کا آخری پیغام ” ۶۶
رسم تدفین ” ۶۷
وصیت نامہ ” ۶۹
حرمین الشریفین کی حفاظت ” ۷۰
اتاترک کے اقوال زرین ” ۷۱
زندگی کا فلسفہ ” ۷۳
شکل و شباہت ” ۷۷
اخلاق و عادات ” ۷۸
بسالت و شجاعت ” ۷۹
مصطفےٰ کمال کا تدبر ” ۸۳
موقعہ شناسی ” ۸۵
حب الوطنی ” ۸۶
سیاست دانی ” ۸۹
افسروں کی تابعداری ” ۹۰
مصطفےٰ کمال کا ارادہ ” ۹۱
اسلام سے محبت ” ۹۲
موت کا خوف نہیں ” ۹۳
خانگی زندگی ” ۹۴
مصطفےٰ کمال کو بدنام کرنے کی کوشش ” ۹۵
تمت بالخیر ” ۶

دیباچہ

وائے افسوس ! مصطفےٰ کمال پاشا اس دارِ فانی سے رحلت کر کے دارِ جاودانی سے ہمکنار ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ ربّ غفور الرحیم آپ کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دیں اور آپ کی عاقبت بخیر ہو۔ آمین آپ کی وفات اِس پانچویں حصے کی تدوین وطباعت کا باعث ہوئی آپکے اِس دنیاوی زندگی کے اِنقطاع کے ساتھ ہی واقعات کا بھی اِنقطاع اور خاتمہ ہوا۔ مگر یاد رکھیں کہ مصطفےٰ کمال کا صرف جسدِ عنصری ہی اس ظاہری کارگاہ سے کتمِ عدم کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ ورنہ مصطفےٰ کمال بلحاظ اپنی ذات وصفات اور کمالات اور کارناموں کے ہم میں زندہ ہیں۔ یہ ایک فلسفۂ حیات ہے۔ جس کو خود مصطفےٰ کمال نے حل کر دیا۔ اس مسئلہ کا درس یوں دیا ہے کہ جو شخص اِس جہان آفرینش میں رہ کر اپنے دورِ حیات کو اپنے کاروباری حلقہ کے اندر صرف اپنی زندگی تک ہی محدود رکھتا ہے اور اپنے چندروزہ مستعار نفوس کو خوش وقتی کے ساتھ گذارتا ہے۔ اور اپنے پسماندگان اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کوئی بہتر اور اصلاحیت رکھنے والا کام نہیں کرتا ہے تو ایسا شخص ضرور موت سے ہمکنار ہوتا ہے۔ دنیا سے نیست ونابود ہو جاتا ہے۔ اور دنیا سے بے نام ونشان مٹ جاتا ہے۔ کیوں ؟ اسلئے کہ اُسنے

پسماندگان اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کوئی ایسا ظاہری نشان اس دار و گیر کے اندر ترکہ میں نہیں چھوڑا کہ جس سے اسکا نام و نشان دنیا کے اندر باقی رہے۔ برعکس اسکے جس نے اپنے پسماندگان اور آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے کوئی بہتر اور مفید نشان اپنی موت کے بعد باقی رکھا ہے۔ تو وہ موت سے ہمکنار نہیں ہوا۔ صرف اسکا ظاہری جسم اس دنیا سے ناپید ہوا۔ ورنہ اس کا نام دنیا کے اندر ہمیشہ تک قائم رہے گا۔

پس مصطفےٰ کمال کو بھی ہم اس کی فلسفۂ حیات کے مطابق دیکھتے ہیں کہ وہ دنیا کے اندر زندہ ہے۔ اس کا نام زندہ ہے۔ صرف اسکا جسد عنصری ہی مخفی ہوا ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ اس نے ترکی کی موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ قدیم ترکی کا قدیم چولا اس نے تبدیل کر دیا قدیم ترکی کو جدید ترکی بنا دیا۔ ترکی کی سرزمین سے شخصی اقتدار کو مٹایا۔ اور جمہوریت کا جامہ جدید ترکی کو پہنا کر آراستہ و پیراستہ کر دیا۔ کیا مصطفےٰ کمال کا صرف یہی ایک فعل اسکے نام کو رہتی دنیا تک قائم و دائم رکھنے کیلئے کافی نہیں؟ اسنے ترکوں کے گھر کو اغیار کی دستبرد سے بچایا۔ ترکی کی قدیم روایات کو برقرار رکھا۔ اور ترکی کی کھوئی ہوئی شان کو بحال کر دیا۔

اسکے علاوہ اسنے اپنے دور حیات میں ترکی میں کئی اصلاحی پروگرام جاری کئے جنکے ذریعہ ترکی کی سرزمین نہ صرف سرسبز و شاداب ہو گئی ہے۔ بلکہ بے شمار مختلف قسم کی صنعت و حرفت اور کارخانوں سے مالامال ہو گئی ہے۔ جس سے ترکی کی موجودہ اور آنے والی نسلیں ہمیشہ خوشحال زندگی بسر کریں گی۔

فوجی استحکامات ایسے مضبوط اور قوی بنیادوں پر قائم کئے گئے ہیں کہ جنکو دنیا کی کوئی مادی طاقت متزلزل نہ کر سکے گی۔ اور نہ ہی ترکی دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتور حکومت کے مقابلے میں جنبش پذیر ہو گی۔ بلکہ کوئی طاقت ترکی کی

طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے گی۔

سلسلۂ تعلیم جو ٹرکی کے اندر محدود تھا آج ہم دیکھتے ہیں کہ مصطفےٰ کمال کی کوشش و سعی سے ملک کے اندر وسیع پیمانہ پر جاری و ساری ہے۔ تعلیم لازمی قرار دیگئی ہے۔ بے شمار ابتدائی مدارس جاری کئے گئے ہیں۔ جن سے ٹرک بچے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کوئی وقت ایسا آئیگا کہ کوئی ٹرک بچہ جاہل نظر نہ آئے گا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے اعلیٰ مدارس اور کالج موجود ہیں۔

علاوہ اُنکے نقل و حرکت کے وسائل۔ رسل و رسائل کے ذرائع۔ زراعت و تجارت موجودہ سائنٹیفک ایجادات ملک کے اندر جاری و ساری ہیں۔ بھلا بتائیے کہ یہ جو کچھ مصطفےٰ کمال نے کیا ہے۔ صرف اپنی ہی ذات کیلئے کیا؟ نہیں جو کچھ کیا اپنے ملک اور قوم کیلئے کیا ہے۔ علاوہ ازیں مصطفےٰ کمال کی اور بھی بہت سی تجاویز باقی ہیں۔ جن پر آگے چل کر ملک کاربند ہوگا۔ یہ سب کچھ اسلئے کیا کہ ملک میں کسی قسم کی کمی نہ رہے۔ اور ملک دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہے۔ اور آنے والی نسلیں یہ نہ کہیں کہ ہمارے آباواجداد نے کچھ نہیں کیا ہے۔

اب غور کریں کہ جب مصطفیٰ کمال کی جاری کردہ اصلاحات اور اصلاحی پروگرام اور سکیمیں اور تجاویز ملک کے اندر موجود ہیں۔ اور ملک اُنپر کاربند ہے اور اُنسے مستفید ہو رہا ہے۔ تو کیا آنے والی نسلیں اب بھی کہیں گی کہ مصطفےٰ کمال نے ہمارے لئے کوئی بہتری کا سامان مہیا نہیں کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آنیوالی نسلیں مصطفیٰ کمال کی اُن تمام مساعی جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ سے شکر گذار ہو کر اُنکے مفاد سے بہرہ اندوز ہونگی۔ شاہراہ ترقی پر گامزن ہو کر اپنی زندگی کے مقاصد میں کامیاب ہونگی۔ اور مصطفےٰ کمال کا نام نامی اور اسم گرامی ابدالآباد تک زندہ اور

روشن کرینگی۔ اندرین حالات مصطفےٰ کمال ہرگز نہیں مرا ہے۔ وہ ابدالآباد تک اور رہتی دنیا تک زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اسکا نام نامی اور اسم گرامی ٹرکی میں بالخصوص اور اسلامی دنیا کے اندر بالعموم روشن اور منوّر رہے گا۔ ہاں صرف کلّ نفس ذائقۃ الموت کی چاشنی سے اُسے آشنا ہونا تھا۔ سو وہ ہو گیا۔ کیونکہ یہ سنّت اللہ ہے۔ یہ کبھی نہیں ٹل سکتی۔ بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر۔ بزرگ۔ اولیاء۔ بہادر۔ پہلوان۔ بادشاہ موت سے نہ بچے۔ لیکن اُن کی نیکوکاریوں اور بڑے بڑے کارناموں نے اِس صفحۂ ہستی پر اُنکے ناموں کو روشن رکھا ہے۔ اس طرح سے مصطفیٰ کمال کے کارناموں اور اصولوں سے ترکی قوم اور آنیوالی نسلیں فائدہ اُٹھائیں گی۔ اور اُسکے نام کو روشن اور زندہ رکھیں گی۔

لوزان کانفرنس کے بعد مصطفےٰ کمال کی ہنگامہ آرائیوں اور جنگ آزمائیوں کا خاتمہ ہوا۔ اور امن و امان کی زندگی کا دور دورہ شروع ہوا۔ آپنے اس وقت فرصت کو غنیمت جانا۔ اور دوسری تگ و دو میں مشغول ہوئے۔ جو کہ امن و امان کے زمانہ میں ہر ایک مصلح قوم کو مدنظر ہوا کرتی ہے۔ کیا عیش و آرام کی زندگی؟ نہیں۔ بلکہ اصلاحی پروگرام کی تعمیر کا آغاز ہوا۔

جنگ یونان ۱۹۲۲ء میں ختم ہوئی۔ اور مصطفےٰ کمال نے ۱۹۳۸ء کے انجام میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ لہٰذا اصلاحی تجاویز کے لئے آپ کو صرف پندرہ ۱۵ ۱۶ سولہ سال قدرت نے دئے۔ اِس تھوڑی سی مدت میں ٹرکی نے مصطفےٰ کمال کی زیر نگرانی جس سرعت اور تیزی کے ساتھ مدارج و محاسن حاصل کئے ہیں دُنیا کی کوئی قوم ایسی سریع ترقی کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ کیا یہ ترکی کیلئے حیرت انگیز بات نہیں کہ ترکی نے اس تھوڑی سی مدت میں وہ کچھ حاصل کر لیا جسکو دُنیا کی متمدن سے متمدن قومیں بھی سالہا سال کی لگاتار اور مسلسل کوششوں سے بھی حاصل

کرنے کے قابل نہیں ہوسکتیں۔ بیشک یہ حیرت و تعجب کی بات ہے۔ بلکہ دنیا ترکوں کی اِس سریع الاثر حکمت عملی پر حیران و ششدر رہے۔

اِس حصّے کے اندر مصطفےٰ کمال کی صرف اِصلاحی سکیموں اور تجویزوں کو درج کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں آپکے اخلاق و عادات شکل و شباہت۔ بسالت و شجاعت اور اوصاف و محاسن وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ٹرکی کے اِس مفکرِ اعظم اور مصلحِ اعظم کی زندگی کے حالات کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا گیا ہے۔ قبضہ تھریس اور قسطنطنیہ کے تھوڑے سے حالات شروع میں درج کر دیئے گئے ہیں۔

چونکہ اب یہ تاریخ مکمل ہو چکی ہے۔ ہم نے ہر طرح سے اس امر کی کوشش کی ہے کہ کتاب دلچسپ اور مرغوب طبائع ہو۔ ہمنے اِس کتاب کے اندر مبالغہ آمیز باتوں سے احتراز کیا ہے۔ جب واقعات خود ہی دلچسپ ہیں۔ تو اُن پر رنگ چڑھانے کی ضرورت ہی نہیں۔ واقعات کو صحیح اور درست رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

اِس پانچویں حصّے کا داب تدوین یہ ہے کہ اِسکو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں قبضہ تھریس اور قسطنطنیہ وغیرہ اور لوزان کانفرنس کے حالات اور شرائط درج ہیں۔ دوسرے باب میں اصلاحی پروگرام۔ تسخیر اسکندرونہ مصطفےٰ کمال پاشا کی وفات اور تجہیز و تکفین کے حالات ہیں۔ تیسرے باب میں مصطفےٰ کمال کی شکل و شباہت، اخلاق و عادات اور محاسن و اوصاف وغیرہ درج کئے گئے ہیں۔

اِن تین ابواب میں پانچواں حصّہ مکمل کیا گیا ہے۔ نہ صرف پانچواں حصّہ ہی مکمل ہوا ہے۔ بلکہ مصطفٰی کمال کی سوانح عمری پانچ حصّوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے۔ الحمد للہ۔

اب ہم اس دیباچہ کو اسی جگہ ختم کرتے ہیں۔ اور ناظرین سے دعائے خیر کے مستحق ہیں۔ آؤ ملکر دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ آپ کے اور ہمارے کاروبار میں اور زندگی میں خیر و برکت کرے۔ اور عاقبت بخیر انجام ہو۔ آمین!

خدا حافظ۔ یار زندہ اور صحبت باقی۔

بمقام شہر سیالکوٹ تحریر یافت
۲۴ دسمبر ۱۹۳۸ء

نیازمند

ڈاکٹر محمد عبد اللہ ایم۔ ڈی۔ ہومیو منشی فاضل
مالک اعوان بک ڈپو
شہر سیالکوٹ

باب اوّل

تخلیۂ تھریس

چوتھے حصّے کے آخر میں ہم مدانیہ کانفرنس کے حالات اور شرائطِ صلح درج کر آئے ہیں۔ وہاں تخلیہ و قبضہ تھریس اور قسطنطنیہ وغیرہ کے حالات درج نہیں کئے گئے تھے۔ اس حصّے میں یہ حالات بھی ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

مدانیہ کانفرنس کی رو سے ہنگامی صلح قائم ہوئی۔ جانبین نے جنگ سے دست برداری کی اور مستقل صُلح کے اصولوں کی بنیاد رکھی گئی۔

یونانیوں نے مدانیہ کانفرنس کی شرائطِ صلح پر بہت چیخ و پکار کی۔ واویلا کیا۔ مگر اب کیا کر سکتے تھے۔ شکست خوردہ تھے۔ ہزیمت اٹھائے ہوئے تھے فاتح قوم کے سامنے اُنکی کوئی پیش نہ گئی۔ اتحادی بھی اب فاتح قوم کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر یونان کی جنبہ داری کرتے تو صلح کانفرنس کا اکھاڑا ابھر اکھڑ جاتا۔ اور جنگ شروع ہو جاتی۔ لہٰذا اتحادیوں نے زور ڈالا کہ اِس کشمکش کا خاتمہ ہو جائے۔ طوعاً کرہاً یونانی نمائندہ نے ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو حکومت یونان کی طرف سے معاہدہ مدانیہ پر دستخط ثبت کر دئے۔

اِس اثنا میں ترکی افواج جو کہ جمع ہو چکی تھیں غیر جانبدار علاقہ میں پہنچ گئیں۔ جنرل ہیرنگٹن نے ترکی سپہ سالار کی توجّہ اِسطرف منعطف کرائی کہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ ابھی ترکی افواج کو پیش قدمی بند کرنیکے

احکام نہیں پہنچے تھے۔ چنانچہ غازی عصمت پاشا نے جنرل ہیرینگٹن کو اس امر کا یقین دلایا کہ معاہدہ کا احترام کیا جائے گا۔ اور ترکی افواج کی پیش قدمی رک جائے گی۔

اسکے بعد مجلس مصالحت کے انعقاد کی گفتگو شروع ہوئی۔ اور معاہدہ کی شرائط کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز شروع ہو گئی۔ بنابریں تھریس سے یونانی افواج رخصت ہونے لگیں۔ ۱۳ ؍ اکتوبر سے ۲۹ ؍ اکتوبر تک یونانی افواج تھریس سے بالاقساط یونان کو روانہ ہوتی رہیں۔ ۲۹ ؍ اکتوبر کو یونانی افواج کو لیجانیوالی آخری گاڑی تھریس سے یونان کی طرف روانہ ہو گئی۔ یونانی افواج کے تخلیہ تھریس کا یہ اثر یونانی آبادی پر ہوا کہ انھوں نے بھی افواج کی نقل و حرکت کے ساتھ ساتھ ہی نقل مکانی شروع کر دی۔ اور اپنے وطن مالوف کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہہ دیا۔ ہرچند اتحادی اور یونانی افسروں نے اس آبادی کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ انکی جان و مال کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ لیکن ان کے دلوں پر فاتح ترکوں کا خوف اسقدر چھایا ہوا تھا کہ انکی کسی طرح بھی تسلی نہ ہوئی۔ اور اپنے افسروں کی ایک نہ سنی۔ ملک کو چھوڑ کر یونان کی راہ لی الغرض معاہدہ مدانیہ کی اہم شرط کا پہلا حصہ اسطرح پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اور یہی ترکان احرار کا منشا تھا۔ کہ تھریس کا تخلیہ فوراً ہو جائے۔ تاکہ ترک اسپر قبضہ کر لیں۔

قسطنطنیہ میں ورود

مدانیہ کانفرنس کی شرائط کے مطابق اتحادیوں نے تھریس یونان سے خالی کرا دیا۔ مجلس عالیہ ملّیہ انگورہ نے غازی رافت پاشا کو حاکم اعلیٰ مقرر کر کے بھیج دیا۔ غازی موصوف ۱۹ ؍ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو پولیس کے دو سو سپاہی ہمراہ لے کر وارد قسطنطنیہ ہوئے باشندگان قسطنطنیہ نے پرجوش استقبال کیا۔ بندرگاہ پر تمام اسلامی آبادی

جمع تھی۔ جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔ فوجی نعروں اور فوجی باجوں سے فضائے آسمان گونج رہی تھی۔ اتحادی جرنیلوں اور غازی رافت پاشا نے مشورہ کر کے تھریس پر ترکی قبضہ جمانے کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا۔ جس کی رو سے تھریس کا علاقہ رفتہ رفتہ قبضہ میں آسکتا تھا۔ چنانچہ مقامات قازالی نشوالو سرائے۔ حائز۔ دمار۔ کوئی کا انتظام اس تجویز کی رو سے یکم نومبر کو ترکی قبضہ اقتدار میں آیا۔ اور قرق کلپ سنجوق کے علاقے ۸ نومبر کو صوبہ رودستو کا انتظام ۱۱ نومبر کو اور تھریس کے باقی حصص مرتضیٰ تک ۲۰ نومبر سے پہلے ترکی کے زیر اقتدار آگئے۔ غازی رافت پاشا حاکم تھریس قسطنطنیہ سے ترکی جنڈرامہ (پولیس) کو مذکورہ بالا تاریخوں پر قبضہ کیلئے روانہ کرتے رہے۔

قسطنطنیہ میں انقلابات

غرضیکہ غازی رافت پاشا نے قسطنطنیہ پہنچ کر سب سے پہلے تھریس پر قبضہ کی تکمیل کی۔ اسکے بعد آپنے قسطنطنیہ کے انتظامات کو درست کرنے کا ذمہ اٹھایا۔ باب عالی کی کمزوری اور چند افراد کی غداری کی وجہ سے شہر کا نظم و نسق اتحادیوں کے قبضہ میں آگیا تھا۔ شہر بہ اتحادیوں کے ہاتھ میں آچکا تھا۔ چنانچہ آپنے تھریس کے قبضہ سے فارغ ہو کر شہر کے اندر ضروری احکامات صادر کر دئیے۔

۳۰ اکتوبر تک قسطنطنیہ میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا۔ کہ سلطان وحیدالدین خان، مجلس عالیہ ملیہ کو ملک کی نمائندہ جماعت منظور کر لینگے۔ اور دو عملی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ۳۱ اکتوبر کو غازی رافت پاشا نے سلطان المعظم سے ملاقات کی اور چار گھنٹے تک گفتگو کرتے رہے۔ آپنے سلطان کی خدمت میں مجلس عالیہ ملیہ کا نقطۂ نگاہ پیش کیا۔ اور یقین دلایا کہ مجلس عالیہ ملیہ آپ کو معزول نہیں کریگی۔ لیکن ترکی پارلیمنٹ کے رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ملک کی واحد نمائندہ جماعت مجلس عالیہ ملیہ انگورا ہے۔ ترکی کی مٹی ہوئی آبرو اور عزت کو محفوظ رکھنے کا

سہرا ابھی اسی جماعت کے سر پر ہے اور آئندہ بھی یہی جماعت سیاہ و سفید کی مالک ہوگی۔ اس پر بابِ عالی کے وزراء نے ایک اجلاس منعقد کیا جس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ حکومتِ انگورا سے استدعا کی جائے کہ بابِ عالی کو منسوخ نہ کیا جائے۔ کیونکہ دونوں حکومتیں ایک ہی مقصد کے حصول کیلئے کوشاں ہیں۔ لیکن حکومتِ انگورا اس دوعملی کا خاتمہ کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ اور بابِ عالی کا جس نے ملتِ ترکیہ کے پیغامِ موت یعنی معاہدۂ سیورے پر دستخط کئے تھے۔ خاتمہ کرنے پر تہیہ کئے بیٹھی تھی۔ اس درخواست کا جواب مجلسِ عالیہ ملیہ نے کچھ نہ دیا۔ کیونکہ وہ بابِ عالی کی ہستی کو ہرگز تسلیم نہ کرتی تھی۔

جدید قانونِ خلافت

بلکہ یکم نومبر ۱۹۲۲ء کو مجلس انگورا نے ایک جدید قانون پاس کیا۔ جو خلیفہ کی حیثیت اور خلافت کے متعلق تھا۔ اس قانون میں منظور کیا گیا کہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء سے سلطنت ترکیہ کی حکومت مجلسِ عالیہ ملیہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس مجلس کے سوا کسی دوسرے اقتدار یا نظامِ حکومت کو ملتِ ترکی تسلیم نہ کریگی۔ خلافت خاندانِ عثمانیہ کے ہاتھ میں رہے گی لیکن اس منصب پر فائز کرنے کیلئے اس خاندان میں سے کسی دیندار اور موزون شاہزادہ کا انتخاب ہوا کرے گا۔ جسکی سیرت اور جس کا اخلاق اس عہدۂ جلیلہ کے لئے مناسب ہو حکومتِ ترکی خلافت کا جزوِ اعظم ہوگی۔

اس قانون کی منظوری کا اعلان ایک سو ایک اتواپ کی سلامی سے کیا گیا۔ انگورہ میں خوشیاں منائی گئیں۔ جشن کئے گئے۔ انگورہ کے بازار آراستہ و پیراستہ تھے۔ ہر طرف پھریرے لہرا رہے تھے۔ گھر گھر میں چراغاں ہو رہے تھے۔ دولتِ انگورا کے استقلال و استحکام کیلئے دعائیں مانگی جارہی تھیں۔ نیز اس جدید قانون کی منظوری کے احترام کیلئے ہر سال یکم نومبر کا روز یومِ تعطیل مقرر کیا گیا۔

جدید قانون کی منظوری کے ساتھ ہی حکومتِ انگورا نے ایک یہ اعلان شائع کیا کہ

مجلسِ عالیہ ملیہ ان تمام معاہدات کو منسوخ کرتی ہے۔ جو باب عالی نے دیگر دول کے ساتھ کئے ہیں۔

جب اِس قانون کی خبر بابِ عالی کو ہوئی۔ تو وزراء میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔ خاص خاص وزراء شاہی محل کے اندر جمع ہوئے۔ اور مشورے کرتے رہے چنانچہ ۵ر نومبر کو کابینۂ وزارت مستعفی ہو گیا۔ اور رافت پاشا نے قسطنطنیہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

۶ر نومبر کو غازی رافت پاشا نے وزارتِ عظمیٰ اور وزارت خارجہ کے محکمے توڑ ڈالے۔ لیکن دفتر حربیہ اور دفتر بحریہ کے کاروبار کو نائب معتمدین کے زیرِ ہدایات جاری رکھنے کی اجازت دیدی۔ محکمہ فوج محکمہ پولیس اور محکمہ عدالت نے حکومت انقرہ کے ساتھ الحاق منظور کر لیا۔ اس لئے ان محکموں کے اندر کسی قسم کی تبدیلیاں واقع نہ ہوئیں۔ اِس انقلاب کے سبب سے باشندگان قسطنطنیہ میں بہت جوش و خروش پھیل گیا۔ اور احرارِ انقرہ کے ساتھ اِظہار ہمدردی کے مظاہرے ہونے لگے۔ اور لوگوں نے سلطان وحید الدین کو معزول کر دینے کا مطالبہ شروع کر دیا۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں خلیفہ وحید الدین کا اِنتقال ہو گیا۔ اور خلیفہ عبدالمجید خان صاحب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ چند دنوں بعد شہر میں جمہوریت قائم ہو گئی جسکے صدر کمال پاشا تھے۔ جب جمہوریت کا اِعلان ہوا تو سلطان کی معزولی ضروری اور یقینی تھی۔

سلطان عبدالحمید خان نہایت ہی مہذب اور تعلیم یافتہ اِنسان ہیں۔ آپ کے اخلاق نہایت ہی وسیع اور حمیدہ ہیں۔ آپکا دلچسپ شغل کتابیں اور نقاشی ہے۔ آپ بہت کم گو اور شریف اِنسان ہیں۔ آپ کی خانگی زندگی بہت سادہ ہے یہ شریف الطبع اِنسان کسی کو بے جا تنگ کرنا اور ستانا بعید از اخلاق حمیدہ خیال

کرتا تھا۔ آپکا ہر قول و فعل شریفانہ تھا۔ لیکن افسوس کہ اسلاف کی خطاؤں کا خمیازہ انھیں بھگتنا پڑا۔ آپ تختِ خلافت سے دست بردار ہو کر عازمِ سوئٹزر لینڈ ہوئے۔

غازی رافت پاشا اور اتحادی جرنیل

جب قسطنطنیہ کے انتظام داخلی کیطرف سے غازی رافت پاشا کو خاطر خواہ اطمینان حاصل ہو گیا تو پھر اُنھوں نے اتحادی جرنیلوں کے اقتدار کا خاتمہ کرنے ٹھانی۔ کیونکہ اب اَب قسطنطنیہ بابِ عالی کے ماتحت نہ تھا۔ بلکہ مجلس عالیہ ملیہ انگورا کا پرچم اُسپر لہرا رہا تھا۔ چنانچہ ۴ر نومبر کو نمائندگان انگورا نے اِتحادیوں کے ہائی کمشنر کو ایک یادداشت روانہ کی کہ فوراً قسطنطنیہ کو خالی کر دو۔ اب قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ عبث ہے۔ کیونکہ اِس شہر کا تمام و کمال اِنتظام حکومت انگورا نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

جب یہ یادداشت اتحادی کمشنر کو پہنچی تو اتحادی جرنیلوں نے ایک ہنگامی اِجلاس منعقد کیا۔ اِس اجلاس میں غازی رافت پاشا بھی شریک تھے۔ اِس اجلاس میں اِتحادی جرنیلوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ترکی افواج گیلی پولی چناق اور درہ دانیال کے دیگر مقامات پر بھیجدی جائے۔ لیکن قسطنطنیہ میں ابھی اتحادی اقتدار قائم رہے گا۔

غازی رافت پاشا نے اِنکار کر دیا۔ کہ اتحادیوں کا اِقتدار کسی صورت میں بھی قسطنطنیہ کے اندر قائم نہیں رہ سکتا۔ انھیں فوراً قسطنطنیہ خالی کر دینا چاہیئے کیونکہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ ایک ملک کے اندر بہ یک وقت دو مختلف قانون رائج نہیں ہو سکتے۔

اِس فیصلہ کے بعد ہی نمائندگان انگورا نے ایک اور یادداشت ہائی کمشنروں کو روانہ کر دی۔ جس میں اُن کو واضح کیا گیا کہ درہ دانیال میں سے گذرنے کے لیے ہر جہاز کو حکومت انگورا سے اجازت حاصل کرنی پڑیگی۔ اور بندرگاہ میں پہنچ کر

حکومت انگورہ کو سلامی آتارنی ہوگی۔

غازی رافت پاشا نے تمام انتظام قسطنطنیہ اپنے ہاتھ میں لیتے ہی حکومت انگورا کی طرف سے محاصل چنگی عائد کر دئے۔ اور محکمہ چونگی کو حکم دیدیا کہ آئندہ محاصل چونگی حکومت انگورا کے خزانۂ عامرہ میں داخل کئے جائیں۔

محاصل چونگی کا انتظام کرنے کے بعد غازی رافت پاشا نے اپنی توجہ عدالتوں کی طرف مبذول کی۔ غازی موصوف نے تمام برطانی عدالتوں کو بند کر دینے کا حکم صادر فرمایا محکمہ حفظان صحت کو بھی اتحادیوں سے چھین کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

اتحادی جرنیل غازی رافت پاشا کی ان کارروائیوں کو دیکھ کر بہت ہی سیخ پا ہوئے۔ اور اپنے اقتدار فرعونی کے سلب ہو جانے پر بہت ہی بگڑے چنانچہ انھوں نے اپنی اپنی حکومتوں سے اجازت مانگی کہ انکے اختیارات میں توسیع کیجائے۔ تاکہ موقع اور محل کے مطابق رافت پاشا کی انقلاب انگیز کارروائیوں کا سدباب کیا جائے۔ اور قسطنطنیہ کے اندر اتحادی اقتدار قائم رہ سکے۔ حکومت برطانیہ نے اپنے جرنیلوں کو اجازت دیدی۔ کہ اگر وہ اور انکے رفقا مناسب خیال کریں تو قسطنطنیہ میں مارشل لا کا نفاذ کر دیں۔ اور اتحادی اقتدار کو فوجی طاقت کے بل بوتے پر قائم رکھیں۔ لیکن فرانس اور اطالیہ کی حکومتوں نے انصاف اور امن پسندی کو مدنظر رکھتے ہوئے جنگ و جدال کا بازار گرم کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اپنے جرنیلوں کو مارشل لا کے نفاذ کی اجازت نہ دی۔ تاکہ مارشل لا کے نفاذ سے دوبارہ جنگ شروع نہ ہو جائے۔

۸ر نومبر کو غازی رافت پاشا نے اتحادی جرنیلوں سے کہا کہ میں اپنی اقتصادی اور انتظامی سرگرمیوں میں تخفیف کر دونگا۔ لیکن حکومت انگورا نے برقی پیغام کے ذریعہ تخلیہ قسطنطنیہ اور جنگی جہازوں کی ممانعت کیلئے مطالبہ کیا۔ اس روز سے ۱۲ر نومبر تک اس معاملہ کے متعلق چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ اور

کشیدگی کا عالم برپا رہا۔ خطرہ تھا کہ کہیں مجلس مصالحت کے انعقاد سے پہلے ہی دوبارہ جنگ نہ چھڑ جائے۔ غرضیکہ ۱۲ر نومبر تک غازی رافت پاشا نے اتحادی چیخ و پکار کے باوجود قسطنطنیہ پر پورا پورا تسلط اور غلبہ حاصل کر لیا۔ اور انتظام کے ہر شعبہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اندریں حالات اگر فرانسیسی اور اطالوی جرنیل برطانوی جرنیلوں کا ساتھ دیتے تو یقیناً مجلس صلح کے اِنعقاد سے پہلے ہی جنگ کا آغاز ہو جاتا۔ لیکن فرانس اور اطالیہ نے اپنے جرنیلوں کے اختیارات میں توسیع نہ کرتے ہوئے کمال عقلمندی اور دور اندیشی سے کام لے کر حالات کو خطرناک صورت اختیار کرنے سے بچا لیا۔ ورنہ جرنل ہیرینگٹن کو برطانیہ کی حکومت نے تو اجازت دے ہی دی تھی۔ کہ مارشل لا کو جاری کر کے فوجی طاقت و نمائش کے ذریعہ سے اتحادی اِقتدار کو برقرار رکھا جائے۔ لہذا جرنیل ہیرنگٹن اِس اقتدار کے سلب ہو جانے پر بہت درہم برہم ہوئے۔ لیکن سوائے خاموشی اختیار کرنے کے اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اور ناچار قناعت کے ساتھ قسطنطنیہ میں عافیت کے ساتھ دِن گذارنے کے متمنی ہوئے۔

اِس دو عملی کے دوران میں چند ایک ناخوشگوار واقعات بھی رونما ہوئے لیکن اتحادیوں کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ وہ چوں سے چرا بھی کر سکیں۔ اِتنی سراسیمگی اور پستی کی حالت میں تھے۔ چنانچہ ایک دِن قسطنطنیہ کے ایک بازار میں انگریزی فوج کے دو سپاہی ایک ترک سے جھگڑ پڑے۔ معاملہ طول پکڑ گیا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں اِنگریزی سپاہی ترک کے ہاتھوں راہی ملک عدم ہوئے۔ اِسپر جنرل ہیرنگٹن بطور احتجاج غازی رافت پاشا کے پاس گئے۔ اور تحکمانہ لہجہ سے بولے کہ اگر اس قسم کے واقعات پھر رونما ہوئے تو اُسکا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ جس کے جواب میں غازی رافت پاشا نے نہائت ٹھنڈے دِل سے کہا کہ آپ کا اندازِ گفتگو نہائت ہی اِشتعال انگیز ہے

ذرا زبان سنبھال کر بولئے۔ جنرل ہیرنگٹن یہ جواب سن کر چپکے سے واپس آ گئے اور اپنی حکومت سے غازی رافت پاشا کی بے اعتنائی کی شکایت کی۔ حکومت انگلستان نے رسمی طور پر حکومت انگورہ کے پاس ایک احتجاجی یادداشت روانہ کی جسمیں لکھا تھا کہ قسطنطنیہ میں آپکے حکّام کا انتظام بہت ناقص ہے۔ اور جنرل رافت پاشا ہمارے جرنیل کے ساتھ اچھے انداز سے پیش نہیں آتے حکومت انگورا نے واقعہ کی تحقیقات کے بعد جرنیل رافت پاشا کو واپس بلا لیا۔ اس بنا پر کہ آسکا سلوک اتّحادی جرنیلوں کے ساتھ ضرورت سے زیادہ مصالحانہ ہے۔ اور اسکی جگہ ڈاکٹر مرزا ان بے کو تھریس کا گورنر مقرر کر کے بھیجدیا۔ جب اتّحادیوں نے دیکھا کہ حکومت انگورا جرنیل رافت پاشا کی پالیسی کو نرم اور سست خیال کرتی ہے۔ تو وہ دم بخود رہ گئے۔ اور خاموشی کے ساتھ انعقاد صلح کانفرنس تک وقت گذارنے لگے۔

لوزان کانفرنس

مدانیہ کی صلح کانفرنس کی رو سے ترکوں اور یونانیوں کے درمیان ہنگامی صلح کی بنیاد قائم ہوئی۔ کچھ مطالبات ترکوں کے اس کانفرنس میں پورے ہوئے۔ اور باقی مطالبات لوزان کانفرنس نے پورے کر دیئے گئے۔

یہ کانفرنس ۱۳ نومبر کی بجائے ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء کو پیرس شہر میں منعقد ہوئی۔ یونان اور ترکی کے مندوبین کانفرنس میں شرکت کیلئے آئے ترکی وفد کا صدر ہز ایکسیلینسی عصمت پاشا تھے۔ مدانیہ کانفرنس میں بھی ترکی وفد کے بھی رئیس تھے۔ لہٰذا لازمی طور پر اب بھی انھیں کو رئیس وفد بنا کر بھیجا گیا۔ ترکی وفد فاتحانہ شان کے ساتھ کانفرنس میں پہنچا۔ کانفرنس میں کسی کو جرأت و ہمت نہ تھی کہ اس کامیاب وفد کی طرف نظر معاندانہ سے دیکھ سکے۔ یہ وہی ترکان احرار ہیں جنکو باغی طاغی۔ ڈاکو اور لٹیرے کہا جاتا تھا۔ آج انھیں کی شمشیر براں نے

اتحادیوں کو اس امر پر مجبور کیا۔ کہ ان لوٹیروں کے گروہ کے ساتھ صلح کر کے جنگ کا خاتمہ کیا جائے اور امن و آسائش کی بنیاد رکھی جائے۔

سلطنت برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی۔ جاپان۔ یونان۔ رومانیہ۔ سرویہ کی حکومتیں ایک طرف اور سلطنت ترکی ایکطرف تھی۔ سب نے اس امر پر اتفاق کیا کہ سنہ ۱۹۱۴ء سے جو جنگ جاری ہے۔ اب اسکا خاتمہ کیا جائے اور آپس میں خوشگوار اقتصادی اور سیاسی تعلقات پیدا کئے جائیں کیونکہ تمام حکومتوں اور قوموں کا مفاد ایسے ہی تعلقات پر منحصر ہے۔ ان حکومتوں نے اس امر پر بھی اتفاق آراء کر لیا کہ مذکورہ بالا تعلقات کی بنیاد باہمی اعتراف آزادی پر قائم ہونی چاہیے۔ لہٰذا حکومت ہائے اس صلح نامہ کی شرائط پر اتفاق ظاہر کرتی ہیں۔

یہ صلح نامہ اگست سنہ ۱۹۲۳ء میں ترکوں اور دول یورپ کے درمیان تصدیق ہوا۔ اس عہدنامہ کی رو سے ترکوں نے اپنے ممالک پر از سر نو قبضہ کر لیا۔ عصمت پاشا رئیس وفد کی بے مثال بہادری اور قابلیت اس تاریخی عہدنامہ کی ترتیب کا باعث ہوئی۔ اس عہدنامہ کی رو سے غیر ملکی رعایا کو جو مراعات حاصل تھیں۔ وہ سب کی سب ترکی نے واپس لے لیں۔ یہ معاہدہ کئی حصوں پر مشتمل ہے۔ اگر اسکو مکمل طور پر درج کیا جائے تو مضمون طوالت پذیر ہوگا۔ البتہ عصمت پاشا کی سوانح عمری اس بات کی مستحق ہوگی کہ اس میں عہدنامہ مکمل طور پر درج کیا جائے۔ اس سوانحعمری میں صرف اختصار کو ہی مدنظر رکھا جاتا ہے۔

پہلی فصل

اس معاہدہ کے نفاذ کے وقت حکومت ہائے مذکورہ میں صلح ہو جائے گی۔ اور آپس کے سرکاری تعلقات بین الاقوامی قانون کے مطابق قائم ہو جائیں گے۔ سیاسی اور اقتصادی نمائندے ایک دوسرے کے ممالک میں بین الاقوامی قانون اور حقوق سے باہمی فائدہ حاصل کریں گے۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی قطعی طور پر فیصلہ ہو گیا۔ کہ

مستقبل میں جو معاہدات ہونگے۔ اُن پر اسکا اثر نہ ہوگا۔ نیز اس معاہدہ کی رُو سے ترکی۔ بلغاریہ۔ یونان۔ شام وغیرہ کی سرحدات کا فیصلہ کیا گیا اور آپسمیں عہد وپیمان باندھے گئے۔ کہ ان سرحدات کو قائم کرنے کیلئے ایک دوسرے کی مدد حاصل کیجائے گی۔ اور سرحدات کو قائم رکھنے کا اِنتظام کیا جائے گا۔

یونان اور ترکی کے جزائر کے متعلق یہ طے پایا کہ نہ تو ترکی ہوائی جہاز یونان کے جزیروں پر اُڑیں۔ اور نہ ہی یونان کے ہوائی جہاز ترکی جزائر پر پرواز کریں۔ نیز باشندوں کی بھی حفاظت کا اِنتظام کیا گیا۔ ترکی مصر۔ اور سوڈان کے حقوق سے دست بردار ہوئی۔ اور جو عثمانی قرضے جزیہ مصریہ کی ضمانت پر لئے گئے تھے۔ انکی ضمانت سے ترکی سبکدوش ہوئی۔ جزیرہ قبرص کو سلطنت برطانیہ کا جزو تسلیم کیا گیا اور یہ بھی تسلیم کیا گیا کہ جو ترک اس جگہ آباد ہیں۔ وہ برطانی رعایا متصور ہونگے۔ انکی ترکی قومیت باقی نہ رہے گی۔ نیز اس امر کو بھی تسلیم کیا گیا کہ ترکی میں خارجی قوموں کے امتیازات ومراعات کا وجود کسی شکل وصورت میں باقی نہ رہے گا۔ جو علاقے ترکی سے علیحدہ کر لئے گئے ہیں۔ اُنکے باشندوں کا بھی تعلق ترکی سے منقطع ہو گیا۔ بلکہ وہ ان حکومتوں کی رعایا کہلائیں گے۔ جن کو یہ علاقے تفویض ہوئے۔ پھر قلیل اقوام کی ذمہ واری اور حقوق کی نگہداشت کے متعلق فیصلہ ہوا۔ کہ قلیل التعداد باشندے خواہ کسی قوم یا مذہب کے ہوں اُنکو ہر ممکن مراعات حاصل ہونگی۔ نیز اُنکے تجارتی اور تمدنی حقوق کی نگہداشت ہوگی۔ اور ان اقلیتوں کی تعلیم کے متعلق بھی مسئلہ حل ہو گیا۔

فصل دوئم

عثمانی قرض کا حصہ ان ممالک کے ذمہ ڈالا گیا۔ جو ترکی سے جنگ بلقان یا جنگ عظیم کے بعد علیحدہ ہو گئے۔ نیز تاوان

جنگ کے متعلق فیصلہ ہوا۔ کہ کوئی حکومت تاوان جنگ نہیں لے گی۔ دول عظمے ان پچاس لاکھ اشرفیوں سے دست بردار ہوئی۔ جو کہ برلن میں بنک میں جمع تھیں۔ ترکی ان جہازوں کی قیمت سے دست بردار ہوئی جو کہ ۱۹۱۴ء میں انگلستان نے جنگ کے آغاز کے موقعہ پر لئے تھے۔ یونان نے اعتراف کیا کہ ترکی کو تاوان جنگ دیا جانا لازمی ہے۔ لیکن یونان کی موجودہ حالت پر نظر کرتے ہوئے ترکی اس تاوان کے مطالبہ سے دست بردار ہوئی۔

فصل سوئم

اس فصل میں اقتصادی شرائط کے متعلق مسائل حل کئے گئے۔ نیز پیداوار۔ جائداد اور مصالح ملکی پر بحث کیگئی۔

فصل چوتھی

اسمیں ذرائع رسل و رسائل اور صحت عامہ وغیرہ کے متعلق شرائط درج ہیں۔ نیز یونان۔ بلغاریہ اور ترکی کی حدود کے اندر ریلوے لائنوں کے متعلق بحث کیگئی ہے۔ اور یہ بھی تحریر ہے کہ آئندہ ترکی میں خارجی اقوام کے ڈاکخانے نہیں رہیں گے۔ جنگی قیدیوں کے تبادلہ اور مقتولین جنگ کے مقابر کی ..... حفاظت کے متعلق شرائط درج ہیں۔ خاص طور پر گیلی پولی کے مقابر کے متعلق اس معاہدہ میں اتفاق کیا گیا۔ جو ۹ر فروری ۱۹۲۳ء کو جانبین میں ہوا تھا۔

درہ دانیال اور باسفورس

اس کے متعلق یہ طے ہوا کہ ہر دو آبناؤں میں جہازرانی کی پوری آزادی ہوگی۔ ۲۴ر جنوری کو جو معاہدہ آبناؤں کے متعلق ہوا تھا۔ اسمیں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

ترکی وفد کی واپسی

یہ معاہدہ صلح لے کر ترکی وفد شادمان و کامران فتح کے پھریرے اڑاتے ہوئے اپنے گھر کو واپس ہوئے۔ گھر میں اس وفد کا پر تپاک خیر مقدم کیا گیا۔ اس فتح و کامیابی کی خوشی میں جابجا چراغاں کیا گیا۔ جلسے کئے گئے۔ اور مبارکبادیں دیگئیں۔ ملک کے اندر ہر جگہ فاتحانہ سپرٹ کام کر رہا تھا۔ لوگ خوش و خرم نظر آتے تھے۔ اس معاہدہ کی رو سے فاتح

قومیں مفتوح ہوگئیں۔ اور مفتوح قوم فاتح ہوگئی۔ سچائی ہمیشہ غالب رہتی ہے۔ اور غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔ طمع کے صرف تین حرف ہیں۔ اور تینوں ہی خالی ہیں۔ اتحادیوں نے اپنے حرص و آز کو لمبا کرنا چاہا۔ اپنی جوع الارضی کی اشتہا کو بڑھانا چاہا۔ ایک نیک نیت قوم کو دنیا سے نیست و نابود کرنا چاہا خلافت مقدسہ کی بیخ کنی کرنی چاہی۔ تو ان سب باتوں کا قدرت نے ایک ہی کرشمہ دکھایا۔ کہ فتح کے بعد شکست کا ٹیکا اُنکے ماتھوں پر لگا دیا۔ اتحادیوں کی تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ اور اپنا سا منھ لے کر رہ گئے۔ ترکوں کی شمشیر برّاں نے عہد نامہ سیورے کو پارہ پارہ کر کے سمندر میں پھینک دیا۔

چین کی نیند

آج ترکوں کیلئے خوشی کے دن اور مسرّت کی راتیں ہیں چین کی نیند سوتے ہیں۔ شادان و فرحاں نظر آتے ہیں۔ اُن کی بات چیت لب و لہجہ میں نیا انداز اور نیا رنگ نیا ڈھنگ نظر آتا ہے۔ اُن کی نشست و برخاست پُر اطمینان اور تسلّی بخش ہے۔ کیوں نہ ہو۔ قدرتِ کاملہ نے اُن کو آج کئی سالوں کے بعد یہ خوش بخت دن نصیب کئے ہیں۔ اور بزم ازم سے اُنکو مہلت ملی ہے۔

یہ بہادر قوم سنہ ۱۹۱۱ء سے لے کر سنہ ۱۹۲۳ء تک مسلسل محاربات میں مشغول رہی ہے۔ یہ بہادر بحرِ وغا میں نہنگ کی مانند غوطہ زنی کرتے رہے ہیں۔ نبرد آزمائی کے کوہ و ہاموں سے شیر ببر کی مانند گرجتے۔ کودتے۔ اور پھاندتے چلے گئے ہیں۔ لیکن ہمت نہ ہاری۔ حوصلے پست نہ ہونے دئے۔ اعدا نے اُن کو جنگ کی کسوٹی پر بہت دیر تک رگڑا۔ مگر اُنکا پائے ثبات متزلزل نہ ہوا۔ تقدیر اُنکے سر پر کھڑی ہنستی تھی۔ اور زبانِ حال سے پکار رہی تھی کہ "اے بہادرو! بڑھے چلو۔ فتح آخر تمہارے ہی

قدم چومے گی۔

کوئی قوم دنیا کی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ جس کو اتنی مدت تک جنگ و جدال سے واسطہ پڑا ہو۔ اتنی مدت تک ہتھیار بند رہی ہو۔ اور اس قدر کثیر التعداد قربانیاں کی ہوں۔ یہ صرف ترک ہی تھے۔ جو آزمائش میں پورے اُترے۔ اب خدا خدا کر کے انکو یہ دن خوشی کا نصیب ہوا ہے۔ کیوں نہ وہ آج جی بھر کر سوئیں۔ اور کیوں نہ خراٹے لیں۔ خدا اُن کی ہمت اور جرأت میں برکت کرے۔ مگر اُن کو جنگ سے مہلت سونے کے لئے نہیں ملی قدرت نے ایک اور بار گراں اُن کے کندھے پر ڈال دیا ہے۔ وہ کیا ہے؟ وہ قوم کی حفاظت اور ترقی اور اصلاحات ہیں۔ تاکہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جائیں اور آئندہ دشمنوں کو انکے متعلق ریشہ دوانیاں کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ لہٰذا اب ترک اصلاحات پر غور کر رہے ہیں۔ ترقی کی سکیمیں سوچ رہے ہیں۔ یہاں تک ترکوں کے رزمی کارناموں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اور اسکے آگے اصلاحی زندگی کا دور شروع ہوتا ہے۔ آگے چل کر ہم آپ کو ابھی اصلاحی زندگی کا نظارہ دکھلائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

خلافت کا خاتمہ

اگرچہ سلطان وحید الدین کے بعد انگورہ گورنمنٹ نے سلطان عبد المجید خان کو خلافت کیلئے موزون خیال کر کے خلیفہ بنا دیا۔ جمہوریت کے ماتحت خلیفہ کے اختیارات میں کمی کر دی گئی۔ اور قسطنطنیہ کی حکومت پر انگورہ گورنمنٹ کا جمہوری پھریرا لہرا رہا تھا لیکن پھر بھی ترکانِ احرار کے خلاف اشتعال انگیز کارروائیاں جاری تھیں۔ خفیہ ریشہ دوانیوں کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ یورپ کا تدبر چاہتا تھا کہ اگر ترکوں کے خلاف رخنہ اندازی کے لئے معمولی سا بھی سوراخ مل جائے۔ تو پھر آہستہ آہستہ یہی سوراخ ایک بڑے شگاف کی

صورت اختیار کرلے گا جو ترکان احرار کو نیست و نابود کرنے کیلئے کافی ہوگا۔ چنانچہ جونہی یورپ نے دیکھا کہ انگورا گورنمنٹ نے سلطان کے اختیارات، میں کمی کردی ہے۔ تو ملک کے اندر خلافت کے اقتدار کی بحالی کیلئے مختلف خفیہ سازشیں شروع کردیں۔ مختلف اقطاع بالخصوص کردستان کے اشتعال پذیر باشندوں کو اکسایا گیا۔ اور تو اور خود ترکوں کے گھر میں ایک ایسی جماعت پیدا کردیگئی۔ جو خلیفہ کے دنیوی اقتدار کی بحالی کی حامی تھی جب ترکان احرار نے دیکھا۔ کہ حجاز مقدس کی سرزمین بھی خلافت کے نام پر ریشہ دوانیاں کرکے چھین لیگئی ہے۔ اور حرمین الشریفین کی خدمت سے ترک محروم کردیئے گئے ہیں اسیطرح اغیار یہ نہیں چاہتے کہ ہمارا اپنا گھر بھی ہمارے پاس رہے اس خلافت کا ڈھونگ رچاکر ہمارا گھر ہم سے چھین لینے کی کوشش ہورہی ہے۔ کیوں نہ ہو کہ جس چیز کو سامنے رکھ کر ہمارے برخلاف پراپیگنڈے ہورہے ہیں۔ اور ہم کو ذلیل و خوار کرنے کی سعی کیجارہی ہے۔ اس چیز کو ملک سے نکال دیا جائے۔ اور آئندہ کیلئے اس خانہ برانداز فتنہ کا ہمیشہ کیلئے سدباب کردیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس خوفناک خلافت کے ڈھانچے کو ملک سے باہر نکالنے کی کوشش کی۔ کیونکہ یہی خلافت کا سسٹم ترکوں کو مفید ثابت ہونے کی بجائے مضر ثابت ہورہا تھا۔ اسلامی علاقہ جات شام و عرب، عراق عرب وغیرہ تمام علاقے اسیطرح لے گئے۔ روپہلی اور سنہری نظاروں کے سبز باغ دکھاکر عربوں کو ترکوں کے خلاف کردیا گیا۔ اسوقت ترکوں کی کشتی ایک بڑی خطرناک منزلیں طے کررہی تھی۔ مگر اتحادیوں کا چونکہ عربوں پر سحر چل چکا تھا۔ انکو خلافت اور آزادی وطن کے چکمے دئے جاچکے تھے سادہ لوح عربوں نے اتحادیوں کے دام تزویر میں پھنس کر ترکوں کی تابعداری سے انحراف کیا اور ایسے خطرناک موقعہ پر ترکوں سے بیوفائی کا اظہار کیا۔ اور ترکوں کی صدیوں کی خدمات کو

جو وہ حجاز مقدس کے واسطے بجا لا رہے تھے۔ ایک آن واحد میں پس پشت ڈالدیا چنانچہ ترکوں نے ان تمام واقعات کو مدنظر رکھ کر ۱۹۲۴ء میں ایک نیا قانون وضع کرکے مجلس عالیہ ملیہ کے سامنے پیش کر دیا۔ جسکی رو سے حشم خلافت کا بوریہ بستر ملک سے باندھا گیا۔ اِس قانون کی رُو سے سلطان عبد المجید ان کی خلافت بالکل ہی موقوف کردیگئی۔ اور اُنکو ملک سے جلا وطنی کا ٹکٹ دیدیا گیا۔ وہ عازم برلن ہوئے۔

۳ر مارچ ۱۹۲۴ء کو خلافت کی مسند کا خاتمہ ہوا۔ اور حکومت جمہوری قرار دیدیگئی۔ اور ہر قسم کے اختیارات مجلس کبیر ملی انگورا کو تفویض کیے گئے ترکوں نے جب الغائے خلافت کے متعلق نیا دستور قائم کرکے منصب خلافت کو اپنے ملک کے اندر ختم کر دیا۔ اور تمام و کمال جمہوریت کا دور دورہ ہوگیا۔ تو بیرونی دنیا میں بہت شور برپا ہوا۔ یورپ کو اب ایک اور موقعہ ہاتھ آگیا اور ترکوں کے برخلاف اشتعال اور شر پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ترکوں کو ملحد، بے دین، خلافت کا منکر وغیرہ کے خطابات ملے۔ مگر ترکوں نے اِس اِس امر کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اُنھوں نے بارِ خلافت اپنے گلے سے اُتار کر سرخروئی حاصل کی۔ اور جو چیز ملک کے اندر امن و امان قائم رکھنے سے مانع تھی۔ اُس سے خلاصی پائی۔

عالم اسلام نے شور مچایا کہ ترکوں نے خلافت کو اپنے ملک سے خارج کرکے اتحاد اسلامی کو بڑی ٹھیس لگائی ہے۔ اب اتحاد اسلامی تباہ ہوجائیگا خلافت ہی ایک ایسا ذریعہ تھی کہ جسے مذہبی اعتقادات کی بنا پر عالم اسلام کے اندر اتحاد قائم رہ سکتا ہے۔ اور دنیا کے مسلمان اخوت کی ایک لڑی میں پروئے جا سکتے ہیں۔ ورنہ اور کوئی ذریعہ نہیں کہ جسکی بناء پر مسلمانان عالم ایکدوسرے سے پیوستہ ہو سکیں کیا یہ بات درست ہے کہ ترکوں کے اس فعل سے فی الحقیقت اتحاد بین الاسلامی کو

ٹھیس لگی ہے۔ اور اِس اِتحّاد کے تباہی کے آثار درحقیقت پیدا ہو گئے ہیں ؟ خلافت کی ہسٹری پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلافت کا منصب جلیلہ بہت عرصے سے خاندانِ عثمانی میں چلا آرہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اِس طویل مدّت میں خاندان مذکورہ کو عالم اِسلام کے درمیان کہاں تک اتحّاد پیدا کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ خاندانِ عثمانیہ کے اپنے ملک کے اندر ہی غیروں کی ریشہ دوانیاں کام کرتی رہی ہیں۔ اعداء کی اشتعال انگیزیاں یہاں تک ترکوں کے اندر بڑھی ہوئی تھیں۔ کہ آئے دِن اُنکے جسم سے گوشت نوچا جا رہا تھا۔ اور نئی آزاد حکومتیں پیدا کر دی جاتی تھیں۔ بلکہ ٹرکی کو مردِ بیمار کا خطاب دیا گیا تھا۔ بھلا جب مقام خلافت کے اندر ہی باہمی اتحّاد و ارتباط کی یہ حالت ہو تو دوسرے اِسلامی ممالک جو مقام خلافت سے بہت دُور واقع ہیں اُنپر خلافت کا کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ اور کیا اتحّاد قائم ہو سکتا تھا۔

کیا اِس خلافت کا عالمِ اسلام پر یہی اثر تھا کہ ترکوں سے عربوں نے بغاوت کرکے اغیار کا ساتھ دیا۔ اور ترکوں کی کشتی کو باسفورس کے اندر ڈبونے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ گویا کہ خلافت کی موجودگی میں بھی اتحّاد بین المسلمین کوسوں دور تھا۔ اور اِسلامی حکومتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی۔ بلکہ دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

جب یہ حالت ہے تو فرمائیے کہ مصطفےٰ کمال نے کونسا گناہ کیا کہ منصب خلافت کو اپنے مُلک سے باہر نکال دیا۔ حالانکہ خلافت کے سایہ کے نیچے عیسائی دُنیا کی تجاویز سلطنت ٹرکی کی تخریب کے لیے آئے دِن پرورش پاتی رہتی تھیں چنانچہ اسوقت جب کہ مُلک کے اندر خلافت بھی موجود ہے اور خلیفہ بھی اپنے کم اختیارات کے ساتھ اپنے ملک پر حکمرانی کرتا ہے۔ اور جمہوری گورنمنٹ بھی قائم ہے لیکن پھر بھی جمہوری گورنمنٹ کے خلاف ریشہ دوانیوں کا سِلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ تو

کیا پھر بیچارا مصطفےٰ کمال ایسی خطرناک چیز کا ملک سے استیصال نہ کرتا۔ تو اور کیا کرتا۔ کیا دشمنوں کے بھرّے میں آکر اپنے ملک کی لٹیا ڈبو دیتا۔ اپنی تمام عمر کی محنت کو رائگاں کر دیتا۔ اور دشمنوں کیلئے دروازے کھلے چھوڑ دیتا تاکہ دشمن بلا روک ٹوک خلافت کے سایہ تلے پرورش پاکر ملک کے اندر گھس آتے۔

ملک اور قوم کا مصلح کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ ملک کو تباہ کرنیوالے عناصر ملک کے اندر موجود رہیں۔ یہ خلافت کا عنصر ترکی کو گڑھے کے اندر کھینچنے والا عنصر تھا۔ لہٰذا اُس نے اپنے مقامی حالات کے مطابق اپنے ملک کو تباہی اور بربادی سے بچانے کے لیئے جو کچھ کیا بہتر کیا۔

باوجود اِسکے کہ اب ملک میں خلافت کا منصب جلیلہ موجود نہیں لیکن پھر بھی مصطفےٰ کمال نے مشرق قریب میں اِسلامی ممالک سے اتحاد قائم کر کے ثابت کر دیا۔ کہ عالم اسلام میں اتحاد بین المسلمین بغیر خلافت کے بھی قائم رہ سکتا ہے۔ بلکہ آپ نے اخوت اسلامیہ کو پہلے سے بھی زیادہ ٹھوس بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔ اور اِسلامی ممالک کو بیدار کر دیا۔ اور اپنی اعلیٰ قابلیت۔ اور دور اندیشی کا ثبوت دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ دورِ خلافت میں کبھی بھی ایسا اتحاد معرضِ وجود میں نہ آیا تھا۔

خلافت کے متعلق غازی اعظم کا نکتہ یہ تھا کہ سب سے پہلے تمام اسلامی حکومتوں کو آزاد اور استوار بنیادوں پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اپنے اندر آزادی کی روح اور تڑپ پیدا کرنی چاہیئے۔ غیر مسلم خارجی اثرات سے مکمل طور پر آزاد ہو جانا چاہیئے۔ پھر آپس میں ایسے سیاسی۔ اقتصادی اور معاشرتی تعلقات پیدا کرنے چاہئیں کہ اُن سب کا مفاد ایک ہو جائے پھر ان متحدہ اسلامی ممالک کی ایک پارلیمنٹ یا کمیٹی بنائی جائے جیسے دُنیائے اِسلام کے اندر

خلافت کا منصب حاصل ہو۔ تب خلافت دینِ مبین اور ملتِ اسلامیہ کی صحیح رنگ میں بہی خواہ ہو گی۔ ورنہ جب تک اسلامی حکومتیں غیر مسلم اثرات میں رہیں گی صحیح طور پر اسلام کی خدمت نہیں ہو سکے گی۔

نیا آئین

خلافت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ مصطفیٰ کمال پر طعن و تشنیع۔ اور الزاموں کی بارش ہو رہی ہے۔ مگر انھوں نے ان تمام باتوں کو کاہ برابر بھی وقعت نہ دی۔ اور یہ سب باتیں پا در ہوا ثابت ہوئیں۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال اپنے ملک کی اصلاح و فلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک باقاعدہ نیا آئین مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپکے مشورہ کے مطابق مجلس عالیہ ملیہ نے ۱۹۲۴ء میں نیا آئین منظور کیا۔ یہ نیا آئین اسجگہ بالاختصار درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ نیشنل اسمبلی کے قانون ایسے اصول پر وضع کئے جائیں کہ جن سے اہل ملک کی انفرادی اور مجموعی حقوق کی حفاظت ہو سکے۔ اسمبلی حقوق آزادی حقوق مساوات۔ تحفظ جان و مال اور تحفظ حقوق مذہبی کی ذمہ دار ہو گی۔

۲۔ ملک میں بیک وقت دو سیاسی جماعتیں نہیں رہ سکتیں۔ بلکہ ایک ہی پارٹی حکومت کا کام اپنے ہاتھ میں رکھے گی۔

۳۔ ملک کا نظام جمہوری ہو گا۔ اور اس دفعہ میں جو جمہوریت کو لازمی قرار دیتی ہے۔ کبھی کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں ہو سکے گی۔

۴۔ آئین جدیدہ کی رو سے امور سلطنت کے تمام اختیارات لیجسلیٹو اگزیکٹو کو حاصل ہونگے۔ اور جوڈیشل اختیارات کی حامل مجلس وطنی کبیر ہو گی

۵۔ مجلس وطنی کبیر قوم کی انتخاب کردہ جماعت ہے۔ اور ترکیہ کے ہر باشندے کو جسکی عمر اٹھارہ سال سے کم نہ ہو۔ بلا کسی خوف و خطر اور بغیر دباؤ کے رائے دہی کا حق حاصل ہے۔

۶ — مجلس کی رکنیت کیلئے تیس سال عمر کی قید ہے ۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ امیدوار ترکی زبان میں لکھ پڑھ سکتا ہو ۔

۷ — مجلس کا انتخاب چار سال کیلئے ہوگا ۔

۸ — صدر جمہوریت کا انتخاب اسمبلی کریگی ۔ صدارت کی میعاد بھی چار سال ہوگی بعد میعاد دیج؛ صدر دوبارہ منتخب ہو سکتا ہے ۔

۹ — صدر کو مجلس کے مباحث میں حصہ لینے کا اختیار نہ ہوگا ۔ بلکہ وہ اگزیکٹیو گورنمنٹ کے صدر کی حیثیت سے ملک کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہے ۔ اور اسے کابینۂ وزارت مرتب کرنے کا حق حاصل ہے ۔

۱۰ — صدر کو اختیار ہے کہ وہ اسمبلی کے منظور کردہ بل کو نظر ثانی کے لئے واپس کردے ۔ لیکن جب یہ قانون دوبارہ پاس ہو جائے ۔ تو صدر اسے دس روز کے اندر نافذ کرنے کا ذمہ دار ہوگا ۔

۱۱ — بدامنی کے زمانہ میں صدر اس امر کا مجاز ہے ۔ کہ کسی علاقہ میں مارشل لا نافذ کر دے ۔

۱۲ — نئے آئین کے ماتحت مردوں اور عورتوں کے حقوق مساوی ہیں

باب دوئم

اصلاحات کا دور

ٹرکی کی سرزمین کے اُفق سے نحوست کا ستارہ زوال پذیر ہو چکا ہے۔ ترقی اور فائز المرامی کا آفتاب طلوع ہو رہا ہے اُسکی نیک فال اور فرخندہ مآل شعاعیں ملک کے کونہ کونہ پر چمک رہی ہیں۔ ہر طرف سے خوشحالی اور ترقی کی خوشبوئیں دماغ کو تر و تازہ کر رہی ہیں۔ شخصی اقتدار۔ اور خلافت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ جمہوریت کا دور دورہ ہے۔ وشاورھم فی الامر کی تفسیر کا مضمون ملک کے اندر جاری ہے۔

مصطفےٰ کمال پاشا کو قدرت کاملہ کی امداد غائبانہ سے کامیابی نصیب ہوئی تمام خارجی محاربات و مخاصمات اختتام پذیر ہو چکے ہیں۔ دشمن مغلوب اور ترک غالب ہیں۔ اب اِسکے بعد کیا غازی موصوف آرام کی زندگی بسر کریں گے؟ اور سب ذمہ داریاں اپنے سر سے اُتار دیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اب چونکہ اُنکو بیرونی اور اندرونی آویزشوں سے فرصت ملی ہے۔ لہذا وہ پہلے سے بھی زیادہ مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ ملک کی داخلی اصلاح کے لیے مشغول ہونگے۔ چنانچہ اب آپکے مدنظر یہ امر ہے کہ اصلاحات کے لئے ایک ایسا لائحہ عمل تیار کر کے ملک کے سامنے رکھ دیا جائے کہ جس پر کاربند ہو کر تمام قوم یوروپ کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑی ہو جائے۔ اور اقوام یوروپ کو بتلا دے کہ وہی ٹرکی جسکو مرد بیمار کہہ کر ذلیل و خوار کیا جاتا تھا۔ اور آئے دن اُسکے حصے بخرے

کرنے کے منصوبے کئے جاتے تھے۔ آج وہی ٹرکی اپنے پاؤں پر مضبوطی سے قائم ہے کسی متمدن قوم سے پیچھے نہیں۔ بلکہ یورپ کے دوش بدوش کام کرنیکے لئے تیار ہے۔

چنانچہ اس غرض کے لئے آپنے نیشنل اسمبلی سے ۱۹۲۴ء میں جدید آئین مرتب کرا کر پاس کرایا جس کا خلاصہ ہم پچھلے باب میں درج کر آئے ہیں اس جدید آئین کے مطابق آپنے ملک کی اصلاح و فلاح کی طرف توجہ مبذول کی۔ اور ۱۵ پندرہ سال کے مختصر عرصہ کے اندر بیشمار مختلف اصلاحات ملک کے اندر جاری کیں۔ آپکی دوررس نظروں سے زندگی کا کوئی بھی شعبہ اوجھل نہ رہا۔ اقتصادیات۔ سیاسیات۔ تمدن و معاشرت۔ مذہبی رسوم و امور۔ صنعت و حرفت۔ زراعت و تعلیم۔ امور مجلسی۔ اسلحہ سازی سامانِ حرب و ضرب۔ قوانین و فرائض۔ نظم و نسق فوجی و تمدنی۔ افواج کی ترتیب و تنظیم۔ ذرائعہ ارسال و ترسیل اور اعلاءِ کلمتہ اللہ وغیرہ۔ غرضیکہ ہر شعبہ زندگی اور معاملات کے متعلق اصلاحات کی کوشش کی گئی۔ تاکہ ملک ان اصلاحات کا پابند رہ کر ترقی و مدارج کی شاہراہ پر گامزن ہو۔ اور بیرونی ممالک بمجرد مشاہدہ این ترقیات و اصلاحات عش عش کر اٹھیں۔

مصطفےٰ کمال کے یہ اہم انقلابات اور اصلاحات اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ غازی موصوف ایک ایسے فاتح کی حیثیت رکھتا ہے کہ جس کی کامیابی کی آواز بیانگ دہل دنیا کے چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ میں غلغلہ انداز ہوسکی۔

جمہوریت

سب سے پہلی اصلاح جو ملک کے حصہ میں آئی۔ وہ جمہوریت کا قیام ہے۔ جو ۱۹۲۰ء میں معرض وجود میں آئی۔ اس جمہوری حکومت کا سب سے پہلا صدر مقام انگورا تھا۔ جہاں سے سول اور فوجی احکام صادر ہو کر ملک کے اندر اشاعت پذیر ہوا کرتے تھے۔ جوں جوں ترکوں کا وطن دشمنوں کے ناپاک قدموں سے

پاک و صاف ہوتا گیا۔ انگورا کی جمہوری گورنمنٹ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا بالآخر سنہ ۱۹۲۲ء میں انگورا گورنمنٹ کا اثر تمام ملک پر چھا گیا۔ صرف قسطنطنیہ کے اندر خلافت کو برقرار رکھا گیا۔ مگر بادشاہ کو امور سلطنت میں دخل دینے کی اجازت نہ تھی۔ بلکہ امور سلطنت انگورا گورنمنٹ کے ہاتھ میں تھے۔ یا یوں کہئے کہ خلیفہ بھی انگورا گورنمنٹ کے ماتحت تھا۔ لیکن خلافت کا منصب ایسا تھا کہ باوجود جمہوری حکومت کے ترکوں کو چین ملنا محال تھا۔ کیونکہ خلافت کے اقتدار کو از سرِ نو بحال رکھنے کے لئے ترکان احرار کے برخلاف طرح طرح کے حیلے اور سازشیں کی جاتی تھیں۔ تاکہ جمہوری گورنمنٹ کو ایک دفعہ پھر تہ و بالا کیا جائے۔ مصطفیٰ کمال نے خلافت کو ایسا خطرناک عنصر خیال کیا کہ جس کی موجودگی میں نہ تو ملک کے اندر امن و امان قائم رہ سکتا تھا۔ اور نہ ملک ترقّی و فلاح کی منزلیں طے کر سکتا تھا۔ اور جب تک ملک کے اندر خلافت کا وجود قائم رہے گا۔ تب تک کوئی نہ کوئی الجھن پیدا ہوتی رہے گی۔ چنانچہ مجلس عالیہ ملّیہ نے مارچ سنہ ۱۹۲۴ء کو خلافت کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو بالکل گل کر دیا۔ اُسکے تمام انتظامات اور امور سلطنت حکومت انگورا کے سپرد ہوئے۔ اور قسطنطنیہ کے علاقے پر بھی جمہوری گورنمنٹ مکمل طور پر حاوی ہو گئی۔ ا

الغرض اس جمہوریت کا آفتاب انگورا کی وادیوں سے طلوع ہوا۔ وہ
برکوں سے اسکی شعاعیں اور کرنیں تمام ملک کے اندر پھیل کر ملک کو منوّر
جیتی روشن کرتی ہیں۔ انگورا کی جمہوری گورنمنٹ آفتاب نصف النّہار کی مانند عروج پر
نتیجہ پہنچ چکی ہے۔ اور بام ثریّا سے ہمنوائی کر رہی ہے۔

ماج الحمد للہ مصطفیٰ کمال کی محنت بر روئے کار آئی۔ ملک اعداء کے
لہ دل سے پاک ہوا۔ اور ترکی جمہور انام جمہوری گورنمنٹ کی نعمت سے مالا مال ہوئی

یاد رکھیں کہ اس جمہوری حکومت سے لوگوں کو آشنا کرنے والا سب سے پہلا شخص مدحت پاشا ہی تھا۔ وہی دراصل اس جمہوری طریق کی حکومت کا بانی مبانی تھا۔ اُسنے دستور اساسی کی بنیاد ڈالی۔ اور بادشاہ کو مجبور کیا کہ وہ ملک کو دستوری حکومت عطا کرے۔ سلطان عبدالحمید خان چونکہ شخصی اقتدار کا دلدادہ تھا۔ اُسنے جمہوری حکومت دینے سے لیت و لعل کیا۔ بلکہ ایک موقعہ پر دام تزویر پھیلا کر سلطان نے مدحت پاشا کو گرفتار کر لیا۔ اور اس بانیٔ دستور کو باسفورس کی تہ میں غرق کر دیا ۱۹۰۸ء میں نوجوان ترکوں نے سلطان عبدالحمید خان کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا۔ اُس کو معزول کر کے سلطان محمد خان خامس کو تختِ خلافت پر متمکن کر دیا۔ سلطان محمد خامس نے تخت نشین ہوتے ہی دستور عنایت کرنے کا اعلان کر دیا۔ لیکن شخصی حکومت کا اقتدار و وقار ویسے کا ویسا ہی قائم رہا۔ مصطفٰے کمال جیسی قائم کردہ جمہوری حکومت سے بالکل مختلف تھا۔ یہ جمہوری حکومت اصل رنگ کی جمہوری حکومت ہے۔ جس کی نظیر فی زمانہ دنیا میں موجود نہیں۔ اِسکا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ خود غرضیوں کا اسمیں شائبہ تک نہیں۔

مصطفٰے کمال نے مدحت پاشا جیسے اولوالعزم لیڈروں کے لٹریچر کا مطالع کیا اور اپنے دماغ کو اسی سانچے کے مطابق ڈھال لیا۔ شروع میں جب وہ ان لوگوں کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے۔ اور موجودہ حکومت کے طریق کار کا مطالعہ کرتے تھے۔ تو وہ خود ہی اپنے دل کے اندر ان مختلف طریقوں کا مواز کرتے۔ اور سوچتے کہ ان دونوں طریقوں میں سے بہتر طریقہ کونسا ہے۔ آخر ا اس بات کا قائل ہونا پڑا کہ شخصی حکومت ملک اور قوم کی ترقی میں سدِ راہ ہو سک ہے۔ اور جمہوری حکومت ملک کو فائدہ پہنچا سکتی ہے

چنانچہ مصطفٰے کمال کے اس زمانہ کے پوشیدہ جذبات آ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے ہیں۔ جن سے آپ نے ملک

بہت فائدہ۔ آرام اور ترقی دی ہے۔

اگر آج مدحت پاشا یا نئے دستور دنیا میں موجود ہوتے۔ تو ضرور اس حقیقی رنگ کی جمہوریت کو دیکھ کر دل و جان سے محظوظ ہوتے۔ اور مصطفیٰ کمال کی قوت بازو اور عقلمندی کی داد دیتے۔ بہر حال جس چیز کا مدحت پاشا نے بیج بویا تھا۔ وہ مصطفیٰ کمال کے ہاتھوں سرسبز و شاداب ہو کر پایۂ تکمیل کو پہنچا اور جو روح مدحت پاشا نے اپنی زندگی میں ترکوں کے کانوں میں پھونکی تھی۔ وہ آج مصطفیٰ کمال کے ہاتھوں جلوہ فگن ہوئی ہے۔

غرضیکہ جمہوری حکومت ایک قسم کی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جس کو ترکوں نے اپنی شمشیر براں کے بل بوتے پر حاصل کیا ہے۔ یہ سب پہلی اصلاح ہے۔ جو ملک نے اپنی جدوجہد سے حاصل کر لی۔ اور مدحت پاشا کی روح کو از سر نو زندہ کر دیا۔ اس جمہوری گورنمنٹ کی طفیل آج ترکی ترقی و مدارج کے منازل طے کر رہی ہے۔ کوئی قوم اس شاہراہ ترقی سے ترکی قوم کو پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔

تشکیل جمہوریت

مصطفیٰ کمال نے خود فرمایا کہ ترکی جمہوری حکومت صحیح معنوں میں روئے زمین پر بہترین جمہوری حکومت کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ انگورا میں نہ تو کوئی سردار ہے۔ نہ ہی کوئی بادشاہ۔ اور نہ ہی کوئی صدر۔ تمام اختیارات مجلس عالیہ ملیہ کے قبضہ اقتدار میں ہیں۔ اس مجلس میں جمہور کے وہ نمائندے ہیں۔ جن کا انتخاب لوگ نہایت ہی آزادی اور بغیر دباؤ کے کرتے ہیں۔ صدر کا انتخاب کثرت آراء سے ہوا کرتا ہے۔ انہیں منتخب شدہ اشخاص میں سے وزراء مقرر کئے جاتے ہیں۔ صلح و جنگ اور امن و امان انہیں کے اختیار میں ہوتا ہے۔ صدر کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی قانون کو جسے مجلس عالیہ ملیہ ترکیہ نے پاس کیا ہو۔ نامنظور کر دے۔ یا اس قانون کو

دوبارہ غور و خوض کے واسطے مجلس میں واپس کر دے۔ صدر کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ فتنہ و فساد کے زمانہ میں امن قائم کرنے کی خاطر مارشل لا فی الفور جاری کر دے۔

اِس ملک کی واحد نمائندہ جماعت کے مقاصد قومی۔ مذہبی۔ اور تہذیبی ترقی ہیں۔ اسکا نظریہ آزادی ہے مثلاً سیاسی و اقتصادی و معاشی آزادی۔ یہ جماعت انھیں اصولوں پر اصلاحات کو مانتی ہے۔ اس جماعت نے ۱۹۲۴ء کے نئے آئین کی رُو سے مردوں اور عورتوں کے حقوق مساوی قرار دیدئے ہیں۔ شہریوں کے حقوق بھی مساوی ہیں۔ خواہ وہ کسی فرقہ یا مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔

صوبجاتی حکومت

صوبجاتی حکومت کے متعلق مصطفیٰ کمال نے فرمایا۔ کہ صوبوں کی حکمرانی مقامی جماعتوں اور وہاں کے نمائندوں کو تفویض کیگئی ہے۔ پرانے طریقوں کے مانند مرکز میں ہر ایک بات کے اجتماع کے خیالات کو بدل دیا گیا ہے۔ مقامی امور کا انتظام اور انصرام و التیام انھیں باشندوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور یہی ملک کے حکمران عمومی ہیں۔

صدارت

یہ جمہوریت ۱۹۲۰ء میں بمقام انگورا قائم ہوئی۔ لوگوں کے اتفاق آرا سے اس جمہوریت کا پہلا صدر مصطفیٰ کمال منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں جب دوبارہ انتخاب کا موقعہ آیا۔ تو اُسوقت دو اُمیدوار مجلس عالیہ ملیہ کی صدارت کیلئے کھڑے ہوئے۔ ایک مصطفیٰ کمال اور دوسرا عصمت پاشا لیکن پبلک کو مصطفیٰ کمال پر بہت اعتماد تھا۔ اور وہی حقیقی معنوں میں قوم کا بہترین معمار بھی تھا۔ لہٰذا تمام ووٹ پبلک کیطرف سے مصطفیٰ کمال نے حاصل کئے اور عصمت پاشا نے صرف ایک ہی ووٹ مصطفیٰ کمال کا حاصل کیا۔ لہٰذا دوسری مرتبہ کے انتخاب میں بھی مصطفیٰ کمال ہی صدر بنے۔ ۱۹۲۴ء میں اسمبلی نے ایک دفعہ پاس کر دی کہ جسکی رُو سے ایک صدر دوبارہ۔ سہ بارہ۔ یا زیادہ مرتبہ بھی صدارت کی عہدۂ جلیلہ کیلئے منتخب ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اِس دفعہ کے اسمبلی میں پاس

ہوجانے کے بعد مصطفیٰ کمال کی زندگی میں جتنے بھی انتخابات ہوئے ہیں۔ اُن سب میں مصطفیٰ کمال کو ہی صدارت کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ مصطفیٰ کمال نے اپنی زندگی میں آخری صدارت کے موقعہ پر قوم سے خواہش ظاہر کی۔ کہ اب کی مرتبہ کسی اور کو موقعہ دیا جائے تاکہ خود مصطفیٰ کمال مجلس شوریٰ میں داخل ہو کر قوم کی ترقی کیلئے مشورہ دیں۔ لیکن قوم نے نہ مانا۔ اور مصطفیٰ کمال ہی صدر چنے گئے اب آپکی وفات کے بعد عوام الناس کے اتفاق آراء سے عصمت پاشا صدر منتخب ہوئے ہیں۔ لہٰذا مصطفیٰ کمال پاشا اس جمہوری حکومت کی آفرینش سے لیکر تادمِ زیست خود جمہوریہ ترکیہ کی صدارت کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں۔ آپ اس جمہوری جماعت کے بھی صدر تھے۔ جس کے تمام نمائندے مجلس عالیہ ملیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے صدر کو اسمبلی اور اسکے کام کی رہنمائی کا بھی اختیار حاصل ہے

ٹرکی کی موجودہ وسعت

اسوقت ٹرکی مشرقِ قریب کی ایک بہت بڑی جمہوری حکومت ہے۔ جو ایشیائے کوچک کے علاوہ آرمینیا اور کردستان کے ایک بڑے حصے پر مشتمل ہے۔ اسکے علاوہ ٹرکی کا کچھ یورپینی علاقہ بھی ہے۔ جو بحیرہ اسود اور جزائر ایجین کے درمیان واقعہ ہے۔ کل رقبہ اس جمہوریت کا دو لاکھ پچانوے ہزار مربع میل ہے۔ یورپین ٹرکی کا رقبہ نو ہزار دو سو پانچ مربع میل ہے۔ آبادی ۱۹۳۵ء کی مردم شماری کے مطابق ایک کروڑ باسٹھ لاکھ ہے۔ اسمیں مسلمانوں کی تعداد بہت غالب ہے۔ حکومت کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ یورپین ٹرکی اور ارمن اضلاع میں عیسائیوں کی آبادی زیادہ ہے۔ اسوقت ٹرکی کے اندر کرد اور یہودی بھی آباد ہیں۔ قلیل التعداد اقوام کے حقوق کی نگہداشت مکمل طور پر کیجاتی ہے۔

انگورا کی تعمیر

انگورا جمہوریہ ترکیہ کی حکومت کا صدر مقام ہے۔ یہ شہر ارمن حکومت کا بھی کسی زمانہ میں پایۂ تخت رہ چکا ہے۔ اسوقت اسکا نام انقرہ تھا

لیکن آجکل اس شہر کا نام غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی یادگار میں انگورا کی بجائے اتاترک رکھا گیا ہے۔ اس شہر کی آبادی ایک لاکھ پچیس ہزار ہے۔

قسطنطنیہ ٹرکی کے اندر سب سے بڑا شہر ہے۔ اسکی آبادی سات لاکھ ۴۵ ہزار ہے۔ جمہوریت کے قیام سے پہلے ہی شہر مقام خلافت اور خاندانِ عثمانیہ کا دار الخلافہ تھا۔

انگورا دو ہیں۔ ایک قدیم۔ دوسرا جدید۔ قدیم انگورا وہ ہے۔ جہاں جمہوریت نے سب سے اوّل ۱۹۲۰ء میں جنم لیا تھا۔ اسکی گلیاں تنگ و تاریک کچی سڑکیں۔ کچے بازار اور کچے مکان ایک خطرناک منظر پیش کرتے تھے۔ ترکی حکومت کے ارکان کی تجویز تھی کہ قدیم انگورا کو ہی اصلاحات کا جامہ پہنا کر دار السلطنت بنا لیا جائے۔ اسکی سڑکوں کو وسیع کیا جائے۔ قدیم عمارات کی جگہ جدید عمارات کی تعمیر کی جائے۔ اور تباہ شدہ محلوں کو باغات کی صورت میں تبدیل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کی مطابق چند سرکاری عمارات بھی تعمیر ہوئیں۔ اور چند مدارس بنائے گئے۔ لیکن بعد میں یہ رائے تبدیل کر دیگئی۔ اور قدیم شہر پر وقت اور زر صرف کرنے کی بجائے جدید انگورا کی بنیاد رکھنے کی تجویز ہوئی۔ کیونکہ ماہرانِ فن کا خیال تھا کہ قدیم انگورا کی درستی کے لئے بڑا وقت درکار ہے۔ اور زر کثیر کی ضرورت ہے چنانچہ اس تجویز کی بنا پر ایک سکیم تیار کی گئی۔ اور ۱۹۲۴ء میں مجلس وطن کے سامنے پیش کر کے منظوری لی گئی۔ اور جدید انگورا کی بنیاد رکھ کر اسکی تعمیر شروع کی گئی۔ یہ نیا شہر قدیم شہر کے قرب و جوار میں ہی تعمیر ہوا ہے۔ لیکن اس جدید شہر کے لئے ایک وسیع قطعہ شامل کیا گیا ہے تاکہ شہر کشادہ نظر آئے۔ اسمیں ہر طرف جدید قسم کی عالی شان عمارات ہیں۔ باغات کے لئے کشادہ قطعے چھوڑے گئے ہیں۔ اور بڑی بڑی کشادہ

سڑکیں تیار کیگئی ہیں۔

آج جدید انگورا یورپین شہروں کیطرح نہایت ہی شاندار شہر شمار کیا جاتا ہے۔ دوسری قسم کی اصلاحات کے ساتھ ساتھ اس کی بھی اصلاح اور تعمیر ہوتی گئی۔ غربا کو حکومت نے مفت مکان بنوا دیے۔ شہر کے وسط میں ایک عجیب وغریب مصنوعی جھیل ہے۔ جو نہایت ہی خوبصورت اور دلکش نظارہ پیش کرتی ہے۔ جھیل کے چاروں طرف سرکاری عمارات۔ دفاتر۔ اور چیمبر ہال وغیرہ واقعہ ہیں۔ جھیل کے وسط میں پانی کے اندر مصطفےٰ کمال کا بت نصب ہے۔ شہر کی صاف اور ستھری سڑکیں اور بازار ہر طرف چلے جا رہے ہیں علاوہ دفاتر کے اسمیں متعدد پبلک باغات۔ عجائب گھر۔ چڑیا گھر۔ جامعات مساجد عدالت۔ ہسپتال وغیرہ ہیں۔

تعلیم و تربیت

ترکی میں تعلیم عامہ حیرت انگیز رفتار کے ساتھ ترقی کر رہی ہے ترکی دنیا کا واحد جمہوری ملک ہے۔ جہاں طلبا کو صحیح معنوں میں جمہوری اصولوں پر تعلیم دیجاتی ہے۔ جمہوری جذبہ کے ماتحت تعلیم پر ناواجب پابندیاں عائد نہیں کیجاتیں۔

۱۹۳۴ء کے قانون کی رو سے وہ مدارس اور مکاتب بند کر دیئے گئے۔ جو بیرونی حکومتوں کے سرمایہ سے چلتے تھے۔ اور جن میں مذہبی تبلیغ کے ذریعہ منافرت دشمنی قشنت کے اثرات ملک کے طول وعرض میں پھیلائے جاتے تھے۔ ان قدیم درسگاہوں کی جگہ پر وزارت معارف جدیدہ نے مدرسے قائم کئے۔ جنمیں تمام قومیں بلا امتیاز مذہب وملت تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ درسگاہیں مذہبی پابندیوں سے آزاد ہیں۔ ترکی میں جبری تعلیم کا قانون جاری ہے۔ جو شخص اپنی اولاد کو تعلیم دلانے سے پہلو تہی کرتا ہے۔ اُسے سخت سزا دیجاتی ہے۔ سترہ ۱۷ اور اٹھارہ ۱۸ سال کی عمر کے درمیان طلباء وطالبات کے لئے عسکری تعلیم حاصل کرنا

ضروری ہے۔ ترکی غیر مسلم رعایا کیلئے بھی فوجی تعلیم و تربیت لازمی ہے۔ پرائیویٹ سکول بھی قائم کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان سکولوں کیلئے سرکاری نصاب کی پابندی لازمی ہے۔

ابتدائی، ثانوی اعلیٰ مدارس اور صنعتی سکولوں میں تعلیم بلا معاوضہ دی جاتی ہے ابتدائی تعلیم لازمی ہے۔ چند صنعتی سکولوں اور کالجوں میں امیر گھرانوں کے طلباء اپنے قیام و طعام کے مصارف خود برداشت کرتے ہیں۔ اس کے سوا داخلہ یا تعلیم کے لئے کوئی رقم وصول نہیں کی جاتی۔

تمام ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ مدارس میں مخلوط تعلیم رائج ہے۔ سکولوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین فرق و امتیاز نہیں رکھا جاتا۔ البتہ ان مقامات پر جہاں لڑکوں کی تعداد کافی ہے۔ وہاں لڑکیوں کے سکول الگ قائم کئے گئے ہیں۔ اور جن جگہوں میں لڑکوں کی تعداد کافی نہیں وہاں لڑکیاں مردانہ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس تجارتی اور صنعتی درسگاہوں میں مخلوط تعلیم کا رواج ہے۔

تمام سکول اور کالج جمہوری اصولوں پر منضبط ہیں۔ تمام قسم کی جسمانی سزائیں قطعاً ممنوع ہیں۔ طلبا کو سزا سرِ عام نہیں دی جاتی ہے۔ بلکہ قواعد و ضوابط کے ماتحت طلباء کو مقرر شدہ سزائیں خفیہ طریق پر دی جاتی ہیں۔ صرف مجرم طلباء [illegible] اور ارباب انتظام یا طلباء کے والدین کو ہی اس سزا کی خبر ہوتی ہے۔ اسی طرح طلباء کی تعلیمی کمزوری اور ناکامی بھی صیغۂ راز میں رکھی جاتی ہے۔ لیکن طلباء کی تعلیمی رفتار کا خیال خاص طور پر رکھا جاتا ہے۔

اچھے طلباء کو انعام تقسیم کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ جماعت کے کمروں میں طلباء کی نشستیں بھی اندازے سے رکھی جاتی ہیں۔ اس سے طلباء میں ایک دوسرے پر کسی قسم کی فوقیت یا امتیاز ظاہر نہیں ہوتا۔

ایک اور خوبی کی بات یہ ہے کہ ترکی کی درسگاہوں میں معاشری مساوات کو خاص اہمیت دیجاتی ہے۔ چنانچہ طالب علم اور اسکا معاشری مرتبہ صرف ارباب انتظام مدرسہ کو ہی معلوم ہوتا ہے۔ طالب علم کے تموّل اور افلاس کو دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے دیا جاتا۔ طلباء سکول اور کالج کے انتظامی امور میں سرگرم حصہ لیتے ہیں طلبا کو کاروباری احساس اور جذبہ کفایت شعاری بھی سکھایا جاتا ہے۔ کیونکہ عملی زندگی کی یہی وہ ضروریات ہیں۔ جو طلباء کو آئندہ زندگی میں پیش آتی ہیں۔ ملک کے تقریباً ہر تعلیمی ادارے میں کوآپریٹو سوسائٹیاں بھی قائم کر دیگئی ہیں۔ جو طلباء کو اقتصادی تعلیم دیتی ہیں۔ جن سکولوں میں یہ سوسائٹیاں قائم ہیں انکے طلبا کو مالی فوائد بھی حاصل ہو رہے ہیں۔ مثلاً ہر سال ۱۲ جنوری اور ۱۸ جنوری کا درمیانی ہفتہ "ہفتہ کفایت شعاری" کے نام سے ملک کے طول و عرض میں پوری شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔

جسمانی ورزش کی وزارت تعلیم کی زیر نگرانی خاص انتظام ہے۔ طلباء سپورٹس کے کلب سکولوں میں قائم کر سکتے ہیں۔ سکولوں کے باہر کی کلبوں میں یہ طلباء شامل نہیں ہو سکتے۔ ہر سال مئی کے مہینے میں ٹورنمنٹ ہوا کرتا ہے۔ بوائے سکاؤٹس اور گرل گائیڈوں کی انجمنیں بھی قائم ہیں۔ جو "قومی دن" کی تقریب پر منعقد ہونیوالی پریڈوں میں حصہ لیتی ہیں۔

باضابطہ سکولوں کے علاوہ ملک میں قریباً ایوننگ کلاسز بھی جاری ہیں۔ جہاں تحصیل علم کا شوق رکھنے والوں کو مفت تعلیم دیجاتی ہے۔ ان کلاسوں میں ترکی قوم کے تمام افراد فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کلاسیں ملک سے جہالت اور لاعلمی کو دور کرنے میں ایک بہترین مددگار ثابت ہوئی ہیں۔ ان کلاسوں نے سنہ ۱۹۲۸ء اور سنہ ۱۹۳۳ء کے درمیان لکھوکھا طلباء اور طالبات کو علم سکھا دیا ہے۔

مزید براں عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط کے اجراء نے بھی اس تعلیمی ترقی میں بہت بڑی مدد کی ہے۔ ترکی کی تعلیمی حالت کے متعلق وزیر تعلیمات ترکیہ نے ۱۹۳۴ء میں ایک تقریر کے دوران میں فرمایا۔ کہ "اس سے پہلے ہمارے ملک میں تعلیم نہ دنیا کے لئے مفید تھی۔ نہ دین کیلئے۔ لیکن اب حالت بالکل بدل گئی ہے۔ اب ہماری تعلیم ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہے دل و دماغ اغیار کے دباؤ سے آزاد ہیں۔ اور ہماری ترقی کے تمام راستے کشادہ ہیں۔ اب ہماری تعلیم جدید ترین اصولوں پر جاری ہے۔ اور ترکی قومیت کے جذبہ کو بیدار کر رہی ہے۔ اس تعلیم نے ترکوں کو صحیح معنوں میں زندہ قوم بنا دیا ہے۔ مختصر یہ کہ اب ہماری تعلیم کا مطمحِ نظر صدر جمہوریہ غازی مصطفےٰ کمال اتاترک کے الفاظ میں یہ ہے کہ تعلیم کی غرض یہ نہیں ہونی چاہیئے کہ اس سے مستفید ہو کر بابو اور عہدیدار بنیں۔ تعلیم کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ اپنی مادی یا معنوی زندگی میں کامیابی حاصل کی جائے۔"

تعلیمی درسگاہوں کے علاوہ دستکاری۔ صنعت اور زراعت کا کام سکھانے کے لئے ہر جگہ درسگاہیں موجود ہیں۔ چار یونیورسٹیاں ملک کے اندر قائم ہیں۔

لباس میں تبدیلی

ترک قوم جمود و خوابِ غفلت میں سو رہی تھی۔ اُنکی روحیں مُردہ اور فسردہ ہو چکی تھیں۔ غازی اعظم نے اُن کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کیلئے اُنکی روزمرہ کی زندگی میں بھی تبدیلیاں پیدا کر دیں چنانچہ آپنے اس خیال کو مدنظر رکھکر قدیم وضع لباس کو تبدیل کرکے یورپین وضع کا لباس پہننے کا اعلان کر دیا۔ اسطرح تمام قوم کے لباس کے اندر یکسانی اور یکرنگی پیدا ہوگئی۔ علماء نے اسکے خلاف بہت کہرام مچایا۔ مگر حکومت نے اُنکی ایک نہ سنی بلکہ مخالف علماء کو جبراً جدید طرز کا قومی لباس پہنایا گیا۔ لیکن جس نے ایسا کرنے سے انکار کیا وہ مستوجب سزا ٹھیرایا گیا۔ لباس کی تبدیلی کے ساتھ ہی

ترکوں کی طرزِ بود و باش کے اندر بھی تغیرات رونما ہو گئے۔ توہم پرستی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔

مستورات شاہراہ ترقی پر

عورتوں کی تعلیم کے لئے زنانہ مدارس ملک میں موجود ہیں جنہیں عورتوں کا کثیر التعداد طبقہ تعلیم حاصل کر رہا ہے عورتیں اکثر و بیشتر جگہوں میں کام کرتی نظر آتی ہیں۔ وہ اسمبلی کی رکن بھی ہو سکتی ہیں۔ غرضیکہ مصطفےٰ کمال پاشا نے ترکی نسوانی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ پہلے خوشحال گھرانوں کی عورتیں اپنے گھروں کی چار دیواری کے اندر بند رہتی تھیں۔ بیرونی دنیا سے انھیں کوئی سروکار نہ تھا۔ لیکن آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ترکی عورتیں زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے ساتھ ساتھ اپنی قوتِ عمل کا ثبوت دے رہی ہیں۔ وہ وطن اور قوم کے تعمیری پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مردوں کی طرح ہمہ تن سرگرم عمل اور مستعد کار نظر آتی ہیں۔ اور اپنے فرائض کار کو ایسی خوش اسلوبی سے سر انجام دیتی ہیں کہ مردوں کو انکی شاندار خدمات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ وہ سرکاری اور غیر سرکاری اداروں اور تجارت اور صنعت و حرفت کے مختلف شعبوں میں کام کرتی نظر آتی ہیں۔ فوجی خدمت میں بھی پورا حصہ لیتی ہیں۔ وہ اپنے وطن کی شمع پر پروانہ وار قربان ہونا اپنی زندگی کا مقصدِ وحید خیال کرتی ہیں۔ نقل و حرکت میں بالکل آزاد ہیں۔ لیکن اس آزادی کے باوجود عفت و عصمت اور شرم و حیا کے نقطۂ خیال سے انکی سیرت کا پایہ اسقدر بلند ہے کہ ترک اسپر جتنا بھی فخر کریں بجا ہے۔

مصطفےٰ کمال نے قرآن کریم کے احکام کے مطابق کثرتِ ازدواج کو جائز قرار دیا۔ لیکن ترکی عورتوں کے حقوقِ زوجیت کو برقرار رکھا۔ اور ان کو مردوں کے دوش بہ دوش میدانِ عمل میں لا کر کھڑا کر دیا۔ طلاق اور

خلع کے قانون نافذ ہوئے۔ عورت کے درجہ کو مرد کے برابر تسلیم کیا گیا۔ عورتوں پر سے پردے کی نامناسب پابندیاں دور کردی گئیں۔ اور انکو منشائے اسلام کے مطابق انکے فطری حقوق سے بہرہ اندوز کیا گیا۔

کاروبار کے متعلق اصلاح

مصطفٰے کمال نے کاروبار کے متعلق بھی اصلاحات جاری کیں۔ قوانین بنائے۔ تاکہ تجارتی لوگ انکی پابندی میں رہ کر کاروبار کو چلائیں۔

قوم کی صحت بحال رکھنے کیلئے حکومت نے ایک قانون بنادیا۔ کہ دکاندار صبح نو بجے سے پیشتر اپنا کاروبار شروع نہ کریں۔ اور شام کو چھ کے بعد اپنے کاروبار کو جاری نہ رکھیں۔ البتہ ڈاکٹران اور سوداگران ادویات لائسنس حاصل کرنیکے بعد اس پابندی سے مستثنٰی ہیں۔ انکو رفاہِ عام کی خاطر دن رات دکانیں کھلی رکھنے کی اجازت ہے۔ ہفتہ میں جمعہ اور اتوار کو دوکاندار دوکانیں بند رکھتے ہیں۔ تعطیل کے دنوں میں کسی قسم کا کاروبار نہیں ہوتا۔ بلکہ بازاروں میں دوکانداروں کی بجائے پولیس کا پہرہ رہتا ہے۔ تاکہ عوام سرکاری قانون کی خلاف ورزی نہ کریں۔ اور اگر کوئی خلاف ورزی کرے۔ تو اس کے لئے سخت سزا مقرر ہے۔

برائیوں کا استیصال

مصطفٰی کمال نے برائیوں کا قلع قمع کرنے کیلئے اپنی طبع رسا کی رسائی سے ایسے قوانین کی بنیاد رکھی۔ جن کے ذریعہ سے ایسے ایسے لوگ جو مشائخیت و تصوّف کے رنگ میں اپنے آپ کو ظاہر کر کے قوم کو مفت میں لوٹ لوٹ کر اپنا پیٹ پالتے۔ اور تصوّف اور بزرگی کے پاک نام کو بدنام کرتے۔ صوفیانہ چولے کے اندر رہ کر طرح طرح کے سوفیانہ افعال کے مرتکب ہوا کرتے۔ انکو قانوناً بھلے مانس اور شریف الطبع انسان بن کر زندگی بسر کرنے پر مجبور کردیا۔ اور ان تکیوں اور خانقاہوں کی اصلاح کی جنہیں اعدائے اسلام

تصوف اور بزرگی کا لباس پہن کر اسلام پر زد کرنیکے لئے پرورش پاتے تھے مساجد کے اندر آئمہ کا تقرر کیا۔ خطبات و مواعیظ کو منظم و مرتب کیا۔ اور ان تمام مفاسد اور فتن کی روک تھام کی۔ جو دین مبین کے نام پر اٹھائے جاتے تھے۔ مساجد اور خانقاہیں جو عیسائی مشنریوں نے فتنہ انگیزی کیلئے ایک بڑی آماجگاہ بنا رکھی تھیں۔ جہاں سے ترکی کی خوبیوں اور کمزوریوں کی رپوٹیں عیسائی دنیا کے اندر شائع ہوتی تھیں۔ ایسے ناپاک عنصر سے پاک کر دیگئیں۔

صوفی منش اور گدی نشینوں کو غازی مصطفےٰ کمال کی یہ اصلاحات ایک نظر بھی نہ بھاتی تھیں۔ انھوں نے دم منازعت اور مخالفت بھرنا شروع کر دیا۔ مصطفیٰ کمال نے ان تمام مذہبی دیوانوں اور درویشوں کو گرفتار کر کے فوج میں جبراً بھرتی کرنا شروع کر دیا۔ ملک ان لوگوں کی ناپاک حرکتوں سے پاک ہوا۔ اور وہ بھی حلال کی روزی کما کر کھانے لگے۔ شراب خانے۔ جوئے خانے۔ قہوے خانے سب کے سب بند کر دئیے غرضیکہ مصطفےٰ کمال نے ترکی کی زندگی کو ایک نہائت ہی پاکیزہ اور نیک زندگی کے رنگ میں بدل دیا۔

لاطینی رسم الخط

مصطفیٰ کمال کی انقلابی روح نے علمی دائرہ کے اندر بھی ایک سیلاب عظیم برپا کر دیا۔ اور ترکی حروف کی بجائے لاطینی رسم الخط کا اجراء کر کے ترکوں کو تجدید کی لذت سے آشنا کر دیا۔ نسلی تحقیقات اور لسانی تفتیش کیلئے علمی ادارے قائم کئے۔ اور ترکی دماغوں کو جو صرف فنون حرب و ضرب کی لذت سے آشنا تھے حصول علم کی چاشنی بھی انکے دماغوں کے اندر پیدا کر دی۔

لاطینی رسم الخط کو جاری کرنے کی ایک وجہ وجیہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی ملکی کاروباری منڈیوں کو بیرونی دنیا کی کاروباری منڈیوں سے ملحق کر دیا۔

مصطفےٰ کمال نے ایک اور بڑا کارنامہ یہ کیا کہ قرآن کریم کو ترکی زبان میں ترجمہ کر کے اپنی قوم کے سامنے رکھ دیا۔ تا ان کو کلام الٰہی کا مفہوم سمجھنے میں سہولت ہو۔

تمدن

اِن اِصلاحات کے علاوہ آؤ اب ذرا ترکوں کے تمدن کا بھی نقشہ دیکھیں۔ جہاں ترکی جمہوریت کے اندر دیگر شعبے زندگی کے اِصلاح پذیر ہو رہے ہیں۔ وہاں تمدنی حالت سے کبھی تغافل نہیں ہو سکتا۔ اگر ترکوں نے اپنی سیاسی زندگی کو درست اور مضبوط کیا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ترکوں کا تمدن اور طرزِ معاشرت بھی ترکی قانون کی نگرانی میں رواج پذیر ہو۔ اگر ترکوں کا تمدنی پہلو کمزور رہ جائے تو ہم کہیں گے کہ ابھی اِصلاحات ادھوری ہیں۔ لیکن مصطفےٰ کمال کی ہوشیار اور دُور رس نظر اِس پہلو سے غافل نہیں رہی۔ ساتھ ساتھ یہ شعبہ بھی مصطفےٰ کمال کی عقل و دانش سے سیراب ہوتا رہا ہے۔ جس سے تمدن کا اِنتظام درست اور صحیح ہوتا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بیاہ شادی۔ مرنے جینے نکاح طلاق ختنے اور مہمانداری کے قانون بھی نافذ کئے ہیں۔ جنکی پابندی ہر جمہور انام پر واجب ہے۔

تقریب تولید

جب کسی گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو امین محلہ کیلئے فرض ہے کہ سرکاری دائی اور مقامی ہسپتال کے ڈاکٹر کو اطلاع دے۔ یہی مقامی شعبہ پیدائش و اموات کا رجسٹرار بھی ہے۔ خوشحال لوگ اعلیٰ درجے کی پرائیویٹ میڈیکل ایڈ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن متوسط الحال لوگ جو زیادہ خرچ برداشت کرنیکے قابل نہ ہوں۔ وہ سند یافتہ دائیاں بلا اُجرت طلب کر سکتے ہیں۔ یہ دائیاں حکومت کی طرف سے مقرر ہیں۔ جنکو حکماً موقعہ پر حاضر ہونا پڑتا ہے۔ پنشن یافتہ یا غیر جنگی سپاہیوں کو نہ صرف سرکاری دائیاں ہی مہیا ہوتی ہیں۔ بلکہ حکومت زچہ و بچہ کی خورونوش کیلئے اخراجات دیتی ہے۔ پیدائش کے موقعہ پر کوئی بھی بچہ کی خوشی میں اندازہ سے زیادہ خرچ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص اپنے بچہ کی پیدائش کے موقعہ پر ضرورت سے زیادہ خرچ کر کے اصراف کا مظہر ہوگا۔ تو محکمہ احتساب کو اختیار ہے کہ وہ اسکے خلاف قانونی کارروائی کرے

جُرمانہ کی سزا دے سکتا ہے۔ مسجد کا لائسنسدار پیش امام بچہ کے کان میں آذان کہہ کر مقررہ کردہ نذرانہ لے سکتا ہے۔ کیونکہ انکی پرورش حکومت کی طرف سے ہوتی ہے۔

تقریبِ ختنہ

رسم ختنہ بھی حکومت کی نگرانی میں ہوا کرتی ہے۔ مقامی میونسپل کمیٹیاں موسم کے لحاظ سے کسی صحت افزا کھُلے مقام پر ختنہ کا انتظام کرتی ہیں۔ اور ختنہ کا دِن مقرر کیا جاتا ہے۔ اِسکی اطلاع جمہور انام کو کئی روز پہلے کیجاتی ہے۔ چنانچہ غریب اور امیر لوگ اپنے بچوں کو وقت مقررہ پر ختنہ کے لئے لے جاتے ہیں۔ مقامی ڈاکٹروں کا ایک دَستہ اس مقصد کے لئے موقعہ پر موجود ہوتا ہے۔ ختنہ کا وقت عام طور پر بعد مغرب ہی مقرر کیا جاتا ہے۔ جن بچوں کو ختنہ کیا جاتا ہے۔ اُنکے والدین بھی وہیں موجود ہوتے ہیں۔ اور اُن کو ختنہ کے بعد اسی جگہ رکھا جاتا ہے۔ حکومت کیطرف سے پلنگ اور والدین کی طرف سے بستر وغیرہ کا اِنتظام ہوتا ہے۔ ختنہ شدہ بچے کو حکومت کیطرف سے ایک جوڑہ اور شیرینی ملتی ہے۔ ڈاکٹر ہر روز ختنہ شدہ بچوں کا معائنہ کرتے ہیں۔ جب یہ بچے درست ہو جاتے ہیں۔ تب اُنکو گھر جانے کی اجازت ملتی ہے۔ جس جگہ ختنہ کیا جاتا ہے۔ اُس کی سجاوٹ اُس کا انتظام والتیام متعلقہ روشنی وغیرہ حکومت خود کرتی ہے بلکہ بچوں کو اس موقعہ پر خوش رکھنے کیلئے تماشے اور دِل لگی کی سامان بھی مہیا کئے جاتے ہیں۔

تقریب بسم اللہ

جمہوریت کے قیام سے پہلے بسم اللہ کی رسم بڑی دھوم دھام سے کیجاتی تھی۔ غریب ہو۔ یا امیر اِس موقعہ پر دِل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ اور بچوں کا جلوس نکالا کرتے تھے۔ مگر اَب جب سے جمہوری گورنمنٹ قائم ہوئی ہے۔ اور تعلیم قانوناً جبری اور مفت دیجاتی ہے۔ تب سے

حکومت نے لوگوں کو تقریب بسم اللہ کے مصارف سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اور اس بے جا اور غیر مناسب اسراف کا سد باب کر دیا ہے۔ البتہ والدین پرائیویٹ طور پر شیرینی تقسیم کر لیتے ہیں۔ تمام مساجد میں مکتب کھل چکے ہیں۔ اور والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو پانچ اور سات سال کی عمر کے درمیان مدرسے میں داخل کرا دیں بصورت عدم تعمیل تعزیری کارروائی کیجاتی ہے۔

تقریب نکاح

اگرچہ نکاح فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ لیکن تاہم حکومت نے اسکے متعلق بھی پابندیاں عائد کر دی ہیں نکاح۔ حق مہر۔ اور طلاق کے متعلق سخت قوانین نافذ کر کے لوگوں سے اس پر عمل کرایا جاتا ہے۔ نکاح پرائیویٹ طور پر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ فریقین یا اُنکے والدین مقامی قاضی کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔ اور اپنی حیثیت کے مطابق پارچات۔ زیورات اور دعوت ولیمہ کے کھانے کی فہرست پیش کرتے ہیں اِس فہرست کے ساتھ یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ نکاح فریقین کی رضامندی سے قرار پایا ہے۔ نیز اُنکو یہ بھی ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ کہ مرد اور عورت میں سے کوئی متعدی مرض میں مبتلا نہیں۔ پارچات اور زیورات کی تعداد معین ہے حق مہر شرعی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ورنہ اُسکی مقدار بھی مقرر کی جاتی ہے۔ نکاح حکومت کا مقرر کردہ قاضی پڑھتا ہے۔ اور وہ سرٹیفکیٹ دیتا ہے۔ اور سرٹیفکیٹ پر اسٹامپ لگایا جاتا ہے۔ جو فیس نکاح متصور ہوتی ہے۔ دعوت ولیمہ غریبوں کے لئے دو کھانوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اور صاحب حیثیت چار کھانوں سے زیادہ متجاوز نہیں کر سکتے۔

محکمہ جنگی کے لوگوں کیلئے نکاح کے متعلق یہ قانون ہے کہ وہ پچیس اور تیس برس کی عمر کے درمیان نکاح کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اگر وہ نکاح کرنے سے پہلو تہی کریں یا انکار کریں تو قانون نے اُنکے لئے یہ سزا مقرر کی ہے کہ وہ نوکری سے علیحدہ

کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جبتک یہ سپاہی لوگ اپنی نوکریوں پر حاضر رہتے ہیں انکی عورتوں کو حکومت کیطرف سے گذارہ ماہانہ ملتا ہے۔ اور ہر ایک بچے کیلئے ضروری مصارف اور تعلیم مفت دیجاتی ہے۔ جو لوگ کنوارے رہتے ہیں۔ اُن سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

حسب و نسب کی صحت کو برقرار رکھنے کیلئے حکومت نے قانون وضع کردیا ہے کہ کوئی ترک غیر ترک کی عورت سے۔ اور کوئی غیر مسلم مرد ترک عورت کی ساتھ حکومت کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا۔

طلاق

حکومت نے قانون کے ذریعہ سے زن و شوہر کے تعلقات کی تعیین کر کے طلاق کے اِمکان کو بہت مُشکل کر دیا ہے۔ اور اگر کوئی صورت ایسی پیدا ہو بھی جائے۔ کہ جہاں طلاق ناگزیر ہے تو فریقین حکام عدالت کیطرف رجوع کر کے طلاق لینے کے حقدار ہیں۔

اِنسداد بداخلاقی

بداخلاقی کا اِنتظام پولیس کے ذمہ ہے۔ اِس کے متعلق پولیس کو وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ پہلی دفعہ یہ ہے کہ ترک عورت علانیہ طور پر ایسے فعل کی مرتکب نہیں ہوسکتی۔ اور صرف قسطنطنیہ میں ارمنی۔ یونانی اور یہودی وغیرہ عورتوں کے اڈے موجود ہیں۔ انکی رجسٹر خاص اہتمام کے ساتھ رکھے جاتے ہیں۔ وہاں جانیوالے لوگوں کو پولیس کے سپاہی کے پاس اپنا نام و نشان اور پتہ لکھوانا پڑتا ہے۔

تجہیز و تکفین

ترکی تمدن کی ایک نمایاں خاصیت یہ ہے کہ کسی عزیز کی وفات پر شدت کے ساتھ رنج و غم کا اِظہار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ نہایت خاموشی سے رسم جنازہ ادا کیجاتی ہے۔ ایسے سانحہ ارتحال پر غریبوں اور محتاجوں کو علانیہ خیرات دینے کا رواج نہیں۔ اور نہ ہی ماتم پرسی کرنیوالوں کی کسی قسم کی تواضع کیجاتی ہے۔

فاتحہ خوانی

ترک مرد اور عورتیں جمعہ کی نماز ادا کر کے قبرستان میں چلے جاتے ہیں۔ اور وہاں کچھ وقت گذارنا پسند کرتے ہیں۔ اور اپنے متوفیوں کے مزار پر فاتحہ پڑھتے ہیں۔

ریلوے اور سڑکیں

ملک کی اقتصادی و تجارتی ترقی کا انحصار وسائل حمل و نقل کی فراوانی پر موقوف ہوتا ہے۔ جمہوریہ ترکیہ نے اپنی تجارت کو ترقی دینی ہے۔ اور صنعت و حرفت کا اپنے ملک کے اندر اجراء کرنا ہے۔ لہٰذا ترکی حکومت نے ضروریاتِ ملکی کے پیش نظر سب سے اوّل ریلوے لائنوں کی تعمیر کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ یقیناً غازی عصمت پاشا کی وزارت کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ کہ اس نے دور افتادہ شہروں اور مقامات کو ریلوں کے ذریعہ سے ملحق کر دیا۔ جنگ عالمگیر میں وہ ریلوے لائنیں جنکا اتصال فوجی چھاؤنیوں سے تھا۔ بالکل تباہ ہو گئی تھیں۔ حکومت نے انھیں دوبارہ تعمیر کرا دیا۔ جمہوریت کے قیام سے قبل غیر ملکی کمپنیوں کے قبضہ میں ۴۳۰۶ کلومیٹر ریلوے لائن تھی۔ لیکن ۱۹۲۵ء میں وہ صرف ۸۴۷ کلومیٹر رہ گئی۔ ۱۹۳۵ء تک جمہوریہ ترکیہ نے ۴۸۰۳ کلومیٹر جدید ریلوے لائن تعمیر کر دی۔ ان ریلوے لائنوں کے علاوہ قومی چندوں سے عام پختہ سڑکوں کو تعمیر کیا گیا۔ آج ترکی کی سڑکیں اپنی صفائی۔ نفاست اور خوبصورتی کے لحاظ سے یورپ کے بعض ملکوں کی سڑکوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔

قسطنطنیہ اور انقرہ کے درمیان ۳۶۰ میل کا فاصلہ ہے۔ جس کو ریل آپس میں ملحق کرتی ہے۔ ۱۹۲۳ء میں یہ فاصلہ ریل کے ذریعہ ۳۶ گھنٹوں میں طے ہوتا تھا۔ مگر آج یہ مسافت دس گھنٹوں کے اندر ختم ہوتی ہے۔ یہ ریلوں کی ترقی کی علامت ہے۔

سلسلہ رسل و رسائل

تار۔ ڈاک۔ اور ٹیلیفون کے سلسلے ملک کے طول و عرض میں

قائم کیے جا چکے ہیں۔ ایک فرانسیسی کمپنی نے انگورہ میں بے تار برقی کا ایک بڑا زبردست مرکز قائم کیا ہے۔ جس کے ذریعہ واشنگٹن تک نامہ و پیام ہو سکتا ہے ایک دیگر مرکز کم طاقت کا قسطنطنیہ کے اندر بھی قائم کیا گیا ہے۔ ایک سویڈن کمپنی نے انگورا اور ایشیائے کوچک کے تمام بڑے بڑے شہروں کا ٹیلیفونی الحاق انگورا اور دوسرے تجارتی مراکز سے قائم کر دیا ہے۔

محکمہ ڈاک نے تیس سال کیلئے ایسٹرن ٹیلی گراف کمپنی سے تار برقی کے انتظام کا معاہدہ کیا ہے۔ اور یہ طے ہوا ہے کہ ابتدائی اٹھارہ ماہ کی تعلیم و آموختگی کے بعد تمام افسر اور کارندے ترک ہونگے۔ آلاتِ نشر صوت یعنی ریڈیو بھی ملک کے اندر موجود ہیں۔

صنعت وحرفت

روس کے تعمیری پروگرام اور اقتصادی ترقی سے متأثر ہو کر مصطفےٰ کمال نے اپنے ملک کے اندر صنعت و حرفت کو فروغ دینے کیلئے اپنے ہاں سب سے اوّل پانچسالہ پروگرام مرتب کر کے جاری کیا۔ اس مفید کام کیلئے سب سے پہلے روس نے ٹرکی کو ۳۵ کروڑ پونڈ قرضہ دیا۔ جس سے روئی اور پارچہ بافی کے عظیم الشان کارخانے کھولے گئے۔ ان تیار کردہ کارخانوں کا مال روس کو قرضہ میں دیا گیا۔ اور کارخانے ترکوں کی ملکیت میں آگئے۔ چنانچہ انھیں کارخانوں کا مال تمام ٹرکی میں فروخت ہوتا ہے۔ بیرونی دنیا سے کوئی کپڑا ٹرکی میں نہیں جا سکتا۔ مزید برآں طرہ یہ کہ ان کارخانوں میں بیرونی عنصر کیلئے ملازمت کی گنجائش نہیں۔ بلکہ ترک انجنیئر ہیں۔ مستری بھی ترک ہیں۔ اور مزدور پیشہ بھی ترک۔ نیز تمام افسر ترک ہیں۔ جو قرضہ ٹرکی نے روس سے لیا تھا اُسکی شرائط نہایت ہی آسان تھیں۔ اور قرضہ بھی بلا سود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ٹرکی ان کارخانوں کے تیار شدہ اموال روس کو قرضہ میں دیکر قرض سے بہت جلد سبکدوش ہوئی۔ یہ قرضہ اور یہ کارخانے روس اور ٹرکی کے درمیان نہایت ہی گہرے تعلقات

اور دوستانہ روابط قائم کرنے کا باعث ہوئے۔ چونکہ اس قرضہ سے دیگر ممالک میں یہ غلط فہمی پھیل گئی تھی۔ کہ روس کا اثر ٹرکی کے اندر روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اسلئے برطانیہ نے بھی ٹرکی کو بلا سود قرضہ دیدیا۔ جس سے کاٹن وغیرہ کی صنعتوں کو ترقی پہنچی۔ اور اس پیداوار سے قرضہ ادا کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ روس اور برطانیہ کے ان اقدامات کو دیکھ کر جرمن کے منھ میں بھی پانی بھر آیا۔ چنانچہ جرمن وزیر اقتصادیات تمام بلقانی ریاستوں کا دورہ کرنے کے بعد ٹرکی میں پہنچا۔ اور پندرہ کروڑ مارکس کا قرضہ بلا سود دینے کی خواہش ظاہر کی۔ جس سے صنعت وحرفت کی ترقی کے لئے مشینیں۔ اور سامان حرب خریدا گیا۔ اور ٹرکی کے لئے جس کیمیکل صنعت کی زیادہ ضرورت تھی۔ اُسکے اجراء اور فروغ پر یہ سرمایہ صرف کیا گیا۔ یہ امر مصطفیٰ کمال پاشا اور اُنکے مشیروں کی روشن ضمیری پر دلالت کرتا ہے کہ وہ غیر ممالک سی بلا سود قرضہ لے کر جن مصنوعات اور صنعتی کارخانوں کو ترقی دینگے۔ اُنھیں کی پیداوار سے قرضہ ادا کیا جا رہا ہے۔ اسطرح ٹرکی کے ذمہ ایک پائی بھی قرض نہیں۔

ملک کی اقتصادی ترقی کے لئے ملک کے ہر گوشہ میں صنعتی کارخانے جاری ہو چکے ہیں۔ جو بڑی سرعت سے سامان تیار کرتے ہیں۔ کان کنی بھی جاری ہے اسوقت ٹرکی سے کوئلہ تمام یورپ کو سپلائی ہوتا ہے۔ ٹرکی بھی اپنا روپیہ ایران کی طرح باہر نہیں جانے دیتی۔ صرف ملک کی پیداوار ہی باہر فروخت ہوتی ہے۔ اور روپیہ ملک میں آتا ہے۔

غرضیکہ گذشتہ دس سال میں تجارت اور صنعت وحرفت کے شعبہ جات نے اپنی داخلی حکمت عملی سے ملک کو زبردست فائدہ پہنچایا ہے۔ تجارتی اداروں کو سفارت خانوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اور اب ہر قوم نہایت ہی اطمینان اور تسلی بخش طریق پر اپنے تجارتی کاروبار میں آزادانہ طور پر کام کر سکتی ہے۔ تجارت پر

کسی قسم کا بار نہیں۔ بلکہ مزید براں یہ کہ ایوان تجارت کیطرف سے قسطنطنیہ میں ایک خاص بیوریو کا قیام عمل میں آیا۔ جسمیں فرانس۔ ہنگری مختلف ممالک سے تجارتی معاہدات طے ہو گئے۔ جمہوریہ ترکیہ کی برآمد کو دوسرے ممالک میں جو مراعات حاصل ہیں۔ انھیں مراعات سے ممالک غیر کی درآمد کو نوازا جا رہا ہے۔

صنعت و حرفت کی ترقی کچھ کم قابل ذکر نہیں۔ اسوقت ترکی میں کارخانوں کی تعداد ۲۵۹۵ ہے۔ قالین سازی۔ ابریشم سازی۔ اونی اور سوتی کپڑے بننے کے کارخانے ترقی کر رہے ہیں۔ آٹے کی مشینیں۔ میوہ محفوظ کرنے کی مشینیں۔ صابن سازی اور شکر سازی کے کارخانے ہر شہر میں قائم ہو رہے ہیں۔ معدنیات کی ترقی تسلی بخش ہے۔ جدید کانیں معلوم ہونے کی وجہ سے ترکی کا بے کار طبقہ مصروف کار ہو گیا ہے۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں معدنیات کی آمد ایک لاکھ ترکی پونڈ تھی۔ لیکن سنہ ۱۹۳۵ء میں یہ آمدنی سترہ کروڑ گیارہ لاکھ ترکی پونڈ تک پہنچ گئی ہے۔ معدنی پیداوار سے مزید فائدہ اٹھانے کیلئے سنہ ۱۹۳۳ء میں ایک ۳ سالہ پروگرام اور منظور کیا گیا۔

علاوہ ازیں چینی تانبے کے برتن وغیرہ خاص جاپانی ماہرین فن کی نگرانی میں تیار کیئے جاتے ہیں۔ ریشمی کپڑا بننے کے لیئے چین کے کاریگر منگوائے گئے ہیں۔ دیاسلائی بنانے کا کام سویڈن کے لوگوں سے سیکھا گیا ہے۔ کپڑا سینے کی مشینوں کیلئے امریکنوں کی خدمات حاصل کیگئی ہیں۔ تمام قسم کا کپڑا ملک کے اندر تیار ہوتا ہے۔ ترکوں کو بدیشی کپڑا خریدنے کی ممانعت ہے۔ ہاں اگر کوئی بدیشی مال خریدنا چاہے تو اسکو اتنی ہی رقم حکومت کے خزانے میں جمع کرانی پڑتی ہے۔ کپڑا بننے کے لیئے مشینیں روس سے منگوائی گئی ہے۔ غرضیکہ مصنوعات کو فروغ دینے کے لیئے ترک بڑی

سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ اور ہر چیز متعلقہ ضروریات زندگی اور سامان متعلقہ حرب وضرب وغیرہ ملک میں تیار کیا جاتا ہے۔

ابتدائی پانچسالہ پروگرام کی تکمیل ہو چکی ہے۔ اور دوسرا پروگرام ۱۹۳۷ء سے شروع کیا گیا ہے۔ جس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ملک کے مختلف حصّوں میں برقی طاقت کے اسٹیشن قائم کئے جائیں۔ اور ایسے کارخانے بنائی جائیں جنمیں ترک اپنے جہاز تیار کر سکیں۔ ملک میں کئی کارخانے بحری جہاز تیار کرنیکے لئے قائم کئے گئے ہیں۔

زراعت اور معدنیات

جمہوریہ ٹرکیہ نے زراعت کو ترقّی دینے کیلئے بڑی کوشش کی ہے۔ زراعت سائنٹیفک اصولوں کے مطابق کیجاتی ہے کسانوں کو مشینیں حکومت قیمتاً مہیّا کرتی ہے۔ جسکی قیمت بہ اقساط فراہم کیجاتی ہے غریب اور نادار کسانوں کو یہ مشینیں حکومت کیطرف سے مفت عطا ہوتی ہیں گیہوں۔ جو۔ دیگر غلّے۔ تمباکو۔ انجیر۔ مونگ پھلی وغیرہ ٹرکی کی زرعی پیداوار میں خاص اہمیّت رکھتی ہیں۔ ملک کے اندر معدنی پیداوار کے ذرائع بھی قدرت نے بیشمار پوشیدہ رکھے ہیں۔ مگر ابھی اُن سے ایک وسیع پیمانہ پر فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ معدنی پیداوار میں کروم۔ کوئلہ۔ تانبا شامل ہیں۔

تین آئینی ترمیمیں

فروری ۱۹۳۷ء میں جمہوریہ ترکیہ کی مجلس عالیہ ملّیہ نے اپنے دستور اساسی کے لئے تین آئینی ترمیمیں منظور کیں۔ ایک ترمیم کا مفاد یہ تھا کہ جماعت جمہوریہ کے اصول پر عمل کیا جائے۔ دوسری ترمیم یہ تھی۔ کہ کسانوں کے فائدہ کیلئے بڑی بڑی دیہاتی جائدادیں وقف کردیجائیں۔ تیسری ترمیم یہ تھی کہ جو فرقے مذہبی رسوم کی بجاآوری کے لئے خفیہ جلسے منعقد کرتے ہیں۔ وہ مذہبی آزادی سے محروم کردئے جائیں۔

بنک کا اجراء

۱۹۳۱ء میں جمہوریہ ترکیہ نے اپنا ایک مرکزی بنک قائم کیا۔ جسکو

حکومت نے نوٹ بنانے کے پورے اختیارات دیدئے۔ اس سرکاری بنک کے علاوہ چار اور بنک بھی ملک کے اندر کام کر رہے ہیں۔ آنکی نگرانی حکومت نے اپنے ذمّہ لی ہے۔ ۱۹۳۷ء میں ایک نئے بنک کا افتتاح ہوا۔ جس کا نام بحری بنک رکھا گیا۔ اس بنک کا تعلق صرف بحری تجارت سے ہے۔ ایک عثمانیہ بنک بھی ہے۔ جسکی شاخ لنڈن میں ہے۔ یہ بنک تمام ملک اور مشرق قریب میں یونان اور مصر سے ایران تک کاروبار کرتا ہے۔ جمہوریہ ترکیہ کا سکّہ لیرا یا ترکی پونڈ ہے۔ جسکے سَو پیاسٹر ہوتے ہیں۔

فوجی خدمت

فوجی خدمت رعایا کے ہر متنفّس کے لئے لازمی ہے۔ مستقل فوج کئی لاکھ سپاہیوں پر مشتمل ہے۔ ریزرو فوج بے شمار ہے ہوائی جمعیت کے سپاہیوں کی تعداد قریباً ۹ ہزار ہے۔ اور درجہ اوّل کے طیّاروں کی تعداد چار سو ہے۔ ترکوں کے پاس چار جنگی جہاز اور کروزر ہیں۔ اِنکے علاوہ چھوٹے جنگی جہاز بے شمار ہیں۔

۱۹۳۷ء میں حکومت نے ایک قانون وضع کیا تھا۔ جسکی رُو سے عورتوں پر بھی مردوں کیطرح فوجی خدمت لازمی قرار دیگئی ہے۔ اور مدرسوں کی طالبات کیلئے فوجی تعلیم کا اِنتظام کیا گیا ہے۔

ترکوں کی فوجی تیاریاں

ترکی جمہوریت اپنی فوجی تیاریوں کی نمائش ہر سال کرتی ہے۔ چنانچہ ترکی جمہوریّت کا پندرھواں جشن، نہائت خیر و خوبی سے منایا گیا۔ فیلڈ مارشل غازی عصمت پاشا نے جنگی اور دفاعی وسائل پر تبصرہ کرتے ہوئے ترکی قوم کو یقین دِلایا۔ کہ آئندہ جنگ میں ترک سپاہی دُنیا کو بتادیں گے کہ ترک اَب کسی اجنبی طاقت کے ہاتھوں مرنے والا نہیں۔ اسوقت ہمارے پاس چھ لاکھ سپاہی جنگی آلات سے مسلح موجود ہیں۔ اگر آئندہ جنگ ہوئی۔ جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے

تو ہمارے یہ نوجوان سپاہی گذشتہ جنگ عظیم کا پورا پورا بدلہ لے کر چھوڑینگے

۱۹۳۵ء کے درمیان ترکی میں جنگی نمائش ہوئی۔ اور وزرائے غیر ملکی وفود اور ہزاروں آدمی ترکی افواج کے عسکری کمالات دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ اِس موقعہ پر یونانی فوج کے جنرل اعظم بھی موجود تھے۔ جنرل موصوف نے ترکی افواج کے جنگی کمالات دیکھنے کے بعد یہ رائے ظاہر کی کہ نظامِ تعلیم۔ جرنیلوں کی قابلیت و اِستعداد غرض ہر اعتبار سے ترکی فوج دُنیا کی بہترین فوجوں میں شمار ہو سکتی ہے۔

الغرض ترکی اس وقت اپنے مُلک کے اندر بہت ہی خوشحال ہے۔ اور خوش رہنا چاہتی ہے۔ اسے فخر ہے کہ اُسنے تھوڑے عرصہ میں بہت زیادہ ترقّی حاصل کر لی ہے۔ اسکی فوج نہایت ترقّی یافتہ اور آزمودہ کار ہے۔ اُسکی تجارت وصنعت کا دائرہ نہایت ہی وسیع ہے۔ اگرچہ بعض حکومتیں شدید مالی دشواریوں میں مبتلا ہیں۔ لیکن حکومت ٹرکی اپنی اِقتصادی حیثیت سے بالکل مطمئن ہے۔ علاوہ بریں ترکی حکومت نے تمام حکومتوں سے بالخصوص ہمسایہ حکومتوں کے ساتھ اپنے سیاسی تعلّقات بہتر بنانے کیلئے خاص طور پر کوشش کی ہے۔ برطانیہ عظمیٰ سے بھی اُسکے تعلّقات نہایت ہی خوشگوار ہیں۔ فرانس کے ساتھ بھی تعلّقات بہت عُمدہ ہیں۔ یہی حال اٹلی روس جرمنی اور دول بلقان کے ساتھ ہے۔ مشرقی حکومتوں میں سے افغانستان عراق۔ ایران کے بھی ٹرکی کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں۔ بلکہ یہ تعلّقات دوستانہ حیثیت سے گذر کر برادرانہ نوعیت اختیار کر چکے ہیں۔

۱۹۳۴ء میں اِستنبول کی صنعتی نمائش کا اِفتتاح کرتے ہوئے غازی اتاترک نے ایک معرکۃ الآرا تقریر کی۔ جس کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"اسلامی سلطنتوں اور عام مسلمانوں کو تجارت کرنی چاہیے۔ اور تجارتی

کاروبار کو فروغ دینا چاہیئے۔ ہمارے آقا مولا حضور نبی کریم صلعم دُنیا کے سب سے بڑے تاجر مانے گئے ہیں۔ آپ نے اپنی امت کو جہاں زندگی کے مختلف پہلوؤں سے عمل کرنے کی تعلیم دی ہے۔ وہاں ایک جلیل القدر تاجر کی حیثیت سے ہمیں درس دیا ہے۔ کہ ہم تجارت کریں۔"

دفاعی اِستحکامات

۴ جنوری ۱۹۳۴ء کو کمال پاشا نے ایک تقریر نشر کی۔ جسمیں آپنے فرمایا "یورپ کی فضا مکدّر ہو رہی ہے۔ جنگ و جدل کی چنگاریاں سلگ رہی ہیں۔ نہیں معلوم کہ جنگ کے شعلے کس وقت بلند ہو جائیں۔ اور دُنیا کے خرمن امن کو جلا کر خاکستر کر دیں۔ آئندہ جنگ کیمیائی جنگ ہوگی۔ جسمیں زہریلی گیس۔ مہلک ایسڈ اِستعمال ہونگے۔ جن سے بچنے کے لئے حکومت دیہاتی اور شہری آبادیوں میں غلافوں کے اِستعمال کی تبلیغ کر رہی ہے۔ آئندہ جنگ میں ترکی کو حصّہ لینا پڑے گا۔ یا نہیں۔ اِسکے متعلق وقت فیصلہ کریگا۔ لیکن موجودہ حالات کے پیش نظر میں اِسکا وضاحت سے اعلان کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ اپنی حفاظت کیلئے ہمیں بڑی سے بڑی قربانیاں کرنی پڑینگی جس کے لئے میری قوم کو تیّار ہو جانا چاہیئے۔ ہم کسی کے حق کو دبانا نہیں چاہتے اور اپنے حق سے دست بردار ہونا بزدلی سمجھتے ہیں۔"

حِفظانِ صحت

خاندان عثمانیہ کی حکومت میں محکمہ حفظانِ صحت موجود نہ تھا۔ لیکن مجلس کبیر ملّی نے یہ محکمہ ۱۹۲۰ء میں قائم کیا۔ قلّت ذرائع کے باوجود اِس محکمہ کی زیر نگرانی اسوقت پانصد سے زائد شفا خانے موجود ہیں اور کامیابی کے ساتھ لوگوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ انگورا۔ سیواس۔ ارض روم دیار بکر۔ قسطنطنیہ اور ازمیر میں بڑے بڑے ہسپتال قائم ہیں۔ جن سے پبلک فائدہ حاصل کر رہی ہے۔

طبّی مدارس سے جو طلبا فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں۔ اُن کو قانوناً*

*تین ماہ تک ان علاقوں میں طبی

خدمات سرانجام دینی پڑتی ہیں۔ جنکی آب و ہوا خراب ہے۔ یا جہاں موسمی بخار کا زور ہوتا ہے۔ سند یافتہ طبیبوں کی تعداد ۱۹۲۷ء میں صرف تین ہزار تھی۔ لیکن اب اُن طبیبوں کی تعداد دس ہزار سے تجاوز کر گئی ہے۔ قونیہ اور انگورا میں زچہ خانے بھی ہیں۔ جہاں بچوں کی اموات کے لئے خاص تحقیق کیجاتی ہے۔ اور شرح اموات کو کم کرنے کی تدابیر پر غور ہوتا ہے۔ ٹرکی میں عام صحت کی حالت تسلی بخش ہے۔

مصطفٰے کمال کی تقریر

ہم ذیل میں مصطفٰے کمال کی وہ تقریر درج کرتے ہیں جو آپنے ۲ر دسمبر ۱۹۳۵ء کو مجلس وطنی کبیر کے جدید افتتاح کے موقعہ پر فرمائی۔ اِسمیں آپنے اصلاحات کے متعلق ایک مختصر سا نقشہ کھینچ کر اپنی قوم اور ملک کے سامنے پیش کیا ہے۔

"حضرات! آپکا دِلی خیر مقدم کرتے ہوئے آج میں مجلس وطنی کے دورِ پنجم کا اِفتتاح کرتا ہوں۔ مجلس ہٰذا اسوقت میدانِ عمل میں اُتری جبکہ سیاسیاتِ دولِ یورپ پُر آشوب دَور سے گذر رہی تھی۔ ملت ترکیہ کی حکمت عملی کے اسوقت دو زبردست اصول یہ ہیں۔ کہ اپنے وطن اور اپنے حقوق کی قوت حاصلہ پر قناعت کرتے ہوئے مدافعت کرنا۔ اور اُن سلطنتوں کے ساتھ اِشتراک عمل جو قیام صلح و امن کی خواہاں ہیں۔ استقرار صلح میں جو اسوقت خلل آپڑا ہے۔ اُسکا عدم شعور خارج از امکان ہے۔ انسانیت متمدنہ کا واحد طرۂ امتیاز کیا ہے۔ امان سلیم۔ مگر اسوقت کچھ ایسے اسباب زوال نظر آرہے ہیں کہ ہمکو لازماً حصہ لینا پڑیگا۔ تاکہ صلح و آشتی کو جس کے لئے جمعیت اقوام چند در چند تجربوں کے بعد بیتابسی ہو رہی ہے۔ اپنی حکمت عملی کی اساسِ اوّلین بنا سکیں۔ ہم ہر حالت میں جمعیت اقوام کے ساتھ صلح و امن کے قیام میں اِشتراک عمل کے لئے تیار ہیں۔

برادران ہم کو اپنی داخلی تنظیم اور اتفاق کی اہمیت کا پوری طرح احساس ہے۔

چنانچہ ولایاتِ شرقیہ کے متعلق مادی تنظیمات روبراہ لائی جا رہی ہیں۔ بعض ولایات میں ہمکو جدید ادارۂ تفتیش قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہمنے اِس ضرورت کو پورا کر دیا۔

ہماری مشرقی ولایت میں اہم ترین امور میں سب سے مقدم مسئلہ راستۂ آہنی کا اِتصال تھا۔ تاکہ مغربی اور مشرقی ولایات کا الحاق ہو جائے۔ دو خطوط ریل مشرق سے مغرب تک بسرعت تامہ ڈالے جا رہے ہیں اسطرح سے ایران اور ترکی میں تجارتی سامان کی نقل وحرکت میں سہولت ہو جائیگی

جدید العصر ایجادات واختراعات سے نیز ترکی کے جملہ بڑے بڑے شہروں میں صنعتی ادارے قائم کرنے کا مسودہ قانون بھی عنقریب پاس ہو جائیگا ہمارا مطمحِ نظر یہ ہے کہ ترکی کے چھوٹے سے چھوٹے قریہ سے لیکر بڑے سے بڑے شہر تک عمرانی اور اقتصادی سہولتیں یکساں طور پر فراہم کیجائیں حفظانِ صحت کے ادارے۔ تعلیمی مراکز غرض جو کچھ ایک تمدن یافتہ ملک کے لئے ضروری ہوں۔ اِنسے قصبات اور قریے محروم نہ رہیں۔

خواتین وحضرات! ملکی صنعتوں کے فروغ کی جانب میں آپ لوگوں کو بطور خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ کسی ملک کو بام ترقی تک پہنچانے سکے لیئے درمیانی زینوں کا کام دیتی ہیں۔ اس عرصہ میں ہمارے ملک میں جو ملکی تحریک صنعت کے بارہ میں وجود میں آئی ہے۔ وہ ایک گونہ طمانیت بخش ہے۔

عنقریب قانون کے ذریعہ اہم مصنوعات صرف ترکوں کے لیئے مخصوص کر دیجائیں گی۔ ہمارے ملک میں کوئلہ اور فلزہ کی جدید کانیں حال میں معلوم ہو رہی ہیں۔ یہ قدرت کی طرف سے ہم پر الطافِ بیکراں کی علامت ہے کیونکہ فی زمانہ کوئلہ اقتصادی امور کیلیئے سنگِ بنیاد ہے۔

حضرات! ہم بلا توقف اپنی ملکی ثقافت کی ترویج کیلئے لگاتار کوشاں ہیں۔ ملت ترکیہ کی تاریخ اور لغت ترکیہ کی تالیف کی جانب خاص توجہ دی جا رہی ہے چنانچہ اُسکے جو آثار اسوقت تک ہاتھ آئے ہیں۔ وہ صد درجہ اطمینان بخش ہیں علاوہ ازیں ہم حدود علم وحدیث تک اپنی قومی موسیقی کو ترقی دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ریڈیو ہماری ثقافت قومیہ کے نشر کے لئے اہم ضروریات میں شامل ہے۔

حضرات! دُنیا کی سیاست دولی کے چہرہ پر ایک رنگ آتا ہے۔ تو ایک جاتا ہے اِس بوقلمونی اور گوناگونی نے ہمکو دعوت دی۔ وسائل دفاع پر غور وخوض کرنے کیلئے میں آپ سے توقع رکھتا ہوں۔ کہ ہمارے اُن وسائل کی تقویت مزید کے لئے تدابیر مالیہ پر غور کرتے وقت نہایت حزم واحتیاط سے کام لیں۔ کیونکہ ہم پر واجب ہے کہ ان مسائل میں بدرجہ اتم اعتدال برتیں۔ تاکہ نہ تو اِسقدر تجاوز ہو جائے کہ جادۂ صلح سے ڈگمگا جائیں۔ نہ اِسقدر قلت ہو کہ مدافعتِ قومی پر آنچ آنے کا امکان پیدا ہو سکے۔ ہمارا فضائی بیڑہ خاطر خواہ طریقہ پر روبہ ترقی ہے۔ اور آجکل فضائی اِستحکامات ہی حیات کی علامتیں ہیں۔

ہمارے وطنِ مقدس کو ہوائی تاراجی وغارتگری سے بچانے کے لئے جو اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اُسکی توقع کامل ہیکہ ہم کو کوئی تکلیف نہ پہنچیگی۔ اِسطرح بحری اور برّی قوّت ونمود کیلئے اِطمینان بخش طور پر جد وجہد جاری ہے۔

ہمارے اعمال کثیر اور وسیع الاثر ہیں اور پر اہمیت بھی۔ اور مجھ کو تحریکات وطنی سے اِنتہائی دلچسپی ہے۔ کیونکہ مجلسِ وطنی انعام قومی کے حق میں مبلّغ اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وطن عمران کی مدافعت کا بیڑہ اُس نے اٹھایا ہے۔"

جدید وزارت

جنرل عصمت پاشا انونو کے ہاتھ میں ۱۲ سال تک وزارت کا قلمدان رہا ہے۔ اِس عرصہ میں آپ نے مُلک کی ترقی کے لئے بہت سی سرگرمیاں ظاہر کیں۔ اور مُلک کو ترقی کے اعلیٰ رتبہ تک پہنچا دیا۔ اب

آپ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۷ء کو یہ قلمدانِ وزارت جلال بیر کے حق میں چھوڑکر وزارت کے عہدۂ جلیلہ سے سبکدوش ہوئے۔ آپکی جگہ جلال بیر وزیرِ اعظم مقرر ہوئے۔ جلال بیر ایک بینکر اور مجلس ملّیہ کے سابق وزیر اقتصادیات تھے۔ اُنھوں نے وزارت کا قلمدان ہاتھ میں لیتے ہی وعدہ کیا کہ اُنکی وزارت ٹیکس اور زندگی کے مصارف کو کم کرنے اور صنعت وحرفت اور نقل وحرکت کے وسائل کو ترقی دینے کی کوشش کرے گی۔

کردستان میں بغاوت

جون ۱۹۳۷ء میں درسیم ضلع کوردستان میں جو وسطی ایشیائے کوچک کا ایک پہاڑی دور افتادہ علاقہ ہے کردستان کے قبائل نے علم بغاوت بلند کردیا۔ اُنکا مطالبہ یہ تھا کہ اُنکا قبائلی نظام برقرار رکھا جائے۔ ٹیکس سے اُنھیں مستثنیٰ کیا جائے۔ اور اُنھیں ہتھیار رکھنے کا حق دیا جائے۔ حکومت نے اِس بغاوت کو فرو کرنیکے لئے تیس ہزار فوج اور ایک ہوائی بیڑہ بھیجا۔ باغی مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ بھاگ نکلے۔ باغیوں کا لیڈر گرفتار ہوگیا۔ اور بغاوت فرو ہوگئی۔ اِس سلسلہ میں دسمبر ۱۹۳۷ء میں ۱۶ کردوں کو سزائے موت کی دی گئی۔

درہ دانیال کی مورچہ بندی

ترکوں نے ۱۹۳۶ء میں درہ دانیال کو زبردست پیمانہ پر مستحکم کرلیا۔ جس کے متعلق یورپ میں بہت کہرام مچا۔ آخر یہ معاملہ مجلس اقوام میں پیش ہوا۔ نومبر ۱۹۳۶ء میں مجلسِ اقوام نے بھی اِس امر کو تسلیم کرلیا کہ ترکوں کا حق ہے کہ درہ دانیال کی مورچہ بندی کردیں۔ فروری ۱۹۳۷ء میں اٹلی نے مجلس کے اس فیصلہ پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ لیکن جرمنی نے اس ماہ کے آخر میں چند اعتراضات اُٹھائے۔ آخر گفت وشنید کے بعد جرمنی بھی مان گیا۔ اگست ۱۹۳۷ء میں درہ دانیال کی جمعیت طلایہ دُگنی کردی گئی۔ ترکوں کے اِس فعل سے درہ دانیال کی پوزیشن نہایت ہی مستحکم ہوگئی۔

الگزینڈریٹا کی سنجق کا معاملہ

جون میں مجلس اقوام کے سامنے الگزینڈریٹا کی سنجق کا معاملہ پیش ہوا۔ جو فرانس اور جمہوریہ ترکیہ کے درمیان بنائے مخاصمت بنا ہوا تھا۔ آخر مصالحت سے یہ معاملہ اسطرح طے ہوا۔ کہ سنجق مذکور کو اندرونی معاملات میں خودمختاری دیدی جائے۔ شام جو فرانس کے زیر انتداب ہے۔ اسکے خارجی معاملات کا نگراں ہوگا۔ اِسکے علاوہ یہ بھی قرار پایا کہ الگزینڈریٹا کی سرکاری زبان میں ترکی بھی شامل کیجائے۔ نیز فرانس اور ٹرکی اور شام کے درمیان سنجق کی سرحدوں کے قیام و استحکام کے متعلق معاہدے ہوگئے۔

میثاق سعد آباد

مصطفیٰ کمال ہمیشہ اِس کوشش میں رہتے تھے۔ کہ اِسلامی ممالک آپسمیں متحد ہوکر رہیں۔ آپ اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کچھ عرصہ تک غور و خوض کرتے رہے۔ اور اسلامی ممالک کے قناصل سے سلسلہ گفت و شنید جاری رہا۔ چنانچہ آپ کی کوشش رنگ لائی۔ اور اتحاد بین المسلمین کی بنیاد قائم ہوئی۔ اس اتحاد کو مضبوط اور مربوط بنانے کے لئے ایک میثاق تیار ہوا۔ ۸ر جولائی ۱۹۳۷ء میں اس میثاق پر دستخط ہوئے اِسکا نام میثاق سعد آباد طہران رکھا گیا۔ اتحاد المسلمین کے نقطہ خیال سے یہ میثاق ایک ایسے زمانہ میں ہوا جب کہ یورپ کی حکومتوں نے ایشیا کو اپنی ہوس رانیوں کیلئے تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ یہ میثاق ایک غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے اِس میثاق میں عراق۔ ایران۔ ٹرکی اور افغانستان شامل ہیں۔ اب حجاز بھی اِس میثاق میں شامل ہوگیا ہے۔ اِن پانچ اِسلامی طاقتوں کے اِتحاد کا سہرا غازی اتاترک مرحوم کے سر ہے۔ اِس اتحاد کا مقصد یہ ہے کہ اِسلامی حکومتیں ضرورت کے موقعہ پر ایک دوسرے کی معاون و مددگار رہیں۔ اور باہمی تعلقات کا دائرہ وسیع ہو۔ یہ میثاق سعد آباد مصطفےٰ کمال کی دانش اور فرزانگی کا بہترین ثمرہ ہے۔

اسکندرونہ کی واپسی

یہ بندرگاہ ملک شام میں بحیرہ روم کے کنارے پر واقع ہے جو گذشتہ جنگ یورپ کے بعد کچھ عرصہ کیلئے فرانس کی حکمبرداری میں رکھ دیا گیا تھا۔ ۱۹۳۷ء میں حکومت ترکیہ نے فرانس سے اسکی واپسی کا مطالبہ کیا جو کہ فرانس سے ترکی کے زیر اثر آنے کی شرائط میں مضمر تھا۔ لیکن فرانس نے اُسکو واپس کرنے سے کچھ لیت ولعل کیا۔ مصطفیٰ کمال کے حکم سے ایک مہم بھیجی گئی تاکہ اِسکندرونہ میں فوجی طاقت کے بل بوتے پر داخلہ کیا جائے۔ اور اُسپر اپنا تسلط قائم کیا جائے۔ جب فرانس کو ترکوں کے اِن ارادوں کا علم ہوا۔ تو اُسنے عہدنامہ کی رو سے اسکندرونہ ۱۹۳۷ء کے انجام میں ترکوں کے حوالے کردیا۔ ترکی افواج فاتحانہ طور پر اسکندرونہ میں داخل ہوگئیں۔ اور اپنا اقتدار قائم کرلیا۔ بعد ازاں نومبر ۱۹۳۷ء میں خود مصطفےٰ کمال نے بہ نفس نفیس نہایت ہی تزک و احتشام کیساتھ اُس شہر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف عزت بخشا۔ اہالیان اسکندرونہ نے بھی رئیس جمہوریہ ترکیہ کا استقبال نہایت ہی شاندار طریقہ پر دلی خلوص کے ساتھ کیا ۲۲ نومبر ۱۹۳۷ء کو اسکندرونہ میں جدید نظام نافذ کیا گیا۔ اور مجلس تشریعی کے انتخابات اپریل ۱۹۳۸ء میں ہوئے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی تقریر

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے پارلیمنٹ میں تقریر کی جسمیں آپنے ترکی حکومت کے مستقبل پر تصریح کی۔ جس کو نہ صرف ترکی حکومت میں بلکہ ریاست ہائے بلقان اور عربی ممالک میں بھی خاص اہمیت دیگئی۔ غازی موصوف نے ترکی حکومت اور دولت عثمانیہ کی سیاسی تاریخ پر ایک جامعہ تبصرہ کیا۔ آپنے فرمایا پارلیمنٹ اور ترکی حکومت کے ارکان خوب واقف ہیں۔ کہ ہم نے اپنے ۱۶ سال کے دور میں ترکی کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ یہ وہی ترکی ہے جسپر دشمنوں نے قبضہ کرلیا تھا۔ اور قریب تھا کہ دشمن اسکو پارہ پارہ کرکے ہڑپ کرجائیں۔ مگر ہمنے اپنے ساتھیوں کی مدد سے

دشمنوں کے حلق کے اندر انگلی ڈال دی۔ اور جب تک اپنے مادرِ وطن کو اُنکے مُنہ سے نہ اُگلوا لیا۔ نہ خود چین سے بیٹھے۔ اور نہ اُنکو چین سے دم لینے دیا آخر حق بحقدار رسید و حریف مغلوب شد۔ (چیئرز)

ہمارا ماضی بھی شاندار ہے۔ اور میں یقین دِلاتا ہوں کہ ہمارا مستقبل بھی شاندار ہوگا۔ ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ نہ صرف ترکی کو اپنے قدموں پر کھڑا کر دیں بلکہ ہماری قلمرو کے جو حصّے ابھی تک دوسروں کے قبضہ میں ہیں۔ اُنکو بتدریج اور رفتہ رفتہ واپس لے لیں۔ جب تک ہم اپنے مقبوضات کو واپس نہ لیں گے بین الاقوامی پیچیدگیوں میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔

اسکندرونہ پر ہمارا قبضہ ہو چکا ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ بحیرۂ روم کی حفاظت کی ذمّہ داری بہت بڑی حد تک ہم پر عائد ہو گئی ہے۔ ہم اسکندرونہ کی بندرگاہ کو اتنا مضبوط بنا دیں گے۔ کہ دیکھنے والوں کو اس پر سنگھاپور کا دھوکا ہوگا۔ اسکندرونہ کی آزادی اور واگذاری کے بعد ہمارا دوسرا قدم کیا ہوگا۔ اِس کا جواب مستقبل دیگا۔ اور میں یقین دِلاتا ہوں کہ ہماری حکومت جو قدم اس سلسلہ میں اُٹھائیگی۔ وہ عین تُرکوں کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ (تمام ہال تالیوں سے گونج اُٹھا)

اس سلسلہ میں غازی موصوف نے فرمایا کہ فرانس چاہتا ہے کہ اسکندرونہ کے مقابلہ میں لاذقیہ کو اپنا بحری مستقر بنائے۔ حالانکہ اُسے معلوم ہے کہ لاذقیہ ترکی قلمرو کا جزوِ اعظم ہے۔

آپنے بین الاقوامی نزاکتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دُنیا کی حکومتیں ایکدوسرے سے خواہ کسی حد تک دست و گریبان ہوں۔ مگر ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ کیونکہ اُسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ ترکی قوم اپنی سلطنت کیلئے ہر جائز و ناجائز کام کر گذرے گی۔ اور اپنی ملی روایات اور شان و شوکت کے بحال رکھنے میں کسی طرح بھی کمی نہ آنے دیگی۔

اس اجمالی تذکرہ کے بعد فرمایا کہ ترکی قوم بہترین مبادی جمہوریت سے اِستفادہ کر سکے گی۔ اور جمہوریہ ترکیہ میں روح جمہوریت کو اساس اوّلین قرار دیا گیا ہے۔ غازی نے ترکی عساکر پر اپنا کامل اعتماد ظاہر کیا۔ اور کہا کہ اُنکی فوج ہوائی اسلحہ کے اعتبار سے بھی قوی ہو چکی ہے۔ آپ ان ترک نوجوانوں پر اچھی طرح سے بھروسہ رکھتے ہیں۔ جو اپنی قوم کی عظمت اور اسکے مستقبل کی فلاح کیلئے کوشاں ہیں۔

آپنے ترکی کی مجلس اقوام سے موالات اور تعاون کا مسرّت کے ساتھ اظہار کیا۔ اور کہا کہ اگرچہ دول یورپ کے روّیوں میں عظیم تغیّرات واقع ہو رہے ہیں اور اُنکے باہمی اعتماد و خلوص میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ لیکن آپ ترکی کی طرف سے کہہ سکتے ہیں کہ اُسنے سب سے بہترین تعلّقات قائم اور جاری رکھّے ہیں۔ بحر ابیض متوسّط اور بحر اسود بلقان اور مشرق قریب میں باہمی تعلّقات اچھے ہیں

اِسکے بعد فرمایا کہ ترکی اپنی سیاسیات خارجہ میں پہلا مطمح نظریہ رکھتی ہے کہ اسکے تعلّقات تمام ہمسایہ ممالک اور چھوٹی بڑی سلطنتوں سے مودّت پسندانہ اور امن جویانہ رہیں۔

مصطفیٰ کمال کی علالت

مصطفیٰ کمال پاشا کی صحت ایک شہری اور دیہاتی ترک کے مقابلہ میں کوئی فخریہ امر پیش نہیں کر سکتی غازی مرحوم کی جسمانی حالت عام طور پر کمزور رہتی تھی۔ قدرت کی طرف سے جسقدر ذہانت اور لطافت غازی موصوف کو عطا ہوئی تھی اُسکے مقابلے میں صحت کا پلّہ ہلکا تھا۔ چونکہ مصطفیٰ کمال قوم اور مُلک کے کاموں میں چوبیس گھنٹے ہی منہمک رہتے تھے۔ ہر وقت قوم کے متعلق فکر اور سوچ بچار میں مشغول رہنا اِن کا شیوہ تھا صرف چند گھنٹے نیند کرتے تھے۔ لہٰذا کثرت مشاغل اور غور و فکر اُنکی صحت پر اثر انداز ہونے کا باعث ہوئے۔ اُنکو نہ تو اپنی جان کا فکر تھا اور نہ صحت کا خیال

اگر اُن کو خیال تھا۔ تو اپنی قوم اور ملک کی بہتری اور ترقی کا خیال تھا۔

آپ نے لطیفہ خانم سے شادی کی۔ لیکن لطیفہ خانم اُنکو قوم اور ملک کی نگہداشت اور قومی کاموں میں کم دلچسپی لینے کی ترغیب دیتی رہی۔ بلکہ وہ ایک قدم اور آگے بڑھ گئی۔ اُس نے رفتہ رفتہ مصطفےٰ کمال کے دماغ پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اور مصطفےٰ کمال کے کان میں پھونکنا شروع کردیا کہ مطلق العنانی کا اعلان کردو۔ اور خود مختار بادشاہ بن کر تاج و تخت قائم کرکے ملک کا واحد مالک بنجاؤ۔ بیشک یہ درست ہے اگر مصطفےٰ کمال چاہتے۔ تو خود بادشاہ بن سکتے تھے۔ کیوں؟۔ اسلیئے کہ اُنھوں نے اپنے ملک کو دشمنوں سے اپنے ناخنِ تدبیر سے پاک و صاف کیا تھا۔ اور ملک کے سب سے اوّل ڈکٹیٹر تھے۔ مگر یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ خود ہی شخصی اقتدار کا جنازہ ملک سے باہر نکال لیتے ہیں۔ اور پھر خود ہی شخصی اقتدار قائم کرکے اس دربار وہ جنازہ کو دوبارہ ملک کے اندر واپس لائے۔ وہ تو شخصی اقتدار کے جانی دشمن تھے اور ملک اور قوم کیلیئے شخصی اقتدار کو سمِ قاتل خیال کرتے تھے۔ اگر اُنکے دماغ میں کوئی حکومت کا بہترین طریقہ سمایا ہوا تھا۔ تو وہ جمہوری طرز کی حکومت تھی چونکہ اُن کو اپنی قوم اور اپنا وطن جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ وہ کسطرح دوبارہ ملک اور قوم کے جسم کے اندر سمِ قاتل بھر سکتے تھے؟ ۔ مدحت پاشا جیسے بانیان دستور کے لٹریچر کا اُنھوں نے مطالعہ کیا ہوا تھا۔ اور انکا دماغ انہیں خیالات سے لبریز تھا۔ مصطفےٰ کمال کے دماغ سے ان خیالات کو نکالنے کی کوشش کرنا ایک شغل عبث تھا۔ لطیفہ خانم نے مصطفےٰ کمال کو خود مختار بادشاہ بننے کی رائے دیکر غلطی کھائی۔ جس کا نتیجہ اسکے حق میں نہایت زبوں ہوا۔ بلکہ اُسکو مصطفےٰ کمال کی بغل سے جدا ہونا پڑا۔ اُسکو طلاق مل گئی۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اپنی قوم اور ملک کے برخلاف کوئی بھی ایسی بات سننے کیلئے تیار نہ تھے جس سے ملک اور قوم کے وقار کو ٹھیس لگتی نظر آئے قصہ کوتاہ ملک اور قوم انکی نظروں میں یہانتک عزیز تھی کہ ایک لطیفہ خانم نہیں بلکہ ہزار لطیفہ خانم بھی ہوتیں۔ تو بھی وہ ملک اور قوم کے وقار پر سے نثار ہو جاتیں۔ اور ملک اور قوم کے وقار کو آنچ نہ آنے دیتے۔

لطیفہ خانم سے بڑھ کر اگر ان کو متاع عزیز کچھ ہو سکتا تھا۔ تو وہ صرف اپنی جان تھی۔ لیکن انھوں نے اسکو اپنے ملک پر سے قربان کرنیسے دریغ نہ کیا جب نظر آتے تب ہی قوم اور ملک کے کاموں میں مشغول ہوتے۔ تو اس کثرت غور و فکر نے انکی صحت کو ابھرنے نہ دیا۔ جنگ سقاریہ کے موقعہ پر آپ بستر علالت پر پڑے ہوئے تھے۔ اور دشمن بڑی تیزروی کے ساتھ بڑھا چلا آرہا تھا جب دشمن کی یہ ترقی تھی۔ تو نہ بیماری کا خیال رہا۔ اور نہ دکھ درد کا۔ فوراً بستر علالت سے اٹھے۔ اور میدان جنگ کیطرف چلدئے۔ بیماری کی حالت میں جاتے ہی۔ فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور دشمن کو ناک چنے چبوا دئے۔

اس تمام قیل و قال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر وقت انکا مطمح نظر ملک اور قوم تھے۔ اپنی جان اور صحت کی انکو کوئی پرواہ نہ تھی۔ سنہ ۱۹۳۸ء کا انجام کیا آیا حزن و ملال کا ذخیرہ اپنے ہمراہ لایا۔ اسنے بطل حریت کا انجام بھی قریب تر کر دیا آپ مسلسل کئی ماہ تک بستر علالت پر پڑے رہے۔ لیکن اکتوبر سنہ ۱۹۳۸ء میں آپ کی حالت دو تین روز تک نہایت ہی خطرناک رہی۔ گھڑی پل تک نوبت آگئی تھی قدرت کاملہ کے حکم سے اسوقت انکو کچھ افاقہ ہوا۔ تکلیف جاتی رہی اور آپکی زندگی کی امید بندھ گئی۔ وہ بستر علالت سے اٹھتے ہی قوم کے کاموں میں مشغول ہوئے۔ نہ تو کسل و ماندگی کی پرواہ کی۔ اور نہ ہی کمزوری کا خیال کیا۔ چنانچہ

نومبر ۱۹۳۸ء میں اس بیماری کا دوبارہ حملہ ہوا۔

وفات حسرت آیات

لیکن اس دوبارہ حملہ سے یہ بطلِ جلیل جانبر نہ ہو سکے دو تین روز تک حالت بہت ہی مخدوش رہی۔ آخر وقت آن پہنچا اور کُلّ نفسٍ ذائقۃ الموت کا عمل شروع ہو گیا۔ آپنے ۱۰ نومبر ۱۹۳۸ء کر دوپہر کے وقت ۱۲ بجکر ۳۵ منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور روح اس تنِ خاکی سے پرواز کر کے اعلیٰ علّیین تک پہنچ گئی۔ اور آفتاب حرّیت کتم عدم میں غروب ہوا۔ انّا لِلّٰہ وانّا الیہِ راجعون۔

وفات سے دو دن پہلے آپ دو دن تک بیہوش پڑے رہے بلکہ آخر دم تک یہی حالت رہی۔ کمزوری بڑھتی گئی۔ جسکے ساتھ دل پر بھی اثر ہوتا گیا۔ آپنے عمر صرف ۵۷ سال پائی۔ آپ کی وفات کے بعد پارلیمنٹ کا فوری اجلاس بلایا گیا۔ جسمیں غازی عصمت پاشا نے صدر چنے گئے۔ غازی مرحوم کی رسم تدفین کو ۲۱ نومبر تک ملتوی کیا گیا۔

اتاترک کا آخری پیغام

اتاترک مرحوم اپنی بیماری کے دوران میں قصرِ شاہی کی بجائے دولمہ کے باغیچہ کے یتیم خانہ میں رہے آپکو تشنّج کے دورے ہوتے رہے۔ ڈاکٹروں نے اس بیماری کا نام فالج رکھا اُنکی حالت بہت نازک تھی۔ اسوقت آپکے کمرے میں جلال بایار اور رشدی آراس موجود تھے۔ اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ اُن کا خاص اردلی ہاشم بے بھی موجود تھا۔ یہ اُنکا عزیز ترین خدمت گزار ہے۔ یتیم خانہ کی چار لڑکیاں باری باری سے آپ کی تیمارداری میں مشغول تھیں۔ آخری دورِ تشنّج کا ایسا شدید ترین شکل میں ظاہر ہوا کہ ڈاکٹر بھی آپکی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ اُسوقت توفیق رشدی فرطِ غم سے اشکبار تھے۔ بیمار اتاترک نے اُنکو روتے ہوئے دیکھ کر کہا "پیارے دوست تم پرواہ نہ کرو۔ میں راضی

بڑھاپے مولا ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ کو مجھ سے کام لینا منظور ہے۔ اور ملت اسلامیہ کی خدمت کرنا میری قسمت میں ہے۔ تو میں ہرگز نہ مرونگا۔ اگر میرا وقت آگیا ہے تو میں خوشی سے دُنیا کو خیرباد کہنے کیلئے تیار ہوں۔ اگر میں مر جاؤں تو تم دُنیائے اسلام کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا۔ کہ زندگی حرکت کا نام ہے۔ اگر مسلمانوں کو زندہ رہنا ہے تو رسولِ عربی کے نقشِ قدم پر چلیں۔ سادہ زندگی اختیار کریں۔ محنت و مشقت کو اپنا شعار بنائیں۔ فضول ٹیپ ٹاپ اور تضیع اوقات سے پرہیز کریں۔ اور فوجی ضبط و نظام سے رہیں۔ جس طرح کہ فاروق اعظم نے پیروانِ اسلام کو عسکری نظام کی تاکید کی تھی۔ رسول اللہ صلعم کے حکم کے مطابق علم حاصل کریں۔ عقل سے کام لیں۔ اور زندگی کا ایک لمحہ بھی بیکار نہ جانے دیں"

جب آپ یہاں تک پہنچے تو آپ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اور آپنے آہستہ سے اللہ کہا اور خاموش ہوگئے۔

رسمِ تدفین

تاریخ مقررہ کے مطابق یعنی ۲۱ نومبر ۱۹۳۸ء کو بطلِ حریت۔ مجاہد ملت۔ ناجی ملت ترکیہ کمال اتاترکؒ کو شاہانہ طریق پر دفن کیا گیا جنازہ کیلئے ایک خاص پروگرام بنایا گیا تھا۔ جسوقت جنازہ اُٹھایا گیا اسوقت بارش شروع ہوگئی۔ مگر بارش کے باوجود بھی ترک ہزاروں کی تعداد میں دورویہ کھڑے تھے۔ عورتیں رو رو کر کہہ رہی تھیں " اتاترک تم کہاں ہو" غازی مرحوم کی ہمشیرہ بھی جنازہ کے ہمراہ رو رہی تھیں۔ توپوں کی دندناہٹ اور طیاروں کی پرواز کی گڑگڑاہٹ اور ماتم کرنیوالوں کی چیخ و پکار سے فضا میں ایک عجیب شور پیدا ہو رہا تھا۔ آپ کی تدفین شاہانہ طریق پر عمل میں لائی گئی۔ اُسوقت یہ ماتمی نظارہ ایک عجیب پُر کیف حالت پیش کر رہا تھا ہر متنفس مرحوم کی مفارقت میں غم کے آنسو بہا رہا تھا۔

یہ امر خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ آجتک ترکی کے کسی سلطان کی رسم تدفین اس تزک و احتشام سے ادا نہیں کیگئی۔ تدفین کے بعد تین منٹ کی خاموشی کا اعلان کیا گیا۔ تمام شہروں۔ قصبہ جات اور مواضعات میں مرحوم کیلئے دعائے مغفرت مانگی گئی۔ ترکیہ بھر میں ماتمی جلوس نکالے گئے۔ اور جلسے کئے گئے۔ ترکیہ میں اعلان کیا گیا کہ ۱۱ر نومبر کو ہمیشہ کے لئے قومی ماتم کا دن قرار دیا گیا ہے۔ اور ہندوستان میں بھی سرکاری عمارتوں کے جھنڈے سرنگوں کر دئیے گئے۔

آخری زیارت کے لئے مرحوم کی نعش ۴۸ گھنٹے کے لئے ترکی پارلیمنٹ کے صحن میں رکھدی گئی۔ چنانچہ جب ظہر کی نماز ادا ہوچکی تو جلوس جنازہ اسی مقام سے شروع ہوا۔ اور شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں سے ہوتا ہوا ایتھنوگرافک میوزیم میں پہنچا۔ جہاں مرحوم کی نعش کو مقبرہ تیار ہونے تک دفن کر دیا گیا۔ ترکی قشون قاہرہ کے انسپکٹر جنرل اور غازی مرحوم کے عزیز دوست فرید ترکی غیر ملکی فوجی دستوں کے ہمراہ جنازہ کے آگے آگے جا رہے تھے۔ جنازہ کے پیچھے جنرل عصمت پاشا انونو جدید صدر جمہوریہ ترکیہ کابینہ ترکیہ کے تمام وزراء اعلیٰ فوجی افسر۔ ملّی لیڈر۔ علماء و مشائخ۔ سول کے محکموں کے اعلیٰ افسر۔ نمائندگان ملت فوج کے دستے اور لاتعداد شہری موجود تھے۔

تمام سلطنتوں کے نمائندے بھی جلوس جنازہ میں شریک تھے۔ ملک معظم جارج ششم کی نمائندگی کیلئے فیلڈ مارشل لارڈ برڈ ووڈ موجود تھے۔ یہ امر خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ جب سنہ ۱۹۱۵-۱۶ء میں درہ دانیال پر انگریزوں اور ترکوں کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی تو اُسوقت فیلڈ مارشل موصوف انگریزی افواج کے کمانڈر انچیف تھے۔ اور غازی مرحوم ترکی افواج کے جرمن کمانڈر کے چیف آف دی سٹاف تھے۔ سر ڈوڈلے پونڈ جو بحیرہ روم کے بحری بیڑے کے کمانڈر انچیف تھے دو سو فوجیوں اور فوجی بینڈ کے ہمراہ برطانوی نمایندوں کے ساتھ ساتھ تھے۔

دوسرے ممالک سے جو وفود آئے تھے۔ اُن میں یونان کے وزیر اعظم جنرل میٹکس جرمن پریوی کونسل کے افسر اعلیٰ بارن وان نیوریتھ۔ فرانسیسی موسیو ایم سوراٹ روس کے اسسٹنٹ کمشنر برائے امور خارجہ ایم پوٹمکن۔ سفیر امریکہ۔ وسطی یورپ کی دوسری حکومتوں اور مشرق ارضی کی ریاستوں کے نمائندے قابل ذکر ہیں سابق شاہ افغانستان امیر امان اللہ خان بھی جنازہ کے ہمراہ تھے۔ اسلامی حکومتوں کے نمائندے بھی جلوس جنازہ میں شریک تھے۔

وصیت نامہ

غازی مرحوم ایک وصیت نامہ لکھ چھوڑ گئے تھے۔ جو رسم تدفین سے فارغ ہونیکے بعد ۲۹ نومبر ۱۹۳۸ء کو سرکاری طور پر کھولا گیا۔ اندازہ ہے کہ غازی مرحوم دس لاکھ پونڈ ترکہ میں چھوڑ گئے ہیں۔ اتاترک نے اپنی تمام قیمتی اشیاء اور روپیہ اور جائداد جمہوریت پارٹی کے سپرد کی ہیں۔ جو ترکی کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ تمام جائداد کے کرایہ کی آمدنی سے جو رقم وصول ہوگی۔ انکی وصیت کے مطابق انکی ہمشیرہ اور پانچ متبنّیٰ لڑکیوں کو گذارہ کیلئے معقول رقم ملے گی۔ ایک معقول رقم گیوکچن (جو میزن کے نام سے مشہور ہے) ترکی ہواباز خاتون کیلئے مکان خریدنے کے واسطے محفوظ کی ہے یہ عورت دنیا کی باضابطہ ہوائی فوج کی واحد افسر ہے۔ ایک رقم موجودہ صدر جمہوریہ ترکیہ عصمت پاشا انونو کے دو بچوں کے لئے محفوظ کیگئی ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم دلانے کیلئے صرف کیجائے۔ اور باقی تمام روپیہ اس سوسائٹی پر صرف کیا جائیگا۔ جو ترکی زبان اور تاریخ کے تحفظ اور ترتیب و تدوین کے لئے قائم کیگئی ہے۔

غازی اتاترک کی آخری تقریر

آپکی بیماری کے دوران میں مجلس کبیر ملی ترکیہ کا افتتاح ہوا۔ یہ موقعہ نہایت ہی بابرکت اور شاندار تھا۔ جمہور انام یہ شاندار نظارہ دیکھنے کیلئے حاضر تھے۔ چونکہ غازی مرحوم صدر تھے

اِسلئے اس افتتاح کے موقعہ پر آپکا موجود ہونا ضروری تھا۔ لیکن آپ بیمار تھے آپ بیماری کے باعث خود افتتاح نہ کر سکے۔ البتہ آپنے اپنی تقریر لکھواکر بھیجدی جس کو نہ صرف ارکانِ مجلس کبیر ملّی اور سفراء دول خارجہ نے سُنا۔ بلکہ ایوان کے باہر لاکھوں انسانوں کے مجمع نے اس تقریر کو سُنا۔ یہ تقریر ریڈیو کے ذریعہ ملک بھر میں نشر کیگئی۔ مجلس کبیر ملّی میں غازی جلال بایار وزیر اعظم نے تقریر پڑھ کر سُنائی۔

اس تقریر میں سب سے پہلے اہم داخلی امور کا تذکرہ کیا گیا تھا پھر ٹرکی کی خارجہ حکمت عملی بیان کرتے ہوئے بتایا گیا کہ معاصر حکومتوں سے بلا کسی تخصیص کے ٹرکی کے تعلقات خوشگوار ہیں۔ نہ کسی سے مخالفت اور نہ کسی سے غیر معمولی دوستی۔ آگے چل کر مرحوم نے فرمایا کہ ٹرکی نے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ گنی انگلینڈ سے۔ اور ایک کروڑ ڈھائی لاکھ گنی جرمنی سے قرضہ لیا ہے۔ ترکی کا فرض ہے کہ ان رقوم سے مجوزہ پروگرام کے مطابق صنعتی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو آخر میں آپنے فرمایا کہ ٹرکی کو چاہیئے اپنی حفاظت آپ کرے۔ سیاست۔ صداقت اور امن کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے۔ اور ترکی میں کسی سلطنت کے اثرات کو بڑھنے سے بہت سختی سے روکنا چاہیئے۔

حرمین الشریفین کی حفاظت

غازی مصطفےٰ کمال کا دماغ حرمین الشریفین کی حفاظت کے خیال سے کسی طرح بھی خالی نہ تھا۔ آپ کو ان متبرک مقامات کی حفاظت کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ چنانچہ جسوقت معاہدہ اتحاد پر غازی مرحوم نے یمنی و نجدی وفود سے گفتگو کی۔ تو آپکی توجہ اس طرف دلائی کہ آئندہ جنگ زیادہ تر آسمانی ہوگی۔ اور ملوک عرب کا فرض ہے کہ وہ حرمین الشریفین کو ہوائی حملوں سے محفوظ رکھنے کی تدابیر اختیار کریں۔ تاکہ استعمار پسند طاقتیں اس ارض مقدس کو تاخت و تاراج نہ کرسکیں۔ چنانچہ بطل حریت نے

حفاظت حرمین الشریفین کیلئے پچاس طیارہ شکن توپوں کے بھیجنے کا اقرار کیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ سو عرب توپچیوں کو اگر انقرہ بھیجا جائے۔ تو انقرہ کے جنگی کالج میں اُنکو طیّارہ شکن توپوں کے کام کی تربیت دیجائے گی۔ مگر موت نے آپ کو مہلت نہ دی کہ وہ اپنے اس قول و اقرار کو پورا کرتے۔ ہاں البتہ معلوم ہوا ہے کہ غازی عصمت پاشا نے اتاترک مرحوم کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنا دیا ہے اور مرحوم کی خواہش اور تجویز کے مطابق پچاس طیارہ شکن توپوں کی روانگی کا حکم دیدیا ہے۔ اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر نوجوان عرب آئیں تو اُنکو انقرہ کے جنگی کالج میں تعلیم دلائی جائے۔

اتاترک کے اقوال زریں

(۱) حکومت کو ایک ایسی مستقل پالیسی اختیار کرنی چاہیئے جو واقعات پر مبنی ہو۔ اور اُسکا نصب العین ایک اور صرف ایک ہی ہو۔ وہ یہ کہ اپنے قدرتی حقوق کے اندر رعایا کی جان اور آزادی کی حفاظت کرے۔ خوابوں اور پرچھائیوں کی دُنیا سے دُور رہنا چاہیئے۔ اُنسے ہمکو سخت نقصان پہنچے ہیں۔

(۲) میں نے دشمن کو مغلوب کر لیا ہے۔ میں نے ملک کو فتح کر لیا ہے لیکن کیا میں لوگوں کے دِلوں کو بھی اپنا بنا سکتا ہوں۔ سب سے مشکل کام ہے۔

(۳) جو کوئی ہاتھ میں تلوار اُٹھا سکتا ہے۔ اُسے عصائے شاہی اُٹھانا چاہیئے۔

(۴) ہمکو اس ملک کو اُسکے نام کے شایان بنا دینا چاہیئے۔ ہمکو اپنے ملک کو وہ کچھ دینا چاہیئے جو اسکی تہذیب میں سب سے بہتر ہے۔ اور وہ بھی جو کہ دوسری تہذیبوں میں سب سے بہتر ہے۔ ترکی کو ہر لحاظ سے ایک مہذّب ملک ہوجانا چاہیئے۔

(۵) بڑی تحریک وہی ہے جو لوگوں کی روحوں سے نکلی ہو۔ کہ وہی تمام

قوت اور ہنر کا حقیقی سرچشمہ ہے۔

(۶) ایشیا سے تعلق رکھنے کیلئے ہمارا اصول وہی ہے جو یورپ سے تعلق رکھنے کا۔ ہم ہر نوع سے جو ان میں بہتر ہے اُس کو حاصل کرینگے۔ لیکن ہم اپنی آزادی کی حفاظت کرینگے۔ ہم ہر چیز کو ترکی کی آنکھ سے دیکھینگے۔ جیسے ترکی مفاد محفوظ ہوگا۔

(۷) میں نے تہ تیغ نوجوان لیا ہے۔ میں نے میدانِ جنگ میں گولیوں کی بوچھاڑ میں موت کے منہ کے سامنے جبکہ ہر شخص کی کردار برہنہ ہو جاتی ہے اُنکا مطالعہ کیا ہے۔ بھائیو! میں قسم کھاتا ہوں کہ ہماری روحانی قوت تمام دنیا سے بڑھ کر ہے۔

(۸) میں اپنی قوم کی رہنمائی اُسوقت تک کرتا رہونگا۔ جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے گا کہ اُنکے قدم ٹھیک راستے کی طرف اُٹھ رہے ہیں۔ اور وہ سیاست کے نشیب و فراز سے واقف ہو گئے ہیں۔ اِسکے بعد اُنکو اختیار ہے کہ وہ اپنے لئے خود طرز حکومت تجویز کریں۔ اور اپنے لئے کسی کو بھی اپنا قائد منتخب کریں۔ اُسوقت میرا کام ختم ہو جائے گا۔

(۹) دنیا میں جو آدمی اپنی شخصیت کی قیمت بہت زیادہ لگاتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ملک و قوم کی ہستی کا انحصار اُنکے شخصی وقار پر ہے حالانکہ وہ اُس قوم و ملک سے متعلق ہے۔ اُنکی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُنھوں نے اپنی قوم کی خوشی کیلئے کام نہیں کیا ہے۔ جو لوگ آئندہ نسلوں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتے ہیں۔ اور اُسکے لئے کام کرتے ہیں۔ صرف وہی اپنی قوم کیلئے زندگی اور ترقی کا راستہ صاف کرتے ہیں۔

(۱۰) یہ خیال کرنا بڑی غلطی ہے کہ جب کوئی شخص اِس دنیا سے اُٹھ جائیگا تو اُسکے بعد ترقی اور حس کی راہیں مسدود ہو جائینگی۔

(۱) زندگی کا ہر لحظہ قیمتی ہے۔ معلوم نہیں کہ سانس کب رک جائے۔

(۲) سیاست۔ امن اور صداقت کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔

زندگی کا فلسفہ

زندگی کے متعلق مصطفیٰ کمال کا نظریہ فلسفیانہ رنگ میں نہایت ہی عجیب وغریب اور سبق آموز ہے۔ ذیل میں آپکے خیالات کو درج کر کے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال نے فرمایا ہے۔

میں نے فلسفۂ حیات کے متعلق معلوم کرنیکے لئے نامور فلسفیوں کی کتب کا مطالعہ کیا۔ انمیں سے بعض نے تو صرف زندگی کے تاریک پہلو پر دلائل پیش کئے ہیں۔ اور بعض نے صرف روشن رخ کو مدنظر رکھا ہے۔

ایک فریق کے نزدیک دنیا کی ہر چیز فانی اور زوال پذیر ہے۔ اسلئے یہ چند روزہ مستعار زندگی راحت ومسرت کا باعث نہیں ہو سکتی۔

دوسرا فریق جو دانش اور عقلمندی کے لحاظ سے پہلے فریق کی نسبت بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس رائے کا مالک ہے کہ چونکہ آخر کار زندگی فنا ہونیوالی ہے۔ اسلئے اس مستعار زندگی میں مسرت اور خوشی کو غنیمت خیال کرنا چاہئے۔ میں بھی موخر الذکر مسلک کو قرین صواب سمجھتا ہوں۔ لیکن اسکے ساتھ چند شرائط کو مزید مدنظر رکھنا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خود غرض اور خود پرست ہوگا۔ اسکا غم کبھی شادی سے نہیں بدل سکتا۔ اس کو اپنے سوا دوسرا کوئی دنیا میں نظر نہیں آتا۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو دنیا کا فرد واحد خیال کرتا ہے۔ اسلئے اس شخص کی ہستی بہت جلد فنا سے باتیں کرتی ہے۔

ذاتی اغراض کو دل سے نکال کر آنیوالی نسلوں کی فلاح وفوز کیلئے کام کرنا مسرت زندگی کی اولین شرط ہے۔ زندگی کی راحتوں اور مسرتوں کی منزلوں کو طے کرنے کیلئے یہ لازمی امر ہے کہ آنے والی نسلوں کیلئے باعزت زندگی کے

سامان مہیا کئے جائیں۔ تاکہ وہ اپنے رفتگان کی مساعیِ جمیلہ کے مشکور ہو کر خود بھی اپنی آنیوالی نسلوں کیلئے باعزت زندگی کے سامان مہیا کئے کریں۔

یہی ایک طریقہ ہے جس سے حقیقی مسرت حاصل ہو سکتی ہے۔ آنے والی نسلوں کی ترقی کیلئے بے لوث کام کرتے ہوئے دل میں ایسا خیال تک نہیں آنا چاہیئے کہ میرے بعد آنیوالی نسلیں میری اِن مخلصانہ محنتوں کا خیال کریں گی میرے نزدیک تو وہ لوگ سب سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ جو اپنی تمام خدمات کے باوجود ہمیشہ کیلئے گمنام رہنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے نام کی شہرت نہیں چاہتے۔

ہر شخص کی طبیعت کسی خاص کام کی طرف مائل ہوتی ہے۔ کسی کو زراعت اور پھولوں کے پودے لگانے کا شوق ہوتا ہے۔ اور کسی کو اچھے اور خوش سیرت لوگ بنانے کا خیال ہوتا ہے۔ کیا پھولوں سے دلچسپی رکھنے والا شخص پھولوں سے کوئی توقع رکھتا ہے؟ اس طرح اُس آدمی کو جو عمدہ سیرت والے آدمی بنانا چاہتا ہے بے غرض کام کرنا چاہیئے۔

صرف وہی لوگ اپنی قوم اور ملک کی مستقبل فلاح و فوز کیلئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں جو اس ذہنیت اور نیت کے مالک ہونگے۔

جو شخص ملک اور قوم کی نسبت اپنا خیال زیادہ رکھے وہ معمولی قدر قیمت کا انسان ہے۔

بعض لوگ اپنے آپ کو معزز و محترم خیال کرتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ قوم کی ترقی اور اقبال صرف ہماری ذات سے وابستہ ہے۔ لیکن درحقیقت انکو قوم کی حقیقی محبت اور مسرت سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔

صرف وہی لوگ آنیوالی نسلوں کی زندگی کی ترقی کے وسائل اور ذرائعہ فراہم کر سکتے ہیں جو اس غرض کو دوسری اغراض پر فائق سمجھتے ہیں اور زندگی میں انکا مطمحِ نظر یہی ہوتا ہے کہ آنیوالی نسلیں باعزت زندگی بسر کر سکیں۔

یہ فرض کرلینا غلطی ہے کہ کسی شخص کی وفات کے بعد سلسلۂ ترقی و عمل مسدود ہوجائے گا۔

اسوقت تک جو خیالات میں نے ظاہر کئے ہیں۔ وہ مختلف اقوام اور جماعتوں کے متعلق تھے۔ لیکن اب دُنیا کی تمام اقوام زیادہ تر باہمی تعلق پیدا کرنے کی سعی کر رہی ہیں۔ اسلئے میدان عمل میں قدم زن ہوتے ہوئے اپنی ہی قوم کی بہتری مدنظر نہیں ہونی چاہیئے بلکہ اقوام دیگر کے سود و بہبود اور مسرت اور خوشی کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔

تمام دانشمند اس امر پر متفق ہیں کہ اس طریق کار میں کوئی نقصان اور خطرہ نہیں۔ اسلئے تمام اقوام کی عافیت اور مسرت کیلئے کام کرنا بھی اپنی ہی قوم کی خدمت کا ایک طریقہ ہے۔ اگر اقوام عالم کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم نہ ہوں۔ تو ایک قوم بجائے خود امن و امان قائم رکھنے کیلئے سخت ترین جدّوجہد کرنیکے باوجود اپنے مقصد کو حاصل نہ کرسکے گی۔ اسلئے میں ترکوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں۔

اقوام کی رہنمائی کرنیوالے لوگوں کو طبعاً قوم کی بہبودی اور زندگی کا جزو بننا چاہیئے۔ لیکن اُنھیں یہی جذبہ دیگر اقوام کے متعلق بھی رکھنا چاہیئے۔ دُنیا کے تمام واقعات سے ہمیں اس امر کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ اور کسی واقعہ کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا اثر تمام اقوام پر نہیں پڑیگا۔

ترکی اور اُسکے حلیف طاقتور ہیں ہمیں کسی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ اور نہ ہی خطرہ کے اسباب موجود ہیں۔ اسلئے عالمگیر عافیت اور آسائش کو پیش نہاد رکھنا چاہیئے۔ اور اس غرض سے کام کرنا چاہیئے۔ یہ کبھی نہیں کہنا چاہیئے کہ اگر دُنیا کے کسی بعید ترین حصّے کے اندر کوئی اضطراب یا تکلیف ہے تو ہمیں اسکی پرواہ نہیں۔ اگر کسی ملک کے اندر آشوب و خطرہ موجود ہو تو ہمیں اُسکی طرف اس طرح متوجہ ہو جانا چاہیئے کہ

گویا کہ وہ اضطراب ہمارے اپنے ہی ملک میں موجود ہے۔ کوئی بڑا واقعہ خواہ دنیا کے کسی حصہ میں ظہور پذیر ہو۔ یہ اصول ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

یہی اصول ہے جسپر عمل پیرا ہونے سے قومیں اور حکومتیں خود غرضی سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔

خود غرضی انفرادی ہو۔ یا اجتماعی اُسے ہر حالت میں مذموم سمجھنا چاہیئے۔ اپنے مفاد کے بعد دنیا کے مفادِ عمومی کی طرف متوجہ ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ کہ میں جنگِ عظیم کے موقعہ پر ایک فوج کی قیادت کے فرائض ادا کر رہا تھا۔ اس زمانہ میں دیگر اقوام کی افواج بھی ترکی کی سرزمین میں موجود تھیں۔ میری توجہ صرف اپنی ہی فوج کیطرف نہ تھی۔ بلکہ دیگر افواج کی طرف بھی میری توجہ رہتی تھی۔ ایک روز میرے ایک مددگار نے کہا کہ محاذِ ارضِ روم میں آپکو دیگر افواج کے احوال معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسپر غور و فکر کی کیوں زحمت گوارا کرتے ہو۔؟

میں نے جواب دیا۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ دیگر افواج کا کیا حال ہے۔ میں اپنی فوج کا انتظام و التیام کسطرح کر سکتا ہوں۔؟

یہ واقعہ ہے جو اقوام کی رہنمائی کرنیوالوں کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

مجھے عوام سے اُلفت ہے۔ میں اپنے دل کی تمام باتیں اُنسے بے کم و کاست کہہ دیتا ہوں۔ اگر کوئی بات غلط ہو گی۔ تو وہ رد کر دیجائے گی۔ لیکن آج تک کبھی میری کسی بات کی تردید نہیں کیگئی۔

باب سوئم

اس باب میں مصطفےٰ کمال کی شکل وشباہت اخلاق وعادات اور خصوصیات پر بحث کی جائیگی۔ نفسِ مضمون بذات خود اپنے اندر ایک بسیط اور وسیع دائرہ رکھتا ہے۔ اگر اسپر مکمل بحث کی جائے تو اسکے لئے ایک علیحدہ دفتر تیار ہو جائے۔ مگر چونکہ واقعات کی رفتار اور طوالت کے سبب سے یہ سوانح عمری پانچ حصص میں ختم ہوتی ہے۔ اسلئے اس باب کو زیادہ لمبا کرنے کی گنجائش نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ مصطفےٰ کمال کے اوصاف وحسنات کو چند اوراق میں ہی ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے غازی موصوف کی شکل وشباہت ملاحظہ ہو۔

شکل وشباہت

مصطفیٰ کمال جوان عمر میں ایک خوبصورت اور قوی جوان تھے جسم دبلا مگر چھریرا۔ سرو قد۔ دراز قامت اور سپاہیانہ وضع رکھتے تھے۔ جس سے ذہانت ومتانت ٹپکتی تھی۔ انکے دہان وذقن سے جوانمردی اور نبرد آزمائی مترشح ہوتی تھی۔ انکے چہرے اور خصوصاً آنکھوں سے تخیل پرستی کی جھلک پائی جاتی تھی۔ لیکن انکی تخیل پرستی صحیح اور درست نتائج پیدا کرتی تھی۔ رنگ زردی مائل۔ رخسار ابھرے ہوئے۔ مونچھیں بھورے رنگ کی تھیں آواز مہیب اور رعب دار جس سے جنگی لہجہ اور فوجی حکم ظاہر ہوتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ شخص کسطرح حکم کرتا ہے اور کتنی جلدی اطاعت کیا جاتا ہے۔ محمد رستم بے سفیر

سابق مقیم امریکہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ دائم المریض رہتے تھے۔ جسکی وجہ سے آپ ترکوں کی طرح قوی اور مضبوط نہ تھے۔ لیکن قدرت نے قوتِ جسمانی کی کمی کا ازالہ اسطرح کیا کہ آپ کو خلق عظیم عطا فرمایا۔ شکل سے آپکی شخصیت کی طاقت اور خوبی ظاہر ہوتی تھی۔ چہرہ چوڑا جس سے ہمت اور عزم صمیم ٹپکتا تھا۔ خط وخال سے ظاہر ہوتا تھا کہ دِل میں درد۔ طبیعت میں سوز اور روح میں تڑپ بھری ہے فہم وذکا کے آثار ہویدا تھے۔ مسلسل بیماری جو آپ کو گھن کیطرح لگی ہوئی تھی اِس کے سبب سے آپ کی آخری عمر میں کچھ شکل وشباہت میں فرق پیدا ہو گیا تھا۔ اور یہ قدرتی بات ہے کہ تندرست شکل وچہرہ کچھ اور ہی چمک دمک ظاہر کرتا ہے۔ اور بیمار چہرہ سے کچھ اور ہی رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ آخری فوٹو جو آپ کی وفات سے پہلے لیا گیا تھا۔ وہ کچھ اور ہی رنگ ظاہر کرتا ہے۔ یہ تمام تبدیلیاں قدرتی ہوتی ہیں۔ مصطفےٰ کمال بڑھاپے کی عمر میں قدم رکھنے سے پہلے ہی اِس دارفانی کو خیرباد کہہ گئے ہیں۔ اِسلئے یہ شکل کی تبدیلی محض بیماری کے باعث ہی ہے۔ اِسمیں بڑھاپے کو کسی قسم کا دخل نہیں۔

اخلاق وعادات

مصطفیٰ کمال پاشا صابر اور قانع شخص تھے۔ انکو آرام کا خیال تک نہیں تھا۔ صحیح معنوں میں وہ پورے طور پر شریف النفس۔ مہذب مہمان نواز اور باسلیقہ شخص تھے۔ وہ ہر مغربی سے ملاقاتی کمرے میں بے تکلفی سے کام لیتے۔ فرانسیسی زبان وہ نہائت رواں بولتے۔ اپنے سپاہیوں اور ماتحت افسروں سے نہائت ہی حلیمی اور آشتی کا برتاؤ اور سلوک کرتے۔ مصطفےٰ کمال جذبۂ وطن پرستی تعلیم کے زمانہ سے ہی اپنے دِل میں رکھتے تھے۔ انکی یہ عادت تھی کہ بسا اوقات وہ امور سلطنت وسیاست پر غور وفکر کیا کرتے تھے۔ ممالک کے اِنتظام والتیام کی اکثر انکے دِل میں یہ خواہش رہتی تھی۔ اور خوفناک اور خطرناک مقامات پر دلیری اور بہادری سے اقدام کرتے۔ وہ آپس کے معاملات میں

نہائت ہی نرم دِل تھے۔

مخالفوں سے سلوک

درہ دانیال کے معرکوں میں وہ اپنے اعداء سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ جسکی وجہ سے وہ شہرۂ آفاق ہو گئے بسا اوقات وہ اپنے دشمنوں کو وقفہ جنگ میں اگر سگریٹوں کی ضرورت پڑتی تو سگرٹ بھیجدیتے۔ بلکہ اُنکو فونوگراف سُننے کیلئے کہتے۔ تاکہ وہ اپنا غم غلط کریں۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن بھی اُنکی سیرت و بہادری کا اِعتراف کرتا ہے۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

قول و اِقرار کی پابندی

مصطفیٰ کمال پاشا جس بات کا اِقرار کرتے اُسکو بہادرانہ اخلاق کی ساتھ پورا کرتے۔ کیونکہ بہادر کا یہی کام ہوتا ہے۔ کہ اپنے قول کو پورا کرے۔ چنانچہ مصطفےٰ کمال نے ایک موقعہ پر اضلاع متحدہ امریکہ کے میجر جنرل ہاربرڈ سے اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ ٹرکی میں غیر مسلم قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق کی نگہداشت کرینگے۔ میجر موصوف خود اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ غازی موصوف نے غیر مسلم قلیل التعداد اقوام کے حقوق کے مسئلہ پر جو اقرار کیا تھا۔ اُنھوں نے اِسکو پورا کیا۔ چنانچہ ایک خاص اعلان کے مطابق جو انگورا کی مجلس اعلیٰ نے شائع کیا تھا ایشیاء کوچک کے تمام عیسائی اس بار سے سبکدوش ہو گئے جو اناطولیہ کی حفاظت کیلئے اخراجات میں حصہ لینے کے باعث اُن پر پڑتا تھا۔ اِس اعلان کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ عیسائی نہ صرف ترکوں کے ہی مشکور ہوئے۔ بلکہ وہ ترکوں کے گرویدہ ہو کر اُنکے دوش بدوش یونان کی چیرہ دستیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

بسالت و شجاعت

مصطفیٰ کمال پاشا نہایت ہی شجاع اور بہادر سپاہی تھے اُنھوں نے درہ دانیال میں اپنی خدمات اور فوجی کارروائیاں شجاعانہ اور فاتحانہ طور پر نہائت ہی عمدہ طریق سے سرانجام دیں۔ کہ جن سے آپکی قابلیت

اور تجربہ کاری کا ثبوت ملتا تھا۔ آپ کی اس شجاعت و قابلیت کا جنرل لیمان وان ساندرس اور دوسرے جرمن افسران کی غیر معمولی اولوالعزمی کا بار بار اعتراف کرتے ہیں۔ درہ دانیال کی مہم کے کمان افسر جنرل لیمان وان ساندرس اور اسد پاشا تھے۔ مصطفٰی کمال کو کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ لیکن اب وہ درہ دانیال کا مدافع ہونے کی حیثیت سے سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ مسٹر کار لیلے مصطفٰے کمال کی بہادری اور شجاعت کے متعلّق لکھتے ہیں۔ کہ اگر مصطفٰے کمال پاشا عیسائی ہوتے اور جرمن کے خلاف جدّ و جہد کرتے تو برطانیہ میں یقیناً ایک شجاع اور دلاور غازی کی حیثیت سے انکا خیر مقدم کیا جاتا۔

غازی مصطفٰے کمال پاشا جنگ جو بھی تھے۔ آپ مشہور و معروف جنگی قابلیّت رکھتے تھے۔ یہ قابل وقعت پاشا ناز و افتخار سے یہ دعوے کر سکتا ہے کہ اسنے پیغمبر اسلام کیطرح اپنے ہاتھ سے کسی انسان کو قتل نہیں کیا ہے۔ آپکی سرگرمیوں اور تقریروں نے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ آپ ایک عظیم الشّان اہل سیف ہی نہیں۔ بلکہ اہل قلم اور مدبّر بھی ہیں۔

نیک نیتی۔ دیانت۔ اور حرّیت پرستی ایسی نعمتیں ہیں کہ جس کو نصیب ہو جائیں وہ دشمنوں سے بھی اپنی تعریف کراتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ غازی مصطفٰے کمال کو حکومت قسطنطنیہ اتحّادیوں کے اثر و اقتدار کے ماتحت باغی سرکش خارج البلد۔ واجب القتل ٹھیراتی تھی۔ اور مسٹر بالفور جیسا وسیع النظر مدبّر جمعیۃ الاقوام کے ذمہ وار اجلاس میں غازی موصوف کو قزّاق اور ڈاکو کے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔

لیکن جب ترکوں کے اِس بےنظیر سپاہی اور لاثانی رہنما کی خوبیاں دُنیا پر روشن ہوئیں اُس کی وطن پرستی۔ حرّیت پسندی۔ دیانت اور شجاعت دُنیا والوں پر ظاہر ہوئی۔ تو بڑے بڑے فرعونوں کو بھی اُسکا لوہا ماننا پڑا۔ عیسائی دنیا بالعموم اور اِسلامی دُنیا بالخصوص اُسکی حرّیت پسندی کے جذبات سے متاثر ہوئی۔ بلکہ دول متحدہ نے بھی

اُنکی حکومت کو تسلیم کر کے اُنکے نمائندے لنڈن کی مجلسِ صلح میں طلب کئے۔ اَخبار انگلش مین نے لکھا ور کہ مصطفیٰ کمال پاشا فی الحقیقت ایک عظیم الشّان اور شجاع سپاہی ہیں جنکی حکمت عملی ذاتی طمع اور شخصی جاہ پر مبنی نہیں۔ پاشائے موصوف ایشیاءِ کوچک کے نشوو ارتقا کے متعلق بہت ہی وسیع اور مدبّرانہ خیالات رکھتے ہیں۔ اگرچہ بالشویکوں کے ساتھ اُنکا بہت گہرا یارانہ ہے۔ اور وہ برطانیہ عظمیٰ کے دوست نہیں کہلا سکتے۔ بہرحال انگریز پاشائے موصوف کی دیانت اور شرافت آمیز طرزِ جنگ کے بیحد مدّاح ہیں"

احمد رستم بے سابق سفیر ترکی مقیم امریکہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے محاسن حربیہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ مصطفیٰ کمال سپاہی آدمی ہے۔ اہل سیف ہے۔ جنگِ عظیم کے دوران میں اِس تلوار کے دھنی نے وہ جوہر دکھلائے جو مرد میدان اور قائد حرب ثابت کرنیکے لیئے کافی ہیں۔ فریق متحارب کے دانت ایسے کھٹّے کئے اور وہ عظیم الشّان فتح حاصل کی۔ کہ اتحادیوں نے قسطنطنیہ کی تسخیر کا خیال بالکل ترک کر دیا۔ اور تمام کوششوں سے دست بردار ہوگئے۔ آپنے اِس جنگ میں فوج کی قیادت جسطرح، حاصل کی ہے۔ وہ آپکے فضائل جمیلہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور ایک دلچسپ داستان ہے، یہ وقت تھا جب کہ ترکوں کی تباہی آنکھوں سے نظر آرہی تھی۔ جب مارشل وان سانڈرس کی عقل اور اُسکے حواس نے جواب دیدیا۔ تو اُسوقت کمانڈر اعظم نے مصطفیٰ کمال سے پوچھا۔ کہ اب فرمائیے نجات کا کیا طریقہ ہے۔ اُسوقت مصطفیٰ کمال کرنیل تھے۔ اور ایک معمولی سے ڈویژن کے افسر لیکن جرمن افسر آپکی عادات اور فوجی قابلیت سے کماحقّہٗ واقف تھا۔

ٹیلیفون پر حسب ذیل گفتگو ہوئی۔ جو اگرچہ اِسقدر مربوط نہیں۔ تاہم ایک گفتگو ہے۔ جسمیں ہنسی مذاق اور غم و رنج ایک دُوسرے سے پیوستہ ہیں۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے۔ مصطفیٰ کمال دریافت کرتے ہیں۔ فرمائیے کون صاحب ہیں۔

کمانڈر اعظم۔ میں کمانڈر۔

مصطفیٰ کمال۔ فرمائیے حضور۔ احکام کی تعمیل میں بسر و چشم حاضر ہوں۔

کمانڈر اعظم۔ کیا ہم موقعہ کو نباہ سکیں گے ؟

مصطفیٰ کمال۔ کیوں نہیں۔ یقینی طور پر نباہ سکیں گے۔

کمانڈر اعظم۔ یقینی طور پر ؟

مصطفیٰ کمال۔ جی حضور یقینی طور پر۔

کمانڈر اعظم۔ کس طرح ؟

مصطفیٰ کمال۔ بس اتنا کیجئے کہ مجھے برگیڈیر بنا دیجئے۔ اور جنگ کا انتظام واہتمام میرے سپرد کر دیجئے۔

کمانڈر اعظم۔ کیا یہ حد سے زیادہ نہیں ؟

مصطفیٰ کمال۔ یہ تو اعتراف خدمت پر مبنی ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ میں کمانڈر اعظم کے فرائض کا بار بھی اپنی گردن پر لے سکتا ہوں۔

سلسلۂ گفت وکلام ختم ہوا۔ رات کے دوران میں حالت اور بھی ابتر ہوگئی۔ پھر مصطفیٰ کمال کے خیمہ میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔

مصطفیٰ کمال اُٹھے اور کہا۔ جی جناب! فرمائیے آپ کون صاحب ہیں

کمانڈر اعظم۔ میں ہوں کمانڈر اعظم۔

مصطفیٰ کمال۔ بچشم۔ فرمائیے کیا حکم ہے ؟

کمانڈر اعظم۔ آپکو برگیڈیر بنا دیا گیا ہے۔ اور میدان جنگ کی افواج کا کمانڈر مقرر کر دیا گیا ہے۔ برائے مہربانی فی الفور مصروف کار ہو جائیے۔

مصطفیٰ کمال۔ بس ایک ذرا سی مہلت دیجئے کہ میں اپنا سپاہیانہ جبہ بدل ڈالوں

مصطفیٰ کمال پاشا برگیڈیر مقرر ہو چکے تھے۔ بس پھر کیا تھا۔ اگلے دن ہی آپکی ننھی سی فوج جسکے سپاہیوں کی تعداد کم تھی۔ جنکے پاس سامان حرب مدافعت کے ناقابل تھا۔ الفنزہ کے مقام پر اتحادی فوج کے حملہ کو روکنے کیلئے سینہ سپر ہوگئی۔

اور وہ ہاتھ دکھائے کہ سبحان اللہ۔ اتحادی افواج کو باوجود مکمل سازو سامان کے شکست فاش ہوئی۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا کی ننھی فوج کامیاب ہوئی۔ اس موقعہ پر مشکلات و مصائب سے عہدہ برآ ہونیسے مصطفےٰ کمال نے صرف اپنا قول ہی پورا نہیں کیا۔ بلکہ آپکے اس فعل کا یہ نتیجہ ہوا کہ درہ دانیال کی مدافعت کا بارِ گراں جو اسپر پڑا ہوا تھا۔ اُسے نجات مل گئی۔

درہ دانیال کی محافظت صرف سلطنت عثمانیہ میں نہیں۔ بلکہ سچ پوچھیئے تو تاریخ عالم کے فوجی کارناموں میں بہترین کارنامہ ہے۔ جسکے سبب سے اپنی ملکی گورنمنٹ نے اُسکو پاشا کا خطاب عطا فرمایا۔ اور بیرونی دنیا نے اُسکو پناہ درہ دانیال کے لقب سے ملقب کیا۔

مصطفےٰ کمال کا تدبّر

تدبّر سے مراد حسن تدبیر ہے۔ یعنی ہر معاملہ کو با احسن وجوہ تدبیر کے ذریعہ سے آراستہ و پیراستہ کرنا۔ تاکہ انجام اس معاملہ کا بہتر ہو۔ غازی مرحوم بے نظیر مصلح ہونیکے علاوہ نہایت ہی عمدہ اور بہترین مدبّر بھی تھے اس شعبہ میں پرلے درجہ کے مبصّر اور شارع تھے۔ موجودہ زمانہ میں دُنیا ایسی کوئی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔

سلطان عبدالحمید خان کا یہ تدبّر تھا کہ آسنے اپنے عہد حکومت میں ٹرکی کی بہت سے املاک ضائع کردیئے۔ اور مصطفےٰ کمال کا یہ تدبّر تھا کہ اُنھوں نے مٹی ہوئی ٹرکی کو ازسرِنو بحال کردیا۔ اور ترکوں کے اندر ایک نئی زندگی کی نہ صرف روح ہی پھونکی۔ بلکہ عملی طور پر زندگی پیدا کردی۔

کیا آپکو وہ وقت یاد ہے جبکہ اتحّادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیا۔ اور ظلم و ستم ڈھانے شروع کردئیے۔ اور ملک میں عام ہیجان اور بےچینی پھیلی ہوئی تھی۔ اسوقت مصطفیٰ کمال کا تدبّر بروئے کار آیا۔ آپنے اپنی دوراندیشی، خودداری اور تجربہ کاری کا ثبوت دیکر اپنے کو ایک مایہ نازو فخر سپاہی ثابت کردیا۔ اور تمام حالات کو قابو میں

قابو پالیا۔ اور پراگندہ جماعت کو ایک سطح پر لا کر ایک متحدہ اور منظم جماعت بنا دیا پھر اسکے علاوہ دوسری تدبیر آپنے یہ کی کہ بیرونی حکومتوں سے ساز باز کیا۔ انکی ہمدردی حاصل کی۔ اِسلامی حکومتوں سے بھی رابطہ اِتحاد پیدا کیا۔ اور موقعہ پر امداد حاصل کر کے آپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ کیا یہ کم تدبیر کی بات ہے کہ تارِ عنکبوت کی طرح بکھرے ہوئے حالات کو آپنے قبضہ میں کر کے اپنے ناخن تدبیر سے تمام ملک کو تباہی اور ذِلّت سے بچالیا۔

آپکے حسن تدبر کی ایک اور مثال آپکے سامنے رکھتے ہیں۔ جسے آپ پر مصطفٰی کمال کا تدبر روزِ روشن کیطرح واضح ہو جائیگا۔ آپ اس موقعہ کو یاد کریں کہ جسوقت مصطفٰے کمال نے یونانیوں پر ایک فیصلہ کن آخری جنگ کرنیکے لیئے حملہ کیا۔ جبکہ یونانی سمرنا چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ اُسوقت حملہ سے پہلے آپنے اپنی تمام حرکات و سکنات کو پوشیدہ رکھا۔ کہ آپنے کب حملہ کرنا ہے۔ اور کسطرف حملہ کا رُخ ہوگا۔ یونانی تو علیحدہ رہے۔ آپکے ترک بھائیوں کو بھی اِس حملے کے متعلق کوئی عِلم نہ تھا۔ تمام کارروائیاں پردۂ اِخفا میں رکھی گئیں۔ اور یونانیوں کو اِس حملہ کا اُسوقت عِلم ہوا جبکہ ترکی افواج یونانیوں کے کیمپوں اور خندقوں کے اندر پہنچ چکی تھیں۔ قسطنطنیہ میں اِس حملہ کا اُسوقت علم ہوا۔ جبکہ یونانی شکست کھا کر سراسیمہ ہو کر بھاگنے شروع ہوئے۔ کیا کوئی دُنیا کا مدبر جنگ کے متعلق ایسا اِنتظام و بندوبست کر سکتا ہے۔ اِس سے بڑھ کر مصطفٰے کمال کی حسن تدبیر اور کیا ہو سکتی ہے۔

آپ مصطفٰے کمال کے حالات پر نظر دوڑا کر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ کہ آپ نے اپنی زندگی میں کیسے اعلیٰ پایہ کے تدبر اور حسن و خوبی کے ساتھ بگڑے ہوئے واقعات کو سلجھایا ہے۔ جنگ کے اِختتام پر آپنے پُرانی ٹرکی کو نئی ٹرکی بنا دیا۔ پُرانا لباس اُتروا کر نیا لباس زیب تن کرا دیا۔ ملک میں بے شمار قسم کی اصلاحات جاری کیں۔ اور ملک کو بلند پایۂ شوکت سے ہمکنار کر دیا۔ ترک اس سُرعت کے ساتھ بام ترقی پر پہنچے کہ تمام یورپ انگشت بدنداں رہ گیا۔ کیونکہ متمدن اقوام ایسی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتیں۔

موقعہ شناسی

مصطفیٰ کمال میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ موقعہ اور محل دیکھ کر بھانپ جاتے تھے۔ کہ انجام زبوں ہوگا یا مفید۔ چنانچہ واقعات اِس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ جہاں آپنے کہہ دیا کہ اس جگہ نقصان ہوگا۔ ویسا ہی ہوا! اور جہاں آپکی رائے اِس امر پر قائم ہوئی کہ اسمیں فائدہ ہوگا۔ ویسا ہی ہوا۔ انجام کو وہ بہت جلد تاڑ جاتے تھے۔ جنگ کا نقشہ دیکھتے ہی فتح یا شکست کی پیشگوئی کر دیتے تھے۔

انور اور کمال دونوں قومی اور ملکی فرد ہونے کے لحاظ سے ایک ہی سطح پر کھڑے ہیں۔ ان دونوں یکتا ہستیوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ انور جو نقشۂ جنگ تجویز کرتے وہ اُسکے انجام پر نظر نہ دوڑاتے۔ بلکہ توکّل بر خدا اُسپر عمل پیرا ہو جاتے۔ لیکن مصطفےٰ کمال میں یہ دونوں ہی خوبیاں موجود تھیں۔ وہ ہر تجویز کا انجام بھی سوچ لیتے تھے اور خدا پر بھی بھروسہ رکھتے۔ انور ایک منچلا۔ جلد باز اور جوشیلا جوان تھا۔ لیکن مصطفےٰ کمال برعکس اسکے بردبار اور متحمّل مزاج۔ یہی وجہ ہے کہ مصطفےٰ کمال کسی کام میں جلد بازی نہ کرتے۔ تاوقتیکہ اُسکے عواقب کو نہ دیکھ لیں۔ جب انور پاشا نے ٹرکی کو جنگ میں دھکیلنا چاہا تو اُسوقت مصطفےٰ کمال نے ہر طرح مخالفت کی کہ ملک کسی طرح جنگ میں قدم نہ رکھے۔ وہ کہتے تھے کہ ٹرکی جنگ کیلئے تیار نہیں ہے۔ نیز جرمنی کی فوجی قوّت بھی اتنی مضبوط نہیں جتنی کہ خیال کیجاتی ہے۔ اسلئے ٹرکی کو جنگ میں شریک ہونیسے بہت سا نقصان اُٹھانا پڑیگا۔ مگر چونکہ انور پاشا وزیر جنگ تھے مصطفےٰ کمال کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور ملک کو مبتلائے جنگِ عظیم کر دیا گیا۔ جسکا نتیجہ ٹرکی کے حق میں زبوں ہی ثابت ہوا۔

انور نے قفقاز کے محاذ کا نقشہ عجیب و غریب قسم کا تیار کیا اور بہت لمبا سا محاذ بنایا۔ اِس نقشہ کو دیکھ کر مصطفےٰ کمال نے کہا کہ اتنا لمبا محاذ فضول ہے۔ اِسکو قابو میں رکھنے کیلئے افواج کہاں سے آئینگی۔ مگر انور اپنی طبیعت کا مالک تھا۔ اُسنے ایک نہ سُنی اور جنگ کو اِس تیار کردہ نقشہ کی مطابق شروع کر دیا۔ نوّے ہزار ترکی افواج قاہرہ ہمراہ لے کر قفقاز کے محاذ کی طرف بڑھا۔ لیکن نتیجہ اچھا بر آمد نہ ہوا۔ اور بے شمار فوج تباہ

ہوئی۔ جسکی تلافی کبھی نہ ہوسکتی تھی۔ صرف ۱۲ ہزار فوج بچی۔

گیلی پولی کے محاربات میں آپنے موقعہ کا ملاحظہ کرکے اپنے کمانڈر اعظم کو نہایت ہی تسلی آمیز لہجہ میں کہا کہ اتحادی کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ آپنے اپنی مٹھی بھر جاں نثار فوج کو ہمراہ لے کر ٹڈی دل اتحادی افواج کو تباہ و برباد کردیا۔ اور سمندر میں دھکیل دیا۔ کہ پھر انھوں نے کبھی گیلی پولی کا رخ نہ کیا۔

جنگِ یونان میں جتنے بھی جنگ کے نقشے تیار ہوئے۔ وہ سب آپکی مرضی کے مطابق تیار ہوئے۔ اور آپنے ہر موقع پر فتح حاصل کی۔ جنگ سقاریہ کے موقعہ پر آپ بیمار تھے۔ اور عصمت پاشا انونو اس معرکہ کارزار کا انچارج تھا۔ کئی روز تک جنگ جاری رہی۔ لیکن فتح یا شکست فریقین میں سے کسی کو بھی نہ ہوتی تھی۔ عصمت پاشا بہت گھبرائے کہ اب کیا کیا جائے۔ اسوقت عصمت پاشا نے مصطفٰے کمال کو میدان جنگ میں بلایا اور کہا کہ اس مشکل کو حل کردیا جائے۔ چنانچہ آپ فوراً میدان سقاریہ میں پہنچے۔ اور جنگ کا نقشہ دیکھ کر آپنے عقدہ کشائی کردی۔ اور یونانی شکست کھا کر اور سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔ یہ ہے آپ کی موقعہ شناسی۔

آپ کو جنگ عظیم میں جرمنی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جرمن کا نقشہ جنگ دیکھ کر آپنے وزیر جنگ کو کہہ دیا کہ جرمن بہت دیر تک جنگ جاری نہیں رکھ سکتی۔ بلکہ اسکو ہزیمت کا سامنا ہوگا۔

حب الوطنی

غازی مصطفٰی کمال کے قلب میں حب الوطنی کا درد قدرت نے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ انکو ہر وقت یہی خیال رہتا تھا کہ انکا مادر وطن کسطرح مضبوط اور طاقتور ہو۔ اور غیر اسکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے۔ آپنے جب ملوکیت کا مطالعہ کیا تو آپ پر یہ امر روز روشن کیطرح واضح ہوگیا کہ شخصی حکومت نہ تو ملک اور قوم کی ترقی کا باعث ہوسکتی ہے اور نہ ہی وقار قائم رہ سکتا ہے۔ بلکہ خود مختار بادشاہ اپنی ذاتی اغراض کے نشہ سے چور ہوکر ملک کو تباہی کے گڑھے میں بہت جلد گرا سکتا ہے سلطان عبدالحمید خان اغیار کے ہاتھوں

میں کٹھ پتلی کیطرح تھا۔ نہ تو اُسکو اپنے ملک کی قدر اور نہ اپنی قوم کی عزت کا خیال حکومت کے بہت بلند پایہ عہدے اکثر اغیار کے ہاتھوں میں تھے۔ جو وہ چاہتے کرتے۔ سلطان عبدالحمید خان خود تو قلعہ کے اندر ہی رہتا تھا۔ قلعہ یلدیز کوشک بہت ہی بڑا اور وسیع قلعہ تھا۔ اُسکے اندر ہی باغات تھے۔ اُسکے اندر جنگلات بھی تھے۔ شکارگاہیں بھی تھیں۔ غرضیکہ بادشاہ کی تمام دلچسپیوں کے اسباب اندر ہی پائے جاتے تھے۔ ایکطرف سلطان نے بڑھئی کی دوکان بنا رکھی تھی۔ دوسریطرف سنار کی۔ اور تیسری طرف لوہار کی کبھی کسی دوکان پر جا بیٹھے۔ اور کبھی کسی پر وقت ضائع کرتے۔ غرضیکہ ایسی ہی باتیں شغل کی آپنے مقرر کر رکھی تھیں۔ اُن کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ باہر رعایا کا کیا حال ہے۔ خوشحال ہے۔ یا تنگ ہے۔ آپ صرف جمعہ کے روز اپنے محل سے باہر نکلتے اور جمعہ کی نماز جامع مسجد ایا صوفیہ میں ادا کر کے پھر قلعہ کے اندر چلے جاتے۔ اور آپنے پرانے مشن پر لگ جاتے کبھی بڑھئی کی دوکان پر بیٹھ کر کچھ بناتے اور کبھی سنار کی دوکان پر بیٹھ کر کچھ وقت صرف کرتے۔ سی۔ آئی۔ ڈی آپکے عہد میں بیشمار تھی۔ جو رپورٹ اُس محکمہ کی آتی اُسکے مطابق حکم کر دیتے دیگر حکومتوں نے متوازی حکومت آپکے ملک کے اندر پیدا کر رکھی تھی۔ غیر اقوام کیلئے ڈاکخانہ جات اور عدالتیں علیحدہ مقرر تھیں۔ دوسری اقوام پر مقدمات ترکی عدالتوں میں چل ہی نہ سکتے تھے۔ اس طرح ملک کے اندر دو عملی کا نقشہ تھا۔ آمدنی بھی کم تھی۔ مگر سلطان کے خرچ کا یہ حال ہے کہ یورپ کا ایک سوداگر گھوڑے لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو آپ تمام کے تمام گھوڑے خرید لیتے اور قلعہ کے اندر چھوڑ دیتے۔ یا کوئی کتوں کا سوداگر آیا تو آپ اچھی اچھی قسم کے کتے ہی خرید لیتے اور قلعہ کے اندر چھوڑ دیتے۔ بعد میں آپ کو کوئی علم نہیں کہ وہ گھوڑے یا کتے جو کہ بصرف زر کثیر خریدے گئے ہیں۔ اُنکا کیا حال ہے۔ بھوکے مرتے ہیں۔ یا کھاتے پیتے ہیں۔ کوئی پرواہ نہیں۔ ایک دفعہ رقم خرچ کر دی۔ اور اُنکو قید کر دیا۔ یہ نقشہ ہے سلطان عبدالحمید کی حکومت کا۔ جو کہ آپکے سامنے رکھدیا ہے اسکے علاوہ اور بھی بہت سی قباحتیں ملک کے اندر موجود تھیں۔ تعلیم کا کوئی خاص انتظام

نہ تھا۔ صنعت وحرفت ملک کے اندر کوئی نہ تھی۔ تجارت وزراعت کے متعلق حکومت کو کوئی خیال نہ تھا۔ ملک کمزور اور بھوکا تھا۔ فوجیوں کی تنخواہیں کئی کئی مہینوں تک ادا نہ ہوتی تھیں۔ مصطفےٰ کمال نے جب اس شخصی حکومت کا مطالعہ کیا تو آپکو معلوم ہو گیا کہ ملک شخصی حکومت کے ماتحت رہ کر ہرگز ترقی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپکے دل کے اندر حب الوطنی کی تڑپ پیدا ہوئی۔ آپنے اس ملوکیت کا خاتمہ کرنا چاہا۔ غیر ملکیوں کو جو کہ ملک کے اندر برسراقتدار تھے۔ انکے وجود سے ملک کو پاک وصاف کرنا چاہا۔ ۱۹۰۸ء کے انقلاب میں آپنے کوشش کرکے دستوری حکومت حاصل کرلی لیکن شخصی اقتدار کا بت ویسے کا ویسا ہی قائم رہا۔ غیر ملکیوں کو ملک سے باہر نکالنے کی آپنے ازحد کوشش کی۔ مگر آپ کی کوئی پیش نہ گئی۔ اس بارے میں آپکا خیال تھا۔ کہ ترکی عہدے ترکوں کے ہاتھ میں رہنے چاہییں۔ دوران جنگ یورپ میں انور پاشا وزیر جنگ کی مرضی کے مطابق بہت سے فوجی عہدے جرمنوں کو دئے گئے۔ آپنے مخالفت کی۔ مگر آپکی مخالفت بار آور ثابت نہ ہوئی۔ اور آپ کو خاموش ہونا پڑا۔ بالآخر ۱۹۲۲ء میں جب ملک غیروں سے پاک ہوا۔ تو اسوقت آپکا جذبہ حب الوطنی پھر کارفرما ہوا۔ آپنے سب سے پہلے ملوکیت کا ملک سے خاتمہ کیا۔ پھر تمام مراعات جو کہ غیر ملکیوں کو سلطان عبدالحمید خان کے زمانہ سے حاصل تھیں۔ سب چھین لیں۔ یہ ہے آپکی حب الوطنی کا عالم۔ مصطفےٰ کمال کا خیال تھا کہ ترکی ترکوں کیلئے ہے۔ کسی دیگر قوم کا حق نہیں کہ اسمیں قدم رکھے اور فائدہ اٹھائے۔ ۱۹۲۲ء کے بعد جو کچھ اصلاحات آپنے ملک کے اندر نافذ کی ہیں۔ یہ سب حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہو کر آپنے کیں۔ آپنے اپنی قوم اور اپنے ملک کو دنیا کی بڑی سے بڑی متمدن اقوام اور طاقتور ممالک کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ کہاں تک آپکے جذبہ حب الوطنی پر بحث کی جائے۔ مضمون ہے لمبا اور وقت کم ہے۔ گنجائش نہیں کہ مفصل بحث کیجائے

ہم اسی جگہ اب اسکو ختم کرتے ہیں۔ اور آپکی سیاست دانی پر کچھ تھوڑی سی بحث کرتے ہیں

سیاست دانی

سیاست دانی آپ کی زندگی کا ایک بہت ہی اہم پہلو ہے حقیقت تو یہ ہے کہ آپکو پیدائش کے ساتھ ہی قدرت کیطرف سے سیاستدانی کا ملکہ حاصل ہوا ہے۔

سیاست دانی کا حقیقی جذبہ اُسوقت پیدا ہوا جب کہ آپ فوجی سکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اُسوقت آپنے آزادخیال لوگوں کی کتب کا مطالعہ کیا۔ اور ایک آزاد انجمن کی بنیاد ڈالدی۔ گویا کہ اُسوقت سے آپنے میدان سیاست میں قدم رکھا۔

حکومت نے ہرچند اُنپر پابندیاں عائد کیں کہ وہ سیاست میں حصّہ نہ لیں۔ اور آزاد منش آدمیوں کی کتب کا مطالعہ نہ کریں۔ لیکن نہ تو حکومت کو ہی اپنے ارادوں میں کامیابی ہوئی۔ اور نہ ہی مصطفیٰ کمال نے اپنی سیاسی سرگرمیوں میں کمی ظاہر کی۔ حالانکہ اُن کو قید بھی کر دیا گیا۔ پھر مُلک سے جلاوطن بھی کر دیا گیا۔ مگر یہ تمام کوششیں اور سزائیں مفید ثابت نہ ہوئیں۔ شخصی حکومت کا وہ تختہ اُلٹنے کی کوشش کرتے رہے۔ آخر تختہ اُلٹنے میں کامیاب ہوئے۔

یہ تو آپکی داخلی سرگرمیاں ہیں جو کامیاب ہوئیں۔ آپکی خارجی سیاسی سرگرمیاں بھی ملاحظہ ہوں۔ آجکل یورپ کا تدبر اور سیاست تمام صفحہ ہستی پر کارفرما ہے۔ اور تمام دُنیا یورپ کی سیاست دانی سے مرعوب ہے۔ مگر مصطفیٰ کمال پاشا کی سیاست دانی یورپ سے بھی کئی قدم آگے نکل گئی۔ یہ آپکی ہی سیاستدانی تھی کہ جسنے اپنے مُلک کو اغیار کے ہاتھوں سے بچالیا حالانکہ یورپ نے ٹرکی پر قبضہ جمانے کیلیے طرح طرح کی چالیں چلیں۔ حکومت قسطنطنیہ یورپ کی چالوں میں آگئی۔ لیکن مصطفیٰ کمال نے اُن چالوں کی ذرا بھر بھی پرواہ نہ کی۔ اور اپنے کام میں سرگرمی کے ساتھ کوشاں رہے۔ ٹرکی کی مٹی ہوئی عزت کو از سرِ نو برقرار کر دیا۔ گذشتہ روایات کو تباہی سے بچالیا۔ اور یورپ منہ کی کھا کر مایوس اپنے وطن کو رخصت ہوا۔

کیا یہ کم سیاست دانی ہے کہ ایک تنِ واحد ایک بڑے کام کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور بلاخوف

وخطر رکاوٹوں کے باوجود اپنے دھن میں لگا رہتا ہے۔ اور آخر جمعیت و قوت حاصل کر کے کامیاب ہو جاتا ہے۔ اگر اُسکو ٹرکی کا نپولین کہا جائے تو بجا ہے۔

کامیابی کے بعد آپکی سیاست نے ایک بہت بڑا کارنامہ یہ کیا کہ تمام اسلامی ممالک کو ایک ہی سلک اتحاد میں منسلک کر دیا اور میثاق سعد آباد کا وجود پیدا ہوا۔ یورپین حکومتیں اِس نئے رنگ کے اتحاد پر انگشت بدنداں رہ گئیں۔ کہاں تک آپکی سیاست دانی کے جوہر آپکے روبرو رکھے جائیں۔ داستانِ طولانی اور وقت کم ہے۔

بیدار مغزی

بیدار مغزی اور دانائی آپ میں اسقدر تھی کہ یورپ کی تمام حکومتوں کے آپنے دانت کھٹے کر دئیے۔ اور اُنکی ایک چال بھی اُنکے سامنے کامیاب نہ ہو سکی۔ اتحادیوں نے بیشمار موقعوں پر التوائے جنگ کرایا۔ کانفرنسیں منعقد کیں تاکہ مصطفےٰ کمال کسی موقعہ پر اپنی ہوشیاری اور دانائی سے چوک جائیں۔ اور معاہدہ سیورے کامیاب ہو جائے۔ اور ٹرکی کو ملیا میٹ کر دیا جائے۔ لیکن آپنے ہر موقعہ پر ہی فرزانگی اور تجربہ کاری کا ثبوت دیا۔ اپنے مطالبات پر دیوار آہنی کیطرح جمے رہے۔ ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ معاہدہ سیورے کی حیثیت ایک ردی کے کاغذ کے برابر ثابت ہوئی۔ ترکوں نے لوازن میں نیا عہدنامہ مرتب کیا اسپر دستخط کئے اور کرائے۔ اپنی املاک تمام و کمال حاصل کر لیں۔ اور ٹرکی کو نئی اور غیر متزلزل بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔

افسروں کی تابعداری

مصطفیٰ کمال میں یہ کمال تھا۔ کہ آپ افسروں کے ہمیشہ تابعدار رہے ہیں۔ اور اُنکے حکم سے خواہ وہ غلط ہو یا صحیح کبھی بھی انحراف کرنے کی جرأت نہ کی۔ اُنکے دل میں ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ انتظام میں خلل واقعہ نہ ہو۔ انور پاشا اور کمال پاشا میں فوجی نقطۂ نگاہ سے اکثر اختلاف رائے ہو جایا کرتا تھا۔ مگر انور چونکہ وزیر جنگ تھا۔ اور مصطفیٰ کمال اُنکے ماتحت۔ اگرچہ مصطفیٰ کمال اپنی رائے کا اظہار کر کے یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ سکیم غلط ہے یا منفعت بخش۔ لیکن وہی کیا

جو انور نے حکم دیا۔ افسر کے حکم کی بجا آوری میں مو بھر کبھی فرق نہ آنے دیا۔

مصطفیٰ کمال کا ارادہ

غازی کی قوت اور ارادہ کا یہ حال تھا۔ کہ ۱۹۲۵ء میں جب اُنکی جان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تو اُنھوں نے مخالفین کا اِس طرح استیصال کیا کہ شب کے کھانے کے بعد جب اُنکے بہت سے مہمان رخصت ہوئے۔ تو انگورا کے بازاروں میں اُنھوں نے دفعتہً دیکھا۔ کہ بہت سے مشہور لیڈروں کی لاشیں سرِ راہ لٹک رہی ہیں۔ اِس ضیافت میں دول یورپ کے سفرا بھی شامل تھے۔ اور کسی کو وہم گمان بھی نہ تھا۔ کہ جسوقت وہ غازی کے دستر خوان پر بیٹھے ہوئے تھے شہر کے بازاروں میں کرنل عارف اور جاوید جیسے مخالف لیڈروں کی لاشیں آویزاں کیجارہی تھیں۔ اپنی اس قوت کو غازی نے بہت تھوڑا عرصہ استعمال کیا۔ ملک میں انتظام قائم کرنیکے بعد اُنکی آمریت کی یہ شان باقی نہ رہی۔ بلکہ جو لوگ اُنکے خوف سے ترک وطن کر چکے تھے وہ بھی واپس بلائے گئے۔

جوشِ عمل

جو ارادہ اور عمل اور جوش و قوت مصطفیٰ کمال میں پایا جاتا تھا۔ وہ دنیا کے کسی ڈکٹیٹر کو حاصل نہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اُنکی قوت کا ارادہ اُنکا جوشِ عمل تعمیری صفت اپنے اندر رکھتا تھا۔ .... اُنکا ہر قول و فعل دیانت اور راستبازی پر مبنی تھا۔ جو کام مصطفیٰ کمال نے کیا۔ وہ اپنی ذاتی غرض کیلیئے نہیں کیا۔ بلکہ ملک اور قوم کی فلاح و بہبود کیلئے۔ اپنی شان اور آن بڑھانے کیلئے نہیں کیا۔ بلکہ قوم و ملک کی ہستی کو دوسری اقوام کے مقابلہ میں بلند و بالاتر کرنیکے لیے کیا۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو مصطفیٰ کمال کی زندگی کے تمام واقعات مصطفیٰ کمال کے ہر قول و فعل کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اُنکی چہیتی بیوی لطیفہ خانم نے آپکو کہا کہ سر پر تاجِ شاہی رکھو۔ اور تخت پر متمکن ہونے کی صورت پیدا کرو۔ مصطفیٰ کمال کو اِس بات پہ بہت ہی رنج پیدا ہوا۔ اور سمجھے کہ اُنکی بیوی تاج و تخت کی حریص ہے۔ جمہوریہ ملیہ ترکیہ کی بدترین دشمن اور بدخواہ ہے ...... ملک

اور ترکی قوم کی فلاح و بہبود کی منافی ہے۔ تب انھوں نے کہا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات پر مبنی نہیں۔ بلکہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنی قوم اور ملک کیلئے کر رہا ہوں۔ اور ملک اور قوم میرے لئے محبوب ترین اشیاء ہیں۔

قابلیت

غازی مصطفیٰ کمال کی شخصیت انقلاب پسندی۔ کامرانی۔ کامگاری اور فتح و نصرت خداوندی کا ایک مجسم پیغام تھی۔ جنگ کا میدان ہو۔ یا سیاست کی بساط۔ معاشرت کا حلقہ ہو۔ یا تحقیقی علمی دائرہ غرضیکہ ہر شعبہ میں غازی موصوف کو فکر و عمل کی قوتوں نے کامگار بنا دیا۔ انقلاب و اصلاح کے حیرت انگیز کارنامے سر انجام دئے۔ یہ انھیں کے عقل و فکر کا نتیجہ ہیں۔ قوموں کی تقدیر کا نقشہ پلٹ دینا۔ قدرت ایزدی نے خاص طور پر انہی کے ناصیہ حال پر مسطور کیا تھا۔

فوجی قابلیت اور جنگی مہارت

آپکی فوجی قابلیت اور جنگی مہارت کی شہادت گیلی اور دردانیال کے معرکوں سے ملتی ہے۔ جبکہ سخت خطرہ تھا۔ اتحادیوں کے آتشبار جنگی جہاز پے در پے آتش فشاں پہاڑ کی طرح آتشباری کر رہے تھے۔ اسوقت مصطفےٰ کمال کی خداداد ذہانت اور قابلیت نے وہ کام کیا۔ جسکو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی سر انجام نہیں دیسکتی تھی۔ یا مصطفےٰ کمال کی فوجی لیاقت کا معیار طرابلس کے عربوں سے دریافت کریں۔ جنکو مصطفےٰ کمال نے چند ہی دنوں میں فوجی قواعد پریٹ سکھا کر ایک باقاعدہ لشکر جرار تیار کر دیا۔ جس نے اٹلی کے چھکے چھڑا دئے۔ ہمکو مصطفےٰ کمال کی فوجی قابلیت کیلئے خاص نفس مضمون کی تلاش کی ضرورت نہیں۔ اگر اسکی زندگی کیطرف نظر دوڑائی جائے۔ تو اسکی زندگی ہی ایک مجسم قابلیت کا نمونہ ثابت ہوگی۔ آپنے اپنی قابلیت سے ہی ملوکیت و شخصی حکومت کا خاتمہ کر کے اپنی قوم کو آزادی اور جمہوریت کا درس دیا۔

اسلام سے محبت

اسلامی ممالک کے ساتھ سیاسی سلوک آپنے اور پہلا خطہ فرمایا کہ آپنے بین الاسلامی اتحاد کی بنیاد ڈالی۔ تمام اسلامی آزاد ممالک کو رابطہ اتحاد و اخوت میں منسلک کر کے ایک دوسرے کے ساتھ بغلگیر کر دیا۔ یہ ملت اسلامیہ سے

محبت کی ایک بین اور روشن دلیل ہے۔ آپ ان تمام اسلامی ممالک کو اوجِ ترقی پر دیکھنا چاہتے تھے۔ تقسیم فلسطین کے متعلق مصطفےٰ کمال نے ایک تقریر کی جسکا ایک ایک لفظ آپکی اسلام سے محبت کے جذبہ کو ظاہر کرتا ہے۔ آپنے فرمایا۔ "ہم چند سالوں سے عربوں سے الگ تھلگ رہے لیکن اب ہم اپنی ذات پر اعتماد کرنیکے قابل اور کافی طاقتور ہو گئے ہیں۔ کہ اسلام کی مقدس سرزمین کو یہود اور نصاریٰ کے تسلط سے بچائیں۔ ہم یہ اعلان کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم ارضِ مقدس کو کبھی استعمار پسندیوں کا بازی گاہ نہ بننے دینگے۔ ہم پر یہ بہتان تراشا گیا ہے کہ ہم لامذہب اور اسلام سے لاپرواہ ہو گئے ہیں۔ اس بہتان کے باوجود بھی ہم اپنا خون بہا دینے کیلئے تیار ہیں۔ تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری خواہش پوری ہو جائے اور ارضِ مقدس ہمیشہ مسلمانوں کے قبضۂ اقتدار میں رہے۔"

موت کا خوف نہیں

آپ لڑائیوں میں گولیوں کی بارش میں اِدھر اُدھر پھرتے نظر آتے ہیں۔ مگر قدرت اُنکو اُن گولیوں کی زد سے محفوظ رکھتی ہے ایکدفعہ ایک گولی سیدھی آپ کی طرف آئی۔ اور یقین تھا کہ آپکا دم میں خاتمہ ہو جائیگا۔ مگر جسکو قدرت کاملہ بچائے اُسکو مارے کون۔ وہ گولی آپکی کلائی کی گھڑی پر لگی۔ اور آپ بال بال بچ گئے آپکو محافظ حقیقی نے کوئی زخم تک نہ آنے دیا۔ ایک موقعہ پر آپ کھڑے اپنے افسروں سے باتیں کر رہے تھے۔ کہ ایک گولہ آپ سے پچیس فٹ کے فاصلہ پر پھٹا۔ دو منٹ بعد دوسرا گولہ آپ سے بیس فٹ کے فاصلہ پر پھٹا۔ تیسرا گولہ آپسے پندرہ فٹ کے فاصلہ پر پھٹا۔ اب چوتھا گولہ وہاں پھٹنا تھا کہ جہاں آپ کھڑے تھے۔ ایک افسر نے آگے بڑھ کر کہا کہ جناب اس جگہ سے ہٹ جائیے چوتھا گولہ آپکے قدموں پر آکر پھٹیگا مگر مصطفیٰ کمال نے جواب دیا کہ میں آپ لوگوں کے سامنے بری مثال پیش نہیں کرنا چاہتا۔ اور ہنسی خوشی منہ میں سگرٹ ڈال موت کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ لیکن دشمن کی توپ نے چوتھا گولہ نہ پھینکا اور قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے آپ بال بال بچ گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دشمن کی توپ کی مشین بگڑ گئی تھی۔

ایسے مواقع دیکھ کر مصطفیٰ کمال کو یقین ہو چکا تھا کہ انکی موت توپ اور گولیوں سے نہیں ہوگی بلکہ وہ طبعی موت کا شکار ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی بناء پر وہ جنگ عظیم میں گولیوں کی بارش میں سگریٹ پیتے اور مسکراتے ہوئے خطرناک مقامات پر چلے جاتے اور کوئی خوف نہ کھاتے۔

ملاقاتیوں سے سلوک

ملاقات کرنیوالوں سے آپکا یہ حسن سلوک تھا کہ آپ ملاقاتیوں کو سب سے اول فرصت میں وقت دیتے۔ اور انتظار کی طویل شدت سے ہمیشہ محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے۔ ملاقاتیوں سے ہمیشہ خوش وخرمی سے پیش آتے۔ اُنسے مسکرا مسکرا کر باتیں کرتے۔ جس سے پیدا ہوتا کہ آپ ملاقات کرنیوالوں سے بہت ہی محفوظ ہیں۔ مصطفیٰ کمال انگریزی زبان میں اچھی طرح گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا اُنکے درمیان اور ملاقاتیوں کے درمیان ایک ترجمان ضرور رہا کرتا تھا۔ جو جانبین کے خیالات کی ترجمانی کیا کرتا تھا۔

مصطفیٰ کمال جنگ میں پیش پیش رہتے تھے

موجودہ اصول حرب کے مطابق سپہ سالار میدان جنگ میں افواج سے بہت پیچھے رہتا ہے۔ لیکن غازی مصطفیٰ کمال کلیتہً اس اصول کے خلاف تھے۔ وہ میدانِ جنگ میں اپنی فوج کے ہمراہ پیش پیش رہتے تھے۔ تاکہ اُنکے سپاہیوں کو بھی آگے بڑھنے کی ہمت اور دلیری حاصل ہو جنگ یونان میں اُنھوں نے اپنا مستقر ایک پہاڑ کی چوٹی پر مقرر کیا۔ جہاں سے یونانی افواج صرف دو میل کے فاصلہ پر تھیں۔ آپ اِس مقام پر مسلسل چھ ماہ تک حالات کا مطالعہ کرتے رہے۔ دوربین ہر وقت اُنکے ہاتھ میں رہتی۔ اور اِس مقام سے وہ ایک ایک یونانی سپاہ کے خط وخال دیکھ سکتے تھے۔ اس اثنا میں اُنکی فوج انگورا میں مصروفِ قواعد تھی! اور دشمن کے مقابلہ کیلئے تیار ہو رہی تھی

خانگی زندگی

غازی مصطفیٰ کمال کی خانگی زندگی نہائت ہی سادہ تھی۔ اُنکے مکان کے اندر سجاوٹ نہائیت ہی سادہ ہوتی تھی۔ شاہانہ شوکت اور جاہ وجلال کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو ملک کا ایک جانفروش سپاہی تصور کرتے تھے۔ اور اپنے ملک اور قوم کی بہتری کا ہر وقت سوچا کرتے تھے۔ ۲۴ گھنٹوں میں صرف ۴-۵ گھنٹے ہی سوتے۔ کیونکہ ملک اور قوم کے کام ہی مصطفیٰ کمال کیلئے ایک عزیز ترین اور محبوب ترین مشغلہ کار تھے۔ اور باقی وقت قومی

کاموں میں صرف کرتے! الغرض مصطفےٰ کمال نے اپنی تمام زندگی صرف ترکوں کیلئے ہی وقف کردی۔ اگر چاہتے تو بادشاہ بنجاتے اور ملک پر شاہانہ طریق پر حکومت کرتے۔ مگر وہ اس شان و شوکت کے بالکل برخلاف تھے۔ بلکہ وہ ملک کا ایک تن فروش سپاہی بننا اپنے لئے فخر کا موجب خیال کرتے تھے

والدہ سے محبت

ملک اور قوم کی حب کے بعد اگر آپکی نفسانی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو وہ صرف دو چیزوں پر ہی ختم ہوجاتی ہے۔ ایک تو آپکی ماں اور دوسرے انکی بیماری۔ اپنی والدہ کیلئے انکا دل محبت سے معمور تھا۔ لیکن وہ قوم و ملک کے سبب سے اس محبت کے پابند بھی نہ رہتے تھے۔ ابتدائی عمر میں وہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ والدہ انکے ساتھ ساتھ رہیں لیکن دوسری مصروفیتیں آپکے اس ارادہ پر غالب آگئیں۔ ہاں البتہ یہ ضرور کہا جائیگا کہ دنیا کی عورتوں میں انکے لئے صرف اپنی ماں کا وجود ہی ایسا تھا جس سے وہ آخر دم تک وابستہ رہے۔ کیونکہ جو کچھ عروج و رتبہ مصطفےٰ کمال نے حاصل کیا۔ وہ انکی والدہ کی محبت اور دعا کا ہی نتیجہ ہے۔

مصطفےٰ کمال کو بدنام کرنیکی کوشش

غازی اعظم ترکی کا بہترین ڈکٹیٹر تھا۔ نیکدل اور نیک نیت بلند وقار اعظم تھا۔ دیندار۔ پاکباز اور راستباز آپکی شخصیت تھی۔ لیکن دشمنوں نے آپکو بدنام کرنیکی ہرچند کوشش کی۔ آپکے دامنِ اخلاق پر بدنما داغ لگانیکی کوشش کی۔ آپکو بیدین۔ بد اخلاق کہا گیا۔ اعدا نے بھورے رنگ کا بھیڑیے کا خطاب دیا۔ آپکی ذاتِ گرامی کو چنگیز خان اور ہلاکو کے لباس میں پیش کرنیکی مذموم اور ناکارہ سعی و کوشش کی۔ یہ سب اعدا کی فریبکارانہ چالیں تھیں تاکہ دنیائے اسلام کے قلوب اس فردِ اسلام کیطرف سے مکدر ہوجائیں۔ اور آپ سے وابستگیاں اور دلبستگیاں قائم نہ رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپکا اخلاق ایک بہترین نمونہ ہے۔ آپ پیغمبر اسلام کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی عظیم ترقی اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے ہیں۔ اگر آپ اسلام کے پیرو اور پابند نہ ہوتے۔ تو آپکو یہ رتبہ حاصل نہ ہوتا۔ ذالک فضل اللہ یعطیہ من یشاء۔ اگر آپکا دامنِ اخلاق بدنما داغ سے ملوث ہوتا تو آپ کبھی بھی اتنے جری بہادر اور دلیر سپاہی ہوتے۔ کیونکہ بداخلاق کی تمام اخلاقی جرأتیں اور شجاعتیں مردہ ہوجاتی ہیں۔ توپ تفنگ سے اسکا زہرہ گداز ہوجاتا ہے۔ غرضیکہ اعدا نے جو کچھ بھی اس شہسوار کے فتراک پر باندھا وہ بہتانِ عظیم باندھا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ فی زمانہ ایسا نیک طینت اور پاکباز کوئی ڈکٹیٹر اور قائد نہیں ہے

آپکی شان کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ دشمن بھی انکی عظمت اور بزرگی کے سامنے بطیب خاطر سر جھکانے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ انگلستان نے کیپٹن پولی کے معرکوں کو کتاب کی شکل میں تیار کر کے آپکی ہر دلعزیزی محبوبیت۔ نیک طینتی اور نیک چلنی کا ایک مجسم ثبوت پیش کیا ہے۔ اسلامی نقطۂ نگاہ سے آپکے جنازہ پر کثرت اجتماع ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اسلام کے نہایت ہی نیک سپوت ہیں۔ آپکی دینداری کا ایک واقعہ اسجگہ درج کیا جاتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوگا کہ آپکو اسلام سے کتنی محبت تھی۔

ایک موقعہ پر جب نماز کیلئے بگل بجا۔ اور فوج آراستہ ہوئی۔ تو بعض سپاہی وضو کے حیلہ سے ادھر ادھر ہٹ گئے۔ اتاترک نے نماز کے بعد جنرل عصمت پاشا سے اس مسئلہ پر گفتگو کی۔ اور اسی وقت لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ خود اتاترک نے اعلان کیا۔ کہ "نماز فوجی ضابطہ میں داخل ہے۔ جو شخص نماز سے غیر حاضر ہوگا۔ اسکو ڈبل ڈرل کی سزا دیجائیگی"۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو مصطفٰی کمال کو بیدین اور اسلام سے منکر اور بد اخلاق کہنے والے ہیں۔ آئیں اور دیکھیں آپکا اخلاق کس بلند پایہ سے ہمکنار ہے۔ آپکا اخلاق بے لوث تھا۔ صاف تھا۔ اسکے دامن پاکبازی پر کسی طرح کا تکدر نہ تھا۔ وہ بے عیب اور پاک اس دنیا میں آیا۔ اور اسی طرح اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اگرچہ غازی اعظم اس دنیا سے کنارہ کر کے حیات جاودانی حاصل کر گئے ہیں لیکن جو کچھ ترکی کیلئے اور دنیائے اسلام کیلئے چھوڑ گئے ہیں رہتی دنیا تک اسلامی نسلیں انکو کبھی بھی فراموش نہ کرینگی۔ جو لائحہ عمل وہ ترکی کو ترکہ میں دیگئے ہیں ایک کارنامۂ نمایاں ہے۔ جسکو ترکی اور ترکی کی آئندہ نسلیں ایک قسم کی مشعل راہ کے طور پر استعمال کرینگی۔ اللہ تعالیٰ آپکو ان نیک کاموں کی جزائے خیر دے اور مرحوم و مغفور کو اپنے سایۂ عاطفت اور جنت میں رکھے (آمین۔ ثم آمین!) مصطفٰے کمال اپنی زندگی کا مقصد بوجہ احسن پورا کر کے اس دنیائے فانی سے رحلت کر کے دنیائے جاودان میں تشریف لیگئے ہیں۔ لیکن انکے کام انکے نام کو سورج اور چاند کی مانند روشن اور منور کئے ہوئے ہیں۔

تمت بالخیر

ہمنے مصطفٰی کمال کے اخلاق و عادات اور خصوصیات پر اجمالی رنگ میں تبصرہ کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ باب طول میں کم ہے۔ لیکن بلحاظ دلچسپی یہ ایک بے بہا مجموعہ شمار کیا گیا ہے۔ اگر اس مضمون کو طوالت دیجاتی تو یقیناً یہ کم مایہ باب کفیل نہ ہوتا۔ بلکہ ایک علیحدہ دفتر کی ضرورت پڑ جاتی۔ لہٰذا طوالت اور تفصیل سے اجتناب کرتے ہوئے ہم اس تھوڑے کو ناظرین کی ضیافت طبع کیلئے کافی ذخیرہ خیال کرتے ہیں۔ اور اس باب کو اسجگہ ختم کرتے ہیں۔ اور ناظرین سے رخصت چاہتے ہیں۔

مطبوعات

اعوان بک ڈپو

(۱)	اتاترک مصطفےٰ کمال باتصویر۔ حصہ اول	عہر
(۲)	مصطفےٰ کمال اور محاربات آرمینیا و فرانس	۸ر
(۳)	مصطفےٰ کمال پاشا اور محاربات یونان	عاہر
(۴)	دو ہفتوں میں یونانیوں کی مکمل تباہی	۱۲ر
(۵)	اتاترک مصطفےٰ کمال	۱۰ر
(۶)	محمود شوکت پاشا باتصویر	۸ر
(۷)	انور پاشا باتصویر (زیر طبع)	عہر
(۸)	کلیدِ جنّت۔ ورد وظائف کی بہترین کتاب (زیر طبع)	۱۰ر
(۹)	سلکِ گوہر۔ قومی نظموں کا مجموعہ	۳ر
(۱۰)	انشائے نسواں جدید۔ زنانہ خط و کتابت	۴ر

ملنے کا پتہ

اعوان بک ڈپو شہر سیالکوٹ